حق و باطل کا معرکۃ الآراء

مُقدّمۂ مرزائیہ بہاولپور

رُوداد ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۵ء

جس میں

جناب جج محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح

عبدالرزاق مرزائی سے فسخ فرمایا

جلد اوّل

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

حضوری باغ روڈ ملتان۔ 061-4783486

حق وباطل کا معرکۃ الآراء

مقدمہ مرزائیہ بہاول پور

روداد۱۹۲۶ءلغایت۱۹۳۵ء

جس میں

جناب جج محمد اکبرخان صاحب بی.اے،ایل.ایل.بی

ڈسٹرکٹ جج بہاول پور

نے مرزائیت کوارتداد قرار دے کرمسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا

جلداوّل

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	:	روداد مقدمہ مرزائیہ بہاول پور ۱۹۳۵ء (جلد اوّل)
صفحات	:	۴۱۶
قیمت	:	۳۰۰ روپے
اشاعت اوّل	:	اکتوبر ۱۹۸۸ء / ربیع الاوّل ۱۴۰۹ھ
اشاعت دوم	:	اپریل ۲۰۰۶ء / ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ
اشاعت سوم	:	نومبر ۲۰۲۰ء / ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ
مطبع	:	طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم الله الرحمن الرحيم

قال الله تعالیٰ فی القرآن العزیز الحکیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن

رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب)

قال النبی صلی الله علیہ وسلم

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

انتساب

شیخ طریقت، عالم فضل وکمال، خطیب شعلہ بیان، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب قدس سرہ العزیز شیخ الحدیث دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیروالہ ملتان کے نام جن کی دعاؤں اور روحانی برکات سے مکتبہ سید احمد شہید کو اس عظیم دستاویز کی اشاعت ثانی کی سعادت نصیب ہوئی۔

غبار راہِ مدینۃ الرسول

اراکین

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

لاہور

تفصیلی فہرست

عرض مرتب ...... (طبع ثالث)	۱۵
آئینہ حقیقت	۱۹
پیش لفظ ...... حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی	۲۶
مقدمہ ...... حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی	۳۱
مقدمہ بہاول پور	۳۲
تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء	۳۴
تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء	۳۵
تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء	۳۶
ایک بدیہی حقیقت	۳۶
آخری گزارش	۳۷
مدعیہ عائشہ مرحومہ کا خاندان	۳۹
مقدمہ اور اس کے اسباب	۳۹
میرے ساتھ شادی	۴۰
میری شادی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ	۴۰
شادی کی شرط اور مرحومہ کی وفاداری	۴۱
ایک غیر رسمی لیکن بڑا مدرسہ	۴۱
اولاد	۴۱
وفات اور پیش گوئی	۴۲
سات سالہ رفاقت	۴۲

میری اماں جی (پروفیسر محمد یحییٰ ایم.اے)	۴۳
ہدیۂ تبریک	۴۷
حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی ...... اعتذار وتشکر	۴۸
تقریب ...... از: حضرت مولانا ابوالعباس محمد صادق نعمانی	۴۹
اشاعت ثانی ۱۹۷۳ء کے موقعہ پر علماء اور اکابرین ملت کی جانب سے اس فیصلے کا خیرمقدم	۵۱
انتساب	۵۲
رائے گرامی ...... مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور	۵۳
رائے گرامی ...... مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لاہور	۵۳
رائے گرامی ...... حضرت مولانا شمس الحق افغانی	۵۳
رائے گرامی ...... علامہ احسان الٰہی ظہیر لاہور	۵۴
رائے گرامی ...... مولانا صاحبزادہ فیض الحسن آلومہار شریف سیالکوٹ	۵۴
رائے گرامی ...... بریگیڈئر نذیر علی شاہ	۵۵
رائے گرامی ...... مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان	۵۵
رائے گرامی ...... جناب آغا شورش کاشمیری لاہور	۵۵
رائے گرامی ...... مولانا مفتی مختار احمد نعیمی سیالکوٹ	۵۵
رائے گرامی ...... جناب محمد احمد کشمیر	۵۵
رائے گرامی ...... پیر طریقت مولانا محبوب الرحمٰن راولپنڈی	۵٦
رائے گرامی ...... جناب سردار عبدالقیوم صاحب صدر آزاد کشمیر	۵٦
رائے گرامی ...... مولانا عبدالحکیم راولپنڈی	۵٦
رائے گرامی ...... مولانا سید شمس الدین کوئٹہ	۵۷
مکمل روداد ...... مقدمہ مرزائیہ بہاول پور	۵۸
عرض مزید ...... حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی	٦٠

رائے گرامی ...... مولانا سید عبدالقادر آزاد لاہور	۶۲
رائے گرامی ...... مولانا سید محمود احمد رضوی لاہور	۶۲
رائے گرامی ...... جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہور	۶۳
رائے گرامی ...... مولانا محمد حسین نعیمی لاہور	۶۳
رائے گرامی ...... جناب میاں محمد اجمل قادری لاہور	۶۴
معرکۂ بہاولپور ...... پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم.اے	۶۴
رائے گرامی ...... جناب محمد متین خالد لاہور	۶۷
رائے گرامی ...... جناب ضیاء الدین اصلاحی (دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ انڈیا)	۶۷
رائے گرامی ...... مولانا محمد سعید ڈابھیل انڈیا	۶۸
عرضی دعویٰ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش ...... مؤرخہ ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء	۶۹
جواب دعویٰ مسمّی عبدالرزاق (قادیانی) ...... مؤرخہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۲۶ء	۷۱
مختصر بیانات فریقین وتنقیحات وضع کردہ عدالت ...... مؤرخہ ۴؍نومبر ۱۹۲۶ء	۷۳
بیان عبدالرزاق (قادیانی) مدعاعلیہ ...... مؤرخہ ۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء	۷۴
درمیانی حکم عدالت ...... مؤرخہ ۲۰؍جنوری ۱۹۲۷ء	۷۵
درخواست عبدالرزاق مدعاعلیہ ...... مؤرخہ ۱۹؍فروری ۱۹۲۷ء	۷۶
حکم چیف کورٹ بہاولپور ...... مؤرخہ ۷؍مئی ۱۹۲۷ء بابت منتقلی مقدمہ ازعدالت منصفی احمد پور	۷۷
درخواست انتقال	۷۷
درخواست عبدالرزاق مدعاعلیہ ...... مؤرخہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۲۷ء	۷۸
احمدی عقائد	۷۸
بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی ...... ۱۸؍جنوری ۱۹۲۸ء	۸۰
بیان مولوی غلام محمد شیخ الجامعہ العباسیہ بہاولپور باقرار صالح ...... ۱۸؍جنوری ۱۹۲۸ء، ۲۴؍رجب ۱۳۴۶ھ	۸۱
درخواست عبدالرزاق مدعاعلیہ بجواب بیان جناب حضرت شیخ الجامعہ صاحب بہاولپور ...... مؤرخہ ۲۹؍مارچ ۱۹۲۸ء	۸۲

فیصلہ جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور ...... مؤرخہ ۲۱؍نومبر ۱۹۲۸ء	۸۹
فیصلہ	۸۹
فیصلہ مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش ...... مصدرہ ۷؍مارچ ۱۹۲۳ء ...... چیف کورٹ بہاول پور	۹۱
فیصلہ	۹۱
فیصلہ مؤرخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۱۷ء عدالت ابتدائی بعنوان مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش	۹۵
فیصلہ	۹۵
حکم جوڈیشنل کونسل ریاست بہاول پور ...... مؤرخہ ۲۵؍جنوری ۱۹۳۲ء	۹۸
بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ ...... گواہ مدعیہ	۱۰۰
عقیدۂ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصول میں سے ہے	۱۰۰
انکار ختم نبوت، کفر وارتداد ہے	۱۰۰
دلائل ختم نبوت	۱۰۱
تمام مفسرین واہل لغت نے خاتم النّبیین کے معنی ''آخری نبی'' کئے ہیں	۱۰۳
احادیث ختم نبوت	۱۰۴
ختم نبوت اجماعی عقیدہ ہے	۱۰۴
بیان حضرت غلام محمد حسین کولوتارڑوی صاحب ...... گواہ مدعیہ	۱۰۸
مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا جو بروئے قرآن وحدیث واجماع امت کفر ہے	۱۰۸
دلائل قرآنیہ پر ختم نبوت	۱۰۸
احادیث ختم نبوت	۱۱۱
مرزا قادیانی کے عقائد......اسلامی عقائد کے خلاف ہیں	۱۱۲
محمدی بیگم کی پیشین گوئی	۱۱۳
مرزا قادیانی کے کفر کے وجوہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ہے	۱۱۳
معجزات عیسویہ کی توہین	۱۱۴
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے منکرین پر قرآن کا فتویٰ کفر	۱۱۴

ضروریات دین کا منکر کافر ہے	۱۱۴
بیان حضرت علامہ مفتی محمد شفیع دیوبندی گواہ مدعیہ	۱۱۵
تعارف	۱۱۵
منکر ختم نبوت بالا جماع کافر و مرتد ہے	۱۱۵
رسول ﷺ کے انکار کے معنے	۱۱۵
خدا اور رسول ﷺ کے حکم کا انکار کفر ہے	۱۱۶
ابلیس کا کفر، انکار حکم کی وجہ سے ہے	۱۱۶
اہل قبلہ کا معنی	۱۱۶
قطعی الثبوت اور ضروریات دین میں فرق	۱۱۷
مرزا نے بہت سے ضروریات دین کا انکار کیا ہے	۱۱۸
تیرہ سو سال کا اسلامی اجماعی عقیدہ	۱۱۹
مدعیان نبوت کے خلاف اسلامی درباروں کے فیصلے	۱۲۱
توہین انبیاء علیہم السلام	۱۲۲
توہین انبیاء علیہم السلام بالا جماع کفر ہے	۱۲۴
مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد کے ساتھ جائز نہیں	۱۲۴
بیان بجرح مولوی محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ	۱۲۵
بیان حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری گواہ مدعیہ	۱۳۱
مرزا اور اس کے متبعین کافر ہیں	۱۳۱
کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح کسی مرزائی عورت یا مرد کے ساتھ جائز نہیں	۱۳۱
’’انوار خلافت‘‘ کی عبارت کے نتائج	۱۳۲
مرزائیوں اور مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تشریعی نبوت کا دعویٰ کفر ہے	۱۳۲
مرزا تشریعی نبوت کا مدعی ہے	۱۳۳
نبوت حقیقیہ اور نبوت تشریعیہ میں تلازم	۱۳۴

ملا علی قاری وغیرہ بزرگوں کی عبارات کا مطلب	۱۳۴
مرزا کے نئے احکام	۱۳۵
نبی کا ایک اور معنی	۱۳۶
وہ دین لعنتی ہے جس میں سلسلہ وحی منقطع ہے	۱۳۶
قیامت کے دن حشر اجساد قبور سے نہیں ہوگا	۱۳۶
نفخ صور سے مراد قیامت نہیں	۱۳۶
پہلے اقرار کیا کہ دعویٰ نبوت تشریعی کفر ہے پھر دعویٰ نبوت تشریعیہ کیا	۱۳۷
دلائل ختم نبوت	۱۳۷
احادیث ختم نبوت	۱۴۰
مرزائی استدلال کا جواب	۱۴۲
ختم نبوت پر روایات فقہیہ	۱۴۲
مرزا قادیانی کی تکفیر کی چوتھی وجہ: توہین انبیاء علیہم السلام	۱۴۳
انبیاء علیہم السلام کی تحقیر وتوہین کفر ہے	۱۴۴
مرزا کی آنحضرت ﷺ کی شان ارفع میں گستاخیاں	۱۴۷
مرزا نے اپنے معجزات دس لاکھ اور آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات قرار دیئے ہیں	۱۵۰
مرزا کا معجزہ شق القمر سے انکار	۱۵۱
تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین	۱۵۱
ختم نبوت پر مرزا کی تصریحات	۱۵۲
مرزا کی تصریح کہ کوئی نبی امتی نہیں ہوسکتا	۱۵۳
مرزا کا دعویٰ کہ اس کی وحی بیس جزء سے کم نہیں	۱۵۳
مرزا دونوں معنوں پر کافر ہے	۱۵۴
تواتر مرزا کے نزدیک بھی حجت ہے	۱۵۷
نزول مسیح علیہ السلام کو شرک عظیم کہنا اسلام پر بڑا حملہ ہے	۱۵۸

مرزا اپنے اقرار سے بھی کافر ہے	۱۵۹
مرزا کے وجوہات کفر	۱۵۹
جرح بر بیان حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ ...... ۲۴،۲۵؍اگست ۱۹۳۲ء	۱۶۱
۲۴؍اگست ۱۹۳۲ء......جرح بر مرتضیٰ حسن گواہ مدعیہ باقرار صالح	۱۶۱
بیان امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری گواہ مدعیہ	۱۷۱
بہاول پور کا معرکۃ الآراء تاریخی مقدمہ	۱۷۱
سید محمد انور شاہ ولد معظم شاہ ذات سید سکنہ کشمیر عمر ۵۵ سال	۱۷۳
ایمان اور کفر کی حقیقت	۱۷۳
متواترات کو تاویل سے پلٹنا کفر ہے	۱۷۴
مرزائیوں سے اصولی اختلاف	۱۷۴
مرزا قادیانی نے اسلام کے اصول بدلے	۱۷۴
امت محمدیہ ﷺ میں پہلا اجماع	۱۷۵
اسلام میں عقیدہ ختم نبوت متواتر ہے	۱۷۵
چند شبہات کے جوابات	۱۷۶
کافر، منافق اور زندیق میں فرق	۱۷۷
تتمہ بیان سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ ...... ۲۷؍اگست ۱۹۲۳ء	۱۷۷
اسلام کفر اور ارتداد کے معنی	۱۷۷
ضروریات دین	۱۷۸
مرزائی تاویلات کا رد	۱۷۸
کفر مرزا پر علماء کا فتویٰ	۱۸۱
سب سے پہلا اجماع	۱۸۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین	۱۸۶
وحی کا دعویٰ اور اس کو قرآن کے برابر ٹھہرانا	۱۹۰

تتمہ بیان سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ باقرار صالح ...... ۲۸؍اگست ۱۹۳۲ء	۱۹۱
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حکم	۱۹۱
بروزی، ظلی، مجازی نبوت کی اصلیت	۱۹۲
غلام احمد قادیانی کا اقرار ختم نبوت	۱۹۳
مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت کے متعلق	۱۹۴
جرح بر بیان امام العصر سید محمد انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ ...... مؤرخہ ۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء	۱۹۸
تتمہ بیان جرح سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ باقرار صالح ...... ۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء	۲۰۰
آیات قرآن متواتر ہیں	۲۰۱
بیان حضرت مولانا نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ ...... مؤرخہ ۳۰؍اگست ۱۹۳۲ء	۲۰۵
مرزا ادّعائے نبوت کی وجہ سے خارج از اسلام ہے	۲۰۵
مرزا قادیانی کے وجوہ کفر	۲۰۶
مرزا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے	۲۰۶
مرزا قادیانی اپنے لئے لوازم نبوت ثابت کرتا ہے	۲۰۸
مرزا قادیانی کا اپنی نبوت کو ظلی اور بروزی کہنا محض پردہ پوشی ہے	۲۰۸
ساری امت میں اپنے آپ کو نبوت کے لئے مختص سمجھتا ہے	۲۰۹
مدعی نبوت کافر ہے	۲۰۹
ختم نبوت پر تصریحات امت	۲۱۱
دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا ختم نبوت کا قائل تھا	۲۱۳
’’خاتم‘‘ بمعنے ’’آخر‘‘ پر مرزا قادیانی کی تصریحات	۲۱۴
توہین انبیاء	۲۱۴
مرزا تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا مدعی ہے	۲۱۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور عذر گناہ بدتر از گناہ	۲۱۶

انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا مستوجب لعنت ہے	۲۱۷
چند شکوک کا ازالہ	۲۱۸
بیان بجرح مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ باقرار صالح	۲۱۹
بیان جلال الدین شمس (قادیانی) گواہ عبدالرزاق مدعاعلیہ ...... ۵ لغایت ۱۲ نومبر ۱۹۳۲ء	۲۲۳
آئینہ حقیقت	۲۲۳
۵ نومبر ۱۹۳۲ء	۲۲۳
گواہان فریق مخالف کی پیش کردہ وجوہ تکفیر اور ان کا رد	۲۲۸
بقیہ بیان جلال الدین شمس ...... ۷ نومبر ۱۹۳۲ء	۲۴۵
اجماع کی بحث	۲۴۸
ایک شبہ کا ازالہ	۲۵۷
جرح بر بیان جلال الدین صاحب شمس گواہ عبدالرزاق مدعاعلیہ ...... یکم لغایت ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء	۳۰۲
یکم مارچ ۱۹۳۳ء جرح گواہ مدعاعلیہ جلال الدین شمس باقرار صالح	۳۰۲
یکم مارچ ۱۹۳۳ء بمطابق ۴ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ	۳۰۶
۷ مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اور ان کے مختار حاضر	۳۱۰
جرح مدعی بر مولوی جلال الدین	۳۱۰
۸ مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اور ان کے مختار ان حاضر	۳۱۶
تتمہ بیان مولوی جلال الدین شمس گواہ فریق ثانی	۳۱۶
۹ مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اور ان کے مختار ان حاضر	۳۲۰
تتمہ بیان مولوی جلال الدین شمس گواہ فریق ثانی باقرار صالح	۳۲۰
۱۱ مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں	۳۲۵
تتمہ بیان جرح مولوی جلال الدین شمس باقرار صالح	۳۲۵
۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اور ان کے مختار ان حاضر ہیں	۳۳۱
جرح...... تتمہ بیان مولوی جلال الدین شمس گواہ مدعاعلیہ	۳۳۱

بیان غلام احمد صاحب گواہ عبدالرزاق مدعا علیہ ...... ۱۳؍لغایت ۱۶؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۳۷
گواہ فریق ثانی	۳۳۷
حضرت مسیح موعود کی تصریحات	۳۳۹
کیا حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو سید الانبیاء حضرت نبی کریم ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے سے انکار ہے؟	۳۴۵
کیا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت ہی نہیں مل سکتی؟	۳۴۷
۱۴؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۴۹
تتمہ بیان مولوی غلام احمد گواہ فریق ثانی باقرار صالح	۳۴۹
جو احادیث نبوت کے بالکل بند ہونے کے لئے پیش کی گئی ہیں ان کا جواب	۳۵۶
۱۵؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۶۳
تتمہ بیان شہادت مولوی غلام احمد صاحب گواہ فریق ثانی...... باقرار صالح	۳۶۳
مفسرین اور بعض دیگر علماء کے ان اقوال کا جواب جو مخالف علماء اپنے غلط معنی کی تائید میں پیش کرتے ہیں	۳۶۵
۱۶؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۶۷
تتمہ بیان شہادت مولوی غلام احمد مجاہد گواہ مدعا علیہ باقرار صالح	۳۶۷
جرح بر مولوی غلام احمد گواہ فریق ثانی باقرار صالح ...... ۲۰؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۸۰
فریقین اور ان کے مختاران حاضر ہیں ...... ۲۱؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۸۱
تتمہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد گواہ فریق ثانی	۳۸۱
تتمہ بیان جرح غلام احمد ...... ۲۳؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۸۶
فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں ...... ۲۶؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۹۳
تتمہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد گواہ فریق باقرار صالح	۳۹۳
فریقین اور اس کے مختار حاضر ...... ۲۷؍مارچ ۱۹۳۳ء	۳۹۹
تتمہ بیان مولوی غلام احمد مجاہد گواہ باقرار صالح...... فریق ثانی	۳۹۹
فریقین اور ان کے مختاران حاضر ہیں ...... ۲۹؍مارچ ۱۹۳۳ء	۴۱۰
تتمہ بیان غلام احمد مجاہد باقرار صالح	۴۱۰

عرض مرتب

(طبع ثالث)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امابعد!

آج سے تقریباً ایک صدی قبل دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت مولانا الٰہی بخش کی دختر محترمہ غلام عائشہ کا نکاح مسمّی عبدالرزاق ولد جان محمد سے ہوا۔ اس وقت منکوحہ نابالغ تھی۔ اس کے بلوغ و رخصتی سے قبل ناکح عبدالرزاق، قادیانی ہوگیا یہ خاندان اس وقت ضلع بہاول پور کا رہائشی تھا۔

بالغ ہونے پر ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء کو احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور کی عدالت میں محترمہ غلام عائشہ کی طرف سے تنسیخ نکاح کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ بہت سارے مراحل طے کرنے کے بعد ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو جا کر جج محمد اکبر خان کی عدالت عالیہ سے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ صادر ہوا۔

یہ مقدمہ اس لئے اہمیت اختیار کر گیا تھا کہ انگریز کے عہد اقتدار میں ایک اسلامی ریاست بہاول پور کی عدالت عالیہ نے قادیانیت کے کفر یا اسلام کا فیصلہ کرنا تھا۔ اس لئے متحدہ ہندوستان کی تمام دینی قیادت قادیانیت کے کفر کو الم نشرح کرنے کے لئے میدان عمل میں اتری۔ ادھر قادیانی عیار قیادت نے بھی قادیان سے لندن تک اپنے اثر ورسوخ کو متحرک کر دیا۔ دس سال یہ کیس مختلف مراحل طے کرتا ہوا فیصلہ پر پہنچا۔

کیس کی پیروی کرنے والے علماء اسلام میں سے حضرت مولانا محمد صادق صاحب بہاول پوری تھے۔ (جو ابوالعباس نعمانی بھی کہلاتے تھے) دوسرے حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی تھے، جو جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ تھے۔ ان ہر دو حضرات نے فقط متن فیصلہ پہلی بار ۲۵؍جولائی ۱۹۳۵ء کو ''فیصلہ مقدمہ بہاول پور'' کے نام سے شائع کیا۔ فیصلہ فروری میں ہوا۔ اس کی پہلی اشاعت جولائی میں ہوئی۔ گویا فیصلہ صادر ہونے کے پانچ ماہ بعد شائع ہوگیا۔

اس مقدمہ میں علماء اہل اسلام کے جو بیانات عدالت میں ہوئے وہ ۱۹۳۶ء میں مذکورہ بالا حضرات نے ''بیانات علماء ربانی'' کے نام سے شائع کر دیئے تھے۔ جنہیں بعد میں لاہور سے مکتبہ تبصرہ نے جون ۱۹۶۵ء میں حجت شرعیہ کے نام سے شائع کیا۔

البتہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور متعدد اداروں نے مختلف ادوار میں شائع کیا مثلاً محفل ارشاد یہ سیالکوٹ نے اس فیصلے کو ۱۹۷۳ء میں اور مکتبہ سید احمد شہید لاہور نے ۱۹۸۶ء میں شائع کیا۔ علماء کے عدالتی بیانات دوبار اور فیصلہ مقدمہ بہاول پور متعدد بار شائع ہوا۔

ضرورت تھی کہ اس مقدمہ کی پوری روئیداد عرضی دعویٰ سے لے کر آخری فیصلہ (۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء تا ۷؍فروری ۱۹۳۵ء) پوری ''مسل مقدمہ'' کو شائع کیا جائے۔

قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی کے توجہ دلانے پر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب بانی ومہتمم جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور نے اس مقدمہ کی پوری مسل مقدمہ کی مصدقہ کاپی بہاول پور عدالت کے ریکارڈ سے حاصل کرنے کا نظم کیا۔

حضرت سید نفیس الحسینی نے بہاول پور جاکر کئی دن قیام کیا اور اس کے حصول کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔ پھر آپ ہی کی تحریک پر سید عبدالماجد شاہ صاحب نے اسلامک فاؤنڈیشن ۷/۲۱ جیل روڈ لاہور قائم کی اور مقدمہ کی مکمل دس سالہ روئیداد کو شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ یہ مکمل روئیداد تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔ گویا مکمل روئیداد کی یہ اشاعت اوّل تھی۔

بعد میں ان تینوں جلدوں کے سیٹ کو ۲۰۰۶ء میں مکتبہ سید احمد شہید نے دوبارہ شائع کیا۔ اس کے بعد یہ کتاب قریباً نایاب تھی۔ لوگوں کو اس کی طلب تھی لیکن مارکیٹ میں عنقاء تھی۔

فقیر راقم عرصہ سے تو تحریک ختم نبوت ۱۹۳۴ء تا ۲۰۱۹ء کی تدوین میں منہمک تھا۔

''محاسبہ قادیانیت'' کی آٹھ جلدوں کی اشاعت کے بعد اس پر بھی کام رکا ہوا تھا۔ دوستوں کا اصرار ہوا کہ مقدمہ بہاول پور کی روئیداد کو نئے حوالہ جات کی تخریج کے ساتھ ''محاسبہ قادیانیت'' کا حصہ بنادیا جائے تو یوں مقدمہ بہاول پور کی مکمل روئیداد بھی میسر آجائے گی اور ''محاسبہ قادیانیت'' کی اشاعت کا کام بھی رواں ہو جائے گا۔ اب اس کے حوالہ جات کے لئے غور وفکر ہوا تو معلوم ہوا۔ برادر محترم مجاہد ختم نبوت عبدالرحمٰن یعقوب باوا صاحب مقیم لندن اس پر محنت کر رہے تھے۔

پہلی جلد کے حوالہ جات کی تخریج کے لئے انہوں نے محترم مولانا حافظ عبیداللہ صاحب اسلام آباد والوں سے درخواست کر رکھی ہے۔ چنانچہ حضرت حافظ صاحب سے اس کا ریکارڈ منگوایا۔ ساڑھے انیس سو صفحات کی تین جلدوں میں سے صرف ایک سو صفحات پر حوالہ جات لگے تھے جو قابل استفادہ اور لائق تبریک تو تھے، لیکن اونٹ کے منہ میں زیرہ کا مصداق بھی تھے۔

چنانچہ اللہ رب العزت کا نام لے کر اس کتاب کی تینوں جلدوں پر حوالہ جات کی تحقیق وتخریج کا کام شروع کرادیا۔

کتاب کے مطالعہ کے دوران معلوم ہوا کہ ''روئیداد مقدمہ بہاول پور'' کی پہلی جلد اشاعت ۱۹۸۸ء کے ص۱۶۳ پر ''اقتباسات تصانیف مرزا قادیان'' کی سرخی قائم کر کے (ص۲۷۸) تک مرزا قادیانی کی کتابوں کے ٹائٹل اور پھر متعلقہ ٹائٹل والی کتاب کے متعلقہ صفحہ کا عکس شائع کیا ہے تاکہ قادیانی ان حوالہ جات پر اعتراض نہ کرسکیں۔ اس لئے عکس دیئے گئے تھے۔

یہ عکس ان قادیانی کتب کے حوالہ جات کے تھے جو علماء کے بیانات یا فیصلہ میں ذکر ہوئے۔ بلاشبہ ۱۹۸۸ء کے ایڈیشن شائع کنندگان اسلامک فاؤنڈیشن لاہور والے حضرات کی یہ محنت قابل ستائش ہے کہ انہوں نے اصل کتب حاصل کیں، ان کے عکس لئے اور یوں ایک سو پندرہ صفحات کے ان حوالہ جات کے لئے مختص کئے۔ ہمارے اس ایڈیشن میں یہ حصہ حذف کر دیا گیا ہے۔

اس لئے کہ: (۱) اب مرزا قادیانی کی تمام کتب کے مجموعہ کو قادیانیوں نے ''روحانی خزائن'' کے نام پر تیئس جلدوں میں شائع کر دیا ہے۔ مرزا کی قدیم کتب کو اب تلاش کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اس لئے کہ ''خزائن'' کے ایڈیشن میں وہ سب موجود ہیں۔ ان سے کوئی قادیانی ماں کا لال حوالہ کے انکار کی جرأت کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

(۲) یہ کہ مرزا کی تمام کتب ''روحانی خزائن'' میں موجود ہیں۔ ''خزائن'' کی پوری جلدیں کمپیوٹر پر خود قادیانیوں نے ڈال رکھی ہیں۔ اس لئے اب عکس ٹائٹل یا عکس حوالہ کے شائع کرنے کی ضرورت نہ ہے۔ (۳) اس کتاب کے ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں صرف بائیس کتب کے متعلقہ صفحات دیئے، جس سے کتاب ''مقدمہ روئیداد'' کے ۱۱۵ صفحات خرچ ہوئے۔ جب کہ اس ''روئیداد مقدمہ'' کی تینوں جلدوں میں اگر ایک ہزار حوالہ ہے تو ہم نے یہ تمام حوالہ جات ''خزائن'' سے لگا دیئے ہیں۔ اس لئے ان کتب کا ٹائٹل یا متعلقہ حوالہ کے صفحہ کا عکس شائع کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں چند حوالہ جات کا عکس دکھا کر قادیانی عوام پر اتمام حجت کیا گیا تھا۔

ہم نے مرزائی کتب کے تمام حوالہ جات قادیانیوں کی طرف سے شائع کردہ ’’خزائن، مجموعہ اشتہارات، ملفوظات، مرزا کے مکتوبات، قادیانی اخبارات ورسائل‘‘ کے اصل حوالہ جات لگادیئے ہیں۔ اس لئے جہاں اس روئیداد مقدمہ کی مکمل تخرین وتحقیق سے کتاب کی ثقاہت میں اضافہ ہوگیا ہے، وہاں قادیانی عوام پر اتمام حجت بھی ہوگیا ہے۔ قادیانی عیّار قیادت کی بولتی بند کردی گئی۔ جہاں قادیانی مربیوں کے لئے حوالہ جات کا مستند ماخذ کا ذکر کیا ہے، وہاں ان کے لئے دیّار کے گلّہ پر پانی ڈال کراب پکا کام کردیا ہے کہ کہیں حوالہ سے ان کا باپ بھی نہیں بھاگ سکتا۔

اس ایڈیشن کے شائع ہوجانے پر بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ۱۹۳۵ء سے ۲۰۱۸ء تک جتنے ایڈیشن اس روئیداد کے شائع ہوئے، ان میں سب سے کامل ومکمل مستند وجامع یہ ایڈیشن ہے۔ پروف کی غلطیوں کے لئے قارئین مطلع فرمائیں گے تو آئندہ کا ایڈیشن اس سے بھی زیادہ جامع ومفید بنانے کی گنجائش سے انکار نہیں۔

پہلے یہی ارادہ تھا کہ اسے محاسبہ قادیانیت کا حصہ بنایا جائے، مگر بعد میں رفقاء کا اصرار ہوا کہ اس کی تینوں جلدوں کو مکمل سیٹ کی شکل میں شائع کیا جائے۔ چونکہ ضخامت زیادہ بنتی تھی۔ اس لئے سائز بڑا کردیا گیا اور اب سیٹ کی شکل میں پیش خدمت ہے۔ اس دوران میں معلوم ہوا کہ محترم باوا صاحب نے یہ کتاب چھاپ دی ہے تو اس کی اشاعت میں ہم نے تاخیر کردی کہ ان کا شائع کردہ ایڈیشن مل جائے تو اس میں کوئی جدت ہو تو اسے بھی اس میں سمو دیں تاکہ یہ ایڈیشن تمام خوبیوں کا جامع ہو جائے۔ مگر سوشل میڈیا پر اشتہار آجانے کے باوجود کتاب مارکیٹ میں نہیں آئی۔ اس لئے مزید تاخیر کی زحمت سے بچنے کے لئے اس کو حوالہ پریس کردیا۔ اس پر اتنی محنت ہوگئی ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمت سے توقع ہے تو مزید امت کو اس پر محنت کی ضرورت نہ ہوگی۔ **الحمدللہ اوّلاً وآخراً!**

مجھے شکریہ ادا کرنا ہے مولانا محمد وسیم اسلم (مبلغ ملتان)، مولانا محمد اجمل (خطیب میاں چنوں)، مولانا محمد خبیب (مبلغ ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا عبدالحکیم (مبلغ ساہی وال)، مولانا محمد اقبال (مبلغ ڈیرہ غازی خان)، مولانا عبدالستار گورمانی (مبلغ خانیوال)، مولانا محمد ساجد (مبلغ بھکر)، جناب محمد عدنان سنپال، مولانا محمد امین، مولانا محمد عثمان کا جنہوں نے بھرپور محنت سے حوالہ جات وکمپوزنگ کے کام کو مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر نصیب فرمائیں۔ آمین!

ایمان پرور اضافہ

اس ایڈیشن میں ایک خوشنما، وجدآفرین اضافہ بھی ہے جو پہلے کسی ایڈیشن میں موجود نہ تھا۔ وہ یہ کہ:

مشہور زمانہ ’’مقدمہ بہاول پور‘‘ میں مدعا علیہ عبدالرزاق قادیانی کا مختار جلال الدین شمس قادیانی تھا اور مسلمان مدعیہ محترمہ غلام عائشہ بی بی کے مختار حضرت مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہانپوری تھے۔ آپ نے تسلسل کے ساتھ سالہا سال اس مقدمہ کی پیروی کے جو مراحل طے کئے۔ وہ صرف آپ کا حصہ ہے جو قدرت حق نے ازل سے آپ کے لئے مقدر فرمایا تھا۔ قادیانی مختار مدعا علیہ کی جواب جرح کا آپ نے جواب الجواب عدالت میں جمع کرایا۔ جس کے بعد پھر فیصلہ ہونا تھا۔ گویا اس مقدمہ میں آخری بنیادی مرحلہ صرف اور صرف حضرت مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہانپوری سے حق تعالیٰ نے سر کرایا۔ زہے مقدر!

اس مقدمہ کی روئیداد کی کمپوزنگ کے موقع پر ضرورت پیش آئی کہ مولانا ابوالوفاء مرحوم کے مختصر مگر جامع حالات زندگی مل جائیں تو وہ مولانا مرحوم کے جواب الجواب جرح کی ابتداء گویا تیسری جلد کے آغاز میں شامل کردیئے جائیں۔ (جو وہاں تیسری جلد کے اوّل میں ملاحظہ فرمائیں گے)

مولانا مرحوم کے سوانح کی تلاش میں قدیم وجدید پاک وہند کی جو کتابیں اس موضوع کی تھیں۔ ان کو کھنگال مارا۔ مگر سوائے چند سطور کے کچھ میسر نہ آیا۔ اس مشکل کی حل کے لئے ہمیشہ کی طرح اب بھی فاضل اجل حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری سے استدعاء کی۔ کرونا وباء کی مشکلات کے باوجود آپ اس کام کے لئے ساعی ہوئے۔ انہیں بھی شائع شدہ یکجا مولانا ابوالوفاء مرحوم کی سوانح کے عنوان پر کچھ نہ ملا۔

فیصلہ مقدمہ بہاولپور کو سامنے رکھیں تو پچاس سال بعد۔

مولانا ابوالوفاء کی دارالعلوم دیوبند کی فراغت کی تاریخ کو سامنے رکھیں تو سو سال بعد۔

مولانا مرحوم کی وفات کے سال ۱۹۸۰ء کو سامنے رکھیں تو چالیس سال بعد (۲۰۲۰ء میں) مولانا مرحوم کی سوانح کو تلاش کرنا کتنا دشوار امر تھا۔

مولانا شاہ عالم گورکھپوری کی کامیاب جدوجہد، سعی مشکور، عمل مقبول اور ذوق جنون نے ہمالیہ کی چوٹی کو سر کیا اور ساحل مراد پر ان کی کشتی ایسی کامیابی سے اتری کہ واقفین وقدردان عش عش کر اٹھیں گے۔ آپ نے پہلے ۱۶ پھر ۱۸ پھر ۲۰ صفحات پر مشتمل مضمون بھیجا معلومات ملتی گئیں۔ آپ اضافے کرتے گئے۔ اب بڑے سائز کے بیس صفحات پر مضمون ''تابدار موتیوں کا حامل گلدستۂ معلومات'' مرتب کرنے پر آپ مبارکباد اور تحسین کے مستحق ہیں۔ امت پر حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری کے احسانات کا تقاضہ تھا کہ اپنے محسن کے حالات سے آج کا امت کا طبقہ باخبر ہو۔ سو یہ فرض وقرض آپ نے اتار دیا۔ اس پر مولانا شاہ عالم گورکھپوری کا ممنون احسان ہوں۔ گرانقدر معلومات پر مشتمل یہ مضمون روئیداد مقدمہ بہاولپور کی قدرومنزلت میں شاندار اضافہ کا باعث ہوگا۔

اس کتاب کی تیاری کے لئے تین ایسے شاندار ''حسن اتفاق'' ہوئے کہ مسرت سے رواں رواں وجد میں آ گیا۔

۱...... مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری نے ۱۰؍مئی ۱۹۳۴ء کو بہاولپور میں اپنا جواب الجواب جمع کرایا۔ اس حصہ کی پروف ریڈنگ کے اتمام کی بھی اتفاق سے تاریخ ۱۰؍مئی ۲۰۲۰ء تھی اور یہ کام بھی بہاولپور میں ہوا۔ تاریخ ومقام کا توافق عجیب اتفاق ہے۔

۲...... مقدمہ بہاولپور کا فیصلہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو صادر ہوا۔

اس مقدمہ کے سب سے بڑے وکیل مولانا شاہجہانپوری بھی ۷؍فروری ۱۹۸۰ء کو رب کریم کے حضور عالم آخرت کو سدھارے۔ گویا مولانا مرحوم کی جدوجہد کے نتیجہ اور حصول انعام کی ایک ہی تاریخ یعنی ۷؍فروری ہے۔

۳...... مولانا ابوالوفاء کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت اور مولانا شاہ عالم گورکھپوری کے آپ کے سوانح پر مضمون کو پورے سو سال بنتے ہیں۔

لیجئے! آپ تین باتوں کو ''حسن اتفاق'' قرار دیں یا ''قدرت کی دین'' لیکن کامیابی اور قبولیت عمل کا نتیجہ سو فیصد واضح ہے۔

فقیر: اللہ وسایا

۱۴؍جنوری ۲۰۲۰ء، چناب نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰہم صل وسلم وبارک علٰی سیدنا محمد عدد مافی علم اللہ صلوۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ

آئینہ حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین

روئیداد ۱۹۲۶ء لغایت ۱۹۳۵ء

تعارف مقدمہ مرزائیہ بہاول پور ۱۹۳۵ء

میر عبدالماجد سید

فرزند حضرت میر عبدالجلیل صاحب قدس اللہ سرہ مہاجر مدنی سابق ڈسٹرکٹ وسیشن جج

ابن حضرت میر سراج الدین صاحب سابق چیف جج بہاول پور

عنوان مندرجہ بالا پر نظر پڑتے ہی ہر قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ۶۰ برس سے زائد پرانی اس روئیداد کو طبع کرانے کی کیا افادیت ہے۔ خصوصاً جب کہ نہ صرف وطن عزیز کے آئین کی رو سے بلکہ مملکت خداداد پاکستان کی فاضل عدالت عظمٰی وعدالت ہائے عالیہ کے فیصلہ جات کے مطابق مرزائیوں کو غیر مسلم/ خارج از اسلام قرار دیا چکا ہے۔

ناظرین گرامی کی بصیرت کے لئے عرض ہے کہ آئین پاکستان کے آرٹیکل ۲۶۰ شق (۳) ذیلی شق (ب) کی اہمیت فاضل جج صاحبان عدالت ہائے مذکورہ بالا کے عاقلانہ، عادلانہ و دانش مندانہ فیصلہ جات کی جامعیت اوران میں پیش کردہ دور حاضر کے علماء واکابرین کے دلائل کی افادیت اپنی جگہ مسلّمہ، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل کہ بعض شہرہ آفاق مؤرخین کی تصانیف تاریخ عالم میں ایسا مقام حاصل کر لیتی ہیں کہ سینکڑوں سال گزرنے کے بعد آج بھی ان کی افادیت سے فرار ممکن نہیں۔ باوجودیکہ ان موضوعات پر ہزاروں نئی تصانیف آ چکی ہیں۔ جیسا کہ دینی تصانیف میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم محدث دہلوی کا قرآن پاک کا اردو ترجمہ مسمٰی بہ ’’موضح القرآن‘‘ اور حیات طیبہ پر جناب ڈاکٹر محمد حسین ہیکل سابق وزیر معارف مصر کی ’’حیات محمد‘‘ (ﷺ)، ’’سیرت النبی ﷺ‘‘ از مولانا شبلی نعمانی ومولانا سید سلیمان ندوی اور ’’رحمۃ للعالمین‘‘ از مولانا محمد سلیمان منصور پوری۔

بعینہٖ یہی صورت جناب جج محمد اکبر خان صاحب مرحوم ومغفور ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کے فیصلہ مصدرہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کی ہے، جو برصغیر کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ سلطنت برطانیہ کے عہد کا اوّل ترین عدالتی فیصلہ ہے، جس میں قادیانیوں کے ارتداد کا حکم صادر کیا گیا۔ مسلمانان ہند کی جانب سے تردید مرزائیت پر جو شہادت پیش ہوئی، وہ علم وعرفان کا ایسا بحر ذخّار ہے، جس کی نظیر ملنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ آج کے پرآشوب دور میں ماضی کے جن علماء، فضلاء واکابرین کی تصانیف یا اقوال کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے، ان میں استاذ الاساتذہ شیخ المحدثین امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، علامۃ الدہر فہامۃ العصر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی اور شہرۂ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا شاہجہان پوری صاحب جیسے مشاہیر شامل ہیں۔ جنہوں نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہوکر اپنی شہادتیں قلم بند کرائیں اور فریق ثانی کی

شہادت پر براہین ودلائل سے ایسی باطل شکن جرح فرمائی، جس نے مرزائیت کی بنیادوں کوکھوکھلا اور مرزائی دجل وفریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیہ ضالہ کا ارتداد پورے عالم میں آشکارا کردیا۔

فیصلہ زیر بحث کی اشاعت اگرچہ دوبار عمل میں آئی، لیکن دیگر روئیداد مقدمہ آج تک بوجوہ طبع نہ ہوسکی تھی۔ جس کے بارے میں فیصلہ مذکورہ کی اشاعت اوّل ۱۹۳۵ء کے موقع پر شیخ الجامعہ العباسیہ حضرت غلام محمد صاحب گھوٹوی جیسے عالم نبیل وفاضل جلیل کی جانب سے تحریر فرمایا گیا تھا۔

’’حضرات علمائے کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید مرزائیت کا بے نظیر ذخیرہ ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ تینوں جلدیں شائع ہوگئیں تو تردید مرزائیت میں کسی دوسری تصنیف کی قطعاً حاجت نہ رہے گی۔‘‘

قارئین گرامی! فیصلہ ہذا کی ہر اشاعت کے موقع پر علماء کرام اور اکابرین ملت کے بصیرت افروز تبصرے اگرچہ اس عظیم دستاویز (روئیداد مقدمہ ۱۹۲۶ءلغایت ۱۹۳۵ء) کے ہمراہ شائع کئے جارہے ہیں، لیکن مناسب ہوگا کہ صرف علّامۃ الدّہر فہامۃ العصر حضرت غلام محمد صاحب گھوٹوی کا تبصرہ جو آپ نے جولائی ۱۹۳۵ء میں قلم بند فرمایا تھا یہاں تحریر کردیا جائے۔

’’بہاولپور کے معرکۃ الآرا مقدمہ مرزائیہ کی اہمیت وشہرت اور اسلامیان ہند کے مضطربانہ انتظار کا اقتضاء یہ تھا کہ اس تاریخی مقدمہ کے بصیرت افروز فیصلہ کی اشاعت میں تاخیر نہ کی جائے۔ مگر باقاعدہ نقل، کتابت، طباعت اور ان کے مصارف ایسے امور تھے جنہوں نے اشاعت کو تعویق میں رکھا۔ حتیٰ کہ بعض اصحاب نے خطوط اور اخبارات کے ذریعہ مجھ کو اشاعت کی طرف توجہ دلائی۔ اگرچہ بمقتضاء کل امر مرہون باوقت اشاعت میں غیرمعمولی تاخیر ہوئی ہے، تاہم مجھے اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل ہوگئی۔ **الحمد ﷲ علیٰ ذالک!** جن اصحاب نے فیصلہ کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی یا اس کی اشاعت میں مالی امداد فرمائی ہے، میں ان تمام اصحاب کا عموماً اور ’’انجمن مؤیدالاسلام‘‘ بہاولپور کا خصوصاً شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انجمن موصوف نے مقدمہ کے مصارف اور فیصلہ کی طباعت میں نمایاں حصہ لیا ہے اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس فیصلہ کو طالبین حق کے لئے مشعل ہدایت بنائے۔ آمین!‘‘

(مولانا) غلام محمد شیخ الجامعہ بہاولپور

۲۵؍جولائی ۱۹۳۵ء

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد امید ہے۔ قارئین گرامی کی نظر میں روئیداد زیربحث کی اشاعت کی افادیت بہتر طور پر اجاگر ہو جائے گی۔ رہا یہ سوال کہ اس عظیم دستاویز کی اشاعت میں اس قدر تاخیر تو اس کے جواب میں صرف یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مذکورہ بالا تمہید کے بعد اصل مسئلے کی جانب رجوع کیا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے نزدیک قرآن پاک کے بعد سند اور اعتبار کے لحاظ سے احادیث کا درجہ ہے جو حضورﷺ کے اقوال (واعمال) کا مجموعہ ہے۔ قرآن پاک کی آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور ختم نبوت آنحضرتﷺ، اسلام کے دو بنیادی اصول ہیں۔ نیز یہ کہ نزول وحی کا سلسلہ حضورﷺ کے بعد منقطع ہوگیا۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص ظلی یا بروزی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کافر اور خارج از اسلام ہے۔

اسلام میں بہت سے گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے، مگر ختم نبوتﷺ اور جہاد من الکفار جیسے بنیادی مسائل پر سب متفق رہے۔ لیکن انیسویں صدی کے اواخر میں جب تاج برطانیہ کا ستارۂ اقبال پورے آب وتاب کے ساتھ کرۂ ارض پر چمک رہا تھا اور قلمرو انگریز میں

سورج غروب نہ ہوتا تھا۔ سلطنت برطانیہ نے جہاں دین اسلام کے خلاف اور بے شمار سازشیں کیں، وہاں برصغیر پاک وہند میں اپنے ناپاک منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک نبی پیدا کر کے مندرجہ بالا متفق علیہ مسائل کو متنازعہ بنانے کی سعی لاحاصل کی۔ مگر اس بار اس نے یہ کام اپنے کسی ہم وطن ’’لارنس آف عریبیہ‘‘ جیسے رسوائے زمانہ سے نہ کرایا بلکہ مسلمانان ہند میں سے ہی ایک ایسے ایمان فروش کا انتخاب کیا، جس نے بے پناہ دولت ودیگر مالی منفعت کے عوض زندیق کا کردار ادا کیا۔

غلام احمد مرزائے قادیان کے دعویٰ مجددیت ومہدویت کے اعلان کے ساتھ ہی تمام اسلامی ممالک میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص اس کا شدید ردعمل ہوا۔ پورے عالم اسلام کے علماء کرام نے کامل تحقیق وتدقیق کے بعد مرزا قادیان اور اس کی ہم خیال جماعت کے خلاف ارتداد کے فتاوی جاری کئے۔ یہ فتنہ چونکہ ارض ہند کی پیداوار تھا۔ اس لئے مسلمانان ہند نے اپنی ذمہ داری کا بروقت احساس کرتے ہوئے اپنے تمام فروعی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اس فتنہ کا سدباب کیا، جس کی مثال اسلامی تاریخ میں کم ملتی ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء جن میں دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع شامل تھے، نے فتاویٰ جاری کئے۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مرتد اور اس کے پیروکاروں کو خارج از اسلام قرار دیا۔ مسلمانان ہند نے ان فتاویٰ پر ہی اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ انگریز دور کی عدالت مجاز ڈسٹرکٹ جج بہاول پور سے باوجود حکومت وقت کے شدید دباؤ کے ڈگری بدیں مضمون حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی کہ بروئے شرع محمدی مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکار کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

حق وباطل کے مذکورہ بالا فیصلہ کا تاریخی پس منظر شرح صدر کے ساتھ جناب جج صاحب مرحوم نے اپنے فیصلہ کے ابتدائی اوراق میں فرمادیا ہے۔ یہاں اس کا اجمالی خاکہ کم وبیش جناب جج صاحب مرحوم ومغفور کے ہی الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔

’’مسمیان مولوی الٰہی بخش وعبدالرزاق باہمی رشتہ دار تھے۔ مولوی الٰہی بخش نے اپنی دختر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح اس کے ایام صغرسنی میں مسمی عبدالرزاق سے کردیا۔ جس نے بعد میں اپنے سابقہ اعتقادات سے انحراف کرتے ہوئے مرزائی مذہب اختیار کرلیا۔ جب مسماۃ غلام عائشہ سن بلوغت کو پہنچی تو عبدالرزاق نے مولوی الٰہی بخش سے مسماۃ مذکورہ کے رخصتانے کی استدعا کی۔ جس کے جواب میں مولوی الٰہی بخش نے کہا کہ وہ یعنی عبدالرزاق چونکہ مذہب اسلام ترک کر کے مرزائی ہوگیا ہے اور شرعاً کافر ہوگیا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ مرزائی مذہب ترک نہیں کرتا مسماۃ غلام عائشہ کو اس کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔

رخصتانے کے سوال پر مولوی الٰہی بخش اور عبدالرزاق کے درمیان جب کشیدگی کافی بڑھ گئی اور ایک جانب سے اصرار اور دوسری جانب سے انکار نے تکرار کی صورت اختیار کرلی تو مسماۃ غلام عائشہ نے انصاف کا دروازہ کھٹکھٹایا اور مولوی الٰہی بخش نے بحیثیت مختار غلام عائشہ ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء کو مسمی عبدالرزاق کے خلاف عدالت احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور میں دعویٰ تنسیخ نکاح بدین بیان دائر کیا کہ مسماۃ غلام عائشہ عرصہ دوسال سے بالغ ہوگئی ہے۔ مسمی عبدالرزاق ناکح مسماۃ غلام عائشہ نے مذہب اہل سنت والجماعت ترک کر کے قادیانی مرزائی مذہب اختیار کرلیا ہے، جس کی وجہ سے وہ مرتد ہوگیا ہے، جس کے باعث مسماۃ غلام عائشہ اس کی منکوحہ نہیں رہی۔ اس لئے ڈگری بحق مسماۃ غلام عائشہ صادر کی جائے کہ بوجہ مرزائی ہوجانے عبدالرزاق کے مسماۃ مذکورہ اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بوجہ ارتداد ہمراہ عبدالرزاق قائم نہیں رہا۔

عبدالرزاق نے جواب میں کہا کہ اس نے کوئی مذہب تبدیل نہیں کیا اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ نیز یہ کہ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں عقائد احمدیہ سے جوصلاحیت مذہبی کی طرف رجوع دلاتے ہیں، وہ مرتد نہیں ہوتا۔

مقدمہ ہذا عدالت منصفی احمد پور شرقیہ میں زیر سماعت تھا کہ عبدالرزاق کی استدعا پر عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور نے نوعیت مقدمہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بروئے حکم مؤرخہ ۷رمئی ۱۹۲۷ء مقدمہ ہذا عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاول پور میں منتقل کر دیا۔ عدالت مذکورہ نے مؤرخہ ۲۱رنومبر ۱۹۲۸ء کو دعویٰ مسماۃ غلام عائشہ بدین وجہ خارج کر دیا کہ عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور نے اس قسم کے ایک مقدمہ بعنوان مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش باتباع فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ مدراس، پٹنہ و پنجاب سے یہ قرار دیا جاچکا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے نہ کہ اسلام سے باہر، اور کسی کے مرزائی مذہب اختیار کر لینے سے کسی سنی عورت کا نکاح اس شخص کے ساتھ جو احمدی ہو جائے فسخ نہیں ہو جاتا ہے۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا یہ فیصلہ برطبق اپیل عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور بحال رہا۔ لیکن اپیل ثانی عدالت جوڈیشنل کونسل بہاول پور سے یہ قرار دیا گیا کہ عدالت ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے فریقین کے پیش کردہ اسناد پر بحث کئے بغیر دعویٰ خارج کر دیا ہے۔ نیز یہ کہ فاضل ججز چیف کورٹ بہاول پور نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ پٹنہ و پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں حاوی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں غیر متعلق سوال زیر بحث رہے۔ لہٰذا یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے۔ مزید برآں ہندوستان کے جید علماء سے بھی اس بارے میں رائے لی جائے۔ نیز عبدالرزاق مرزائی کو بھی موقع دیا جائے کہ وہ ان کے بالمقابل اپنے اکابرین کو پیش کرے۔‘‘

ابتداً اگرچہ یہ مقدمہ دو فریق کے درمیان تھا، لیکن امر مابہ النزاع حل وحرمت سے تعلق رکھنے کے علاوہ ضمناً چونکہ عبدالرزاق مرزائی کی ہم خیال جماعت کی تکفیر پر بھی مشتمل تھا۔ لہٰذا عدالت عظمٰی سے مسل کی واپسی پر اس کا دائرہ فریقین کی ہم خیال جماعتوں تک وسیع ہو گیا۔ نتیجتاً اہل ایمان اور مرزائی جماعت کے درمیان ایسے گھمسان کا رن پڑا کہ پورے ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکوز ہو گئیں۔

مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کی جانب سے علامۃ العصر، اسوۃ البصر وقدوۃ الخلف حضرت سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیری قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم، عالم نبیل وفاضل جلیل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، علامۃ الدہر فہامۃ العصر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی، رئیس المناظرین ورأس المتکلمین حضرت سید محمد مرتضٰی حسن صاحب (چاند پوری)، فاضل اجل حضرت مولانا ابی القاسم محمد حسین صاحب کولوتارڑوی، جامع علوم وفنون حضرت مولانا نجم الدین صاحب اور شہرۂ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہان پوری نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہو کر قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی روشنی میں براہین ودلائل سے مرزا قادیان اور اس کے متبعین کے کفر وارتداد کو روز روشن کی طرح آشکارا کیا۔ جب کہ عبدالرزاق مدعا علیہ کی جانب سے مرزائی جماعت کے صف اوّل کے مبلغین جلال الدین شمس وغلام احمد نے پیروی مقدمہ کی۔

ایک طرف علماء ربانی نے علم وعرفان کے دریائے بہا دیئے تو دوسری جانب مرزائی مبلغین نے کذب وکتمان کے انبار لگا دیئے۔

مقدمہ زیر بحث کا فیصلہ چونکہ بڑے دوررس نتائج کا حامل تھا۔ لہٰذا عدالت مجاز نے فریقین کو پوری آزادی کے ساتھ اپنا مؤقف پیش کرنے کا موقع دیا جس کے نتیجہ میں مدعا علیہ کی جانب سے مدعیہ کے ایک ایک گواہ کے بیان اور جرح پر بعض اوقات مسلسل ایک ایک ماہ صرف ہوا اور اس نتیجہ میں فریقین کی جانب سے جو شہادت پیش ہوئی وہ کئی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۳۴ء کے اواخر میں جب کہ شہادت فریقین ختم ہو کر فیصلہ زیر غور تھا۔ جلال الدین شمس مختار مدعا علیہ کی جانب سے ایک درخواست مؤرخہ ۴ردسمبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۸۰ بدین مضمون پیش کی گئی کہ عبدالرزاق مدعا علیہ مؤرخہ ۱۰رنومبر ۱۹۳۴ء کو فوت ہو گیا ہے۔ لہٰذا مقدمہ زیر بحث میں کسی تجویز کی ضرورت نہ ہے۔ مسل[1] مقدمہ داخل دفتر کر دی جائے۔

[1] ایک روایت کے مطابق مرزائی جماعت جب ہر طرف سے مایوس ہو گئی تو اس نے از خود ایک سازش کے تحت عبدالرزاق مدعا علیہ کو اس امید موہوم پر قتل کرا دیا کہ اس کی موت کے بعد یہ نو سالہ پرانا قضیہ ختم ہو جائے گا۔

ایک طرف مرزائی جماعت کو اپنے دنیاوی اسباب پر بھروسہ تھا تو دوسری جانب اہل ایمان کو مسبب الاسباب پر کامل یقین تھا اور وہ چاہتے تھے کہ حق و باطل کے اس عظیم مقدمہ پر فیصلہ ہر صورت بحق یا برخلاف مدعا علیہ ضرور صادر ہونا چاہئے۔

ابتداً مختاران مدعیہ نے عبدالرزاق کی اچانک موت کو تسلیم نہ کیا۔ لیکن جب بعد تحقیق موت کی تصدیق ہوگئی تو مختاران مدعیہ نے مستند قانونی حوالہ جات و نظائر صفحہ ۲۸۳ پیش کر کے ثابت کیا کہ کسی ایک فریق کی موت واقع ہو جانے کی صورت میں بھی بروئے قانون مروجہ و شرع شریف عدالت کے لئے لازم ہے کہ اس مرحلے پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔

فاضل جج نے فریقین کے پیش کردہ قانونی حوالہ جات و نظائر کا پوری تحقیق سے جائزہ لینے کے بعد مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کے مؤقف سے اتفاق فرماتے ہوئے ۷ر فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ صادر فرما کر قرار دیا کہ قرآن پاک، احادیث نبوی ﷺ اور قانون حکومت کی روشنی میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین اپنے عقائد اور اعمال کی بناء پر مسلمان نہیں بلکہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

حق و باطل کے اس فیصلہ سے ایک صدی قبل انگریز کے ترکش سے نکلنے والا تیر بفضل تعالیٰ امت مرحومہ کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا، البتہ لوٹ کر اس کے تراشیدہ نبی کی ذریت اور متبعین کو ایسا گھائل کیا کہ وطن عزیز کی پاک سرزمین ان پر اس قدر تنگ ہوئی کہ آج دیار غیر میں گوشۂ عافیت کی تلاش میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔

عدالت مجاز کے مذکورہ بالا فیصلہ صادر ہونے کے بعد جہاں خلیفہ قادیان اور ان کے متبعین کے صنم کدوں میں بھونچال آ گیا وہاں اہل ایمان کا ہر فرد و بشر حق و باطل کے اس معرکۃ الآراء فیصلہ کو لفظ بہ لفظ پڑھنے کے لئے مضطرب تھا۔

جیسا کہ تمہید میں عرض کیا گیا ہے۔ فیصلہ ہذا کی اشاعت اوّل ۱۹۳۵ء کے اواخر میں ہوئی۔ جب کہ اشاعت ثانی ۱۹۷۳ء میں عمل میں آئی اور اس دوران اگرچہ حضرات علمائے ربانی کے بیانات بھی دوبار طبع ہوئے، لیکن وہ بھی اس لحاظ سے ادھورے رہے کہ فریق ثانی نے گواہان مدعیہ پر جو جرح کی تھی اور جو کہ قانوناً اصل بیانات کا حصہ ہوتے ہیں طبع نہ کرائی گئی۔ جب کہ بحث فریقین و جواب الجواب مدعیہ آج تک محافظ خانہ کی زینت بنے رہے۔

ناظرین گرامی کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ مرزائی مبلغین کے بیانات جو انہوں نے عدالت میں دیئے مرزائی جماعت نے بک ڈپو تالیف اشاعت قادیان ہندوستان سے نومبر ۱۹۳۲ء میں طبع کرائے جب ان بیانات کا تقابل عدالت میں دیئے گئے بیانات سے کیا گیا تو یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ ان بیانات میں بڑے پیمانے پر قطع و برید کی گئی ہے۔

۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے کہ برادر مکرم جناب حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے ایک مجلس میں والد ماجد حضرت میر عبدالجلیل صاحب قدس اللہ سرہ مہاجر مدنی (سابق سیشن جج بہاولپور) سے مدینہ منورہ میں اپنی ایک ملاقات کا تذکرہ فرماتے ہوئے حضرت والد صاحب کی اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ تردید مرزائیت کی یہ نایاب دستاویز جو گزشتہ نصف صدی سے عدالت کے محافظ خانہ میں مقیّد ہے، کو نکال کر عالم اسلام کی بہرہ اندوزی کے لئے طبع کرا دیا جائے تو یقیناً یہ سعی مسلمان اور قادیانی سب کے لیے باعث رشد و ہدایت ثابت ہوگی۔

یہ بزرگان دین کا فیض ہے کہ چند محبان رسول ﷺ نے فوری طور پر ایک ادارہ موسوم بہ ''اسلامک فاؤنڈیشن'' (رجسٹرڈ) لاہور زیر سرپرستی برادرم حضرت کاندھلوی مدظلہ العالی قائم کر کے اس کار خیر کا آغاز کر دیا۔

ابتدائی مرحلہ میں عدالتی ریکارڈ کی حسب ضابطہ نقول درکار تھیں۔ جس کے حصول کے لئے کافی وقت اور سرمایہ درکار تھا۔ لیکن جیسا

کہ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا: ’’اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک بام بڑھتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔‘‘

حسن اتفاق سے انہی دنوں ادارہ ہذا کے چند ممبران کی ملاقات جناب جج محمد اکبر خان صاحب مرحوم ومغفور کے نواسہ جناب معین الدین صاحب ہاشمی سے ہوئی۔ ان کا جو تعلق ولگاؤ اس مقدمہ سے ہوسکتا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ جناب ہاشمی صاحب کی زبانی یہ خوش کن خبر ملی کہ کچھ عرصہ قبل جناب حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب بہاول پور تشریف لاکر ایک ہفتہ وہاں مقیم رہے اور ان کی وساطت سے جناب شاہ صاحب محترم نے مقدمہ زیر بحث کی پوری کارروائی کی مصدقہ نقول عدالت سے حاصل کیں۔ جس کے جملہ مصارف جناب حضرت مولانا حامد میاں صاحب بانی جامعہ مدنیہ لاہور نے برداشت فرمائے تھے اور اس وقت یہ ریکارڈ ان ہی کی تحویل میں ہے۔ لہٰذا اگر یہ ریکارڈ دستیاب ہوجائے تو بلا تاخیر کتابت کا آغاز کیا جاسکتا ہے۔

ادارہ ہذا نے اس سلسلہ میں جناب حضرت سید انور حسین نفیس رقم صاحب مدظلہ العالی سے رابطہ قائم کر کے مدّعا بیان کیا۔ جواباً حضرت شاہ صاحب نے کمال شفقت اور خلوص سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلاتے ہوئے امداد کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ آپ کی درخواست پر حضرت حامد میاں صاحب نے مکمل دستاویز کی مصدقہ نقول جو تین ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل تھیں عطا فرما کر ادارہ ہذا پر عظیم احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت ممدوح کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور تاجدار مدینہ ﷺ کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین!

ریکارڈ کے حصول کے بعد جناب حضرت شاہ صاحب نے مؤرخہ ۴؍مارچ ۱۹۸۳ء کو اپنی قیام گاہ پر ایک سادہ مگر پروقار تقریب میں اپنے دست مبارک سے کتابت کا آغاز فرما کر منصوبہ کی تکمیل کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

خیال تھا کہ یہ کام زیادہ سے زیادہ چھ ماہ میں پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا جو ممکن نہ ہوسکا۔ بڑی رکاوٹ کاتب حضرات کی علمی استعداد اور شکستہ خط کے نہ پڑھے جانے کی وجہ سے پیش آئی۔ علاوہ ازیں بعض صفحات کی اگر نصف لائن بھی اتفاقاً فوٹو کاپی میں آنے سے رہ گئی تھی تو بار بار مصدقہ ریکارڈ سے انہیں تلاش کرنا پڑا۔ نیز ایسے اہل کاروں کی تلاش بھی ایک مسئلہ بن گیا جو پرانی عدالتی اصطلاحات سے واقف ہونے کے علاوہ شکستہ خط پڑھنے کا بھی ملکہ رکھتے ہوں۔ تلاش بسیار کے بعد بہاول پور میں چند ایسے چراغ سحری پنشنر سرشتہ دار مل گئے، جنہوں نے بغیر کسی مالی منفعت کے یہ کام انجام دیا۔ بعد ازاں گوجرانوالہ جہاں کتابت کا ابتدائی کام شروع ہوا تھا سے آٹھ افراد پر مشتمل کاتب حضرات کی ایک جماعت بہاول پور روانہ کی گئی، جنہوں نے مندرجہ بالا حضرات کی زیر نگرانی صفحات کی کتابت کی تکمیل کی۔ یہاں یہ عرض کرنا بے جانہ ہوگا کہ وقت کے دھارے کے ساتھ ساتھ ایسے حضرات جو بیک وقت پرانی عدالتی اصطلاحات سے واقفیت رکھنے کے علاوہ شکستہ خط پڑھنے پر بھی قادر ہوں، رفتہ رفتہ ناپید ہوتے جارہے ہیں۔

کتابت کی تکمیل کے بعد جب تصحیح کا مرحلہ آیا تو ایک بار پھر وہی رکاوٹ آڑے آئی کہ بروقت مناسب پروف ریڈر حضرات نہ ملے۔ جو علم وعرفان کی اس عظیم دستاویز کی تصحیح کا بیڑا اٹھائیں۔

منجملہ اور تھکا دینے والی رکاوٹوں کے ایک رکاوٹ جو تاخیر کا سبب بنی، یہ بھی پیش آئی کہ مرزائی حضرات کی کتابوں سے جب ان تحریروں کی تلاش کی گئی، جن کے حوالہ جات جناب جج صاحب نے اپنے فیصلہ میں دیئے ہیں تو جدید ایڈیشن آجانے کی بناء پر بعض صفحات پر مطلوبہ عبارتیں نہ ملیں۔ نتیجتاً کتاب کے پورے صفحات کی ورق گردانی کرنی پڑی۔

بفضل تعالیٰ رفتہ رفتہ تمام رکاوٹیں دور ہوئیں اور ادارہ ہذا کی پانچ برس کی شبانہ روز کاوش کے نتیجہ میں بحمد اللہ ''مقدمہ مرزائیہ بہاول پور'' کی ۱۹ صد صفحات پر مشتمل روئیداد زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہوکر تین جلدوں میں طبع ہو چکی ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا بھی خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ عالم اسلام میں بالعموم اور تاریخ پاکستان میں بالخصوص ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کی تاریخ بھی آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ جس روز تقریباً ۹۰ دن (۲۹؍مئی تا ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء) کی شب روز مسلسل محنت اور کاوش کے بعد وطن عزیز کی قومی اسمبلی میں متفقہ آئینی ترمیم منظور کر کے فرقہ مرزائیہ ضالہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر حق وباطل کے درمیان حد فاصل کھینچ دی۔

فجزاهم الله عنا وعن جميع المسلين احسن الجزا وافضل الجزا والحمد لله

ناظرین گرامی کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ دوران سماعت مقدمہ نیز بعد اشاعت فیصلہ ۱۹۳۵ء مرزائی صاحبان کی جانب سے جہاں اور بہت سی لایعنی تاویلات کی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ علماء ربانی نے عدالت میں مرزا قادیان یا ان کے پیروکاروں کی جن تحریروں کے حوالہ جات دیئے اور جن کا تذکرہ جناب جج صاحب نے اپنے فیصلہ میں فرمایا، یا تو وہ بغیر سیاق وسباق کے بیان کئے گئے یا پھر سرے سے ان کا وجود نہیں۔

ادارہ ہذا نے قارئین گرامی کی بہرہ اندوزی کی خاطر مرزائی کتب کے مطلوبہ اقتباسات کی نقول معہ سرورق جلد اوّل کے ہمراہ شائع کر دیئے ہیں، تاکہ ناظرین گرامی مرزا قادیان اور ان کے متبعین کی مکفرانہ ومکذبانہ تحریروں کا نمونہ بذات خود ملاحظہ فرمالیں۔ (اس ایڈیشن سے وہ حذف کردی ہیں۔ عرض مرتب طبع ثالث میں وجہ بیان کردی ہے۔ مرتب!)

جہاں تک ممکن ہوسکا، ادارہ ہذا نے ایسی تمام دستاویزات جن کا حوالہ جناب جج صاحب نے اپنے فیصلہ مذکورہ بالا میں دیا ہے شائع کرنے کی سعی کی ہے تاکہ علم وعرفان کی یہ دستاویز ہر لحاظ سے مکمل اور مسلم صورت میں پیش کی جاسکے۔ ایسی تمام دستاویزات کے صفحات نمبر عالی جناب جج صاحب کے فیصلہ میں رقم کر دیئے گئے ہیں۔ ادارہ ہذا کی حتیٰ المقدور کوشش کے باوجود چند دستاویز کی نقول جن کا ذکر جناب جج صاحب کے فیصلہ میں مذکور ہے، دستیاب نہ ہوسکی ہیں۔ جس کے لئے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

جیسا کہ تمہید میں عرض کیا گیا ہے مندرجہ بالا عظیم دستاویز مجموعہ ہے فریقین کے بیانات، جرح، بحث وجواب الجواب وغیرہ کا جو فاضل عدالت میں پیش کئے گئے۔ لہٰذا ادارہ ہذا نے بغیر عنوانات قائم کئے انہیں قارئین گرامی تک پہنچانے کی ایک ناقص در ناقص ناتمام سعی کی ہے۔ اگر آئندہ کوئی باہمت محقق تردید مرزائیت پر قلم اٹھائے گا تو اس کے لیے یہ مواد ان شاء اللہ تعالیٰ مشعل راہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر خدمت کو نافع بنا کر قبول فرمائے۔ آمین! وما ذالک علی الله بعزیز!

ان ارید الّا الاصلاح مااستطعت وماتوفیقی الا بالله

سبحان ربک رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد لله رب العالمین. وصلّی الله تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سید المرسلین وعلی آله وصحبه اجمعین.

میر عبدالماجد سید
رکن مجلس عاملہ، اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)
۷؍۲۱ جیل روڈ، لاہور

۳؍محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۷؍اگست ۱۹۸۸ء، یوم: چہارشنبہ

پیش لفظ

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ لمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ اجمعین.

بات محتاج بیان نہیں ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے اصول اور بنیادی عقیدوں میں سے ایسا عقیدہ ہے۔ جس کے بغیر کوئی شخص نہ مسلمان کہلا سکتا ہے اور نہ ہی دائرہ اسلام میں اس کے رہنے کا کسی بھی تاویل وتوجیہ سے امکان ہوسکتا ہے۔ ختم نبوت کا انکار اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی بھی نبوت ورسالت یا وحی کا عقیدہ سراسر کفر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک ہر دور میں امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا اور مسئلہ ختم نبوت قرآن کریم کی صریح آیات، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے جس کا منکر بلا کسی شبہ کے کافر ہے اور اس بارہ میں آج تک کسی تاویل وتخصیص کو نہ قبول کیا گیا اور نہ ہی ایسی لغو اور باطل تاویلات کو قابل اعتناء سمجھا گیا۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے جو اجماع ہوا وہ اسی مسئلہ پر ہوا کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء کے بعد مدعی نبوت واجب القتل ہے اور اس پر یقین کرنے والے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ دنیائے اسلام کی یہ ایک متفقہ قرارداد اور اجماعی فیصلہ ہے کہ خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی بھی عنوان سے کسی بھی قسم کی نبوت کا دعویٰ سراسر کفر اور ارتداد ہے اور ایسے صریح اور واضح کفر میں کسی قسم کی تاویل کہ ظلی یا بروزی نبوت ہے اور امت محمدیہ کے فیصلہ کے خلاف اپنی طرف سے کسی طرح کا مفہوم متعین کرنا مزید جرم اور اسلام سے بغاوت ہے۔ قانون شریعت میں اسے معاند کا درجہ اصل کافر اور منکر سے بھی بڑھ کر ہے اور اگر وہ مدعی نبوت اپنے دعوائے نبوت کے ساتھ یہ بھی کہتا ہو کہ میری نبوت آنحضرت محمد ﷺ کی خاتمیت نبوت کے خلاف نہیں بلکہ آپ کی ختم نبوت کے باوجود میں بھی ''العیاذ باللہ'' نبی ہوں (جیسے مرزا غلام احمد مدعی نبوت نے کہا ہے) تو اصول اسلام کی رو سے یہ زندقہ ہے اور ایسا شخص زندیق کہلاتا ہے اور اس کا درجہ بھی مرتد وکافر سے بڑھ کر ہے اور بلا کسی تردید کے واجب القتل ہے۔ امت محمدیہ میں سب سے پہلا مدعی نبوت اسود عنسی ہوا جو بڑا ہی شعبدہ باز اور مکّار شخص تھا اس نے یہ دیکھ کر کہ لوگ اس کی طرف مائل ہورہے ہیں اور اس کی پیروی کررہے ہیں نجران اور یمن کے کچھ قبائل نے محض اپنے ذاتی مفاد اور اغراض کے باعث جب اس کے ساتھ زیادہ جھکاؤ اختیار کیا تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ معلوم ہونے پر آنحضرت ﷺ نے مسلمانان یمن کی جانب حکم جاری فرمایا کہ اس شخص کے ساتھ قتال وجہاد کرو اور جس طرح ممکن ہو اس کا خاتمہ کردو خواہ مقابلہ کی شکل میں ہو یا خفیہ طور پر یا کسی بھی تدبیر سے۔ (تاریخ طبری ج۳ ص۳۱۵)

اور تاریخ ابن اثیر (ج۲ ص۱۲۸) میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو یمن کے گورنر مقرر کئے گئے تھے انہوں نے تقریب نکاح میں یمن کے مسلمان کو جمع کیا اور آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کی ان کو اطلاع دی اس کو سن کر مسلمانوں کے دل خوش ہوئے اور ان کو قلبی سکون واطمینان نصیب ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے اس پیغام اور فرمان کے موصول ہونے پر اس مدعی نبوت خبیث کو قتل کر ڈالا گیا اور ایک قاصد کو یہ بشارت سنانے کے لئے فوراً حضور اکرم ﷺ کی طرف سے روانہ کیا گیا قاصد کے پہنچنے سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو وحی الٰہی سے ان کی خبر دی گئی اور آپ نے اسی وقت حضرات صحابہ کو خوش خبری سنائی اور فرمایا اے مسلمانو!

’’قتل العنسی البارحة قتله رجل مبارک من اهل بيت مباریکین. قيل ومن؟ (قال فيروز الديلمی)‘‘
گزشتہ شب عنسی قتل کردیا گیا اس کو ایک مبارک شخص نے قتل کیا ہے جو بڑے ہی مبارک خاندان کا ایک فرد ہے سوال کیا گیا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ فیروز دیلمی ہے۔ (تاریخ ابن اثیر ج۲ ص۱۳۳، تاریخ ابن خلدون ج۳ ص۲۴۸)
یہ وقت آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا بالکل آخری وقت تھا حتیٰ کہ قاصد کے مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے ہی آپ ﷺ رحلت فرماچکے تھے۔
کتاب حسن الصحابہ فی اشعار صحابہ میں عبدالرحمٰن ثمالی نے اس بارہ میں ایک قصیدہ فرمایا اور نہایت ہی فصیح وبلیغ اشعار میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسود عنسی کے دعوائے نبوت پر ہم کو جہاد کا حکم فرمایا اور اس کذاب ودجال کے قتل پر اللہ کی عنایات اور عظیم رحمتوں کی بشارت دی اور ہم نے یہ سمجھ لیا کہ مدعی نبوت کا قتل ایک بہت بڑی سعادت ہے چنانچہ ہم سے چند شہسوار اس کذاب ودجال کے قتل کے لئے دوڑ پڑے تاکہ آپ کے حکم کی تعمیل اور آپ کے پیغام کی تکمیل ہوسکے۔ الحمدللہ کہ ہم نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کردی۔ (حسن الصحابہ فی اشعار الصحابہ ص۳۱۳)
اسی طرح یمامہ کے ایک شخص مسیلمہ کذاب نے ۱۰ھ میں شہر یمامہ (جو اس کا علاقہ تھا) میں اپنی نبوت کا اعلان کیا اور ایک خط بھی آنحضرت ﷺ کے نام اس گستاخ نے روانہ کیا جب دو شخص اس مدعی نبوت کا خط آپ ﷺ کے پاس لے کر پہنچے آپ ﷺ نے فرمایا میں کسی قاصد کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ اگر قاصد کا قتل کیا جانا ممکن ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کردیتا۔
ابن کثیر (تاریخ ابن اثیر ج۲ ص۱۳۸ میں) اس واقعہ کو لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بنوحنیفہ (جو مسیلمہ کذاب کا قبیلہ تھا) یہ سب سے بڑا فتنہ تھا۔ اس خبیث نے قاصدوں کی واپسی پر یہ مشہور کیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنی رسالت میں شریک کرلیا ہے۔ انہوں نے اس افواہ پر اس کی نبوت کی تصدیق کرلی اور بنوحنیفہ کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ایک شخص بہت کچھ لالچ دے کر مدینہ منورہ بھیجا۔ جس نے وہاں جاکر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور قرآن کریم کی کچھ آیات اور سورتیں یاد کرلیں اور اپنے وطن واپس کران آیات کو پڑھا کرتا اور بلا کسی ربط اور تعلق کے ان کے ذریعہ مسلمانوں کو بہکانا شروع کردیا۔ جس طرح قادیان کے مدعی نبوت مرزاغلام احمد نے آیات قرآنیہ سے لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا۔
مسیلمہ کذاب کے اس خط کے بعد جلد ہی آنحضرت ﷺ کا وصال ہوگیا اور ادھر یمامہ میں اس کی عیاری اور چالاکی سے بہت سے لوگ اس کے فریب میں مبتلا ہوگئے۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد صدیق اکبرؓ نے خلافت پر متمکن ہونے کے بعد سب سے پہلا یہی کام انجام دیا کہ اس مدعی نبوت اور اس کے پیروکاروں کے مقابلہ کے لئے لشکر روانہ کیا اور اس جہاد کو یہود ونصاریٰ سے جہاد پر مقدم اور اہم سمجھا اور فوراً جہاد وقتال کے لئے لشکر روانہ کیا۔ مقابلہ کے لئے مسیلمہ نے بھی عظیم لشکر تیار کیا لیکن جب مسیلمہ کذاب کو اس کی اطلاع ملی کہ اس کی جماعت مقابلہ میں شکست کھارہی ہے اور کئی ایک سپہ سالار مارے گئے ہیں تو ایک باغ میں جاکر چھپ گیا اور دروازے بند کرلئے۔ حضرت براء بن مالک نے فرمایا کہ مجھے کسی طرح باغ کے احاطہ کے اوپر سے پھینک دو تاکہ میں اس کا کام تمام کردوں۔
حضرت وحشیؓ جنہوں نے جاہلیت اور کفر کے دور میں حضرت حمزہؓ کو غزوہ احد میں شہید کیا تھا وہ اس معرکہ میں یہی جذبہ اور تمنا لے کر آئے تھے کہ میں اس مدعی نبوت کو کسی نہ کسی طرح قتل کرکے رہوں گا تاکہ دور جاہلیت کے برے اس عمل کا کفارہ ہوجائے۔ وہی نیزہ اپنے ہاتھ میں لے کر نکلے جو غزوہ احد میں تھا اور اسی نیزہ سے مسیلمہ کذاب کو قتل کرکے بطور فخر اور شکر خداوندی سے فرمایا اگر میرے ہاتھ سے جاہلیت کے زمانہ میں ایک بہترین انسان شہید ہوا تھا تو آج اس ہاتھ سے دنیا کا ایک بدترین انسان میں نے مارا۔
بہرکیف دور خلافت راشدہ میں صدیق اکبرؓ کا یہ عمل اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مدعی نبوت اور اس کی امت کا فرومرتد

ہے اور اس سے جہاد و قتال فرض ہے۔ اس پر صحابہ کا اجماع ہوا اور اسلام کی تاریخ میں یہ بات سورج کی طرح عیاں اور روشن ہے اور اسی عقیدہ پر دنیا بھر کے مسلمان قائم ہیں حتیٰ کہ فقہاء نے یہ تک فرمایا ہے عام کافروں سے مسلمان کسی وقت ضرورت اور مصلحت ہو تو کوئی معاہدہ یا صلح کر سکتے ہیں لیکن مدعی نبوت سے نہ کوئی صلح ہو سکتی ہے اور نہ جزیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آیا کہ کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا جب اس پر مسلمانوں میں شور مچا تو اس نے یہ اعلان کیا کہ مجھے مہلت دی جائے کہ میں اپنی نبوت کے دلائل پیش کروں۔ حضرت امام اعظم کو اس بات کا علم ہوا تو فتویٰ جاری فرمایا کہ کسی بھی ایسے شخص سے جو نبوت کا مدعی ہو اس سے نبوت ثابت کرنے کے لئے دلیل طلب کرنا بھی شرعاً حرام ہے۔ جو شخص دلیل طلب کرے گا وہ بھی کافر ہے۔ (کیونکہ دلیل طلب کرنا اس بات کا ضمناً اعتراف اور آمادگی کا اظہار ہے کہ جس بات پر دلیل کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اگر دلیل پیش کر دی گئی اور برہان وحجت سے ثابت کر دی گئی تو اس کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ سبحان اللہ کیا دقت نظر ہے) اور اسی پر تمام ائمہ اور فقہاء امت کا اجماع ہے کہ مدعی نبوت سے دلائل کا مطالبہ کرنا بھی جائز نہیں۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ چونکہ اس کے ایمان کی روح اور اصل بنیاد ہے۔ اس بناء پر ہندوستان میں جب انگریز کے زیر سایہ اور اس کی سرپرستی میں مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس پر مرزائی امت کو جمع کیا تو دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء نے پورے ہندوستان میں مرزائیت کے مقابلہ میں بھی علمی اور تبلیغی جہاد شروع کر دیا اور دلائل وبراہین سے مسلمانان ہند کے سامنے روز روشن کی طرح مرزا غلام احمد اور اس کی امت کے کفر کو ثابت کر دیا۔ اگرچہ انگریز نے اپنے لگائے ہوئے پودے کی حمایت واعانت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن علماء ربانی کے جہاد کے سامنے باطل ایک لحہ کے لئے بھی نہ ٹھہر سکا۔ صدیق اکبرؓ نے اس فتنہ کا مقابلہ جہاد سے کیا تو علماء کے اس گروہ نے دلائل وبراہین کی تلواروں سے اس فتنہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور اہل حق کے اس جہاد نے اس فتنہ کو اپنی جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔

امام المحدثین حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند فرمایا کرتے تھے کہ مرزا غلام احمد کا کفر فرعون کے کفر سے بڑھ کر ہے کیونکہ فرعون نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا اور ظاہر ہے کہ کسی انسان کا خدائی کا دعویٰ کرنا بدیہی طور پر باطل ہے اور کسی انسان کے ایسے دعویٰ پر کسی کو کوئی التباس نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس انبیاء کرام علیہم السلام جنس بشر سے ہوتے ہیں تو کسی انسان کا دعوائے نبوت کرنا اور پھر یہ کہتے پھرنا کہ میری نبوت ظلی وبروزی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت کے باوجود میری نبوت ممکن ہے، لوگوں کو دھوکا میں ڈالا جا سکتا ہے۔ چنانچہ بہت اس دھوکا میں مبتلا ہوئے۔

اس بناء پر کہ علماء ربانی کے اس عظیم جہاد کی برکت سے مسلمان یہ سمجھ گئے تھے کہ مرزائیت سراسر کفر ہے اور مرزائیت وقادیانیت کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ ریاست بہاول پور میں ایک شخص جب مرزائی ہو گیا تو اس کی مسلمان منکوحہ جس کا نکاح قبل از بلوغ اس کے باپ نے اس وقت کر دیا تھا، جب کہ مسمی عبدالرزاق مسلمان تھا اور مرزائی مذہب نہیں اختیار کیا تھا۔ لیکن جب وہ مرزائی ہو گیا اور اس کی منکوحہ بالغ ہو گئی تو اس نے جولائی ۱۹۲۶ء میں فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ اس لئے کہ کوئی مسلمان عورت کافر کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ یہ مقدمہ ۱۹۳۲ء تک مختلف مراحل طے کر کے ڈسٹرکٹ بہاول پور جج کی عدالت میں سماعت اور شرعی اصول کی روشنی میں تحقیق کے لئے پیش ہوا۔ اس کے امر کے لئے کہ عدالتی سطح پر دلائل کی روشنی میں قادیانیوں کا کفر ثابت کیا جائے۔ یہ مرحلہ انتہائی نازک تھا کہ عدالت شریعت کے اس مؤقف کو تسلیم کرنے کو تیار ہوتی ہے یا نہیں اور اس بات کا اندیشہ مسلمانوں کے دلوں کو بے چین کر رہا تھا کہ اگر عدالت نے مدعی نبوت اور اس کی نبوت پر یقین رکھنے والے کا کفر تسلیم نہ کیا تو یہ مسلمان منکوحہ کافر کی زوجیت سے نہیں نکالی جا سکے گی۔ یہ زمانہ والیٔ ریاست

بہاول پور تاجدار عباسی نواب حاجی سر محمد صادق مرحوم کا تھا۔ اس زمانہ کی ایک اسلامی انجمن مؤید الاسلام بہاول پور نے ایک کمیٹی حضرت شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی زیر صدارت تشکیل دی۔ علامہ محمد حسین صاحب کولوتارڑ اور حضرت شیخ الجامعہ کی شہادت قلم بند کرنے کے بعد فریقین کو اپنے اپنے مسلک کے مستند علماء اور محققین کو بغرض شہادت پیش کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

مرزائی مدعا علیہ کی حمایت کے لئے قادیانیوں کا پورا سرمایہ ان کی حمایت اور انگریز سرکار کی سرپرستی بڑی وزنی چیز تھی اور عالم اسباب میں توقع نہیں کی جاسکتی کہ مدعیہ مسلمان خاتون اپنے دعویٰ میں کامیاب قرار دی جاسکے۔ لیکن حضرت شیخ الجامعہ نے مدعیہ کی طرف سے شہادت اور اس کے مؤقف کی حمایت وتثبیت کے لئے دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء کو دعوت دی کہ وہ بہاول پور تشریف لاکر مقدمہ کی پیروی کریں اسی صورت حال پر شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا نجم الدین، حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم جیسے اکابرین علماء بہاول پور پہنچ گئے۔

حضرت انور شاہ کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان کی توجہات کو اپنی طرف مرکوز کرلیا اور حضرت موصوف کی تشریف آوری سے یہ مقدمہ ہندوستان اور بیرون ہند غیر فانی شہرت حاصل کرگیا۔

ان حضرات علماء نے اپنی شہادتوں میں دلائل اور حقائق کے دریا بہادیئے۔ علم وعرفان کی شعاعوں نے اہل قانون کی نگاہیں چکاچوند کردیں۔ فریق ثانی کی شہادت پر علماء حق کے دلائل نے ایسی باطل شکن جرح کی کہ مرزائیت کی بنیادیں ہل گئیں اور مدعی نبوت کے دجل وفریب کے تمام پردے چاک ہوگئے اور مرزائیت کا کفر وارتداد سورج کی طرح آشکارا ہوگیا۔ مرزائیت کی حمایت کرنے والوں نے علماء کی شہادت کے جواب میں تحریری بحث بلادلیل محض اپنے اوہام اور خیالات، جواب کے انداز میں پیش کی۔ جس کے جواب کے لئے حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہان پوری نے دنیا کو حیرت میں ڈالنے والا جواب الجواب عدالت میں پیش کیا جو چھ سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس جواب الجواب نے مرزائیت کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے۔ بالآخر جناب منشی محمد اکبر خان صاحب نے اس تاریخی مقدمہ کا نہایت ہی بصیرت افروز مکمل ومدلل فیصلہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو مدعیہ کے حق میں صادر فرمایا اور عدالت کی سطح سے فیصلہ جاری ہوگیا کہ قادیانی شخص کافر ہے اور کوئی مسلمان عورت اس کی منکوحہ نہیں رہ سکتی۔ یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے عدالتی فیصلوں میں نہایت ہی عالی اور بلند مقام کا حامل ہوا اور علم واستدلال کی دنیا میں اس کو ایک بے مثال اور مستحکم فیصلہ تسلیم کیا گیا۔ جس کی تمام مکاتب فکر نے پرجوش تائید وحمایت کی اور مسلمانوں کے کسی طبقہ اور دنیائے اسلام کے کسی بھی خطہ سے ان دلائل وشواہد پر ایک حرف بھی کسی کی زبان سے تأمل یا اشکال واعتراض کا نہیں سنا گیا اور تمام دنیائے اہل علم نے اس فیصلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ہندوستان کے علاوہ علماء مصر وشام اور تمام بلاد عرب، برما، ایران، افغانستان، ترکی اور بالخصوص سعودی عربیہ کے تمام مشائخ وعلماء نے نہ صرف یہ کہ اس فیصلہ اور فتویٰ کی تائید کی بلکہ ہر ایک ملک کے مشائخ نے اپنے اپنے مراکز سے مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت قادیانی کے کفر کے فتوے جاری کئے۔

انگریز نے اپنے خفیہ طریقوں سے بہت کچھ کوشش کی کہ اس کی قلم رو میں ہونے والی ایک ریاست کی عدالت سے ایسا فیصلہ جاری نہ ہو جس سے اس کی پیدا کردہ اور پروردہ جماعت کی تکفیر ہو اور دجل وفریب کا جو جال اس نے پھیلایا تھا وہ پارہ پارہ ہوجائے۔

حق وباطل کا یہ عدالتی فیصلہ تاریخ کا ایک عظیم شاہکار تھا اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ فیصلہ عالی جناب جسٹس منشی محمد اکبر خان صاحب کی ایمانی عظمتوں کا آفتاب کی طرح روشن ثبوت تھا، جو آج سے قبل دو مرتبہ طبع ہوا اور فیصلہ کے متن سے اہل علم مستفیض ہوئے۔

اس فیصلہ کے ساتھ ان حضرات علماء کی وہ ایمان افروز جرح، بحث اور جواب الجواب شائع نہیں ہوسکے تھے جو ان حضرات نے مدعیہ کے مؤقف کے ثابت کرنے کے لئے عدالت میں پیش کئے جو اپنی جگہ علم ومعرفت اور دلائل وبراہین کا ایک عظیم ذخیرہ تھے، جن میں

ایمان وکفر، نفاق وزندقہ، وحی توحید ورسالت اور نبوت کی ایسی بلند بحثیں تھیں کہ اہل علم اپنی عمروں کے طویل حصے بھی خرچ کر کے ان حقائق ومعارف کو نہیں معلوم کر سکتے تھے۔

میرے ایک عظیم کرم فرما و محسن بزرگ یعنی میر سید عبدالجمیل مہاجر مدنی نے (جو ناچیز پر ۱۹۴۴ء سے لے کر اپنی وفات تک بے انتہاء شفقت فرماتے تھے) ۱۹۷۵ء میں جب ناچیز مدینہ منورہ حاضر ہوا تو اپنی ایک نہایت ہی عظیم اور بلند پایہ آرزو کا اظہار فرمایا۔ کاش! وہ تمام بیانات وشہادتیں اور مرزائی وکیلوں کی بحث کے جواب میں جو جواب الجواب کے طور بحثیں عدالت کے ریکارڈ میں دفن ہیں، ان کو بھی کسی طرح شائع کر دیا جائے تو کیسا اچھا ہو؟ ان کی اس آرزو کی تکمیل کوئی معمولی مسئلہ نہ تھا۔ عدالت کے گوداموں میں پچاس برس قبل دفن شدہ ریکارڈ کو حاصل کرنا پھر ان کی نقل اس کے بعد اس کی کتابت وطباعت بڑے بڑے توانا اور اولوالعزم اور باہمت لوگ بھی شاید اس کی ہمت نہ کر سکتے۔ مگر اللہ رب العزت اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ میرے محترم بھائی اور حضرت میر سید عبدالجمیل صاحب کے صاحبزادہ سید عبدالماجد صاحب کو کہ وہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے کمر بستہ ہوئے اور دن رات کی محنت وجانفشانی سے عدالتی ریکارڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور ان بیانات کو جو آج سے پچاس برس قبل عدالتی طرز تحریر میں لکھے ہوئے تھے۔ ان کو صاف کرایا اور ان تمام مراحل کی تکمیل ادارہ اسلامک فاؤنڈیشن کے ذریعہ کی اور الحمدللہ! یہ عظیم علمی ذخیرہ کتابی شکل میں تین حصوں پر مشتمل پیش کر کے حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخ دفینہ اور خزانہ کو تمام دنیا کے اہل علم اور مسلمانوں کے استفادہ کے لئے پیش کر دیا۔

بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ پیش نظر کتاب جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے کفر وباطل کے دجل وفریب کی تاریکیاں دور کر کے اہل اسلام کے قلوب کو ایمان ویقین کے نور سے منور کرنے کے لئے بہت کافی ہے اور ان کے واسطے ایک ایسا مضبوط دلائل کا پہاڑ ہے جو ہر باطل کے فتنہ کو پاش پاش کرنے کے واسطے بہت بڑا سامان ہے۔ خدا تعالیٰ میرے بھائی سید عبدالماجد سلمہ اور تمام اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے امت مسلمہ پر بڑا ہی عظیم احسان فرمایا۔ جزاھم اللہ تعالٰی خیر الجزا! پیش نظر کتاب ''مقدمہ بہاول پور'' تین حصوں پر مشتمل ہے ایک حصہ حضرات علماء وفریق ثانی کے بیانات جو بطور شہادت عدالت میں پیش کئے گئے۔ دوسرا حصہ فریقین کی تحریری بحث، پھر تیسرا حصہ جواب الجواب جس میں فریق ثانی کی تحریری بحث میں پیش کی ہوئی باتوں کا رد کیا گیا اور دجل وفریب کے قائم کئے قلعہ کو مسمار و پارہ پارہ کر کے رکھ دیا گیا۔

فریق مخالف کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا ذخیرہ شائع کرنا علمی تاریخ میں ایک بڑا ہی حوصلہ مندانہ کام ہے اور یہ اس لئے کیا گیا کہ دنیا دیکھ لے کہ فریق مخالف اپنی طرف سے کیا تیر چلا سکتا تھا۔ پھر جواب الجواب میں دیکھ لے کہ اس کی کس طرح دھجیاں بکھیری گئیں۔ اس ضمن میں مرزائی جماعت کی تلبیس اور دھوکہ کا ایک کثیف اور غلیظ ڈالا ہوا پردہ بھی چاک ہو گیا۔ جو انہوں نے اپنے پریس سے جو تحریف کردہ بیانات شائع کر کے دنیا کو دھوکہ میں ڈالنا چاہا کہ ہم نے مسلمان علماء پر جرح کرتے ہوئے یہ یہ کہا تھا۔ حالانکہ اصل عدالتی ریکارڈ سے ان باتوں کا کوئی وجود ہی نہیں ملا۔ جس کی وضاحت اس حصہ میں متعدد موقعوں پر کر دی گئی۔ حضرات قارئین مکروفریب کے اس گھناؤنے کردار کو دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ کفر ونفاق کے علمبرداروں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے کیا کیا حربے اختیار کئے۔ الحمدللہ! تینوں حصوں پر مشتمل یہ تاریخی اور علمی خزانہ ادارہ اسلامک فاؤنڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم

وصلیّ اللہ تعالٰی علٰی سیدنا خاتم الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

بندہ ناچیز (حضرت مولانا) محمد مالک کاندھلوی

مقدمہ

حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین اکمل الحمد علیٰ کل حال والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان علیٰ سید المرسلین وخاتم النّبیین رسوله محمد خیر الوریٰ صاحب قاب قوسین اوادنیٰ وعلیٰ صحبه البررة التقی والتقٰی کما کلما ذکره الذاکرین کما غفله عن ذکره الغافلون اللهم صل علیه وآله وسائرین النّبیین وآل کل وسائر الصالحین نهایة ما ینبغی ان یسئله السائلون

امابعد! متحدہ ہندوستان میں انگریز اپنے جوروستم اور استبدادی حربوں سے جب مسلمانوں کے قلوب کو مغلوب نہ کر سکا تو اس نے ایک کمیشن قائم کیا جس نے پورے ہندوستان کا سروے کیا اور واپس جا کر برطانوی پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص سے نبوت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو مسلمانوں پر اولی الامر کی حیثیت سے فرض قرار دے۔

ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی سیالکوٹ ڈی سی آفس میں معمولی درجہ کا کلرک تھا۔ اردو، عربی، فارسی اپنے گھر پر پڑھی تھی۔ مختاری کا امتحان دیا مگر ناکام ہوگیا۔ غرضیکہ اس کی تعلیم دینی ودنیاوی دونوں اعتبار سے ناقص تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے انگریز ڈپٹی کمشنر کے توسط سے مسیحی مشن کے ایک اہم اور ذمہ دار شخص نے اس سے ڈی سی آفس میں ملاقات کی۔ گویا یہ انٹرویو تھا۔ مسیحی مشن کا یہ فرد انگلینڈ روانہ ہوگیا اور مرزا قادیانی ملازمت چھوڑ کر قادیان پہنچ گیا۔ باپ نے کہا کہ نوکری کا فکر کرو، جواب دیا کہ میں نوکر ہوگیا ہوں اور پھر بغیر مرسل کے پتہ کے منی آرڈر ملنے شروع ہوگئے۔ مرزا قادیانی نے مذہبی اختلافات کو ہوا دی۔ بحث ومباحثہ اشتہار بازی شروع کر دی یہ تمام تر تفصیل مرزائی کتب میں موجود ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کام کے لئے برطانوی سامراج نے مرزا قادیانی کا کیوں انتخاب کیا؟ اس کا جواب بھی خود مرزائی لٹریچر میں موجود ہے کہ مرزا قادیانی کا خاندان جدی، پشتی، انگریز کا نمک خوار خوشامدی اور مسلمانوں کا غدار تھا۔ مرزا قادیانی کے والد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی سامراج کو پچاس گھوڑے بمعہ ساز وسامان مہیا کئے اور یوں مسلمانوں کے قتل عام سے اپنے ہاتھ رنگین کر کے انگریز سے انعام میں جائیداد حاصل کی۔

غرضیکہ مرزا قادیانی کے گوشت پوست میں انگریز کی وفاداری اور مسلمانوں سے غداری رچی بسی تھی۔ یہی وہ وجہ ہے کہ اس مقصد کے لئے انگریز کی نظر انتخاب مرزا قادیانی پر پڑی اور اس کی خدمات حاصل کی گئیں۔

جن حضرات کی مرزائیت کے لٹریچر پر نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ہر بات میں تضاد ہے لیکن حرمت جہاد اور فرضیت اطاعت انگریز ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کی کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں کیونکہ یہ اس کا بنیادی مقصد اور غرض وغایت تھی۔ یہی

وجہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو گورنمنٹ برطانیہ کا خودکاشتہ پودا قرار دیا۔ سرسید احمد خان مرحوم کی روایت جوان کے مشہور مجلّہ تہذیب الاخلاق میں چھپ چکی ہے کہ خود سرسید احمد خان سے انگریز وائسرائے ہند نے مرزا قادیانی کی امداد واعانت کرنے کا کہا جو بقول ان کے انہوں نے اسے نہ صرف رد کر دیا بلکہ اس منصوبہ کا بھی افشاء کر دیا جس کے نتیجہ میں انگریز وائسرائے سرسید احمد خان سے ناراض ہوگئے۔

مرزا قادیانی کے دعاوی پر نظر ڈالئے اس نے بتدریج خادم اسلام، مبلغ اسلام، مجدد، مہدی، مثیل مسیح، مسیح، ظلی نبی، مستقل نبی، انبیاء سے افضل حتیٰ کہ خدائی تک کا دعویٰ کیا۔ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبہ، گہری چال اور خطرناک سازش کے تحت کیا۔

قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے اپنے نور ایمانی اور بصیرت وجدانی سے مرزا قادیانی کے دعویٰ سے بہت پہلے پنجاب کے معروف روحانی بزرگ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے حجاز مقدس میں ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں ایک فتنہ اٹھنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کے خلاف آپ سے کام لیں گے۔ بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی تلقین فرمائی۔

ردقادیانیت کے سلسلہ میں امت محمدیہ کے جن خوش نصیب وخوش بخت حضرات نے بڑی تندہی اور جانفشانی سے کام کیا۔ ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا نذیر حسین دہلوی، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی، جناب مولانا قاضی محمد سلیمان منصوری پوری، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، پروفیسر محمد الیاس برنی، علامہ محمد اقبال، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی، حضرت مولانا ظفر علی خان، حضرت مولانا مظہر علی اظہر، حافظ کفایت حسین اور حضرت مولانا پیر جماعت علی شاہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

علمائے لدھیانہ نے مرزا قادیانی کی گستاخ وبے باک طبیعت کو اس کی ابتدائی تحریروں میں دیکھ کر اس کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے دے دیا تھا۔ ان حضرات کا یہ خدشہ صحیح ثابت ہوا اور آگے چل کر پوری امت نے علماء لدھیانہ کے فتویٰ کی تصدیق وتوثیق کی۔

غرضیکہ پوری امت کی اجتماعی جدوجہد سے مرزائیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی اپنی تصانیف میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا نذیر حسین دہلوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا سید علی الحائری سمیت امت کے تمام طبقات کو اپنے سب وشتم کا نشانہ بنایا۔ کیونکہ یہی وہ حضرات تھے جنہوں نے تحریر وتقریر ومناظرہ ومباہلہ کے میدان میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو چاروں شانے چت کیا اور یوں اپنے فرض کی تکمیل کر کے پوری امت کی طرف سے شکریہ کے مستحق قرار پائے۔

مقدمہ بہاول پور

تحصیل احمد پور شرقیہ ریاست بہاول پور میں ایک شخص مسمی عبدالرزاق مرزائی ہوکر مرتد ہوگیا۔ اس کی منکوحہ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش نے سن بلوغ کو پہنچ کر ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء کو فسخ نکاح کا دعویٰ احمد پور شرقیہ کی مقامی عدالت میں دائر کر دیا۔ جو ۱۹۳۱ء تک ابتدائی مراحل طے کر کے پھر ۱۹۳۲ء میں ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی عدالت میں بغرض شرعی تحقیق واپس ہوا۔ آخرکار ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ بحق مدعیہ صادر ہوا۔ بہاول پور ایک اسلامی ریاست تھی۔ اس کے والی نواب جناب صادق محمد خان خامس عباسی مرحوم ایک سچے

مسلمان اور عاشق رسول ﷺ تھے۔ خواجہ غلام فرید بہاول پور کے معروف بزرگ کے عقیدت مند تھے۔ حضرت خواجہ غلام فرید کے تمام خلفاء کو اس مقدمہ میں گہری دلچسپی تھی۔ اس وقت جامعہ عباسیہ بہاول پور کے شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی مرحوم تھے جو حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے ارادت مند تھے۔ لیکن اس مقدمہ کی پیروی اور امت محمدیہ کی طرف سے نمائندگی کے لئے سب کی نگاہ انتخاب دیوبند کے فرزند شیخ الاسلام مولانا محمد انور شاہ کشمیری پر پڑی۔ مولانا غلام محمد صاحب کی دعوت پر اپنے تمام تر پروگرام منسوخ کر کے مولانا محمد انور شاہ کشمیری بہاول پور تشریف لائے۔ ان کے تشریف لانے سے پورے ہندوستان کی توجہ اس مقدمہ کی طرف مبذول ہوگئی۔ بہاول پور میں علم کی موسم بہار شروع ہوگئی۔ اس سے مرزائیت کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ انہوں نے بھی ان حضرات علماء کی آہنی گرفت اور احتسابی شکنجہ سے بچنے کے لئے ہزاروں جتن کئے، مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد حسین کولوتارڑوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا نجم الدین، مولانا ابوالوفا شاہجہان پوری اور مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے ایمان افروز اور کفر شکن بیانات ہوئے۔ مرزائیت بوکھلا اٹھی۔ ان دنوں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری پر اللہ رب العزت کے جلال اور حضور سرور کائنات ﷺ کے جمال کا خاص پرتو تھا۔ وہ جلال و جمال کا حسین امتزاج تھے۔ جمال میں آ کر قرآن وسنت کے دلائل دیتے تو عدالت کے در و دیوار جھوم اٹھتے اور جلال میں آ کر مرزائیت کو للکارتے تو کفر کے ایوانوں پر زلزلہ طاری ہو جاتا۔ مولانا ابوالوفا شاہجہان پوری نے اس مقدمہ میں مختار مدعیہ کے طور پر کام کیا۔

ایک دن عدالت میں مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے جلال الدین شمس مرزائی کو للکار کر فرمایا: کہ اگر چاہو تو میں عدالت میں یہیں کھڑے ہو کر دکھا سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی جہنم میں جل رہا ہے۔ مرزائی کانپ اٹھے۔ مسلمانوں کے چہروں پر بشاشت چھا گئی اور اہل دل نے گواہی دی کہ عدالت میں انور شاہ کشمیری نہیں حضور سرور کائنات ﷺ کا وکیل اور نمائندہ بول رہا ہے۔

علماء کرام کے بیانات مکمل ہوئے نواب صاحب مرحوم پر گورنمنٹ برطانیہ کا دباؤ بڑھا۔ اس سلسلہ میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری مرحوم نے راقم الحروف (حضرت خواجہ خان محمد) سے بیان کیا کہ خضر حیات ٹوانہ کے والد نواب سر عمر حیات ٹوانہ مرحوم لندن گئے ہوئے تھے۔ نواب آف بہاول پور مرحوم بھی گرمیاں اکثر لندن گزارتے تھے۔ نواب مرحوم، سر عمر حیات ٹوانہ سے لندن میں ملے اور مشورہ طلب کیا کہ انگریز گورنمنٹ کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاول پور سے اس مقدمہ کو ختم کرادیں۔ تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں۔ مگر اپنا دین، ایمان اور عشق رسالت مآب ﷺ کا تو ان سے سودا نہیں کیا۔ آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے میں حق وانصاف کے سلسلہ میں اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جالندھری نے یہ واقعہ بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کی نجات کے لئے اتنی بات کافی ہے۔

جناب محمد اکبر خان جج مرحوم کو ترغیب وتحریص کے دام تزویر میں پھنسانے کی مرزائیوں نے کوشش کی لیکن ان کی تمام تدابیر غلط ثابت ہوئیں۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اس فیصلہ کے لئے اتنے بے تاب تھے کہ بیانات کی تکمیل کے بعد جب بہاول پور سے جانے لگے تو مولانا محمد صادق مرحوم سے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو فیصلہ خود سن لوں گا اور اگر فوت ہو جاؤں تو میری قبر پر آ کر فیصلہ سنا دیا جائے۔ چنانچہ مولانا محمد صادق نے آپ کی وصیت کو پورا کیا۔

یہ مقدمہ حق و باطل کا عظیم معرکہ تھا۔ جب ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ صادر ہوا تو مرزائیت کے صحیح خط وخال آشکارا ہوگئے۔ بلاشبہ پوری امت جناب محمد اکبر خان جج مرحوم کی مرہون منت ہے کہ انہوں نے کمال عدل وانصاف محنت وعرق ریزی سے ایسا فیصلہ لکھا کہ اس کا ایک ایک حرف قادیانیت کے تابوت میں کیل کی طرح پیوست ہوتا گیا یہ فیصلہ قادیانیت پر برق آسمانی وبلائے ناگہانی ثابت ہوا۔ مرزائیوں

نے اپنے نام نہاد خلیفہ مرزا بشیر کی سربراہی میں سر ظفر اللہ مرتد سمیت جمع ہو کر اس فیصلہ کے خلاف اپیل کرنے کی سوچ بچار کی لیکن آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ فیصلہ اتنی مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر صادر ہوا کہ اپیل بھی ہمارے خلاف جائے گی اور رب العزت کی قدرت کے قربان جائیں۔ کفر ہار گیا، اسلام جیت گیا۔ ایک دفعہ پھر ’’جاء الحق وزھق الباطل ‘‘ کی عملی تفسیر اس فیصلہ کی شکل میں امت کے سامنے آگئی اور مرزائی ’’فبھت الذی کفر ‘‘ کا مصداق ہوگئے۔ اس تاریخ ساز فیصلہ نے چار دانگ عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ مرزائیوں کی ساکھ روز بروز گرنا شروع ہوگئی۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

ہندوستان تقسیم ہوا۔ خداداد مملکت پاکستان معرض وجود میں آئی۔ بدنصیبی سے اسلامی مملکت پاکستان کا وزیر خارجہ چوہدری سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا۔ اس نے مرزائیت کے جنازہ کو اپنی وزارت کے کندھوں پر لاد کر اندرون و بیرون ملک اسے متعارف کرانے کی کوشش تیز سے تیز کر دی۔ ان حالات میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، میر کاروان احرار کی رگ حمیت اور حسینی خون نے جوش مارا۔ پوری امت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، آپ کا پیغام لے کر ملک عزیز کی نامور دینی شخصیت اور ممتاز عالم دین مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری کے دروازے پر گئے اور اس تحریک کی قیادت کا فریضہ انہوں نے ادا کیا۔ مولانا احمد علی لاہوری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا خواجہ قمر الدین سیالوی، مولانا پیر غلام محی الدین گولڑوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، علامہ احمد سعید کاظمی، مولانا پیر سرسینہ شریف، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا مظہر علی اظہر، سید مظفر علی شمسی، آغا شورش کاشمیری، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین، مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن اور مولانا اختر علی خان غرضیکہ کراچی سے لے کر ڈھاکہ تک کے تمام مسلمانوں نے اپنی مشترکہ آئینی جدوجہد کا آغاز کیا۔ بلاشبہ برصغیر کی یہ عظیم ترین تحریک تھی جس میں دس ہزار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ایک لاکھ مسلمانوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ دس لاکھ مسلمان اس تحریک سے متاثر ہوئے۔ ہر چند کہ اس تحریک کو مرزائی اور مرزائی نواز اوباشوں نے سنگینوں کی سختی سے دبانے کی کوشش کی مگر مسلمانوں نے اپنے ایمانی جذبہ سے ختم نبوت کے اس معرکہ کو اس طرح سر کیا کہ مرزائیت کا کفر کھل کر پوری دنیا کے سامنے آگیا۔

تحریک کے ضمن میں انکوائری کمیشن نے رپورٹ مرتب کرنا شروع کی۔ عدالتی کارروائی میں حصہ لینے کی غرض سے علماء وکلاء کی تیاری مرزائیت کی کتب کے اصل حوالہ جات کو مرتب کرنا اتنا کٹھن مرحلہ تھا اور ادھر حکومت نے اتنا خوف و ہراس پھیلا رکھا تھا کہ تحریک کے رہنماؤں کو لاہور میں کوئی آدمی رہائش تک دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ جناب حکیم عبدالمجید سیفی نقشبندی مجددی، خلیفہ مجاز بانی خانقاہ سراجیہ مولانا احمد خان نے اپنی عمارت ۷ ربیڈن روڈ لاہور کو تحریک کے رہنماؤں کے لئے وقف کر دیا۔ تمام تر مصلحتوں سے بالائے طاق ہو کر ختم نبوت کے عظیم مقصد کے لئے ان کے ایثار کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحیم اشعر اور رہائی کے بعد مولانا محمد علی جالندھری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دوسرے رہنماؤں نے آپ کے مکان پر انکوائری کے دوران قیام کیا اور مکمل تیاری کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے گرامی قدر رفقاء مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد حیات فاتح قادیان، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا محمد شریف بہاول پوری، سائیں محمد حیات اور مرزا غلام نبی جانباز کا یہ ایک عظیم کارنامہ تھا کہ انہوں نے الیکشنی سیاست سے کنارہ کش ہو کر

خالصۃً دینی و مذہبی بنیاد پر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی نئے سرے سے تشکیل و بنیاد رکھی۔ اس سے قبل مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چودھری افضل حق اور خود حضرت امیر شریعت اور ان کے گرامی قدر رفقاء نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے قادیانیت کو جو چرکے لگائے وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ قادیان میں کانفرنس کر کے چور کا اس کے گھر تک تعاقب کیا۔ نیز مولانا ظفر علی خان اور علامہ محمد اقبال نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ردمرزائیت میں غیر فانی کردار ادا کیا۔ مجلس احرار اسلام کی کامیاب گرفت سے مرزائیت بوکھلا اٹھے۔ مجلس احرار اسلام پر مسجد گنج شہید کا ملبہ گرا کر اسے دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، صدر مجلس احرار نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلہ میں پورے ملک سے دوا کابر اولیاء اللہ ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان، اور دوسرے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نے ہماری رہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اقدس ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکنے نہ پائے۔ اسے جاری رکھا جائے۔ اس لئے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجدیں باقی رہیں گی۔ اگر اسلام باقی نہ رہا تو مسجدوں کو کون باقی رہنے دے گا۔

مسجد شہید گنج کے ملبے کے نیچے مجلس احرار کو دفن کرنے والے انگریز اور قادیانی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ انگریز کو ملک چھوڑنا پڑا۔ جب کہ مرزائیت کی تردید کے لئے مستقل ایک جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے نام سے تشکیل پا کر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوا رہی ہے۔ ان حضرات نے سیاست سے علیحدگی کا محض اس لئے اعلان کیا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ مرزائیت کی تردید اور ختم نبوت کی ترویج کے سلسلہ میں ان کے کوئی سیاسی اغراض ہیں۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان نے مرزائیت کے خلاف ایسا احتسابی شکنجہ تیار کیا کہ مرزائیت مناظرہ، مباہلہ، تحریر و تقریر اور عوامی جلسوں میں شکست کھا گئی۔ جگہ جگہ ختم نبوت کے دفاتر قائم ہونے لگے۔ مولانا لال حسین اختر نے برطانیہ سے آسٹریلیا تک قادیانیت کا تعاقب کیا۔ مرزائیت نے عوامی محاذ ترک کر کے حکومتی عہدوں اور سرکاری دفاتر میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش و کاوش کی اور وہ انقلاب کے ذریعہ اقتدار کے خواب دیکھنے لگے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں چند سیٹوں پر مرزائی منتخب ہوگئے۔ اقتدار کے نشہ اور ایک سیاسی جماعت سے وابستگی نے انہیں دیوانہ کر دیا۔ وہ حالات کو اپنے لئے سازگار پا کر انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کی سکیمیں بنانے لگے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اس نشہ میں دھت ہو کر انہوں نے ۲۹ر مئی ۱۹۷۴ء ربوہ ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعہ سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تحریک چلی۔ مولانا سید محمد یوسف بنوری مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر تھے۔ ان کی دعوت پر امت کے تمام طبقات جمع ہوئے۔ ''آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان'' تشکیل پائی جس کے سربراہ حضرت شیخ بنوری قرار پائے۔

امت محمدیہ ﷺ کی خوش نصیبی کہ اس وقت قومی اسمبلی میں تمام اپوزیشن متحد تھی۔ چنانچہ اپوزیشن پوری کی پوری مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شریک ہوگئی۔

رحمۃ للعالمین ﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ مذہبی و سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالحق،

پروفیسر غفور احمد، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، مولانا عبدالحکیم اوران کے رفقاء نے ختم نبوت کی وکالت کی۔ متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی اور پیپلز پارٹی برسر اقتدار طبقہ یعنی حکومت کی طرف سے دوسری قرارداد جناب عبدالحفیظ پیرزادہ نے پیش کی، جوان دنوں وفاقی وزیر قانون تھے۔قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہوگئی۔ پورے ملک میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، نوابزادہ نصراللہ خان، آغا شورش کاشمیری، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا عبدالقادر روپڑی، مفتی زین العابدین، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا صاحبزادہ فضل رسول حیدر، مولانا صاحبزادہ افتخارالحسن، سید مظفر علی شمسی، مولانا علی غضنفر کراروی، مولانا عبدالکریم صاحب بیر شریف، حضرت مولانا محمد شاہ امروٹی غرضیکہ چاروں صوبوں کے تمام مکاتب فکر نے تحریک کے الاؤ کو ایندھن مہیا کیا۔ اخبارات ورسائل نے تحریک کی آواز کو ملک گیر بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تمام سیاسی ومذہبی جماعتوں کا دباؤ بڑھتا گیا۔ ادھر قومی اسمبلی میں قادیانی ولاہوری گروپوں کے سربراہوں نے اپنا اپنا مؤقف پیش کیا۔ ان کا جواب اورامت مسلمہ کا مؤقف مولانا سید محمد یوسف بنوری کی قیادت میں مولانا محمد حیات، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا تاج محمود، مولانا سمیع الحق اور مولانا سید انور حسین نفیس رقم نے مرتب کیا۔ اسے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لئے چوہدری ظہورالٰہی کی تجویز اور دیگر تمام حضرات کی تائید پر قرعہ فال مولانا مفتی محمود مرحوم کے نام نکلا۔ جس وقت انہوں نے یہ محضر نامہ پڑھا قادیانیت کی حقیقت کھل کر اسمبلی کے ارکان کے سامنے آ گئی۔ مرزائیت پر اوس پڑ گئی۔ نوے دن کی شب روز مسلسل محنت وکاوش کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقتدار میں متفقہ طور پر ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے عبدالحفیظ پیرزادہ کی پیش کردہ متفقہ قرارداد کو منظور کیا اور مرزائی آئینی طور پر غیرمسلم اقلیت قرار پائے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء

۱۷؍فروری ۱۹۸۳ء کو مولانا محمد اسلم قریشی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کو مرزائی سربراہ مرزا طاہر کے حکم پر مرزائیوں نے مبینہ طور پر اغوا کیا، جس کے ردعمل میں پھر تحریک منظم ہوئی۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کی رحلت کے بعد اس وقت تک مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کا بوجھ میرے (مولانا خواجہ خان محمد) ناتواں کندھوں پر ہے۔ اس لئے آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کی امارت بھی حقیر کی حصہ میں آئی۔ اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ فضل ہے۔ جس نے جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کی عزت وناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں امت محمدیہ ﷺ کے تمام طبقات کو اتفاق واتحاد نصیب کر کے ایک لڑی میں پرو دیا اور یوں ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاءالحق صاحب کے ہاتھوں جاری ہوا۔ قادیانیت کے خلاف آئینی طور پر جتنا ہونا چاہئے تھا۔ اتنا تو نہیں ہوا۔ لیکن جتنا ہوا اتنا آج تک کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بن چکی ہے اور چاردانگ عالم میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی عزت وناموس کے پھریرے کو بلند کرنے کی سعادتوں سے بہرہ ور ہورہی ہے۔ دنیا کے تمام بڑ اعظموں میں ختم نبوت کا کام وسیع سے وسیع تر ہورہا ہے۔

ایک بدیہی حقیقت

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان تمام تر کامیابیوں وکامرانیوں میں ’’مقدمہ بہاول پور‘‘ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ختم نبوت کے محاذ پر مضبوط بنیاد اور قانونی واخلاقی بالادستی قادیانیت کے خلاف اسی مقدمہ نے مہیا کی ہے۔ فیصلہ مقدمہ کئی بار شائع ہوا۔ علماء کرام کے عدالتی

بیانات بھی متعدد بار شائع ہوئے لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ اس مقدمہ کی تمام تر کارروائی حضرات علماء کرام کی شہادتیں، بیانات، دلائل اور حقائق مرزائی وکیلوں کے جواب میں بطور جواب الجواب بیانات جو عدالت کے ریکارڈ پر تھے اور جرح و بحث کی تمام تر تفصیلات سامنے آئیں تاکہ علوم وحقائق کے بے بہا سمندر سے دنیائے اسلام فیض یاب ہوتی۔ یہ سب کچھ عدالت کے ریکارڈ میں مخفی خزانہ کی طرح پوشیدہ تھا۔ حالانکہ فیصلہ مقدمہ بہاول پور کی ابتدائی اشاعت کے وقت ہی مولانا غلام محمد مرحوم نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ تمام تر کارروائی کو شائع کیا جائے گا۔ لیکن ’’کل امر مرھون باوقاتہ‘‘ یہ کام آج تک پورے طور پر نہ ہوسکا۔ اﷲ رب العزت نے غیب سے اہتمام فرمایا اسلامی درد اور جذبہ رکھنے والے حضرات کو اﷲ رب العزت نے اس کام کی طرف متوجہ کیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ کام خود شروع نہیں کیا بلکہ قدرت الٰہی نے ان سے یہ شروع کرایا ہے۔ انہوں نے اسلامک فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ ساٹھ برس کی طویل مدت گزرنے کے بعد روئیداد مقدمہ حاصل کرنا اور اہل علم حضرات کے لئے مرتب کر کے پیش کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ قدرت الٰہی نے دست گیری فرمائی۔ ان حضرات نے محنت کی۔ کاررواں اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہا۔ منزل قریب ہوتی رہی۔ مقدمہ کی تمام کارروائی حاصل ہوگئی۔ اس کی ترتیب کا کام شروع ہوگیا۔ اسلامک فاؤنڈیشن کے نمائندوں نے بارہا طویل ترین تکالیف دہ سفر برداشت کر کے ملتان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر مرکزیہ میں اصل مرزائی کتب سے حوالہ جات کو بار بار پڑھا۔ فوٹو سٹیٹ حاصل کئے۔ شب و روز محنت و عرق ریزی کے بعد اسے کتابت کے لئے دے دیا گیا۔ تاآنکہ اس وقت دو ہزار صفحات کے قریب پر مشتمل یہ مجموعہ تیار ہوکر منصۂ شہود پر آنے والا ہے۔ ان شاء اﷲ العزیز! اسلامک فاؤنڈیشن کے حضرات کی روشن دماغی اور اپنے مشن سے اخلاص کی بدولت ملک عزیز کے نامور عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی مدظلہ العالی نے ان حضرات کی سرپرستی فرمائی۔ ان جیسے متبحر عالم حق کی سرپرستی ہی اس تاریخی دستاویز کی صحت و توثیق کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

اس تاریخی دفینہ اور علم و معرفت کے عظیم خزینہ کو مرتب کر کے پیش کرنا، بلاشبہ اسلامک فاؤنڈیشن کا ایک تاریخی گرانقدر کارنامہ ہے، جس پر پوری امت کو ان کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا ہے۔ قادیانیت جس طرح آج پوری دنیا میں رسوائی کا شکار ہے، اس کی بنیاد بھی اسی مقدمہ نے مہیا کی تھی اور اب قادیانیت کا اختتام بھی اسی مقدمہ کی اشاعت سے ہی ہوگا۔ (ان شاء اﷲ العزیز)

آخری گزارش

ختم نبوت سے وحدت امت کا راز بستہ ہے۔ فتنہ انکار ختم نبوت ملکی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی ناپاک استعماری سازش تھی۔ آج امت کے تمام طبقات و مکاتب فکر مل کر ہی باہمی اتحاد و اعتماد سے اس فتنہ کو ختم کر سکتے ہیں۔ اﷲ رب العزت کا فضل و کرم ہے کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے اکابر کی اس سنت کو زندہ رکھنے کی حکمت عملی کو اپنایا ہوا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کسی ایک فرقہ کا مسئلہ نہیں پوری امت کا مشترکہ مسئلہ ہے۔ اس میں کوشش و کاوش اور اجتماعی طور پر بڑھ چڑھ کر حصہ لینا تمام مسلمانوں کے لئے انتہائی ضروری ہے اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفاعت کا باعث ہے۔

حضرت حاجی امداد اﷲ مہاجر مکی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ، حضرت مولانا عبداﷲ خانقاہ سراجیہ، مولانا تاج

محمود امروٹی، مولانا غلام محمد دین پوری، مولانا رسول خان صاحب، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، پیر صبغۃ اللہ شاہ شہید، پیر آف پگاڑہ شریف، حضرت حافظ پیر جماعت علی شاہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی تکوینی طور پر اس محاذ کے انچارج تھے۔

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت مرزائیت کے تعاقب کے لئے تشکیل دی تھی جس میں حضرت مولانا بدر عالم، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے حضرات شامل تھے، جو قادیانیت سے تحریری وتقریری مقابلہ کرتے تھے اور دلائل باقی حضرات کے ذمہ تھے اور مولانا غلام غوث ہزاروی نشتر چبھویا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین! اللہ رب العزت کا فضل واحسان ہے کہ ۱۹۷۴ء میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید مولانا سید محمد یوسف بنوری نے قیادت وسیادت کا فریضہ سرانجام دیا۔ جب کہ مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم کے صاحبزادے مولانا محمد تقی عثمانی آپ کے ساتھ تھے۔ آج مولانا محمد انور شاہ کشمیری ہی کے شاگرد مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے صاحبزادے مولانا محمد مالک کاندھلوی کی سرپرستی میں یہ عظیم معرکہ سر کیا جارہا ہے۔

کروڑ رحمتیں ہوں ان تمام مقدس حضرات پر جن کی شب روز کی اخلاص بھری محنت رنگ لائی کہ آج قادیانی پوری دنیا میں رسوا ہورہے ہیں۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری کا ایک کشف ہے کہ ایک وقت آئے گا پوری دنیا میں مرزائیت نام کی کوئی چیز تلاش کرنے کے باوجود نہیں ملے گی۔ اسی طرح قطب دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ نے اپنے ایک خاص ارادت مند حاجی محمد عبدالرشید کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے کہ قادیانیت حرف غلط کی طرح پوری دنیا سے مٹادی جائے گی۔ وہ وقت قریب آن پہنچا ہے کہ مرزائیت کا فتنہ دنیا سے نیست ونابود ہونے والا ہے۔

اسلامیان عالم ہمت کریں، آگے بڑھیں منزل قریب ہے۔ رحمت حق انتظار کررہی ہے اور حضور ﷺ کی شفاعت کا مژدہ جانفزا ملنے والا ہے۔ اللہ رب العزت ہماری ان حقیر محنتوں کو اخلاص کی بدولت سے مالامال فرماکر اپنی رضا کا سبب بنائے۔ آمین ثم آمین!

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ النبی الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ واتباعہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین. آمین. آمین. آمین.

فقیر ابوالخلیل خان محمد نقشبندی، مجددی، سجادہ نشین
خانقاہ شریف سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ ضلع میانوالی
وامیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ۵؍شوال ۱۴۰۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مدعیہ عائشہ مرحومہ کا خاندان

از: حضرت مولانا سلطان محمود صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث، دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیروالہ ضلع ملتان

مرحومہ کے والد مولانا الٰہی بخش صاحب قوم ملانہ سے تعلق رکھتے تھے جو ایک معروف کاشتکار قوم ہے۔ آپ کے اصل وطن کا نام ''کوٹلہ مغلاں'' ہے۔ یہ ڈیرہ غازی خان کی سابقہ تحصیل جام پور سے تقریباً چھ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

آپ جوانی کی عمر کو پہنچ چکے تھے اور شادی ہو چکی تھی جب تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اس راہ میں آپ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل خاندان کے لئے حصول معاش اور حصول علم بیک وقت کرنا آسان نہ تھا۔ آپ فصل کی کٹائی کے موقع پر سخت محنت کر کے اہل خاندان کے لئے سال بھر کی ضرورت کی گندم کا انتظام کرتے اور پھر حصول علم میں منہمک ہو جاتے۔ اسی عالم میں آپ کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو آپ کی دختر بہت چھوٹی عمر کی تھیں۔ اس کی پرورش کی ذمہ داریاں بھی پوری کیں اور کسی نہ کسی طرح آخری عرصہ تعلیم دیوبند میں گزار کر وہاں سے فراغت بھی حاصل کی۔ اس کے بعد سابقہ ریاست بہاول پور کے ایک گاؤں مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور کی ایک قدیم اسلامی درسگاہ میں استاذ کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور زندگی کے آخری لمحوں تک تشنگان علوم اسلامیہ کی پیاس بجھاتے رہے۔ اس دوران ایک خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا۔ ان میں چند بطور مثال یہ ہیں:

مولانا الشیخ ابومحمد عبدالحق المحدث نزیل مکہ۔ آپ تمام علوم اسلامیہ خصوصاً علم حدیث کے بہت بڑے ماہر تھے، یہاں سے ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور آخری دم تک دارحضرت ارقم میں قائم شدہ دارالحدیث کے شیخ الحدیث رہے۔ یہاں دنیا بھر کے تشنگان علوم نے ان سے کسب علم کیا۔ ان کے شاگردوں میں عالم اسلام کی بڑی بڑی شخصیتیں شامل ہیں۔ آپ ایک بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ان کی عظیم تصانیف اب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی بخاری کی تین شروح میں سے شرح اوسط چھپ چکی ہے اور اہل علم سے خراج عقیدت وصول کر رہی ہے۔

حضرت مولانا الٰہی بخش کے دوسرے شاگردوں میں مولانا الشیخ خیر محمد صاحب نزیل مکہ مکرمہ اور مولانا حبیب اللہ بھی شامل ہیں۔ مولانا حبیب اللہ بہاول پور کے علاقے کی ایک بہت معروف درس گاہ مدرسہ عربیہ انوریہ واقع گمانی کے بانی تھے۔ ان حضرات کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں اہل علم نے مولانا الٰہی بخش سے کسب علم کیا۔

مقدمہ اور اس کے اسباب

میری اہلیہ مرحومہ، مولانا الٰہی بخش صاحب کی پہلی بیوی سے تھیں جو ان کے قبیلے بلکہ رشتہ داروں میں سے تھیں۔ ان کی وفات کے بعد مولانا نے دوسری شادی لودھراں کے ایک علمی خانوادے میں کی اور اس سلسلہ میں اپنی چھوٹی سی بچی کا نکاح اپنی دوسری بیوی کے بھائی عبدالرزاق سے کر دیا جو اس وقت بحیثیت طالب علم آپ کے ہاں (بستی مہند میں) پڑھا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد عبدالرزاق خفیہ طور پر مرزائی ہو گیا اور شادی کے بارے میں اصرار کرنے لگا۔ مولانا نے لڑکی کے عدم بلوغ کی وجہ سے فوری شادی سے معذرت کی اور یقین دلایا کہ جونہی لڑکی شادی کی عمر کو پہنچے گی وہ فوراً شادی کر دیں گے۔ لیکن عبدالرزاق شادی کے لئے بضد رہا۔ اس کا اصرار آہستہ آہستہ اتنی شدت اختیار کر گیا کہ لڑائی جھگڑے کا خطرہ بھی پیدا ہو گیا۔ مولانا اس کے غیر معقول مؤقف پر

پریشان تھے۔ انہیں حیرت ہوتی تھی کہ یہ آدمی قبل از وقت شادی پر اصرار کیوں کر رہا ہے؟ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اسی اثناء اس کی تبدیلی مذہب کے راز سے پردہ اٹھ گیا۔ مولانا کو جب واضح طور پر پتا چل گیا تو مولانا نے شادی سے یکسر انکار کر دیا اور کہا کہ تو کافر ہو چکا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان لڑکی کا تجھ سے نکاح باقی نہیں رہا۔ یہ وہ دور تھا جب میں (مولانا سلطان محمود) تقریباً سترہ برس کی عمر میں حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کے مدرسہ انوریہ میں علم صرف پڑھ رہا تھا۔ یہ ۱۳۴۴ھ کے آخری ماہ تھے۔

دوسال کے بعد جب لڑکی جوان ہوگئی تو مولانا الٰہی بخش صاحب نے عدالت میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا۔ یہ دعویٰ کئی مراحل پر خارج ہوا اور اپلیں ہوئیں۔ بالآخر بڑی تگ ودو کے بعد اس مقدمہ کی اپیل نواب سر صادق خان صاحب کے پاس، جو جوڈیشنل کمیٹی کے صدر تھے دائر کی گئی۔ کمیٹی کے حکم سے اس مقدمے کی ازسرنو سماعت ہوئی اور الحمدللہ! تاریخ میں پہلی بار عدالت کی طرف سے یہ فیصلہ صادر ہوگیا کہ مرزائی کافر ہیں اور مرزائی سے مسلمان لڑکی کا نکاح باقی نہیں رہتا۔

میرے ساتھ شادی

جب اس مقدمے کا فیصلہ مرحومہ کے حق میں ہوگیا تو مولانا نے بلا تاخیر اپنی دختر کی شادی کرنا چاہی۔ حضرت مولانا عبدالحق نے ابھی مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت نہ کی تھی اور وہ مولانا الٰہی بخش صاحب کے عظیم اور عزیز شاگردوں میں تھے۔ آپ نے انہی سے مشورہ طلب کیا۔ مولانا عبدالحق نے اپنے استاد کو میرے (مولانا سلطان محمود) بارے میں مشورہ دیا اور مولانا الٰہی بخش نے یہ مشورہ قبول کرلیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مولانا الٰہی بخش صاحب کو اپنے شاگرد پر بہت اعتماد تھا اور مولانا عبدالحق مجھے اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا سمجھتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مولانا الٰہی بخش سے مجھے براہ راست بھی تلمذ حاصل تھا۔ میں نے مولانا عبدالحق صاحب کے فرمان پر علم نحو کی مشہور کتاب شرح جامی اور حدیث کی مشہور کی کتاب ترمذی شریف کا نصف مولانا الٰہی بخش سے پڑھا تھا۔ وہ مجھ سے اچھی طرح متعارف تھے اور مجھ پر حد درجہ شفقت فرماتے تھے اور اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی تھا۔ وللہ الحمد!

میری شادی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک کرشمہ

مولانا الٰہی بخش صاحب مرحوم کے خاندان کے ساتھ میرے کسی قسم کے خاندانی تعلقات نہیں تھے۔ نہ ہمسائیگی کے، نہ رشتہ داری کے اور نہ واقفیت کے، نہ پیشہ ورانہ۔ چونکہ میرا خاندان کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا اور مولانا کی رہائش گاہ سے بہت دور تھے۔ ان سے کوئی واقفیت نہ تھی اور مجھے اس قابل ہونے کے لئے کہ میں ان کی دامادی کا شرف حاصل کرسکوں سالہا سال چاہئے تھے اور اتنے سال مولانا مرحوم اپنی دختر کو اپنے گھر میں نہ بٹھا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرحومہ کا نکاح اس کے بچپن ہی میں ایک جگہ کرا دیا اور پھر اس ناکح کو منزل پر پہنچایا کہ وہ شادی کے قابل نہ رہا۔ اس کا نکاح اس وقت تک سدّ رہ بنا رہا جب تک کہ میں اس قابل نہ ہوا کہ مولانا مرحوم کی دامادی کا شرف حاصل کرسکوں اور اس وقت تک یہ رکاوٹ اللہ تعالیٰ نے باقی رکھی۔ جب میں اس قابل ہوا تو اس وقت وہ رکاوٹ اس مقدمہ مرزائیت کے ذریعے دور ہوگئی مگر میری شادی کے لئے پھر بھی ایک رکاوٹ موجود تھی وہ یہ کہ ضلع ملتان کی عدالت سے عبدالرزاق اپنے حق میں فیصلہ یکطرفہ کرا چکا تھا اور میری رہائش جلال پور پیروالہ میں تھی جو ضلع ملتان کا ایک حصہ تھا۔ اب اس حالت میں شادی کر کے آتا تو وہ میرے خلاف کیس کرسکتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت تو زندہ رکھا، جب تک میں شادی کے قابل نہ ہوسکا۔ جب میں شادی کے قابل ہوا، تو دوسری رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر موت نازل کردی۔ جب مجھے مولانا الٰہی بخش کی دامادی کا شرف

حاصل ہوا اس وقت میری طالب علمی سے رسمی فراغت پر دو سال ہو چکے تھے۔ ان میں سے ایک سال میں نے بحیثیت استاذ اپنی پہلی مادر علمی یعنی مدرسہ انوریہ گمانی میں گزارا تھا اور دوسرے سال کے آغاز سے جلال پور پیروالہ میں آکر دارالحدیث محمدیہ میں تدریس کی ذمہ داریاں سنبھال چکا تھا۔ جہاں آج تک اپنی بساط بھر خدمت علوم اسلامیہ میں مصروف ہوں۔

شادی کی شرط اور مرحومہ کی وفاداری

میری شادی جمادی الثانیہ ۱۳۵۴ھ بمطابق ستمبر ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ شادی کے موقع پر مولانا الٰہی بخش نے صرف ایک شرط لگائی تھی۔ وہ یہ تھی کہ ان کی دختر ان کے ہاں بستی مہند میں ہی رہائش پذیر رہیں گی۔ میں نے ان کی یہ شرط قبول کر لی اور یہ طریق اپنا لیا کہ دو یا تین ہفتے جلال پور گزارتا اور پھر چند دنوں کے لئے مہند آجاتا۔ تین چار ماہ تک یہ دستور قائم رہا۔ اس کے بعد مرحومہ نے خود خواہش ظاہر کی کہ وہ جلال پور پیروالہ میرے ساتھ قیام کریں گی۔ میں نے ان سے کہا یہی میری عین خواہش ہے۔ بشرطیکہ آپ کے والد اس کی اجازت عطاء کر دیں۔ میں ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھانا ناجائز سمجھتا ہوں۔ انہوں نے خود ہی اپنے والد کو راضی کیا اور ہمیشہ کے لئے جلال پور پیروالہ کو اپنا گھر بنا لیا۔

ایک غیر رسمی لیکن بڑا مدرسہ

جلال پور میں پورے مدرسہ کا تعلیمی کام میرے ذمہ تھا۔ علم صرف، بلکہ فارسی سے لے کر فقہ وحدیث حتیٰ کہ صحیح بخاری تک کی تدریس تنہاء مجھ ہی کو سرانجام دینی ہوتی تھی اور میرے اوقات کا بیشتر حصہ اسی ذمہ داری کو نبھانے میں صرف ہوتا تھا۔ مرحومہ نے جلال پور آکر غیر رسمی طور پر ایک انتہائی مؤثر مدرسہ کی بنیاد ڈال دی۔ انہوں نے بھی گھر میں چھوٹی بچیوں سے لے کر نوجوان لڑکیوں تک کی تعلیم کے کام کا آغاز کر دیا۔ ان کے مدرسہ کا نصاب ناظرہ قرآن مجید، ترجمہ قرآن اور مولانا رحیم بخش کے سلسلہ اسلامیات کی پہلی دس جلدوں پر مشتمل تھا۔

طالبات میں فرقہ یا مسلک کی قید نہ تھی۔ اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی حتیٰ کہ شیعہ خاندانوں کی بچیاں قرآن مجید اور ترجمہ ان کے پاس پڑھتی تھیں۔ پھر طالبات کی اکثریت نے سلسلہ اسلامیات کی کتابیں بھی ان سے پڑھیں۔ یہ مرحومہ کی نیک نفسی، فطری شفقت، رحمدلی اور حسن اخلاق کی کشش تھی جس کی وجہ سے ہر مکتب فکر کے خاندان اپنی بچیاں پڑھنے کے لئے ان کے پاس بھیجتے تھے۔ یہ مدرسہ صرف حسبۃً للہ جاری تھا۔ وہ اپنی گھریلو ذمہ داری بھی پوری کرتیں لیکن زیادہ اوقات صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے اس کی کتاب اور اس کے دین کی تعلیم میں دیتیں۔ محتاط اس قدر تھیں کہ پوری زندگی کسی سے کوئی مطالبہ نہ کیا۔ کسی سے کوئی معاوضہ قبول نہ کیا اور ہر طالبہ پر اپنی شفقت ومحبت نچھاور کرتیں رہیں۔ لوگ ان کے اس انداز پر حیرت کا اظہار کرتے تھے۔ تعلیم دینے میں ان کی بے غرضی اور حد درجہ شفقت جو طالبات کو ان کی شخصیت کا اسیر کر لیتی تھیں۔ سب کے لئے حیرت ناک بات تھی۔ جلال پور میں حیات کے آخری دنوں تک انہوں نے اسی انداز میں زندگی گزاری۔

اولاد

ہمارا پہلا بچہ ۱۲؍شعبان ۱۳۵۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس کا نام ہم نے محمد یحییٰ رکھا۔ وہ ان کی اک جذباتی پیش گوئی کے مطابق میرے سامنے ایک بڑے کنبے کا مالک بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو مزید برکتیں عطا فرمائے۔ ہمارا دوسرا بچہ عبدالماجد شوال ۱۳۶۱ھ کے آخر میں پیدا ہوا۔

وفات اور پیش گوئی

عبدالماجد کی پیدائش سے تقریباً ایک ماہ بعد مرحومہ بیمار ہوئیں۔ ۹؍ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ میں ہمیں سوگوار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئیں۔ میں نے چند سطور پہلے ایک جذباتی پیش گوئی کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ تھی کہ وہ بیمار تھیں اور ہم ان کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے تو میری ہمشیرہ نے بڑے بچے عزیزی محمد یحییٰ کو جس کی عمر اس وقت کم وبیش اڑھائی برس تھی ان کے قریب کیا اور کہا یہ آپ کا بیٹا رو رہا ہے اسے تسلی دیں تو ہاتھ جھٹک دیا اور کہا میرا نہیں اپنے ابّا جی کا ہے انہیں کے پاس رہے گا۔ پھر چھوٹے عبدالماجد کو نظر بھر کے دیکھا اور کہا کہ یہ میرا ہے میرے پاس رہے گا۔ ان کی بات حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ عبدالماجد تقریباً تین ماہ بعد ہمیشہ ساتھ رہنے کے لئے اپنی والدہ کے پاس چلا گیا۔

سات سالہ رفاقت

میرے لئے مرحومہ کی سات سالہ رفاقت کا زمانہ صحیح معنوں میں سعادت اور برکت کا زمانہ تھا۔ وہ بہترین رفیق زندگی تھیں۔ میں جذباتیت سے الگ ہو کر محض حقیقت بیان کرتا ہوں کہ ان سات سالوں میں انہیں میں نے کسی وقت غصے کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ ہمسائیوں کے ساتھ ان کے تعلقات مثالی تھے۔ کبھی کسی ہمسایہ عورت سے ان کا الجھاؤ نہیں ہوا۔ ان کے پاس بچیوں کی ایک بڑی تعداد پڑھتی تھی۔ ان میں سے جو زندہ ہیں وہ آج بھی انہیں یاد کرتی ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے دعائیں نکلتی ہیں۔

میں نے نماز وروزے اور دیگر فرائض کے سلسلے میں انہیں حد درجہ مستعد پایا۔ ان کا اللہ سے تعلق بہت مضبوط تھا۔ ان کے منہ سے کسی کے بارے میں کبھی غیبت کا کوئی لفظ نہ نکلا۔ پردے کی اتنی شدت سے پابند تھیں کہ انہیں منہ کھلے ہوئے یا تو میں نے دیکھا یا ان کے والد مرحوم نے۔ ان کے والد کے سوا ان کا کوئی محرم نہ تھا۔ تمام غیرمحرموں سے خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں یا میرے، وہ مکمل پردہ کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اعلیٰ علّیین میں جگہ دے۔ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور تمام نیک اعمال کو قبول فرمائے۔ آمین!

۱۹۸۸ء (مولانا سلطان محمود)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میری اماں جی

(پروفیسر محمد یحییٰ ایم.اے)

میں اپنے گھر کے چھوٹے سے صحن میں کھیل رہا ہوں کہ والد گرامی اور پھوپھی مجھے بلاتے ہیں اندر چلو، اپنی اماں جی سے کہو وہ دوائی پی لیں، دوائی پئیں گی تو ٹھیک ہوں گی۔

اندر کمرے کے ایک کونے میں بستر کے پاس کچھ عورتیں بھی ہیں میں جاکر آواز دیتا ہوں امّاں جی! امّاں جی آپ دوائی پی لیں تاکہ آپ ٹھیک ہوجائیں۔’’میں یہ بات شاید کئی دفعہ دہراتا ہوں وہاں بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک کہتی ہیں۔ اٹھئے! محمد یحییٰ آپ سے کہہ رہا ہے آپ دوائی پی لیں۔‘‘ اور شاید وہ دوائی پی لیتی ہیں۔

میری عمر بمشکل ڈھائی سال تھی۔ میری ذات کوئی اہمیت رکھتی ہے، میری بات کا ایک وزن ہے، میرے شعور میں یہ احساس امّاں جی کے حوالے سے بیدار ہوا۔

یہ منظر شاید ایک سے زیادہ دفعہ دہرایا گیا۔ اس سے امّاں جی کی تکلیف اور بیماری کا احساس بھی جاگا۔ ان کے بارے میں ایک عجیب سی کیفیت دل میں پیدا ہوئی۔ جس میں اپنائیت، محبت، شفقت اور ایک بے نام سا حزن موجود تھا۔ مجھے یاد ہے سالوں بعد تک میرے بچپن میں جب ان کا ذکر آتا تھا تو ایسی ہی کیفیت دل میں جاگتی تھی اور ان کا ذکر بہت آتا تھا۔ گھر میں میری پھوپھی رہا کرتی تھیں۔ وہی میری پرورش میں ابّا جی کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اگرچہ میرے کام زیادہ تر ابّا جی اپنے ہاتھ سے خود ہی کیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ میری وابستگی اتنی شدید تھی کہ نہانے، کپڑے بدلنے جیسے کام بھی انہیں خود ہی کرنے پڑتے تھے۔ میں کسی اور کے ہاتھوں ان کاموں کے لئے راضی نہیں ہوتا تھا۔ کھانا بھی صرف انہی کے ساتھ کھاتا تھا۔ وہ سفر میں جاتے تو مجھے ساتھ لے جاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میں رات کو نیند سے جاگا، شاید پیاس لگی تھی، اور دیکھا کہ ابّا جی اپنے بستر پر موجود نہیں تھے۔ میں نے رونا شروع کردیا۔ سارے گھر کو سر پر اٹھالیا۔ پھوپھی نے بہت بہلایا، ہزار کوشش کی، لیکن میری ایک ہی رٹ تھی۔’’ابّا جی کہاں ہیں؟ مجھے ابّا جی کے پاس لے چلو۔‘‘ وہ اس وقت تقریباً ڈیڑھ میل دور ایک قریبی گاؤں میں تشریف لے گئے تھے۔ ہمارے ہمسائے میاں اللہ بخش نے جنہیں میں چچا کہا کرتا تھا مجھے اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں لے کر اس گاؤں کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو والد گرامی واپس ہورہے تھے۔ ساتھ روشنی کے لئے پیٹرومیکس لیمپ تھے جنہیں میرے بچپن میں مقامی طور پر گیس کہا جاتا تھا۔ میں بھی ساتھ واپس ہوا۔ چچا اللہ بخش نے واپسی کے راستے میں مجھے تھوڑا سا چڑایا بھی۔ کوئی بچہ ایسی ضد نہیں کرتا۔ صرف تم اتنے ضدی ہو۔ رزاق بخش ان کا اکلوتا بیٹا آرام سے اپنے گھر میں ہے۔ اس نے میرے ساتھ آنے کی کوئی ضد نہیں کی۔

ان کی بات درست تھی لیکن مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اب سوچتا ہوں تو سمجھ آتا ہے کہ والد گرامی سے یہ شدید وابستگی اور ہروقت ان کے ساتھ رہنے کی ضد اسی لئے تھی کہ میں ڈھائی سال کی عمر میں اپنی عزیز ترین ہستی کو گم کرچکا تھا۔ اس وقت شاید میں سورہا تھا نہیں میں غالباً اپنے کھیل میں گم تھا۔ میرے پاس میری پھوپھی آئیں مجھ سے کہا۔ یحییٰ اٹھو، چچا اللہ بخش کے ساتھ باہر جاؤ وہ تمہیں کیلے لے کردیں گے۔ شاید میں چلا گیا۔ پھر اتنا یاد ہے میں اپنی اماں جی کو ڈھونڈتا تھا اور مجھے یہ جواب ملتا تھا کہ وہ حج پر گئی ہوئی ہیں۔ کچھ عرصے

میں واپس آ جائیں گی۔ وہ کبھی واپس نہ آئیں۔ ان کا جج مستقل ہو گیا۔ لیکن اب میں اپنی عزیز ترین ہستیوں کے بارے میں کوئی دھوکا کھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت عزیز ترین ہستی صرف ایک تھی۔ ''ابا جی،، ہر وقت ابّا جی ابّا جی'' مجھے پھوپھی اور دوسرے اکثر چڑاتے تھے۔ میں کبھی پراوہ نہیں کرتا تھا۔ یہ لفظ اس طرح میری زبان پر جاری رہتا۔

میں نے اسی نوعمری میں اپنی پھوپھی کو اکثر اداس دیکھا تھا۔ انہیں اس طرح کے اور بھی صدمے دیکھنے پڑے تھے۔ وہ چھوٹی سی تھیں کہ میرے دادا، دادی فوت ہو گئے تھے۔ میرے چچا فوت ہو گئے تھے لیکن یہ آبائی وطن بیٹ احمد نزد گمانی تحصیل احمد پور شرقیہ کی بات تھی۔ جہاں پھوپھی پہلے رہا کرتی تھیں۔ دادا، دادی کی وفات کے بعد ابّا جی جلال پور آ گئے تھے۔ پھوپھی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ یہاں ان کی سہیلیاں ان کے پچھلے صدموں سے زیادہ واقف نہ تھیں۔ واقف تو ہوں گی لیکن ان میں شریک نہ تھیں۔ امّاں جی کی وفات کے صدمے میں وہ خود بھی شریک تھیں۔ یہ سب ان کی شاگرد تھیں۔ ان کے بچپن کا سہانا زمانہ امّاں جی کے ساتھ گذرا تھا۔ دن کا اکثر وقت وہ ہمارے گھر پر ہوتیں۔ بڑی رونق ہوتی تھی۔

تذکرہ اکثر ماں جی کا ہوتا تھا۔ گاہے بگاہے بڑی عمر کی خواتین بھی آتیں۔ آتے ہی مجھے بلا کر گلے لگاتیں میں ان سے جھینپتا بھی بہت تھا کیونکہ ان سب سے زیادہ مانوس نہ تھا۔ وہ میرا نام بھی پورا لیتیں محمد یحییٰ اور اکثر نام لینے کے بعد خاموش ہو جاتیں۔ گھر والے صرف یحییٰ کہتے۔ یہ پورا نام مجھے عجیب سا لگتا اور یہ ساری خواتین ٹھنڈی آہیں بھر بھر کر امّاں جی کا تذکرہ شروع کر دیتیں۔

ان خواتین کی اکثریت بھی امّاں جی کی شاگرد تھی میری پیدائش سے پہلے ان سے پڑھتی تھیں۔ یہ راز اب تک نہ کھلا کہ وہ میرا پورا نام کیوں لیتی ہیں۔ وہ اس لئے کہ وہ اپنی مرحوم استانی کے احترام میں ایسا کرتی تھیں یا اس لئے کہ انہوں نے امّاں جی سے ہمیشہ میرا پورا نام ہی سنا تھا؟ امّاں جی کے بعد گھر میں پھوپھی تھیں وہ صرف یحییٰ کہا کرتی تھیں البتہ میری خالہ جو امّاں جی کی وفات سے پہلے ہمارے ہاں رہی تھیں اور بعد میں زیادہ آنا جانا نہ تھا کیونکہ ان کا گھر دور تھا، ہمیشہ اہتمام سے پورا نام محمد ''یحییٰ،، لیتیں۔

خالہ سے کبھی کبھار ملنا ہوتا تھا۔ بڑی پھوپھی بھی جو اپنے آبائی گھر میں ہی مقیم تھیں کبھی کبھی آتیں۔ لیکن جب بھی ملاقات ہوتی باتوں کا سب سے اہم موضوع امّاں جی ہوتیں۔ ان کا پیار، ان کی شفقت، ان کی مہمان نوازی ان کے مزاج کی سادگی، ان کی نیکی، غرض کتنے پہلو تھے جن کی یاد تازہ کی جاتی۔

یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا، فسادات ہوئے، ساری آبادی الٹ پلٹ گئی اور گفتگو کے لئے ایک کے بعد دوسرا اہم موضوع سامنے آتا گیا۔ پہلے موضوع کی پہلی والی اہمیت باقی نہ رہی۔ پھوپھی کی شادی ہو گئی اور وہ اپنے آبائی وطن چلی گئیں۔ میں اسکول جانے لگا گھر کے ماحول میں بہت تبدیلیاں آ گئیں لیکن ایسا اب بھی ہوتا کہ کوئی خاتون گھر آتی مجھے بلایا جاتا، میرا پورا نام لے کر بلاتیں، محبت اور پیار کا اظہار کرتیں یہ بھی کہا جاتا، بی بی ہوتیں تو تمہیں دیکھ کر کتنی خوش ہوتیں اور اس کے بعد انگلیوں سے آنکھیں پونچھتی ہوئی واپس ہو جاتیں۔ یہ سلسلہ میرے کالج کے زمانے تک چلتا رہا۔

دماغ پر زور دینے کے باوجود بھی پیاری سی صورت ذہن میں پوری طرح نمایاں نہ ہوتی۔ لیکن ان کا وجود یقینی تھا۔ زندگی میں ان کی تربیت نے بہت سی شخصیتوں کو نکھارا سنوارا تھا۔ موت کے بعد میرے تشخص میں ان کا کردار موجود رہا۔ دل کا گداز، خوبصورت اور سچے جذبے اور دوسروں کے کام آنے کا جذبہ یہ سب ان نمونوں کے مطابق پروان چڑھتے رہے۔ جن کا تذکرہ امّاں جی کے حوالے سے ہمارے گھر میں ہر وقت ہوتا رہتا تھا اور مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ خود صبر کرنا، اپنی تکالیف کو معمولی سمجھنا اور دوسروں کے کام آنا ان کی بنیادی

خصوصیات تھیں۔ انہی کی وجہ سے وہ ان سب لوگوں کو محبوب تھیں، جن سے ان کا واسطہ تھا۔

اب خالہ سے مل کر اماں جی کی باتیں کر دیں تو انہوں نے بتایا کہ اڈی کو اپنے والد کا بہت خیال رہتا تھا۔ ان پر جان دیتی تھیں۔ اکثر کہا کرتیں میرے لئے ابّا نے بہت مصیبتیں جھیلی ہیں، اتنا ہر باپ نہیں کر سکتا، خالہ کے بقول وہ مصیبتیں تھیں بھی بہت، ملتان میں جب مقدمے کا یک طرفہ فیصلہ ہمارے خلاف ہوگیا تو فرنگی سرکاری کارندوں نے برآمدگی کے لئے چھاپے مارے۔ ہم سب لوگ کبھی ایک گھر میں چھپتے تھے، کبھی دوسرے میں۔ پھر بہاول پور میں پہلے دو فیصلے ہمارے خلاف گئے تھے۔ اس دوران میں بھی یہی حال تھا۔ بستی مہند میں کسی گھر میں کوئی ایسا کمرہ نہیں تھا، جس میں مختلف اوقات میں ہم لوگ نہ چھپے ہوں اڈی تو خوف سے کانپ رہی ہوتیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے۔ اس حالت میں اللہ میاں سے دعائیں کرتی جاتیں۔ ہمارے ابّا تاریخیں بھگتنے کے لئے اکثر پیدل میلوں سفر کرتے ہر طرح کی لالچ دی گئی، لاکھوں روپے انہیں مرزائی جماعت نے پیش کئے، اڈی کو ڈرانے دھمکانے کی بھی بہت کوشش کی لیکن باپ بیٹی پر کبھی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جب مقدمے کا فیصلہ ہوا اور اطمینان کا دور آیا تو اڈی بے حد خوش تھی اور اپنے ابّا پر فدا تھی۔ شادی ہوگئی۔ جلال پور سے جب بھی آتی خاص طور پر ابّا کے لئے سفید کرتے اور نیلی تہبند پر مشتمل جوڑے ساتھ لے کر آتیں۔ ابّا کو یہی لباس پسند تھا۔ وہ بڑے اہتمام سے سفید کرتوں پر کڑھائی بھی کرا کے لایا کرتیں۔

خالہ نے اپنی بعض خانگی مشکلات کے دوران ایک لمبا عرصہ ہمارے ہاں جلال پور میں قیام بھی کیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میری امّی اور ابّا جی میں تعلق کیسا تھا، تو وہ کہنے لگیں تمہارے ابا جی جس وقت اسباق سے فارغ ہو کر گھر آتے تھے تو پھر اڈی ہمیں بھول جایا کرتی تھیں۔ میں نے پوچھا مجھ سے کتنا پیار تھا؟ کہنے لگیں، تم شادی سے تقریباً پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ میرا بیٹا عبدالستار تم سے تقریباً دوسال بڑا تھا۔ اڈی جس طرح تم پر جان چھڑکتی تھیں میں بھی اس پر حیران ہوتی تھی۔ بچے کسی نہ کسی وجہ سے روتے ہیں لیکن تم جب روتے تھے اڈی بس یہی سمجھتی تھیں کہ تمہیں کہیں نہ کہیں درد ہو رہا ہے، تمہارا رونا عام رونا ہوتا تھا، لیکن اڈی کا دل بری طرح تڑپتا جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے ماں بن کر پالا تھا۔ لیکن جب تمہارے پالنے کا وقت آیا تو وہ کوئی اور چیز بن گئی تھیں۔

میرا چھوٹا بھائی عبدالماجد جب پیدا ہوا تو اماں جی کی حیات مستعار میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی تھا۔ اسی دوران ہی وہ بیمار ہوگئیں۔ عبدالماجد کو تو ٹھیک طرح ماں کا دودھ بھی نصیب نہ ہوسکا۔ ماں کی مامتا میں اس کا حصہ بہت زیادہ تھا، مجھے انہوں نے میرے ابّا جی کے سپرد کر دیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔

انہوں نے سب کے حقوق ادا کئے۔ چھوٹی بہن کو ماں بن کر پالا اور ساری عمر اس پر شفقتیں نچھاور کیں، چھوٹی نند کو پالا پوسا اور ماں کی طرح اس کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا۔ خاوند سے محبت کی اور ان کی خدمت اور دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ محلے کے تمام گھرانوں کی خدمت کی، مصیبت میں ان کے کام آتیں اور ان کی نوجوان بچیوں کو پڑھایا اور ان کی تربیت کی اپنے بیٹے کو اپنی محبت وشفقت کے بحر ذخار میں غرق کر دیا اور چھوٹے بیٹے پر اپنی جان نچھاور کر دی۔ یہ سب حقوق انہوں نے اچھی طرح ادا کئے اور کسی سے کوئی بدلہ نہ چاہا۔ بیٹا جوان ہوتا تو شاید ان کی خدمت کرتا، انہوں نے خدمت تو کجا یہ بھی گوارا نہ کیا کہ ذرا ہوشیار ہو کر ان کا دل ہی بہلا دے۔ خاوند کی گواہی یہ ہے کہ سات سالہ رفاقت میں کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا، کبھی شکایت کا موقع نہ دیا اور وہ سارے حقوق بھی معاف کر دیئے۔ جو شادی کے وقت فریقین کی رضا سے طے ہوئے تھے۔ بہن کو اپنے گھر کا کیا اور خود شادی کے بعد دور چلی آئیں، اس سے رفاقت کا حق بھی نہ لیا۔ البتہ اپنی محبتیں نچھاور کرتی رہیں۔ نند کو پالا پوسا، ماں کا پیار دیا خدمت لینے کا وقت آیا تو اپنے رب کے حضور چلی گئیں۔ ان کی زندگی ان کے رب

کی تھی اس پر سب سے زیادہ حق بھی اسی کا اور اس کے رسول کا تھا۔تنہائی میں دعائیں اور مناجاتیں ان کا اور ان کے اللہ کا معاملہ ہے،انہوں نے زندگی کے وہ سارے اوقات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی تعلیم کے لئے وقف کر دیئے تھے۔جو انتہائی بنیادی ضرورتوں سے بچتے تھے۔خالہ کہتی ہیں میں سلائی اور کڑھائی کی ماہر تھی،اڈی کو یہ کام کبھی کرنا نہ آیا۔میں ان پر ہنستی تھی،ان کا مذاق بناتی تھی وہ صرف مسکرا دیتی تھیں۔ان کا دل کتابوں میں لگتا تھا یا تلاوت میں،انہیں پوری طرح پتا تھا کہ یہ زندگی ان کی اپنی نہیں اللہ کی امانت ہے۔وہ اس امانت میں خیانت برداشت نہیں کر سکتی تھی،جس زندگی کو اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اتباع میں بسر ہونا تھا وہ جھوٹے نبی کی جھوٹی امت کی نذر نہیں کی جاسکتی تھی۔اس دور میں زندگی کی لذتوں کے عوض بہت سوں نے اپنے ایمان کا سودا کیا۔مرزائیوں کے پیسے اور انگریزوں کی مراعات نے بہت لوگوں کو خرید کر لیا،لیکن سخت سے سخت آزمائش کے دوران انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی کمزوری نہ دکھائی۔سالہا سال فقر و تنگ دستی میں زندگی گذار لی،لیکن لاکھوں روپے،زیورات اور زمینوں کی پیش کش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔مسلسل خوف و ہراس کے عالم میں ہر طرح کی تکلیف سہ لی لیکن زندگی بھر کلمہ شکایت زبان پر نہ آیا۔عین اس وقت جب وہ وقت کے قانون کے شکنجے میں کسی ہوئی تھیں اور فیصلے کے بعد فیصلے ان کے خلاف ہو رہے تھے۔فرنگی سرکار کے کارندے مرزائیوں کی حرام کی دولت کی لالچ میں کتّوں کی طرح ان کی تلاش میں سرگرداں تھے وہ پوری ثابت قدمی سے رسول اللہ ﷺ کی محبت اور جھوٹے نبی سے نفرت کے عظیم سرمایہ کی حفاظت کرتی رہیں۔آزمائش کا یہ عرصہ تھوڑا بھی نہ تھا۔بلکہ سفر طویل نو سالوں پر محیط تھا۔اگر ان کے پائے استقلال میں لغزش آجاتی یا مال و متاع کی کشش ان کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی تو مرزائی دنیا بھر میں اپنی ظفر مندی کا ڈنکا بجاتے پھرتے اور امت مسلمہ کا سرنگوں ہو جاتا۔علماء نے اپنا زور لگایا۔ناموس رسالت کے پروانے مرزائیوں کے خلاف ڈٹے رہے۔لیکن یہ فیصلہ کن عدالتی اور قانون کی جنگ تھی۔ایک غریب باپ اور ایک صابرو شاکر بیٹی نے پوری قوت سے لڑی اور پوری امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا سر فخر سے بلند کر دیا۔وہ اس شاندار فتح کو امت کے سپرد کر کے خاموشی سے اپنے روزمرہ کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے اور بعد میں زندگی کے آخری لمحے تک اس سلسلے میں ایک حرف افتخار بھی زبان پر نہ لائے نہ کسی صلے کی تمنا کی نہ ہی کسی سے اعتراف و احسان مندی کا تقاضا کیا۔

میں نے ابّا جی سے پوچھا کیا کبھی اس مقدمے اور اس میں شاندار کامیابی کا تذکرہ گھر میں ہوا۔انہوں نے فرمایا زندگی کے آخری لمحے تک تمہاری امّاں نے کبھی کوئی اشارہ بھی اس طرف نہیں کیا۔انہیں اطمینان قلب کی دولت نصیب تھی۔وہ اپنی زندگی سے پوری طرح مطمئن تھیں ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے جو چاہا تھا انہیں مل گیا۔یہ اطمینان ان کے ہر عمل سے ظاہر تھا۔ان کی زندگی کے اسلوب سے جھلکتا تھا لیکن زبان پر کوئی کلمہ فخر و مباہات کبھی نہ آیا تھا اور آج بھی وہ روز اول کی طرح صلے اور ستائش سے بے پرواہ جلال پور پیروالہ کی خاک میں ایک کچی قبر میں آسودہ ہیں۔ان کے پہلو میں ایک چھوٹی سے قبر اور بھی ہے ان کے بیٹے عبدالماجد کی گواہی دے رہی ہے کہ اپنے دونوں بچوں کے بارے میں ان کی زبان سے جو نکل گیا تھا۔اللہ نے اسے پورا کر دیا۔

اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا وعافھا واعف عنھا، اللّٰم نور مرقدھاہ اللّٰم اکرم نزلھا وجزاھا عنی وعن جمیع المسلمین خیر جزاء

ہدیۂ تبریک

بزرگان کا قول ہے: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

لہٰذا ادارہ ہذا کا فرض ہے کہ وہ ان حضرات گرامی کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرے، جنہوں نے علم وعرفان کی دستاویز کی طباعت کے سلسلہ میں معاونت فرمائی۔

ناظرین گرامی جانتے ہیں کہ اجتماعی معرکہ سر ہونے کی صورت میں بعض اوقات انسان یہ فیصلہ کرنے میں ناکام رہتا ہے کہ کس مجاہد کے سر پر دستار فضیلت رکھی جائے، بعینہٖ یہی صورت ادارہ ہذا کو درپیش ہے، کیونکہ ہر فرد جس نے حق وباطل کی اس دستاویز کی اشاعت میں حصہ لیا۔ ان کی خدمات اتنی عظیم ہیں کہ اپنی جگہ ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔

لہٰذا ادارہ ہذا ان تمام حضرات کا عموماً اور درج ذیل حضرات کا خصوصاً مشکور ہے، جنہوں نے اس سلسلہ میں تعاون فرمایا۔ جناب

۱...... حافظ حاجی فرید الدین احمد صاحب الوجیہہ صدر سنٹرل جج پلگر مزلیگ آف پاکستان کراچی، ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے دنیوی دولت سے نوازے اسے اپنے دین اور اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے بھی منتخب فرمالے۔ اس قحط الرجال دور میں حسن اتفاق سے اگر کسی کو یہ دونوں نعمتیں میسر آجائیں تو اس کا شمار قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں ہوگا۔ بفضل تعالیٰ جناب حافظ صاحب محترم کا شمار ایسے ہی اصحاب میں ہوتا ہے۔ اپنے والد گرامی خان بہادر حضرت حاجی وجیہہ الدین صاحب قدس سرہ مہاجر مدنی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے گزشتہ پچاس برس سے حجاج حضرات کی خدمت، مساجد ودینی مدارس کی مالی معاونت اور اسلامی لٹریچر کی بلا معاوضہ اشاعت میں روز وشب مصروف ہیں۔ آپ نے اور آپ کے متوسلین نے گراں قدر عطیہ دے کر ادارہ ہذا کو مالی لحاظ سے اس درجہ مستحکم بنادیا کہ مزید کسی امداد کی حاجت نہ رہی۔

۲...... جناب مولانا عزیز الرحمن صاحب جالندھری مرکزی جنرل سیکرٹری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے والد گرامی حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی جیتی جاگتی تصویر اوران کے اوصاف ومحامد کے صحیح وارث ہیں۔ آپ نے اپنے والد مرحوم کی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی تمام زندگی تبلیغ واقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ آپ نے ادارہ ہذا پر جو احسان فرمایا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ادارہ ہذا کے لئے مرزائی مبلغین کے عدالت میں دیئے گئے بیانات جو ۳۳-۱۹۳۲ء میں قادیان (ہندوستان) سے شائع ہوئے، نیز مرزا قادیان اوران کے متبعین کی تصانیف کا حصول ایک مسئلہ بنا ہوا تھا۔ بفضل تعالیٰ مولانا مدظلہ العالی کے توسط سے وہ مشکل آسان ہوئی۔ اس سلسلہ میں ادارہ ہذا کے نمائندگان کو بارہا مرکزی دفتر تحفظ ختم نبوت ملتان جانا پڑا۔ حضرت ممدوح نے نہ صرف ہر باران کے قیام وطعام کا انتظام فرمایا بلکہ بسا اوقات تمام دن بذات خود کتب خانہ میں بیٹھ کر مطلوبہ اقتباسات کی تلاش میں امداد فرماکران کی فوٹو کاپیاں مہیا فرمائیں۔

۳...... جناب ملک رب نواز صاحب منیجر غلام علی اینڈ سنز پرنٹر اینڈ پبلشرز سرکلر روڈ لاہور نے خالصتاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی خوشنودی کی خاطر ادارہ ہذا کے ساتھ جو تعاون فرمایا دور حاضر میں ان کی نظیر ملنا آسان نہیں۔ ملک صاحب محترم جو نشر واشاعت کا پچاس سالہ تجربہ رکھتے ہیں نے گزشتہ تین برسوں میں نہ صرف ادارہ ہذا کی مسلسل رہبری فرمائی بلکہ کتابت، تصحیح اور اشاعت کا تمام کام بغیر کسی مالی منفعت کے اپنی زیر نگرانی کرایا اور یہ کہنا کہ خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ ملک محترم کی بے لوث خدمت اور لگن کے بغیر ادارہ

ہذا کے لئے شاید یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ اس عظیم وضخیم دستاویز کو قارئین گرامی تک پہنچاتا۔

۴...... قارئین گرامی پر علم وعرفان کی اس عظیم دستاویز کی اہمیت وافادیت بہتر طریق پر اجاگر کرنے اور اس کے متعلق شک وشبہ سے بالا ایک واضح پختہ رائے قائم کرنے میں معاونت کی غرض کے پیش نظر ضروری سمجھا گیا کہ وطن عزیز کے مقتدر علماء مشائخ کے گراں قدر تبصرے حاصل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان حضرات کی طرف رجوع کیا گیا جن تک اندریں حالات رسائی ممکن ہوسکی۔

رب محمد ﷺ کا احسان ہے کہ ہر مکتبہ فکر کے واجب الاحترام اکابرین نے اس مادہ پرستی کے دور میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس عظیم دستاویز کے مطالعہ میں اپنا قیمتی وقت صرف فرمایا اور گراں قدر تبصروں سے نوازا جو آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائے جاسکتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جملہ اہل خیر حضرات کو اپنے بہترین انعامات سے نوازے اور ان کی اس خدمت کو توشۂ آخرت کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العالمین!

سیکرٹری جنرل سید افتخار احمد

اسلامک فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) لاہور

حضرت مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی

اعتذار وتشکر

بہاول پور کے معرکۃ الآرا مقدمہ مرزائیہ کی اہمیت وشہرت اور اسلامیان ہند کے مضطربانہ انتظار کا اقتضاء یہ تھا کہ اس تاریخی مقدمہ کے بصیرت افروز فیصلہ کی اشاعت میں تاخیر نہ کی جائے۔ مگر باقاعدہ نقل، کتابت، طباعت اور ان کے مصارف ایسے امور تھے۔ جنہوں نے اشاعت کو تعویق میں رکھا۔ حتیٰ کہ بعض اصحاب نے خطوط اور اخبارات کے ذریعہ مجھ کو اشاعت کی طرف توجہ دلائی۔ اگرچہ بمتقضاء ''کل امر مرھون باوقاتھا'' اشاعت میں غیرمعمولی تاخیر ہوئی ہے، تاہم مجھے اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل ہوگئی۔ الحمدللہ علٰی ذالک! جن اصحاب نے فیصلہ کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی یا اس کی اشاعت میں مالی امداد فرمائی ہے۔ میں ان تمام اصحاب کا عموماً اور انجمن مؤیدالاسلام بہاول پور کا خصوصاً شکریہ ادا کرتا ہوں۔ انجمن موصوف نے مقدمہ کے مصارف اور فیصلہ کی طباعت میں نمایاں حصہ لیا ہے اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس فیصلہ کو طالبین حق کے لئے مشعل ہدایت بنائے۔ آمین!

(مولانا) غلام محمد شیخ الجامعہ بہاول پور

۲۵؍جولائی ۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریب

از: حضرت مولانا ابوالعباس محمد صادق نعمانی

بہاولپور شمالی پنجاب کی ریاستوں میں سے سب سے بڑی اسلامی ریاست ہے، جس کو معدلت گستر تاجدار عباسی نواب حاجی سر محمد صادق خان صاحب بالقابہ دام اللہ تعالیٰ اقبالہ وملکہٗ کی قلم رو ہونے کا فخر حاصل ہے۔ یہ بصیرت افروز فیصلہ اس سرزمین معدلت آئین کے ایک روشن ضمیر ودقیق النظر فاضل جج کی کامل دوسال کی تحقیق شرعی کا صحیح نتیجہ ہے۔

اس معرکتہ الآرا مقدمہ کے تاریخی حالات اور عدالتی مراحل اور فریق ثانی کی درمیانی تعویقات کی پوری سرگزشت عالی جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر کے فیصلہ میں بطور تمہید نہایت جامعیت کے ساتھ مذکور ہے۔ جس کا اعادہ تحصیل حاصل سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ لہٰذا یہ فیصلہ بغیر کسی تمہید یا دیباچہ کے شائع کیا جاتا ہے۔ مگر قارئین کی بصیرت کے لئے صرف اس قدر گزارش کی جاتی ہے کہ جب مقدمہ ہذا عدالت عالیہ دربار معلّٰی سے بایں حکم عدالت ڈسٹرکٹ جج صاحب میں واپسی ہوئی کہ مستند مشاہیر علماء ہند کی شہادت لے کے بروئے احکام شرع شریف فیصلہ کیا جاوے تو ممدوح نے علامۃ العصر حضرت شیخ الجامعہ صاحب وحضرت مولانا محمد حسین صاحب کولوتارڑ مبلغ اسلام کی شہادت لینے کے بعد فریقین کو اپنے اپنے مسلک کے مستند اور مشاہیر علماء کو بغرض شہادت پیش کرنے کا حکم دیا۔ اس جگہ یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ یہ مقدمہ عرصہ سات سال سے چل رہا تھا اور مدعاعلیہ فخر ومباہات کے طور پر اعلانیہ کہا کرتا تھا کہ قادیان کا خزانہ اور منظم جماعت اس کی پشت پر ہے مگر مسلمانوں نے ہمیشہ اس کو شخصی مقدمہ سمجھے رکھا اور مدعیہ کی مالی امداد میں کبھی کوئی حصہ نہ لیا۔ عدالت کے اس حکم کے بعد مسلمانان بہاولپور میں قدرتاً یہ احساس پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدعیہ کا افلاس اور اس کی ناداری اس کو شہادت شرعی پیش کرنے سے قاصر رکھے۔

انجمن مؤید الاسلام بہاولپور نے حضرات علماء کرام کے مصارف آمدورفت قیام وطعام کے انتظام کے لئے ایک سب کمیٹی زیر صدارت حضرت شیخ الجامعہ صاحب مقرر فرمائی۔ سب کمیٹی نے کامل اخلاص اور دیانت سے کام کیا۔ مسلمانان بہاولپور نے ناموس شریعت کی حفاظت کے لئے نہایت ایثار اور فراخ دلی سے مالی امداد کی۔ **جزاکھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء!**

مدعیہ کی طرف سے شہادت کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، حضرت مولانا نجم الدین صاحب پروفیسر اورینٹل کالج لاہور، مولانا مفتی شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند پیش ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان کی توجہ کے لئے جذب مقناطیسی کا کام کیا۔ اسلامی ہند میں اس مقدمہ کو غیرفانی شہرت حاصل ہوگئی۔ حضرات علماء کرام نے اپنی شہادتوں میں علم وعرفان کے دریا بہادیئے اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد روزروشن کی طرح ظاہر کر دیا اور فریق مخالف کی جرح کے نہایت مسکت جواب دیئے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحب نے اپنی شہادت میں ایمان، کفر، نفاق، زندقہ، ارتداد، ختم نبوت، اجماع، تواتر، متواترات کی اقسام، وحی، کشف، الہام کی تعریفات اور ایسے اصول وقواعد بیان فرمائے جن کے مطالعہ سے ہر ایک انسان علیٰ وجہ البصیرت بطلان مرزائیت کا یقین کامل حاصل ہوسکتا ہے۔

پھر فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی مقدمہ کی پیروی اور شہادت پر جرح کرنے اور قادیانی دجل وتزویر کو آشکارا کرنے کے لئے شہرۂ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہجہان پوری تشریف لائے۔ مولانا موصوف مختار مدعیہ ہوکر تقریباً ڈیڑھ سال مقدمہ کی پیروی فرماتے رہے۔ فریق ثانی کی شہادت پر ایسی باطل شکن جرح فرمائی جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل وفریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیہ ضالہ کا ارتداد آشکارِ عالم کر دیا۔ فریقین کی شہادت کے ختم ہونے کے بعد مولانا موصوف نے مقدمہ پر بحث پیش کی اور فریق ثانی کی تحریری بحث کا تحریری جواب الجواب نہایت مفصل اور جامع پیش کیا۔ کامل دو سال کی تحقیق وتنقیح کے بعد عالی جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر نے اس تاریخی مقدمہ کا بصیرت افروز فیصلہ ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو بحق مدعیہ سنایا۔ یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قوت استدلال کے لحاظ سے یقیناً بےنظیر وبےبدیل ہے۔ مسلمانان ہند کی بہرہ اندوزی کی خاطر اس فیصلہ کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ مواد مقدمہ کی تیسری جلد ہے۔ اس سے پہلے دو جلدیں اور ہوں گی۔ جلد اوّل میں حضرات علمائے کرام کی مکمل شہادتیں اور جلد ثانی میں مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی کی بحث اور جواب الجواب شائع کیا جائے گا۔

باقی رہا یہ سوال کہ یہ دونوں جلدیں کب شائع ہوں گی۔ اس کا جواب مسلمانان ہند کی ہمت اور حوصلہ افزائی پر موقوف ہے۔ تیسری جلد جتنا جلدی فروخت ہوگی اسی انداز میں پہلی دو جلدوں کی اشاعت میں آسانی ہوگی۔

حضرات علماء کرام کے بیانات اور بحث اور جواب الجواب تردید مرزائیت کا بےنظیر ذخیرہ ہے۔ اگر خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ تینوں جلدیں شائع ہوگئیں تو تردید مرزائیت میں کسی دوسری تصنیف کی قطعاً حاجت نہ رہے گی۔

مسلمانان ہند سے عموماً اور شعبہ تبلیغ مجلس احرار ہند ومجلس علیہ ڈابھیل وانجمن ہائے حزب اللہ بہاول پور وانجمن مؤید الاسلام بہاول پور ودیگر مجالس مذہبی سے خصوصاً گزارش ہے کہ جہاں تک ہوسکے اس کی فروخت واشاعت میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

(مولانا) ابوالعباس نعمانی موری دروازہ، بہاول پور

۲۵؍جولائی ۱۹۳۵ء

اشاعت ثانی ۱۹۷۳ء کے موقعہ پر

علماء اور اکابرین ملت

کی جانب سے

اس فیصلے کا خیر مقدم

انتساب

میں اس اشاعت کو حضرت امام ربّانی، قیوم دورانی، قطب زمانی، مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی الفاروقی قدس سرہ السبحانی کے نام نامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں نہایت عجز وانکسار کے ساتھ دست بدعا ہوں کہ وہ مالک حقیقی اپنے حبیب کے صدقے اور حضرت مجدد کے فیض کی برکت سے جو کہ بزرگوارم حضرت حافظ سید ارشاد حسین سرہندی کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے ہمیں توفیق عطاء فرمائے کہ ہم جیسے نااہل حضرت مجدد کی اس سنت کو زندہ کرسکیں۔ جس کے لئے آپ اس دنیا میں تشریف لائے اور کفر والحاد، شرک وبدعت اور باطل قوتوں سے ٹکرا کر انہیں ریزہ ریزہ کر کے حق وصداقت کی روشنی سے دنیا کے کونے کونے کو منور کردیا۔

خاکپائے سگان مجدد الف ثانی

سید اختر حسین سرہندی سیالکوٹ، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... مولانا محمد ادریس کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

چودھویں صدی کے آغاز میں جب مرزائے قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا تو مشرق اور مغرب کے علماء نے اس کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا۔ اس سلسلہ میں تیس پینتیس سال قبل یہ مسئلہ بہاول پور کی عدالت میں پیش ہوا۔ جس پر حضرت مولانا انور شاہ صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند اور دیگر اکابرین علماء ہند نے اس سلسلہ میں اپنے بیانات عدالت میں پیش کئے جس میں مرزائے قادیان کے وجوہ کفر کو بیان کیا گیا جن کا حاصل یہ تھا کہ مرزائے قادیان اگر بالفرض والتقدیر نبوت کا دعویٰ نہ بھی کرتا تب بھی قطعاً وہ دائرہ اسلام سے خارج تھا۔

فاضل محترم جسٹس محمد اکبر صاحب (بہاول پور) نوراللہ مرقدہ نے نہایت عاقلانہ، عادلانہ اور دانش مندانہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعی نبوت اور اس کے پیروکار قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور یہ مسلمانوں میں شرعی طور پر کوئی ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتے۔ بحمدہٖ تعالیٰ فاضل جج کا یہ فیصلہ قانون شریعت کے بھی مطابق تھا اور قانون حکومت کے بھی مطابق تھا، جو شرعی اور قانونی حیثیت سے حد درجہ مستحکم اور مضبوط تھا کہ آئندہ کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس محکم فیصلہ پر کوئی تنقید اور تبصرہ کر سکے یا کسی بالائی عدالت میں اس کی اپیل کر سکے۔ اس لئے کہ وہ فیصلہ اس درجہ محکم اور قول فیصل اور اٹل تھا کہ اس میں انگلی رکھنے کی گنجائش نہ تھی۔ (مولانا) محمد ادریس کاندھلوی، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لاہور

مجھے یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ جناب محمد اکبر خان صاحب بی.اے، ایل.ایل.بی ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا مشہور و معروف فیصلہ جس میں قادیانیوں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام قرار دیا گیا تھا دوبارہ اشاعت پذیر ہو رہا ہے۔

یہ ایک واشگاف حقیقت ہے جس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص سیدنا محمد ﷺ کے بعد منصب نبوت پر فائز ہونے کا مدعی ہو اور جو اس دعویٰ کو تسلیم کرے وہ دونوں بلاشک وشبہ ادّعائے اسلام کے باوجود کافر و مرتد ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلے کے دینی و علمی پہلوؤں کو برابر واضح کیا جاتا رہے۔ عدالت بہاول پور کا یہ فیصلہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت وافادیت کا حامل ہے۔ یہ ارتداد زوج کی بنا پر فسخ نکاح کے ایک استغاثے کا تصفیہ تھا جو تقریباً تین سال (دس سال) زیر سماعت رہا۔ اس میں مسلمانوں اور قادیانیوں کی جانب سے اپنے اپنے مؤقف کو پورے دلائل وشواہد کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ان کے مشاہیر، علماء، فضلاء بطور گواہ پیش ہوئے اور فاضل جج نے پوری تحقیق و تدقیق کے بعد یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قادیانی اپنے عقائد و اعمال کی بنا پر مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔ یہ قیمتی دستاویز طبع ہونے کے بعد ایک عرصہ دراز سے نایاب تھی۔ میری دعا ہے کہ یہ سعی مسلمان اور قادیانی سب کے لئے باعث رشد و ہدایت ثابت ہو۔ آمین!

ابوالاعلیٰ مودودی

۵/ذیلدار پارک اچھرہ، لاہور ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... حضرت مولانا شمس الحق افغانی

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ

جج محمد اکبر نوراللہ مرقدہ کی عدالت میں فسخ نکاح کا مقدمہ دائر ہوا جس میں یہ فیصلہ کرنا تھا کہ قادیانی کا نکاح مسلمان عورت سے بوجہ ارتداد قادیانیوں کے واجب الفسخ ہے یا نہیں۔ اس ضمن میں قادیانیوں کے مرتد ہونے کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ فریقین کے ماہرین مذہب جمع ہوئے۔ مفصل دلائل نقلیہ وعقلیہ کے قلم بند ہونے کے بعد قادیانیوں کے ارتداد کا حکم جناب جج صاحب موصوف نے صادر فرمایا اور فسخ

کا فیصلہ دیا۔ اس فیصلہ کا کچھ تعلق انکار ختم نبوت سے تھا۔ جس پر قرآن پاک کی متعدد آیات اور بے شمار احادیث صحیحہ اور اجماع امت کے اس قدر دلائل موجود ہیں کہ توحید باری تعالیٰ کے علاوہ کسی مسئلے پر اس قدر دلائل نہیں۔ اسلام میں سینکڑوں گمراہ اسلامی فرقے پیدا ہوئے۔ لیکن مسئلہ ختم نبوت پر سب کا اتفاق رہا اور اس لئے دشمنان اسلام، اسلام کی اس بنیادی عمارت میں شگاف ڈالنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ حضور ﷺ کے وقت سے لے کر اب تک جو ۱۳۹۳ھ ربیع الاوّل اور ۱۹۷۳ء ہے پوری امت مسلمہ تقریباً چودہ سو سال سے اس عقیدہ پر متفق ہے، جس کی وجہ سے اسلام کے عقائد زندہ ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا عہدہ دیا جانا بند ہے اور مدعی نبوت اور اس کے ماننے والے مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ چاہے وہ اسلام کا دعویٰ بھی کریں۔ جیسے صرف دعویٰ سے کوئی شخص، کمشنر، ڈپٹی کمشنر، تحصیلدار، تھانیدار، حتیٰ کہ سرکاری چپڑاسی اگر ان عہدوں کا دعویٰ کرے اور حکومت کی لسٹ میں نام نہ ہو اور حکومت ان دعویٰ داروں کو جھوٹا قرار دیتی ہے تو پھر اسلام کے دعویٰ سے ایک آدمی بغیر حقیقت اسلام کے محقق ہونے کے کیسے مسلم ہوسکتا ہے۔ جب کہ حقیقت اسلام کا بنیادی عقیدہ اس میں موجود نہ ہو اور ظاہری اسلام کی کچھ نشانیاں بھی اس میں موجود ہوں۔ جیسے گھوڑے کی تصویر یا فوٹو حقیقی گھوڑا نہیں ہوسکتا اور نہ بگھی کھینچ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقی گھوڑے کا کام ہے۔ ملت کے عملی اتحاد کے لئے فکری اتحاد ضروری ہے اور مستحکم فکر کی بنیاد عقیدہ ہے۔ جب یہ بنیاد ہل جائے تو مسلم قوم وملت کی عمارت دھڑام سے گر جائے گی۔ اس لئے وحدت ملت ختم نبوت سے وابستہ ہے۔ اقبال مرحوم نے صحیح فرمایا:

لا نبی بعدی زاحسان خداست ۔۔۔ پردۂ ناموس دین مصطفیٰ است
تا نہ این وحدت زدست ما رود ۔۔۔ ہستی ما با ابد ہمدم شود

اس سے واضح ہوا کہ استحکام پاکستان کی نظریاتی وحدت، اسلام اور ختم نبوت ہے، جو ۹۵ کروڑ مسلمانوں کے عقیدہ سے الگ دین قائم کریں، جس میں قرآن، حدیث، خدا اور رسول کی تکذیب اور توہین ہو، وہ اسلامی قلعے میں نقب لگانے والے ہیں اور خارج از اسلام ہیں۔ اس سلسلے میں مقدمہ بہاول پور تاریخی کارنامہ ہے۔ (علامہ) شمس الحق افغانی عفی عنہ

ربیع الاوّل ۱۳۹۳ھ، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... علامہ احسان الٰہی ظہیر لاہور

یہ معرکۃ الآرا فیصلہ محمد اکبر خان کا تحریر کردہ ہے۔ اس فیصلہ میں جج صاحب مرحوم نے بڑی شرح وبسط کے ساتھ مرزائیت کے خارج از اسلام ہونے کے دلائل دیئے ہیں اور مرزائی لٹریچر سے ان کے کفر وارتداد کا ثبوت بہم پہنچایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ فیصلہ مرزائیت کے موضوع پر لکھی گئی کئی ایک کتب پر بھاری ہے۔ (مولانا) احسان الٰہی ظہیر، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... مولانا صاحبزادہ فیض الحسن آلومہار شریف سیالکوٹ

تکمیل دین اور ختم نبوت مترادف حقائق ہیں اور اسلام کی ابدیت اور تکمیل کا مدار انہی دو اصولوں پر ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنھوں نے اسلام کے اس بنیادی مسئلہ کے تحفظ کے لئے مختلف ذرائع سے حسب مقدور خدمات انجام دیں۔ اس سلسلہ میں جناب محمد اکبر صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کا تاریخی فیصلہ اپنی نوعیت کا منفرد اقدام ہے۔ مرحوم ومغفور اپنی جرأت ایمانی سے اپنی نجات کا سامان کر گئے اور تا ابد امت مسلمہ کے لئے ایسی شمع فروزاں چھوڑ گئے۔ جو ان شاء اللہ العزیز! رہتی دنیا تک حق وصداقت کی روشنی پھیلاتی رہے گی۔ ضرورت ہے کہ اس تاریخی فیصلہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ (مولانا) سید فیض الحسن، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... بریگیڈیئر نذیر علی شاہ

فیصلہ مقدمہ بہاولپور عہد صادق کا اہم ترین واقعہ ہے۔ اس مقدمہ کی پیروی سید انور شاہ صاحب، حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب جیسے نامور علماء نے کی۔ ان کی فقید المثال توجہ اور تاریخ ساز کوششوں نے قادیانیت کے سومنات کو ریزہ ریزہ کردیا۔ یہ فیصلہ جسٹس محمد اکبر کے مثالی انہماک غیر معمولی استعداد اور قابل تحسین استقامت کا نتیجہ ہے۔ اس فیصلہ سے قادیانیت کی گمراہ کن حیثیت ہمیشہ کے لئے آشکار ہوگئی ہے۔

بریگیڈیئر نذیر علی شاہ، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... مولانا سید احمد سعید کاظمی ملتان

ختم نبوت کا مسئلہ ضروریات دین سے ہے۔ افسوس ہے کہ ایسے مسئلہ کو لوگوں نے اختلافی مسئلہ قرار دے کر اس میں بحث وتمحیص شروع کردی، جس سے گمراہی کا دروازہ کھل گیا اور فتنہ ارتداد زور پکڑ گیا۔ اس ماحول میں اہل علم کی خدمات یقیناً قابل قدر ہیں۔ لیکن محترم جج اکبر صاحب کا کارنامہ اس سلسلہ میں بے حد قابل ستائش ہے اور اسلامی تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

سید احمد سعید کاظمی، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... جناب آغا شورش کاشمیری لاہور

اس فیصلہ نے مسلمانوں کو قادیانیت کے عزائم وعقائد سے نہ صرف آگاہ کیا ہے بلکہ مرزائیت اپنے حقیقی خط وخال سمیت آشکار ہوئی ہے۔ یہ فیصلہ براعظم کے مسلمانوں کی ذہنی سرگزشت میں ہمیشہ یادگار رہے گا اور جب کبھی پاکستان کے قوانین کی شکل اسلامی ہوگئی اس فیصلہ کا بہت زیادہ احترام کیا جائے گا۔ بلکہ یہ فیصلہ مشعل راہ ہوگا۔ ملت اسلامیہ جسٹس محمد اکبر خان مرحوم (بہاولپور) کے اس فیصلہ کی شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت کرے اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔

آغا شورش کاشمیری، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... مولانا مفتی مختار احمد نعیمی سیالکوٹ

حضور سرکار دوعالم ﷺ بلا شک وشبہ خاتم النّبیین ہیں اور تمام امت کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ حضور محمد رسول ﷺ کے بعد کوئی ظلی بروزی اور کسی بھی قسم کا نبی نہیں آسکتا اور تاقیامت دروازہ نبوت آپ پر بند کردیا گیا ہے۔ اس نازک دور میں جب طرح طرح کے فتنے اسلام کے خلاف سر اٹھا رہے ہیں۔ فتنہ مرزائیت کے سدباب کے لئے اپنا وقت پیسہ اور ہمت کا صرف کرنا باعث اجر ہے۔

حقیر مفتی محمد مختار احمد خطیب سیالکوٹ، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... جناب محمد احمد کشمیر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اگر کوئی مسلمان ہے تو وہ فیصلہ مقدمہ بہاولپور کے متعلق دوسری رائے نہیں رکھ سکتا۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری اور دوسرے بزرگوں اور علماء نے اس مقدمہ کی پیروی کر کے دین اسلام کی ایک گرانقدر خدمت انجام دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محمد احمد عفی عنہ، میر واعظ کشمیر ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... پیر طریقت مولانا محبوب الرحمٰن راولپنڈی

ان شاء اللہ جب یہ فیصلہ کتابی صورت میں شائع ہوا تو عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں انشراح قلب اور باعث رشد وہدایت ثابت ہوگا۔

فقیر محبوب الرحمٰن عفی اللہ عنہ

عیدگاہ راولپنڈی، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... جناب سردار عبدالقیوم صاحب صدر آزاد کشمیر

ختم نبوت کے متعلق میرا عقیدہ یہ ہے: رسول اللہ ﷺ کا دین دو پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ایک ظاہری یعنی عقلی فکری ونظری پہلو ہےاور دوسرا روحانی یعنی عقلی عالم سے بالاتر۔

میرے خیال میں ظاہری پہلو کی حیثیت اسباب سفر کی سی ہے اور روحانی کی حیثیت ایک منزل کی۔یعنی اسباب سفر کا تعین منزل یا مقصد کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔حضور اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کے بارے میں عقلی استدلال میں شکوک واوہام کا اثر تو ملتا ہے،لیکن دوسرے پہلو میں کوئی ایک بھی استثناء موجود نہیں ہے۔میں نے اس میں جتنا غور کیا ہے میں بلا استثناء ہمیشہ اسی ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو شخص جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا کا آخری نبی یعنی آپ ﷺ کے اس ارشاد کہ:’’لا نبی بعدی ‘‘کو دل وجان سے نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔عقلی فتویٰ کچھ ہو لیکن حقیقی بات یہی ہے۔کتاب زیر نظر میں بھی ایک صاحب عقیدہ مسلمان نے ایمانی جرأت کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ہی عقل وفکر کی رائے بھی دریافت کر کے صحیح فیصلہ دیا۔مرحوم کا یہ فیصلہ ایک صدقہ جاریہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقیدے کی پختگی عطاء فرمائے۔آمین!

محمد عبدالقیوم

صدر آزاد کشمیر ایوان صدر مظفر آباد، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... مولانا عبدالحکیم راولپنڈی

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علیٰ من لا نبی بعدہ!

آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کا دجل وفریب انگریز منحوس کے سایہ میں پروان چڑھ رہا تھا۔فتنۂ قادیانیت سے انگریزی پڑھا لکھا طبقہ نہ صرف یہ کہ ناواقف تھا بلکہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف وتائید بھی کرتا تھا۔اس کے علاوہ تاج برطانیہ اور وائسرائے ہند کے زیر اہتمام طاقتوں کی سرپرستی اس فتنۂ ارتداد کو حاصل تھی۔ایسے وقت میں جسٹس محمد اکبر صاحب مرحوم بہاول پور نے برصغیر کے چوٹی کے علماء خصوصاً محدث اعظم حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری کے دلائل سننے کے بعد جرأت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کو کاذب اور اس کے ماننے والوں کو خارج از اسلام قرار دے کر فیصلہ بہاول پور کے نام سے وہ تاریخی فیصلہ کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہے گا اور جس کی پیروی کرتے ہوئے جناب محمد رفیق گوریجہ سندھ نے بھی یہی فیصلے کئے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ مرحوم محمد اکبر صاحب بہاول پور والے اس تاریخی سنہرے باب کے حرف اوّل اور آخر سمجھے جائیں گے۔اس فیصلے کی دوبارہ اشاعت نہایت مستحق اقدام ہے۔قانون دان اور نئی نسل اس سے روشنی حاصل کریں گے۔خدا مرحوم کو تاجدار مدینہ کے قدموں میں مجھ سمیت جگہ نصیب فرمائے۔آمین!

خادم عبدالحکیم عفی اللہ عنہ (ممبر قومی اسمبلی)

مدرسہ فرقانیہ مدینہ راولپنڈی، ۱۹۷۳ء

رائے گرامی ...... مولانا سید شمس الدین کوئٹہ

باسمہ تعالٰی

الحمد للہ وحدہ لا شرک له والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمدخاتم النّبیین الذی لانبی بعدہ وعلٰی اصحابه وازواجه و ذریته الذین نشر واھدٰہ واتبعوہ ھدیه. اما بعد!

ختم نبوت کا عقیدہ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے۔ جس سے انکار کی جرأت فرق باطلہ کو بھی نہ ہوسکی اور چودہ سو برس سے اب تک جتنے اسلامی فرقے وجود میں آئے سب نے اس عقیدہ کا اقرار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے۔ اس کا شمار ضروریات دین میں ہے، یعنی اس کا اسلامی عقیدہ ہونا اس قدر روشن ہے کہ کسی مسلمانوں کو اس میں شک وشبہ نہیں ہوسکتا اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار یا اس میں اس شک اسلام سے بغاوت اور کفر خالص ہے۔ نیز یہ کہ اس میں تاویل بھی قائل کو کفر سے نہیں بچاسکتی جس طرح اس کا منکر کافر ہے اسی طرح اس کا مؤوّل بھی کافر ہے۔ سچ یہ ہے کہ ختم نبوت کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد کوئی شخص بھی جو مسلمان ہونے کا مدعی ہے، اس کے انکار یا اس کی تاویلی جرأت نہیں کرسکتا۔ بہت سیدھی سادی بات ہے کہ نبوت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت ختم ہوئی اور اس دور میں اس فتنہ کا سد باب بھی مسلمانوں کے فرائض میں ایک اہم فریضہ بلکہ راہ نجات یہی ہے اور یہ کتاب جو مسلمانوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے اور ایک صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ مسلمانوں کو اس فتنہ کو روکنے کے لئے ہمت دے۔ آمین ثم آمین!

سید محمد شمس الدین
(ڈپٹی سپیکر صوبائی اسمبلی بلوچستان)، ۱۹۷۳ء

مکمل روداد

مقدمہ مرزائیہ بہاول پور

۱۹۲۶ءلغایت ۱۹۳۵ء کی اشاعت اوّل ۱۹۸۸ء کے موقع پر

برصغیر پاک و ہند کے اکابرین کے

ایمان افروز تبصرے

تعارف

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله و کفٰی و السلام علٰی عباده الذین اصطفٰی!

برصغیر میں قادیانیوں کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کی تاریخ خاصی طویل ہے۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے نبوت کا دعویٰ اور بہت سے کفریہ عقائد الم نشرح ہو گئے تو علمائے اسلام نے تو متفقہ طور پر یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ وہ اور اس کے متبعین دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن سرکاری اور عدالتی سطح پر اس حقیقت کو منوانے میں خاصا وقت لگا۔

اس جدوجہد میں بہاول پور کا مقدمہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ جس میں ایک نکاح کے مسئلے میں یہ سوال عدالت کے سامنے آ گیا تھا کہ قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے عدالت کے سامنے اپنے وقت کے مشہور مناظر بطور گواہ پیش کئے۔ اس موقع پر امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری اور علماء دیوبند کی ایک جماعت مسلمانوں کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئی، جس میں حضرت شاہ صاحب کے علاوہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری اور احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا نجم الدین صاحب وغیرہ شامل تھے۔ اس مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا۔ جو فیصلہ مقدمہ بہاول پور کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ مقدمہ میں علماء کرام نے جو بیانات دیئے وہ بھی ''بیانات علمائے ربانی'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ دونوں چیزیں اس وسیع علمی خزانے کا بہت مختصر حصہ ہیں جو اس مقدمہ کے دوران تیار ہوا تھا۔ مقدمہ میں مسلمانوں کی طرف سے قادیانی گواہوں پر جو جرح کی گئی اور قادیانیوں کی طرف سے مسلمانوں پر جو جرح ہوئی۔ نیز دلائل کے مرحلے پر دونوں طرف سے جو دلائل پیش ہوئے وہ اس طویل مدت میں شائع نہیں ہو سکے تھے۔ حالانکہ ان کے بھی شائع کرنے کا ارادہ شروع سے تھا۔ چونکہ یہ سب چیزیں سینکڑوں صفحات پر مشتمل تھیں۔ اس لئے ان کا حصول، ان کی ترتیب وتدوین اور پھر ان کی اشاعت وقت، محنت، مالی وسائل تینوں کی محتاج تھی۔ اس لئے اب تک یہ سب چیزیں زاویہ خمول میں پڑی رہیں اور اب یہ تصور بھی موہوم رہ گیا تھا کہ کوئی بندہ خدا اس ذخیرے کو منظر عام پر لانے کے لئے کوشش کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے برادر محترم جناب عبدالماجد صاحب کو اس اہم کام کا بیڑہ اٹھانے کی توفیق دی۔ انہوں نے بڑے جذبے اور عرق ریزی کے ساتھ سارا ذخیرہ بہاول پور کی عدالت سے نہ صرف نکلوایا بلکہ اس کی مصدقہ نقول حاصل کیں اور اب وہ انہیں مرتب ومدون کر کے شائع کر رہے ہیں۔

یہ ذخیرہ کئی حیثیتوں سے عظیم الشان اہمیت کا حامل ہے۔ اوّل تو اس میں زیر بحث موضوع سے متعلق اساطین علماء کی کاوشوں کا نتیجہ ایک طالب علم کے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں، دوسرے مقدمہ بہاول پور اور اس کے بیانات اور کارروائی کے بارے میں یہ ایک مستند تاریخی دستاویز ہے اور اس سلسلے میں قادیانیوں کی طرف سے جو لٹریچر شائع کیا گیا ہے اس مستند دستاویز کے تقابل سے اس کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے کہ عدالت میں دیئے گئے بیان سے وہ کس قدر مختلف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مہتم بالشان ذخیرہ کی طباعت اشاعت جناب عبدالماجد صاحب کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس پر وہ تمام امت کی طرف سے مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور امت کے لئے اسے نافع اور مفید بنائے۔ امید ہے کہ مسلمان بالخصوص علماء، طلباء، اس پیش کش کی کماحقہ قدردانی کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ!

(جسٹس مولانا) محمد تقی عثمانی

نائب صدر، دارالعلوم کراچی ورکن شریعت اپیلیٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان

۲۶؍ذوالحجہ ۱۴۰۸ھ، مطابق ۱۰؍اگست ۱۹۸۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مزید

حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی

مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی اوراس کے اتباع واذناب پر کفر کا فتویٰ تو مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں علماء اسلام نے لگا دیا تھا۔لیکن اس میدان میں اوّلیت کا شرف علماء لدھیانہ کو حاصل ہے علماء اسلام میں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے ابتدائی دور میں ہی کفر کا فتویٰ حضرات علماء لدھیانہ میں سے مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد لدھیانوی نے لگایا۔دوسرے علماء نے شدید احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے بعد میں مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اور دیگر کفریات بالکل واضح اور الم نشرح ہو جانے کے بعد اس فتویٰ کی تائید وحمایت فرمائی۔حتیٰ کہ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے بالاتفاق مرزا قادیانی اوراس کے متبعین کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا۔لیکن قانونی طور پر اس فتویٰ کی تائید وحمایت ابھی کسی عدالت سے حاصل نہ ہوئی تھی،اس وقت متحدہ ہندوستان پر انگریز حکمران تھا، جو اس جھوٹی نبوت کا موجد اور بانی تھا۔اس دور میں علماء لدھیانہ کی طرح سب سے پہلے جس عدالت نے قانونی طور پر علماء اسلام کے بیانات کی روشنی میں کفر کا فتویٰ دینے کی سعادت حاصل کی وہ بہاول پور کی عدالت عالیہ ہے جس کا سہرا محترم فاضل جسٹس محمد اکبر مرحوم کے سر ہے۔جنہوں نے مسلسل تین سال کی بحث وتمحیص اور تحقیق وتدقیق کے بعد فریقین کے ماہرین مذہب کے دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں قادیانیوں کے کفر وارتداد کا فیصلہ صادر فرمایا۔جس کی رو سے مسلمان عورت (مدعیہ) کا نکاح قادیانی مرتد (مدعا علیہ) سے فسخ ہوا۔جسٹس محمد اکبر مرحوم کا یہ تاریخ ساز فیصلہ جسے اوّلیت کا شرف حاصل ہے،انتہائی اہم اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ اس وقت فریقین کے جو علماء عدالت میں بطور گواہ پیش ہوئے۔ان سے بڑے مستند اور جید علماء فریقین کے ہاں نہ اس وقت تھے اور نہ ہی بعد میں ان کا کوئی نظیر ومثیل پیدا ہوا۔قادیانیوں کے ہاں جلال الدین شمس جیسا عالم اور مناظر پوری جماعت میں پیدا نہیں ہوا اوراس پچھلی صدی میں علامہ سید انور شاہ کشمیری جیسی نابغہ روزگار ہستی علماء اسلام میں کوئی پیدا نہیں ہوئی۔ہر دو فریق نے اپنی اپنی علمی بساط کے مطابق کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی،اپنا پورا پورا زور لگا دیا اور ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا بیان اوراس پر قادیانی وکلاء کی جرح جب ختم ہوئی۔تو حضرت شاہ صاحب نے جلال الدین شمس قادیانی کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ ’’جلال الدین اگر اب بھی تمہیں قادیانی کے کفر میں شک ہو تو آؤ میں تمہیں اسے جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں‘‘ جلال الدین قادیانی نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا اور کہا کہ اگر آپ اسے جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیں تو بھی میں کہوں گا یہ کوئی استدراج (شعبدہ) ہے۔میں پھر بھی نہیں مانوں گا۔ہمارے استاد فرمایا کرتے کہ جلال الدین قادیانی بدنصیب تھا۔اگر وہ ہاں کر دیتا تو حضرت شاہ صاحب پر اس وقت ایسی کیفیت طاری تھی کہ وہ اسے حالت کشف میں جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیتے۔موضوع کے مناسب حضرت شاہ صاحب کی ایک اور بات جو حضرات اساتذہ کرام سے سنی ہے۔وہ بھی اس موقعہ پر ذکر کر دوں تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت شاہ صاحب جب اپنی گواہی سے فارغ ہوکر واپس دیوبند جانے لگے تو علماء سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر اس مقدمہ کا فیصلہ میری زندگی میں ہوگیا تو میں خود سن لوں گا اور اگر میرے مرنے کے بعد ہوا تو پھر میری قبر پر آ کر سنایا جائے۔حضرت کو یقین تھا کہ یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگا۔چنانچہ فیصلہ حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد ہوا اور حضرت مولانا محمد صادق صاحب بہاول پوری

حضرت شاہ صاحب کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے مستقل سفر کر کے دیوبند گئے اور شاہ صاحب کی قبر پر حاضر ہو کر یہ فیصلہ سنایا کہ حضرت مبارک ہو الحمدللہ آپ کی خواہش کے مطابق یہ فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگیا ہے۔

مقدمہ بہاول پور کا یہ تاریخی فیصلہ تو عرصہ ہوا چھپ چکا ہے۔ اس کے بعد علماء ربانی کے بیانات بھی چھپ گئے تھے۔ لیکن مرزائی وکلاء کی جرح میں علماء اسلام نے علم وحقائق کے جو موتی بکھیرے ہیں اور دلائل کے جو انبار لگائے ہیں۔ وہ ایک مخفی خزانہ تھا۔ جو عدالت کے ریکارڈ میں مستور تھا۔ اس کی تھوڑی سی جھلک میں نے پچھلے سال ۱۹۸۷ء میں جب کہ ہم کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین مشہور مقدمہ کی پیروی کے لئے گئے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا محمد انوری فیصل آبادی کی جمع کردہ شاہ صاحب کی یادداشتیں ''نطق انور'' کے نام سے دیکھی تھی۔ جس کی ایک نا تمام فوٹو کاپی میرے پاس بھی موجود ہے۔

انتہائی خوشی اور بڑی مسرت کی بات ہے کہ اسلامک فاؤنڈیشن والے بڑی جدوجہد اور مسلسل کئی برس کی محنت کے بعد تمام عدالتی ریکارڈ حاصل کر کے کتابی شکل میں تین جلدوں پر مشتمل یہ بیش بہا قیمتی ذخیرہ جو دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے، پیش کر رہے ہیں۔

اس تاریخی دفینہ اور علم ومعرفت کے عظیم خزانہ کو مرتب کر کے اہل علم کے لئے پیش کرنا بلاشبہ ''اسلامی فاؤنڈیشن'' کا گرانقدر اور شاندار تاریخی کارنامہ ہے۔ جس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ امت مسلمہ پر یہ احسان عظیم ہے اور تاریخ کے صفحات میں اس یادگار فیصلہ کی طرح یہ ''علمی کارنامہ'' بھی ایک یادگار رہے گا۔

بندہ ناچیز ''اسلامک فاؤنڈیشن'' کے کارپردازوں اور ان کے سرپرست حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کو دل کی گہرائیوں سے اس عظیم تاریخی کارنامہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی جمیلہ کو قبول فرمادیں اور دارین میں اس کا بہترین اجر نصیب فرمادیں اور بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کے لئے اسے ذریعہ ہدایت ونجات بنائیں۔ آمین!

''اسلامک فاؤنڈیشن'' کے کارپردازوں کی خدمت میں اس کارنامہ پر ہدیہ تبریک پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عرض مزید پیش کرنے کی بھی جسارت کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے اس مخفی تاریخی دستاویز کو زیور طبع سے آراستہ کر کے ایک تاریخی یادگار قائم کردی ہے۔ بلاشبہ آپ کا یہ کارنامہ آپ کے فاؤنڈیشن کو زندہ جاوید بنادے گا۔ اس طرح اور بھی کئی تاریخی اہمیت کے حامل عدالتی فیصلے موجود ہیں۔ اگر انہیں بھی حاصل کر کے اس طرح شائع کردیا جائے تو یہ اس موضوع پر ایک عظیم تاریخی کارنامہ ہوگا۔ جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا اور ختم نبوت کے موضوع پر کام کرنے والوں کے لئے یہ ایک عظیم علمی ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہوگا۔ **وماذالک علی اللہ بعزیز!**

فقط والسلام!

(مولانا) منظور احمد چنیوٹی

ادارہ مرکزیہ دعوۃ وارشاد رجسٹرڈ چنیوٹ پاکستان

۳؍رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۰؍اپریل ۱۹۸۸ء

رائے گرامی ...... مولانا سید عبدالقادر آزاد لاہور

معرکۃ الآرا فیصلہ مقدمہ مرزائی بہاول پور ۱۹۳۵ء جس میں جناب محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے مرزائیت کو ارتداد قرار دے کر مسلمہ کا نکاح مرزائی سے فسخ فرمایا کی روئیداد ۱۹۲۶ءلغایت ۱۹۳۵ء

بلا شبہ علم وعرفان کی ایک عظیم دستاویز ہے جس کے مطالعہ سے ہر قاری علی وجہ البصیرت بطلان مرزائیت کا کامل یقین حاصل کرسکتا ہے اس کی اشاعت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کا نہایت مستحسن اقدام ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام امت کو اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! وما علینا الا البلاغ!

(حضرت مولانا) محمد عبدالقادر آزاد

خطیب بادشاہی مسجد لاہور ورئیس مجلس عمل علماء پاکستان

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ مطابق ۳۰؍اپریل ۱۹۸۸ء

رائے گرامی ...... مولانا سید محمود احمد رضوی لاہور

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم!

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ العالیٰ امیر مرکزیہ دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

حضور سرور عالم نور مجسم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا خاتم النّبیین بمعنی آخری نبی ہونا قطعی اجماعی اذعانی مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے جس قدر انبیا ورسل علیہم السلام مبعوث فرمائے وہ اللہ کے رسول اور نبی تو ہیں مگر خاتم النّبیین یعنی آخری رسول نہیں ہوئے اور حضور اقدس ﷺ رسول اللہ بھی ہیں اور خاتم النّبیین بھی۔

سورۃ احزاب کی آیت میں آپ ﷺ کے ان دونوں وصفوں کا ذکر ہے۔ لہٰذا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہ بنیادی شرط ہے کہ حضور ﷺ کو رسول اللہ اور خاتم النّبیین (بمعنی آخری رسول) مانا جائے اور جو شخص حضور ﷺ کو آخری رسول نہ تسلیم کرے یا آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا کسی مدعی نبوت کو مسلمان جانے وہ قطعاً دائرہ اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے۔

یوں تو جب انگریزی دور میں اس فتنہ کا ظہور ہوا تو علمائے اسلام نے ابتداء ہی سے اس شجر خبیثہ کی بیخ کنی کے لئے اور اس فتنہ عظیمہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے پرخلوص کوشش شروع کردی تھی۔ تحریر وتقریر اور مناظرہ کی صورت میں دلائل و براہین سے مزین کر کے اس مسئلہ کی وضاحت کی بیسیوں کتابیں لکھیں اور مناظرے کئے۔ مثلاً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مایۂ حاضرۃ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی، شیخ المحد ثین قطب وقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف، امام اہل سنت شیخ الحدیث مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب محدث الوری بانی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور، امیر ملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری قدس سرہ، شیخ الحدیث حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب اور دیگر علماء اہل سنت نے مرزائیت کی تردید میں متعدد کتابیں تالیف کیں اور ان کے سرغنوں سے مناظرے کئے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے تمام مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل ایک مجلس قائم ہوئی جس کے سربراہ حضرت مولانا علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان، مرحوم ومغفور مقرر ہوئے۔ لاہور میں اس تحریک کو

دبانے کے لئے مارشل لاء لگا اور علماء حق نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ پھانسی تک کی سزائیں دی گئیں۔ راقم الحروف نے بھی ۱۹۵۳ء کی تحریک میں حصہ لیا۔ قلعہ لاہور اور سنٹرل جیل لاہور میں رکھا گیا اور پورے ملک کے علماء ومشائخ وعوام اہل سنت نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے قربانیاں دیں۔ پھر پیپلز پارٹی کے دور میں ۱۹۷۴ء میں از سرنو تمام مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل مجلس عمل قائم ہوئی۔ اس مجلس عمل کا جنرل سیکرٹری راقم الحروف تھا۔ بہرحال پورے ملک کے عوام وخواص نے اس تحریک میں حصہ لیا اور بھٹو حکومت کو مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم کرنا پڑا اور مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں احمدی (قادیانی) اور لاہوری کو قانونی طور پر غیرمسلم قرار دیا گیا۔ انگریزی دور میں حق وباطل کے اس عظیم معرکہ میں مقدمہ بہاول پور بھی ہے جو ایک ایسی دستاویز ہے جو انگریز کے دور میں انگریز ہی کی مقرر کردہ عدالت میں دائر ہوا۔ جناب محترم مجاہد اسلام محمد اکبر خان صاحب ڈسٹرکٹ جج نے احمدیوں کو کافر ومرتد قرار دے کر (مسلم عورت کا نکاح مرزائی سے) باطل محض قرار دیا۔ اب حال ہی میں نہایت ہی محنت اور سلیقہ کے ساتھ مقدمہ بہاول پور کی مکمل روئیداد کو شائع کرنے کی سعادت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کے حصہ میں آئی ہے۔ مقدمہ بہاول پور اس اعتبار سے بڑی اہمیت وافادیت رکھتا ہے کہ اس میں جو دلائل اور براہین پیش کئے گئے اور مرزائی لٹریچر سے جو حوالے دیئے گئے ہیں، ایک فاضل جج نے ان کو صحیح ودرست قرار دے کر مرزائیوں کو کافر ومرتد قرار دیا۔ اسلامک فاؤنڈیشن قابل صد مبارک باد ہے کہ وہ اس اہم تاریخی دستاویز کو شائع کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ دستاویز روشنی کا مینار ثابت ہوگی اور مخلوق خدا کی ہدایت ورہنمائی کا سبب۔

سید محمود احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف، لاہور

۳۰؍محرم الحرام ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۲؍ستمبر ۱۹۸۸ء

رائے گرامی ...... جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب لاہور

مکرمی ومحترمی سید صاحب!　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ　مزاج گرامی!

مراسلہ نمبر ۱۰۳ مرقومہ ۸؍مئی ۱۹۸۸ء محترم ڈاکٹر اسرار صاحب کے نام موصول ہوا۔ موصوف کی اس معاملہ میں بغیر کسی تکلف اور انکسار کے یہی رائے ہے کہ اشاعت ثانی فیصلہ مذکورہ پر جو تبصرے اکابرین ملت نے ۱۹۷۳ء میں فرمائے ہیں، ان کے بعد کچھ مزید کلام کرنا ڈاکٹر صاحب کا مقام نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب اور دیگر متعلقین دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک کام کے تمام مراحل آپ کے لئے آسان فرمائے اور یہ تصنیف امت مسلمہ کے لئے باعث رشد وہدایت ہو اور آپ لوگوں کے لئے بلندی درجات۔

برائے قرآن اکیڈمی ۳۶-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

۲۹؍مئی ۱۹۸۸ء

رائے گرامی ...... مولانا محمد حسین نعیمی لاہور

گزشتہ نصف صدی کے دوران اندرون وبیرون ملک متعدد عدالتی فیصلہ جات منظر عام پر آچکے ہیں، جن میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کو خارج از اسلام قرار دیا جاچکا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں مقدمہ بہاول پور ۱۹۳۵ء اپنی نوعیت کا منفرد فیصلہ ہے۔ فیصلہ مذکورہ اگرچہ دوبار کتابی صورت میں شائع ہوچکا ہے، لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ مقدمہ مذکورہ کی مکمل روئیداد اہل علم ودانش کی بہرہ اندوزی کی خاطر اوّلین فرصت میں طبع کرادی جاتی۔ مقام مسرت ہے کہ ’’اسلامک فاؤنڈیشن لاہور‘‘ نے یہ کارنامہ سرانجام دے کر دین

اسلام کی قابل ستائش خدمت انجام دی ہے۔

میں جہاں اراکین اسلامی فاؤنڈیشن کو مبارک باد پیش کرتا ہوں وہاں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ تردید مرزائیت پر بہت سی دیگر مستند دستاویزات جیسے قومی اسمبلی پاکستانی کی روئیداد ۱۹۷۴ء مختلف مناظرے ومباہلے سے متعلق ضروری ریکارڈ جو عرصہ دراز سے غیر مطبوعہ چلا آرہا ہے اور گراں قدر موتیوں کی مانند بکھرا ہوا ہے، کی وسیع اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم!

(حضرت مولانا) مفتی محمد حسین نعیمی

ناظم اعلیٰ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، لاہور

۱۱؍محرم الحرام ۱۴۰۹ء مطابق ۲۵؍اگست ۱۹۸۸ء

رائے گرامی ...... جناب میاں محمد اجمل قادری لاہور

سلام مسنون! آپ کا گرامی نامہ باعث مسرت ہوا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے (آمین) ''مقدمہ مرزائی بہاول پور'' واقعتاً ایک نہایت اہم اور بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ردمرزائیت اور ختم نبوت کی افادیت واہمیت سمجھنے کے لئے بہت ہی مفید اور دلائل سے بھرپور مواد ہے۔ ہم سب آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے مقدمہ مذکورہ کو دو ہزار صفحات پر مشتمل جلد بندی فرما کر عالم اسلام پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش وکاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین) ہمارا پورا تعاون اور ہمدردیاں آپ کے اور آپ کے ادارہ کے ساتھ ہیں۔ نبی محتشم آخرالزمان ﷺ کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے باوجود بھی ان کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اللہ ہمیں پکا کھرا مسلمان بنائے۔ (آمین) جلد شائع ہونے پر ضرور بھجوایئے گا۔ بندہ کو اضطراب ہوگا۔ والسلام مع الاکرام!

(حضرت مولانا) اجمل قادری

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ، لاہور

۲۵؍مئی ۱۹۸۸ء

معرکۂ بہاول پور

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم.اے

جنگ آزادی میں شکست کے بعد مسلمانان برصغیر پاک وہند کو جہاں اپنے اقتدار سے محروم ہونا پڑا وہاں ان پر معاشی اور اقتصادی بدحالی کے طوفان ٹوٹ پڑے۔ انگریز نے مسلمانوں کو من حیث القوم مفلوج بنادینے کا پروگرام بنایا جس پر اس کی ساری سیاسی قوت کارفرما رہی۔ ان معاشی اور اقتصادی ادبار کے ساتھ ساتھ عیسائی مبلغین نے برصغیر پہنچ کر مسلمانوں کی نظریاتی اور اعتقادی بنیادوں کو بھی کھوکھلا کرنا شروع کردیا۔ ان عیسائی مشنریوں کی یہ خواہش تھی کہ یہاں کے مسلمانوں کی دین اسلام سے وابستگی کو مشکوک بنادیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے انگریزی اقتدار کے بل بوتے پر ایک طرف اسلام اور عیسائیت میں الجھاؤ پیدا کردیا۔ دوسری طرف بے پناہ دینی فتنوں کو ہوا دے کر مسلمانوں کے اعتقادونظریات کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسلام کے نام پر جو بھی نیا نظریہ لے کر اٹھتا اس کی پیٹھ ٹھونکی جاتی۔ چنانچہ برصغیر کی آج سے صد سالہ قبل نظریاتی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو برصغیر میں کئی ایسے فتنے ابھرتے دکھائی دیتے ہیں، جن کی پشت پناہی پر صرف اور صرف انگریزی اقتدار تھا۔

انہی دنوں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی ابھرا جس نے دوسرے دینی فتنوں سے بڑھ چڑھ کر اسلام کا نام لے کر ایک زبردست فتنے کی بنیاد رکھی جو آگے جا کر مرزائیت یا قادیانیت کے بدنام ناموں سے مشہور ہوا۔ مرزا قادیانی پیدائشی طور پر صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا۔ وہ حضور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ اس نے ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو اشتہار شائع کر کے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا پھر مشائخ ہندوستان کے نام ''انجام آتھم'' میں بھی اپنے اس عقیدے کا اظہار کیا۔ اس عقیدے کے باوجود اپنے آپ کو ''مجدد اسلام اور مہدی وقت'' قرار دیتا تھا۔ اگرچہ اس کے یہ دعوے اہل علم کو کھٹکتے تھے مگر مسلمانوں میں سے اکثر نیم خواندہ جذباتی لوگ مجدد یا مہدی ہونے کو گوارا جان کر اس کی اسلامی خدمات کا اعتراف کرتے رہے۔ انہی دنوں مرزا موصوف نے اپنے آپ کو مثیل مسیح اور مسیح موعود کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ اس نے اپنی تصنیفات ''ازالہ اوہام، فتح اسلام اور توضیح المرام'' میں اس نظریہ کی وضاحت کی۔ اس کے یہ دعوے علمائے اسلام کو حیرت زدہ کرنے کو کافی تھے۔ انہوں نے اس کی مناظرانہ خدمات کے باوجود ان نظریات کا سختی سے نوٹس لیا۔

مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں لکھا ''میں خدا کا پیغمبر، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کا فرستادہ ہوں'' مجھ پر ایمان لاؤ۔ ۱۹۰۱ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ اعلان تمام اہل ایمان اور اہل اسلام کے لئے ایک زبردست چیلنج تھا۔ وہ چیخ کر رہ گئے۔ انگریز حکومت ''آزادی مذہب'' کے نام پر مرزا قادیانی کی حفاظت پر موجود تھی۔

علماء کرام نے اس جھوٹی نبوت کے خلاف ثابت قدمی سے کام کیا۔ لدھیانہ کے مولانا محمد (لدھیانوی)، قصور کے مولانا دستگیر ہاشمی قصوری، گولڑہ سے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، امرتسر سے مولوی ثناء اللہ امرتسری، بریلی سے امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی، میرٹھ سے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، الور سے حضرت مولانا دیدار علی شاہ الوری جیسے ہزاروں جید علماء کرام نے مرزا کی نبوت اور اس کے باطل نظریات کو للکارا۔ اس دور کے دینی لٹریچر کو سامنے رکھا جائے تو علمائے کرام نے جس پامردی سے مرزا کی نبوت کاذبہ کے خلاف جو جہاد کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں، الہام، فیصلے، آسمانی بددعائیں سب ایک ایک کر کے جھوٹی اور بے اثر ثابت ہوئیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے اپنی تصنیف سیف چشتیائی میں مرزا قادیانی کے تمام الہامات کا تجزیہ کر کے ایک ایک الہام کو جھوٹا ثابت کیا۔ اگرچہ ان دنوں مرزا کی نبوت کے جھوٹے دعوے ہندوستان کے وسطی اور مشرقی علاقوں میں اتنے مشہور نہیں ہوئے۔ پھر بھی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی کے علاوہ علمائے دیوبند نے اس جھوٹی نبوت کے خلاف بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔

۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو تحریری مناظرہ کی دعوت دی اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دعوت پر اس وقت کے بیس مشہور قادیانی عالموں نے اپنی اپنی شہادت نصب کی تھی۔ پھر اس دعوت مناظرہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت کے چھیاسی علمائے اسلام کے نام لکھے تاکہ وہ بھی مجلس مناظرہ میں موجود رہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے فوراً اس دعوت مناظرہ کو قبول کر لیا اور ۲۵؍جولائی ۱۹۰۰ء کو تحریراً اطلاع دی کہ وہ تاریخ مقرر کر کے لاہور آئیں ہم مناظرہ کے لئے تیار ہیں[1]۔ پنجاب بھر کے مسلمانوں کے لئے یہ مناظرہ ایک تاریخی معرکہ تھا۔ بے پناہ سامعین لاہور پہنچے۔ ان میں سنی، شیعہ،

---

[1] اس مناظرہ کی مکمل روداد معہ اسمائے شرکاء علمائے مجلس مناظرہ کتاب ''مہر منیر'' مرتبہ مولانا فیض احمد فیض گولڑہ شریف ص ۲۱۰ تا ۲۸۸ تک دیکھی جاسکتی ہے۔

دیوبندی، اہل حدیث اور دوسرے فرقوں کے لوگ شامل تھے۔ پنجاب کے علاوہ دہلی، سہارن پور، دیوبند، لدھیانہ، اور پشاور سے جوق درجوق لوگ لاہور پہنچے۔ شاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان اور فقید المثال اجتماع منعقد ہوا۔ مگر مرزا غلام احمد قادیانی لاہور نہ پہنچ سکا۔ اسے خطرہ تھا کہ وہ اپنے کاذبانہ دعویٰ کی بنا پر اس عظیم معرکہ صداقت میں شکست زدہ ہوکر اپنے مستقبل کو تاابد تاریک کر بیٹھے گا۔ بنا بریں اس نے فساد کا بہانہ بنا کر میدان کو صرف اور صرف مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ تاہم شاہی مسجد کے اس عظیم اجتماع میں سربرآوردہ علماء کرام نے اپنی تقاریر میں مرزائیت عقائد کی تردید میں اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار کیا۔

مرزائیت ہمیشہ اپنی جھوٹی نبوت کی کاذبانہ آن برقرار رکھنے کے لئے مناظرہ، مباہلہ، مسالمہ اور مکالمہ کا اعلان تو کردیتی تھی مگر میدان میں آکر علماء اسلام کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔

علماء دین کے فیصلوں کے ساتھ ساتھ عام مسلمانوں کے دلوں میں بھی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت نقش کا الحجر بن چکی تھی۔ چنانچہ ۱۹۲۶ء میں اللہ تعالیٰ نے مرزائیت کے ارتداد کا طلسم توڑنے کے لئے ایک پاک باز اور نیک سیرت بی بی کو ریاست بہاول پور کے ایک دور دراز گاؤں سے کھڑا کیا تاکہ وہ مرزائیت کے ارتداد کی حقیقت کو عدالتی فیصلوں سے واضح کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ یہ عورت مسماۃ عائشہ بیگم بنت مولوی الٰہی بخش تھی جس کا خاوند مرزائی ہوگیا تھا۔ عائشہ بیگم نے خاوند کے ارتداد پر فسخ نکاح کے لئے عدالت میں دعویٰ دائر کردیا۔ مقامی عدالت نے اس بے سروسامان عورت کے دعویٰ کو چند ساعتوں کے بعد خارج کردیا مگر جب اس دعویٰ کی اپیل بہاول پور کی عدالت عظمیٰ میں دائر کی گئی تو یہ مقدمہ مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان ایک معرکہ بن گیا۔

ان دنوں بہاول پور کے جامعہ عباسیہ کے شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی تھے۔ آپ عالم دین بھی تھے اور منطق کے امام بھی مانے جاتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید خاص تھے۔ آپ کو عدالت عظمیٰ نے دینی اور قانونی رہنمائی کے لئے طلب کیا۔ آپ نے فاضل جج کے سامنے مدعا علیہ کے مرتد ہونے اور مومنہ کے نکاح کے فسخ ہونے پر دس گھنٹے تک دلائل دیئے۔ دلائل سے متاثر ہوکر فاضل عدالت نے مقدمہ دوبارہ سماعت کے لئے واپس بھیجا۔ ڈسٹرکٹ جج نے مقدمہ کا دائرہ کار وسیع کرتے ہوئے شیخ الجامعہ کو اجازت دی کہ اپنی طرف سے دوسرے علمائے اسلام کو عدالت میں پیش کرسکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الجامعہ کی دعوت اور کوششوں سے برصغیر کے چوٹی کے علماء کرام عدالت میں شہادت اور ابحاث وجرح کے لئے پہنچنا شروع ہوئے۔ ان علماء کرام میں دارالعلوم دیوبند سے علامہ سید انور شاہ کشمیری، مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ حسن دربھنگوی (چاندپوری) اور رئیس المناظرین مولانا ابوالوفا شاہجہان پوری، مولانا نجم الدین لاہوری اور خود شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مرزائیوں کی طرف سے بھی ان کے نامور مناظر جلال الدین شمس اور غلام احمد مناظر مرزائیت کے علاوہ بڑے بڑے وکلاء پیش ہوئے۔ یہ مقدمہ ۱۹۲۶ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک زیر سماعت رہا۔ فاضل عدالت نے فریقین کے نامور علماء کے دلائل سننے کے بعد ایک مفصل فیصلہ قلم بند کیا، جو ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس فیصلہ میں ڈسٹرکٹ کورٹ کے جج جناب محمد اکبر نوراللہ مرقدہ نے برصغیر میں پہلی بار عدالتی قلم سے مرزائیوں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دے کر مدعیہ کے فسخ نکاح کا اعلان کردیا۔

اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کا جذبہ ایمانی اور حضور خاتم النّبیین ﷺ سے ان کی قلبی وابستگی کا ثمرہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو اس طویل مقدمہ کی روئیداد حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس تاریخی اور نہایت اہم قانونی دستاویز کو

زیورطبع سے آراستہ کر کے ملت اسلامیہ پر بڑا احسان کیا ہے۔ اگرچہ آج مرزائیت قانونی طور پر پاکستان میں دم توڑ چکی ہے، مگران کے عقائد باطلہ پر تحقیق سے واقفیت حاصل کرنے والوں کے لئے یہ مفصل اور مدلل کتاب مشعل راہ بنے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اراکین اسلامک فاؤنڈیشن کو اپنی نعمتوں سے نوازے اوران کے قلوب کو حضور خاتم النّبیین ﷺ کی محبت کے نور سے منور فرمائے اور ترقی درجات فی الدارین سے مالا مال رکھے۔ انہوں نے مرزائیت کے رد میں ایک اہم دستاویز کو زیورطبع سے آراستہ فرماکر اہل تحقیق کے لئے روشن راہیں کھول دی ہیں۔

ہمیں امید واثق ہے کہ قارئین گرامی اس ضخیم کتاب کو اس موضوع پر چھپنے والی جملہ کتب میں سے اہم اور مفید پائیں گے۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم.اے

۱۷رستمبر۱۹۸۸ء

رائے گرامی ...... جناب محمد متین خالد لاہور

مقدمہ مرزائیہ بہاول پورجس کا فیصلہ ۱۹۳۵ء میں جناب محمد اکبرخان صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کے قلم سے صادر ہوا۔ تاریخ محاسبہ قادیانیت میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ تاریخی فیصلہ اپنی اہمیت وافادیت کے اعتبار سے آئندہ بے شمار مقدمات میں جو مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان رہے ہیں، معاون ثابت ہوا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مقدمہ کی مکمل روئیداد جس میں فریقین کی جرح، تحریری بحث، جواب اور جواب الجواب وغیرہ شامل ہوں، شائع ہوں، مقام شکر ہے کہ اس کی سعادت اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کے حصہ میں آئی ہے۔ انہوں نے اسے تین ضخیم جلدوں میں شائع کر کے ختم نبوت کے لٹریچر میں ایک عظیم سنہری باب کا اضافہ کیا ہے۔ یہ روداد قادیانیت کے محلات پر ایک میزائل بن کر گرے گی اور اسے ہمیشہ کے لئے علمی اور عالمی سطح پر نیست ونابود کردے گی۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

پوری ملت اسلامیہ کو فاؤنڈیشن کی اس جانگسل کاوش پر مشکور ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں حکومت کو چاہئے کہ اگر وہ واقعی نفاذ اسلام میں مخلص ہے تو ایک سرکلر کے ذریعے اس روداد کو پاکستان کی ہر سرکاری ونیم سرکاری لائبریری میں رکھنے کی ہدایت کرے اور اسے ایم.اے اسلامیات کے نصاب میں شامل کرے۔

علامہ متین خالد ایم.اے، صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نسیم منزل ریلوے روڈ ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ، ۲۲رمئی ۱۹۸۸ء

رائے گرامی ...... جناب ضیاءالدین اصلاحی (دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ انڈیا)

مکرمی ومخدومی السلام علیکم امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے

روئیداد مقدمہ مرزائی بہاول پور کی تین جلدیں دارالمصنّفین کے کتاب خانہ میں موصول ہوئیں۔ ان کے ساتھ ہی آئینہ حقیقت کی ۵رکاپیاں، چند اشتہارات اور آنجناب کا والا نامہ بھی موصول ہوا۔ ہم اس کے لئے آپ کے بے حد شکر گزار ہیں، امید ہے کہ آئندہ بھی آپ کی توجہ دارالمصنّفین کو حاصل رہے گی۔ آپ کے اس مخلصانہ تعلق کا گہرا نقش دارالمصنّفین کے لوگوں کے ذہنوں پر مرتسم ہوگیا ہے۔ جس کے لئے ہم آپ کا پھر صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ والسلام!

خیر طلب: ضیاءالدین اصلاحی، ۲۳رجنوری ۱۹۸۹ء

رائے گرامی ...... مولانا محمد سعید ڈابھیل انڈیا

باسمہ تعالیٰ　محترم ومکرم جناب سید افتخار احمد صاحب، سلام مسنون!　خدا کرے آپ بخیر وعافیت ہوں!

آپ نے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے لئے ’’روئیداد مقدمہ مرزائی بہاول پور‘‘ کا مکمل سیٹ ارسال فرمایا۔ اس پر ممنون ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء!

آپ کا ادارہ ’’اسلامک فاؤنڈیشن‘‘ یقیناً مستحق صد تبریک وتحسین بنا کہ بڑی محنت وکاوش اور چند سالوں کی صبر آزما کوششوں کے بعد اس عظیم وتاریخی دستاویز کے منصۂ شہود پر آنے اور امت مسلمہ کے اس سے مستفید ہونے کا باعث بنا، خصوصاً طبقہ علماء پر آپ کا یہ احسان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان مساعی کو بارآور فرما کر حسن قبول عطا فرمائے۔

آپ نے بڑا کرم فرمایا کہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو خصوصی طور پر یاد فرما کر اس قیمتی ہدیہ سے نوازا۔ گویا آپ نے حضرت العلامہ رئیس المحدثین مولانا شاہ محمد انور صاحب مرحوم کی نسبت کو ملحوظ رکھا۔ فجزاکم اللہ خیرا!

تعارف واشتہار کی کاپیاں یہاں کے مرکزی علمی اداروں پر ہم نے بھیج دی ہیں اطلاعاً تحریر ہے۔ دعاؤں میں یاد فرمائیں۔ والسلام!

(مولانا) محمد سعید غفرلہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک ضلع بلسار گجرات، انڈیا

مؤرخہ ۱۶؍رجب ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۳؍فروری ۱۹۸۹ء

عرضی دعویٰ مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش

مؤرخہ ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء

بعدالت دیوانی منصفی احمد پورشرقیہ

مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش ذات ملانہ عمر ۱۹؍۱۸ سال سکنہ احمد پورشرقیہ

بہ مختاری الٰہی بخش ولد محمود ذات ملانہ سکنہ حال احمد پورشرقیہ، معلم مدرسہ عربیہ (ہند)

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجہ عمر ۲۳ سال موضع مہند علاقہ تحصیل احمد پورشرقیہ

حال مقیم میلسی نہر گیج ریڈر سب ڈویژن انہار میلسی

دعویٰ دلا پانے ڈگری استقراریہ مشعر تنسیخ نکاح فریقین بوجہ ارتداد شوہر مدعا علیہ

جناب عالی! مدعیہ حسب ذیل عرض پرداز ہے:

۱...... یہ کہ مدعیہ کی ایام صغرسنی نابالغی میں والد نے بمقام ڈیرہ غازی خان ہمراہ مدعا علیہ نکاح بموجب احکام شریعت پڑھ دیا۔ جس کو ۱۴؍۱۵ سال ہوئے ہوں گے۔ حق المہر شرعی تھا۔

۲...... یہ کہ مدعیہ اب تک نابالغہ رہی۔ اب عرصہ دو سال سے بلوغ شرعی بہ نموداری ایام حیض ہوا ہے۔ الاّ مدعا علیہ ناکح مدعیہ مذہب اہل سنت والجماعت نے بمصاحبت مرزائی قادیانی رفقاء کی بہ تبدیلی مذہب قادیانی مرزائی ہوگیا ہے۔ اگرچہ فریقین بالغ اور محل زفاف ہیں۔ الاّ بوجہ مرتد ہوجانے مدعا علیہ کے مدعیہ منکوحہ مدعا علیہ نہیں رہی۔ مدعا علیہ شرعاً کافر ہوگیا ہے اور بموجب احکام شرع شریف بابت ارتداد مدعا علیہ مستحق انفراق زوجیت ہے۔

۳...... یہ کہ مدعا علیہ اب تک مسکن مدعیہ پر متدارک سرمیل وشادی عمل زفاف مدعیہ رہا۔ الاّ مدعیہ کو بباعث ارتداد مدعا علیہ انکار ہے۔ ہرچند بطور خود مدعا علیہ کو کہا گیا ہے کہ اس کے مرتد ہونے پر مدعیہ زوجہ جائز مدعا علیہ نہیں رہی لیکن وہ اس بات پر التفات نہیں کرتا۔

۴...... بنائے دعویٰ بمقام مہند جہاں مدعا علیہ اور مدعیہ کی سکونت رہی ہے اور جہاں سرمیل کی تحریک مدعا علیہ کرتا رہا پیدا ہوئی ہے۔ اختیار سماعت نالش عدالت ہذا کو حاصل ہے۔ بنائے دعویٰ پانچ ماہ سے آخری اصرار

مرتدی پر قائم ہوئی ہے۔

۵...... مالیت نالش ہذا بغرض اختیار سماعت مبلغ ایک ہزار روپے اور بغرض ادائیگی کورٹ فیس مبلغ ۲۰۰ روپے ہے۔اس لئے بائیس روپے آٹھ آنے پانچ پائی کا اسٹام شامل کیا جاتا ہے۔

۶...... لہٰذا من مدعی مستدعی ہے کہ ڈگری تنسیخ نکاح انفراق زوجیت برخلاف مدعا علیہ بوجہ مرتد ہوجانے مدعا علیہ کے اور مذہب مرزائی کا پیروکار ہونے سے بموجب احکام شرع شریف مدعیہ مسلمہ حنفی بنا برارتداد مدعا علیہ بحق مدعیہ علاوہ ہرجہ خرچہ برخلاف مدعا علیہ صادر فرمائی جا کر دادرسی من مدعیہ فرمائی جاوے اور قرار دیا جائے کہ مدعیہ بوجہ مرزائی ہوجانے مدعا علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بباعث ارتداد مدعا علیہ نہیں رہا۔اگر کسی دوسری یا متبادل دادرسی کا عدالت من مدعی کو مستحق قرار دیوے تو عطا ہووے۔

تحریر ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء، ۱۳؍محرم الحرام ۱۳۴۵ھ

عرضے

واقعات مندرجہ بالا تا حد علم ویقین میرے فقرہ نمبر ا تا ۴ صحیح درست ہیں۔ فقرہ نمبر ۵ کی نسبت رسوم عدالت سے ہے تصدیق کرتا ہوں۔ بمقام احمد پور شرقیہ ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء دستخط بحروف اردو الٰہی بخش مختار مدعیہ

مسماۃ غلام عائشہ بہ مختیاری الٰہی بخش مدعیہ مختیار خاص
دستخط بحروف اردو
الٰہی بخش بقلم خود

جواب دعویٰ مسمّی عبدالرزاق (قادیانی)

مؤرخہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۲۶ء

بعدالت منصفی احمد پور شرقیہ

مسمات عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش صاحب مدعیہ

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد مدعا علیہ

دعویٰ استقرار یہ تنسیخ نکاح فریقین بوجہ ارتداد مدعا علیہ

جناب عالی!　　　　کمترین حسب ذیل جواب دعویٰ عرض کرتا ہے:

۱...... یہ کہ فقرہ نمبر۱ عرضی دعویٰ درست ہے۔

۲...... یہ کہ مدعیہ مکمل بلوغ کو پہنچ چکی ہے اور اس کی عمر اس وقت ۱۸ سال ہے۔ یہ غلط ہے کہ مدعا علیہ نے مذہب تبدیل کر لیا ہے یا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مدعا علیہ بدستور مسلمان اور احکام شرعی کا پورا پابند ہے۔ احمدی کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ نہ میں مرزائی نہ قادیانی ہوں، یہ محض غلط ہے کہ اگر عقائد احمدیہ کی وجہ سے جو صلاحیت مذہب کی طرف رجوع دلاتے ہیں تو مدعا علیہ مرتد ہوگیا ہے۔ یہ ایک ناجائز حملہ مدعیہ کی طرف سے ہے جو کہ والد مدعیہ نے کرایا ہے۔

۳...... یہ درست ہے کہ مدعا علیہ سرمیل کا تقاضا کرتا رہا اور مدعیہ کا والد انکار کرتا رہا ہے، اس کا انکار مطلقاً قانون اور شرع کے خلاف ہے۔ نکاح ہر صورت میں جائز اور قابل تکمیل ہے۔ شرعاً والد کی طرف سے دختر کا نکاح کسی طریق سے قابل انفساخ نہیں اور نہ ہی وجہ مندرجہ مدعیہ انکار سرمیل کے لئے کوئی کافی وجہ ہے۔ محض بہانہ اور بدنیتی والد کا ثبوت ہے۔

۴...... غلط ہے۔ بنائے دعویٰ بمقام مہند ریاست بہاول پور ہرگز قائم نہیں ہوسکتی نہ کبھی فریقین کی وہاں سکونت رہی نہ مدعا علیہ نے وہاں سرمیل کی تحریک کی۔ قانوناً سرمیل کی تحریک کسی جگہ کیا جانا بنائے دعویٰ کا مقام تصور نہیں ہوسکتا بلکہ حسب دفعہ نمبر۱۵ ضابطہ دیوانی جہاں مدعا علیہ کی مستقل سکونت ہو، بنائے دعویٰ پیدا ہوتی ہے۔ اس علاقہ عدالت حدود کے اندر دعویٰ سماعت ہوسکتا ہے۔ مدعا علیہ کی سکونت موضع جنگل شیخواہ علاقہ ضلع ملتان میں اور نکاح بمقام براگی علاقہ ڈیرہ غازی خان میں ہوا تھا۔ اس لئے دعویٰ ریاست عالی میں نہیں ہوسکتا۔ بلکہ

ضلع ملتان میں ہونا چاہئے۔

۵...... غلط ہے۔

۶...... مدعیہ کسی دادرسی کی مستحق نہیں دعویٰ مدعیہ قابل اخراج ہے۔

عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور سے باختیار کامل بمقدمہ کریم بخش بنام مسماۃ جندوڈی اور ہائی کورٹ مدراس اور دیگر ہائی کورٹوں سے یہ امر صریحاً فیصلہ پاچکا ہے کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان اصلاح یافتہ فرقہ میں سے ہیں۔ مرتد یا کافر نہیں کہے جاسکتے۔ بنابراں دعویٰ مدعیہ خارج فرمایا جاکر ہرجہ دلایا جائے۔ والد مدعیہ نے محض سرمیل سے بچنے کی خاطر یہ ناجائز دعویٰ مدعیہ سے دائر کرایا ہے تاکہ مدعاعلیہ دباؤ میں آکر دستبردار ہوجائے۔ ورنہ مدعاعلیہ کی سخت تذلیل کی گئی ہے۔ ۱۳؍ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ بمطابق ۲۱؍اکتوبر ۱۹۲۶ء

عرضے

دستخط بحروف اردو عبدالرزاق مدعاعلیہ

تاحد علم یہ میرا بیان صحیح درست ہے۔

دستخط بحروف اردو عبدالرزاق بقلم خود

مختصر بیانات فریقین وتنقیحات وضع کردہ عدالت

مؤرخہ ۴؍نومبر ۱۹۲۶ء

بیان مولوی الٰہی بخش ولد محمود ذات ملانہ ساکن احمد پور شرقیہ۔ مختار مدعیہ

باقرار صالح

مسمات غلام عائشہ میری دختر ہے، ایام نابالغی میں اس کا نکاح میں نے مدعا علیہ سے بمقام ڈیرہ غازی خان کیا تھا۔ اب لڑکی عرصہ دوسال سے بالغ ہوچکی ہے۔ لیکن مدعا علیہ مذہب قادیانی اختیار کر چکا ہے اور مرزائی ہوگیا ہے اور شرعاً مرتد اور کافر ہو چکا ہے۔ بموجب احکام شرع شریف بوجہ ارتداد مدعا علیہ نکاح قابل فسخ ہے۔ لہٰذا ڈگری انفساخ نکاح صادر فرمائے جائے۔   دستخط منصف صاحب

۴؍نومبر ۱۹۲۶ء

بیان عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجہ عمر ۲۳ سال ساکن موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور

مدعا علیہ

باقرار صالح نکاح مسمات عائشہ مسلمہ ہے اس سے مختار مدعیہ کو انکار نہیں۔ میں نے مذہب قادیانی اختیار نہیں کیا۔ نہ ہی میں مرزائی ہوں۔ اگر مختار مدعیہ یہ ثابت بھی کردے کہ میں فرقہ قادیانی یعنی مرزائی سے تعلق رکھتا ہوں تو بھی اس حالت میں نکاح قابل تنسیخ نہیں ہے۔ کوئی مرزائی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہے۔ عبدالرزاق سن کر تسلیم کیا۔   دستخط منصف صاحب

از عدالت:

۱...... کیا مدعا علیہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کر چکا ہے اور اس لئے ارتداد لازم آتا ہے۔

بذمہ مدعیہ

۲...... اگر تنقیح بالا بحق مدعیہ ثابت ہو۔ تو کیا نکاح فی مابین فریقین قابل انفساخ ہے۔

بذمہ مدعیہ

مدعا علیہ تردید پیش کرے گا۔ مسل ہذا مؤرخہ ۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء کو پیش ہو۔

۴؍نومبر ۱۹۲۶ء

دستخط منصف صاحب

بیان عبدالرزاق (قادیانی) مدعا علیہ

مؤرخہ ۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء

باقرار صالح

مولوی عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجہ سکنہ ضلع ڈیرہ غازخان   عمر ۲۳ سال

یہ درست ہے کہ میں مرزا غلام احمد کو مسیح موعود تسلیم کرتا ہوں اور ساتھ ہی نبی بھی مانتا ہوں۔ یعنی اس معنی میں کہ آپ نبی کریم ﷺ کے تابع دار ہیں اور آپ کی شریعت کے پیرو ہیں۔ آپ ظلی نبی کی وجہ سے نبوت کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور اس وقت تک میرا یہ اعتقاد ہے۔ گویا میں سلسلہ احمدیت میں منسلک ہو چکا ہوں، میں مرزا صاحب کو اس معنی میں نبی کہتا ہوں۔ جس معنی میں قرآن کریم ثبوت کو پیش فرماتا ہے۔ جیسا دیگر انبیاء علیہم السلام ہیں کہ ان پر وحی اور الہام وارد ہوتے تھے کیوں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہوں اس لئے یہ بھی مانتا ہوں کہ ان پر بمثل دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نزول ملائکہ و جبرئیل علیہ السلام ہوتا تھا۔

سن کر درست تسلیم کیا۔   دستخط صاحب جلیس

۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء

درمیانی حکم عدالت

مؤرخہ ۲۰؍جنوری ۱۹۲۷ء

از عدالت!

آج مسل روبرو فریقین پیش ہوئی، مولوی عبدالرزاق مدعاعلیہ کا بیان بغور ملاحظہ ہوا، اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزاغلام احمد کو وہ نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں کہ بہ مثل دیگر انبیاء مرزاصاحب پر وحی اور الہام وارد ہوتے تھے۔ پس یہ ایک سوال ہے کہ کیا اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے، جس کا ثبوت مدعاعلیہ کو پیش کرنا چاہئے۔

مدعیہ تردید کرے گی۔ مدعاعلیہ نے آج فیصلہ جات کے نقول پیش کئے ہیں۔ وہ شامل مسل رہیں، مسل ہذا بقرار ۲۰؍فروری ۱۹۲۷ء پیش ہوئے۔

دستخط منصف صاحب

۲۹؍جنوری ۱۹۲۷ء

درخواست عبدالرزاق مدعا علیہ

مؤرخہ ۱۹؍فروری ۱۹۲۷ء

بعدالت دیوانی

مسماۃ عائشہ زوجہ عبدالرزاق مدعیہ بنام عبدالرزق مدعا علیہ

دعویٰ تنسیخ نکاح

جناب عالی!

بمقدمہ صدر تاریخ پیشی گزشتہ مؤرخہ ۲۰؍جنوری ۱۹۲۷ء کو مدعا علیہ کے بیانات نسبت اعتقاد دینی کے لئے جا کر ایک تنقیح ذیل وضع فرمایا گیا اور جس کا ثبوت بذمہ مدعا علیہ رکھا گیا۔

’’آج مسل روبرو فریقین پیش ہوئی، مولوی عبدالرزاق مدعا علیہ کا بیان بغور ملاحظہ ہوا۔ اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو وہ نبی تسلیم کرتا ہے۔ اس معنی میں کہ بمثل دیگر انبیاء مرزا صاحب پر وحی اور الہام وارد ہوتے تھے۔ پس یہ ایک سوال ہے کہ کیا اس اعتقاد کے ہوتے ہوئے کوئی شخص مذہب اسلام میں شامل رہ سکتا ہے۔ جس پر ثبوت مدعا علیہ کو پیش کرنا چاہئے۔ مدعیہ تردید کرے گی۔‘‘

جو بیان کہ مدعا علیہ نے تاریخ پیشی مذکورہ بالا پر دیا، اس میں مدعا علیہ نے اپنے اعتقاد مذہبی کو بخوبی واضح کر دیا تھا مگر عدالت موصوف نے میرے اعتقاد مذہبی کا جو خلاصہ اخذ فرمایا ہے، وہ میرے اصلی اعتقاد مذہبی سے مغائر ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم مذہبی مسئلہ ہے۔ اعتقاد مذہبی کی غلط تعبیر سے مقدمہ پر کافی اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اپنے اعتقاد مذہبی کو مدعا علیہ ذیل میں پیش کرتا ہے تاکہ غلط فہمی نہ رہے۔

’’میں خداتعالیٰ کو ’وحدہٗ لا شریک لہٗ‘ مانتا ہوں، حضرت محمد ﷺ کو ’خاتم النّبیین‘ تسلیم کرتا ہوں۔ قرآن کریم کو کامل الہامی کتاب مانتا ہوں۔ کلمہ طیبہ پر میرا ایمان ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی برکت و آپ کے توسط سے اور آپ کی شریعت مقدسہ کی اطاعت سے حضرت مرزا صاحب کو امتی نبی تسلیم کرتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ بلکہ شریعت محمدی کے تابع اور اشاعت کرنے والے ہیں۔ ان پر وحی اور الہام بابرکت حضرت نبی کریم ﷺ وارد ہوتے تھے۔‘‘

نیز مدعا علیہ عرض کرتا ہے کہ تنقیح مذکورۃ الصدر غلط وضع فرمایا گیا ہے۔ دعویٰ مدعیہ کا ہے اور اسی بنا پر ہے کہ مدعا علیہ بوجہ ہونے احمدی کے مرتد ہوگیا ہے اور اس لئے اس کا نکاح ہمراہ مدعا علیہ قابل تنسیخ ہے۔ اپنے دعویٰ کی تائید مدعیہ پر فرض ہے اور اس کی تردید مدعا علیہ پر۔ اس لئے بجائے تنقیح مذکورۃ الصدر کے تنقیح ذیل وضع فرمایا جائے۔ ’’آیا مدعا علیہ جس کا مذہبی اعتقاد یہ ہو جو کہ مدعا علیہ نے اوپر بیان کیا ہے۔ مرتد ہے اور مسلمان نہیں‘‘ ثبوت بذمہ مدعیہ اور تردید بذمہ مدعا علیہ‘ براہ مہربانی تنقیح موضوعہ کو تبدیل فرمایا جائے۔

۱۶؍شعبان ۱۳۴۵ھ، ۱۹؍فروری ۱۹۲۷ء

فدوی عبدالرزاق مدعا علیہ

حکم چیف کورٹ بہاول پور
مؤرخہ ۷؍مئی ۱۹۲۷ء
بابت منتقلی مقدمہ از عدالت منصفی احمد پور

تجویز آخر با اجلاس عالی جناب مہتہ اودھوداس صاحب جج چیف کورٹ بہاول پور
مسماۃ غلام عائشہ بنت الٰہی بخش قوم ملانہ سکنہ تحصیل احمد پور شرقیہ
بنام
عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد ذات باجہ سکنہ لودھراں ضلع ملتان
دعویٰ تنسیخ نکاح

درخواست انتقال

مسل کو دیکھا گیا ہے کہ منصف صاحب احمد پور شرقیہ نے شرعی سوالات کے لئے دو مولوی صاحبان کو کمیشن مقرر کیا ہوا ہے۔ ادھر مسل پر کئی فیصلہ جات اور سرٹیفکیٹ پیش کئے گئے ہیں۔ بلحاظ نوعیت مقدمہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ مقدمہ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی عدالت سے تجویز جاوے۔ چنانچہ وہاں منتقل کرتا ہوں۔ عبدالرزاق سائل حاضر ہے۔

۴؍ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ بمطابق ۷؍مئی ۱۹۲۷ء

دستخط: اودھوداس

درخواست عبدالرزاق مدعاعلیہ

مؤرخہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسوله الکریم

احمدی عقائد

میں صدق دل سے شہادت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ وحد لاشریک لہٗ ہے اور حضرت سیدنا محمد ابن عبداللہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ﷺ اور سیدالانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہے۔

میں خدا تعالیٰ کی توفیق سے حسب قانون شرع محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو فرض جانتا ہوں۔ میں نماز کا پابند ہوں۔ ماہ رمضان مبارک کے روزے رکھتا ہوں۔ میں صاحب نصاب نہیں۔ لہٰذا زکوٰۃ مجھ پر واجب نہیں۔ حج کی استطاعت نہیں رکھتا ورنہ ادا کرتا۔ ارشاد مصطفوی ﷺ کہ ’’ان تشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وان تقیمو الصلوٰة وتوتی الزکوٰة وتحج البیت‘‘ پر ایمان ویقین رکھنے والا مسلمان ہوں۔

میں خدا تعالیٰ پر اس کے تمام صفات سلبی ثبوتی کے ساتھ ایمان لایا ہوں۔ اس کے فرشتوں اور اس کی تمام کتابوں اور اس کے سب کے سب پاک رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔ یوم الآخر کو مانتا ہوں۔ قدر خیر وشر اللہ تعالیٰ سے ہے۔ موت کے بعد زندگی اور حساب کتاب سزاو جزاء دوزخ و بہشت کا قائل ہوں۔

اٰمنت بالله وملٰئکةِ وکتبه ورسله والیوم الآخر والقدر خیره وشره من اللّٰه تعالیٰ والبعث بعد الموت. یہی اعتقاد تمام احمدی مسلمانوں کا ہے اور یہی اعتقاد ذیل میں حضرت مرزا صاحب غلام احمد مسیح موعود قادیانی نے سکھایا ہے: ’’وانا اشرح فی المقصود‘‘ وها انا اشهد بالرب العظیم. واحلف بالله الکریم علی اننی مؤمن مسلم موحد متبع لاحکام الله وسنن رسولهٗ. وبریٔ مما تظنون ومن سم الکفر وحلوله وانی لا ری یغیر الشرع عزةً ولا لعالمه درجة واٰمنت بکتاب الله واشهد ان خلافه زندقة. ومن تفوه بکلمة لیس لهٗ اصل صحیح فی الشرع ملهماً کان اومجتهداً فیه الشیاطین متلاعنه. واٰمنت بان نبیا محمد ﷺ خاتم الانبیاء. وان کتابنا لقرآن کریم وسیلة الابتداء. لانبی لنا نقتدی بهٖ الا المصطفیٰ ولا کتاب لنا

نتبعة الا الفرقان. المهيمن على الصحف الاولیٰ. واٰمنت بان رسولنا سيد ولد اٰدم وسيد المرسلين وبان اللّٰہ تعالٰی ختم به النّبيين. وبان القرآن المجيد بعد رسول اللّٰہ محفوظ من تحريف المحرفين وخطا المخطين. ولا ينسخ ولا يزيد ولا ينقص بعد رسول اللّٰہ ولايخالفهٔ الملهمين الصادقين. وكل مافهمت من عويصات القرآن او الهمت من ا للّٰہ الرحمن فقبلته علٰى شريطة الصحة والصحة والصواب والسمت. وقد كشف عليّ انهٔ صحيح خالص يوافق الشريعة لاريب فيه. ولا لبس ولاشک ولا شبهة. وان كان الامر خلاف ذٰلک على فرض المحال. فنبذنا مكة من ايد ينا كالمتا ع الردى ومادة السعال. واٰمنا بمعانى اراد ها اللّٰہ ورسولهٖ الكريم. وان لم نعلها ولم يكشف علينا حقيقتها من اللّٰہ العليم“ (کتاب آئینہ کمالات اسلام ص۲۱، خزائن ج۵ ص۲۱، مؤلفہ مرزا قادیانی)

یہی میرے عقائد ہیں جن پر اب تک علی وجہ البصیرت بفضلہٖ تعالیٰ قائم ہوں۔ اكفٰى باللّٰہ شهيدا بينى وبينكم ومن عنده علم الكتاب!

رقم: عبدالرزاق احمدی سکنہ لودھراں

۱۷ردسمبر ۱۹۲۷ء، ۲۲رجمادی الثانی ۱۳۴۶ھ

بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی

۱۸ر جنوری ۱۹۲۸ء

’’علامۃ العصر پیکر علم وفضل حضرت غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم تھے۔ ان کا چشمہ فیض ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ممالک غیر سے بھی اکثر تشنگان علم اس چشمہ سے سیراب ہونے کے لئے شمالی پنجاب کی اس عظیم درسگاہ جامعۃ العباسیہ بہاول پور حاضر ہوتے رہے۔

۱۹۲۶ء میں جب مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر ہوا تو جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور نے شرعی امور پر عدالت کی رہبری کے لئے حضرت شیخ الجامعہ کو بطور عدالتی گواہ طلب فرمایا۔ حضرت ممدوح کا یہ بیان ۱۸ر جنوری ۱۹۲۸ء کو قلم بند ہوا۔

حضرت نے قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے جس کا انکار کفر ہے۔ اگر کوئی شخص ظلی یا بروزی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، تو وہ اور اس کے متبعین کافر اور خارج از اسلام ہیں اور ایسے عقائد رکھنے والے شخص کا سنیہ عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔‘‘ (ادارہ)

بیان مولوی غلام محمد شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور باقرار صالح

۱۸؍جنوری ۱۹۲۸ء، ۲۴؍رجب ۱۳۴۶ھ

میں نے عقائد احمدی مدخلہ مدعا علیہ مشمولہ مسل ہذا کو دیکھا ہے۔ یہ عقائد عام مسلمانوں کے ہیں۔ احمدیہ جماعت کے یہ اعتقادات مخصوص نہیں ہیں۔ میں نے اس کا بیان مؤرخہ ۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء سنا ہے۔ ان بیانات میں جو یہ الفاظ ہیں کہ میں مرزا غلام احمد کو نبی تسلیم کرتا ہوں اور اس لئے یہ بھی مانتا ہوں کہ ان پر بمثل دیگر انبیاء نزول ملائکہ و جبرئیل ہوتا تھا۔ یہ خاص اعتقاد جماعت احمدیہ کا ہے اور اسی اعتقاد کی وجہ سے وہ غیر مسلم ہیں۔ اس واسطے کہ تمام فرق اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ جو شخص آنحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی شخص پر نزول جبرئیل کا عقیدہ رکھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اس اعتقاد والے شخص کا میرے نزدیک سنیہ عورت کے ساتھ نکاح قائم نہیں رہتا۔ چنانچہ اس کے متعلق کل علماء ہندوستان کا فتویٰ ہے۔ مسل کے ساتھ جو فتاویٰ مولوی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند اور مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے شامل ہیں وہ مستند ہیں۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک مستند اہل حدیث عالم ہے۔ مرد کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح شرعاً فسخ ہو جاتا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ تحریر کیا ہے کہ میں تشریعی نبی ہوں۔ یعنی نئی شریعت لایا ہوں۔ ان کی کتاب ''اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵'' میں یہ عقیدہ موجود ہے جو شخص ایسے شخص کو نبی اور رسول مانے وہ میرے عقیدہ میں مرتد ہے اور چونکہ مولوی عبدالرزاق مرزا صاحب کو نبی مانتا ہے اور ان پر نزول جبرئیل کا قائل ہے۔ لہٰذا بوجہ ارتداد اس کا نکاح مدعیہ کے ساتھ فسخ ہو چکا ہے اور یہی مذہب یعنی عقیدہ عام علماء ہندوستان کا ہے۔ چونکہ یہ مذہب قادیان ہندوستان میں ہی رائج ہے۔ اس لئے دیگر ممالک کے علماء کی آراء اور خیالات یہاں تک نہیں پہنچے مگر اب جہاں جہاں یہ مذہب ہندوستان سے باہر پھیل رہا ہے۔ وہاں کے علماء ان کے ارتداد کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ چنانچہ کابل میں امیر صاحب نے علماء کابل کے حکم سے ایک احمدی کو سنگسار کیا۔ اسی طرح دمشق میں ایک احمدی حال ہی میں قتل کیا گیا ہے۔

سن کر تسلیم کیا۔　　　　محمد اکبر

مرتد کے لفظ کے معنی شرع میں یہ ہیں کہ کسی بنیادی مسئلہ اسلام سے انکار کیا جائے۔ مثلاً توحید نبوت آنحضرت ﷺ وختم نبوت آنحضرت ﷺ، مرزائی، رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کے قائل نہیں، اس لئے وہ مرتد ہیں۔ ختم نبوت آنحضرت ﷺ مذہب اسلامی کا بنیادی عقیدہ ہے۔

سن کر تسلیم کیا۔　　　　محمد اکبر

درخواست عبدالرزاق مدعا علیہ بجواب بیان جناب حضرت شیخ الجامعہ صاحب بہاولپور

مؤرخہ ۲۹؍مارچ ۱۹۲۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم!

تردید بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ بہاولپور از عبدالرزاق احمدی ساکن لودھراں ضلع ملتان

غلام عائشہ بنت الٰہی بخش	بنام	عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد
مدعیہ		مدعا علیہ

دعویٰ استقرار حق

جناب عالی! مدعا علیہ بجواب بیان مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ جو اس نے برخلاف مدعا علیہ دیا ہے کہ تردید ذیل عرض کرتا ہے۔

۱…… گواہ اپنے بیان میں تسلیم کرتا ہے کہ یہ عقائد جو مدعا علیہ نے شامل مسل کئے ہیں عام مسلمانوں کے ہیں صرف احمدیوں کے مخصوص نہیں۔ جیسا کہ ان عقائد سے ایک مسلمان، مسلمان کہلاتا ہے اور کوئی مسلمان ہوسکتا ہے تو کسی خصوصیت کی طرف گواہ کا الجھنا بے سود ہے۔ اسلام کے اندر بہتر فرقے کے خصوصی عقائد الگ الگ ہیں۔ کسی کے مسلمان ہونے کے لئے صرف وہی عقائد زیر غور آتے ہیں جو اسلام کی تعریف کے اندر داخل ہوں گواہ نے میرے عقائد مشمولہ مسل پر جو میں نے اپنے رہنما کی شائع شدہ کتاب کے حوالے سے لکھے ہیں۔ جرح کرنے کی نہ جرأت کی اور نہ کرسکتا ہے، بلکہ اس نے تسلیم کیا ہے کہ یہ عقائد عام مسلمانوں کے ہیں۔ کسی خصوصیت کی وجہ سے کوئی فرقہ جو اسلام کے اندر آچکا ہے، ہرگز ہرگز خارج نہیں ہوسکتا۔ گواہ نے کوئی دلیل کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ سے نہیں دی اور نہ وہ دے سکتا تھا جو میرے مسلم ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

۲…… یہ ثابت ہوچکا ہے کہ گواہ نے میرے عقائد پر جرح کرنے سے عاجز ہوکر ادھر ادھر نکلنے کی سعی کی ہے۔ ۵؍دسمبر ۱۹۲۶ء کے بیان کا جو حوالہ گواہ نے دیا ہے۔ اس کی اصلیت یہ ہے کہ جو لفظ مجسٹریٹ کی قلم سے نکلے تھے وہ میرے منہ کے نہ تھے۔ اس لئے بیان پڑھنے کے بعد میں نے تحریری تشریح ۲۶۱۷ شامل مسل کردی۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ وہ اپنے متعلق منسوبہ مشتبہ امر کو مشرح کرے۔ اسی اصول پر میں نے تشریح کردی تھی۔ اب بھی میں ایک کتاب موسومہ ’’عقائد احمدیہ‘‘ پیش کرتا ہوں۔ جس میں تمام ’’عقائد احمدیہ‘‘ بحوالہ کتب حضرت مسیح موعود درج ہیں۔ یہی میرے عقائد ہیں اور ان عقائد پر کوئی جرح دیانۃً نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی بات زیر بحث ہو تو وہ فروعی اختلاف ہوگا نہ اصولی، چہ جائیکہ موجب خروج از اسلام ہو۔

۳...... گواہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو شخص نزول جبرئیل کا عقیدہ رکھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ خود گواہ کی تقریر سے ثابت ہے کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ کی دلیل پر نہیں کہا گیا۔ تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق ظاہر کرنا اور عدلین کی کوئی دلیل بیان نہ کرنا کافی ثبوت ہے کہ گواہ کا بیان غلط ہے۔ قرآن کریم پارہ ۲۴ سورہ حٰم السجدہ آیت ۳۰ رکوع ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ الّتی کنتم توعدون**'' ﴿تحقیق ان لوگوں نے کہا کہ پروردگار ہمارا اللہ ہے۔ پھر ثابت رہے کہ اوپر اسی کے اترتے ہیں فرشتے یہ کہ مت ڈرو اور مت غم کھاؤ اور خوشخبری پاؤ اس حیثیت کی جو تھے تم وعدہ دیئے جاتے۔﴾ (ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی)

اسی طرح پارہ ۳۰ سورۃ القدر آیت ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''**تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر سلام**'' اترتے ہیں فرشتے اور روح پاک بیچ اس کے ساتھ حکم پروردگار اپنے کے واسطے ہر کام کے سلامتی۔ الخ!

(ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی)

ان ہر دو آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے نزول ملائکہ کو مذکور فرمایا ہے اور اسے بطور رحمت مسلم مومن کے لئے ضروری بصراحۃً قرار فرمایا ہے۔ صاف ثابت ہے کہ نزول ملائکہ میں اسلام کی عظمت ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں نزول جبرئیل تسلیم فرمایا ہے۔ جب قرآن کریم پکار پکار کر فرماتا ہے کہ ملائک اترتے ہیں اور مذکورہ بالا آیات میں نزول ملائکہ اور روح امین (جبرئیل) صاف صاف لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے تو کیا نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ نے بقول گواہ مسئلہ خروج از اسلام کو جزو اسلام قرار دیا ہے۔ قرآن کریم ایک رحمت ہے۔ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک نقطہ اور ایک ایک شوشہ سراسر برکت ہے اور موجب عظمت الٰہی اور ہدایت عامۃ الناس ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے؟ کہ اس میں ایسے مسئلہ کا ذکر غیر معمولی زوردار بلاغت اور پُر معارف الفاظ میں بطور صداقت کیا جائے۔ جو اسلامی عظمت کو مٹانے کے مترادف ہے اور برکات ذات مصطفوی ﷺ پر حملہ۔ من مدعا علیہ کا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ کے طفیل نزول ملائکہ میں اسلام کی عظمت وزندگی ہے۔ پچھلے ماہ میں فضائل رمضان شریف پر صادق الاخبار نمبر ۱۰ جلد ۶۲ مؤرخہ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ مطابق ۸؍مارچ ۱۹۲۸ء ص۴ کالم ا میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ بغور ملاحظہ فرمایا جائے۔

''اترتے ہیں زمین پر جبرئیل اور ان کے ساتھ فرشتے ہزار جو سدرۃ المنتہٰی کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ نوری جھنڈے ہوتے ہیں، گاڑتے ہیں، اپنے جھنڈوں کو چار مقام پر کعبہ شریف کے نزدیک، قبر شریف نبی اکرم ﷺ کے نزدیک، مسجد بیت المقدس کے نزدیک، طور سینا کی مسجد کے نزدیک تا پھر کوئی مکان اور حجرہ اور کوئی گھر اور کوئی کشتی ایسی باقی نہیں رہتی جس میں مومن مرد ہو یا عورت مومنہ ہو مگر فرشتے اس میں جاتے ہیں تا شب قدر میں جاگتا ہے، اس کے پاس آتے ہیں فرشتے اور مصافحہ کرتے ہیں اور وقت دعا کے آمین کہتے ہیں۔''

پرچہ اخبار مذکور بالا شامل ہے ملاحظہ فرمایا جاوے۔ جس کی گواہ نے آج تک تردید نہیں کی اور نہ کرسکتا ہے۔ یہ ایک زبردست شہادت ہے۔ مسلمانوں کی ریاست کے مسلمان اخبار میں ایسے مضمون کا شائع ہونا اور بلاتردید قبول کیا جانا۔ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ گواہ کا بیان غلط ہے۔ کیونکہ گواہ نے باوجود علم کے اس کی تردید کے لئے قلم نہ اٹھایا۔ گواہ کا بحیثیت شیخ الجامعہ ہونے کے فرض تھا کہ وہ جس مسئلہ کو موجب ارتداد عن الاسلام گمان کرتا ہے اور پھر وہی مسئلہ ایک مسلمان کے قلم سے نکل کر بذریعہ مسلم اخبار مسلم ریاست میں شائع ہوتا ہے۔ پھر بغیر تأمل کے مقبول مسلمانان ہوتا ہے اور بقول گواہ ''نزول جبرئیل بعد آنحضرت ﷺ کا قائل دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے

اوران کا نکاح فسخ ہوتا ہے۔'' تو ایسے مسئلہ کے برخلاف اسی اخبار بالا میں اعلان کرتا اور ''ارتدادی رو'' کو روکتا۔ مگر شیخ الجامعہ نے ایسا نہیں کیا اور مضمون بلاتردید مسلم اخبار میں نقل کر اس امر کا بیّن ثبوت ہوا کہ یہ مسئلہ شیخ الجامعہ کے نزدیک درست اور صحیح ہے۔ نہ بموجب خروج از اسلام ورنہ شیخ الجامعہ نے اپنا فرض کیوں بھلا دیا؟ باقی رہا اتفاق کا مسئلہ جو طویل البحث ہے۔ اگر عدالت موقعہ دے تو میں اس کا بطلان ثابت کرسکتا ہوں۔ اہل اسلام کے اکثر فرقوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ جو اللہ کا سچا رسول اور نبی تھا اور ازیں وجہ آپ کی نبوت کا منصب سلب نہیں ہوا۔ آخرزمانہ میں اصلاح امت کے واسطے نزول کریں گے اور یہی عقیدہ گواہ کا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ایسے فرقوں کا اعتقاد ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ نہ نبوت بند ہے نہ نزول جبرئیل ورنہ ہزاروں برس کے بعد بغیر نبوت ووحی اور نزول جبرئیل کے حضرت عیسیٰ کا تشریف لے آنا عبث ہوگا۔ جو منافی شان نبوت ہے۔

۴...... گواہ کا بیان کرنا کہ ایسے اعتقاد والے شخص کا میرے نزدیک سنیہ عورت کے ساتھ نکاح نہیں رہتا۔ بالکل غلط اور بیہودہ بات ہے۔ فتویٰ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر ہونا چاہئے نہ کسی کی شخصی وذاتی رائے پر اور وہ شخص بھی ایسا جو فتویٰ دینے میں عدلین کے بجائے اپنی رائے اور خیال کو مستند ومتمسک کرے۔ کوئی شخص جو حسب مفہوم میرے عقائد ماخوذہ از قرآن کریم وسنت رسول کریم ﷺ کے توحید اور نبوت آنحضرت ﷺ کا اقرار کر کے مسلمان ہو چکا ہے۔ وہ بغیر انکار ان ہر دو اصولوں کے غیر مسلم نہیں ہوسکتا۔ یہ گواہ کا بے دلیل تحکم ہے۔

۵...... علمائے ہندوستان کے دامن میں گواہ کا ہاتھ ڈالنا اور عدلین کا مطلقاً نام نہ لینا ثابت کرتا ہے کہ گواہ کے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبوی ﷺ سے کوئی دلیل نہیں جو میرے برخلاف ہو۔ علماء کے ایک فرقہ کے دوسرے فرقہ پر فتاویٰ کفر شائع شدہ دائر وسائر ہیں۔ کتابیں چھپی ہوئی ہیں۔ اگر ان فتوؤں پر اعتماد کیا جائے یا ان کی کوئی وقعت ہو تو ہندوستان میں کوئی نکاح نادر ہوگا جو بحال رہا ہو۔ شیعوں کے سنیوں کے خلاف، سنیوں کے شیعوں کے برخلاف فتویٰ کفر شائع شدہ ہیں۔ مگر نکاح بدستور بحال ہیں اور باہم ہو رہے ہیں۔ بریلویوں کے دیوبندیوں کے برخلاف، دیوبندیوں کے بریلویوں کے برخلاف فتویٰ کفر صادر ہیں اور مطبوعہ موجود ہیں۔ مگر ان فتوؤں کی کوئی وقعت نہیں ہے اور نکاح بھی کسی کے فسخ نہیں ہوئے۔ علماء کا ایک دوسرے کو کافر کہنا معمولی بات ہے۔ ایسی باتوں پر اعتماد کرنا بعید از دانشمندی ہے۔ مولوی عزیز الرحمٰن صاحب اور مولوی خلیل احمد صاحب کے بجائے اگر سارا دیوبند اور سہارنپور جو امکان کذب باری تعالیٰ جیسے اسلام دشمن مسئلہ کے قائلوں کے مرکز ہیں۔ اکٹھے ہو کر کسی مسلم پر فتویٰ ارتداد بغیر انکار توحید الٰہی اور رسالت عظمیٰ آنحضرت ﷺ کے صادر کریں تو اس کی قدر وقیمت وہی ہوگی۔ جو ان کے عقیدہ کتب باری تعالیٰ کی اور دیگر فتوؤں کی ہے۔

۶...... یہ درست ہے کہ ارتداد سے شرعی نکاح نہیں رہتا۔ مگر مرتد وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کے کلام ہونے اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی فرضیت کے اقرار کے بعد منکر ہو جاوے۔ میرا عقیدہ اس کے برخلاف شامل مسل ہے جس پر گواہ کو کلام کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کو اسلامی صحیح عقیدہ تسلیم کیا ہے۔ میرے صریح شائع شدہ وپیش کردہ عدالت، عقیدہ کے برخلاف گواہ کا مجھے مرتد قرار دینا خلاف واقع اور غلط ہے۔ تعصب نے اس کو ایسے غلط بیان دینے پر مجبور کیا ہے۔ ورنہ ہم آنحضرت ﷺ کو ایسا نبی مانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی امت مرحومہ کو آپ ﷺ کے اتباع اور آپ کے طفیل ایسی شان مل سکتی ہے۔ جو مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کی وجہ سے نبیوں کی شان ہے۔ یہ آنحضرت ﷺ کے نہ ختم ہونے والے کمالات نبوت کا اظہار ہے اور آپ ﷺ کی عظمت کا اقرار۔

۷...... گواہ کا بیان کرنا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ درج کیا ہے کہ میں تشریعی نبی ہوں، بالکل غلط ہے۔ خود حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ ’’ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔‘‘

(بدر ج۷ نمبر۹ ص۵۲، مارچ ۱۹۰۸ء)

علاوہ بریں کتاب (عقائد احمدیہ مطبوعہ باردوم ۲۰؍اکتوبر ۱۹۲۷ء ص۵۷تا۷۴) میں حضرت مسیح موعود نے گواہ کے بیان کے برخلاف صریح اور صاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ آپ تشریعی نبی نہیں بلکہ آپ کی مراد ’’ختم نبوت سے یہ ہے کہ تمام کمالات نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہیں۔ جو کہ تمام رسولوں سے افضل ہیں اور تمام نبیوں سے اکمل اور ہمارا اعتقاد ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں لیکن وہی شخص جو آپ کا امتی ہو اور آپ کی روحانیت سے فیض یافتہ کیونکہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔‘‘ (عقائد احمدیہ ص۶۵،۶۶) میرا بھی وہی عقیدہ ہے جو اس کتاب میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمایا جاوے۔ کسی احمدی کا حضرت مسیح موعود کے متعلق تشریعی نبی ہونے کا عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔ یہ گواہ کا غلط استنباط ہے۔ خود حضرت مسیح موعود اور آپ کے جانشین اور تمام احمدی جماعت اور من مدعا علیہ آنحضرت ﷺ کے بعد نئی شریعت لانے کا عقیدہ ہرگز نہیں رکھتے۔ بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والے کو اور شریعت محمدیہ میں کمی بیشی کرنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت سے ہماری مراد یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے طفیل شرع محمدی ﷺ کے اتباع کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ سے ہم کلام ہوا اور اظہار علی الغیب کا مرتبہ عطا فرمایا اور یہ سب کچھ باتباع شرع محمدی کے طفیل اور بتوسط ارتباط آنحضرت ﷺ حاصل ہوا تو ایسے عقیدہ سے آنحضرت ﷺ کی نبوت کاملہ تامہ کی عظمت وبرتری ثابت ہوتی ہے نہ کہ منقصت شان مصطفوی ﷺ۔

۸...... گواہ کا علماء کی رائے کو بار بار ظاہر کرنا جن کے ایک دوسرے کے برخلاف فتویٰ کفر کے لگ چکے ہیں اور شائع شدہ ہیں سراسر تحکم ہے اور صداقت پر مبنی نہیں قرار دیئے جاسکتے۔

۹...... گواہ کا کابل میں احمدی کی سنگساری کو اپنے بیان میں سند گرداننا بھی ایسا ہی بے وقعت ہے جیسا بعض ہندوستان کے علماء کے فتویٰ کو سند بنانا۔ کابل کے علماء کے متعلق خود امیر صاحب کابل کی تقریر بمقام کراچی ان کی قدر وقیمت کو ظاہر کرنے کے واسطے کافی ہے۔ ملاحظہ ہو (اخبار الفضل نمبر۵۱ ج۷ ص۳ کالم۳، مؤرخہ ۲۳؍دسمبر ۱۹۲۷ء) ’’اگر کوئی برا نہ مانے تو میں ایک خاص بات کہنا چاہتا ہوں جس کی نسبت میں نے کابل اور قندھار میں بھی لوگوں کو سمجھایا تھا اور وہ بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں نادان اور ناسمجھ ملاؤں نے ایک نہایت افسوسناک حالت پیدا کردی ہے۔ ان ملاؤں نے لوگوں کو کسی قسم کا فائدہ پہنچائے بغیر ان کو ایک دوسرے سے جدا کردیا۔ نیز فرمایا کہ میں اس قسم کی ملائیت سے بیزار ہوں۔ ان لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اپنے ملک اور قوم کی ترقی کے لئے کوشاں ہوں اور جو ملا صرف اپنی اغراض پوری کرنے کا آرزومند ہو وہ کبھی اپنے ملک کی اصل خدمت انجام نہیں دے سکتا۔‘‘

۱۰...... گواہ کا بیان کرنا کہ دمشق میں ایک احمدی حال میں قتل کیا گیا ہے۔ سراسر افتراء ہے۔ کوئی احمدی دمشق میں قتل نہیں کیا گیا۔ ہمارا احمدی مبلغ بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ برٹش کونسل مقیم دمشق، عدالت کے دریافت کرنے پر گواہ کے بیان کے خلاف اطلاع دے سکتا ہے۔ گواہ نے ہماری دل آزاری کی غرض سے بغیر تحقیق ایک خلاف واقع امر کا بیان کیا ہے۔

۱۱...... گواہ کا بیان کرنا کہ من مدعا علیہ ختم نبوت آنحضرت ﷺ کا منکر ہے۔ سراسر غلط ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صریح الفاظ میں خاتم النّبیین کرکے پکارا ہے۔ احادیث نبویہ ﷺ میں خود حضور انور ﷺ کی زبان مبارک سے آپ نے اپنے متعلق یہ لفظ اطلاق فرمایا ہے۔ صحابہ کرامؓ علمائے سلف آپ کو خاتم النّبیین کے لفظ مبارک سے یاد فرماتے تھے تو پھر اتنے دلائل

کے ہوتے ہوئے گواہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ! خاتم النّبیین تسلیم نہیں کرتا۔ حالانکہ گواہ نے خود تسلیم کیا ہے کہ میرے عقائد عام مسلمانوں کے ہیں میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں آنحضرت ﷺ کو سید الرسل، فخر الانبیاء، خاتم النّبیین یقین کرتا ہوں اور یہی میرا ایمان ہے...... میرے آقا حضرت مسیح موعود نے ہمیں جو تعلیم دی ہے۔ یہ ہے کہ ''عقیدہ کے رو سے جو خدا تعالیٰ تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد ﷺ اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنے بیج سے جدا ہے۔'' (کشتی نوح ص۱۵، خزائن ج۱۹ ص۱۶) پھر ہمارے امام موجودہ جانشین حضرت مسیح موعود حضرت بشیر الدین مرزا محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ العزیز! بایں الفاظ ہم سے بیعت لیتے ہیں: ''آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کروں گا۔'' (عقائد احمدیہ ص۸۶-۸۷)

جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین پکارا اور آپ نے اپنے آپ کو خاتم النّبیین سے موسوم فرمایا اور صحابہ کرام آپ کو خاتم النّبیین کہتے تھے اور حضرت مسیح موعود ہم سے عہد لیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء کہا جائے اور پھر آپ کے بعد آپ کے جانشین ہم سے بیعت لیتے ہیں اور اس امر پر سخت تاکید کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کیا جائے تو پھر من مدعا علیہ کے لئے ضروری نہیں بلکہ قطعی طور پر فرض ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کروں۔ کیونکہ من مدعا علیہ نے حضرت مسیح موعود اور آپ کے جانشینوں سے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کروں گا اور میں تا مرگ اس پر قائم رہوں گا اور اب بھی قائم ہوں۔ **فالحمد للہ** ! کیونکہ صرف یہی خاتم النّبیین ہی ایک ایسا پاک اسم ہے جو مخصوص طور پر آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا گیا ہے جو آپ کے کمالات مستمرہ کا آئینہ ہے۔ ہاں! معنوی طور پر نہ لفظی طور سے من مدعا علیہ گواہ سے مختلف ہے نہ اصلی معنی کے لحاظ سے بلکہ گواہ کے مخترع معنی ہے اور وہ اس طرح پر کہ خاتم النّبیین کا لفظ نہ کلام تام ہے نہ پورا جملہ۔ بلکہ اپنے معطوف علیہ لفظ رسول اللہ سے مرتبط ہو کر جملہ بنتا ہے اور لکن حرف استدراک کے بعد واقع ہے جو پہلی کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرتا ہے۔ یعنی ''**ماکان محمد احد من رجالکم** (احزاب:۴۰)'' سے یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ امت مرحومہ کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی قسم کی ابوت ونبوت کا تعلق نہیں ہے۔ لیکن اس وہم کا تدارک کیا کہ ایسی ابوت کا تعلق باقی ہے جو امت کو رسول کے ساتھ ہے اور رسول بھی ایسا جس پر تمام کمالات نبوت ختم ہو چکے ہوں اور ظاہر ہے کہ لفظ خاتم النّبیین میں دو لفظ ملائے گئے ہیں: (۱)''**خاتم**''(۲)''**النبیین**'' جس کے معنی مہر کے ہیں نہ کچھ اور۔ یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ پیکر انسان تھے نہ خود بہ شکل مہر تو مہر کا مطلق ہونے سے آپ کا مہریت ہونا از قبیل تشبیہ ہوگا۔ تشبیہ میں غیبت مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ اظہار صفت مخصوصہ ہوتا ہے۔ تشبیہ میں وہی تاویل درست ہوتی ہے، جو ماحول سے مطابق ہو۔ پس آنحضرت ﷺ کا مہر ہونا بایں معنی ہوا کہ آپ مصدق ہیں نہ مانع۔ کیونکہ مہر کی غرض تصدیق ہوتی ہے نہ منع۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ نبیوں کی مہر ہیں یعنی آپ ﷺ نے انبیاء کی تصدیق فرمائی۔ نہ منع، یعنی آپ نے نبیوں کو آنے سے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کی نبوت کی تصدیق فرمائی ہے''**وصدق المرسلین** (صافات:۳۷)'' نہ منع۔ انبیاء کا کام تصدیق کرنا ہوتا ہے نہ منع۔ بموجب آیۃ ''**واذ اخذ اللہ میثاق النبیین...... لتؤمنن بہ ولتنصرنہ** (آل عمران:۸۱)'' ختم نبوت کے متعلق قائلین منع نبوت غلطی خوردہ ہیں۔ ازیں وجہ گواہ نے غلط بیان دیا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ خاتم النّبیین بفتح تاء آیا ہے جو بمعنی مہر ہے۔ یعنی آپ مصدق ہیں نبیوں کی تصدیق کی نہ منع اور النّبیین سے مراد کل یا بعض نبی دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پس خاتم النّبیین کے معنی ہوئے کہ آپ نے تصدیق کی۔ کل یا بعض نبیوں کی یا مصدق ہیں۔ گزشتہ بعض نبیوں کے نہ سب کے، یا مصدق ہیں۔ آنے والے معہود نبیوں کے یا مصدق ہیں۔ سب کے

سب نبیوں کے اوّلین وآخرین کے اور یہی معنی مقصود بالذات ہیں اور سب سے ارجح ہیں۔ کیونکہ آپ کی صفت تصدیقیہ سے علی وجہ الاتم مطابقت کاملہ رکھتی ہیں۔ اگر وہ معنی لئے جاویں جو گواہ نے لئے ہیں تو یہ معنی خاتم کے ہوں گے۔ (۱) منع کیا آپ نے سب کے سب نبیوں کو۔ یہ ’’صدق المرسلین (صافات:۳۷)‘‘ کے برخلاف ہے۔ (۲) منع کیا آپ ﷺ نے بعض نبیوں کو یہ ’’یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم (اعراف:۳۵)‘‘ ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اگر آویں تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے الخ کے مخالف ہے تو اگر ہم مصدق سے روگردانی کر کے مانع والے معنی مراد لے ویں تو آپ کی صفت تصدیقیہ سے انکار کرنا پڑتا ہے جو موجب ضلالت ہے۔ قرآن کریم پر ادنیٰ تامل سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ آپ مصدق ہیں۔ مانع نہیں ملاحظہ ہو: (۱) ’’مصدق لما معکم (آل عمران:۸۱)‘‘ (۲) ’’مصدقا لما بین یدیہ (احقاف:۳۰)‘‘ اور یہ صفت قرآن کریم میں بکثرت وارد ہے۔ مگر صفت مانع یا صراحۃً یا دلالۃً یا درایۃً یا اشارۃً یا کنایۃً کہیں بھی مذکور نہیں۔ کیونکہ یہ آپ کی صفت تصدیقیہ کے برخلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خاتم النّبیین کے معنی منع انبیاء لینا قرآن کریم اور خاتم النّبیین کی صفت تصدیقیہ کے برخلاف ہے اور آپ کی تکذیب کرنا ہے جو غلط ہے اور گواہ کا منع انبیاء کے معنی لینا جو غیر مذکور فی القرآن ہیں اور من مدعا علیہ پر حملہ کرنا اور فتویٰ ارتداد لگانا نہ صرف غلط بلکہ قرآن کریم اور خاتم النّبیین کے سخت مخالف ہے اور اسلام سوز ہے۔ گواہ نے جو معنی خاتم النّبیین کے لے کر من مدعا علیہ پر فتویٰ ارتداد لگانا چاہا ہے اس کا ثبوت قرآن کریم میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اس لئے گواہ نے کوئی آیت پیش کرنے کی بجائے صرف اپنی رائے کو پیش کر کے ثابت کر دیا ہے کہ اس کے اختراعی اور خلاف قرآن کریم معنی غلط اور بودے ہیں۔ کتاب اللہ میں یہ معنی ہرگز نہیں ملتے۔ برخلاف معنی منع انبیاء کے وہ معنی جو صفت تصدیقیہ آنحضرت ﷺ کے ماتحت ہیں اور اس کے مطابق قرآن کریم میں کئی مقام پر مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم مرسل اور منذر قرآن کریم میں مذکور ہے اور صفت ارسال رسل بھی موجود ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت صادقہ کی تصدیق واثبات کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی انہیں اسماء وصفات کا ذکر فرمایا ہے جن سے ثبوت کو انعام الٰہی یقین کیا جاتا ہے جو کبھی بھی منقطع نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

۱...... ’’ماکنت ثاویا فی اہل مدین...... ولکنا کنا مرسلین (قصص:۴۵)‘‘

۲...... ’’امرًا من عندنا انا کنا مرسلین (دخان:۵)‘‘

۳...... ’’اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً ومن الناس (الحج:۷۵)‘‘

۴...... ’’وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (آل عمران:۱۷۹)‘‘

۵...... ’’جاعل الملٰئکۃ رسلاً (فاطر:۱)‘‘

۶...... ’’وعجبوا ان جاء ھم منذر منھم (ص:۴)‘‘

۷...... ’’انّاانزلنٰہ فی لیلۃٍ مّبارکۃٍانّاکنّا منذرین (دخان:۳)‘‘

۸...... ’’او عجبتم ان جآء کم ذکر من ربکم علی رجل منکم لینذرکم (الاعراف:۶۳)‘‘

۹...... ’’بل عجبوا ان جآء ھم منذرٌمنھم (ق:۲)‘‘

۱۰...... ’’ینزل الملٰئکۃ بالرّوح من امرہ علٰی من یشاء من عبادہٖ (نحل:۲)‘‘

۱۱...... ’’یختص برحمتہ من یشآء (آل عمران:۷۴)‘‘

۱۲...... ’’فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلاً (فاطر:۴۳)‘‘

ان آیات سے بالوضاحت یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خاتم النّبیین بمعنی نبوت انبیاء نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آیات روکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں مرسل ومنذر ہے اور یہ صفاتی نام شامل ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان اسماء کو معطل قرار دے کر ’’لم یزل لایزال‘‘ کی ارفع شان پر حملہ کریں اور اپنا عقیدہ گھڑیں۔ ان آیات سے صرف اور صرف یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرسل اور منذر ہے اور یہ صفات مستمرہ ہیں۔ ان میں تعطیل وتعطل اور تحول ہرگز ہرگز ممکن نہیں ہے تو آیات بالا سے منہ پھیرنا خدا تعالیٰ کی صفت ارسال رسل کو غلط ٹھہرانے کے مرادف ہے جو کبھی بھی انقطاع پذیر نہیں ہوسکتی۔ خدا کی صفات ہمیشہ ہمیش چلی آئیں ہیں اور چلی جائیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ ہر قسم کی نبوت کو بند کرنا۔ خدا تعالیٰ کا اور اس کی کلام کا اور اس کی صفات کا مقابلہ کرنا اور ان کو غلط ٹھہرانا ہے۔

احمدیوں کا اعتقاد ہے کہ شریعت والی نبوت جو کامل شریعت اور منسوخ ہونے سے پاک اور جس میں تغیر تبدل ناممکن ہو وہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیہ ہے اور جو قرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ایسی شریعت کا دروازہ قطعاً مطلقاً بند ہے۔ اب نہ کوئی شریعت نئی آسکتی ہے نہ آئے گی۔ ناسخ شریعت کا دروازہ آنحضرت ﷺ کے بعد قطعاً بند ہے۔ ہاں! آپ کے اطاعت میں اور اتباع میں بباعث کمال تعلق مودت وفنافی الرسول کی وجہ سے سیرت صدیقیہ کا دروازہ جس کے ذریعہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ واظہار علی الغیب امت محمدیہ کے کامل فرد ہمیشہ ہمیش کھلا رہے گا۔ تا ثابت ہوا کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے، قرآن کریم زندہ کتاب ہے۔ آنحضرت ﷺ زندہ رسول ہے اور خاتم النّبیین ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: ’’آنحضرت ﷺ کو یہ فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوۃ ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے کہ جو ان کی امت سے باہر ہو بلکہ وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۹، خزائن ج۲۳ ص۳۸۰)

گواہ نے جو حوالہ اربعین نمبر کا حوالہ دیا ہے وہ غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود کا اور کسی احمدی کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کوئی تشریعی نبی آسکتا ہے۔ بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ نہ کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو شریعت لائے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو شریعت محمدیہ میں ایزاد کرے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو اس میں کمی کرے۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو آنحضرت ﷺ کا تابع اور امتی نہ ہو۔ نہ ایسا نبی آسکتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے وسیلے اور فیض کے سوا وحی کا درجہ پایا ہو۔ پس بایں معنی سے آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی نبوت کا دروازہ جو ہمارے عقیدہ کے برخلاف ہو۔ بند ہے اور انہیں معنی سے آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور سید الانبیاء ہیں ﷺ۔

خاکسار: عبدالرزاق احمدی مدعا علیہ سکنہ لودھراں ضلع ملتان

مؤرخہ ۲۹؍مارچ ۱۹۲۸ء

فیصلہ جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور

مؤرخہ ۲۱؍نومبر ۱۹۲۸ء

جس کی رو سے باتباع فیصلہ چیف کورٹ بہاول پور

مؤرخہ ۷؍مارچ ۱۹۲۳ءبعنوان مقدمہ جندوڈی بنام کریم بخش

مقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت الٰہی بخش خارج کیا گیا

تجویز آخر باجلاس جناب منشی محمداکبرخان صاحب بی.اے،ایل.ایل.بی،ڈسٹرکٹ جج بہاول پور

بمقدمہ مسمات غلام عائشہ　　بنام　　عبدالرزاق　　دعویٰ تنسیخ نکاح

فیصلہ

یہ مقدمہ من جانب مسماۃ غلام عائشہ اپنے خاوندعبدالرزاق کے خلاف برائے تنسیخ نکاح بدیں بیان دائر کیا ہے کہ مدعیہ کے ایام صغرسنی میں اس کے والدنے اس کا نکاح مدعاعلیہ کے ساتھ بموجب احکام شرع شریف کرایا۔جس کوعرصہ چودہ،پندرہ سال کا ہوگیا ہوگا۔ مدعیہ اب تک نابالغ رہی۔عرصہ دوسال سے بالغ ہوئی ہے۔لیکن اس کے خاوند نے مذہب اہل سنت والجماعت ترک کر کے قادیانی مذہب اختیارکرلیا ہے۔اس مذہب اختیار کرنے سے وہ مرتد ہوگیا ہےاور بوجہ ارتداد مدعاعلیہ مدعیہ کا نکاح فسخ ہو چکا ہے۔اس لئے مستحق انفراق زوجیت ہے۔اس لئے یہ قرار دیا جائے کہ مدعیہ بوجہ مدعاعلیہ کے مرزائی ہوجانے کے وہ اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور مدعاعلیہ کےساتھ اس کا نکاح بوجہ ارتداد مدعاعلیہ نہیں رہا۔

مدعاعلیہ نے اوّل تو اپنے مرزائی ہونے سے انکارکیا۔دوسرا یہ کہا: اگر مدعیہ یہ ثابت کربھی دے کہ وہ یعنی مدعاعلیہ فرقہ قادیانیہ سے تعلق رکھتا ہے تو بھی اس حالت میں نکاح قابل تنسیخ نہیں ہے۔

یہ مقدمہ پہلے عدالت منصفی احمد پورشرقیہ میں دائرتھا۔بحکم ۷؍مئی ۱۹۲۷ءعدالت عالیہ چیف کورٹ عدالت ہذا میں منتقل ہوکر آیا۔ منصف صاحب احمد پورشرقیہ نے حسب ذیل امور تنقیح طلب قرار دیئے۔

۱...... کیا مدعاعلیہ مذہب قادیانی یا مرزائی اختیار کر چکا ہےاوراس لئے ارتداد لازم آتا ہے۔

۲...... اگر تنقیح بالا مدعیہ ثابت ہوتو کیا نکاح فی مابین فریقین قابل انفساخ ہے۔

تنقیح اوّل کے ثبوت میں مدعیہ کی طرف سے مدعاعلیہ کی شہادت بطور گواہ قلم بند کی گئی۔اس میں مدعاعلیہ نے تسلیم کیا کہ وہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعودتسلیم کرتا ہےاورساتھ ہی نبی بھی مانتا ہےاور بیان کیا کہ وہ سلسلہ احمدیہ میں منسلک ہو چکا ہےاورمرزاصاحب کو نبی مانتا ہے۔اسی معنی میں جیسا کہ دیگرانبیاء ہیں کہ ان پروحی اورالہام واردہوتے تھے۔گویا اس بیان سے اس نے یہ تسلیم کرلیا کہ وہ مذہب قادیانی یا مرزائیت اختیار کرچکا ہے۔مدعاعلیہ کی اس تسلیم کے بعد باقی دوسوال قابل بحث رہ جاتے ہیں۔

ایک: یہ کہ کیا مذہب مرزائیت اختیار کرنے سے ارتداد واقع ہو جاتا ہے۔ دوسرا: یہ کہ اگر یہ پایا جائے کہ اس مذہب کے قبول کرنے سے اس کا پیرو مرتد ہو جاتا ہے تو کیا اس صورت میں اس کا نکاح اہل سنت والجماعت عورت کے ساتھ فسخ ہو جاتا ہے۔

یہ ہر دو سوالات پہلے ریاست ہذا میں بمقدمہ مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش زیر بحث آ کر عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور سے آخری طور پر طے ہو چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو فیصلہ ۷؍مارچ ۱۹۲۳ء عدالت عالیہ چیف کورٹ بمقدمہ اپیل مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش نباراضی حکم ۲۲؍اگست ۱۹۱۷ء عدالت ہذا۔

اس فیصلہ میں ہر دو سوالات پر مکمل بحث کی جا کر یہ قرار دیا گیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے نہ کہ اسلام سے باہر اور کہ مرزائی مذہب اختیار کرنے سے سنی عورت کا نکاح فسخ نہیں ہو جاتا۔ اس قرارداد کی تائید میں عدالت عالیہ نے مدراس، پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات کے حوالے دیئے ہیں۔

مدعیہ کی طرف سے ان فیصلہ جات کی کوئی تردید پیش نہیں کی گئی۔ اس کا زیادہ تر انحصار علماء ہند کے فتویٰ پر ہے۔ جن میں مرزائی مذہب کے پیرو مرتد اور کافر قرار دیئے گئے ہیں اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس مذہب کے اختیار کرنے سے سنی عورت کا نکاح خاوند کے ساتھ نہیں رہتا۔ فسخ ہو جاتا ہے۔

ان فیصلہ جات کی موجودگی میں تو یہ مقدمہ روز اوّل ڈسمس کئے جانے کے قابل تھا۔ لیکن میں نے اس خیال سے کہ شاید ان فیصلہ جات کی تردید میں کوئی نیا فیصلہ صادر ہوا ہو، مدعیہ کو کافی عرصہ مہلت دی کہ وہ ان فیصلہ جات کے خلاف کوئی سند پیش کرے۔ لیکن اس نے بجز فتویٰ پر اصرار کرنے کے کوئی تردیدی فیصلہ پیش نہیں کیا۔ عدالت ہذا سے بھی ہندوستان کے مستند دارالعلوم سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ اس مذہب مرزائیت کے متعلق علماء بیرون ہند کی کیا رائے ہے اور کہ ان کے نزدیک اس مذہب کے اختیار کرنے والا مرتد ہو جاتا ہے اور اس ارتداد کی وجہ سے اس کا نکاح سنی عورت کے ساتھ فسخ ہو جاتا ہے۔ لیکن اس قسم کا فتویٰ کہیں سے دستیاب نہیں ہوا۔

ذاتی طور پر تو میری رائے یہ ہے کہ ریاست چونکہ ایک اسلامی ریاست ہے اور سوال زیر بحث ایک حل اور حرمت کا سوال ہے۔ اس لئے اس کا تصفیہ بہ پابندی باحکام شرعی ہونا چاہئے نہ کہ اتباع انگلو اینڈین محمڈن لاء کے جس پر کہ فیصلہ جات محولہ بالا مبنی ہیں۔

لیکن میری یہ رائے بمقابلہ فیصلہ جات عدالت ہائے اعلیٰ کوئی وقعت نہیں رکھتی اور میں مجبور ہوں کہ اس بارے میں عدالت عالیہ چیف کورٹ پنجاب وعدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور کی تقلید کروں اس لئے باتباع فیصلہ جات محولہ بالا مدعیہ کی حجت پر کوئی التفات نہیں کر سکتا اور اس سوال کو عدالت ہائے اعلیٰ کے لئے کھلا چھوڑتے ہوئے دعویٰ مدعیہ ڈسمس کرتا ہوں۔ نوعیت مقدمہ کے لحاظ سے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ فریقین اپنا اپنا خرچہ برداشت کریں۔ مختار مدعیہ حاضر ہے۔ اسے حکم سنایا گیا۔

مسل داخل دفتر ہو۔ ۲۱؍نومبر ۱۹۲۸ء ۷؍جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ دستخط: محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاول پور

فیصلہ مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش

مصدرہ ۷؍مارچ ۱۹۲۳ء ...... چیف کورٹ بہاول پور

تجویز اخیر با اجلاس عالی جناب مہتہ اودھوداس صاحب بہادر جج چیف کورٹ بہاول پور

مثل نمبری: ۷۴/۷ تاریخ مرجوعہ ۲۳؍ستمبر ۱۹۱۷ء تاریخ فیصلہ ۷؍مارچ ۱۹۲۳ء

مسماۃ جندوڈی زوجہ کریم بخش ودوست محمد ولد محمد بخش اقوام پونگر سکنہ ہائے اوچ متبرکہ مدعا علیہم

بنام

اپیلانٹ کریم بخش ولد حیات ذات پونگر سکنہ اوچ متبرکہ مدعی، رسپانڈنٹ

(اپیل بنا راضی حکم ۲۲؍اگست ۱۹۱۷ء صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور)

(جس کی رو سے بہ منظوری اپیل دعویٰ بمعہ خرچہ ڈگری کیا گیا بمراد منسوخی اس کے)

فیصلہ

منشی محمد اکبر خان صاحب منصف درجہ اوّل بہاول پور نے بحکم ۱۰؍مارچ ۱۹۱۷ء دعویٰ خارج کیا۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے بحکم ۲۲؍اگست ۱۹۱۷ء دعویٰ ڈگری کیا۔ عدالت ہذا میں اپیل ہوئی جو ستمبر ۱۹۱۷ء سے دائر ہے۔ مفصل واقعات عدالت ابتدائی کے فیصلہ میں درج ہیں۔ اہم سوال یہ تھا کہ مدعی احمدی ہو جانے سے مسلمان نہیں رہا اور اس لئے اس کا نکاح مسماۃ جندوڈی مدعا علیہ سے جو بموجب شرع شریف ہوا، فسخ ہوگیا ہے۔ عدالت ابتدائی نے قرار دیا کہ تقریباً تمام ہندوستان کے اکثر علماء متفق الرائے ہیں کہ مرزائیوں (مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں کو کہیں احمدی، کہیں مرزائی کہا جاتا ہے) کہ بعض اعتقادات ایسے ہیں جو کفر اور الحاد کی حد تک پہنچتے ہیں۔ ان علماء میں سے اکثر مدرسہ عربیہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور آج کل ہندوستان میں دیوبند علم فقہ کا مستند دارالعلوم خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے احمدی کو مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج نے قرار دیا کہ پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلہ جات کی رو سے احمدیوں کو مسلمان سمجھا گیا ہے۔ اپیل میں اصرار کیا گیا ہے کہ علمائے دین ملک ہند، عرب، عجم کی رو سے احمدی مسلمان سمجھے گئے ہیں۔

عدالت ہذا میں اپیل کی مسل باقاعدہ پیش نہیں ہوتی رہی۔ ۱۵؍اگست ۱۹۱۸ء کو پیش ہونی تھی۔ اس کے بجائے ۲۵؍اکتوبر ۱۹۱۸ء کو پیش ہوئی۔ تاریخ مذکور پر جناب میر (جناب میر سراج الدین صاحب بہادر چیف جج سابق ریاست بہاول پور) صاحب بہادر کے اجلاس سے ایک حکم لکھا گیا کہ ہر دو فریق کے مستند علماء کو طلب کیا جاوے۔ ایک فریق سے پوچھا جاوے کہ مرزا صاحب کے کون سے ایسے اعتقاد ہیں جو ان کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں، دوسرے فریق سے پوچھا جاوے کہ وہ ان اعتقادوں کو مرزا صاحب سے منسوب کرتے ہیں یا نہ۔ نیز ایک تنقیح اس بارہ میں قائم ہو کہ گو مدعی مرزا صاحب کے ان معتقدات کا جو اصلی حنفی مذہب کے مغائر ہیں قائل ہیں۔

تاہم چونکہ وہ اپنے آپ کو مرزا صاحب کا لفظاً مرید کہتا ہے۔ آیا وہ دادرسی متدعویہ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ بھی نوٹ کیا گیا کہ پٹنہ اور پنجاب کے فیصلہ جات ہائی کورٹ کا جو حوالہ صاحب ڈسٹرکٹ جج نے دیا ہے وہ کافی نہیں۔ فریقین کو اس تاریخ پیشی کا علم نہ تھا وہ بلائے گئے۔

کریم بخش مدعی رسپانڈنٹ نے ۲۸رفروری ۱۹۲۰ء کو عدالت ہذا میں یہ بیان دیا کہ میں مرزائی نہیں۔ مجھے توبہ کرائی جاوے۔ ۲۲رجولائی ۱۹۲۰ء کو یہ بیان کہ میں مرزا صاحب کی بیعت ہوں جو نہیں چھوڑوں گا۔ جس کو اس کے عقیدہ کی خبر نہیں انہوں نے کوئی بات خلاف شریعت مجھ کو نہیں سکھلائی۔ اس کے عقیدہ کو ایک کتاب پیش کرتا ہوں۔ وہ دیکھی جائے (کتاب قسم الوکیل مؤلفہ مولوی فضل الدین پلیڈر احمدی دسمبر ۱۹۱۹ء) تب مسل بلا تاریخ ملتوی ہوئی اور ۹رجنوری ۱۹۲۱ء کو پیش ہوئی۔ اس تاریخ فریقین کو طلب کیا گیا اور مسل وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتی رہی۔ آخر ۹رمئی ۱۹۲۱ء کو اجلاس جناب میر صاحب بہادر سے حکم ہوا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی سلطان احمد صاحب سے دریافت کیا جاوے۔ اس کے بعد مسل ایک دفعہ ۱۸رجون ۱۹۲۱ء کو پیش ہوئی جس پر لکھا گیا کہ مولوی سلطان احمد صاحب واپس نہیں آئے۔ ۱۶رجولائی ۱۹۲۱ء کو پیش ہو۔ اس کے بعد مسل عرصہ دراز تک پیش نہ ہوئی۔ نہ کوئی فتویٰ مولوی صاحبان کا شامل ہوا۔

۱۱رفروری ۱۹۲۳ء کو اہل مد نے اس مسل کو میرے پاس پیش کیا اور کہا کہ مسل جناب میر صاحب بہادر کے خاص غور میں رہی ہے جواب رخصت پر تشریف لے گئے ہیں۔ اس لئے پیش کی جاتی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ مسل عرصہ دراز سے دائر ہے اور بلاوجہ معرض تعویق میں آرہی ہے۔ فریقین نے اس مقدمہ میں بہت مستند علماء کے فتاویٰ پیش کئے ہیں جو مطبوعہ کتب یا رسالہ کی صورت کی نہیں ہے۔ اگر اس کے ساتھ ان مفتی صاحبان کے فتویٰ جن کا ذکر حکم ۹رجولائی ۱۹۲۱ء میں زائد ہو جاوے۔ اس سے بھی کسی بڑی روشنی پڑنے کا احتمال نہیں۔ بالخصوص حکم ۹رمئی ۱۹۲۱ء کی اس وقت تک کوئی تعمیل نہیں ہوئی۔

برعکس اس کے مدراس ہائی کورٹ کا ایک تازہ فیصلہ نکلا ہے، جو معاملہ ہذا کے بالکل مطابق ہے اور اس مقدمہ کے فیصلہ کرنے میں بہت مدد دیتا ہے۔ اس میں ایک مسلمان شوہر احمدی ہوا تھا۔ اس کی بیوی نے نکاح ثانی کر لیا۔ جس پر جرم دفعہ ۴۹۴ تعزیرات ہند چلا کر اس کو سزا دی گئی۔ سوال یہ اٹھایا گیا تھا کہ شوہر کے احمدی ہو جانے سے وہ کافر ہو گیا اور اس لئے اس کا نکاح اپنی بیوی سے ٹوٹ گیا۔

مقدمہ مذکور میں پہلا سوال یہ تھا کہ آیا کسی مذہب کے عقائد معلوم کرنے کے لئے اس مذہب کے کسی خاص پیرو کی رائے پر حصر نہ کرنا چاہئے بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ مجموعی طور پر اس مذہب کے لوگ بالعموم کیا مانتے ہیں۔ اس پر عدالت ہائی کورٹ کی رائے یہ تھی کہ مسئلہ اجماع (جس کے رو سے کثرت رائے سے کسی مسئلہ کو ثابت قرار دیا جاتا ہے) مسلمانوں میں پورے طور پر نہیں مانا جاتا۔ لیکن اگر ہم مسئلہ اجماع کو تسلیم بھی کر لیں۔ تاہم ابھی تک مسلمانوں میں احمدیوں کی نسبت کوئی متحدہ رائے قائم نہیں ہوئی اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسلمانوں میں عام طور پر یا ہندوستان میں کوئی ایسا فیصلہ احمدیوں کے مسلمان یا غیر مسلمان ہونے کی نسبت ہوا ہے جن کو قطعی کہا جا سکے۔ ان حالات میں جہاں کوئی ایسا سوال پیدا ہو تو عدالتوں کو خود اپنی رائے سے اس کو طے کرنا چاہئے۔

اس اصول کو سامنے رکھ کر صاحبان جج ہائی کورٹ نے اپنے طور پر اس امر کو دیکھا کہ احمدیوں کے اعتقاد کیا ہیں اور کہ ان سے احمدیوں کو مسلمان کہنا چاہئے یا نہ، احمدیوں کے اعتقاد اس کی اپنی تصانیف سے معلوم کرنے چاہئیں۔ نہ کہ ان لوگوں کی تالیف اور تحریروں سے جو اس کو مسلمان نہیں مانتے۔ یہ امر تسلیم کیا جائے کہ احمدیوں کے عقائد صحیح طور ایک رسالہ مؤلفہ مسٹر شبیر علی بی۔اے میں درج ہیں، جس

کو صدر انجمن احمدیہ قادیان پنجاب نے شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں درج ہے۔ ’’ہم احمدی خدا کے فضل سے مسلمان ہیں۔ حضرت مصطفیٰ ﷺ پیغمبر اسلام ہمارا پیشوا اور رہنما ہے۔ ہمارے روحانی علم کا شراب خدا کی کتاب سے ہے جس کو قرآن شریف کہتے ہیں۔‘‘ اس رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدی کلمہ کے قائل ہیں جس کے رو سے صرف ایک خدا وحدہ لاشریک ہے اور حضرت محمد صاحب ﷺ اس کے پیغمبر ہیں اور وہ ان کی پیغمبری اور قرآن شریف کی سند کو بالکل تسلیم کرتے ہیں۔ وہ متقدمین مسلمانوں سے صرف چند امور میں اختلاف کرتے ہیں جس کا ذکر اس رسالہ میں ہے۔ وہ چند امور ذیل ہیں۔

۱...... مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت محمد صاحب ﷺ آخری پیغمبر تھے۔ جن سے خدا نے گفتگو کی اور کہ اس کے بعد وہ کسی سے گفتگو نہ کرے گا۔ احمدی کہتے ہیں کہ خدا بموجب گزشتہ کے اب بھی اپنے پاک خادموں سے گفتگو کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔

۲...... دونوں فریق مانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النّبیین تھے اور کہ اس کے بعد کوئی نیا پیغمبر نہیں ہوسکتا۔ احمدی کہتے ہیں کہ نیا پیغمبر ہوسکتا ہے مگر وہ حضرت محمد صاحب ﷺ کا پیرو ہوگا اور اس کے پاس حضرت محمد کی مہر ہوگی۔

۳...... احمدی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد پیغمبر تھے۔ مگر اس کو پیغمبری حضرت محمد ﷺ سے ملی۔ جن کو خدا نے پیغمبر بنانے والا مقرر کیا تھا۔ احمدی مانتے ہیں کہ زرتشت، بدھ، کرشن رام چند پیغمبران تھے اور یہ بات قرآن شریف کے مطابق ہے۔

۴...... مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بمعہ جسم کے صلیب پر چڑھنے سے پہلے خدا نے جنت میں بھیج دیا۔ احمدی کہتے ہیں کہ حضرت ممدوح صلیب پر چڑھائے گئے۔ لیکن وہ صلیب پر نہ چڑھے۔ وہ زندہ رہے کشمیر میں آ کر مرے اور وہاں دفنائے گئے۔ احمدی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کی جو پیش گوئی ہے وہ اس طرح پوری ہوگئی کہ حضرت ممدوح بذاتہ نہ آویں گے بلکہ ان کی روح دوسرے میں داخل ہوگی اور ان کی روح مرزا صاحب میں داخل ہوگئی ہے۔ اس طرح پیش گوئی پوری ہوچکی ہے۔

۵...... مسلمان کہتے ہیں کہ مہدی موعود جہاد کر کے اسلام کو تلوار سے پھیلائے گا۔ احمدی اس مسئلہ کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہیں اور کہ وہ اسلام کو بحث مباحثہ اور آسمانی علامات سے نہ کہ سختی سے پھیلائے گا۔

۶...... احمدی، سلطان ترکی کو خلیفہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ایک مسلمان اس گورنمنٹ کا وفادار ہے، جس کے تحت وہ رہتا ہے اور جو اس کی حفاظت کرتی ہے۔ ہائی کورٹ مدراس نے ان چند کا ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ اختلاف ایسے نہیں جس کی بنا پر احمدیوں کو مسلمان نہ کہا جاوے۔ بلکہ مرتد خیال کیا جاوے۔ وہ کلمہ کو مانتے ہیں۔ حضرت محمد صاحب ﷺ کی پیغمبری اور قرآن کے حکم کو مانتے ہیں۔ بلاشبہ مسلمان ہونے کے لئے یہی ضرورت شرائط ہیں۔ جیسا کہ جسٹس امیر علی اور عبدالرحیم نے اپنی اپنی کتب میں لکھا ہے جو چند امور اختلاف کے ہیں وہ بنیادی امور نہیں اختلافی امور نمبر۵، ۶ ایسی باتوں پر ہیں جس کو کسی صورت میں بنیادی نہیں کہا جاسکتا۔ حالات زمانہ کے مطابق اسلام کی اشاعت کے مختلف طریق یا مختلف حکومتوں کے ماتحت رہنے کی ضرورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اختلاف نمبر۴ سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس سے اسلام کی کسی بنیادی بات سے انکار ہوجاتا ہے۔ اختلاف نمبر۳ کے متعلق جہاں یہ کہا گیا ہے کہ کرشن اور رام بھی خدا کے نیک خادم تھے اسی طرح جہاں یہ کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ وہاں دوسری جگہ یہ بھی کہتا ہے کہ خدا کے الہام کو ماننے والا پورا پیغمبر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہ کہنا حضرت محمد صاحب ﷺ کی بے ادبی ہے اور کہ حضرت محمد صاحب ﷺ کے بعد کوئی ایسا پیغمبر نہیں ہوسکتا جو کہ شرع کے دینے والا ہو۔

اس کے واسطے دروازہ مکمل طور پر بند ہو چکا ہے۔صرف اس امر کا ماننا کہ مرزا صاحب مسیح موعود تھے۔قرآن شریف کے کسی بنیادی مسئلہ سے انکار یا معتقدین کے اعتقاد کے برخلاف نہیں خیال کیا جا سکتا۔تاوقتیکہ قرآن شریف کی کسی متذکرہ پیش گوئی کی بابت کسی قسم کا محاکمہ کرنا بھی ناجائز نہ خیال کیا جاوے۔اختلاف نمبر۲ میں مرزا صاحب اسلام کے بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں اور خدا کی وحدانیت اور حضرت محمد صاحب ﷺ کی برتری کو قائم رکھتے ہیں۔اسی طرح ہائی کورٹ مدراس نے قرار دیا ہے کہ احمدی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے کہ اسلام سے باہر ہے۔پنجاب اور پٹنہ ہائی کورٹوں کے فیصلہ جات پہلے اس کے مطابق ہو چکے ہیں۔ان حالات میں اس مقدمہ کو اب معرض تعویق میں رکھنا غیرضروری خیال کر کے میں صاحب ڈسرکٹ جج بہاول پور سے اتفاق کرتا ہوں اور جو ڈگری صاحب موصوف نے عطا کی ہے اس کو بحال رکھتا ہوں۔اپیل نامنظور کی جاتی ہے نظر بحالات مقدمہ خرچہ فریقین بذمہ فریقین ہوگا۔

فریقین مدت سے غیر حاضر ہو رہے ہیں۔حکم سر اجلاس صادر کیا گیا۔فریقین کو فیصلہ کی اطلاع بذریعہ ڈاک دی جاوے۔

اختیار با جلاس کامل۔۷؍مارچ ۱۹۲۳ء دستخط: او ہو داس بحرف اردو

فیصلہ مؤرخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۱۷ء عدالت ابتدائی بعنوان مسماۃ جندوڈی بنام کریم بخش

تجویز اخیر باجلاس منشی محمد اکبر صاحب منصف درجہ اوّل بہاولپور

۱……	مقدمہ نمبر	۵۲۹
۲……	نام مدعی	کریم بخش ولد حیات ذات پونگر سکنہ اوچے متبرکہ
۳……	نام مدعا علیہ	(۱) مسماۃ جندوڈی (۲) زوجہ کریم بخش ومسماۃ (۳) شرم خاتون بیوہ نبی بخش (۴) دوست محمد ولد محمد بخش سکنہ احمد پور شرقیہ
۴……	دعویٰ	دعویٰ حقوق زناشوئی مدعا علیہا
۵……	نتیجہ مقدمہ	دعویٰ مدعی خارج ہوا
۶……	تاریخ فیصلہ	۱۰؍مارچ ۱۹۱۷ء
۷……	نام حاکم فیصلہ کنندہ	منشی محمد اکبر صاحب منصف درجہ اوّل

فیصلہ

دعویٰ یہ ہے کہ عرصہ ۲۵ سال سے مدعا علیہا مسماۃ جندوڈی مدعی کی منکوحہ ہے بعد نکاح مدعی باقرار خانہ دامادی اپنے خسر کے مقیم ہوا۔ مدعا علیہ (۴) جو مدعی کا ہم زلف ہے۔ ۸؍اپریل ۱۹۱۴ء کو مدعی کے گھر آیا اور مدعا علیہ (۱) زوجہ مدعی ومدعا علیہا (۲) ساس مدعی کو ورغلا کر مدعی کو اس گھر سے نکال دیا۔ مدعا علیہا (۱) اب مدعی کے پاس ہے۔ بغرض اعادہ حقوق زناشوئی رہنے سے انکاری ہے اور مدعا علیہ (۲) ومدعا علیہ (۳) اس کو مدعی کے ساتھ آباد ہونے سے روکتے ہیں۔ برآں مدعی متدعی ہے کہ ڈگری بازو مسماۃ جندوڈی بحق مدعی دی جاوے۔''

مدعا علیہم کو جواب دعویٰ میں نکاح سے اقبال ہے مگر وہ اپنے ڈیفنس میں دو باتیں پیش کرتے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مدعی مدعا علیہ (۱) کو زبانی طلاق دے چکا ہے۔ دوسرا یہ کہ مدعی مرزائی مذہب رکھتا ہے اور مرزائیوں پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اس لحاظ سے بھی مدعا علیہا (۱) کا نکاح اس کے ساتھ جائز نہ رہا۔ کیونکہ بروئے شرع شریف مسلمان عورت کا کافر مرد کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔

امر اوّل چونکہ زیادہ تر تصفیہ طلب تھا۔ اس لئے ابتداء میں تنقیح وضع کی گئی کہ کیا مدعی نے مسماۃ جندوڈی کو زبانی طلاق دی۔ اس تنقیح کا ثبوت گزر رہا تھا کہ اس دوران شہادت ایک دوسری تنقیح کہ آیا مرزائی مذہب کے اختیار کرنے سے نکاح فسخ ہوتا جاتا ہے۔ وضع کی گئی ان ہر دو امور پر مختلف اوقات اور مختلف حکام کے روبرو بحث ہوتی رہی آخر کار ۶؍مارچ ۱۹۱۶ء کو مولوی فیض محمد صاحب کے نام کیش

جاری کیا گیا اور انہوں نے موقع پر جا کر تحقیقات کی۔ اپنی رپورٹ افتتاحی میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ہر دو تنقیحات مدعا علیہم کے برخلاف ثابت ہوتی ہیں۔ مذہب اسلام میں نکاح اور طلاق کے مسئلوں کو نہایت ہی نازک اور اہم مسائل خیال کرتا ہوں اور میری یہ رائے ہے کہ ان امور کے تصفیہ کے واسطے پورے ثبوت کا بہم پہنچنا نہایت مشکل ہے۔ طلاق کی صورت میں چونکہ اس کا لگاؤ زیادہ تر دو شخصوں کے ساتھ ہے، اس لئے جب تک وہ خود نہ کہیں کہ ہم میں کوئی ایسی بات واقع ہوئی، جس سے طلاق عائد ہو سکتی ہو تو بیرونی شہادت کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے میں دشواری لاحق ہوتی ہے۔ طلاق میں رجوع جائز رکھا گیا ہے اور رجوع کا علم سوائے فریقین کے اور کسی کو پوری طرح نہیں ہو سکتا۔ دوسرا اس امر کا ثبوت بھی پوری طور پر نہیں مل سکتا کہ آیا طلاق طہر کے دنوں میں دی گئی یا ایام حیض میں۔ موجودہ صورت میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی نے اپنی عورت کے ساتھ عرصہ دو سال سے جھگڑا شروع کیا ہوا تھا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت اختیار کر ورنہ میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ وہ متواتر انکار کرتی رہی۔ آخر مدعی نے ایک اس سے کہا کہ تو میرے نفس پر حرام ہے۔ کیونکہ تو نے میری نافرمانی کی ہے۔ یہ کہہ کر مدعی وہاں سے چلا گیا اور عرصہ سال ڈیڑھ سال کا ہوا کہ پھر اپنی بیوی کے نزدیک نہیں گیا۔ اس پر بیان کی تائید میں غلام حسین حجام، جمعہ حجام، محمود ملاں، اللہ یار بلوچ، شیر محمد اور غلام نبی۔ دونوں بھائی ہیں الٰہی بخش داماد مدعی اور عظیم خاتون دختر مدعی شہادت دیتے ہیں۔ شیر محمد اور غلام نبی دونوں بھائی ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدعی کے مکان کے ساتھ دیوار بہ دیوار رہتے ہیں اور ہم نے ایک دن سنا تھا کہ مدعی اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑ رہا تھا اور اس کو کہہ رہا تھا کہ تو میرے نفس پر حرام ہے۔ کیونکہ تو میرا مذہب نہیں اختیار کرتی۔

علاوہ ان دو ہمسایوں کے اور کوئی محلّہ دار یا ہمسایہ بیان نہیں کرتا کہ اس نے سنا ہو کہ مدعی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے۔ علاوہ ان دو شخصوں کے اور بھی آدمی مدعی کے ساتھ دیوار بہ دیوار رہنے والے ہیں۔ مگر علاوہ ان دو کے اور کوئی ہمسایہ ان کے بیان کی تائید نہیں کرتا۔ رپورٹ کمیشن سے یہ بات واضح ہے۔ نمبردار محلّہ بھی جس کو محلے کی نسبت تمام حالات کی واقفیت ہونی چاہئے بیان نہیں کرتا کہ اس نے سنا ہو کہ مدعی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے۔ اس لئے ان دونوں کی شہادت قابل اعتبار نہیں۔ دختر مدعی اور الہ یار کے بیان میں اختلاف ہے۔ الہ یار کہتا ہے کہ جس وقت مدعی نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی، اس وقت میں دختر مدعی، زوجہ مدعی اور مسماۃ شرم خاتون موجود تھے۔ دختر مدعی کہتی ہے کہ اس وقت سوائے میرے اور کوئی مرد یا عورت وہاں موجود نہیں تھا۔ اس لئے ان دونوں کا بیان قابل پذیرائی نہیں۔ الٰہی بخش داماد مدعی کی شہادت دو دفعہ قلم بند کی گئی ہے۔ ایک دفعہ عدالت میں اور ایک دفعہ صاحب کمیشن کے روبرو، عدالت میں جو شہادت قلم بند کی گئی تھی اس میں اس نے پہلے طلاق کے متعلق کچھ نہیں کہا پوچھا گیا۔ اس لئے میں نے کچھ نہ بتلایا۔ مگر جب پہلی دفعہ اس کی شہادت قلم بند کی گئی ہے۔ اس سے پہلے ہر دو تنقیحات دوبارہ وضع کی گئیں تھیں اور فریقین کو ثبوت اور تردید پیش کرنے کا ایک اور موقع دیا گیا تھا۔ اس وقت اس گواہ نے طلاق کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دوسری دفعہ جو اس نے شہادت دی ہے وہ بناوٹی ہے۔ علاوہ اس کے مدعی کے ساتھ اس کا تنازعہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ غلام حسین اور جمعہ معمولی حیثیت کے آدمی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدعی ایک دن بازار میں سے ہماری دکان کے آگے سے گزرا۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تم نے گھر میں کیسا جھگڑا برپا کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری بیوی میرے مرشد کو نہیں مانتی، اس لئے میں نے اس کو اپنے نفس پر حرام کر دیا ہے۔ علاوہ کم حیثیت ہونے کے یہ دونوں شخص باپ بیٹا ہیں، اس

لئے ان کی شہادت میں تصنع خیال کرتا ہوں۔ باقی تنقیح اوّل میں صرف محمود ملاّں کی شہادت ہے۔ مگر وہ بیان کرتا ہے کہ میں دوست محمد مدعا علیہ کی طرف سے مدعی کے پاس پیغام لایا تھا اور اس پیغام کے جواب میں مدعی نے کہا تھا کہ میں اپنی عورت کو ترک کر چکا ہوں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ دوست محمد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے اور اس لئے میں اس کی شہادت کو بالواسطہ قرار دیتا ہوں۔ لہٰذا تنقیح اوّل کے ثبوت میں جو شہادت گزری ہے وہ بالواسطہ اور غیر معتبر معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے میں اس کا فیصلہ مدعا علیہم کے برخلاف کرتا ہوں۔‘‘

تنقیح دوم کی نسبت مدعی کا خود اقبال ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا مرید ہے اور اس امر کی شہادت ہی کافی طور بہم پہنچائی گئی ہے کہ مدعی مرزائی مذہب کا پابند ہے۔ مدعی کا اعتراض یہ ہے کہ وہ ان عقائد کا جو مرزائی مذہب والے رکھتے ہیں اور جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان پر ایمان لانے سے آدمی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے پابند نہیں۔ چنانچہ ان اعتقادات کی نسبت تنقیحات وضع کی گئی اور فریقین سے اپنا اپنا ثبوت طلب کیا گیا۔ میری رائے میں ان تنقیحات کے وضع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ جب ایک شخص جس نے مذہب اختیار کر لیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ اس مذہب کے تمام اصولوں کا پابند ہے۔ چاہے وہ ان کو سمجھ سکتا ہے یا نہیں سمجھ سکتا۔ اعتقادات کا کسی بیرونی شہادت سے ثابت ہونا میری رائے میں سخت مشکل ہے۔ علاوہ اس کے شرع ظاہر کو دیکھتی ہے نہ باطن کو اگر ایک شخص ظاہرہ ہندو ہو اور اس کے اعتقادات مسلمانوں جیسے ہوں تو نہیں کہا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے۔ اسی طرح اگر ایک مسلمان عیسائی مذہب اختیار کر لے اور یہ کہے کہ میرے اعتقادات میں فرق نہیں۔ میں باطن میں مسلمان ہوں تو کوئی شخص اس پر یقین لانے کو تیار نہیں ہوگا جب تک وہ ظاہراً عیسائیت کو ترک نہ کرے۔

موجودہ صورت میں مشکل یہ ہے کہ مدعی نے ظاہرہ مسلمانی سے کوئی مختلف مذہب تو اختیار نہیں کیا۔ مگر اس نے اسی مذہب کے ایک ایسے فرقہ کی شمولیت حاصل کی ہے کہ وہ چند ایک ایسے خیالات کا پابند ہے جو کفر والحاد کی حد تک پہنچتے ہیں۔ مدعا علیہم نے علماء کے فتوے بہم پہنچائے ہیں۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ تقریباً تمام ہندوستان کے اکثر علماء متفق الرائے ہیں کہ مرزائیوں کے بعض اعتقادات ایسے ہیں کہ جو کفر والحاد کی حد تک پہنچتے ہیں اور انہوں نے اس بات کا فتویٰ دے دیا ہے کہ مرزائی مذہب والے کے ساتھ سُنیہ عورت کا نکاح جائز نہیں۔ ان علماء میں سے اکثر مدرسہ عربیہ دیوبند کے تعلیم یافتہ ہیں اور چونکہ آج کل ہندوستان میں دیوبند علم فقہ کا مستند دارالعلوم خیال کیا جاتا ہے، اس لئے میں ان کی رائے کو نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی فتویٰ دے دیا ہے کہ اگر ایک سنی عورت کا خاوند مرزائی ہو جائے تو اس عورت کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔ موجودہ صورت میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مدعی عرصہ چار سال سے مرزائی ہو گیا اور اس کی بیوی مذہب اہل سنت والجماعت کی پابند ہے۔ لہٰذا میں بروئے فتویٰ علماء مشمولہ مثل مدعی کی بیوی کا نکاح فسخ قرار دیتا ہوں۔

اور اگر مدعی کی طرف سے یہ کہا جائے کہ وہ ان اعتقادات کا پابند نہیں جن کی وجہ سے مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے اور اس کا نکاح اس وقت فسخ سمجھنا چاہیئے۔ جب وہ ان اعتقادات پر ایمان لاوے تو میں اس کے ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ کیونکہ چاہے وہ درحقیقت ان پر ایمان لایا ہوا ہے یا نہ۔ جب وہ دوسرے مذہب میں داخل ہو گیا تو سمجھا جائے گا کہ وہ ان تمام اصولوں کا پابند ہے۔ جو وہ مذہب سکھاتا ہے اور اس امر کا ثبوت طلب کرنا کہ وہ ان اصولوں کا کب اور کس طرح پابند ہوا۔ میں مناسب خیال نہیں کرتا۔ بوجوہات بالا میں دعویٰ مدعی خارج کرتا ہوں۔ فریقین حاضر ہیں۔ ان کو حکم سنایا گیا۔ خرچہ بذمہ مدعی ۱۰؍مارچ ۱۹۱۷ء۔　دستخط: محمد اکبر منصف درجہ اوّل

حکم جوڈیشنل کونسل ریاست بہاولپور

مؤرخہ ۲۵؍جنوری ۱۹۳۲ء

جس کی رو سے مقدمہ مسماۃ غلام عائشہ بنت الٰہی بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت میں واپس بھیج کر از سر نو تحقیقات کا حکم ہوا۔

نقل حکم اخیر باجلاس حکام عالی مقام منسٹر صاحبان بہادر اجلاس خاص گورنمنٹ بہاولپور

مسماۃ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش ذات ملانہ سکنہ احمد پور شرقیہ مدعیہ۔ اپیلانٹ

بنام

عبدالرزاق ولد مولوی جان محمد سکنہ موضع مہند تحصیل احمد پور شرقیہ۔ مدعا علیہ رسپانڈنٹ

اپیل ثانی بنا راضی حکم فاضل جج ان چیف کورٹ مؤرخہ ۱۰؍جون ۱۹۳۱ء جس کی رو سے اپیل مدعیہ خارج کی گئی اور فیصلہ عدالت ڈسٹرکٹ جج بحال رکھا گیا

از اجلاس خاص

مقدمہ کے واقعات حسب ذیل ہیں:

مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ نابالغہ کا نکاح اس کے باپ مولوی الٰہی بخش نے عبدالرزاق رسپانڈنٹ سے کیا تھا۔ مسماۃ مذکورہ نے نابالغ ہوکر نالش بایں بیان کی ہے کہ بوقت نکاح فریقین کا مذہب اہل سنت والجماعت تھا۔ لیکن بعدازاں عبدالرزاق مدعا علیہ نے مذہب قادیانی اختیار کیا۔ اس لئے وہ مرتد ہو چکا ہے۔ نکاح فسخ فرمایا جائے۔ مدعا علیہ کا بیان تھا کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں، اس لئے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔ مدعیہ کی طرف سے اپنے بیان کی تائید میں فتویٰ دارالعلوم دیوبند ومولوی خلیل احمد صاحب وعقائد مرزایاں ورسالہ فسخ نکاح پیش ہوئے ہیں اور مدعا علیہ کی طرف سے رسالہ عقائد احمدیہ وفیصلہ جات کریم بخش بنام جندوڈی وفیصلہ جات ہائی کورٹ مدراس، پٹنہ وپنجاب پیش ہوئے۔ صاحب ڈسٹرکٹ جج نے فریقین کی اسناد پر بحث کے بغیر دعویٰ مدعیہ خارج کیا۔ اس حکم کے خلاف مدعیہ نے چیف کورٹ میں اپیل کی۔ فاضل جج ان چیف کورٹ اپنے فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ پٹنہ وپنجاب ہائی کورٹ کے فیصلہ جات مقدمہ ہذا میں حاوی نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ان میں غیر متعلق سوالات زیر بحث رہے ہیں۔ البتہ چونکہ ہائی کورٹ مدراس کے فیصلہ ۷۱ انڈین کیس ۶۶ میں سوال زیر بحث بجنسہ یہی تھا۔ (آیا احمدی ہوجانے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہیں) اس لئے زیادہ تر اسی فیصلہ پر انحصار کرتے ہوئے اپیل کو خارج فرمایا ہے۔ مدعیہ نے اب اپیل ثانی بنا راضی حکم چیف کورٹ عدالت ہذا میں دائر کی ہے۔ موجبات اپیل تقریباً وہی ہیں جو کہ اپیل اوّل میں تھے۔ ہم نے فیصلہ مدراس ہائی کورٹ کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ ہم فاضل جج ان چیف کورٹ کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں کہ فیصلہ مذکورہ

بالاکمل چھان بین سے طے پایا تھا۔ کیونکہ فاضل ججان مدراس ہائی کورٹ خود فیصلہ میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی خاص سند اس بات کی پیش نہیں کی گئی کہ فلاں فلاں اسلام کے بنیادی اصول ہیں اور ان سے اس حد یا اس درجہ تک اختلاف کرنے سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا کن اسلامی عقائد کی پیروی یا کن عقائد کے نہ ماننے سے ارتداد واقع ہوتا ہے۔ اسی فیصلہ میں پھر فاضل ججان تسلیم کرتے ہیں کہ اس سوال کو کہ آیا عقائد قادیانی سے ارتداد واقع ہوتا ہے یا نہیں۔ علمائے اسلام بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہماری رائے میں فاضل ججان مدراس ہائی کورٹ کا فیصلہ سوال زیر بحث پر قطعی نہیں ہے اور ہمیں مقدمہ ہذا میں اس کی پیروی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کو بطور گواہ عدالت میں طلب کیا گیا تھا تا کہ وہ سوال زیر بحث کی تشریح اور وضاحت کریں۔ ان کا بیان ہے کہ اگر کسی شخص کا قادیانی عقائد کے مطابق یہ ایمان ہو کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آیا ہے اور اس پر وحی نازل ہوئی ہے تو ایسا شخص چونکہ ختم نبوت حضرت رسول کریم ﷺ کا منکر ہے اور ختم نبوت اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔ لہٰذا وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے بطور دلائل کئی ایک آیات قرآن شریف پیش کیں۔ جن میں اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر ہم اس مقدمہ کو فیصلہ کرنے کے لئے صرف شیخ الجامعہ صاحب کی رائے کو کافی نہیں سمجھتے۔ جب تک کہ دیگر ہندوستان کے بڑے بڑے علمائے دین بھی اس رائے نہ رکھتے ہوں۔ اس لئے ہمارے خیال میں یہ مقدمہ مزید تحقیقات کا محتاج ہے اور مدعا علیہ کو بھی موقع دینا چاہئے کہ شیخ الجامعہ صاحب کے بالمقابل اپنے دلائل پیش کرے۔ اس لئے ہم مزید تحقیقات کے لئے یہ مقدمہ پھر عدالت صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاول پور میں بھیجتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ یہ مقدمہ بروئے شرع شریف فیصلہ کیا جائے۔

تجویز بالا برائے منظوری بحضور والا شان سرکار عالی دام اقبالہٗ وملکہٗ پیش ہو۔ ۳۱؍دسمبر ۱۹۳۱ء

دستخط: منسٹر صاحبان بہادر اجلاس خاص

از پیش گاہ سرکار عالی

تجویز منظور ہے۔ ۲۵؍جنوری ۱۹۳۲ء

دستخط مبارک حضور سرکار عالی دام اقبالہٗ وملکہ

برائے عملدرآمد حوالہ اہلمد ہو اور فریقین کو ۱۳؍مارچ ۱۹۳۲ء طلب کیا جاوے۔

۱۸؍فروری ۱۹۳۲ء، ۱۰؍شوال ۱۳۵۵ھ

محمد اکبر

بیان حضرت علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی
شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور گواہ مدعیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’’حامداً و مصلیاً‘‘

علامۃ الدہر، فہامۃ العصر، مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ العباسیہ بہاول پور علوم عقلیہ ونقلیہ میں بے بدل فاضل ہیں اور آپ کی جلالت علم وفضل علمی دنیا میں مسلم کل ہے۔ مدتوں تک آپ گھوٹہ شریف علاقہ ملتان میں کامیاب درس دیتے رہے ہیں۔ پنجاب کے اکثر علماء آپ کے فیض یافتہ ہیں۔ اس وقت ریاست بہاول پور کے دارالعلوم جامعہ عباسیہ کے پرنسپل ہیں۔

آپ کا یہ بیان ۲۱؍جون ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور کی عدالت میں ہوا۔ یہ بیان مسلسل چار گھنٹے جاری رہا۔ عبدالرزاق مدعا علیہ اگرچہ اصالتہً موجود تھا۔ مگر حضرت ممدوح کے دلائل وبراہین سے ایسا مبہوت ہوا کہ اس نے جرح کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت ممدوح کا یہ بیان درحقیقت اس بیان کا خلاصہ ہے جو آپ نے ریاست ہذا کی عدالت اعلیٰ یعنی دربار معلّٰی میں عالی جناب پرائم منسٹر صاحب بہادر ودیگر وزراء ذی احترام کے روبرو دیا تھا اور کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد جو مدعی نبوت ہو وہ اور اس کے متبعین کافر اور مرتد ہیں اور ان کے نکاح بلا قضا قاضی فسخ ہیں۔ جب دربار معلّٰی سے مزید تحقیق شرعی کے لئے مسل مقدمہ دوبارہ ڈسٹرکٹ جج صاحب کی عدالت میں واپس ہوئی تو ڈسٹرکٹ جج صاحب کی عدالت میں سب سے پہلے حضرت ممدوح کا یہ جامع اور بصیرت افروز بیان ہوا۔

ابوالعباس نعمانی، بہاول پور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر حامداً ومصلیاً علیٰ رسولہ الکریم

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصول میں سے ہے

اسلام کے بنیادی اصول بہت سے ہیں۔ لیکن ان میں اہم توحید باری عزاسمہ اور ایمان بالملائکہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالکتب المنزلہ اور ایمان بالبعث اور حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری نبی یقین کرنا وغیرہ وغیرہ۔

انکار ختم نبوت، کفر وارتداد ہے

جو شخص پہلے اہل سنت والجماعت ہو اور پھر وہ مرزائی بن جائے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانے وہ مرتد ہو جاتا ہے۔ حضرت نبی علیہ السلام کو قرآن نے آخری نبی قرار دیا ہے اور جو شخص اس قرآنی حکم کو نہ مانے اور اس کا انکار کرے۔ وہ قرآن کے انکار کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے۔

دلائل ختم نبوت

۱…… قرآن شریف میں سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا انزال دو قسموں پر ہے۔(۱) جو آنحضرت ﷺ پر ہوا۔(۲) جو آپ (ﷺ) سے پہلے ہوا۔’’والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (البقرۃ:۴)‘‘اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۲…… دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تم لوگوں کو کتاب دوں اور حکمت اور تم نبوت کے منصب پر فائز ہو جاؤ تو اس کے بعد ایک نبی آئے گا جو تمام پہلی چیزوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا۔تم لوگ اس کو ماننا اور اس پر ایمان لانا۔’’واذ اخذ اللہ میثاق النّبیین لما اتیتکم من کتابٍ وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (آل عمران:۸۱)‘‘

اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں۔ایک’’میثاق النّبیین‘‘جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء کو یہ خطاب ہے اور دوسرا لفظ’’ثم جاء کم‘‘جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم سب کے بعد ایک نبی آئے گا اور وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا اور وہ بالاتفاق سیدنا محمد ﷺ ہیں۔پس معلوم ہوا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ سب نبیوں کے بعد آئے ہیں۔پس اگر مرزا قادیانی بھی نبی ہوں تو پھر حضرت محمد ﷺ سب نبیوں کے بعد نہ آئے اور قرآن کی تکذیب لازم آئے گی۔چنانچہ امام ابن کثیر نے (ج۱ص۲۴۵) میں اور مولوی محمد علی مرزائی لاہوری نے ترجمہ قرآن (ج۱ص۳۵۲) میں یہی معنی بیان کئے ہیں۔

۳…… تیسری آیت۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے حبیب اکرم فرمادیجئے کہ اے لوگو! میں تم تمام کا رسول ہوں۔آج سے قیامت تک جس قدر لوگ ہوں گے،سب کا میں پیغمبر ہوں۔’’قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف:۱۵۸)‘‘اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کی بعثت سے قیامت تک تمام لوگوں کا رسول من اللہ وہ ہے۔جس کا نام محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

پس جو شخص حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت اور قیامت کے درمیان کسی دوسرے کو نبی تسلیم کرے وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے۔لہٰذا مرتد ہو جاتا ہے۔اس آیت کے یہی معنی امام ابن کثیر نے (ج۴ص۲۵۳) میں ذکر فرمائے ہیں اور اسی طرح دوسرے مفسرین نے بھی یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

۴…… حضرت حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم میں اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا اور تمہارے اسلام کو میں نے پسند کیا۔’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ:۳)‘‘

اس آیت میں حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ دین کامل ہوگیا۔پس نہ کسی دوسرے دین کی حاجت ہے۔نہ کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے۔اب اگر حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی تسلیم کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ دین کامل نہیں ہوا اور کسی دوسرے نبی کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔پس قرآن کریم کی تکذیب لازم آئے گی۔نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی مانتا ہے۔وہ اس آیت کو جھٹلاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔

۵…… حضرت حق پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! کہ محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہو۔تم تین چیزوں کی اطاعت کرو،اللہ کی،اس کے رسول کی اور اولی الامر کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ اگر تمہارا ان سے جھگڑا ہو جائے۔کبھی تم میں اور اولی الامر میں

اختلاف ہوجائے تو اس وقت فقط اللہ اور رسول ہی قابل اطاعت ہیں۔ ’’یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ذلک خیرو احسن تأویلاً (نساء:۵۹)‘‘

اس آیت نے ظاہر کردیا کہ محمد ﷺ کے بعد یہ ہی ایک جماعت قابل اطاعت ہوگی اور ان کی حیثیت یہ بتلائی گئی کہ وہ نبی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ نبی کے ساتھ امتی اختلاف نہیں کرسکتا۔ اس واسطے کہ ارشاد ہے کہ نبی محض مخدوم اور مطاع ہے۔ اس کے ساتھ جھگڑا نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ حضرت ﷺ کے بعد اس آیت کی رو سے جو لوگ اولی الامر ہوں گے۔ نبی نہیں ہوں گے اور ان سے اختلاف ہوسکے گا۔ چاہے وہ صدیق ہوں، شہید ہوں، صالح ہوں، امام ہوں، غوث ہوں، قطب ہوں، کچھ ہوں۔ اس موقع پر میں مولوی محمد علی لاہوری کی تفسیر کے چند جملے بیان کرتا ہوں۔ مولوی محمد علی اپنی (تفسیر ج۱ ص۵۲۶) پر لکھتے ہیں کہ چونکہ قرآن نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ اس کے اندر ہمیشہ کے لئے حقیقی مطاع ایک مطاع محمد ﷺ موجود ہوں گے۔ اس لئے آپ کے بعد اس امت کے اندر کوئی رسول نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی رسول ہوگا تو وہ مطاع ہوگا۔ پھر محمد ﷺ مطاع نہیں رہیں گے اور یہ خلاف قرآن ہے۔ پس ختم نبوت پر یہ آیت فیصلہ کن ہے۔ جب اس کو ’’فان تنازعتم‘‘ کے ساتھ ملاکر پڑھا جائے اور اب تا قیامت کوئی رسول قطعاً نہیں ہوسکتا۔

۶...... حضرت حق پاک فرماتے ہیں کہ فرمادیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن اس کتاب (قرآن) کی مثل لانا چاہیں تو ہرگز نہیں لاسکیں گے۔ ’’قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یأتوا بمثل ھذا القراٰن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعضٍ ظھیراً (بنی اسرائیل:۸۸)‘‘

اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ قرآن شریف تمام ہدایات سے بڑھ کر ہے اور اس کے بعد کسی ہدایت کی، کسی نبی کی، کسی کتاب کی کوئی ضرورت نہیں۔

۷...... حضرت حق پاک نے رسول اللہ ﷺ کو سراجاً منیراً فرمایا ہے: ’’یاایھا النبی انا ارسلنا شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الیٰ اللہ باذنہ وسراجاً منیراً (احزاب:۴۵،۴۶)‘‘

اور قرآن پاک نے سورج کو سراج کہا ہے۔ اس سے ظاہر کرنا یہ منظور ہے کہ جیسے سورج کی روشنی کے بعد کسی ستارہ یا کسی اور منیر کی روشنی کی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح حضرت ﷺ کی ذات مقدس ایسی ہے کہ اس کے بعد اور کسی نبی یا ہادی کی ضرورت نہیں رہتی اور رسالت ان پر ختم ہوجاتی ہے۔ جیسے سورج پر روشنی ختم ہوجاتی ہے۔

۸...... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ! آپ سب قوموں کے منذر اور ہادی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ حضرت ﷺ تمام قوموں کے لئے ہادی ہیں اور دوسرا اب کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ’’انما انت منذر ولکل قوم ھادٍ (رعد:۷)‘‘

۹...... حق پاک ارشاد فرماتے ہیں۔ کیا یہ کافی نہیں کہ ہم نے تمہارے پر کتاب نازل کردی۔ اس میں ظاہر فرمایا ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی گئی یہ کافی اور بس ہے۔ ’’اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم ان فی ذلک لرحمۃ وذکریٰ لقوم یؤمنون (عنکبوت:۵۱)‘‘

۱۰...... ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (حجر:۹)‘‘

اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم ایک محفوظ اور غیر متغیر کتاب ہے جو کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔ پس اگر کوئی دوسرا نبی اور دوسری وحی آسکتی ہے تو ممکن ہوجائے گا کہ قرآن شریف کا کوئی حکم منسوخ ہوجائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے امتی قرآن کے بہت سے

حکموں کومنسوخ مانتے ہیں۔مثلاً وہ مانتے ہیں کہ جہاد بالسیف منسوخ ہوگئی ہے۔وہ مانتے ہیں کہ جو محمد ﷺ کوآخری نبی مانے وہ کافر ہے۔ مرزاقادیانی کہتے ہیں کہ جو مجھے نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔جس کے صاف معنی یہی ہیں کہ محمد ﷺ کوآخری نبی ماننے والا کافر ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ احمدیہ ج۱ص۳۰۸،کتاب الصلوٰۃ وفتاویٰ احمدیہ ج۱ص۲۶۹)

اس آخری حوالہ میں مرزاقادیانی کہتے ہیں کہ کسی شخص کوکوئی عمل،کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔جب تک کہ میرے دعویٰ کونہ مانے تو یہ حکم مرزاقادیانی کا ماننا نہ کہیں قرآن میں ہے اور نہ کہیں حدیث میں۔ بلکہ قرآن اور حدیث میں پایا جاتا ہے کہ مرزاقادیانی کو نبی نہ مانا جاوے۔مرزاقادیانی کو نبی ماننے سے قرآن کا یہ حکم منسوخ ہو جائے گا۔حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ میں منسوخ نہیں ہوں۔

۱۱...... قرآن مجید میں ہے:’’ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)‘‘

اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی لاہوری نے (جلد سوم ص۵۱۵) میں لکھا ہے کہ خاتم النّبیین کے معنے لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا’’خَاتِمْ‘‘ یا’’خَاتَمْ‘‘ ہونا صرف ایک ہی معنے رکھتا ہے یعنی ان میں سے آخری ہونا۔پس نبیوں کے خاتم ہونے کے معنی نبیوں کی مہر نہیں۔جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں۔ بلکہ آخری نبی ہے۔

اسی طرح قرآن شریف کی اور بھی بہت سی آیات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

تمام مفسرین واہل لغت نے خاتم النّبیین کے معنی’’آخری نبی‘‘ کئے ہیں

خاتم کے معنی آخری نبی کے تمام مفسرین اور اہل لغت نے کئے ہیں۔

(تفسیر ابن جریر ج۲۲ص۱۳) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے گئے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج۸ص۸۸) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے لئے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج۶ص۵۸۱) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے بیان کئے گئے ہیں۔

(تفسیر بیضاوی ج۴ص۱۶۴، تفسیر ابوسعود حاشیہ کبیر ج۷ص۴۴۹) میں بھی خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی کے کئے گئے ہیں۔

(تفسیر روح المعانی ج۸ص۳۲ پارہ۲۲ص۳۲) میں خاتم النّبیین کے معنی آخری نبی لکھے ہیں۔

لغت کی کتاب قاموس میں لکھا ہے:’’خاتم الانبیاء آخرھم‘‘

لسان العرب میں ہے۔’’خاتمھم آخرھم‘‘

بحرالمحیط میں لکھا ہے کہ خاتم کے معنی آخری۔

(مجمع البحار ج۱ص۳۲۹) میں ہے کہ خاتم کے معنی ہیں کہ:’’لانبی بعدہ‘‘

تاج العروس شرح قاموس میں ہے کہ حضرت ﷺ کا اسم مبارک خاتم اس واسطے ہے کہ آپ ﷺ کے آنے سے نبوت ختم ہوگئی۔

کلیات ابوالبقاء میں ہے کہ ہمارے پیغمبر کا نام جو خاتم الانبیاء ہے۔اس واسطے ہے کہ خاتم کے معنی ہیں آخری۔(ص۳۱۹،کتاب مذکور) صحاح میں لکھا ہے کہ’’خاتم الشی آخرہ‘‘

اور منتہی الارب میں ہے۔خاتم چیز پایاں آن وآخر قوم‘‘صراح میں ہے کہ’’خاتم شے کا آخر شے ہوتا ہے اور محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔یعنی آخری نبی۔‘‘

احادیث ختم نبوت

اب میں کچھ حدیثیں بیان کرتا ہوں:

۱...... ''پہلی حدیث جس کے معنی یہ ہیں کہ اے علیؓ! تو مجھے بمثل ہارون کے ہے۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''
(کنزالعمال ج۶ ص۱۱۲،۱۵۲،۱۵۳)

۲...... ''دوسری حدیث ہے کہ میں اللہ کے نزدیک ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں خاتم النّبیین ہوں۔'' (کنزالعمال ج۶ ص۱۱۲)

۳...... ''تیسری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر ہوں۔'' (کنزالعمال ج۶ ص۱۱۳)

۴...... ''حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں سب پیغمبروں کا سردار ہوں اور یہ فخراً نہیں کہہ رہا اور سب نبیوں کا آخری ہوں اور یہ فخر یہ نہیں۔'' (کنزالعمال ج۶ ص۱۰۴،۱۰۹)

۵...... ''حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ رسالت اور نبوت ختم ہوگئی ہے۔میرے بعد نہ کوئی رسول اور نہ نبی ہوگا۔''
(ترمذی شریف ج۲ ص۵۱)

۶...... ''حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے نبیوں پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ مجھ پر نبیوں کا خاتمہ کیا گیا ہے۔'' (کنزالعمال ج۶ ص۱۰۶)

۷...... ''اور حدیث ہے کہ میں آیا اور میں نے نبیوں کو ختم کر دیا۔'' (مسلم شریف ج۲ ص۱۹۹،۲۴۸)

۸...... ''حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ میری مثال نبیوں میں ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک محل بنایا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔بس میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔'' (ترمذی ج۲ ص۲۲۱)

۹...... ''حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ میں عاقب ہوں۔عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی شئے نہ آوے۔''
(ترمذی ج۲ ص۱۱۱، شمائل ترمذی ص۲۶)

اسی طرح اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، جنہیں بخوف طوالت بیان نہیں کیا جاتا۔

ختم نبوت اجماعی عقیدہ ہے

اب میں مذہب اسلام کے عقائد اور سلف صالحین کے اقوال نقل کرتا ہوں کہ نبی علیہ السلام آخری نبی تھے۔آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

شرح عقائد میں علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ:''پس ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ آخرالانبیاء ہیں۔مواہب لدنیہ میں ہے کہ اختلاف ہے کہ نبی اور پیغمبر کتنے ہوئے ہیں۔مگر اوّل سب نبیوں کا آدم ہے اور آخر سب کے حضرت محمد ﷺ ہیں۔'' (مواہب لدنیہ ج۱)
(صبح الاعشیٰ ج۱۳ ص۳۰۵) پر ہے کہ یہ دو کلام ایسے ہیں کہ جن کی وجہ سے فلاسفہ کو کافر کہا گیا ہے۔ایک یہ کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی دوسرے نبی کا آنا ممکن سمجھتے ہیں اور جائز سمجھتے ہیں۔

(عقیدہ امام طحاوی ص۱۴) اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ ’’محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ گمراہی اور ضلالت ہے اور ہوائے نفسانی ہے۔‘‘

حضرت جناب شیخ عبدالقادر جیلانی (غنیۃ الطالبین ص۱۸۳) پر فرماتے ہیں کہ: ’’سب اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم آخری بنی ہیں۔‘‘

مولانا مولوی عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی غنیۃ الطالبین کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ: ’’اعتقاد کنند اہل اسلام ہمہ کہ محمد ﷺ پیغمبر خداست وسالار ہمہ پیغمبران است وتمام کردہ شدہ است باو پیغمبران را۔‘‘

پہلی صدی کے مجدد حضرت خلیفہ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا کہ: ’’اے لوگو کہ قرآن کے بعد کوئی کتاب نہ آئے گی اور حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔‘‘ (تاریخ الخلفاء ص۱۵۷)

ملّا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی شخص کا دعویٰ نبوت کرنا اتفاق اہل اسلام سے کہ کفر ہے۔ (کتاب مذکور ص۲۰۲)

الاشباہ والنظائر میں ہے کہ: ’’جب کسی شخص کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں۔‘‘ (ص۲۶۷)

اسی کتاب کی شرح میں ہے کہ: ’’ضروریات دین میں جہل کوئی عذر نہیں ہے۔‘‘

(کتاب الفصل ج۳ ص۲۴۹) میں ہے کہ: ’’جو شخص محمد ﷺ کے بعد بغیر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کسی اور شخص کو نبی کہے گا تو اس کے کافر ہونے میں دو مسلمان بھی مختلف نہیں ہوں گے۔‘‘

اسی کتاب کے (ج۴ ص۱۸۰) میں ہے کہ: ’’کسی طرح کوئی مسلم جائز سمجھتا ہے کہ حضرت ﷺ کے بعد دنیا میں کوئی نبی آوے۔ بجز اس کے جس کو حضرت ﷺ نے خود مستثنیٰ فرمایا۔ یعنی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔‘‘

اس کتاب کی (ج۳ ص۲۵۵،۲۵۶) پر ہے کہ: ’’جو شخص نبی علیہ السلام کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی کہے وہ کافر ہے۔‘‘

(نسیم الریاض ج۴ ص۵۰۶) میں ہے کہ: ’’جو شخص آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرے کو نبی مانے، چاہے حضرت کے زمانہ میں یا ان کے بعد کسی کو نبی مانے تو اس نے اللہ ورسول کی تکذیب کی۔‘‘

(الصارم المسلول ص۶۸) میں ہے: ’’جس شخص نے حضرت محمد ﷺ کے بعد یہ کہا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا جائز ہے۔‘‘

حضرت ﷺ نے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے کہ: ’’حضرت ﷺ کے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔‘‘

طحاوی نے (مشکل الاثار ج۴ ص۱۰۴) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کے قریب ’’دجال اور کذاب‘‘ پیدا ہوں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ جن میں سے چار عورتیں ہوں گی اور میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

اس کے علاوہ مرزاغلام احمد قادیانی کے متعلق اور بھی وجوہ کفر ہیں اور چونکہ عبدالرزاق ان کو نبی مانتا ہے۔ اس لئے وہ بھی ان کے عقائد کا پابند سمجھا جائے گا۔ مثلاً مرزاقادیانی اپنی کتاب (آئینہ کمالات ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴) میں فرماتے ہیں کہ: ’’میں نے خواب میں اپنے آپ کو اللہ کا عین دیکھا اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدائی والوہیت میرے رگ وریشہ اور پٹھوں میں گھس گئی اور میں نے اس

حالت میں دیکھا کہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کچھ تفریق وترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کو پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا کہ: ''**انا زینا السماء الدنیا بمصابیح**'' پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو کیچڑ سے پیدا کریں گے۔'' اس سے مرزاقادیانی نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو خالق جانا اور کوئی شخص جب خدائی کا دعویٰ کرے یا اپنے آپ کو خالق جانے وہ اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے۔

مرزاقادیانی نے (حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹) پر کہا کہ: ''اے مرزا تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ اس سے مرزاقادیانی نے خدا کے لئے بیٹا ثابت کیا ہے۔''

مرزاقادیانی (حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ ص۱۰۶) پر کہتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رسول کے ساتھ ہوکر جواب دوں گا۔ کبھی خطا کروں گا کبھی صواب کو پہنچوں گا۔'' اس سے مرزاقادیانی نے خداتعالیٰ کو غلطی کرنے والا قرار دیا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۷۵، خزائن ج۲۲ ص۷۸) پر فرماتے ہیں کہ: ''زمین وآسمان جیسے ہمارے ساتھ ہے۔ ویسے ہی مرزاقادیانی کے ساتھ۔'' اس سے مرزاقادیانی نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ظاہر کیا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) پر مرزاقادیانی لکھتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو جس چیز کو بنانا چاہے بس کن کہہ دے۔ وہ ہو جائے گا۔''

(البشریٰ ج۲ ص۷۹) پر مرزاقادیانی کہتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔ جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں اور جس طرح میں قدیم اور ازلی ہوں۔ تیرے لئے میں نے ازلیت کے انوار کردیئے اور تو پس ازلی ہے۔''

(توضیح المرام ص۷۵، خزائن ج۳ ص۹۰) پر مرزاقادیانی لکھتے ہیں کہ: ''قیوم العالمین ایک ایسا وجود اعظم ہے کہ جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر ہیں اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہاء عرض وطول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔'' اس سے معلوم ہوا کہ مرزاقادیانی خدا کو تیندوے کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

(کتاب ضمیمہ تریاق القلوب ج ص۳، خزائن ج۱۳ ص۴۹۶) پر مرزاقادیانی فرماتے ہیں کہ: ''نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب تک ایک نیا یقین پیدا نہ ہو اور نیا یقین پیدا نہیں ہوسکتا کہ جب تک موسیٰ اور مسیح اور یعقوب اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح نئے معجزات نہ دکھائے جائیں۔ نئی زندگی انہیں کو ملتی ہے جن کا خدا نیا ہو۔''

اس سے مرزاقادیانی نے خدا کو حادث بنایا ہے۔ یہ عقائد ہیں جو مرزاقادیانی نے اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھے ہیں اور اس سے یقیناً ایک مسلمان مرتد ہو جاتا ہے۔

قرآن شریف کے متعلق مرزاقادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے:

مرزاقادیانی (حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷) پر فرماتے ہیں کہ: ''قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔''

(خطبہ الہامیہ ص اوّل ٹائٹل پیج، خزائن ج۱۶ ص۱) پر فرماتے ہیں کہ: ''بے شک یہ خدا کی آیت ہے اور کوئی انسان اس کی مثل نہیں بول سکتا۔ یعنی اس خطبہ کی مثل کوئی نہیں لاسکتا۔''

(ازالہ اوہام ص۱۴، خزائن ج۳ ص۱۰۹) پر قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں کہ:’’پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ مبادا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔‘‘

عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزاقادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے:’’آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ جس کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے اور اپنی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا انسان ہے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا صاف انکار ہے جو تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق مرزاقادیانی حسب ذیل عقیدہ رکھتے ہیں:

(حقیقت الوحی ص۱۷۸، خزائن ج۲۲ ص۱۸۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت میں یہ پیشین گوئی کہ:’’وہ بنی اسرائیل کو ملک شام میں جہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، پہنچائیں گے۔ مگر یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی۔‘‘

بی بی مریم کے متعلق مرزاقادیانی کا عقیدہ حسب ذیل ہے:

(کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۸)’’مریم کی وہ شان ہے۔ جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیوں نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے، نہ قابل اعتراض۔‘‘

حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق مرزاقادیانی کا یہ قول کہ میں نے دیکھا کہ:’’حضرت فاطمہ نے میرا سر اپنی ران پر رکھا۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۱۱۸)

حضرت حسنین شریفین کے متعلق جو مرزاقادیانی کا عقیدہ ہے وہ حسب ذیل ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۳ حاشیہ)

(اعجاز احمدی ص۵۲، خزائن ج۱۹ ص۱۶۴) پر لکھتے ہیں کہ:’’لوگ کہتے ہیں کہ حسنین پر تم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہو۔ ہاں میں کہتا ہوں کہ میں افضل ہوں۔ ان سے اور عنقریب ظاہر ہو جائے گا۔‘‘

اور آخر میں کہتے ہیں کہ:’’میں تو عشق الٰہی کا مقتول ہوں اور تمہارے حسین کو تمہارے دشمن نے قتل کیا۔ پس کس قدر ظاہر اور کھلا ہوا فرق ہے۔‘‘

ان عقائد کے ہوتے ہوئے ایک شخص صراحۃً مرتد ہو جاتا ہے۔

بیان حضرت غلام محمد حسین کولوتارڑوی صاحب
گواہ مدعیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

’’حامداً ومصلیاً‘‘

فاضل اجل حضرت مولانا ابی القاسم محمد حسین صاحب مولوی فاضل کولوتارڑوی ضلع گوجرانوالہ نے اپنی ساری زندگی فتنہ مرزائیہ کے استیصال کے لئے وقف فرمائی ہوئی ہے۔ مولانا موصوف اگرچہ پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل ہیں۔ مگر مولانا نے تبلیغ اسلام کی خدمت جلیلہ کو ہمیشہ سرکاری وغیرسرکاری ملازمت پر ترجیح دی ہے۔ مرزائیوں سے سینکڑوں کامیاب مناظرے کر چکے ہیں اور تقریباً مرزائی لٹریچر کے حافظ ہیں۔ آپ کا یہ بلند پایہ بیان ۱۴؍جولائی ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور کی عدالت میں ہوا۔ عبدالرزاق مدعا علیہ نے اس بیان پر جرح کرنے سے انکار کردیا۔ ممدوح نے اس بیان میں مسئلہ ختم نبوت کو قرآن حکیم کے اسلوب بیان سے نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے اور مرزائیت کے کفروارتداد پر بہت مستند دلائل پیش فرمائے ہیں۔

ابوالعباس نعمانی، بہاول پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرزاغلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا جو بروئے قرآن وحدیث واجماع امت کفر ہے

مرزاغلام احمد کے عقائد اور اقوال شریعت اسلامیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دعویٰ نبوت ہے جو انہوں نے کیا۔ یہ دعویٰ قرآن شریف واحادیث نبویہ اور اجماع امت کے سراسر مخالف ہے۔ کیونکہ ان تمام دلائل شرعیہ سے آنحضرتﷺ خاتم النّبیین بمعنی آخرالنّبیین ثابت ہوتے ہیں۔ آنحضرتﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا قرآن شریف احادیث نبویہ اور اجماع امت کی رو سے کافر، خارج از اسلام ہے۔ قرآن شریف نے ختم النبوۃ کو قطعاً اور یقیناً مختلف طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد ایک شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھنے والا ہو۔ دل میں اس بات کا شک وشبہ بھی نہیں لاسکتا کہ آنحضرتﷺ کے بعد کسی شخص کا نبوت حاصل کرنا ممکن ہوسکتا ہے۔

دلائل قرآنیہ پر ختم نبوت

منجملہ ان دلائل قرآنیہ کے جو ختم نبوت پر قطعی ثبوت ہیں۔ پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے۔ ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین وکان اللہ بکل شئ علیماً (احزاب:۴۰)‘‘

اس آیت کے متعلق ضروری گزارشات یہ ہیں کہ خاتم النّبیین کا معنی تمام مفسرین محدثین علمائے لغت نے آخرالنّبیین لکھے ہیں اور کتب لغات میں سے کوئی حوالہ ایسا نہیں کہ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہو کہ اس کے معنی اور بھی ہوسکتے ہیں۔ پس لغت اور قواعد عربیہ کے لحاظ سے اس کے معنی آخرالنّبیین کے ہی ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کی مختلف آیات میں اسی آیت کی تفسیر کو اس مضمون کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف:۱۵۸)‘‘

’’وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سباء:۲۸)‘‘

’’وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (انبیاء:۱۰۷)‘‘
’’تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً (فرقان:۱)‘‘
ان تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرتﷺ جملہ بنی آدم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور یہ بات ختم النبوۃ کے لئے ایک صاف اور صریح دلالت کرنے والی ہے۔ دوسری دلیل جو ختم النبوۃ پر صاف دلالت کرتی ہے۔ یہ آیت ہے: ’’واذ اخذ اللہ میثاق النّبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال أقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین (آل عمران:۸۱)‘‘
اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے ایک ایسے رسول کے متعلق عہد لیا ہے جو سب کا مصدق ہے اور سب کے بعد ہی آنے والا ہے۔ کیونکہ لفظ ’’ثــم‘‘ عربی نحو کے لحاظ سے بعدیت اور قبلیت پر دلالت کرتا ہے جس کے لئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول مصدق جس کی نسبت تمام انبیاء سے عہد لیا گیا ہے۔ وہ سب کے بعد آنے والا ہے۔
تیسری دلیل: ہر ایک نبی جو دنیا میں بھیجا گیا ہے خدا کی طرف سے اس کو وحی ہوتی رہی۔ گویا وحی نبوت کے لئے ایک لازمی چیز ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوسکتا۔ نبی بغیر وحی الٰہی کے نہیں ہوسکتا۔ اب قرآن کریم کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام جن کو خداتعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی۔ سب آنحضرتﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں اور قرآن کریم نے یہ التزام کیا ہے کہ ہر حکم وحی کے ساتھ لفظ قبل کو ملایا ہے تاکہ یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرتﷺ سے پہلے ہی وحی نبوت اور انبیاء علیہم السلام آئے ہیں۔ آپﷺ کے بعد نہ کسی کو وحی نبوت ہوگی اور نہ نبی ہوگا۔ نمونہ کے طور پر چند آیات پیش کرتا ہوں۔ ’’قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (آل عمران:۸۴)‘‘
اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام پر وحی نازل کی گئی ہے۔ وہ زمانہ ماضی میں ہو چکی ہے اور اللہ سبحانہٗ نے ہمیں اپنے انبیاء پر ایمان لانے کی ترغیب دی ہے جو آنحضرتﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں اور کسی نبی کے لئے ایمان کی تاکید نہیں کی جو آپﷺ کے بعد ہو۔ حالانکہ یہ ضروری تھا کہ اگر کوئی نبی آنحضرتﷺ کے بعد آنے والا ہوتا اور سلسلہ نبوت جاری رہنے والا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا۔ لیکن اس کے برخلاف قرآن مجید کے تمام مقامات پر وحی انبیاء علیہم السلام آنحضرتﷺ سے ماقبل مخصوص کیا گیا ہے اور یہ قطعی اور یقینی دلیل اس امر کی ہے کہ قرآن حکیم آنحضرتﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کو جائز نہیں رکھتا۔ دوسری آیت اس مضمون کی جو ابتداء قرآن کریم سورۃ بقرہ کے شروع میں ہے۔ ’’والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یؤقنون (بقرہ:۴)‘‘ اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے انہی کو ہدایت پر قائم رہنے والے اور مفلحون فرمایا ہے جو آنحضرتﷺ کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء علیہ السلام کی وحی پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ’’لکن الراسخون فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک اما انزل من قبلک (نساء:۱۶۲)‘‘ اس آیت میں بھی خداوند تعالیٰ نے انہی لوگوں کو راسخ فی العلم قرار دیا ہے جو آنحضرتﷺ کی وحی پر اور آپ سے پہلے انبیاء کی وحی پر ایمان لاتے ہیں۔
’’یاایھا الذین اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علیٰ رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل (نساء:۱۳۶)‘‘ اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے مؤمنوں کو ایمان کی کیفیت کی تعلیم فرمائی ہے اور یہ تلقین کی ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ اس

کتاب پر جونازل ہوئی۔آنحضرت ﷺ اوران کتب پر جوآپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئیں۔اگرکوئی نبی آپ ﷺ کے بعدمیں آنے والا ہوتا تواس کے متعلق خداوندتعالیٰ ضرورتعلیم دیتا کہ اس پربھی ایمان لاؤ۔’’الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک (نساء:۶۰)‘‘

’’وما ارسلنا قبلک من المرسلین الّا انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق (فرقان:۲۰)‘‘

’’ولقد اوحیی الیک والی الذین من قبلک (زمر:۶۵)‘‘

’’کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک (شوریٰ:۳)‘‘

ان تمام آیات میں اللہ سبحانہ نے وحی نبوت کوآنحضرت ﷺ سے ماقبل کے ساتھ مخصوص فرمایا اورآنحضرت ﷺ کی وحی اور آپ سے ماقبل انبیاء کی وحی پرایمان لانے کاحکم دیا ہے۔جس سے قطعاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی نبوت آنحضرت ﷺ پرختم ہوچکی ہے اور باب نبوت بندہوچکا ہے۔

قرآن شریف پرمجموعی طور پرنظرڈالنے سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اورآپ ﷺ کے بعدکوئی نبی نہیں ہوسکتا۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام سے وحی نبوت کے جاری ہونے کے سلسلہ کی خبردی ہے۔چنانچہ فرمایا جب کہ آدم علیہ السلام معہ اپنی ذریت کے اس دنیا پرلائے گئے توخداوندتعالیٰ نے اطلاع دی۔سلسلہ نبوت وہدایت جاری کیا جاوے گا۔ پس جوشخص ہماری ہدایت کی تابعداری کرے گا اس پرکسی قسم کاخوف نہیں ہوگا۔’’فامّا یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (بقرہ:۳۸)‘‘

یہ ابتداءاورآغاز وحی ہے۔اس کے بعدنوح علیہ السلام کے زمانہ تک پہنچتے ہیں اورقرآن شریف سے پوچھتے ہیں کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یانہیں۔جواب ملتاہے کہ ہاں جاری ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:’’ولقد ارسلنا نوحاً وابراھیم وجعلنا فی ذریتھم النبوۃ والکتاب (حدید:۲۶)‘‘

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔انبیاء عظام میں سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ان کے زمانہ میں اگرقرآن سے پوچھا جائے کہ سلسلہ نبوت جاری ہے یانہیں توجواب ملتاہے کہ:’’وجعلنا فی ذریتھم النبوۃ والکتاب (حدید:۲۶)‘‘یعنی ہم نے اس کی اولادمیں نبوت اورکتاب کویعنی وحی نبوت کومقررفرمادیاہے۔یہاں سے یہ پتہ چلا کہ ذریت ابراہیم میں ابھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔

دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ نبوت کاظرف اورمحل آل ابراہیم ہیں۔جس کاعملی ثبوت یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولادکے دوشعبے قراردیئے۔ایک بنی اسحاق علیہ السلام جن میں پہلے سلسلہ نبوت جاری ہوااوربہت انبیاء علیہم السلام ان میں آئے۔جن کا خاتمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پرہوا۔

دوسرے بنی اسماعیل،جس میں آنحضرت ﷺ تک کوئی نبی نہیں آیا۔اس کے بعدموسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعدسلسلہ نبوت جاری ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔’’ولقد اٰتینا موسیٰ الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل (البقرۃ:۸۷)‘‘

تااس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعدسلسلہ نبوت جاری ہے اورکئی رسولوں کے آنے کاوعدہ ہے۔جیسا کہ لفظ رسل

سے ظاہر ہے۔اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آتا ہے تو قرآن کریم سے سوال ہوتا ہے کہ آیا بکثرت انبیاء ابھی آئیں گے یا کیا ہوگا تو خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدیّ من التوراۃ ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد (صف:۶)''

خداوندسبحانہ نے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر اسلوب جواب کو بالکل بدل دیا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل، میں اللہ کا رسول ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں اور مجھ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توراۃ جو خدا کی طرف سے ان کو عطاء ہوئی ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور خوشخبری دیتا ہوں۔ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔نام اس کا احمد (ﷺ) ہوگا۔

قرآن کریم نے پہلے اس کے فقط عام طور پر رسولوں کے آنے کی خبر دی تھی اور یہاں ایک خاص رسول کی خبر دے کر اس کو نام سے متشخص اور متعین فرمادیا۔

یہ اسلوب صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ احمد ﷺ پر نبوت کو ختم کر رہا ہے اور عام طور پر جو رسولوں کے آنے کا اسلوب تھا اس کو بدل کر ایک خاص معیّن شخص کے آنے کی اطلاع دیتا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا زمانہ آتا ہے تو قرآن حکیم سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے آنے کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے یا بند ہو جاتا ہے۔قرآن کریم فرماتا ہے کہ:''ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین وکان اللہ بکل شئ علیما (احزاب:۴۰)''کہ نہیں ہیں محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ۔لیکن وہ میرے رسول ہیں اور خاتم النّبیین ہیں (یعنی آخرالنّبیین) آپ ﷺ کے بعد جملہ بنی آدم جو آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے وہ آپ ﷺ کی روحانی ذریت اور اولاد کہلائیں گے اور دنیا میں وہ آخری روحانی باپ ہوگا۔جس کی اولاد بکثرت ہوگی۔یہ بات قابل غور ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء ہونے کے زمانہ میں سلسلہ نبوت کے جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی اور آنحضرت ﷺ پر آکر اس اطلاع کے برخلاف جو بصورت اجراء نبوت بمثل سابق ایسی اطلاع دی جانی لازمی تھی۔جیسا کہ پہلے دی گئی۔اس کے بعد ختم نبوت کا اعلان کر دیا۔جس سے قطعاً یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم مجموعی طور پر ختم نبوت کا اعلان کر رہا ہے اور فرداً فرداً آیات بھی ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

احادیث ختم نبوت

اب میں چند احادیث بیان کرتا ہوں۔جو ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

۱...... رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:''میرے اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے ایک گھر بنایا۔جس کو بہت خوبصورت بنایا، مگر اس کے کنارہ میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔لوگ اس کو پھر پھر کر دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کی جگہ کیوں خالی چھوڑی گئی۔پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النّبیین ہوں۔'' (بخاری ج۱ ص۵۰۱ کتاب الانبیاء)

ترمذی کے الفاظ میں ہے کہ میرے ساتھ ہی یہ عمارت ختم کر دی گئی ہے اور میرے ساتھ رسول ختم کر دیئے گئے ہیں۔اس تمثیل سے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی نسبت اور انبیاء کی نسبت ارشاد فرمائی۔قطعی دلالت اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ قصر نبوت کے متمم اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

۲...... آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:''بنی اسرائیل میں انبیاء آتے رہے۔ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی آجاتا۔لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور خلیفہ ہوں گے۔پس بہت ہوں گے۔'' (بخاری کتاب ج۱ ص۴۹۱، مسلم کتاب الامارت)

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کے مقابل پر یہاں سلسلہ خلافت قائم ہوگا۔ جس کی وجہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمادی ہے کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہے۔

۳…… آنحضرت ﷺ نے جنگ تبوک کے موقعہ پر حضرت علیؓ کو اہل بیت میں نگران چھوڑا۔ حضرت علیؓ نے یہ عرض کی کہ: ’’کیا آپ ﷺ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ تو مجھ سے وہی نسبت رکھتا ہے۔ جس طرح کہ ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ لیکن چونکہ ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک اور بھی مشترک وصف پایا جاتا تھا۔ (یعنی نبوت کا) اس لئے آنحضرت ﷺ نے یہ فرما کر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس مماثلت کو حضرت علیؓ سے دور فرمادیا۔ اگر نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی یا غیرتشریعی جاری ہوتی تو حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ ’’لا نبی بعدی‘‘ کہہ کر اس وصف سے محروم نہ کرتے۔‘‘

(بخاری، مسلم ج۲ص۲۷۸ ذکر غزوہ تبوک)

۴…… حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ’’آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ۳۰ کذاب ودجال ہوں گے۔ ہر ایک ان میں سے کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ’’انا خاتم النّبیین و لا نبی بعدی‘‘ کہ میں خاتم النّبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔‘‘ (مجمع الزوائد ج۷ص۳۳۴)

آنحضرت ﷺ کا جھوٹے نبیوں کے ذکر کے بعد جو اس امت میں ہونے والے تھے۔ ازروئے شفقت یہ فرمادینا کہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ صاف اس بات کی دلیل ہے کہ محض دعویٰ نبوت حضور ﷺ کے بعد امت محمدیہ میں قابل سماعت نہیں ہے۔

۵…… آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ’’لو کان بعدی نبی لکان عمر (ترمذی ج۲ ص۲۰۹) ‘‘اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ابن الخطاب ہوتے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر کوئی نبی تشریعی یا غیرتشریعی آنحضرت ﷺ کے بعد ہونے والا ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔

۶…… حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم (ابن ماجہ ص۳۰۷، باب فتنة الدجال) ‘‘میں آخری نبی ہوں، تم آخری امت ہو۔

ان احادیث سے قطعاً اور یقیناً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور سلسلہ نبوت آپ ﷺ کے بعد بند ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت کذاب ہے۔

مرزا قادیانی کے عقائد…… اسلامی عقائد کے خلاف ہیں

مرزا قادیانی کے عقائد مخالف اسلام ہونے کے اور بھی اشباہ ونظائر ہیں۔ مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ: ’’ملائکہ ستاروں کے ارواح ہیں اور ان کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔‘‘ (توضیح المرام ص۳۸، خزائن ج۳ ص۷۰)

’’جبرئیل علیہ السلام کا تعلق سورج سے ہے۔ وہ بذات خود حقیقتاً زمین پر نہیں اترتا۔‘‘ (توضیح المرام ص۶۸، خزائن ج۳ ص۸۶ مفہوم)

اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ ’’جبرئیل علیہ السلام کا نزول جو شرع میں وارد ہے۔ اس سے اس کی تاثیر کا نزول مراد ہے اور جو صورت جبرئیل کی انبیاء دیکھتے تھے۔ وہ جبرئیل کی عکسی تصویر ہوتی تھی جو انبیاء کے خیال میں متمثل ہو جاتی تھی۔ ملک الموت بھی بذات خود زمین پر اتر کر قبض ارواح نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی تاثیر سے قبض ارواح ہوتا ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص۷۰، خزائن ج۳ ص۸۷ مفہوم)

دنیا میں جو کچھ ہورہا ہے نجوم کی تاثیر سے ہورہا ہے۔ روح القدس اور روح الامین۔ شدید القوی، جو جبرئیل کے نام ہیں۔ ان کی

نسبت مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ’’یہ سب انسان کی صفتیں ہیں جو خدا تعالیٰ کی محبت اور انسان کی محبت کے ملنے سے بطور نتیجہ کے پیدا ہوتی ہیں اور یہی پاک تثلیث ہے۔‘‘ (توضیح المرام ص۲۲، خزائن ج۳ ص۶۲)

مرزا قادیانی کا خارج از اسلام ہونا ایک اور طریقہ سے بھی ثابت ہے۔ مرزا قادیانی نے جن الہاموں کو خدا تعالیٰ کا کلام ظاہر کیا ہے اور ان میں سے اکثر وعدہ کے رنگ میں ہیں اور واقعات نے ان کو غلط ثابت کیا ہے۔ جن سے یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا وعدہ اور اس کا کلام نہ تھا۔ کیونکہ اگر وہ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کا وعدہ ہوتا تو واقعات اس کی تکذیب نہ کر سکتے۔

محمدی بیگم کی پیشین گوئی

من جملہ ان کے محمدی بیگم کی پیش گوئی ہے۔ جس کو مرزا قادیانی نے اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا۔ چنانچہ (انجام آتھم ص۲۲۳، خزائن ج۱۱ ص ایضاً) پر جو مرزا قادیانی کی مصنفہ ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ’’میں نے یہ نہیں کہا کہ محمدی بیگم کی پیشین گوئی کا معاملہ طے ہوگیا ہے اور آخری نتیجہ ظاہر ہوگیا۔ بلکہ بات ویسی کی ویسی قائم ہے اور کوئی بھی اپنے حیلوں سے اس کو ٹال نہیں سکتا اور تقدیر مبرم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا وقت آوے گا۔ پس قسم ہے اس ذات کی۔ جس نے ہمارے لئے محمد ﷺ کو بھیجا۔ یہ بات حق ہے اور جلد ہی دیکھے گا تو، اور میں اس پیشین گوئی کو اپنے سچ اور جھوٹ کا معیار قرار دیتا ہوں اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ مگر جو کچھ میرے رب نے کہا ہے۔‘‘

اسی کتاب کے (ص۳۱ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص ایضاً) پر کہتے ہیں کہ: ’’میں تم سے بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی احمد بیگ کے داماد کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔‘‘

اب یہ ظاہر ہے کہ احمد بیگ کا داماد مرزا قادیانی کی زندگی میں نہیں مرا اور مرزا قادیانی کی موت[۱] آگئی۔ جس سے صاف ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق دعویٰ الہام میں جھوٹے تھے۔

مرزا قادیانی کے کفر کے وجوہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ہے

مرزا قادیانی کے من وجملہ وجوہ کفر میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے اور ان کے معجزات کو مسمریزم قرار دیا ہے اور مسمریزم کو خود مرزا قادیانی نے قابل نفرت قرار دیا ہے۔ چنانچہ (ازالہ اوہام ص۳۰۵، خزائن ج۳ ص۲۵۵،۲۵۶) میں لکھتے ہیں کہ: ’’ماسوائے اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزم طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکتیں۔ کیونکہ عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں۔ ایسے ایسے عجائبات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔‘‘

پھر (ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۸) میں لکھتے ہیں کہ: ’’اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔‘‘

اب اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مکروہ اور قابل نفرت عمل کے ذریعہ سے لہو ولعب کے طریقہ پر اعجوبہ نمایاں کیا کرتے تھے۔ اعجاز ان کو حاصل نہیں تھا۔

---

[۱] مرزا قادیانی ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا اور مرزا احمد بیگ کا داماد مسمی مرزا سلطان احمد بفضلہ تعالیٰ تاہنوز زندہ ہے۔ (مقدمہ بہاول پور کے زمانہ میں زندہ تھے۔ بعد میں پاکستان بننے کے بعد فوت ہوئے)

معجزات عیسویہ کی توہین

اب دیکھئے کہ کس قدر معجزات عیسوی کی توہین ہے جس کو قرآن عظیم نے بڑے اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات بڑی اہمیت سے قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے کہ ان کی والدہ مقدسہ کو بطور بشارت ان معجزات کی خبر دی گئی۔ ''واذ قالت الملآئکة یٰمریم ان اللہ اصطفٰک وطھرک واصطفٰک علٰی نساء العلمین یٰمریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین ذالک من انبآء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم وما کنت لدیھم اذ یختصمون اذ قالت الملائکة یٰمریم ان اللہ یبشرک بکلمة منه اسمه المسیح عیسٰی ابن مریم وجیھاً فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین ویکلم الناس فی المھد وکھلا ومن الصالحین قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذالک اللہ یخلق ما یشآء اذا قضی امراً فانما یقول له کن فیکون ویعلمه الکتاب والحکمة والتورۃ والانجیل ورسولاً الٰی بنی اسرائیل انی قد جئتکم باٰیة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کھیة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللہ وابری الاکمه والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بماتأکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنین (آل عمران: ۴۲تا ۴۹)''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے منکرین پر قرآن کا فتویٰ کفر

پھر آخرت میں جہاں اوّلین اور آخرین جمع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تحدیث نعمت کے طور پر معجزات کی بابت ذکر فرماتا ہے۔ جس کا مفصل ذکر سورۂ مائدہ میں ہے اور اس جگہ سورۂ مائدہ میں آپ کے معجزات کے منکرین پر جو فتویٰ ہے وہ یہ ہے۔ ''اذ قال اللہ یا عیسٰی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک اذ یدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلاً واذ علمتک الکتاب والحکمة والتورٰۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھیئة الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتیٰ باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبینات فقال الذین کفروا منھم ان ھٰذا الا سحر مبین (مائدہ: ۱۱۰)''

یعنی جب تو ان کے پاس معجزات لے کر گیا تو کافروں نے کہا کہ یہ کھلم کھلا جادو ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار وا ستخفاف کرنا کافروں کا کام ہے۔ جو کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے کیا ہے۔

اس کے علاوہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں سب وشتم کا استعمال بھی کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی عقائد اسلام کے برخلاف کفر کا ارتکاب کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے تھے۔ یہ نمونہ ان عقائد کا ہے جو مرزا قادیانی کی کتابوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جس سے قطعاً اور یقیناً یہ ثابت ہوا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ضروریات دین کا منکر کافر ہے

جو شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے مگر ضروریات دین کا انکار کرے تو اس کو مرتد قرار دیا جائے گا۔ میں مرزا قادیانی کو مرتد سمجھتا ہوں جو مرتد ہے وہ کافر ہوگا۔ اس لئے مرزا قادیانی کے اصولوں کو ماننے والے اور ان کو نبی ماننے والے بھی مرتد اور کافر ہیں۔

بیان حضرت علامہ مفتی محمد شفیع دیوبندی گواہ مدعیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

حامداً ومصلیاً!

عالم نبیل فاضل جلیل مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند بہت بلند پایہ فاضل تھے۔ مدتوں تک دارالعلوم دیوبند میں مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے ہیں۔ فتنہ مرزائیہ کی تردید میں آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ مگر ختم نبوت تین حصوں میں ایک لاجواب تصنیف ہے۔ آپ کا بیان ۲۱؍اگست ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور کی عدالت میں ہوا۔ بیان ۷ بجے صبح سے شروع ہوا اور ۱۱ بجے مختار مدعاعلیہ نے جرح کی جو ۲۱؍اگست کو ۱ بجے ختم ہوئی۔ مفتی صاحب نے مختار مدعاعلیہ کی جرح کے مسکت جواب دیئے اور مرزائیت کے کفروارتداد کو روز روشن کی طرح واضح کردیا۔ مفتی صاحب کا یہ بیان جن معارف وحقائق علمیہ کا خزینہ ہے۔ اس کا صحیح اندازہ پڑھنے سے ہو سکتا ہے۔ اسے اس مجموعہ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ مرتب!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منکر ختم نبوت بالاجماع کافرو مرتد ہے

میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف میرے نزدیک بلکہ تمام علمائے امت کے نزدیک یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے یا ختم نبوت کا انکار کرے وہ کافرو مرتد ہے اور اس کا نکاح کسی مسلمان عورت سے جائز نہیں۔ اگر نکاح کے بعد یہ عقائد اختیار کرے تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور بغیر حکم قاضی اور بلاعدت اسے دوسرا نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔ اس کے ثبوت کے لئے سب سے پہلے میں عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہوں کہ کس وقت ایک مسلمان کو کن افعال یا اقوال کی بناء پر کافر کہا جاسکتا ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ خدائے تعالیٰ یا اس کے رسول کا انکار کفر ہے۔ لیکن یہ بات ذرا توضیح طلب ہے کہ رسول کے انکار کے کیا معنی ہیں؟

رسول ﷺ کے انکار کے معنے

میں سب سے پہلے ایک آیت پیش کرتا ہوں۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے: ’’فلا وربک لا یؤ منون حتیٰ یحکّموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا ممّا قضیت و یسلّموا تسلیما (نساء:۶۵)‘‘

اس آیت میں صراحۃً بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص ہرگز مومن نہیں ہوسکتا جو آنحضرت ﷺ کو اپنے تمام معاملات میں حکم نہ بنائے اور آپ ﷺ کے فیصلہ کو ٹھنڈے دل سے قبول نہ کرے۔ اس آیت کی تفصیل میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ’’لو ان قوما عبدوا اللہ تعالیٰ واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا الشئی ضعہ رسول اللہ ﷺ الا ضع خلاف ماضع اوو جدوا فی انفسھم حرجاً لکانوا مشرکین‘‘ (روح المعانی ج۲ جز۵ ص۶۵)

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قوم یا جماعت خدا کی عبادت کرے، نماز پڑھے، زکوٰۃ دے، روزے رکھے اور سارے اسلامی کام ادا کرے لیکن آنحضرت ﷺ کے کسی فعل پر حرف گیری کرے وہ مشرک ہے۔

خدا اور رسول ﷺ کے حکم کا انکار کفر ہے

اس بناء پر تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح ان کے کسی ایک حکم کا نہ ماننا بھی کفر ہے۔

ابلیس کا کفر، انکار حکم کی وجہ سے ہے

سب سے پہلا کافر ابلیس مانا جاتا ہے۔ وہ اسی قسم کا منکر ہے۔ وہ خدا کا منکر نہیں صرف خدا کے ایک حکم نہ ماننے کی وجہ سے کافر مانا گیا ہے۔ اس لئے میں اس کے متعلق چند علماء کی عبارتیں پیش کرتا ہوں:

۱...... ’’شرح مقاصد (بحث سابع فی حکم مخالف الحق طی من اهل القبلة) لیس بکافر مالم یخالف ماهومن ضروریات الدین‘‘ اس کے بعد اسی کتاب میں ہے: ’’فلا نزاع فی کون اهل القبلة المو اظب طول العمر علی الطاعات با عتقاد نفی الحشر ونفی العلم با لجزیات اونحو ذالک کذالک بصدور شیئی من موجبات الکفر عنه‘‘ اس عبارت کا مطلب ہے کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ اہل قبلہ میں سے جو شخص ساری عمر اطاعت پر مداومت کرنے والا ہو۔ جب وہ قدم عالم کا قائل ہو جائے یا حشر کا انکار کرے یا اس کے امثال کا تو وہ کافر ہے یا ایسا ہی کوئی کلمہ اور حکم موجبات کفر ہے میں سے اس سے صادر ہو۔

اہل قبلہ کا معنی

حضرت ملّا علی قاری تحریر کرتے ہیں: ’’اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ماهو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الا جسادو علم اللہ با لکلیات والجزئیات وما اشبه ذالک من المسائل فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی علمه سبحانه با لجزیات ولا یکون من اهل القبلة وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لایکفر مالم یوجد شئی من امارات الکفر وعلاماته ولم یصدر عنه شئی من موجباته‘‘ (شرح فقہ اکبر ص ۱۸۹)

یعنی اہل قبلہ (جن کی تکفیر نہیں کی جاتی) سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو ضروریات دین پر متفق ہوں تو جو شخص ساری طاعات وعبادات پر مداومت کرے۔ مگر قدم عالم اور نفی حشر کا قائل ہو۔ وہ اہل قبلہ نہیں ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی چیز علامات کفر میں سے اس میں نہ پائی جائے۔ اس وقت تک اس کی تکفیر نہ کی جائے۔ علامہ شامی (درالمختار جلد اوّل ص ۴۱۴، ۴۱۵، باب الامامۃ) میں ہے: ’’لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام من حدوث العالم وحشر الا جساد ونفی العلم با الجزئیات وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علیٰ الطاعات کمافی شرح التحریر‘‘

یعنی امت میں کسی کو اس میں اختلاف نہیں کہ جو شخص ضروریات اسلام کا مخالف ہو، وہ کافر ہے۔ اگرچہ اہل قبلہ سے ہو اور ساری عمر عبادات پر مداومت کرے۔ یہی مضمون بحرالرائق، شرح کنز الدقائق باب المرتدین اور غایۃ التحقیق شرح حسامی اور کشف الاصول میں

ہے۔شرح عقائد نسفی کی شرح نبراس میں علمائے محققین کی تحقیق اس طرح نقل فرمائی ہے:’’اهل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین ای الامور اللتیی علم ثبوتها فی الشرع واشتهر‘‘ (النبراس شرح شرح العقائد ص۳۴۲)
’’یعنی متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ شخص ہے جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرے۔یعنی وہ امور جن کا ثبوت شریعت میں معلوم ومشہور ہے۔‘‘ جو شخص ضروریات دین میں کسی چیز کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں۔اگرچہ اطاعات میں انتہائی کوشش کرنے والا ہو۔ایسے ہی وہ شخص جو کسی ایسے کام کا مرتکب ہو۔تکذیب رسول کی علامت ہے۔جیسے توہین کسی امر شرعی کی یا کسی امر شرعی کا استہزاء کرنا۔

یہاں تک کہ علمائے محققین کی چند شہادات اس بات پر پیش کی ہیں کہ جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کا سرے سے انکار کفر ہے۔اسی طرح آپ ﷺ کے احکام میں سے جو حکم قطعی الثبوت ہو،اس کا انکار بھی کفر ہے۔قطعی الثبوت سے میرا مطلب وہ حکم ہے،جو اسلام میں اس طرح مشہور ومعروف ہیں کہ امت،قرون اولیٰ سے لے کر آج تک ایسا ہی سمجھتی چلی آئی ہے۔

قطعی الثبوت اور ضروریات دین میں فرق

قطعی الثبوت اور ضروریات دین میں اتنا فرق ہے کہ ضروریات دین ان کو کہا جاتا ہے۔جن کا ثبوت تواتر کو پہنچ کر ایسا ہی واضح ہوگیا ہو کہ تمام امت اسے ہمیشہ ایسا ہی جانتی رہی ہو۔قطعی الثبوت وہ چیز ہے جس کا ثبوت آنحضرت علیہ السلام سے علمی قواعد کی بنا پر قطعی ہو۔خواہ امت کا کوئی فرد اسے نہ جانتا ہو۔اس لئے قطعی الثبوت کے انکار کو اس وقت کفر کہا جائے گا جب کہ اس کی تبلیغ اس کو کر دی جائے۔ضروریات دین کا منکر مطلق کافر ہے۔اس میں تبلیغ کرنے کی ضرورت نہیں۔یہ بات جو میں نے علماء کی تحقیق سے پیش کی ہے۔خود مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کی کتابوں میں موجود ہے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:’’کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابلے پر ہے اور کفر دو قسم ہے۔ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔دوسرا یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے،کافر ہے۔اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۷۹،خزائن ج۲۲ص۱۸۵)

اور اسی کتاب میں لکھتا ہے:’’علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا۔وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۶۳،خزائن ج۲۲ص۱۶۸)

نیز مسٹر محمد علی ایم اے لاہوری اپنی تفسیر بیان القرآن ص۵۷۴ میں آیت کریمہ:’’ان الذین یکفرون باللّٰہ ورسله ویریدون ان یفرقوا بین اللّٰہ ورسله‘‘ کے تحت میں لکھتا ہے کہ:’’اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق سے صرف یہ مراد نہیں کہ اللہ کو مان لیا اور رسولوں کا انکار کر دیا۔جیسے برہمن ہیں بلکہ یہ بھی کہ بعض رسولوں کو مان لیا اور بعض کا انکار کر دیا۔جیسے تمام اہل کتاب کی حالت ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ کے کسی رسول کا انکار گویا اللہ ہی کا انکار ہے۔‘‘

نیز (مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ:)’’واشهد انا نتمسک بکتاب اللّٰہ القران ونتبع اقوال رسول اللّٰہ منبع الحق والعرفان ونقبل ما انعقد علیه الاجماع بذلک الزمان لا نزید علیها ولا ننقص منها وعلیها نحی وعلیها نموت

ومن زاد علٰی ہذہ الشریعۃ مثقال ذرۃ اونقص منہا او کفر بعقیدۃ اجماعیۃ فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین'' (انجام آتھم ص۱۴۴، خزائن ج۱۱ص۱۴۴)

''گواہ رہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن سے تمسک کرتے ہیں اور رسول کے اقوال کا اتباع کرتے ہیں جو حق اور معرفت کا چشمہ ہے اور ہم ان چیزوں کو قبول کرتے ہیں۔ جس پر اس زمانہ میں اجماع منعقد ہوا۔ نہ اس پر زیادتی کرتے ہیں اور نہ کمی۔ اسی پر زندہ رہیں گے اور اسی پر مریں گے جو شخص مقدار ایک شوشہ کے زیادتی کرے یا کمی کرے یا کسی عقیدہ اجماعیہ کا انکار کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت، ملائکہ کی لعنت، تمام آدمیوں کی لعنت، یہ میرا عقیدہ ہے۔''

ان عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ علمائے اسلام کے نزدیک متفقہ طور پر خود مرزا قادیانی کے نزدیک جس طرح رسول کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اسلام کے کسی اجماعی عقیدہ یا ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار بھی کفر ہے۔

مرزا نے بہت سے ضروریات دین کا انکار کیا ہے

اس کے بعد میں یہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے ضروریات دین میں سے بہت سی چیزوں کا انکار کیا اور اسی بناء پر وہ باجماع امت کافر ومرتد ہیں۔ اس وقت ان ضروریات دین سے پہلی چیز ختم نبوت کا انکار ہے اور نبوت کا دعویٰ اور وحی اور شریعت مستقلہ کا دعویٰ ہے۔ نبوت کے دعویٰ کا خود مدعا علیہ کو اپنے بیان میں اقرار ہے۔ اس لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔

وحی اور شریعت مستقلہ کے دعویٰ کے ثبوت میں مرزا قادیانی کے اقوال ذیل پیش کرتا ہوں کہ: ''سچا خدا وہی ہے کہ جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاص ۱۱، خزائن ج۱۸ص۲۳۱)

یہی مضمون اور دعویٰ: ''اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر اور خدا پر افتراء کر کے آنحضرت کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی ۲۳برس تک مہلت پاسکے۔ ضرور ہلاک ہوگا۔'' (اربعین جز۴ص ۵، خزائن ج۱۷ص۴۳۴)

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ: ''حق یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ (اس کے اوپر الفاظ یہ ہیں) کہ چند روز ہوئے کہ ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۲، خزائن ج۱۸ص۲۰۶)

''اسی طرح اوائل میں میرا بھی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی کی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔''

(حقیقت الوحی ص۱۴۹، خزائن ج۲۲ص۱۵۳،۱۵۴)

''اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ اور خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف آیا ہے، جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔'' (انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ص۶۲)

اور مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: ''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسے توراۃ اور انجیل اور قرآن مجید پر تو کیا مجھ سے توقع ہوسکتی ہے کہ میں ان کے ظنیات بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقینیات کو چھوڑ دوں گا۔'' (اربعین نمبر۴ص ۱۹، خزائن ج۱۷ص۴۵۴)

’’اسی طرح میں اس کی اس پاک وحی پر ایسی ہی ایمان لاتا ہوں۔ جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوچکی ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۴)

مرزا قادیانی کے اقوال اس بارہ میں اگر جمع کئے جاویں تو اور بھی بہت سے ہیں۔ لیکن ان سے بقدر ضرورت یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا قادیانی وحی اور رسالت کا مدعی ہے اور اپنی وحی کو بالکل قرآن کے برابر سمجھتا ہے اور اس کے منکر کو جہنمی کہتا ہے۔

تیرہ سو سال کا اسلامی اجماعی عقیدہ

اس کے بعد امت محمدیہ کا ساڑھے تیرہ سو برس کا عقیدہ اس بارے میں پیش کرتا ہوں کہ جو شخص وحی اور نبوت کا دعویٰ کرے یا آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا یا کسی کو نبوت دیا جانا تجویز کرے۔ اس کے متعلق علمائے امت کی کیا رائے ہے اور ائمہ امت نے کیا فرمایا؟

علامہ خفاجی شرح شفاء میں لکھتے ہیں: ’’قال ابن القاسم فیمن تنباء انه کا المرتد سواء کان دعاذلک الیٰ متابعة نبوته سرا کان اوجهر اکمسیلمة لعنة اللّٰه تعالیٰ وقال ابن الفرج هوای من زعم انه نبی یوحیٰ الیه کا المرتد فی احکامه لا نه قد کفر بکتاب اللّٰه لانه کذبه ﷺ فی قوله انه خاتم النّبیین ولا نبی بعده مع الفریة علی اللّٰه‘‘

(نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۹۳)

’’ایسے ہی ابن قاسم نے اس شخص کے متعلق کہا ہے کہ دعویٰ نبوت کرے اور کہے کہ مجھ پر وحی نبوت آتی ہے اور ابن قاسم، مدعی نبوت کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ وہ مثل مرتد کے ہے۔ خواہ لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دے یا نہ دے اور پھر یہ دعویٰ خفیہ ہو یا علانیہ جیسے مسیلمہ کذاب اور ابن الفرج فرماتے ہیں جو شخص یہ کہے کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ وہ مثل مرتد کے ہے۔ اس لئے کہ اس نے قرآن سے کفر کیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس قول میں جھٹلا دیا کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس نے اپنے اللہ پر افتراء بھی باندھا کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔‘‘

اسی طرح شرح شفا میں ہے: ’’کذلک نکفر من ادعی نبوة احد مع نبینا علیہ السلام ان فی زمنه کمسیلمة الکذاب والاسود العنسی اوادعی النبوة احد بعده فانه خاتم النّبیین بنص القرآن والحدیث فهذا تکذیب للّٰه ورسوله علیہ السلام‘‘ (نسیم الریاض ج ۴ ص ۵۰۶)

یعنی ہم ایسے ہی اس شخص کو بھی کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے بعد کسی بھی نبوت کا دعویٰ کرے۔ یعنی آپ ﷺ کے زمانے میں جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے کیا یا آپ ﷺ کے بعد کرے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں بنص قرآن وحدیث۔ پس دعویٰ، اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہے۔

نیز ہے: ’’اذالم یعرف ان محمدا ﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم لا نه من ضروریات الدین‘‘

(الاشباہ والنظائر کتاب السیر ص ۱۰۲)

’’یعنی جب کوئی شخص یہ نہ جانے کہ آنحضرت ﷺ تمام نبیوں کے آخری ہیں۔ کافر ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔‘‘

نیز فقہ حنفی کی مشہور کتاب (البحرالرائق ج۵ ص۱۲۱) میں ہے کہ:’’اگر کوئی کلمہ شک کے ساتھ یہ کہے کہ اگر’’انبیاء کا فرمان صحیح اور سچ ہو‘‘تو وہ کافر ہوجاتا ہے۔اسی طرح اگر یہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔‘‘

نیز (فتاویٰ عالمگیریہ ج۲ص۲۶۳) میں ہے:’’اذا لم یعرف ان محمداﷺ آخر الآنبیاء ‘‘یعنی اگر کوئی آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ آنحضرتﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں اور اگر کہے کہ میں رسول ہوں یا فارسی میں کہے کہ من پیغمبرم اور مراد یہ ہو کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں۔تب بھی کافر ہوجاتا ہے۔جس کا منشا یہ ہے کہ ایسے الفاظ ہوں جو دعویٰ نبوت کے موہم ہوں۔وہ بھی کفر ہے۔

علامہ ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:’’من اعتقدوحیا بعد محمدﷺ فقد کفر با جماع المسلمین‘‘یعنی جو شخص آنحضرتﷺ کے بعد وحی کا اعتقاد رکھے۔وہ باجماع مسلمین کافر ہے۔

حضرت ملاّ علی قاری (شرح فقہ اکبر ص۲۰۲) میں تحریر فرماتے ہیں:’’ودعوی النبوۃ بعد نبینا کفر بالا جماع‘‘ آنحضرتﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنا باجماع کفر ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد اپنی تفسیر (ج۷ص۶۵) میں لکھتے ہیں:’’وکونہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النّبیین من مانطقت ......الخ‘‘یعنی آنحضرتﷺ کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں ہے۔جن پر تمام آسمانی کتابیں ناطق ہیں۔جن کو حدیث نبویہ نے نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کردیا ہے۔جس پر امت نے اجماع کیا ہے۔اس لئے اس کے خلاف کا مدعی کافر سمجھا جائے گا۔اگر کوئی اصرار کرے گا تو قتل کیا جاوے گا۔‘‘

حافظ ابن حزم اپنی کتاب (الملل والنحل ج۲ص۲۶۹، باب الکلام فیمن یکفر ولا یکفر) میں لکھتے ہیں:’’وکذلک من قال...... الخ!‘‘اور ایسا ہی جو شخص یہ کہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد سوائے عیسیٰ ابن مریم کے اور کوئی نبی ہے تو کوئی شخص بھی اس کے کافر ہونے میں اختلاف نہیں کرسکتا۔کیونکہ ان امور پر صحیح اور قطعی حجت قائم ہوچکی ہے۔‘‘

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی (غنیۃ الطالبین ص۸۸، طبع سوم مصر) میں فرماتے ہیں کہ:’’ادعت ایضاً ......الخ!‘‘ روافض نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علی نبی ہیں۔خدا ان کو لعنت کرے اور اس کے فرشتے بھی اور اس کی تمام مخلوق دن قیامت تک اور جلادے ان کے کھیتوں کو۔کیونکہ انہوں نے اس بارہ میں غلو سے کام لیا ہے اور اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔پس ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں۔اس شخص سے جس نے یہ قول کیا ہے۔‘‘

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ امت محمدیہ قرن اوّل سے لے کر آج تک اس پر متفق ہے کہ جو شخص آنحضرتﷺ کے بعد وحی یا نبوت کا دعویٰ کرے یا ختم نبوت کا انکار کرے۔وہ کافر اور مرتد ہے۔اس کے بعد مرزا قادیانی کی عبارتیں اس کی تائید میں پیش کرتا ہوں:

’’وماکان لی ان ادعی النبوۃ وا خرج من الاسلام والحق بقوم کافرین‘‘(حمامتہ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ص۲۹۷)

’’مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور کافر قوم کے ساتھ مل جاؤں۔‘‘اس قول سے معلوم ہو گیا کہ پہلے خود مرزا قادیانی کا عقیدہ بھی یہ رہا جو تمام امت کا عقیدہ تھا۔

مدعیان نبوت کے خلاف اسلامی درباروں کے فیصلے

اس کے بعد میں چندوہ فیصلے پیش کرنا چاہتا ہوں جو مدعیان نبوت کے بارہ میں اسلامی درباروں سے صادر ہوئے۔ اسلام میں سب سے پہلا مدعی مسیلمہ کذاب اور پھر اسود عنسی ہے۔ اسود عنسی کو وہاں حضور ﷺ کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور کسی نے نہ پوچھا کو تیری نبوت کے کیا دلائل ہیں اور تیرے صدق کا معیار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح الباری ج۶ ص۴۵۵)

’’آنحضرت ﷺ کے بعد مسیلمہ کذاب پر باجماع صحابہ ؓ جہاد کیا گیا اور آخر اسے قتل کیا گیا۔ وہ سب سے پہلا اجماع جو اسلام میں منعقد ہوا۔ وہ مسیلمہ کے جہاد پر تھا۔ جس میں کسی نے یہ بحث نہ ڈالی کہ مسیلمہ اپنی نبوت کے لئے کیا دلائل اور کیا معجزات رکھتا ہے۔ بلکہ اس بناء پر آنحضرت ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت سرے سے کذب وافتراء مان لیا گیا۔ اس لئے باجماع صحابہ ؓ اس پر جہاد کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت صدیق اکبر ؓ کے عہد میں طلیحہ نامی ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا اور حضرت صدیق اکبر ؓ نے اس کے قتل کے لئے حضرت خالد ؓ کو بھیجا۔‘‘ (فتوح البلدان ص۱۰۲)

اس کے بعد حارث نامی ایک شخص نے خلیفہ عبدالملک کے عہد میں دعویٰ نبوت کیا۔ خلیفہ نے علماء وقت سے جو کہ صحابہ ؓ اور تابعین تھے۔ فتویٰ لیا اور متفقہ فتویٰ سے اسے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا گیا۔ کسی نے اس بحث کو روا نہ رکھا کہ اس کی صداقت کا معیار دیکھیں اور معجزات اور دلائل طلب کریں۔ قاضی عیاض نے اس واقعہ کو اپنی کتاب (شفاء ج۲ ص۲۵۷، ۲۵۸، مطبوعہ مصر ۱۹۵۰ء) میں نقل کر کے فرمایا ہے: ’’وفعل ذالک غیر واحد من الخلفاء والملوک باشباھھم ‘‘یعنی بہت سے خلفاء بادشاہوں نے بہت سے ایسے مدعیان نبوت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا ہے اور اس وقت کے علماء نے اجماع کیا ہے کہ یہ ان کی کاروائی صحیح اور درست تھی اور جو شخص ان کے کفر کا منکر ہو۔ وہ خود کافر ہے۔ ہارون رشید کے زمانہ میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔ خلیفہ نے علماء کے متفقہ فیصلہ سے اسے قتل کیا۔ کتاب (المحاسن ص۹۶ جلد اوّل للبیہقی) میں مذکور ہے۔

یہاں تک میری گزارش کا خلاصہ یہ تھا کہ تمام امت اس پر متفق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت یا وحی کا کرے یا ختم نبوت کا انکار کرے۔ وہ کافر مرتد ہے اور اس فیصلے کو قرون اوّل سے لے کر تمام اسلامی عدالتوں اور درباروں نے نافذ کیا ہے کہ مدعی نبوت اور اس کے ماننے والے دونوں کافر مرتد ہیں۔

ائمہ کے ان اقوال سے یہ بات ثابت اور واضح ہوگئی کہ یہ جو کچھ ختم نبوت کا عقیدہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ قرآن مجید کی آیت: ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین (الاحزاب:۴۰)‘‘ کا صریح حکم ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس آیت کا مطلب سوائے اس کے اور نہیں ہوسکتا جو صحابہ ؓ نے اور تابعین نے باجماع بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ جائز نہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج۸ ص۷۹، آیت خاتم النّبیین) کی تفسیر میں ہے: ’’فھذہ الا یۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ …… الخ ‘‘یعنی یہ آیت اس بات میں نص صریح ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو رسول بطریق اولیٰ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور عکس ضروری نہیں۔ اسی پر رسول اللہ ﷺ سے احادیث متواترہ وارد ہوئی ہیں۔ جس کو صحابہ کرام ؓ کی ایک بڑی جماعت نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے۔

اسی کتاب کے (ج۸ص۹۱) میں ہے: ’’فمن رحمة الله ارسال محمد…… الخ!‘‘ یعنی پس بندوں پر خدا کی رحمت ہے۔ محمد ﷺ کو ان کی طرف بھیجنا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر تمام انبیاء اور رسل کو ختم کر دیا ہے اور دین حنیف کو آپ ﷺ پر کامل اعتماد ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی احادیث متواترہ میں خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہونے والا نہیں تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو آپ ﷺ کے بعد اس مقام نبوت کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا اور مفتری ہے۔ دجال اور ضال مضل ہے۔ اگرچہ شعبدہ بازی بھی کرے اور قسم قسم کے جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے۔ اس لئے کہ سب کا سب عقلاء کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے اور ایسے ہی خداوند تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ایسے ہی قیامت تک ہر مدعی نبوت پر یہاں تک کہ وہ مسیح الدجال تک ختم کر دیئے جاویں گے۔ اس بارہ میں جو احادیث متواترہ کا دعویٰ ابن کثیر نے کیا ہے۔ وہ سب تقریباً میرے رسالہ ختم النبوۃ (جو طبع شدہ ہے) میں محفوظ ہیں۔

حدیث شریف میں ہے: ’’لا تقوم الساعة حتی تبعث دجالون کذالون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی‘‘ یعنی قیامت اس وقت تک نہیں ہوگی۔ جب تک بہت سے دجال اور جھوٹے لوگ نہ اٹھائے جائیں۔ جن میں ہر ایک یہ کہتا ہوگا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔

(ابوداؤد ج۲ص۱۲۷، کتاب الفتن ترمذی ج۲ص۴۵، باب لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون)

دوسری حدیث میں ہے: ’’مثلی ومثل الا نبیاء من قبلی…… الخ!‘‘ یعنی میرے اور پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے گھر بنایا ہو اور آراستہ وپیراستہ کیا ہو۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو اور اس کے آس پاس لوگ چکر لگاتے ہوں اور خوش ہوتے ہوں اور یہ کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تاکہ تعمیر مکمل ہو جاتی۔ وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النّبیین ہوں۔

(بخاری ج۱ص۵۰۱، باب خاتم النّبیین)

تیسری حدیث: ’’فضلت علی الا نبیاء…… الخ!‘‘ یعنی مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ چھٹی یہ ہے کہ میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا گیا ہے۔ (مسلم ج۱ص۱۹۹، کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

چوتھی حدیث: ’’انا اخر الانبیاء وانتم اخرالا مم…… الخ!‘‘ میں انبیاء کا آخری ہوں اور تم تمام امتوں کے آخری ہو۔

(ابن ماجہ ص۲۹۷، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم)

یہاں تک میرے بیان کا ایک جزو ختم ہوا کہ ضروریات دین کا انکار باجماع امت کفر ہے اور ختم نبوت کا عقیدہ اور اسی طرح مدعی نبوۃ کا مرتد ہونا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ مرزا قادیانی نے ان تمام ضروریات دین کا کھلے طور پر انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا وہ باجماع امت کافر و مرتد ہیں۔

توہین انبیاء علیہم السلام

اس کے بعد دوسری چیز توہین انبیاء علیہم السلام ہے۔ انبیاء پر ایمان لانا اور ان کی بلاتخصیص واستثناء توقیر کرنا اور تعظیم کرنا قرآن اور حدیث کا کھلا ہوا فیصلہ اور اجماعی مسئلہ ہے۔ اس کے بارے میں قرآن شریف کا ارشاد ہے: ’’ان الذین یکفرون بالله ورسله ویریدون ان یفرقوا بین الله ورسله (نساء:۱۵۰)‘‘ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء پر بلا استثناء ایمان لانا ضروری ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں متعدد مواقع پر انبیاء کی توہین کی ہے۔ خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس قدر اہانت اس کی کتابوں میں صراحتاً موجود ہے کہ ایک بھلا آدمی بھی دوسرے آدمی کو نہیں کہہ سکتا۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: ’’لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ علیہ السلام نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خداتعالیٰ نے قرآن میں یحییٰ علیہ السلام کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔‘‘ (دافع البلاء ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰ حاشیہ)

اس عبارت نے یہ بات بھی صاف کردی ہے کہ اس میں جو کچھ حضرت مسیح کے متعلق کہا گیا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کا اپنا عقیدہ ہے جس کو بحوالہ قرآن بیان کرتے ہیں۔ وہ کسی عیسائی وغیرہ کا قول نقل نہیں کرتے۔ اسی طرح اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: ’’پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۴، خزائن ج۱۱ ص۲۸۸)

اس کتاب کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ: ’’ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹ حاشیہ)

اسی کتاب میں ہے کہ: ’’اور آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘ اسی صفحہ پر ہے کہ: ’’آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔‘‘ اسی صفحہ پر ہے کہ: ’’سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ)

مرزا قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم میں یہ گالیاں یسوع کا نام لے کر کہی ہیں اور خود لکھتا ہے کہ: ’’ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔‘‘ (توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲)

اسی طرح مرزا قادیانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ: ’’اور مفتری ہے۔ وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چار بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔‘‘ (کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۸)

اس کے حاشیہ پر لکھتا ہے کہ: ’’یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔‘‘ (کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۸ حاشیہ)

مرزا قادیانی کی ان عبارات سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ جس کو یسوع کہتے ہیں۔ وہی عیسیٰ ابن مریم ہے۔ لہٰذا یہ بات ناقابل التفات ہے کہ مرزا قادیانی نے گالیاں یسوع کو دی ہیں نہ کہ عیسیٰ کو۔ نیز کشتی نوح کے حاشیہ پر خود مرزا قادیانی بجائے یسوع کے لفظ عیسیٰ لکھ کر کہتے ہیں کہ: ’’یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔‘‘

(کشتی نوح ص۶۵، خزائن ج۱۹ ص۷۱ حاشیہ)

ان عبارات سے مرزا قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنا اور مغلظات گالیاں دینا ثابت ہوگیا۔

توہین انبیاء علیہم السلام بالاجماع کفر ہے

اس کے بعد علمائے امت کا متفقہ فیصلہ اس بارہ میں پیش کرتا ہوں کہ جو شخص خدا کے کسی نبی کی ادنیٰ توہین کرے۔ وہ باجماع امت کافر ہے۔ (درمختار شامی ج۱ ص۳۵۶، باب المرتد) میں ہے: ''والکافر بسب نبی من الا نبیاء'' یعنی وہ شخص جو کسی نبی کو گالیاں دینے کی وجہ سے کافر ہوگیا۔ اسے قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قطعاً قبول نہ ہوگی اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔''

یہی مضمون درمختار میں فصل جزیہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں بھی ہے کہ اگر اپنے دل سے بھی کسی نبی کو مبغوض رکھے۔ اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح (شامی ج۳ ص۳۱۷، باب المرتد) ہے: ''قال ابن السخنون المالکی واجمع المسلمون...... الخ!'' یعنی ابن سخنون مالکی فرماتے ہیں کہ: ''تمام مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کہ رسول کو گالیاں دینے والا کافر ہے اور اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔'' یہی عبارت بعینہٖ شفاوغیرہ میں بھی موجود ہے۔ کتاب الخراج میں ہے: ''ای مسلم سب...... الخ!'' یعنی جو مسلمان آنحضرت ﷺ کو گالیاں دے یا آپ ﷺ کی تکذیب کرے یا آپ ﷺ پر عیب لگائے تو وہ کافر ہوگیا۔ اس کی عورت اس سے بائنہ ہوگئی۔

(تحفہ شرح منہاج، باب المرتدین) میں ہے: ''او کذب نبیاً او رسولاً'' یعنی جو شخص نبی یا رسول کی تکذیب کرے یا کسی شخص کی نبوت کو ہمارے رسول کریم ﷺ کے بعد جائز رکھے۔ وہ کافر ہے۔

امت کے اجماعی فیصلوں سے مرزاقادیانی کے کفر اور ارتداد کی دوسری وجہ مل گئی۔ ان وجوہ سے ثابت ہوگیا کہ مرزاقادیانی اور ان کے متبعین بالاجماع کافر ومرتد ہیں۔

مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد کے ساتھ جائز نہیں

اس کے بعد یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر کے ساتھ ہرگز کسی وقت جائز نہیں سمجھا گیا اور اگر بعد نکاح خاوند کفر اختیار کرے۔ اس کا نکاح ہمیشہ فسخ شمار کیا گیا ہے: ''لا ھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن (الممتحنۃ:۱۰)'' یعنی مسلمان عورتیں کفار کے لئے حلال نہیں اور نہ کفار مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ قرآن کا یہ کھلا ہوا فیصلہ ہے اور خود مرزاقادیانی اور ان کے متبعین بھی اس کے قائل ہیں۔

(فتاویٰ احمدیہ ج۲ ص۷) میں ''تاکید کی جاتی ہے کہ کوئی احمدی اپنی لڑکی غیراحمدی کے نکاح میں نہ دے۔'' اسی طرح مرزامحمود نے لکھا ہے کہ: ''ایک اور سوال بھی ہے کہ غیراحمدی کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیراحمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو لیکن غیراحمدیوں کو نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیراحمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹادیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔'' (انوار خلافت ص۹۳،۹۴، انوارالعلوم ج۳ ص۱۵۱)

میں اپنے بیان کو اس پر ختم کرتا ہوں کہ باجماع امت بہ تصریح قرآن وحدیث کوئی مسلمان عورت کسی قادیانی مذہب والے کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ اگر وہ بعد نکاح کے ایسا مذہب اختیار کر لے تو شرعاً وہ نکاح فسخ ہوجائے گا۔ قضائے قاضی اور عدت کی ضرورت نہیں۔

بیان بجرح مولوی محمد شفیع صاحب گواہ مدعیہ

خاتم النّبیین کے معنی یہ کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ختم کرنے والا یا آخری نبی اس کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہیں جو حضور ﷺ کو اس معنی میں خاتم النبی ﷺ نہ مانے وہ کافر اور مرتد ہوگا۔ ملاعلی قاری عالم مسلمان ہیں۔ ملاّ علی قاری نے اپنی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں اور اس کے باوجود اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے اور نبی ہوجاتے اور اس طرح پر اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوجاتے تو وہ آپ ﷺ کے پیروؤں میں رہتے۔ یہ بات ابراہیم علیہ السلام اور عمر رضی اللہ عنہ اگر زندہ رہتے اور نبی ہوجاتے تو یہ قول خدا تعالیٰ کے قول خاتم النّبیین کے منافی نہیں ہے۔

چونکہ معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو اور اس بات کو مضبوط کرتی ہے۔ رسول ﷺ کی حدیث کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ امام محمد طاہر کے متعلق بھی میرا عقیدہ ہے کہ وہ مسلمان ہے وہ اپنی کتاب تکملہ مجمع البحار میں لکھتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگو یہ تو کہو کہ رسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ اس لئے کہ وہ نظر کرتی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور یہ قول اس بات کے منافی نہیں ہے۔ ''لانبی بعدی'' اس لئے کہ آپ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ کوئی نبی نہیں جو...... منسوخ کرے آپ کی شریعت کو مگر ایک مصنف کے قول کے ''ماقبل و مابعد'' جب تک معلوم نہ ہو اور اس کی دوسری تصانیف سے اس کا صحیح عقیدہ معلوم نہ کیا جاوے۔ اس وقت تک کوئی ایک جملہ کسی کتاب کا پیش کردینا عقیدہ ثابت کردینے کے لئے کافی نہیں۔ ملاعلی قاری کے متعلق جو سوال دریافت کیا گیا، اس کے متعلق ملاعلی قاری نے ایک حدیث کے متعلق بحث کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ (ابراہیم صاحبزادہ نبی کریم ﷺ) زندہ رہتے تو البتہ نبی ہوتے۔ امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث باطل ہے اور جسارت ہے۔ غائب کی باتوں پر کلام کرنے میں اٹکل پچو ہے اور ایک بڑے جرم کا ارتکاب ہے۔ ملاّ علی قاری کا جو قول اوپر بیان کیا گیا ہے اس کی ماقبل اور مابعد کی عبارت کو پڑھنے سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ وہ صرف حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق یہ چیز بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم صاحبزادہ رہتے اور نبی ہوتے تو کس شان کے نبی ہوتے۔ ملاعلی قاری نے اس قول کے ماقبل ایسے اقوال نقل کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کہ اگر ابراہیم زندہ ہوتے تو نبی ہوتے۔ اس حدیث کو گرایا ہے اور امام نووی اور امام عبداللہ کے اقوال نقل کئے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض اس حدیث کو تسلیم کرلیا جاوے کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے اور نبی تو اس شان کے نبی ہوتے کہ نسخ شریعت نہ کرتے۔ اس بیان سے صاف معلوم ہوا کہ ملاّ علی قاری صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ ابراہیم نبی ہوتے تو اس شان کے ساتھ ہوتے کہ نسخ شریعت نہ کرتے۔ لیکن یہ چیز صرف ابراہیم علیہ السلام کے حال کو بیان کررہی ہے۔ عام قاعدہ نہیں۔ ملاعلی قاری نے چند اقوال حدیث مذکورہ بالا کو ضعیف ثابت کرنے کے بعد خود اس حدیث کو اس لئے صحیح تسلیم کیا ہے کہ باقی دو طریق سے یہ حدیث قوی ہوجاتی ہے۔ الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ تین طریقے ہیں۔ جن سے قوی ہوجاتے ہیں۔ بعض طریقے بعض سے باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ اگر زندہ رہتے ابراہیم اور ہوجاتے نبی اور ایسے ہی اگر ہوجاتے عمر نبی البتہ ہوتے وہ دونوں نبی کریم ﷺ کے اتباع میں سے مثل عیسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے پس منافی ہے قول اللہ تعالیٰ کے خاتم النّبیین کے اس لئے کہ اس کے معنی ہیں کہ نہیں آئے گا کوئی نبی آپ کے بعد جو منسوخ کرے آپ کی ملت کو اور ہو آپ کی امت

میں سے اور تقویت کرتی ہے اس کی یہ حدیث کہ اگر ہوتے موسیٰ علیہ السلام زندہ رہتے نہ گنجائش ہوتی ان کو مگر میرے اتباع کی۔ یہ ترجمہ صحیح ہے۔ بسوال عدالت کہا کہ امام ابوطاہر کا جو قول اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی ماقبل کی عبارت میں وہ ایک حدیث کی شرح کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور حلال میں زیادتی کریں گے۔ یعنی اپنے نفس کے لئے حلال میں اس طرح زیادتی کریں گے یعنی نکاح کریں گے اور آپ کی اولاد ہوگی اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں نکاح کیا تھا آپ نے قبل آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے۔ پس بعد نازل ہونے کے حلال میں زیادتی کی اور اس وقت میں ایمان لے آئے گا ہر ایک اہل کتاب میں سے۔ بوجہ اس یقین کے کہ وہ بشر ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ کہو تم خاتم الانبیاء اور نہ کہو کہ لا نبی بعدی اور یہ اس لئے بنا بر نظر کرنے کے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی طرف اور یہ پس منافی نہیں ہے۔ حدیث ''لا نبی بعدی'' کے اس لئے کہ ارادہ کیا ہے کہ نہیں کوئی نبی جو منسوخ کرے آپ کی شریعت کو اور یہ حدیث اس لئے نقل کی گئی کہ خاتم النّبیین کی آیت اور ''لا نبی بعدی'' کی حدیث کی وجہ سے کوئی شخص عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار نہ کر سکے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آئندہ کو کسی نبوت کا دروازے کھول رہے ہیں۔ امام محمد طاہر نے ''لا نبی بعدی'' کے معنی یہ لئے ہیں کہ ''لا نبی ینسخ شریعته'' یعنی ایسے کوئی نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شرع کو منسوخ کرے۔

شیخ محی الدین ابن عربی مسلمان ہیں۔ ان کی کتاب فتوحات مکیہ میں جلد دوئم صفحہ ۳ پر جو عبارت مختار مدعا علیہ نے پڑھی ہے۔ اس کا ترجمہ میری رائے میں حسب ذیل ہے۔ وہ نبوت جو ختم ہوئی ہے وہ نبوت تشریعی ہے نہ مقام نبوت۔ پس کوئی شریعت نہیں ہے جو ناسخ ہو آپ کی شریعت کی اور انہیں زیادہ کر سکتی ہے آپ کی شریعت میں کوئی دوسرا حکم، اور یہی معنی ہیں آنحضرت ﷺ کے قول کے کہ رسالت اور نبوت ختم ہوگئی۔ پس نہ کوئی رسول میرے بعد اور نہ کوئی نبی، یعنی ایسا نبی جو اس شریعت پر ہو جو میری شریعت کے خلاف ہو بلکہ جب ہوگا۔ میری شریعت کے تحت ہوگا۔ بہ سوال عدالت کہا کہ اس مصنف فتوحات مکیہ نے باب ۳۵۳ میں بحوالہ کتاب الیواقیت والجواہر ص۲۳۲ میں لکھا ہے کہ نہیں آئی ہمارے لئے کوئی خبر ایسی کہ بعد رسول اللہ کے وحی تشریعی ہے کبھی بلکہ اس کے سوا نہیں کہ ہمارے لئے وحی الہام ہے۔ جس سے انکار مقصود یہ ہے کہ وحی تشریعی نبی پر ہوتی ہے اور الہام اولیاء پر ہوتا ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند مسلمان ہیں۔ ان کی کتاب (تحذیر الناس ص۳) پر یہ عبارت ہے۔ ''اوّل معنی خاتم النّبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کوئی دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح ''ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین'' فرمانا اس صورت میں کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے۔'' اس کتاب کے ص۲۸ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاوے۔

سوال عدالت: اس مصنف نے اس کتاب کے ص۱۰ پر تحریر فرمایا ہے کہ: سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل: ''انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الّا انهٗ لا نبی بعدی او کما قال'' جو بظاہر بطرز مذکورہ اس لفظ خاتم النّبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض ووتر وغیرہ، خاتم النّبیین کے لغت میں سوائے ان معنوں کے جو میں نے کئے ہیں نہیں آتے۔ عربی زبان میں کوئی حقیقی معنی بھی اس کے سوا نہیں ہوتا۔

نوٹ: مختارمدعاعلیہ ایک شعر میں خاتم کے لفظ کے معنی پوچھنا چاہتا ہے۔لیکن چونکہ یہ بحث لغوی ہے۔جس کا مقدمہ ہذا سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔اس لئے یہ سوال نہیں پوچھا جاتا۔یہ ایک عربی شاعر کے قول میں خاتم الشعراء کے لفظ کا معنی پوچھے گئے لیکن اس کا کوئی تعلق مقدمہ ہذا سے نہیں سمجھا گیا۔

قرآن مجید میں سورہ اعراف میں جو یہ آیت:۳۵ ہے:’’یا بنی آدم اما یاتینکم رسلٌ منکم یقصون علیکم آیاتی‘‘ اس کا ترجمہ یہ ہے: اے اولاد آدم کہ کبھی پہنچیں تمہارے پاس رسول تم میں سے سناویں تم کو آیتیں میری۔سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور سنوار پکڑی نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غم کھاویں۔بنی آدم سے وہ بنی آدم مراد ہیں۔جب تک کہ سلسلہ نبوت منقطع نہیں ہوا۔قرآن مجید میں بنی آدم سے مخاطب کل بنی آدم ہیں۔لیکن اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو سلسلہ نبوت کے منقطع ہونے سے قبل کے ہیں۔اس سے قبل کی آیت میں جو بنی آدم کا لفظ ہے۔اس سے مراد جملہ بنی آدم ہیں۔چونکہ آگے دوسرا کوئی تعارض موجود نہیں ہے۔دوسری آیات ’’اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسل (حج:۷۵)‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ چھانٹ لیتا ہے۔فرشتوں میں پیغام پہنچانے والے اور آدمیوں میں۔اللہ سنتا ہے۔دیکھتا ہے۔لفظ’’یصطفی‘‘ میں آئندہ زمانہ مراد نہیں ہے۔اس لفظ کے معنی استقبال کے بھی ہوسکتے ہیں۔لیکن اس آیت میں ہرگز استقبال کے معنی نہیں ہوسکتے۔رسولﷺ کے بعد وحی تشریعی کا دروازہ بالکل منقطع ہے۔وحی تشریعی کسی قسم کی نہیں ہوگی کوئی الہام کا نام وحی رکھ دے وہ دوسری چیز ہے۔الہام سے مراد یہ ہے کہ کسی کے دل میں خدا کی طرف سے کوئی بات واقع ہوجائے اور امر ونہی کے متعلق نہ ہو۔وحی بواسطہ فرشتہ وحی نہیں ہوسکتی۔یعنی جو فرشتہ وحی لانے والا ہے۔اس کے ذریعہ وحی نہیں ہوسکتی۔قرآن مجید میں آیت ذیل ’’ماکان لبشر ان یکلمہ اللّٰہ (الشوریٰ:۵۱)‘‘ میں جو خداوندتعالیٰ سے کلام کرنے کے طریق بیان کئے گئے ہیں۔وہ امت محمدیہ پر بند ہیں۔یہ طریق وحی جو بواسطہ ملک آئے یا پس پردہ کوئی آواز آئے یا کوئی رسول پہنچے یا اوروحی کرے اللہ کے اذن سے۔آیت میں صاف ذکر ہے کہ کون وحی کرے۔مطلب یہ ہے کہ کوئی پیغام لانے والا وحی کرے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے نبی ہیں۔ان کے احکام باقی امت کے احکام کے ساتھ متعلق ہونا ضروری نہیں ہے۔وہ اس وقت امت محمدیہ کے زمرہ میں ہوکر آئیں گے۔جبرئیل علیہ السلام ان پر نازل ہوں یا نہ ہوں اس بحث سے تعلق نہیں ہے۔ان پر اگر کوئی جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اس کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔کیونکہ وہ پہلے انبیاؤں سے ہیں۔جن کی خبر سے قرآن بھرا ہوا ہے۔مجھے کوئی حدیث یاد نہیں جس میں یہ کہو کہ رسولﷺ کے بعد کوئی وحی نہ آئے گی۔میں نواب صدیق حسن صاحب کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ان کی کتاب حجج الکرامہ’’ظاہر آن است کہ آرندہ وحی بسوئے او جبرئیل علیہ السلام باشد بلکہ ہمیں تفسیر داریم ودران تردو نمے کنیم چہ جبرئیل سفیر خدا است دربیان انبیاء وفرشتہ دیگر برائے زمین کار مصروف ہست…… وآنکہ برالسنہ عامہ مشہور شدہ کہ نزول جبرئیل بسوئے ارض بعد موت رسول خداﷺ نشود بے اصل محض است‘‘

شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب (فتوحات مکیہ ج۲ ص۴۱۷) پر جو عبارت میں نے اب پڑھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو وحی رسولﷺ پر نازل ہوتی تھی اور وحی کبھی نازل ہوتی ہے آپﷺ کے قلب پر تو آپ پر ایک شدت حرارت پیدا ہوتی ہے۔جس کو حال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اس لئے طبیعت اس کے مناسب نہیں اس لئے اس پر سخت ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے مزاج شخص غرق ہوجاتا ہے۔یہاں تک کہ اس چیز کو ادا کردیتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی۔پھر آپ سے یہ حالت کھل جاتی ہے۔پھر خبر دیتے ہیں اس چیز کی جو آپ سے کہی گئی اور یہ موجود ہے۔اللہ کے بندوں میں اولیاء میں سے اور جو وہ مختص ہے نبی کے ساتھ اس میں سے نہ ولی کے ساتھ وہ وحی بالتشریع

ہے۔بس نہیں تشریع کرسکتا ہے۔مگر رسول خاص کر۔پس حلال کرے،حرام کرے اور مباح کرے۔جس وحی کا ذکر امام ابن عربی نے مذکورہ بالاعبارت میں کیا ہے،وہ وحی ہے۔اس کتاب کے باب ۳۱۰ میں ابن عربی صاحب کہتے ہیں جو وحی شرع لانے والا ہے وہ کسی غیر نبی پر ہر گز نہ آئے گا۔اس کے سوا نہیں کہ اولیاء کے واسطے مبشرات کی وحی ہے۔یعنی نیک خوابیں یہ حوالہ کتاب (الیواقیت والجواہر ص۲۳۴) پر ہے منقول از فتوحات باب ۳۱۰ شیخ محی الدین ابن عربی نے ملک وحی کے کسی غیر نبی پر آنے کو نہیں مانا بلکہ کتاب (الیواقیت والجواہر ص۹۵) پر عبارت جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے۔’’**والحق ان الکلام فی الفرق بینهما ان ماهو فی کیفیة مانزل الله الملک فی نزول الملک**‘‘اس کا مطلب میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام یہ فرق بتلانا چاہتے ہیں کہ نبی اور ولی کے الہام میں فرق نزول الملک کے اعتبار سے نہیں بلکہ کیفیت کے اعتبار سے ہے۔اس لئے جو ملک رسول اور نبی پر نازل ہوتا ہے۔خلاف اس کے ہے جو ولی تابع پر نازل ہوتا ہے۔اس لئے ولی تابع پر ملک نازل نہیں ہوتا۔بلکہ اس کے نبی کے اتباع کے لئے،نماز ضروریات دین سے ہے۔نماز کے عمل کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین سے نہیں ہے لیکن نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے۔عمل کرنا عقیدہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ضروریات دین کا تعلق عقائد سے ہے۔اعمال سے نہیں ہے۔اس قسم کی حدیث ہے کہ:’’**من ترک الصلٰوة متعمدا فقد کفر**‘‘اس حدیث کے معنی میں جمہور امت یہ سمجھتی ہے کہ اس شخص نے کفر کا سا فعل کیا جس نے نماز کو عمداً چھوڑ دیا۔بعض ائمہ نے ایسے شخص کو بھی کافر کہا ہے۔جن لوگوں نے ایسے اشخاص کو کافر کہا ہے۔وہ امام حق ہیں اور مسلمان ہیں۔جن ائمہ نے اس حدیث کی بناء پر کسی مسلمان کو کافر کہا ہو۔ان لوگوں کو کافر نہیں کہا جاسکتا اور جن لوگوں کو یہ ائمہ اس حدیث کی بناپر کافر کہتے ہیں۔ان لوگوں کی رائے ان کے متعلق بھی یہی ہوگی کہ ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔جو شخص یہ کہے کہ کسی نبی کے دل میں زنا کا خیال آیا۔وہ کافر نہیں۔قصد سے اگر یہ مراد لے کر پختہ عزم کیا تو وہ شخص جو کسی نبی کے متعلق یہ کہے کہ اس نے زنا کا قصد کیا وہ بھی کافر ہے۔امام جلال الدین سیوطی مسلمان ہے مولانا جلال الدین نے اپنی تفسیر جلالین میں سورہ یوسف کی آیت:۲۴’’**ولقد همت به وهم بها**‘‘کے تحت میں یہ ترجمہ کیا ہے کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے جماع کا قصد کیا اور یوسف نے اس سے اس کا قصد کیا۔اس قصد سے مراد عزم نہیں ہے بلکہ تیاری ہے۔جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اور فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے وہ مسلمان ہے اور جو شخص فرضیت کا اعتقاد نہیں رکھتا۔اگر چہ ساری عمر ادا کرے وہ کافر ہے۔اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ تم زکوٰۃ دو اور وہ نہ دے تو وہ میرے نزدیک کافر نہیں۔میں نہیں جانتا کہ امام ابوحنیفہ،امام شافعی،امام حنبل،شیخ محی الدین ابن عربی،امام مالک پر علماء نے کفر کے فتوے لگائے ہیں یا نہ۔مجھے معلوم نہیں کہ امام ابن جوزی نے سید عبدالقادر جیلانی اور شیخ محی الدین ابن عربی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے یا نہ۔یہ سب ائمہ ضروریات دین کے قائل تھے۔اگر کسی شخص کو مسلمان کے متعلق یہ خبر معلوم ہو یا اس کی کسی عبارت سے یہ سمجھے کہ وہ بعض ضروریات دین کا انکار کررہا ہے تو اس کو کافر کہنے والا معذور سمجھا جائے گا اور اگر وہ شخص فی الواقع ضروریات دین کا منکر نہیں تو وہ اپنی جگہ پر مسلمان رہے گا۔جن لوگوں نے اس خبر کی بناء پر کہ وہ ضرورت دین کا منکر ہے۔کسی کو کافر ٹھہرایا یہ لوگ مسلمان رہیں گے۔گو یہ خبر فی نفسہٖ غلط ہو۔بغیر تحقیقات کے کسی کی ذات پر فتویٰ کفر لگانا جائز نہیں۔لیکن تحقیقات میں غلطی ممکن ہے۔بلکہ کثرت سے واقع ہے۔سید عبدالقادر جیلانی نے فرقہ حنفیہ کو جو امام ابوحنیفہ کا متبع ہے۔اسے گمراہ فرقہ میں شمار نہیں کیا۔احمد رضا خان بریلوی نے دیوبندیوں پر فتویٰ کفر کا دیا ہے۔اس پر بعض علمادین کی مہریں بھی ثبت ہیں۔ہم احمد رضا خان بریلوی کے فرقہ کو کافر نہیں کہتے۔احمد رضا خاں کو بھی ہم کافر نہیں کہتے۔اس کے اقوال کی تاویل کرتے۔ممکن ہے کہ احمد رضا خان نے دیوبندیوں کو کافر کہتے وقت کوئی تحقیقات کی ہو۔ان کا فتویٰ اس خبر کی بناء پر یا

اس تحقیق کی بناء پر واقع ہوا کہ دیوبندیوں نے کسی ضرورت دین کا انکار کیا ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا فرض تھا۔ بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کو کافر کہے جو کسی ضرورت دین کا منکر ہو۔ اس لئے ان کا فتویٰ اپنی تحقیق کی بناء پر تھا۔ گو وہ تحقیق درحقیقت غلط ہے اور دیوبندیوں کے سر ضروریات دین کا انکار لگانا محض جھوٹ اور افتراء ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ دیوبندیوں نے بھی کسی کو احمدیوں کے سوا کافر کہا ہے یا نہیں۔ شیعوں کے بعض فرقے جو ضروریات دین کے منکر ہوں۔ وہ کافر سمجھے جائیں گے۔

نوٹ: جرح میں بہت طوالت کی جارہی ہے ۸ بجے سے شروع ہوئی ہے اور اب ساڑھے دس بج چکے ہیں۔ اس لئے مزید جرح کے لئے ۱۱ بجے تک وقت دیا جاتا ہے۔　دستخط: جج صاحب بحروف انگریزی محمد اکبر

مسیلمہ کذاب کی نبوت کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ مدعی تھا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ نبوت مستقلہ کا مدعی نہیں تھا۔ اس نے اسلامی شریعت کے خلاف کوئی شریعت قائم نہیں کی۔ قرآن شریف کے مقابلہ میں کوئی آیات قائم کی تھیں یا نہ، مجھے علم نہیں۔ وہ شریعت قرآن شریف کا متبع تھا یا نہ، مجھے معلوم نہیں۔ اس نے مسلمانوں کے خلاف قتال کیا تھا۔ ادّعا نبوت کی بناء پر وہ قتال تھا۔ وہ رسول ﷺ کی نبوت کا قائل تھا۔ لیکن اپنے کو بھی اس میں شریک سمجھتا تھا۔ اسود عنسی مدعی نبوت تھا۔ آیا مسیلمہ کی قسم کا یا دوسری قسم کا۔ اس کے متعلق کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے۔ مرزاصاحب نبوت اور رسالت دونوں کے مدعی ہیں۔ میں نے نبوت اور رسالت میں جو فرق بیان کیا ہے، وہ ایک امام مالک کے قول سے نقل کیا ہے اور یہ فرق درست ہے۔ اس قول کو میں صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ بخاری کی حدیث سے جو مجھے دکھلائی گئی ہے۔ یہ مطلب نکلتا ہے کہ مسیلمہ کذاب کہتا ہے کہ اگر رسول ﷺ آپ کے بعد نبی قرار دیں۔ تو آپ کا اتباع کلی اختیار کرے۔ مرزاصاحب کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں جہاں نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس دعویٰ کی تردید نہیں ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۱،۲۱۰) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ''جس جس جگہ میں نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔''

(حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴) سے میں نے جو حوالہ دیا ہے اس کے آگے یہ الفاظ ہیں کہ: ''میں ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہوں۔''

(تفسیر جلالین ص۳۵۲ پارہ۲۲ آیات ماکان لمؤمن) کی تفسیر میں یہ عبارت ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ان پر (زینب) پر نظر پڑی اور آپ کے دل میں ان کی محبت پیدا ہوگئی اور زید کے نفس میں ان کی کراہت پیدا ہوگئی۔ ان الفاظ میں کوئی توہین نہیں ہے اور نہ آگے کے الفاظوں میں کوئی توہین ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۸، خزائن ج۱۱ ص۲۹۲) پر آگے عیسائیوں کی بدگوئی کے تحت حضور ﷺ کا ذکر ہے۔ میں نے کتاب (ایام الصلح ص ٹائٹل، خزائن ج۱۴ ص۲۲۸) کی عبارت بعض دوسری کتابوں میں دیکھی ہے۔ مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اور مولوی آل حسن صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اس طرز پر کوئی گفتگو نہیں کی۔ جس طرز پر کہ مرزاصاحب نے کی ہے۔ اگر کہی ہو تو وہ کافر ہوگا۔ میں نے جو یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کے بعد مرزائی ہو جائے تو اس کا نکاح بغیر حکم قاضی وعدت کے فسخ ہو جائے گا یہ شرعی مسئلہ ہے۔ اگر

یہ معاملہ قاضی کے سپرد نہ کیا جاوے تو شریعت کے خلاف نہیں ہوگا۔ اگر قاضی کے سپرد کرے تو اور اچھا ہے۔

سوال مکرر: جو عبارت ملا علی قاری کی کل پیش کی گئی تھی۔ اس سے ان کا پورا عقیدہ ظاہر نہیں ہوتا اور نہ صاحب مجمع البحار کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس عبارت میں جو ملاّ علی قاری کی کل بیان کی گئی ہے۔ کسی نئے آنے والے نبی کے متعلق عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کوئی پیش گوئی نہیں ہے۔ اگر ملا علی قاری کا یہ قول قرآن، حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہو تو کوئی وقعت نہیں رکھ سکتا۔ میں نے جو کل یہ بات کہی تھی کہ ایک مصنف کے دوسرے اقوال بھی دیکھنے چاہیں۔ اس کا یہ مطلب تھا کہ اگر ایک مصنف کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف اقوال مذکور ہوں۔ ان میں سے ایک قول مبہم ہو تو اس مبہم قول کو مفصل اقوال کی طرف راجع کیا جائے گا۔ فتوحات مکیہ کی جو عبارت فریق ثانی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ وہ قرآن، حدیث اور اجماع امت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر بالفرض وہ ان کے خلاف ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ قرآن شریف کی آیت ''اما یاتینکم '' اس میں زمان مستقبل بعد نزول قرآن داخل نہیں سورہ یوسف کی تفسیر میں جلالین میں جو لفظ جماع کا استعمال کیا گیا ہے۔ جو محاورات میں جائز طور پر جائز فعل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس تفسیر میں زنا کے قصد کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ تحقیقات کفر میں جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ وہ انفرادی طور پر ہوئی ہیں اور اس قسم کی بھی غلطیاں کثرت سے ہیں۔ لیکن جو تمام امت مسلمہ کے فرقہ اور جماعتیں کسی شخص کے متعلق مکمل تحقیق کر کے کافر کہہ چکی ہوں اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ دیوبندیوں کی تکفیر کا مسئلہ اس بنیاد پر ہے کہ تکفیر کرنے والوں کو ان کے متعلق بعض غلط خیالات ایسے پیدا ہوگئے۔ جن سے یہ سمجھا گیا کہ دیوبندی بعض ضروریات اسلام کے منکر ہیں۔ حالانکہ دیوبندی ان چیزوں سے اپنی برأت تحریروں میں تقریروں میں پوری طرح واضح کر چکے ہیں اور وہ چیزیں ایسی ہیں کہ خود ہم دیوبندیوں سے پوچھا جاوے کہ ان کا کہنے والا کافر ہے یا نہیں تو ہم خود اقرار کریں گے۔ بلاشبہ جو شخص ایسا خیال رکھے وہ قطعاً کافر ہے۔ میں مرزا صاحب کو اس بنا پر کافر کہتا ہوں کہ انہوں نے ادّعا نبوت کیا اور مدعا علیہ بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ کسی مسلمان نے مسیلمہ کو مسلمان نہیں کہا۔ باجماع صحابہ اسے دعویٰ نبوت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے۔ بخاری کی جو حدیث مسیلمہ کے متعلق پیش کی گئی ہے۔ اس میں مسیلمہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ اگر مجھے اپنے بعد نبی کریم نبی قرار دیں تو میں آپ کا اتباع کروں گا۔ میں نے جو یہ بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب کے اتباع کرنے سے نکاح فسخ بغیر قضائے قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے اور حکم قاضی کی ضرورت نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ عنداللہ نکاح فسخ ہوگیا۔ قاضی کی طرف مرافعہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کسی گورنمنٹ کے قانون میں ہمیں مرافعہ پر مجبور کیا جائے۔ تو وہ اس کے منافی بھی نہیں۔ ملاّ علی قاری اور شیخ محمد طاہر کے اقوال جو کل پیش کئے گئے ان میں سے اجماع امت کے خلاف کوئی بات پیدا نہیں ہوتی۔

دستخط: جج صاحب بحروف اردو

بیان حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری گواہ مدعیہ

رئیس المناظرین ورأس المتکلمین حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب سابق صدر المدرسین مدرسہ امدادیہ مرادآباد بہت بڑے مشہور فاضل ہیں۔ عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں ناظم تعلیم رہے ہیں اور ہندوستان کے متعدد مدارس میں صدر المدرسین رہے ہیں۔ فن مناظرہ میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ جامع علوم وفنون ہیں اور رد مرزائیت میں آپ کے بہت سے رسائل لاجواب ہیں۔ مشہور زمانہ مقدمہ بہاولپور میں آپ کا بیان ۲۱/اگست ۱۹۳۲ء کو شروع ہوکر ۲۵/اگست ۱۹۳۲ء کو ختم ہوا۔ بیان کیا ہے۔ براہین ودلائل کا ایک بحر ذخار ہے۔ جو مرزائی نبوت کو ایک تنکے کی طرح بہائے لے جارہا ہے اور ایک حقیقت نما آئینہ ہے۔ جس میں مرزائی دجل وفریب اور کذب وزور کے باریک سے باریک نقش بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ حضرت ممدوح نے اپنے بیان میں مرزا قادیانی کے کفر کے لاکھوں وجوہ بیان کئے ہیں اور مختار مدعا علیہ کی جرح کے ایسے دندان شکن جواب دیئے۔ جن سے مرزا اور اس کے متبعین کا کفر وارتداد پہلے سے زیادہ واضح ہوگیا۔

ابوالعباس نعمانی، بہاولپور

مرزا اور اس کے متبعین کافر ہیں

اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کافر اور مرتد اور قطعی کافر ہے اور ایسے کافر ہیں کہ مرزا قادیانی کے عقائد معلوم ہونے کے بعد جو شخص ان کے ارتداد اور کفر میں شک وشبہ کرے وہ بھی ویسے ہی کافر ہے۔

کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح کسی مرزائی عورت یا مرد کے ساتھ جائز نہیں

مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اور دوسرے جتنے مرتد ہیں سب کا شرعی حکم یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد یا عورت کا نکاح ان کے کسی مرد یا عورت سے جائز نہیں اور اگر ہوگیا ہے یا نکاح ہونے کے بعد کوئی شخص مرزائی ہوجائے تو اس کا نکاح فوراً بالفعل فسخ ہوجاتا ہے۔ اس عورت کو اس کی ضرورت نہیں کہ قاضی سے فسخ کرائے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ وہ خود کسی شخص سے نکاح کرلے۔

یہ مسئلہ اس قسم کا ہے کہ دنیا میں جتنے لوگ کوئی معتد بہ مذہب رکھنے والے ہیں، ان سب کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک مذہب والے کا نکاح دوسرے مذہب والے سے جائز نہیں۔ حتیٰ کہ بعض قوموں میں یہ بات بھی ہے کہ باوجودیکہ وہ ایک مذہب کے ہیں مگر پھر بھی دوسری قوم میں نکاح جائز نہیں سمجھتے۔ شریعت مطہرہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے۔ اگر کوئی بالغ لڑکی اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو ولی کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ قاضی کے ہاں جاکر اس نکاح کو فسخ کرالے۔ اگر کسی نیک بخت متقی کی لڑکی جوان ہو اور کسی بدمعاش فاسق سے نکاح کرلے تو اگرچہ اس کا ہم عقیدہ اور ہم قوم ہے تو پھر بھی ولی کو شرعاً اختیار ہے وہ اس نکاح کو فسخ کرالے۔ یہ چیز ایسی ہے کہ انسانوں سے بڑھ کر جانوروں کو بھی اس کا احساس ہے۔ وہ جانور جن کے جوڑے ہیں۔ خنزیر اور ریچھ کے سوا سب جانوروں کو احساس ہے کہ ان کے مادہ سے کوئی دوسرا جفتی نہ کرے۔ بخاری کی حدیث میں بندر کا ایک بندری کو رجم کرنے کا قصہ شرح میں موجود ہے جو میرے اس دعویٰ کی کھلی دلیل ہے۔

مرزا محمود قادیانی لکھتا ہے کہ: ’’ایک اور سوال بھی ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔

لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ اب میں نے اس کی سچی توبہ دیکھ کر قبول کر لی ہے۔''

(انوار خلافت ص ۹۳،۹۴، انوار العلوم ج ۳ ص ۱۵۱)

''انوار خلافت'' کی عبارت کے نتائج

اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مرزا قادیانی کی شریعت کے مطابق چونکہ تمام غیر احمدی مسلمان نہیں ہیں بلکہ کافر اور مرتد ہیں۔ لہٰذا ان کے مذہب کی عورت کا کسی غیر مذہب والے سے نکاح جائز نہیں اور جب یہ بھی ملا لیا جائے کہ جس کو یہ اپنی جماعت سے نکالتے ہیں وہ مسلمان نہیں رہتا اور اس کی نجات بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان کے عقیدہ کے مطابق نجات کا انحصار اسی میں ہے کہ ان کی جماعت میں داخل رہے۔ جب خلیفہ اوّل قادیان نے اس شخص کو جس نے اپنی لڑکی غیر احمدی کو دی تھی اپنی جماعت سے بھی خارج کر دیا تو معلوم ہوا کہ مرزائی مذہب میں اگر کوئی مرزائی کسی مسلمان سے اپنی لڑکی بیاہ دے تو صرف یہی نہیں کہ اس کا نکاح نہیں رہا بلکہ وہ کافر بھی ہوگیا۔

میں عدالت کو اس طرف متوجہ کراتا ہوں کہ جس جماعت کا یہ عقیدہ ہو کہ اگر ان کی عورت ہم مسلمانوں سے نکاح کرے تو نہ صرف وہ کافر ہو جائے بلکہ اس کا باپ بھی کافر ہو جائے پھر وہ ہم سے یہ امید کریں کہ مسلمانوں کی عورتیں ان کے نکاح میں رہیں اور مقدمے بھی دائر ہوں۔ اگر کچھ بھی انصاف ہوتا تو جیسے وہ ہمارے مذہب سے علیحدہ ہیں وہ نکاح میں بھی علیحدہ ہوتے اور مقدمہ بھی دائر نہ ہوتا۔

مرزائیوں اور مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ تشریعی نبوت کا دعویٰ کفر ہے

مرزا قادیانی اور قادیانی جماعت اور ہم مسلمانوں میں اس وقت تک یہ مسئلہ متفق علیہ رہا ہے کہ جو شخص دعویٰ نبوت تشریعی کرے وہ کافر ہے۔ چنانچہ شیخ محمد عمر وکیل چیف کورٹ پنجاب نے لکھا ہے کہ: ''ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد میں اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں۔ جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ مطاوعت آنخضرت وحی پا سکتا ہے۔'' (قول فیصل ص ۴۱)

مرزا نے اپنی کتاب میں لکھا ہے: ''ماکان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کفرین یعنی میرے لئے جائز نہیں کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے خارج ہو کر کافروں سے مل جاؤں۔'' (حمامۃ البشریٰ ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷)

اسی کتاب میں ہے: ''الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا علیہ السلام خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا ﷺ بقولہ لانبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظہور نبی بعد نبینا لجوزنا انفتاح باب النبوۃ بعد تغلیقھا وھذا خلف کما لا یخفی علی المسلمین ''یعنی کیا یہ تو نہیں جانتا کہ رب رحیم نے آنخضرت ﷺ کا نام بغیر کسی استثناء خاتم الانبیاء رکھا ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے اپنے قول ''لا نبی بعدی'' میں ایک واضح بیان سے اس کی تفسیر کر دی ہے کہ اگر آنخضرت ﷺ کے بعد ہم کسی نبی کے ظہور کو جائز رکھیں تو ہمیں جائز رکھنا ہوگا۔ باب نبوت کا کھلنا بعد بند ہونے کے اور یہ خلاف ہے جیسا کہ مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں۔'' (حمامۃ البشریٰ ص ۲۰، خزائن ج ۷ ص ۲۰۰)

اور آنخضرت ﷺ کے بعد کیسے کوئی نبی آسکتا ہے۔ حالانکہ وحی نبوت آنخضرت ﷺ کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ مرزا قادیانی نے خود تحریر کیا ہے: ''مگر آنخضرت ﷺ کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم

ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو بلکہ وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔'' (ضمیمہ چشمہ معرفت ص۹، خزائن ج۲۳ ص۳۸۰)

مرزا قادیانی نے کہا کہ: ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔'' (ملفوظات ج۱۰ ص۱۲۷)

مرزا نے کہا: ''علماء کو نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی لگی ہے خود قرآن میں جو خاتم النّبیین کا لفظ آیا ہے جس پر الف لام پڑا ہے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ شریعت لانے والی نبوت سب بند ہوچکی ہے۔ پس اگر کوئی نئی شریعت کا مدعی ہوتو وہ کافر ہے۔'' (ملفوظات ج۵ ص۵۳)

ان چند مختصر حوالہ جات کے بعد یہ عرض کرنا ہے کہ مرزا قادیانی اور مرزا محمود اور ان کے تمام متبعین ان سب کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت تشریعی کا دروازہ بند ہے۔ آپ ﷺ کے بعد جو نبوت تشریعی کا مدعی ہو وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ اس کے بعد عرض ہے کہ مرزا قادیانی اپنی تحریر اور اپنے اقرار سے کافر بھی ہیں اور مرتد بھی ہیں اور اسلام سے خارج بھی ہیں۔ ان کی جماعت کے ساتھ کسی مسلمان مرد وعورت کا نکاح جائز نہیں اور مرزا قادیانی اور خلیفہ اوّل وثانی قادیان کے فتویٰ کے مطابق اگر ایسا نکاح ہوگیا ہوگا تو باطل اور فسخ ہوجائے گا۔

مرزا تشریعی نبوت کا مدعی ہے

مرزا قادیانی اپنی تشریعی نبوت کا دعویٰ ان کھلے الفاظ میں کرتے ہیں: ''اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری، تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر ونہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام: ''**قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکٰی لھم**'' یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر ۲۳ برس کی عمر بھی گزر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اﷲتعالیٰ فرماتے ہیں: ''**ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم وموسیٰ**'' یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے کہ جس میں باستیفاء امر ونہی کا ذکر ہوتو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو اجتھاد کی گنجائش نہ رہتی۔ غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشانہ ہیں۔''

(اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵،۴۳۶)

نیز اسی کتاب کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خداتعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے اوپر ہوتی ہے۔ فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جیسا کہ ایک الہام ایسے کی یہ عبارت ہے۔ ''**واصنع الفلک باعیننا ووحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم**'' یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اسے مدار نجات ٹھہرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔'' (اربعین نمبر۴ ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

میں نے کل جو دو عبارتیں اربعین سے نقل کی تھیں ان میں مرزا قادیانی نے چند باتوں کی تصریح خود فرمادی ہے۔ ایک یہ کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس کی وحی میں امر یا نہی ہو۔ جس نے اپنی امت کے لئے کوئی قانون مقرر کیا ہو وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ یہ تعریف کر کے مرزا قادیانی اپنا صاحب شریعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔

پس مرزا قادیانی اپنے اقرار سے خود کافر اور مرتد ہوگئے۔ کیونکہ سرور عالم ﷺ کا بایں معنی خاتم النّبیین ہونا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔ یہ ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے یہ صاف فرمادیا ہے کہ وحی وہ ہے جس میں امر یا نہی ہو۔ یعنی کرنے اور نہ کرنے کا حکم ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ نیا ہو بلکہ اگر پہلی شریعت کا حکم بھی اس کے پاس بذریعہ وحی آئے تو یہ بھی صاحب شریعت ہونے کے لئے کافی ہے۔

مرزا قادیانی نے جو اپنی بہت سی وحیین بیان کی ہیں جو آیت قرآنی ہیں۔ وہ بھی مرزا قادیانی کی شریعت بن گئی۔ مرزا قادیانی نے اس شبہ کا جواب بھی دے دیا ہے کہ صاحب شرح کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی شرح میں نئے احکام ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کی نسبت فرماتے ہیں کہ یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی ہے۔ اب اگر شرع جدید کے لئے یہ ضروری ہو کہ اس نبی کی شریعت اور وحی اور کتاب میں سب احکام نئے ہوں تو لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی صاحب شریعت نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن میں سارے احکام نئے نہیں۔ اس کلام کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلے انبیاء اور رسول ﷺ صاحب شرع نبی ہیں ویسے ہی مرزا قادیانی صاحب شریعت نبی ہیں۔ مرزا قادیانی نے یہ بھی صاف کہہ دیا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ شریعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام اوامر اور نواہی اس شریعت اور کتاب اور وحی میں پورے پورے بیان ہونے چاہئیں تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ تمام احکام قرآن اور توریت میں بھی مذکور نہیں اور اگر تمام احکام قرآن مجید میں مذکور ہوتے تو پھر اجتہاد کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی مدعی نبوت ایک امر اور ایک نہی کا بھی دعویٰ کرے۔ اگرچہ وہ امرونہی پرانی ہو تو وہ نبی صاحب شریعت کہلائے گا اور اس میں اور رسول ﷺ میں کوئی فرق نہیں کہ دونوں صاحب شریعت ہیں۔ اب میں اس مسئلہ کی تشریح کرتا ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی تشریعی نہیں آئے گا اور امتی اور بروزی آسکتے ہیں، بلکہ آنا چاہئے اور جس دین اور مذہب میں ایسے نبی نہ آئیں حسب فرمان مرزا قادیانی وہ مذہب لعنتی مذہب ہے اور اگر اس کو شیطانی مذہب کہا جائے تو مناسب ہوگا۔'' (براہین احمدیہ ص۵۰، خزائن ج۲۱ ص۳۰۴)

نبوت حقیقیہ اور نبوت تشریعیہ میں تلازم

تو اب یہ ثابت ہوگیا کہ اگر کسی نبی کو خدا کا صرف یہی حکم آئے کہ تجھ کو ہم نے نبی کر کے بھیجا ہے تو اس حکم کی تبلیغ کر جو کوئی اس حکم کو نہ مانے گا وہ کافر ہے۔ یہ بھی صاحب شریعت تشریعی نبی ہوگیا تو اس سے ثابت ہوگیا کہ جو نبی حقیقی اور شرعی ہے اس کے لئے نبی تشریعی ہونا ضروری ہے۔ مرزا قادیانی کی تصریح کے مطابق یہ ناممکن ہوگیا کہ کوئی نبی سچا اور حقیقی نبی تو ہو۔ مگر صاحب شرع اور تشریعی نہ ہو۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ جو نبی ہے وہ امتی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ کل اس کا حوالہ پیش کروں گا۔

ملا علی قاری وغیرہ بزرگوں کی عبارات کا مطلب

اب ملاّ علی قاری یا دیگر کسی بزرگ نے جو یہ کہا ہے کہ خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد صاحب شریعت یعنی نبی تشریعی نہیں آئے گا۔ ان کا مطلب اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں کوئی فرق نہیں کیونکہ جو نبی حقیقی

ہوگا وہ صاحب شریعت ضرور ہوگا۔ اس عبارت میں مرزا قادیانی نے بھی فرمایا ہے کہ میری کشتی کو کشتی نوح قرار دیا گیا ہے جو اس میں ہوگا نجات پائے گا اور جو نہیں ہوگا۔ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

مرزا کے نئے احکام

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا قادیانی کی شریعت نیا حکم ہے۔ جس نے شریعت محمدیہ ﷺ کو منسوخ کیا۔ علاوہ اس کے مرزا قادیانی نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کا بھی دعویٰ کیا تھا کہ اس کی شریعت قرآن مجید اور اسلامی احکام کی ناسخ بھی ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن کے ایک ایک حرف پر عمل کرے مگر مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے تو وہ ویسا ہی کافر ہے جیسے یہود ونصاریٰ اور دیگر کفار۔

مرزا قادیانی صاحب شریعت بھی ہوئے۔ ان کی شریعت نے شریعت محمدیہ کو منسوخ بھی کیا۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ خاتم النّبیین کے کیا معنی ہیں۔ مرزا قادیانی نے ایک نیا حکم بھی دیا ہے، جس کی عبارت کل پیش کر چکا ہوں کہ ان کی عورتوں کا نکاح غیر احمدی سے جائز نہیں۔ یہ حکم بھی شرع محمدی ﷺ کے خلاف ہے۔

مرزا قادیانی نے یہ بھی کہا ہے کہ قیامت کے معنی جو مسلمانوں نے اب تک سمجھے ہیں اس معنی پر قیامت نہیں آئے گی۔ قرآن مجید میں جو نفخ صور آیا ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ واقعی کوئی نفخ صور ہوا اور نہ یہ مراد ہے کہ قیامت قائم ہوگی بلکہ صرف اس سے مرزا قادیانی کا تشریف لانا منظور ہے۔ قیامت کی جتنی آیات اور احادیث آئی ہیں۔ ان تمام امور کا انکار ہے ہاں لفظوں کا انکار نہیں۔ مگر جن معنوں سے قرآن وحدیث نے قیامت کو بیان کیا ہے ان چیزوں سے انکار ہے۔ مردوں کا قبروں سے اٹھنا بہت سی آیات میں مذکور ہے اس کا بھی انکار ہے۔ مرزا قادیانی کی شریعت جدیدہ میں ایک اور نیا حکم جو تمام عالم اسلام کے خلاف ہے یہ بھی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے مریدوں سے چندہ کی تحریک فرما کر یہ حکم دیتے ہیں کہ جو شخص چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے گا وہ میری بیعت سے خارج ہے (یعنی اسلام سے خارج ہے، کافر ہے، مرتد ہے، ملعون جہنمی ہے) زکوٰۃ کے لئے بھی خدا نے یہ حکم نہیں دیا کہ اگر تین ماہ تک زکوٰۃ کوئی شخص نہ دے وہ اسلام سے خارج ہو جائے۔

عبارت یہ ہے: ''حضرت مسیح موعود کا نہایت ضروری فرمان، یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں، آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہی سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہت سے ایسے ہیں جو گویا خدا کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، تو ہر شخص کو چاہئے کہ اس نئے نظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر کر کے اطلاع دے کر وہ فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے، مگر چاہئے کہ فضول گوئی اور دروغ کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو خواہ ایک دھیلا اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلے کے لئے مدد دے سکتا ہے وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلے میں نہیں رہ سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ کیا وہ کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے۔ اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کر دیا جائے گا کہ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ کے چندے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی مغرور، لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلے میں ہرگز نہیں رہے گا۔'' (المشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۴۶۸،۴۶۹)

’’(تتمہ) یہ بات پھر دوبارہ یاددلاتا ہوں کہ ہر شخص اپنی حالت استطاعت کو دیکھ کر چندہ مقرر کرے۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی دیر کے بعد اسے فوق الطاقت بوجھ سمجھ کر ملول ہو جائے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ گار ٹھہرے گا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ص ۴۷۰)

نبی کا ایک اور معنی

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ’’اس کا جواب یہ ہے کہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہورہی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔‘‘ (براہین احمدیہ پنجم ص۱۳۸، خزائن ج۲۱ص ۳۰۶)

یہ قول پہلے قول کا مخالف ہے۔

وہ دین لعنتی ہے جس میں سلسلہ وحی منقطع ہے

تھوڑا آگے جا کر فرماتے ہیں: ’’بلکہ فساد اس حال میں لازم آتا ہے کہ اس امت کو آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک مکالمہ الٰہیہ سے بے نصیب قرار دیا جائے اور وہ دین ہی نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے۔ جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہوسکے۔ وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ چند منقولی باتوں پر ہر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی۔‘‘ اس کے چند سطور کے بعد لکھتے ہیں: ’’اگر کوئی آواز ہی غیب سے کسی کے کان تک پہنچتی ہے۔ وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی تو ایسا دین بہ نسبت اس کے کہ اس کو رحمانی کہیں شیطانی کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸، خزائن ج۲۱ص ۳۰۶)

مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’لیکن افسوس کہ مولوی صاحب مرحوم کو یہ سمجھ نہ آیا کہ صاحب نبوت تامہ ہر گز امتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہوجانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۶۹، خزائن ج۳ص ۴۰۷)

قیامت کے دن حشر اجساد قبور سے نہیں ہوگا

قیامت کے متعلق مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ ہے کہ: ’’بہشتی پہلے بہشت میں داخل ہوجائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ہوں گے۔ قبروں سے نکل کر نہیں آئیں گے۔‘‘ (ص۳۵۲، خزائن ج۳ص ۲۸۰) میں نے ان کے عقیدہ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ پورے الفاظ ان کی تحریر کے کتاب ازالہ اوہام میں ہیں۔

نفخ صور سے مراد قیامت نہیں

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’نفخ صور کی خوشخبری دی گئی ہے اور نفخ صور سے مراد قیامت نہیں ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کے امواج فتن کے پیدا ہونے پر تو سو برس سے زیادہ گزر گیا ہے، مگر قیامت برپا نہیں ہوئی۔‘‘ آگے چل کر لکھتے ہیں: ’’بلکہ روحانی احیا اور اماتت بھی ہمیشہ نفخ صور کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور جیسا قرآن میں نفخ صور سے کسی مجدد کا بھیجنا مراد ہے تا عیسائی مذہب کے غلبہ کو توڑے۔ ایسا ہی امواج فتن سے دجالیت مراد ہے۔‘‘ (شہادۃ القرآن ص۶۰، خزائن ج۶ص ۳۶۰)

پہلے اقرار کیا کہ دعویٰ نبوت تشریعی کفر ہے پھر دعویٰ نبوت تشریعہ کیا

مرزا قادیانی نے پہلے اقرار کیا جیسا کہ حوالہ دیا ہے کہ دعویٰ نبوت تشریعی کفر ہے اور پھر خود دعویٰ نبوت تشریعی کیا اور بہت سے احکام میں تغیر وتبدل بھی کیا۔ لہٰذا مرزا قادیانی کافر ہیں، مرتد ہیں اور جو ان کے متبع ہیں وہ بھی ایسے ہیں، ان کا نکاح کسی مسلمان عورت سے جائز نہیں۔ اگر نکاح ہو جائے اور پھر خاوند مرزائی ہو جائے تو نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا۔ یہاں تک میرے بیان کا ایک جزو پورا ہو گیا۔

دلائل ختم نبوت

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ’’**ماکان محمد ابااحد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین** (الاحزاب:۴۰)‘‘

(ابن کثیر ج۸ص۱۷۹) اس کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں: ’’**فھذا الایۃ نص** ...... **تا** ...... **رضی اللہ تعالیٰ عنھم** ‘‘جس کا ترجمہ یہ ہے۔ یعنی یہ آیت تصریح ہے اس بارہ میں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تو کوئی رسول بطریق اولیٰ نہیں۔ اس واسطے کہ مقام رسالت مقام نبوت کی نسبت خاص ہے۔ کیونکہ ہر نبی رسول ہوتا ہے اور عکس ضروری نہیں۔ اسی کے ساتھ احادیث متواترہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے جن کو صحابہ ؓ کی جماعت نے روایت کیا ہے۔ حدیث متواترہ وہ ہوتی ہے کہ اتنے لوگوں نے اس کو روایت کیا ہو۔ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ اس کا حکم یہ ہے۔ ایسی حدیث کے مضمون کا منکر ایسے ہی کافر ہے جیسے قرآن کا منکر۔ ثابت ہوا کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہے وہ قرآن کا منکر ہو کر کافر اور احادیث متواترہ کا منکر ہو کر بھی اور اس نبوت میں کوئی بروزی اور ظلی وغیرہ کی قید نہیں بلکہ مطلق نبوت کا انکار ہے۔

(ابن کثیر ص۹۱) پر ہے: ’’**فمن رحمۃ اللہ** ...... **تا مکذب** ‘‘مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت ہے بندوں پر ارسال رسول اللہ ان کی طرف ہو پھر آنحضرت ﷺ کی تعظیم سے یہ بھی ہے کہ تمام نبیوں کو رسولوں کو آپ ﷺ کے ساتھ ختم کر دیا اور آپ ﷺ کے لئے دین حنیف کو کامل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی احادیث متواترہ میں خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں تاکہ امت جان لے کہ ہر وہ شخص جو مقام نبوت کا دعویٰ کرے وہ بڑا جھوٹا، افتراء پرداز، دجال، گمراہ کرنے والا ہے۔ اگرچہ شعبدہ بازی کرے اور قسم قسم کا جادو اور طلسم اور نیرنگیاں دکھائے۔ اس لئے یہ سب کا سب عقل کے نزدیک باطل اور گمراہی ہے۔ کتاب ’’**ختم النبوۃ فی القرآن** ‘‘مؤلفہ مولانا محمد شفیع صاحب (ص۷۳) پر مفصل ترجمہ درج کرتے ہیں: ’’جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی کے ہاتھ پر یمن میں اور مسیلمہ کذاب کے ہاتھ پر کلیسا میں احوال فاسدہ اور اقوال باردہ ظاہر کئے۔ جن کو دیکھ کر ہر عقل اور تمیز والا سمجھ گیا کہ یہ جھوٹے اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان پر لعنت کرے اور ایسے ہی قیامت تک ہر مدعی نبوت پر یہاں تک کہ وہ مسیح دجال تک ختم کر دیئے جائیں گے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے امور پیدا فرمائے گا کہ علماء اور صلحاء اس کے جھوٹے ہونے کی شہادت دیں گے۔‘‘ (انتہیٰ)

(روح المعانی ج۲۲ص۳۹) ’’**وکونہ ﷺ خاتم النّبیین مما نطق بہ الکتاب وصدعت بہ السنۃ واجمعت علیہ الامۃ فیکفر مدعی خلافہ ویقتل ان اصر** ‘‘یعنی آنحضرت ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا اس قبیل سے ہے۔ اس پر قرآن بول اٹھا اور احادیث نے صاف صاف بیان کیا اور جس پر امت نے اجماع کیا۔ اس لئے اس کے خلاف کرنے والوں کو کافر سمجھا جائے اور اگر اصرار کرے اور توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

ملاعلی قاری (شرح شفاء ص ۵۱۸ جلد دوم) میں لکھتے ہیں: ’’وکذالک من ادعی بنبوۃ احدامع نبینا علیہ السلام...... تا...... القائلین بطاعۃ الرسل ‘‘یعنی جیسے مذکورہ لوگ کافر ہیں ایسے ہی وہ لوگ جو آنحضرت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کریں یا آپ ﷺ کے بعد جیسے عیسویہ یہودیہ سے جو قائل ہیں کہ آپ ﷺ کی رسالت عرب کے ساتھ مخصوص تھی اور جیسے بعض لوگ قائل ہیں کہ رسل برابر آتے رہیں گے جب تک دنیا قائم ہے۔ یہ سب لوگ کافر ہیں۔ اسی کتاب کے (ص ۵۱۹، ۵۲۰) پر ہے: ’’کذالک...... تا...... بلامریۃ ‘‘یعنی جو شخص مدعی ہے کہ میں خود نبی ہوں یا دعویٰ کرے بوجہ ریاضت یا صفائی قلب کے اس مرتبہ نبوت کو آدمی حاصل کر سکتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس! اگر کوئی مدعی نبوت نہ ہو اور کہے کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے۔ یعنی وحی جلی نہ الہام یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ جنت میں چلا جاتا ہے حوروں سے ملتا ہے، پھل کھاتا ہے یہ تمام کافر ہیں۔ اس واسطے کہ یہ تکذیب کرتے ہیں آنحضرت ﷺ کی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے پہلے نبی ہیں اور خبر دی اللہ تعالیٰ نے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین اور یہ بڑی قوی دلیل ہے اور خبر دی کہ تمام آدمیوں کی طرف آپ مبعوث ہوئے ہیں کیونکہ قرآن میں ہے۔ ’’وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سبا: ۲۹) ‘‘اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام آنحضرت ﷺ کا ظاہری معنوں پر محمول ہے اور اس کا لفظی ترجمہ آنحضرت ﷺ کی مراد ہے۔ اس کے ظاہر میں کوئی تاویل نہیں اور اس کے عموم میں کوئی تخصیص نہیں۔ پس جتنے طائفے ہم نے بیان کئے ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ سب کے سب کافر ہیں۔ کیونکہ تکذیب کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی اور ان کا کافر ہونا یقینی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں اور ان کا کفر اجماعی ہے اور ان کا کفر سماعی ہے۔ یعنی قرآن وحدیث سے ان کا کفر ثابت ہے۔ کسی نے اپنی عقل سے ثابت نہیں کیا اور کوئی بھی مخالف نہیں ہوا۔ یہ الفاظ ملاعلی قاری کی شرح شفاء میں ہیں جن کے متعلق جرح پیش کی گئی تھی کہ ان کے نزدیک خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ تشریعی نبی نہیں آئے گا۔

نتیجہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ کہ آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین ہیں یقینی ہے اجماعی ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔ کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ قرآن میں جو یہ آیا ہے: ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین (الاحزاب: ۴۰) ‘‘وہاں مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی قسم کی نبوت سے نبی نہیں بنے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا اس کے منافی نہیں کیونکہ وہ پہلے نبی بن چکے ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی چونکہ مدعی نبوت ہیں اور نبوت بھی تشریعی اور حقیقی اور صاحب کتاب ہونے کے بھی مدعی ہیں اور اپنی وحی کو متلو بھی قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ کافر ومرتد ہیں۔ ان کی جماعت کے ساتھ کسی مسلمان عورت کا نکاح ناجائز ہے۔ اگر ہو جائے تو زنا ہوگا اور اولاد ولد الزناء ولد الحرام ہوگی۔ وحی کو متلو قرار دینا مرزا قادیانی کے اپنے اقوال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ کتاب (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۵۶۴ پنجم) میں ہے: ’’فالطفی انہ لا یحدث...... تا...... لکان نبیا ‘‘یعنی حدیث کے اس ارشاد کہ اے علی رضی اللہ عنہ تیرا رتبہ میرے ساتھ ایسے ہی ہے جیسے ہارون کے ساتھ۔ مگر ہارون علیہ السلام نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس پر ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ جو نبی مجھ سے پہلے گزرے ہیں، میں ان سب کا ختم کرنے والا ہوں۔ ان سب کے بعد میں میں آیا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ کے بعد اگر نبی ہوتا تو علی رضی اللہ عنہ ہوتے۔ مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں لہٰذا علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں ہوں گے۔ یہ حدیث نہیں منافی اس کے جو وارد رہا ہے حق عمر رضی اللہ عنہ میں صریحاً اس واسطے کہ حکم فرضی اور تقدیری ہے

تو گویا آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ اگر فرض کئے جاتے میرے بعد نبی تو میرے صحابہ کی ایک جماعت ہوتی۔ لیکن میرے بعد نبی نہیں ہیں اور آنحضرتﷺ کے ارشاد:''**لوعاش ابراھیم**'' کا یہی معنی ہے۔ حدیث میں آیا ہے:''**لوکان بعدی نبیا لکان عمر**''جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ لیکن عمر نبی نہ ہوئے اس واسطے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ملّا علی قاری کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث''**لا نبی بعدی**''میں اشارہ ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتے تو علیؓ ہوتے تو بظاہر ملّا علی قاری کا کلام حدیث کے معارض ہوا۔ اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ حدیث اس اشارہ کی منافی ہیں کیونکہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ حکم فرضی ہے کہ بطریق فرض محال میرے بعد نبی ہوتے تو عمرؓ ہوتے اور علیؓ ہوتے۔ اسی طرح فرمایا کہ اگر ابراہیمؓ زندہ رہتے تو نبی ہوتے تو آنحضرتﷺ کا یہ کلام بطریق فرض ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ دنیا میں اگر میرے بعد نبوت نہیں اس واسطے میرے صحابہؓ کو نبوت نہ ملی۔

(تفسیر ابن کثیر ص۲۷۹ جلد تیسری) آیت:''**وما ارسلناک الا کافۃ للناس**'' کے تحت میں ہے:''**وھذہ اکبر نعم اللّٰہ تعالٰی...... تا...... الانس والجن**''جس کا مطلب یہ ہے کہ اس امت پر اللہ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے لئے دین کامل کردیا۔ لہٰذا وہ نہ کسی دوسرے دین کے محتاج ہیں اور نہ کسی اور نبی کے۔ سوائے آنحضرتﷺ کے اور اسی واسطے اللہ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا اور آپ کو انس اور جن دونوں کی طرف بھیجا۔

الغرض اس آیت سے ثابت ہوا کہ خاتم النّبیین کے یہی معنی ہیں کہ اپنے عموم سے کسی نبی کو نبوت آپﷺ کے بعد نہیں مل سکتی جو اس کا منکر ہو وہ کافر اور مرتد ہے۔

دوسری آیت پیش کرتا ہوں:''**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً** (مائدہ:۳)''اس آیت میں خدائے قدوس نے دین کے کامل کرنے کا اور نعمت کے اتمام کا ذکر فرمایا ہے اور سب نعمتوں میں سے بڑی نعمت نبوت اور دین ہے۔ جب دین کامل ہو چکا اور نعمت نبوت بھی کامل ہو چکی تو اب نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی نئی شریعت۔ کیونکہ کمال کے بعد اس چیز میں کوئی اور شے داخل نہیں ہوسکتی۔

(الانسان الکامل جلد اوّل ص۴۶) میں ہے:''**فانہ ما ترک شیئا...... لم یجیٔ احد بذالک**''یعنی کوئی چیز آنحضرتﷺ نے نہیں چھوڑی جو ہم تک نہ پہنچائی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں کی اور فرمایا ہے کہ ہم نے ہر چیز کی کامل تفسیر وتفصیل کردی ہے۔ اسی واسطے آپ کا دین تمام ادیان سے بہتر ہے اور تمام ادیان کا ناسخ ہے۔ کیونکہ جو انبیاء علیہم السلام نے کہا وہ سب آپﷺ نے فرمادیا اور زیادتی بھی کی۔ جس کو کوئی نہیں لاسکا۔ لہٰذا اوروں کے دین آپﷺ کے دین کے سامنے منسوخ ہوگئے۔ کیونکہ وہ ناقص تھے اور یہ مکمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''**الیوم اکملت لکم دینکم** (مائدۃ:۳)''یہ آیت آنحضرتﷺ کے سوا کسی نبی پر نہیں اتری اور اگر آپﷺ کے سوا کسی اور نبی پر اترتی تو وہ خاتم النّبیین ہوتا اور یہ کسی کے لائق نہ تھی۔ مگر آنحضرتﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا آپﷺ ہی خاتم النّبیین ہوئے کیونکہ آپﷺ نے کوئی حکمت، کوئی بھید، کوئی ہدایت ایسی نہیں چھوڑی، جس کو آپﷺ نے بیان نہ فرمایا ہو یا اشارہ نہ کیا ہو۔ جس قدر اس کا بیان کرنا مناسب تھا تصریحاً، اشارۃً، کنایۃً، استعارۃً، یا محکم یا مفسر، ماول یا متشابہ وغیرہ کمال

بیان کی جتنی صورتیں تھیں، سب آپ ﷺ نے پوری کر دیں۔ آپ ﷺ کے غیر کے لئے اب کوئی راستہ نہیں رہا۔ آپ ﷺ امر نبوت کے ساتھ مستقل ہوگئے اور نبوت ختم ہوگئی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کی طرف حاجت ہو اور آپ ﷺ نے بیان نہ کی ہو۔ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی کامل آئے تو کون سے ایسی چیزیں پائے گا۔ جن پر لوگوں کو خبردار کرے۔ مگر پہلے اس کو آنحضرت ﷺ نے بیان فرمادیا ہوگا۔ پس یہ کامل تابع ہوگا۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے تنبیہ فرمادی۔ پس منقطع ہوگیا حکم نبوت تشریعی کا آپ ﷺ کے بعد اور ہوئے آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین۔ کیونکہ لائے ہیں آپ ﷺ کمال کو اور نہیں لایا کوئی اور۔ اس عبارت میں تشریع کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی بھی وہی ہیں کہ کوئی نبی حقیقی تشریعی نہیں آسکتا اور تشریعی نبی وہ ہے جس کے وحی میں امرونہی ہو تو کوئی نبی حقیقی یا تشریعی ایسا نہیں ہے کہ جس کی وحی کم سے کم اتنا حکم نہ ہو کہ وہ اپنی نبوت کی دوسروں کو تبلیغ کرے اور دوسروں کو اس کا ماننا ضروری نہ ہو۔ پس تشریعی کے لفظ سے یہ مطلب نہیں نکل سکتا کہ نبی حقیقی تو ہوسکتا ہے۔ مگر تشریعی نہیں ہوسکتا۔ اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی حقیقی خواہ اس کا نام شرعی رکھا جائے یا تشریعی یا بروزی یا ظلی، حقیقی معنی سے اس کی گنجائش باقی نہیں۔

اس کا نتیجہ بھی وہی نکلا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو شخص مدعی نبوت ہوکر لوگوں کو اپنی طرف بلائے اور اپنی اطاعت فرض کہے وہ کافر مرتد ہے۔ اس کا حکم مرتد کا سا ہے۔ جو بیان ہو چکا۔

تیسری آیت: ''وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سبا:۲۹)'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو تمام آدمیوں کی طرف بھیجا ہے۔ اب کوئی انسان ایسا نہیں جو کہ آپ ﷺ کی بعثت سے خالی ہو اور دوسرا نبی آسکے۔ شرح شفاء قاضی عیاض میں ملّا علی قاری جو ابھی عبارت ص ۵۱۹ کی پیش کر چکا ہوں۔ اس میں اس کا مطلب یہی لکھا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ اس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور اس کے اس معنی پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق بیان کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس آیت میں کوئی تاویل تخصیص نہیں ہوسکتی۔ جو لوگ ختم نبوت کا کسی طرح انکار کرتے ہیں، ان کا کفر اجماعی قطعی سماعی ہے۔ اس کی تائید میں حوالہ (ابن کثیر ص۲۵۳ ج۴ بحوالہ ختم النبوۃ فی القرآن ص۱۹) پیش ہے۔ ''وھذا من شرفہ علیہ السلام...... الی الناس کلھم'' مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی فضیلت اور عظمت میں سے ہے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہیں اور اس بارہ میں بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں۔ جیسے احادیث اس بارہ میں احاطہ سے باہر ہیں اور یہ بات اسلام میں بداہۃً اور ضرورتاً معلوم ہے کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کی طرف مرسل ہیں، جس میں کوئی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اس کا حاصل بھی وہی نکلا کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔

اس وقت تک جو عرض کیا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن میں یہ امر ثابت ہے کہ انکار ختم نبوت کفر ہے۔ ایسے ہی ادّعائے نبوت اور ادّعائے وحی نبوت بھی کفر ہے، یہ تینوں مضامین جداگانہ ہیں اور مرزا قادیانی میں یہ تینوں باتیں جمع ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے کفر کے یہ تین انواع ہیں، جس کے ماتحت بہت سی جزئیات داخل ہیں اور مرزا قادیانی بہت سے وجوہ سے مرتد اور کافر ہیں۔ آیات تو بہت سی تھیں مگر ان پر اکتفا کر کے کچھ مختصر طور پر احادیث بیان کرتا ہوں۔

احادیث ختم نبوت

۱...... (بخاری جلد اوّل ص۴۹۱)''قال سمعت ابا حازم قال قاعدت اباھریرہ خمس سنین...... تا ...... استوعاھم''

یعنی میں ابوہریرہؓ کی خدمت میں پانچ برس تک بیٹھا۔ میں نے ان سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کوتلقین کرتے تھے۔انبیاء یکے بعد دیگرے اور ہدایت کرتے تھے ان کو، یہ یقینی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیں گے۔ہاں! خلفاء بہت ہوں گے۔صحابہؓ نے عرض کی کہ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کریں۔فرمایا: جس کسی خلیفہ کی بیعت پہلے کر چکے ہو اس کو پورا کرو۔ان کا جو حق ہے ادا کرو اور ان پر جو تمہارا حق ہے اگر وہ اس سے کوتاہی کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا۔

یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ آپﷺ کے بعد کوئی ظلی بروزی نبی نہیں آئے گا۔ یہ حدیث متواتر المعنی ہے۔بعض احادیث جو باعتبار لفظ اور سند متواتر نہیں ہیں۔وہ باعتبار معنی کے متواتر ہوجاتی ہیں۔اگر اس معنی کو اتنی سندوں اور اتنے راویوں نے بیان کیا ہو جو تواتر کو پہنچ جائیں۔جیسا تعداد رکعت نماز، یہ حدیث ختم نبوت بھی اسی قبیل سے ہے۔اسی بناء پر مفسرین محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ ختم نبوت کی حدیث متواتر المعنی ہے۔جو ان کا انکار کرے کافر ہے۔اگر کسی حدیث کا راوی ایک ہو اور اس کا مضمون بالکل قرآن کا مضمون ہے۔مثلاً حدیث میں آیا ہے جمعہ فرض ہے یا زنا حرام ہے۔ایسی حدیث کا انکار بھی بوجہ اس کے کہ قرآن کا انکار ہے کفر ہے۔نہ اس وجہ سے کہ وہ خبر واحد کا انکار ہے۔بلکہ اس وجہ سے کہ اس کے انکار سے قرآن کا انکار لازم آتا ہے۔اس حدیث میں آنحضرتﷺ نے صاف فرمادیا کہ آپﷺ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔

۲...... (مسلم شریف جلد ثانی ص۲۴۸)’’**باب الذکر کونہ علیہ السلام خاتم النّبیین عن ابی ہریرۃؓ قال قال علیہ السلام مثلی ومثل الانبیاء...... وانا خاتم النّبیین** ‘‘یعنی میری مثال اور انبیاء سابقین کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک مکان بنایا اور بہت خوبصورت بنوایا مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ باقی رہ گئی۔لوگ اس مکان کو دیکھ کر تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ یہ اینٹ کی جگہ جو خالی ہے پوری کیوں نہ کردی گئی۔فرماتے ہیں کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النّبیین ہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ تعمیر بیت نبوت جو ابتدائے آفرینش سے ہوئی تھی۔وہ آنحضرتﷺ کے سوا ناقص تھی۔آپﷺ کے وجود مسعود سے وہ مکمل ہوگئی اور بیت نبوت میں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔اب اگر کوئی نئی اینٹ ہوگی تو وہ بیت نبوت سے نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ نے فرمایا کہ میں نے تمام نبیوں کو ختم کیا۔میرے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔اگر کوئی شخص مدعی نبوت ہو تو خدا نے جو گھر نبوت کا تیار کیا تھا وہ اس کی جزو نہیں ہوسکتا۔

۳...... (ابوداؤد جلد دوم ص۲۴۷)’’**باب خبر ابن صیاد قال قال رسول اللہﷺ...... انہ رسول اللہ تعالیٰ** ‘‘یعنی ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔فرمایا آنحضرتﷺ نے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی جب تک تیس دجال نہ آئیں۔ان میں سے ہر ایک نبوت کا مدعی ہوگا۔اس میں آنحضرتﷺ نے جو مدعی نبوت ہو، اس کو دجال فرمایا اور امت کے لئے ہدایت فرمائی کہ جس کسی سے سنو:’’**انا رسول اللہ** ‘‘تو آنکھ بند کر کے یہ کہہ دو کہ تو دجال اور کذاب ہے۔اگر کسی قسم کی نبوت آپﷺ کے بعد باقی رہتی تو ہدایت مجسم رہنمائے عالمﷺ ایسا ارشاد نہ کرتے جس سے امت بے دھڑک ہر مدعی نبوت کو دجال کہہ دے۔بلکہ فرض تھا کہ فرماتے کہ میرے بعد دجال بھی آئیں گے اور نبی بھی آئیں گے۔دیکھو نبی کی اطاعت کرنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔آپﷺ کا یہ ارشاد صریح دلیل ہے کہ اب کسی قسم کی نبوت شرعیہ باقی نہیں رہی۔اگر محال درمحال واقعی کوئی نبی ہو اور اس پر وحی کی بارش ہوتی ہو اور سیلاب بھی آیا ہو، تاہم اسے ضرور دجال کہیں گے۔کیونکہ ہمارے آقاﷺ کا فرمان یہی ہے۔ (کنز العمال بروایۃ احمد والخطیب)

۴…… عن عائشه عن النبی علیه السلام انه قال لا یبقی بعده…… له ’’(کنزالعمال ج۱۵ص۳۷۱،حدیث۴۱۴۲۳) یعنی آپ ﷺ نے فرمایا میرے بعد نبوت سے کچھ باقی نہیں رہا۔ مگر مبشرات، لوگوں نے عرض کیا۔ مبشرات سے کیا مراد ہیں۔ فرمایا: اچھے خواب جس کو خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی دوسرا مسلمان دیکھے۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے حصر کے ساتھ فرمادیا کہ اب نبوت کے حصص میں سے کوئی حصہ بھی دنیا میں باقی نہیں رہا۔ فقط اچھے خواب، معلوم ہوا کہ اگر آپ ﷺ کے بعد جو کوئی ادّعائے نبوت کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

مرزائی استدلال کا جواب

’’عن عائشه قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لانبی بعده ‘‘(درمنثور ج۵ص۲۰۴) اس قول کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ وہ خاتم النّبیین کی منکر تھیں یا آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کو جائز رکھتی تھیں۔ بلکہ لا نبی بعدی کا مفہوم چونکہ عام تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی استدال کرے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد نہ کسی کو نبوت ملے گی اور نہ کوئی پہلا نبی آئے گا۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا فرمایا کہ کوئی ایسا لفظ ہی نہ کہو کہ جس سے کوئی اہل باطل استدلال پکڑے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ حدیث خود نہ روایت کرتی جو ابھی بیان کی گئی ہے تو کہا جاسکتا تھا کہ اس حدیث کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر نہیں ہوئی ہوگی۔ مگر جب وہ خود راوی حدیث ہیں کہ نبوت میں سے کوئی حصہ سوائے مبشرات کے باقی نہیں۔ اس وقت ان کی طرف یہ منسوب کرنا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت شرعیہ کو جائز رکھتی ہیں، مردود اور باطل ہے۔

نمونہ کے طور پر تین آیات اور چار احادیث بیان کی ہیں۔ صرف میں نہیں کہتا بلکہ تمام سابقہ محدثین اور مفسرین کہہ چکے ہیں کہ احادیث اس بارہ میں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو اسی بات کو مرزا قادیانی کے کلام سے ثابت کروں گا کہ وہ بھی ادّعائے نبوت سے پہلے یہی معنی سمجھتے رہے، جو ساری دنیا نے سمجھا ہے۔ اگرچہ بعد میں بدل دیا۔

ختم نبوت پر روایات فقہیہ

اب قرآن اور حدیث کے بعد تھوڑے سے اقوال فقہا کے بھی بیان کردیتا ہوں۔

۱…… (الاشباہ والنظائر ص۲۶۷) میں ماتن کہتے ہیں:’’اذا لم یعرف ان محمدا علیه السلام اٰخر الانبیاء لانه من الضروریات ‘‘شارح کہتے ہیں:’’اذا لم یعرف …… تا…… لایکون عذرا ‘‘ حاصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین یعنی آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان بھی نہیں۔ کیونکہ ان کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین میں سے ہے اور ضروریات دین میں جہل عذر نہیں اور تکفیر کے بارے میں آخری نبی کا علم نہ ہونا عذر نہیں ہوسکتا۔ فقہ کی رو سے جو شخص آنحضرت ﷺ کو آخر الانبیاء نہ جانے وہ ایسا کافر ہے جیسے جو آنحضرت ﷺ کو نبی نہ جانے۔

۲…… (شرح عقائد نسفی نمبر۱۰۱) میں ہے:’’واذا ثبت نبوته وقد دل کلام…… تا…… آخر الانبیاء ‘‘یعنی جب آنحضرت ﷺ کی نبوت ثابت ہوگئی اور آپ ﷺ کی کلام نے اور قرآن نے اس پر دلالت کردی کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور تمام آدمیوں کی طرف مبعوث ہوئے ہیں بلکہ جنات اور انسانوں کی طرف یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آپ ﷺ آخر الانبیاء ہیں۔ اسی کتاب کے (ص۹۹) میں ہے: ’’واول الانبیاء آدم وآخرهم محمد ﷺ ‘‘کتاب شرح عقائد میں جو مسلمانوں کے عقائد کی کتاب ہے۔ مسلمانوں کو یہ عقیدہ سکھایا گیا ہے کہ سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی محمد ﷺ ہیں۔

۳...... شرح فقہ اکبر ملاّ علی قاری (یہ ملاّ علی قاری وہ ہیں جو موضوعات کبیر کے مصنف ہیں اور فقہ اکبر وہ کتاب ہے جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے) کے (ص۱۹۱) پر درج ہے: ’’ودعوی النبوة بعد نبینا علیه السلام کفر بالاجماع‘‘ یعنی ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔

(نوٹ) ناممکن اور محال ہے کہ علم عقائد اور علم کلام میں ملاّ علی قاری جس بات کو کفر بالاجماع کہیں پھر موضوعات کبیر میں اس کے خلاف کہیں۔

۴...... (البحرالرائق جلد۵) میں ہے: ’’ویکفر بقوله ان کان...... ادعی رجل‘‘ یعنی اگر کوئی شخص یوں کہے کہ: ’’نبیوں نے جو کچھ کہا ہے اگر سچ ہو اور حق ہو۔‘‘ تو وہ کافر ہوگیا یا کسی نے یوں کہا کہ اللہ کا رسول ہوں یا کسی شخص نے رسالت کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس سے معجزہ طلب کیا تو ان سب صورتوں میں کہنے والا کافر ہوگیا۔

۵...... (عالمگیر جلد۲ ص۴۱۱) میں ہے: ’’اذا لم یعرف الرجل ان محمدا ﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم‘‘ یعنی جب کوئی شخص یہ اعتقاد نہ رکھے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ختم نبوت میں عدم تسلیم کی گنجائش نہیں۔

۶...... (الملل والنحل ج۴ ص۱۸۰) ’’هذامع سماعهم قول الله...... آخر الزمان‘‘ یعنی اللہ کی کلام: ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین‘‘ کو سن کر اور آپ ﷺ کے قول: ’’لا نبی بعدی‘‘ کو سن کر کیونکر جائز ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ ثابت کرے آپ ﷺ کے بعد آنا کسی نبی کا زمین میں سوائے اس کے جس کو آنحضرت ﷺ نے استثناء کیا، اثار مسندہ ثابتہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یعنی اللہ کے کلام اور آنحضرت ﷺ کے قول سننے کے بعد جائز نہیں یہ کہنا نہ مسلمان کے شایان شان ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا جائز سمجھے۔

۷...... (الملل والنحل ج اوّل ص۷۷) میں ہے: ’’وقد صح...... تا...... ذالک ابداء‘‘ یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد یہ بات ان جماعتوں کی نقل کیسے صحیح ہوچکی ہے کہ جنہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کو نقل کیا۔ آپ ﷺ کی اعلام دین کو نقل کیا۔ آپ ﷺ سے قرآن کو نقل کیا۔ ان کے نقلوں سے یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر وہ جو آیا ہے۔ اخبار صحاح میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق وہ عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے۔ (نہ وہ جو ہندوستان میں پیدا ہوا) اور جس کے قتل وصلب کے متعلق یہود نے دعویٰ کیا۔ ان تمام باتوں کا اقرار واجب ہے اور صحیح ہے یہ بات کہ وجود نبوت کا آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں ہوسکتا۔ یقینی اور قطعی ہے اور اس سے اس کا یہ قول بھی باطل ہوگیا جو کہتا ساتھ تواتر رسل کے۔

حاصل یہ نکلا کہ جن لوگوں نے قرآن وحدیث اور معجزات کو نقل کیا، وہی نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مگر وہ جو احادیث سے ثابت ہے۔ یعنی نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام۔

۸...... (شامی ج اوّل ص۴۴۷) میں ہے: ’’وصرح...... تا...... منکره‘‘ یعنی تصریح کی ہے اس بات کی کہ جو چیز ضروریات دین میں سے ہو یعنی جس کو عوام وخاص جانتے ہوں کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔ مثلاً اعتقاد توحید ورسالت اور صلوٰۃ خمس وغیر ذالک ان کا منکر کافر ہے۔

مرزاقادیانی کی تکفیر کی چوتھی وجہ: توہین انبیاء علیہم السلام

اس وقت تک یہ عرض کیا گیا ہے کہ مرزاقادیانی کی تکفیر کے تین انواع ہیں۔

(۱) انکار ختم نبوت۔ (۲) ادّعائے نبوت۔ (۳) ادّعائے وحی نبوت۔

اب میں چوتھی قسم بیان کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی اور اس کے اتباع توہین انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے سب کے سب کافر اور مرتد ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی تحقیر وتوہین کفر ہے

ضروریات دین میں سے یہ بات بھی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک کی توقیر وتعظیم کی جائے۔ کسی نبی کی شان میں ادنیٰ توہین اور گستاخی بھی کفر ہے۔ میں اس کے متعلق مرزا قادیانی کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ ''شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بھی خیال آئے کہ مسلمان بھی مباحثہ کے وقت نامناسب الفاظ دوسری قوموں کے بزرگوں کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ پس یاد رہے کہ وہ پرانی تعلیم سے باہر چلے جاتے ہیں اور بسا اوقات ان کی اس بدتہذیبی کا موجب وہی لوگ ہو جاتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کو گالیاں نکالتے ہیں۔ مثلاً ظاہر ہے کہ مسلمان لوگ کس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عزت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو خدا کا پیارا رسول اور برگزیدہ یقین رکھتے ہیں۔ لیکن جب ایک متعصب پادری آنحضرت ﷺ کی بے ادبی سے باز نہیں آتا اور زبان درازی میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو الزامی طور پر ایک مسلمان جس کو اس پادری کے کلمات سے کچھ درد پہنچا ہے ایسا جواب دیتا ہے کہ اس پادری کو برا معلوم ہو، مگر پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔ کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ پس مسلمانوں کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں کہ دونوں طرف ان کے پیارے ہوتے ہیں۔ بہرحال جاہلوں کے مقابل پر صبر کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی اشارہ سے تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی۔''

(ضمیمہ چشمہ معرفت ص۱۸، خزائن ج۲۳ ص۳۸۹)

اس کے بعد میں کچھ وہ کلمات جو مرزا قادیانی نے توہین انبیاء علیہم السلام کے متعلق کہے ہیں لکھواتا ہوں۔ ''پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۴ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۸۸)

پھر لکھتے ہیں: ''ہاں آپ کو گالی دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۵ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

(اسی صفحہ پر ہے): ''یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔''

اسی صفحہ پر ہے کہ: ''جن جن پیش گوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے فرمایا ہے۔ ان کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا۔'' (حوالہ بالا)

پھر لکھا ہے: ''اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

(آگے لکھتے ہیں کہ): ''آپ کی انہی حرکات سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے سخت ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ خلل ہے۔'' (حوالہ بالا)

اسی مضمون کی وضاحت مرزا قادیانی یوں کرتے ہیں: ”یہ درخواست بھی صریح اس بات پر دلیل ہے کہ یسوع درحقیقت بوجہ بیماری مرگی کے دیوانہ ہوگیا تھا۔“ (ست بچن ص ۱۷۱ حاشیہ، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۵)

مزید مرزا نے لکھا: ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں۔“ (کشتی نوح ص ۶۶ حاشیہ، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)

مرزا نے لکھا ہے کہ: ”یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں پر بباعث اپنے کسی پوشیدہ گناہ کے یہ ابتلاء آیا کہ جن راہوں سے وہ اپنے موعود نبیوں کا انتظار کرتے رہے۔ ان راہوں سے وہ نبی نہیں آئے، بلکہ کسی چور کی طرح کسی اور راہ سے آ گئے۔“
(نزول المسیح ص ۳۶ حاشیہ، خزائن ج ۱۸ ص ۴۱۳)

مرزا نے مزید لکھا ہے: ”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“
(ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

اسی کتاب میں مزید لکھا ہے کہ: ”ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیمار کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین نانیاں اور دادیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

اسی کتاب پر مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ درج کیا ہے کہ: ”اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۹ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳)

اب مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک یسوع، مسیح ایک ہیں دو نہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”اب ہم پہلے صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح ابن مریم علیہ السلام جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔“ (ست بچن ص ۱۶۷، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۱)

غرض یہ ہے کہ مجھے ثابت کرنا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں یہ غلط ہے۔ جب کہ مرزا قادیانی نے توضیح مرام میں تسلیم کیا ہے کہ یسوع اور مسیح ایک ہے۔ پس یسوع کے نام سے گالیاں دینا بعینہ عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دینا ہے۔

دوسرا جواب مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے جو کچھ گالیاں ہیں وہ صرف الزامی طور پر کہا ہے نہ کہ اپنی طرف سے، میں کہتا ہوں یہ غلط ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا ہے: ''اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا۔'' یہ الزام نہیں بلکہ اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں: ''ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔'' پھر کہتے ہیں: ''میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔'' اس میں بات کو اپنی طرف منسوب کر دیا ہے پھر اپنی طرف سے کہتے ہیں کہ: ''جن جن پیش گوئیوں کا توریت میں پایا جانا فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام ونشان بھی نہیں۔'' پھر کہتے ہیں: ''مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا۔'' یہ الزامی جوب نہیں ہے۔ (حوالے بیان ہو چکے) میں کہتا ہوں کہ بفرض محال تسلیم بھی کر لوں کہ یہ اقوال بطریق الزام کہے ہیں۔ مگر میں توہین عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق دو باتیں پیش کرتا ہوں، جن کا یہ جواب ناممکن ہے۔ مرزا نے لکھا ہے: ''یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانہ کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر بعض راست باز اپنی راست بازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نسبت فرمایا ہے۔ ''وجیھاً فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین (آل عمران:۴۵)'' جس کے یہ معنی ہیں کہ اس زمانہ کے مقربوں میں سے یہ بھی ایک تھے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب مقربوں سے بڑھ کر تھے بلکہ اس بات کا امکان نکلتا ہے کہ بعض مقرب ان کے زمانہ کے ان سے بہتر تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آئے تھے اور دوسرے ملکوں اور قوموں سے ان کو کچھ تعلق نہ تھا۔ پس ممکن ہے بلکہ قریب قیاس ہے کہ بعض انبیاء جو ''لم نقصص'' میں داخل ہیں۔ وہ ان سے بہتر اور افضل ہوں اور جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر آخر ایک انسان نکل آیا۔ جس کی نسبت خدا نے ''علمناہ من لدنا علما'' فرمایا تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو موسیٰ علیہ السلام سے کم تر اور اس کی شریعت کے پیرو تھے اور خود کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے اور ختنہ اور مسائل فقہ اور وراثت اور حرمت خنزیر وغیرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے۔ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ بالا طلاق اپنے وقت کے تمام راست بازوں سے بڑھ کر تھے۔ جن لوگوں نے ان کو خدا بنایا ہے۔ جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ مخواہ خدائی صفات انہیں دی ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان۔ وہ اگر ان کو اوپر اٹھاتے اٹھاتے آسمان پر چڑھا دیں یا عرش پر بٹھا دیں یا خدا کی طرح پر پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو ان کو اختیار ہے۔ انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھواء تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلاء ص۴،۳، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹،۲۲۰)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو الزام اور عیوب عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے ہیں۔ وہ اس عالم الغیب اللہ کے نزدیک متحقق تھے اور

معاذ اللہ! عیسیٰ علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ تمام عیوب موجود تھے۔ اسی واسطے ان کا نام قرآن میں حصور نہ فرمایا اور چونکہ حضرت یحییٰ میں اللہ کے نزدیک ایسے عیوب متحقق نہیں تھے۔ لہٰذا ان کو حصور فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ گالیاں الزاماً نہیں دی گئیں۔ بلکہ مرزا قادیانی کے قول کے مطابق معاذ اللہ! خدا کے نزدیک یہ عیوب متحقق تھے اور عیسیٰ علیہ السلام میں موجود تھے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں اور مولویوں کو مخاطب کرتے ہیں: ''اے انسانی مولویو اور خشک زاہدو! تم پر افسوس کہ تم آسمانی دروازوں کا کھلنا چاہتے ہو ہی نہیں بلکہ چاہتے ہو کہ بندر ہیں اور تم پیر مغاں بنے رہو۔'' (ازالہ اوہام ص۵، خزائن ج۳ ص۱۰۵)

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔'' (ازالہ اوہام ص۷، خزائن ج۳ ص۱۰۶)

اس کے بعد ذیل کے نوٹ کو ملا دیا جائے۔ ''اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔'' (کشتی نوح ص۵، خزائن ج۱۹ ص۵)

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان کے حواشی سے الگ کر کے دیکھا جائے جو محض افتراء کے طور پر غلط فہمی کی وجہ سے گھڑے گئے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا۔'' (ازالہ اوہام ص۱۶، خزائن ج۳ ص۱۰۵)

اسی صفحہ کے آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جس سے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔'' (اعجاز احمدی ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۲۱)

اب نتیجہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے کلام میں یہ بات ثابت ہوچکی کہ کسی نبی کی توہین کرنا کفر ہے اور قرآن شریف میں بھی اسی ادب واحترام کا حکم فرمایا گیا ہے کہ تم رسول ﷺ سے اس طرح زور زور سے باتیں نہ کرو جیسے تم باہم ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کیونکہ تمہارے اعمال حبط اور باطل ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔

قرآن وحدیث اور فقہ اور مرزا قادیانی کے اقوال سے ثابت ہوگیا کہ توہین انبیاء کفر ہے اور مرزا نے توہین انبیاء کی جس کا ایک بہت تھوڑا حصہ بیان کیا گیا ہے اور دوسرے انبیاء بالخصوص سرور عالم ﷺ کی شان اقدس میں مرزا نے گستاخیاں کی ہیں اور توہین آمیز الفاظ لکھے ہیں۔ ان کو اس وقت بیان نہیں کرسکا تاہم نتیجہ نکالنے کے لئے اس قدر بیان کافی ہے کہ مرزا قادیانی نے توہین انبیا کی اور جو توہین انبیاء کرے کافر ہے، مرتد ہے۔ پس مرزا قادیانی بھی کافر اور مرتد ہوئے۔ ان کے پیروؤں میں سے کسی سے مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

مرزا کی آنحضرت ﷺ کی شان ارفع میں گستاخیاں

کل جو بیان ہوا تھا اس میں وہ امور بیان کئے گئے تھے جس میں مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی تھی۔ آج میں وہ باتیں بیان کرتا ہوں جن میں آنحضرت ﷺ کی توہین کی ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النّبیین تھے۔ مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ میں موجب آیت: ''وآخرین منھم لما یلحقوا بھم'' بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۱۲)

’’پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔‘‘ (حوالہ بالا)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو بار بار کہا ہے کہ میں بعینہ محمد ﷺ ہوں۔ ایسے کلمہ جو سرور عالم کی توہین ہے اور جس قدر اس میں کفریات ہیں وہ غور کرنے سے ظاہر ہیں۔ کیا مرزا قادیانی کے والد کا نام عبداللہ تھا؟ کیا ان کی والدہ کا نام آمنہ تھا؟ کیا وہ فاطمہ ؓ کے باپ تھے؟ مرزا قادیانی کا عین محمد ﷺ ہونا اور مرزا قادیانی اور سرور عالم ایک ہوں جو عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ معاذ اللہ! بطریق تناسخ مرزا قادیانی ہوئے تو تناسخ کفر ہے۔ اگر یہ معنی ہیں کہ سایہ ذی سایہ کا عین ہوتا ہے تو یہ ایسی ہی باطل بات ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ کسی شخص کا سایہ ذی سایہ نہیں ہوسکتا تو اب مرزا قادیانی کا نبی ہونا آنحضرت ﷺ کا نبی ہونا نہیں۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مرزا قادیانی اور آنحضرت ﷺ دونوں ایک ہیں (نعوذ باللہ) تو کیا کوئی مسلمان اس لفظ کو اپنی زبان سے ادا کرسکتا ہے کہ ۱۹۰۱ء تک معاذ اللہ آنحضرت ﷺ قادیان کی گلیوں میں پھرتے رہے اور مدت تک کچہری میں کام کیا اور مختاری کا امتحان دیا اور فیل ہوگئے اور پہلے آنحضرت ﷺ جو نبوت کے ساتھ تشریف لے گئے تھے۔ پچاس سال کی عمر تک نبوت سے بالکل معطل رہے۔ اس کلمہ کی کوئی مسلمان جرأت نہیں کرسکتا؟ اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ سایہ اور ذی سایہ ایک ہے تو آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کا سایہ ہیں۔ پس ماننا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں اور مرزا قادیانی عین محمد ہیں تو نتیجہ صاف ہے کہ مرزا قادیانی عین خدا...... اور اس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر ظل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ذی ظل کی کوئی صفت اس میں آجائے تو پھر ایسی ظلیت تمام دنیا کو حاصل ہے۔ بہرحال مرزا قادیانی کا ادّعائے نبوت اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ اتحاد دعویٰ آنحضرت ﷺ کی کھلی توہین ہے۔ لہٰذا بہت سے وجوہ سے یہ کفر ہے اور مرزا قادیانی کا دعویٰ خاتم النّبیین کے بالکل مخالف ہے۔

یہی مضمون مرزا قادیانی نے اور جگہ بیان کیا ہے۔

’’ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ صرف ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار کریں اور یہ بروز خدا کی طرف سے قرار یافتہ عہد تھا۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۱۵)

جب مرزا قادیانی کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں ہزار دفعہ آئیں اور اپنی نبوت کا اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عہد بھی تھا۔ جس کا خلاف نہیں ہوسکتا تو تیرہ سو سال کے اندر کوئی ایسا شخص پیدا نہ ہوا جو نبی کے نام پانے کا مستحق ہوتا تو اوّل آنحضرت ﷺ کی توہین ہے۔ دوسرے تمام صحابہ ؓ اور اس وقت تک تیرہ سو برس میں جتنے بھی لوگ گزرے ہیں کوئی ایسا نہ ہوا جو نبی کا نام پانے کا مستحق ہو۔ خلفائے اربعہ عشرہ مبشرہ اہل بدر اور وہ صحابہ جو بیعت رضوان میں شامل تھے اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں فرمایا: ’’رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ‘‘ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی تو سب کے سب مرزا کے برابر نہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے معاذ اللہ! دنیا میں کیا کام کیا۔ تیئس برس کی تعلیم کا نتیجہ کیا ہوا؟ اس میں آنحضرت ﷺ کی غایت درجہ توہین ہے اور لکھتے ہیں: ’’چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا، وہ میں ہوں۔ اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل اب تمام دنیا بے دست وپا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔‘‘ تو اوّل یہ مضمون اس قدر لغو ہے کہ خود فرماتے ہیں کہ بروزی رنگ میں ہزار دفعہ آنحضرت کا بروز ہوگا اور پھر لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے مقابلہ پر تمام دنیا بے دست وپا ہے۔ کیونکہ نبوت پر مہر ہے۔ کیا مرزے کے نبی ہونے سے مہر نہیں ٹوٹتی؟ اگر دوسرا ہوجائے تو مہر ٹوٹتی ہے۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جو مہر نبوت کہتے ہیں (ہر ایک وجودی

شئے ہوئی) کہ جس پر کوئی عبارت کندہ ہو اور کسی کاغذ پر ابتداء میں یا اخیر میں بطور سند لگادی جائے یا کسی چیز میں کوئی چیز رکھ کر اس پر مہر لگادی جائے تاکہ اس سے نکل نہ سکے تو اب آنحضرتﷺ کا مہر ہونا بالکل لغو باطل ہے اور آنحضرتﷺ کی توہین کرنا ہے۔ اگر مجازی معنی لئے جائیں کہ مہر کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص کامیاب ہوتا ہے آنحضرتﷺ کی سند سے تو کیا آنحضرتﷺ سند لکھ دیتے تھے یا نبوت کو آنحضرتﷺ پر ختم کردیا گیا اور اب نبوت آپﷺ سے نہیں نکل سکتی؟

پھر مرزا قادیانی کا فرمانا کہ مہر نبوت تو باقی ہے مگر نبوت نکل کر مرزا کے پاس آگئی تو پھر یہ چوری ہوئی اور پھر مہر بھی خدا کی لگائی ہوئی۔ گویا خدا کی لگائی ہوئی مہر ایسی ہوئی جس پر آدمی کا ایسا اثر ہوسکتا ہے اس میں خدا تعالیٰ کی بھی توہین ہے۔

قول فیصل ص۶ مرتبہ شیخ محمد عمر صاحب مرزا قادیانی کا ایک قول نقل کرتے ہیں۔ یہ کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔ وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے۔ اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریمﷺ سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے۔ پہلے تمام انبیاء ظل تھے۔ نبی کریم کے خاص خاص صفات میں اب ہم ان صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔''

(ملفوظات ج۳ ص۲۷۰، جدید ج۲ ص۲۰۱)

اس عبارت نے بہت سی باتوں کا تصفیہ کردیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بروزی اور ظلی نبوت کوئی کم اور گھٹیا درجہ کی نبوت نہیں۔ ظل بروز کے لفظ سے یہ دھوکا ہوسکتا تھا کہ مرزا قادیانی کی مراد یہ ہوگی۔ جیسے کہ آئینہ میں کسی صورت کا عکس پڑتا ہے۔ اسی طرح کمالات محمدیہ کا عکس پڑا۔ مگر مرزا قادیانی یہ کہتے ہیں: کیونکہ کسی کا عکس جو آئینہ میں ہے اس میں ذی عکس کی کوئی حقیقی صفت نہیں آسکتی۔ اس عبارت نے اس شبہ کو ایسا صاف اور ظاہر کردیا کہ اب اس شبہ کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ مرزا قادیانی کا لفظ ظل اور بروز ہے۔ مگر مراد حقیقی کاملہ نبوت ہے۔ کیونکہ فرماتے ہیں کہ: ''جتنے نبی گزرے ہیں وہ سب آنحضرتﷺ کی ایک ایک صفت میں ظل تھے۔'' اور پھر باوجودیکہ ایک صفت میں ظل تھے۔ حقیقی نبی، صاحب شریعت نبی، مستقل نبی اور منسوخ کرنے والی شریعت کے نبی بنے۔ مگر پھر بھی وہ ظلی نبی تھے تو ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ وغیرہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام ایک ایک صفت میں ظل تھے اور مرزا قادیانی تمام صفات میں ظل ہیں۔ ثابت ہوا کہ سب نبیوں کی نبوت ایک طرف ہو اور مرزا قادیانی کی نبوت ایک طرف تو مرزا قادیانی سب سے بڑھ کر رہیں گے یا کم از کم مساوی ضرور ہوں گے تو مرزا قادیانی مستقل نبی ہوئے، صاحب کتاب نبی ہوئے اور ناسخ شرع والے ہوئے اور یہ کفر ہے۔ مرزا قادیانی جو بار بار یہ کہتے ہیں کہ سابقہ انبیاء کی نبوت مستقلہ تھی اور میری نبوت فیض محمدیﷺ کا اثر ہے، یہ بھی غلط ہوا۔ کیونکہ جیسے ان کی نبوت آنحضرتﷺ کا فیض تھا۔ مرزائی نبوت بھی ان کا فیض ہے۔ لہٰذا فرق باطل ہے۔

ایک قوی وجہ کفر کی اس میں اور ہے۔ کہتے ہیں کہ: ''جب آنحضرتﷺ خاتم النّبیین ہوئے تو خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی آہی نہیں سکتا اور بنی اسرائیل میں سے دجال کے مقابلہ کے لئے کوئی نبی آئے اور مہر نبوت کا ٹوٹتا ہے۔'' میں کہتا ہوں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام بھی ظل ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام بھی ہوئے۔ ان کے آنے سے تو مہر ٹوٹ جاتی ہے اور اگر تمام صفات کا ظل آئے تو مہر نہ ٹوٹے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ اب عیسیٰ علیہ السلام کا آنا بطریق اولیٰ مہر نبوت کو نہ توڑے گا اور اس میں رسولﷺ کی عظمت دوبارہ ثابت ہوگی کہ وہ نبی جو بظاہر امتی نہ تھے۔ حقیقت میں وہ سب امتی ہیں۔ بایں معنی کہ آپﷺ کے فیض یافتہ اور آپﷺ کی کسی صفت میں ظل ہیں۔ میں اس مسئلہ کو یہاں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ جیسے مرزا قادیانی کی عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ بروزی اور ظلی الفاظ صرف کہنے کے ہیں ان کے تحت میں کوئی معنی نہیں۔ یہ فقط میرا استدلال نہیں بلکہ مرزا قادیانی کے صاحبزادے خلیفہ ثانی کا ارشاد ہے۔

کتاب (ہینڈ بل ص۲ بحوالہ الفضل ۲۶؍نومبر ۱۹۱۳ء) میں نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: ’’ہم جیسے خدا کی دوسری وحیوں میں حضرت اسماعیل، حضرت عیسیٰ، حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں۔ ایسے ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں اور اسی نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا بروزی یا جزوی کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگیں بلکہ جیسے اور نبیوں کی فضیلت کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔‘‘

دوسری عبارت بحوالہ (اخبار الحکم ۲۱؍اپریل ۱۹۱۴ء ہینڈ بل ص۳ سطر۸) ’’خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی رکھا اور کہیں ظلی اور بروزی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور آپ کی تحریر میں جس میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے جو نبیوں کی شان ہے۔ ان کو ان الہامات کے ماتحت کریں گے۔‘‘

اب یہ معلوم ہوگیا کہ خلیفہ ثانی قادیانی کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ لفظ انکسار اور تواضع میں بڑھا دیئے ہیں، ورنہ ان کا کوئی معنی نہیں۔ مرزا قادیانی جہاں اپنے آپ کو ظلی، بروزی یا مجازی نبی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب حقیقی نبی سمجھنا چاہئے۔ اب دوسرے شخص کا کہنا کہ نبی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ بروزی ظلی نہیں ہے اور چونکہ خود مرزا قادیانی بروزی ظلی ہیں تو ان کا نبی ہونا خاتم النّبیین کے خلاف نہیں۔ یہ بات کیسی لغو اور باطل ہے۔ اس بناء پر خاتمیت محمدیہ ﷺ کا صریح انکار ہے۔ مرزا قادیانی جہاں بروزی، ظلی کا لفظ بڑھاتے ہیں وہاں نبی امتی کا لفظ بھی بڑھاتے ہیں تو محض نبی نہ ہوئے بلکہ امتی بھی ہوئے۔ اس کو بھی خلیفہ دوم نے صاف کر دیا۔

(اخبار الفضل قادیان ۲۹؍جون ۱۹۱۵ء بحوالہ ہینڈ بل ص۳) میں ہے: ’’مسیح موعود کو نبی اللہ نہ تسلیم کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں سمجھنا گویا آنحضرت ﷺ کو جو سید المرسلین خاتم النّبیین ہیں۔ امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم ہے اور کفر بعد کفر ہے۔‘‘ اس عبارت نے صاف کر دیا کہ مرزا قادیانی کو صرف امتی کہنا یا نبی کے ساتھ امتی کہنا کفر ہے۔ صرف کفر ہی نہیں بلکہ کفر بعد کفر ہے اور کفر عظیم ہے۔ کیونکہ اس میں ایک تو آنحضرت ﷺ کو امتی کہنا لازم آتا ہے جو کفر ہے اور دوسرا مرزا قادیانی کو امتی کہنا لازم آتا ہے جو دوسرا کفر ہے۔ معلوم ہوا کہ مرزا کے ساتھ جتنے الفاظ بروزی، ظلی، لغوی، مجازی، جزوی، امتی بڑھائے جاتے ہیں۔ یہ سب ایسے الفاظ ہیں جن میں اب تک کوئی معنی نہیں ڈالے گئے۔ اگر کہا جائے کہ یہ الفاظ مرزا قادیانی کے ہیں اور واقعی نہیں بلکہ مرزا کے صاحبزادے خلیفہ ثانی قادیان کے ہیں۔ اگر ان کا عقیدہ مرزا قادیانی کے خلاف ہے تو ان کو کافر ہونا چاہئے۔ اگر موافق ہے تو مدعا ثابت ہے۔ اگر بفرض محال کوئی یہ ثابت کر دے کہ مرزا قادیانی کے خلاف مراد ہے اور خلیفہ ثانی قادیانی کافر بھی نہیں ہیں تو اتنا ضرور ہی ثابت ہوگا کہ موجودہ خلیفہ اور موجودہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا موجودہ مرزائیوں کے کفر کا ایک اور نمبر بھی زائد ہوگیا۔

(الفضل ج۳ مورخہ ۲۹؍جون ۱۹۱۵ء ص۷، زیر عنوان احمد نبی اللہ عقائد محمودیہ نمبرا ص۵ سطر نمبر۱۶) میں ہے: ’’پس ان معنوں میں مسیح موعود جو آنحضرت کی بعث ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے۔ اس کے احمد اور نبی اللہ ہونے کا انکار کرنا، گویا آنحضرت کی بعثت ثانی اور آپ کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنانے والا ہے۔‘‘

مرزا نے اپنے معجزات دس لاکھ اور آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات قرار دیئے ہیں

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے۔‘‘
(تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳)

پھر براہین احمدیہ میں ہے: ’’ان چند سطروں میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اوّل درجہ پر خارق عادت ہیں۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶، خزائن ج ۲۱ ص ۷۲)

آنحضرت ﷺ کے معجزات کو تین ہزار قرار دینا اور اپنے معجزات کو دس لاکھ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ پر مرزا نے اپنی کیسی فضیلت بیان کی جو آنحضرت ﷺ کی کھلی توہین ہے۔

مرزا کا معجزہ شق القمر سے انکار

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’له خسف القمر المنير وان لى خسفا القمران المشرفان اتنكر یعنی اس کے لئے صرف چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا کیا اب تو انکار کرے گا۔‘‘

(اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳)

اس شعر میں مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی صریح آیت کا انکار کیا ہے۔ قرآن میں ہے: ’’اقتربت الساعة وانشق القمر‘‘ شق قمر کے معجزہ کو مرزا قادیانی چاند گرہن سے تعبیر کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لئے چاند گرہن ہوا۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی صریح توہین اور معجزہ شق القمر کا کھلا انکار ہے۔ یہاں مرزا قادیانی دو وجہ سے کافر ہوئے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’ان الله خلق آدم وجعله سيدا وحاكما واميرا على كل ذى روح من الانس والجان......تا...... مكتوب فى القرآن‘‘ (خطبہ الہامیہ ص ۳۱۲ حاشیہ، خزائن ج ۱۶ ص ایضاً)

’’یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ہر ذی روح کا سردار اور حاکم اور امیر بنایا جن ہو وہ یا انسان جیسا کہ یہ مضمون آیہ ’’اسجدوا لادم‘‘ سے سمجھا جاتا ہے۔ پھر پھسلا دیا آدم علیہ السلام کو شیطان نے اور نکلوا دیا جنت سے اور رد کی گئی حکومت سانپ کی طرف اور پہنچی آدم علیہ السلام کو ذلت اور رسوائی اس لڑائی میں اور متبعین کے لئے انجام کار ہے اللہ کے نزدیک۔ پس اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ شیطان کو اخیر زمانہ میں شکست دے اور یہ وعدہ قرآن میں لکھا ہوا تھا۔‘‘

تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین

اس عبارت میں مرزا نے حضرت آدم علیہ السلام کی (معاذ اللہ) توہین اور ذلت اور رسوائی کو کھلے الفاظ میں صاف بیان کیا ہی ہے۔ مگر آدم علیہ السلام بھی شامل ہیں سب کی توہین ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آدم علیہ السلام سے شیطان کی جو لڑائی ہوئی اس میں آدم علیہ السلام کو شکست اور ذلت اور رسوائی ہوئی اور شیطان کو فتح اور اس کے مقابلوں کی شکست برابر باقی رہی۔ یہاں تک کہ مرزا قادیانی کو اللہ نے پیدا کیا اور شیطان کو شکست ہوئی۔ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین ہے اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ مرزا قادیانی نے شیطان کو وہ کیا شکست دی۔ جو نہ آنحضرت ﷺ سے شکست ہوئی اور نہ کسی اور نبی سے۔ دوسرے یہ جو کہا ہے کہ یہ وعدہ قرآن میں تحریر ہے کہ مسیح موعود شیطان کو شکست دے گا یہ بالکل خلاف واقع اور کذب ہے۔ ہم نے ایسی کوئی آیت قرآن میں نہیں دیکھی جس میں لکھا ہو کہ مسیح موعود یا مرزا غلام احمد آخر زمانہ میں شیطان کو شکست دے گا۔ ان تمام توہینوں میں جو مرزا قادیانی کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ قرآن کے مطابق اور عقائد اسلام کے مطابق اور مرزا کی ان تحریروں کے مطابق جو کل پیش کی گئی تھیں کہ کسی نبی کی توہین کفر ہے۔ مرزا قادیانی اپنے اقرار سے کافر بھی ہوئے مرتد بھی ہوئے اور اس کے سارے متبعین کا یہی حکم ہے۔ اس جماعت میں سے کسی سے مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔ اگر نکاح ہوگیا ہے تو وہ فوراً

فسخ ہوگیا۔ بحوالہ (درمختار بر حاشیہ شامی ۱۹۹ جلد ۳) ’’وفی شرح الوھبانیہ مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولادنی‘‘

ختم نبوت پر مرزا کی تصریحات

اب یہ ثابت کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بھی خاتم النّبیین کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:
’’اس وجہ سے وہ مسیح ابن مریم کہلایا کیونکہ وہ روحانی طور مسیح کے رنگ میں ہوکر آیا۔ مسیح کیونکر آ سکتا ہے، وہ رسول تھا اور خاتم النّبیین کی دیواراوٹیں ان کے آنے سے روکتی تھیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۵۲۲، خزائن ج ۳ ص ۳۸۰)

اس کتاب میں ہے: ’’اور کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النّبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کے شرائط میں سے ہے آ سکتا ہے۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں۔ جس نے احکام وعقائد دین جبرئیل کے ذریعے سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۵۳۴، خزائن ج ۳ ص ۳۸۷)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کریم سے صراحۃً یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ کیا مرزا قادیانی نے احکام وعقائد دین جبرئیل کے ذریعہ حاصل کئے تھے؟ اگر نہیں تو دعویٰ نبوت جھوٹ ہوا اور جھوٹا مدعی نبوت بالاتفاق کافر ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے کفر کی یہ ایک اور نئی وجہ نکل آئی اور اگر کہا جائے کہ پہلے احکام وعقائد جو مرزا قادیانی نے حاصل کئے تھے، انہی پر اکتفا ہوا تو اسی بناء پر وہ شخص جس کے صحیح عقائد ہوں اور جبرئیل علیہ السلام ایک دفعہ بھی نہ آئے ہوں تو مرزا قادیانی کے کہنے کے مطابق بھی وہ نبی ہوسکتا ہے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کہ جنہوں نے احکام وعقائد بذریعہ جبرئیل حاصل کئے تھے وہ اگر دنیا میں تشریف لائے تو آپ کو وہ پہلا علم کافی نہیں۔ دوبارہ جبرئیل کا آنا ضروری ہے۔ پھر لکھتے ہیں: ’’اب ہم اس وصیت میں یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف اپنے زبردست ثبوتوں کے ساتھ ہمارے دعویٰ کا مصداق اور ہمارے مخالفین کے اوہام باطلہ کی بیخ کنی کر رہا ہے اور گزشتہ نبیوں کے واپس دنیا میں آنے کا دروازہ بند کرتا ہے اور بنی اسرائیل کے مثیلوں کے آنے کا دروازہ کھولتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۵۳۸، خزائن ج ۳ ص ۳۸۹)

اور پھر لکھا: ’’اور یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النّبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس لئے یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہوجائے گا یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۵۵۴، خزائن ج ۳ ص ۲۹۳)

مزید لکھتے ہیں: ’’ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہوکر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو کہ اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے۔ اب یہ سیدھی سیدھی بات ہے کہ جب حضرت مسیح ابن مریم نازل ہوئے اور جبرئیل لگاتار آسمانوں سے وحی لانے لگے اور وحی کے ذریعہ سے انہیں تمام اسلامی عقائد اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ حج اور جمیع مسائل فقہ کے سکھلائے گئے تو پھر بہرحال یہ مجموعہ احکام دین کا کتاب اللہ کہلائے گا اور اگر یہ کہو کہ مسیح وحی کے ذریعے سے صرف اتنا کہا جائے گا کہ تو قرآن پر عمل کر اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہوجائے گی اور کبھی حضرت جبرئیل ان پر نازل نہیں ہوں گے۔ بلکہ وہ کلی

طور پر مسلوب النبوۃ ہوکر امتیوں کی طرح بن جائیں گے تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے اگر چہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے تو صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ کیونکہ جب ختمیت کی مہر ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہوگئی تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو خاتم النّبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں تصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل کو بعد بعد وفات رسول ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے کے لئے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچی اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔ لیکن اگر ہم فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ مسیح ابن مریم زندہ ہوکر پھر دنیا میں آئے گا اور جبرئیل کے نزول اور کلام الٰہی کے اترنے کا پھر سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور روشنی نہ ہو۔ اسی طرح ممکن نہیں کہ ایک رسول خلق اللہ کی اصلاح کے لئے آئے اور اس کے ساتھ وحی الٰہی بذریعہ جبرئیل نہ ہو۔'' (ازالہ اوہام ص۵۷۶ تا ۵۷۸، خزائن ج۳ ص۴۱۱،۴۱۲)

مرزا کی تصریح کہ کوئی نبی امتی نہیں ہوسکتا

اس عبارت کے متعلق اتنا عرض کرنا ہے کہ مرزا قادیانی نے تصریح کر دی کہ کوئی نبی مطیع اور امتی نہیں ہوسکتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل نازل ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب مرزا قادیانی نبی ہوئے تو انہوں نے اسی وحی کی اتباع کی جو ان پر نازل ہوئی یا قرآن کی؟ اگر قرآن کی اتباع کی تب بھی کافر کیونکہ ان کو اپنی وحی کی اتباع ضروری تھی اور اگر اپنی وحی کی اتباع کی تب بھی کافر کیونکہ قرآن کو چھوڑا۔

مرزا کا دعویٰ کہ اس کی وحی بیس جزء سے کم نہیں

مرزا قادیانی اسی عبارت میں یہ بھی کہتے ہیں کہ جو احکام کے متعلق ہوگی اسی کا نام کتاب اللہ ہوگا۔ مرزا قادیانی کی وحی جس کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر جمع کریں تو بیس جزو سے کم نہ ہوگی۔ وہ بھی کتاب اللہ ہوئی اور قرآن کے بعد ہوئی۔ کیا اب بھی قرآن کو آخر الکتب کہا جائے گا؟ اور کیا اب بھی کہا جائے گا کہ قرآن کامل کتاب ہے؟ جب کہ بیس جزو کی اور کتاب ایک نبی پر نازل ہوگی۔ ملاحظہ ہو: ''اور یاد رہے کہ ہم نے محض نمونہ کے طور پر چند پیش گوئیاں اس کتاب میں لکھی ہیں۔ مگر وہ دراصل کئی لاکھ پیش گوئیاں ہیں جن کا سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ہوا اور خدا کا کلام مجھ پر اس قدر نازل ہوا ہے کہ اگر تمام لکھا جائے تو بیس جزو کم نہ ہوگا۔ پس ہم پر اسی قدر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہ ہوگا۔ پس ہم اس قدر پر کتاب کو ختم کرتے ہیں۔'' (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۷)

مرزا قادیانی کی اپنی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اگر صرف اتنا لفظ آ جائے کہ قرآن پر عمل کرو اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائے تو یہ خیال طفلانہ اور ہنسی کے لائق ہے بوجہ مخالفت خاتم النّبیین کے۔ مگر مرزا قادیانی پر بیس جزو کی کتاب نازل ہو جائے تو مرزا قادیانی ویسے کے ویسے ہی مسلمان...... عجیب بات ہے کہ ایک پہلا نبی جس پر جبرئیل صرف ایک فقرہ لائے اور جو آنحضرت ﷺ کا ایک صفت میں مثیل ہو۔ اس کا آنا تو ختم نبوت کے منافی ہو اور ختمیت کی مہر ٹوٹ جائے۔ مگر جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام صفت میں ظل ہوں۔ سارے انبیاء سابقین میں سے افضل واعلیٰ ہوں۔ اس کے آنے سے ختمیت کی مہر نہ ٹوٹے تعجب ہے کہ اگر سوئی نکل جائے تو ختمیت کی مہر ٹوٹ جائے۔ اگر ہاتھی نکل جائے تو ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ یہ وہی زمانہ ہے جس وقت وہ خاتم النّبیین کے وہی معنی سمجھتے تھے جو ساری دنیا سمجھتی تھی۔ ایک دفعہ جبرئیل کا آنا اور صرف ایک فقرہ کہنا کہ تم قرآن کی اتباع کرو۔ یہ سب مرزا قادیانی کے نزدیک ختم نبوت کے منافی تھا

اور اس سے مہر نبوت ٹوٹتی تھی۔ مرزا قادیانی سے پہلے مجدد جو ہر صدی پر آتے رہے ہیں۔ ان کا یہ فرض تھا کہ دین میں جو غلطی لوگوں سے ہوگئی ہے۔ اس پر لوگوں کو متنبہ کرتے بالخصوص ایسے امور وعقائد میں جن کی وجہ سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ پھر امت میں بے شمار اولیاء، ابدال، اقطاب اور تمام صحابہ کرامؓ بھی گزرے ہیں مگر کسی نے یہ نہ کہا کہ خاتم النّبیین کے معنی وہی جو مرزا قادیانی نے بتلائے ہیں۔

مرزا دونوں معنوں پر کافر ہے

سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر مرزا کے یہ معنی صحیح ہیں تو مرزا اور اس سے پہلے کے لوگ سب کافر ہیں اور اگر پہلے معنی صحیح ہوں تو مرزا قادیانی کافر ہوئے۔

مرزا قادیانی نے جواب معنی خاتم النّبیین کے تجویز فرمائے ہیں۔ جس کی بناء پر نبوت کا جاری رہنا بلکہ وحی نبوت کا جاری رہنا ضروری ہے اور جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو اور جو انقطاع وحی کا قائل ہو۔ وہ مذہب مرزا کے نزدیک لعنتی اور شیطانی کہلانے کے لائق ہے۔ اس کی بناء پر اگر یہ معنی صحیح ہیں تو جب تک مرزا کا یہ عقیدہ تھا تو مرزا قادیانی بھی کافر ہوئے اور جتنے مسلمان اس عقیدہ پر گزرے ہیں وہ سب کے سب کافر ہوئے اور اگر مسلمانوں کا عقیدہ اور مرزا قادیانی کا عقیدہ سابقہ صحیح تھا تو پہلے لوگ تو مسلمان مگر مرزا قادیانی اس عقیدہ کے بدلنے سے کافر ہوگئے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اب ہر ایک دانش مند اندازہ کر سکتا ہے کہ جس حالت میں ۲۳ برس میں ۳۰ جزو قرآن کے نازل ہوگئے تھے تو بہت ضروری ہے کہ اس چالیس برس میں کم سے کم پچاس جزو کی کتاب اللہ حضرت مسیح پر نازل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النّبیین کے بعد پھر جبرئیل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد ورفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن سے توارد رکھتی ہو، پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو، وہ محال ہوتا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص ۵۸۲، خزائن ج ۳ ص ۴۱۴)

اس عبارت میں گفتگو یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے لفظ محال سے کیا مراد ہے۔ اگر محال سے مراد عقلی ہے تو اس کا اخفاء ناجائز ہے۔ بالخصوص تیرہ سو برس تک صحابہ، تابعین اور ائمہ، فقہاء ومتکلمین جنہوں نے عقلی امور میں بال کی کھال اتار کر رکھ دی ہے اور بالخصوص ہر صدی کے مجددسے جو ہر صدی کے سر پر آتے تھے۔ مرزا کا یہ کہنا محال عقلی ہے، غلط ہے۔ بلکہ یہ خود محال عقلی ہے اور اگر محال سے مراد محال شرعی ہے تو وہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا۔ خاص کر اتنے زمانے تک اور متبحرین علماء پر اور مجددین پر تو ثابت ہوا کہ مرزا کا اسی کلام کے کہنے تک یہی عقیدہ تھا کہ خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ کوئی نبی قدیم یا جدید آ ہی نہیں سکتا۔ علمائے امت نے جو مسئلہ ختم نبوت پر اجماع بیان کیا ہے اور اس آیت کے جو معنی مرزا کے بھی مسلّمات میں سے ہیں، وہ حق ہیں۔ اب جو اس معنی کا انکار کرے وہ کافر ہے اور بے شک کافر ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس قدر تو بالکل سچ ہے کہ اگر وہی مسیح، رسول اللہ، صاحب کتاب، آجائیں جن پر جبرئیل نازل ہوا کرتا تھا۔ وہ شریعت محمدیہ ﷺ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پیرایہ اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائیں گے اور اسی تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے نازل ہوئی ہے قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول اور خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرئیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی الٹا دے۔ حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد حضرت ﷺ کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا اور حدیثوں کے پڑھنے والوں نے یقیناً یہ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے کہ صرف عیسیٰ یا ابن مریم کے لفظ کو دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا ہے کہ سچ مچ وہی ابن مریم آسمان سے نازل ہو جائے گا، جو رسول اللہ تھا اور اس طرح خیال نہیں کیا کہ اس کا آنا گویا دین اسلام کا رخصت ہونا

ہے۔ یہ تو اجماعی عقیدہ ہو چکا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص ۵۸۴، ۵۸۵، خزائن ج ۳ ص ۴۱۵، ۴۱۶)

اوّل تو مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے تو جبرئیل علیہ السلام آیا کریں گے اور شریعت محمدیہ ﷺ کے تمام احکام اور قواعد نئے سرے سے اور نئے لباس، نئے پیرایہ اور نئی زبان میں نازل ہوں گے تو اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن منسوخ ہو جائے، یہ بات بالکل غلط ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کہہ چکے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ جبرئیل آئیں اور فقط یہ فقرہ کہہ جائیں کہ قرآن پر عمل کرو اور پھر ساری مدت العمر تک تشریف نہ لائیں تو قوانین شرعیہ و احکام شرعیہ عقائد اسلام نئے لباس میں کیونکر آئیں گے اور قرآن کیسے منسوخ ہوگا؟ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''**وقالوا انی لک هذا قل هو الله عجیب جآء نی ایل واختار**'' اس کا ترجمہ انہوں نے خود بالفاظ ذیل کیا ہے: ''اور کہیں گے تجھے یہ مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا۔ کہہ وہ خداوند ذوالعجائب ہے۔ میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔'' (حقیقت الوحی ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۶)

اس پر مرزا قادیانی حاشیہ لکھتے ہیں کہ: ''اس جگہ آئیل خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا اس لئے کہ وہ بار بار رجوع کرتا ہے۔'' (حوالہ بالا)

اب مرزا قادیانی پر جبرئیل کا نزول معلوم ہوگیا اور بیس جزء کا کلام بھی نازل ہوگیا اور آنحضرت ﷺ کی ہتک اور کسر شان کرنا اور اسلام کا تختہ الٹناسب ثابت ہوگیا۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کا کافر اور مرتد اور خارج اسلام ہونا انہیں کے اقرار سے ثابت ہوگیا۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''لیکن اگر واقعی طور پر اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم ﷺ کا نازل ہونا خیال کیا جائے تو اس قدر خرابیاں پیش آتی ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا اور اس بات کے سمجھنے کے لئے صریح اور صاف قرائن موجود ہیں کہ اس جگہ حقیقی طور پر نزول ہرگز مراد نہیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۵۹۷، خزائن ج ۳ ص ۴۱۷)

اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے بے شمار خرابیاں ہیں۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''اکیسویں آیت یہ ہے: ''**ماکان محمد ابا احد...... الخ!**'' یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔ اس میں یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آیت بھی صاف دلالت کرتی کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بکمال وضاحت ثابت ہوگیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے۔ رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا باقیامت منقطع۔ اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مرگیا۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۱۴، خزائن ج ۳ ص ۴۳۱، ۴۳۲)

ان تمام حوالوں سے میری غرض یہ تھی کہ میں ثابت کروں کہ دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا قادیانی خاتم النّبیین کے معنی وہی سمجھتے تھے جو سیزدہ صد سالہ مسلمانوں نے سمجھے اور یہ کہ مرزا قادیانی کے نزدیک کسی نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی تھا۔ اب مرزا قادیانی کا جو جدید عقیدہ ہوا ہے یہ آیت خاتم النّبیین کے معنی کے صریح مخالف ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی باقرار خود کافر ہوئے۔ مرزا قادیانی کے نزدیک کسی نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے۔ اب مرزا قادیانی خود کافر ہوئے۔ ''قرآن کریم بعد خاتم النّبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا ہو یا پرانا ہو کہ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔'' (ازالہ اوہام ص ۷۶۱، خزائن ج ۳ ص ۵۱۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ اب اگر مرزا قادیانی نئے نبی ہیں تب بھی نہیں آ سکتے اگر پرانے نبی ہیں تو بھی نہیں آ سکتے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے: ’’**واما ذکر نزول عیسٰی ابن مریم فما کان بمومن ان یحمل هذا الاسم مذکور فی الاحادیث علی ظاهر معناه لانه یخالف قول الله عزوجل ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا ﷺ خاتم الانبیا بغیر استثناء وفسره نبینا فی قوله لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوزنا ظهور نبی بعد نبینا ﷺ لجوزنا انفتاح باب وحی النبوة بعد تغلیقها وهذا خلف کمالا یخفی علی المسلمین وکیف یجئ نبی بعد رسولنا ﷺ وقد انقطع الوحی وفاته وختم الله به النّبیین انعتقد بان عیسٰی الذین انزل علیه الانجیل هوخاتم الانبیا لارسولنا ﷺ انعتقد ان ابن مریم یاتی وینسخ بعض احکام القرآن ویزید بعضا**‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ ص۲۰۰،۲۰۱)

ترجمہ: یعنی عیسٰی کے نزول کے بارہ میں کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اس کلام کو جو احادیث میں آیا ہے۔ ظاہری معنی پر حمل کرے۔ کیونکہ آیت: ’’**ماکان محمد ابا احد...... الخ!**‘‘ کے خلاف ہے کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا نام خاتم الانبیا رکھا ہے اس میں کسی کا استثناء نہیں کیا اور پھر اسی خاتم النّبیین کی خود اپنے کلام میں تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا لا نبی بعدی جو سمجھنے والوں کے لئے واضح بیان ہے۔ اگر ہم جائز رکھیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آ سکتا ہے تو لازم آتا ہے کہ دروازہ وحی نبوت کا بند ہونے کے بعد کھل جائے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی کیسے آ سکتا ہے حالانکہ وحی نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کر دیا کہ ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسٰی علیہ السلام آئیں اور وہی خاتم الانبیاء بنیں نہ ہمارے رسول۔‘‘

اس عبارت میں مجھے یہ کہنا ہے کہ خود مرزا قادیانی نے اقرار کیا ہے کہ آنحضرت نے خاتم النّبیین کی تفسیر اپنی اس کلام میں فرمائی ہے کہ: ’’**لا نبی بعدی**‘‘ معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک خاتم النّبیین کی تفسیر ’’**لا نبی بعدی**‘‘ ہے اور خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس میں کسی نبی بروزی یا ظلی کی قید نہیں ہے تو اب ’’**لا نبی بعدی**‘‘ کے یہ معنی لینے کہ اس سے خاص وہ نبی مراد ہیں جو مستقل نبی ہوں اور آنحضرت ﷺ سے الگ ہو کر نبوت حاصل کی ہو تو یہ معنی مرزا قادیانی کے نزدیک بھی غلط ٹھہرے۔ اب یہ معنی بیان کرنا ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ ان عبارتوں میں بعض وہ بھی ہیں کہ مرزا قادیانی کے بقول مسیح کے نزول کو آنحضرت ﷺ کے بعد جائز رکھنا یہ خاتم النّبیین کے ساتھ کفر ہے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’**انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا**‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۰۱، خزائن ج۲۲ ص۱۰۵)

مرزا قادیانی کہتا ہے: ’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسٰی سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔ اندھے کہتے ہیں کیا یہ چیز کفر ہے؟ میں کہتا ہوں کہ تم ایمان سے بے نصیب ہو۔ پھر کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے۔ کفر خود تمہارے اندر ہے۔‘‘

(چشمہ مسیحی ص۲۴، خزائن ج۲۰ ص۳۵۴)

انہی عبارتوں سے یہ امر بداہۃً ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی ’’**خاتم النبیین**‘‘ اور ’’**لانبی بعدی**‘‘ کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ

آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آ سکتا۔ جو شخص آپ ﷺ کے بعد کسی نبی جدید یا قدیم کا آنا جائز رکھے وہ کافر ہے۔ ’’لا نبی بعدی‘‘ کے معنی یہی ہیں۔ پھر اس کے بعد مرزا قادیانی نے خود رسالت کا دعویٰ کیا جیسے حقیقت الوحی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ بلکہ مرزا قادیانی کا مدعی نبوت ہونا محتاج بیان نہیں۔ بکثرت عبارات موجود ہیں اور مدعا علیہ کو بھی اقرار ہے۔ مگر عجب بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی پہلے یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی کا آنا اور کسی نبی کا نزول جائز رکھے وہ کافر ہے اور دعویٰ نبوت کے بعد وہ یہ کہتے ہیں۔ جو یوں کہے کہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، یہ کفر ہے۔ اس لئے مرزا قادیانی اپنے کلام کی رو سے خود کافر ہو جائے۔ شرح شفاء ملاّ علی قاری (ص۵۲۱ جلد دوم) میں ہے: ’’وکذالک انقطع بتکفیر کل قائل الی قوله هذا الاجماع‘‘ مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایسا کلام کرے کہ جس کی وجہ سے امت کی تذلیل و تکفیر ہو تمام صحابہ ؓ کی ہم ایسے شخص کو یقینی کافر سمجھتے ہیں۔ حاصل یہ نکلا کہ جو شخص ایسی بات کہے جس سے ساری امت کا گمراہ ہونا یا کافر ہونا لازم آئے ایسے شخص کو بھی کافر سمجھتے ہیں۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت ’’قال اللہ‘‘ اور ’’قال الرسول‘‘ کی باقی نہیں رہی۔ یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں۔ یہ تمام چیزیں ہی غلط ہیں۔ شاید ان کا ایسی باتوں سے یہ مطلب ہے کہ اس عاجز کے اس دعویٰ کی تحقیر کر کے کسی طرح ان کو باطل ٹھہرایا جائے۔ لیکن وہ اس قدر متواترات سے انکار کر کے اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تواتر ایک ایسی چیز ہے۔ اگر غیر قوموں کی تاریخ کے رو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑے گا۔ جیسا کہ ہندوؤں کے بزرگوں رام چندر اور کرشن وغیرہ کا وجود تواتر کے ذریعے سے ہی ہم نے قبول کیا ہے۔ گو تحقیق تفتیش تاریخ واقعات میں ہندو لوگ بہت کچے ہیں۔ مگر باوجود اس قدر تواتر کے جو ان کی مسلسل تحریروں سے پایا جاتا ہے۔ ہرگز یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ رام چندر اور راجہ کرشن یہ سب فرضی نام ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۵۵، خزائن ج۳ ص۳۹۹)

تواتر مرزا کے نزدیک بھی حجت ہے

مطلب یہ ہے کہ خود مرزا تسلیم کرتے ہیں کہ تواتر کی بات رد نہیں کی جاسکتی اور تواتر اگر غیر قوم کا بھی ہو تو مقبول ہے۔ اب اس کے ساتھ مرزا قادیانی کی یہ عبارت: ’’پس یہ کمال درجہ کی بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے کہ یکلخت تمام حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں اور ایسی متواتر پیش گوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام ممالک اسلام میں پھیل گئی تھیں اور مسلّمات میں سے سمجھی گئی تھیں۔ بہ موضوعات داخل کردیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح بن مریم کے آنے کی پیشین گوئی ایک اوّل درجہ کی پیشین گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔ انجیل بھی مصدق ہے۔ اب اس قدر ثبوت پر پانی پھیرنا اور یہ کہنا کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو خداتعالیٰ نے بصیرت دینی اور حق شناسی سے کچھ بھی بخرہ اور حصہ نہیں دیا اور بہ باعث اس کے کہ ان لوگوں کے دلوں میں ’’قال اللہ وقال الرسول‘‘ کی عظمت باقی نہیں۔ اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات وممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۵۵۷، خزائن ج۳ ص۴۰۰) ملالی جائے تو معلوم ہوگا کہ نزول عیسیٰ کی پیش گوئی ایسی متواتر پیش گوئیوں میں سے ہے جو خیر القرون میں تمام ممالک اسلامیہ میں پائی گئی تھی اور مسلّمات میں سے سمجھی گئی تھی اور یہ اوّل درجہ کی پیش گوئی ہے۔ جس کو سب نے باتفاق قبول کر لیا تھا اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی اس کے ہم پہلو بھی نہیں اور تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے اور انجیل بھی اس کے مصدق ہے۔

مگر مرزا کو جب اس کا انکار مطلوب ہوا تو کہنے لگے: ’’فمن سوء الادب ان یقال ان عیسیٰ ما مات ان ھو الا شرک عظیم یاکل الحسنات...... تا...... غیر متعمدین‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰)

ترجمہ: ’’حاصل یہ ہے کہ یہ کہنا بہت بڑی بے ادبی ہے کہ عیسیٰ ابھی تک نہیں مرے اور یہ ایک بہت بڑا شرک ہے جو نیکیوں کو کھا لیتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے بھائیوں کی طرح فوت ہوگئے اور اپنے اہل خانہ کی طرح مر گئے۔ یہ عقیدہ مسلمانوں میں نصاریٰ کی طرف سے آیا ہے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اسی وجہ سے بنایا ہے۔‘‘

اور پھر اسی عقیدہ کو بہت سا مال خرچ کر کے مسلمانوں میں شہروں اور گاؤں میں شائع کیا۔ اس لئے ان میں کوئی عقل مند نہیں تھا۔ پہلے مسلمانوں سے یہ قول صادر نہیں ہوا۔ مگر لغزش کے طور پر وہ لوگ اللہ کے نزدیک معذور اس لئے وہ گناہ گار تھے۔ مگر قصداً نہیں تھے اور اس خطاء کی وجہ یہ تھی کہ وہ سادہ لوح آدمی تھے۔ اگر کوئی مجتہد خطاء کرے تو خدا اس کی غلطی کو معاف کر دیتا ہے۔ ہاں! جن کے پاس امام، حکم اور بینات کے ساتھ آیا اور رشد کو گمراہی سے ممتاز کر دیا اور پھر بھی انہوں نے اعتراض کیا۔ وہ لوگ ماخوذ ہوں گے۔‘‘

(ضمیمہ حقیقت الوحی ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰)

پہلے مرزا نے اس پیش گوئی کو متواتر فرمایا اور تواتر کا یہی اعلیٰ درجہ فرمایا اور صحاح کی پیش گوئی اس کے ہم پہلو بھی نہ تھی۔ تمام مسلمانوں نے اسے قبول کر لیا تھا اور خیر القرون میں یہ پیش گوئی پھیلی بھی تھی اور مرزا قادیانی بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے۔ چونکہ براہین احمدیہ میں کھلے الفاظ میں نزول عیسیٰ کا اقرار کرتے ہیں۔ باوجودیکہ مجدد، محدث، نبی، ملہم اور خدا کی وحی نازل ہونے کے مرزا قادیانی اس عقیدہ کے معتقد رہے۔

مرزا قادیانی سے پہلے کے مجدد بھی اس عقیدہ کے معتقد تھے۔ کسی نے اس عقیدہ کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ اس جگہ پر مسئلہ حیات ووفات عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس سے یہ بحث نہیں کہ کون حق پر تھے اور کون باطل پر؟ بلکہ زیر بحث یہ بات ہے کہ آج مرزا اس عقیدہ کو شرک عظیم بتلاتے ہیں اور ایک وقت تک اس عقیدہ کے رکھنے کی وجہ سے شرک عظیم میں مبتلا رہے۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک ایک مجدد، ایک محدث، ایک ملہم، ایک نبی جس پر بارش کی طرح وحی ہو۔ وہ شرک عظیم میں مبتلا رہ سکتا ہے اور خدا کے نزدیک اتنا مقرب ہوسکتا ہے؟ آگے چل کر تمام نبیوں سے اور تمام مخلوقات سے وہ بڑھا دیا جائے۔ چونکہ خدا تعالیٰ خود فرماتے ہیں: ’’ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ...... الخ!‘‘ ’’اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہیں بخشتا اور اس کے سوا جتنے گناہ چاہے بخش دے۔ مرزا قادیانی حیات عیسیٰ علیہ السلام کو شرک عظیم سے تعبیر کرتے ہیں۔ وعدہ الٰہی کے موافق اس کا معاف ہونا قطعاً محال ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ مرزا قادیانی کے اس قول کی بناء پر ساری امت گمراہ تھی اور ساری امت کافر اور مشرک تھی اور بھی شرح شفا سے عرض کر چکا ہوں کہ جو شخص خود ایسی بات کہے جس سے ساری امت کی تذلیل وتکفیر ہوتی ہو، وہ شخص خود کافر ہے۔ اس وجہ سے مرزا قادیانی بھی کافر اور مرتد ٹھہرے اور جو مرزا قادیانی کے کفر وارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

نزول مسیح علیہ السلام کو شرک عظیم کہنا اسلام پر بڑا حملہ ہے

مرزا قادیانی کے اس قول سے اسلام پر اتنا بڑا حملہ ہوا ہے کہ اسلام کی ذرہ بھر بھی وقعت باقی نہیں رہ سکتی۔ جب مرزا قادیانی کے

قول سے یہ ثابت ہوگیا کہ اسلام میں ایسے عقائد شرکیہ اور کفریہ موجود ہیں کہ بطریق تواتر ثابت اور تمام ممالک اسلام میں پھیل کر مقبول ہوگئے اور سب نے قبول بھی کر لیا اور کسی چھوٹے بڑے کو اس کی برائی کی خبر نہ ہوئی۔ تیرہ سو برس کے بعد آ کر ۴۰ یا ۵۰ برس تک خود مرزا قادیانی اس میں مبتلا رہ کر اب یہ کہتا ہے یہ عقیدہ شرک عظیم ہے۔ قرآن کی ایک آیت سے نہیں، بلکہ تیس آیات سے ثابت ہے اور اسی عقیدہ کو ممتنع اور محال عقلاً ونقلاً کہتا ہے اور یہ عقیدہ ایسا ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد پیدا ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے بہت سے مجدد آئے جن کا کام دین کی تجدید تھا۔ ان کو بھی شرک کی خبر نہ ہوئی۔ اگر مرزا تشریف نہ لاتے تو جیسے پہلے ساری امت معاذ اللہ شرک عظیم میں مبتلا تھی۔ آگے بھی شرک عظیم میں مبتلا رہتی۔ اب کیا معلوم کہ آئندہ کوئی مجدد اور رسول اللہ ﷺ کا بروز پیدا ہو کر بیس پچیس اور شرک ثابت کر دے۔ جب قرآن اور حدیث اور مذہب اسلام ایسا مذہب ہے۔ اس میں تیرہ سو سال تک شرک عظیم کا پتہ نہیں لگ سکتا تو ایسے مذہب کا اعتبار ہی کیا ہے۔

الاستفتاء میں فرماتے ہیں: ''من قال متعمداً خلاف ذالک فهو من الذين هم بالقرآن يكفرون الا الذين خلوا من قبلی فهم عند ربهم معذورون'' (الاستفتاء ص۴۴، خزائن ج۲۲ ص۶۶۶)

یعنی جو شخص قصداً اس کا خلاف کرے گا اور یہ کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جو قرآن سے کافر ہیں۔ ہاں! جو مجھ سے پہلے گزر گئے ہیں۔ وہ اپنے اللہ کے نزدیک معذور ہیں۔'' مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ''ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں ہے تاکہ کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ بڑی جانکاہی سے کوشش کر رہے ہیں۔'' (دافع البلاء ص۱۵، خزائن ج۱۸ ص۲۳۵)

ان عبارتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرزا نے ایسی بات کہی کہ جس سے تمام امت کا کافر اور مشرک ہونا بلکہ خود ان کا ۴۰ سال کی عمر تک مشرک اور کافر ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور جو شخص ایسی بات کہے وہ کافر۔ لہٰذا مرزا قادیانی اپنے قول سے ہی کافر ہوگئے۔

مرزا اپنے اقرار سے بھی کافر ہے

میں نے اپنی تقریر میں مرزا کا کفر اور ارتداد ثابت کیا ہے اور اس میں التزام کیا ہے کہ ہر بات مرزا کے اقرار سے ثابت کروں۔ بحمداللہ! میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے حق کو ادا کرتے ہوئے ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار سے اور حسب تصریحات علماء کرام کافر ومرتد ہیں۔

مرزا کے وجوہات کفر

۱...... ایک وجہ ان کے کفر کی یہ ہے کہ دعویٰ نبوت تشریعیہ وشرعیہ کیا جو باتفاق مرزا قادیانی کفر ہے۔ مرزا نے اپنے صریح کلام میں دعویٰ نبوت تشریعی کیا اور اس میں شریعت کی تفسیر بھی فرمادی۔ اگر ہمارے پاس صرف یہی وجہ ہوتی تو مدعیہ کی کامیابی کافی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ اور بھی بہت وجوہ بیان کی گئیں۔

۲...... مرزا نے اقرار کیا کہ خاتم النّبیین کے بعد مطلق نبوت منقطع ہے اور جو دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور پھر مرزا نے دعویٰ نبوت کیا۔ لہٰذا باقرار خود کافر ہوئے۔

۳...... مرزا نے یہ بھی کہا کہ خاتم النّبیین کے کوئی جدید یا قدیم نبی نہیں آسکتا اور اس کو قرآن کا انکار قرار دیا۔ حالانکہ خود دعویٰ نبوت کیا۔

۴...... مرزانے نزول عیسیٰ علیہ السلام کو ختم نبوت کا انکار قرار دے کر اسے کفر ٹھہرایا اور پھر اپنا نبی ہونا (کہ جو اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السلام سے معاذ اللہ! ہر شان میں اعلیٰ اور افضل سمجھتے ہیں) جائز رکھا بلکہ ضروری، لہٰذا مرزا قادیانی کافر ہوئے۔

۵...... مرزا قادیانی نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ آپ ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا آیت ''خاتم النّبیین'' اور ''لانبی بعدی'' سے ثابت ہے اور پھر اس کے بعد یہ کہا ہے کہ جو ایسا کہے کہ آپ ﷺ کے بعد نبوت نہیں آسکتی، وہ کافر ہے۔ اس وجہ سے بھی مرزا قادیانی کافر ہوئے۔

۶...... مرزانے آنحضرت ﷺ کے بعد جواز نبوت کو کفر قرار دیا تھا۔ اب مرزا اسی نبوت کو فرض وایمان قرار دیتا ہے۔ یہ اس سے بھی بڑھ کر کفر ہوا۔

۷...... مرزانے باب نبوت کھول کر اپنے تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ کہتے ہیں کہ یہ دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ اس وجہ سے بھی کافر ہوئے۔

۸...... مرزانے صرف یہ نہیں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آئے گا۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ہزار بار آنحضرت ﷺ خود بروز فرمائیں۔ گویا آنحضرت ﷺ کے بعد ہزاروں نبی واقع ہوسکتے ہیں۔ امکان ذاتی نہیں۔ بلکہ امکان وقوعی ہے۔ پھر مرزانے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ کی ایک بعثت پہلے تھی اور پھر بعثت ثانیہ ہوئی۔ اس کا حاصل تناسخ ہے اور تناسخ کا قائل کافر ہوتا ہے۔

۹...... مرزا کہتے ہیں کہ میں عین محمد ﷺ ہوں۔ اس میں آنحضرت ﷺ کی صریح توہین ہے۔ اگر واقعی عین ہیں تو کھلا ہوا کفر ہے اور یہ ایک توہین صدہا توہین اور استہزاء اور تمسخر پر مشتمل ہے اور اگر عین محمد نہیں تو پھر آپ ﷺ کے بعد دوسرا نبی ہوا اور ختم نبوت کی مہر ٹوٹ گئی اور یہ اور وجہ کفر کی ہے۔

۱۰...... مرزانے دعویٰ وحی کا کیا ہے۔ حالانکہ عبارات علماء سے ظاہر ہے کہ محض دعویٰ نبوت کفر ہے۔

۱۱...... مرزانے دعویٰ وحی نبوت کیا۔ یہ بھی وجہ کفر ہے۔

۱۲...... مرزانے اپنی وحی کو قرآن، توریت، انجیل کے برابر کہا ہے۔ اس بناپر قرآن آخرالکتب باقی نہیں رہتی۔ یہ بھی ایک وجہ کفر کی ہے۔

۱۳...... مرزانے اپنی وحی کو متلو بھی فرمایا اور کہا کہ اگر اس کو جمع کیا جائے تو کم ازکم بیس جزو کی ہوگی۔ یہ اور وجہ کفر کی ہے۔

۱۴...... مرزانے اپنے اقرار سے اور تمام علماء نے اس کی تصریح کردی کہ جو شخص کسی نبی کو گالیاں دے یا توہین کرے۔ وہ کافر ہے۔ مرزا نے عیسیٰ علیہ السلام کی اتنی وجوہ سے توہین کی۔ غالباً سو سے کم نہ ہوگی اور ہر توہین موجب کفر ہے۔

۱۵...... اور کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا جن کی تعداد کو خدا خوب جانتا ہے۔ بعض روایات میں ایسا آیا ہے کہ دنیا میں تقریباً سوا لاکھ نبی بھیجے۔ ہر نبی کی مرزا قادیانی نے توہین کی تو اس لحاظ سے ان کی تعداد دوگنا برابر مرزا قادیانی کی وجوہ تکفیر میں ہی ہوں گی۔ اگر ہر ایک نبی کی دو دو توہین سمجھ لی جائیں۔ لہٰذا جتنی توہین اتنی وجوہ سے کافر ہوا۔ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی توہین کی یہ بھی بڑی وجہ کفر کی ہے۔

جرح بر بیان حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب گواہ مدعیہ

۲۴، ۲۵؍اگست ۱۹۳۲ء

۲۴؍اگست ۱۹۳۲ء...... جرح بر مرتضیٰ حسن گواہ مدعیہ باقرار صالح

سوال: جو شخص مرزا صاحب کو اہل سنت والجماعت کہے اور سمجھے اور یہ کہے کہ وہ ضروریات دین کے منکر نہیں وہ کافر ہے یا مسلمان؟

جواب: اگر وہ شخص مرزا صاحب کے حالات سے واقف ہے اور مرزا صاحب کے عقائد پر اس کی اطلاع ہے اور ضروریات دین سے انکار کی اس کو خبر ہے اور پھر بھی وہ مرزا صاحب کو مسلمان کہے تو وہ کافر ہے اور اگر مرزا صاحب کے حالات سے ناواقف ہے اور ان کے عقائد اور عبارات پر پوری طرح سے مطلع نہیں تو وہ معذور ہے۔ جو شخص مرزا صاحب کو دعویٰ مہدیت میں جھوٹا نہ سمجھے مرزا صاحب کے عقائد سے مطلع ہونے کے بعد کوئی شخص ان کو مہدی سمجھے وہ کافر ہے اور اگر ان کے عقائد سے واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ علماء نے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے اور ان علماء کو غلطی پر جانتا ہے اور مرزا صاحب کو دعویٰ مہدیت میں سچا سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ جو شخص مرزا صاحب کی کتابوں کو ان عقائد کو جو حق پر ہیں، پڑھ کر کہتا ہے کہ وہ درست ہیں تو وہ کافر نہیں اور عقائد کفریہ کو کہتا ہے کہ صحیح ہیں تو وہ کافر ہے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کی کتابوں کو بلا تخصیص پڑھ کر یہ کہے کہ وہ تمام حقائق ومعارف سے پر ہیں۔ چونکہ وہ عقائد کفریہ کی بھی تصدیق کرتا ہے، اس لئے کافر ہے۔ اگر اس کے ارادہ میں کوئی تخصیص ہے تو وہ معذور ہے۔ ایسے شخص کے متعلق جب تک کہ اس کا کلام سامنے نہ ہو کوئی رائے اس کے خلاف قائم نہیں کی جاسکتی۔ فتویٰ کے لئے جب تک متکلم کے حالات معلوم نہ ہوں، فتویٰ صادر نہیں کیا جاسکتا۔ فتویٰ کلام کے معنی معلوم ہونے پر ہوسکتا ہے۔ جب تک متکلم کے حال معلوم نہ ہوں تو جواب یہ دیا جائے گا کہ اگر مراد یہ ہے تو کافر، ورنہ نہیں۔ متکلم کے کلام میں اگر کوئی وجہ گنجائش ہو کہ جس میں متکلم کے بیان کی حاجت ہو تب اس کے متعلق اس سے پوچھا جائے گا اور اگر اس کا کلام صریح ہو اور اہل عرف اس کا مطلب سمجھنے میں قاصر نہ ہوں تو پھر اگر متکلم اپنی کوئی مراد خلاف اپنے کلام صریح کے بیان کرے گا تو وہ قابل قبول نہ ہوگا۔ جو شخص مرزا صاحب کے عقائد کے واقف ہونے کے بعد اور یہ معلوم کر کے کہ علماء نے انہیں کفر کا فتویٰ دیا ہوا ہے تو وہ خود بھی کافر ہو جاتا ہے اور اس کا نکاح فوری فسخ ہو جاتا ہے۔ اس کی اولاد ولد الزنا ہوگی۔ جو کتاب موسومہ اشارات فریدی اب پیش کی گئی ہے۔ میں اس کے مصنف کو نہیں جانتا۔ نہ میں نے اس کتاب کو پہلے دیکھا ہے۔ پھر کہا کہ اس کتاب کے صفحہ پر جو عبارت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اشارات فریدی کا تیسرا حصہ ہے۔ مجھے پتہ نہیں کہ محمد بخش صاحب خواجہ غلام فرید صاحب کے صاحبزادہ ہیں یا نہ۔ جو عبارت اس کتاب مذکورہ بالا کے صفحات ۶۹، ۷۰ پر الفاظ ذیل ''بعد ازاں فرمودند کہ ہماں اوقات مرزا صاحب بعبادت خداعزوجل...... ایں چنیں نیک مرد کہ اہل سنت والجماعت است بصراط مستقیم است وراہ ہدایت مے نماید افتادہ اند وبروے حکم تکفیر مے سازند کلام عربی را بہ بینند کہ از طاقت بشریت خارج است وتمام کلام اواز معارف وحقائق وہدایت بشریت است...... ہرگز منکر نیست۔'' یہ عبارت میں نے سن لی ہے۔ اس کتاب کے ص ۷۰ پر جو عبارت بالفاظ ذیل: ''فرمودند کہ مرزا صاحب بر مہدویت خود بسیار علامات بیان کردہ مگر ازاں بیان دو علامات درکتاب خود درج ساختہ بیان نمودہ است برتر وبدرجہ غایت بر دعویٰ مہدویت وگواہاند۔'' میں نے یہ عبارت بھی سن لی۔ اس کتاب میں

ہے۔ص ۱۳۳ پر جو عبارت ہے۔’’عرض کرد کہ قبلہ چوں حالات صفات حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام واوصاف مہدی موعود در مرزا صاحب یافتہ نے شوند...... حضور خواجہ فرمودند کہ اوصاف۔ مہدی پوشیدہ و بیاں ہستند شنید کہ در دل ہائے مردم نشستہ اند چہ عجب کہ ہمیں مرزا صاحب غلام احمد۔ مہدی باشند ھم چنیں است حال مہدی۔ پس اگر مرزا صاحب مہدی باشند امر مانع است۔‘‘

یہ عبارت میں نے سن لی ہے۔اسی کتاب میں ہے۔اس کتاب کے ص ۷۷ کی اوپر عبارت ذیل کے’’بعد ازاں...... ہم جوابش کفر نبودند‘‘ کو سن لیا ہے۔اس کتاب میں ہے۔میں اندازہ نہیں بتلا سکتا کہ میں نے مرزا صاحب کی کتنی کتابیں پڑھی ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان کی کتنی کتابیں ہیں۔مرزا صاحب کی ایک کتاب میں ہے کہ میں صاحب شرع جدیدہ نہیں ہوں۔ میں نے ان سب عبارتوں کو سن لیا ہے جو میں نے اپنے بیان میں پیش کی ہیں۔مرزا صاحب نے جو براہین میں شریعت کی تعریف کی ہے اور اپنے آپ کو صاحب شریعت ہونا فرمایا ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ہے۔ وحی سے جو احکامات ثابت ہوتے ہیں، وہی شریعت ہے۔ جتنی کتابوں میں مرزا صاحب کی وحی درج ہے وہ سب وحی شریعت ہے۔مرزا صاحب نے کسی کتاب میں تمام وحی کو جمع نہیں کیا۔انہوں نے کسی خاص کتاب کو شریعت قرار نہیں دیا۔لیکن ان کی جو جو وحی جس جس کتاب میں درج ہے وہ شریعت جدیدہ ہے۔مرزا صاحب نے شریعت کی یہ تعریف کی ہے کہ جس کی وحی میں امر بھی ہو اور نہی بھی ہو اور وہ کہتے ہیں کہ میرے دین میں امر بھی ہے اور نہی بھی ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ شریعت میں یہ ضروری نہیں کہ نئی چیزیں ہوں۔ رسول اکرم ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا اس میں بہت سے احکام ایسے ہیں جو توریت اور انجیل میں نازل ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ کو مرزا صاحب شریعت جدیدہ سمجھتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کی شریعت میں اور قرآن مجید میں بکثرت وہ احکام ہیں جو تورات اور انجیل میں آچکے ہیں تو مرزا صاحب کے نزدیک وحی جدید آنا اور شریعت جدید آنا ایک چیز ہے۔اگرچہ یہ وحی جدید الفاظ اور معنی میں بھی پہلی وحی کے بالکل مطابق ہو۔لہٰذا جتنی وحی مرزا صاحب کی ہے۔وہ مرزا صاحب کے فرمان کے مطابق سب شریعت جدیدہ ہیں۔

گو مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں یہ نہیں کہا کہ میری وحی وحی شریعت ہے۔لیکن اس تحریر میں کہ جو بالکل صراحت ہے۔انہیں کی عبارت ہے۔جس میں مرزا صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ اگر یہ کہو کہ صاحب شریعت دعویٰ کر کے ہلاک ہوتا ہے تو یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا ہے؟ جس کی وحی میں امر و نہی ہو۔ وہی صاحب شریعت ہے اور فرماتے ہیں کہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس کی بہت شرح کر کے آخری نتیجہ نکالتے ہیں کہ میرے مخالف اب بھی ملزم ہیں۔ یعنی میرا صاحب شریعت جدیدہ ہونا ثابت ہوگیا۔ جب مرزا صاحب نے اپنی وحی کو وحی شریعت جدیدہ قرار دیا اور یہ فرمادیا کہ مجھ پر ایمان لانا بھی باعث نجات ہے اور جو مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ وہ سب کافر ہیں اور یہ بھی فرمایا گیا۔ ان کی وحی پر کہ تم تمام آدمیوں کی طرف مبعوث کر کے بھیجے گئے ہو اور تمام دنیا کو اپنی نبوت کا اقرار کرنے کی دعوت دی تو ان کی سب کتابیں اشتہاری ہیں اور اگر مرزا صاحب نے اس مضمون کا کوئی اشتہار بھی دیا ہو کہ ان کے مریدان کی وحی کو وحی شریعت جانیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ دیا ہے یا نہیں دیا، یا مرزا صاحب نے جہاں لکھا ہے کہ قرآن اور حدیث باعث نجات ہے۔ یہ الفاظ ان کے نزدیک بالکل بے معنی ہیں۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ ضرور درج ہے کہ قرآن اور حدیث کے ذریعہ نجات جانو۔لیکن جب مرزا صاحب نے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی قرار دیا تو اب قرآن اور حدیث کے معنی وہی ہوں گے۔ جو مرزا صاحب بیان کریں گے تو معمول بہ مرزا صاحب کی وحی رہی نہ کہ قرآن اور حدیث۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ ہے کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ سال ۱۹۰۱ء کے ایک سال بعد تقریباً کوئی ایک کتاب ایسی نہ ہوگی جس میں نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ نہ ہو۔ سال ۱۹۰۱ء سے قبل بہت سی ایسی کتابیں ہیں۔ جس میں دعویٰ نبوت و رسول ہونے کا ہے۔ غالباً براہین احمدیہ میں بھی کوئی ایسی وحی مرزا صاحب نے نقل فرمائی ہے۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں یہ الفاظ صاف طور پر نہیں کہ وہ رسول ﷺ کو

خاتم النّبیین نہیں مانتے لیکن اس عبارت کا جو مفہوم ہے۔ اس سے مرزا صاحب کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی جدید یا قدیم نہیں آ سکتا اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ نبی کا آنا ضروری ہے۔ جس مذہب میں وحی نبوت نہ ہو وہ لعنتی وشیطانی مذہب ہے۔ یہ کہنے کے بعد کہ جس مذہب میں وحی نبوۃ نہ آئے وہ مذہب لعنتی اور شیطانی ہے۔

یہی مرزا صاحب نے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ میں نے احمدی جماعت کے بیعت فارم کو کبھی نہیں دیکھا۔ جو فارم پیش کیا گیا ہے، یہ بیعت فارم ہے، جو مرزا بشیر الدین احمد صاحب کی بیعت کے متعلق ہے۔ (اشتہار پیش عدالت کیا گیا) میں نے ازالہ اوہام کو اوّل سے آخر تک پڑھا ہے۔ اس کتاب کے ص۱۲۷ تقطیع خورد کو دیکھا ہے۔ اس پر عنوان ہمارے مذہب کے تحت مرزا صاحب نے الفاظ تحریر کئے ہیں، وہ میں نے پڑھے ہیں جو ص۱۳۸ کی تیسری سطر تک بالفاظ ملحد اور کافر ہے، تک ختم ہوتے ہیں۔ یہ عبارت اس کتاب میں موجود ہے۔ یہ سوال عدالت سے کہتا ہوں کہ جب تک مرزا صاحب نے یہ عبارت لکھی تھی۔ اس وقت تک مرزا صاحب مسلمان تھے اور جو عقائد اسی عبارت میں لکھے ہیں، وہ عقائد صحیح ہیں۔ مگر مرزا صاحب نے نہ بعد میں رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین مانا۔ جس کو میں اپنے بیان میں واضح کر چکا ہوں اور قرآن کو آخر الکتاب مانا۔ بلکہ مرزا صاحب کی وحی آخر الکتاب سمجھی جائے گی۔ کیونکہ مرزا صاحب کے نزدیک وہی آخر الوحی ہوگی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین اور قرآن کو آخر الکتاب نہ سمجھے یا قرآن شریف کے احکام میں ایک شوشہ کا تغیر وتبدل کرے، وہ جماعت مومنین سے خارج ہوکر ملحدوں کی جماعت میں سے ہے۔ اس واسطے مرزا صاحب اس تحریر کے مطابق مومنین کی جماعت سے نکل کر ملحدوں میں داخل ہوگئے۔ مرزا صاحب نے جہاں شرعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس کا حوالہ میں نے کتاب (درثمین ص۶) سے دیا تھا۔ اس صفحہ پر یہ الفاظ ہیں کہ (ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں اور قرآنی ربانی کتابوں کا خاتم ہے) لیکن بعد میں مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں۔ صاحب شریعت نبی ہیں اور ان کے بعد مرزا نبی رسول اللہ ﷺ کی مانند دنیا میں آ سکتے ہیں اور مرزا صاحب کی کتابوں کو اگر ایک جگہ جمع کیا جاوے تو اس کے کئی جز بنیں اور بعض احکام میں بھی تغیر وتبدل کیا ہے۔ جس کو میں اپنے بیان میں عرض کر چکا ہوں۔ لہٰذا مرزا صاحب صرف الفاظ کا اقرار کرتے ہیں۔ معنی کا اقرار نہیں کرتے۔ اس لئے کافر ہوئے۔

مرزا صاحب نے جس جس جگہ اپنے آپ کو نبی کہا ہے، اور اپنے منکروں کو کافر قرار دیا ہے اور جس جگہ نبی کی تعریف بیان کی ہے۔ وہی نبوت حقیقت کا دعویٰ ہے۔ جس کو مرزا محمود صاحب نے حقیقت نبوت میں اس طرح سے مفصل بیان کیا ہے کہ انکار کی گنجائش نہیں۔ اس پر کتاب حقیقت النبوۃ لکھی گئی جس میں مرزا محمود صاحب نے مرزا صاحب کی عبارتوں سے ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی حقیقی سمجھتے ہیں۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے۔ ''اگر حقیقی نبی کے یہ معنی ہیں کہ سچا نبی ہو۔ جھوٹا اور بناوٹی نہ ہو۔ تب تو ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب حقیقی نبی نہیں ہیں۔'' (حقیقۃ النبوۃ ص۳، انوار العلوم ج۲ ص۳۴۷)

مرزا صاحب نے کہا کہ جو شخص صاحب شریعت ہو اور رسول اللہ ﷺ سے الگ ہوکر براہ راست نبوۃ پاوے بایں معنی نبوۃ ختم ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نبی اس کو کہتے ہیں کہ جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳) پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ: ''یہ آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔''

(کتاب چشمہ معرفت ص۳۲۵، خزائن ج۲۳ ص۳۴۱) پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ: ''خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ جو کثرت مکالمت ومخاطبت کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہوں۔

(ص۱۲) میں کہتے ہیں کہ:’’جب کہ وہ مکالمہ ومخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جاوے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔‘‘ یہ تعریف نبوت حقیقی کی بھی سمجھی جائے گی۔ مرزاصاحب کا منکر ویسا ہی کافر ہے جیسا کہ اور انبیاء کا اور مرزاصاحب کی بعثت عام ہے اور ختم نبوت کا عقیدہ لعنتی اور شیطانی ہے۔ اس وقت سے مرزاصاحب نے نبوت کے یہ معنی کئے تھے۔ جس پر نبوت کا الہام ہو وہ نبی ہے۔ مرزاصاحب نے جب یہ فرمادیا کہ وہ نبی تشریعی نبی ہیں اور شریعت کی تعریف بھی کر دی تو اب کوئی مرتبہ نبوت حقیقی کا باقی نہیں رہتا۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے آنے کا حدیثوں میں وعدہ ہے۔ جس کے متعلق میں کل اپنے بیان میں ذکر کر چکا ہوں۔ حضرت مہدی کے آنے کا بھی وعدہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہوگا۔ صدی کے شروع میں ایک مجدد کے آنے کے متعلق حدیث میں آیا۔ مجدد کو نہ ماننے والے پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ مجدد پر دعویٰ ضروری ہے نہ اس کے دعویٰ کو ماننا ضروری ہے اور نہ اس کے نہ ماننے سے کوئی کفر عائد ہوتا ہے۔

مرزاصاحب نے حشر اجساد کا انکار کیا ہے اور یہ موجب کفر ہے۔ کتاب ازالہ اوہام میں یہ فقرہ اس کو ہم نے مانا کہ کامل درجہ دخول بہشت کا جو جسمانی، روحانی دونوں طور پر ہوگا کہ وہ حشر کے بعد ہوگا۔ ایک مستحق کو عطا کیا جائے گا۔‘‘(ازالہ اوہام ص۳۴۹، خزائن ج۳ ص۲۷۸) پر موجود ہے۔ لیکن مرزاصاحب نے اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص۳۴۹ تا ۳۵۱، خزائن ج۳ ص۲۷۸،۲۷۹) پر جو کچھ لکھا ہے وہاں درج ہے کہ یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔ اس سے قبل درج ہے کہ تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہیں کرے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے حشر اجساد نہیں ہے۔ مرزاصاحب کی کتاب (آئینہ کمالات اسلام ص۳۸۷، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر یہ الفاظ ’’والحقیقة حقیقة ان الجنت حق والنار حق وحشر الاجساد حق‘‘ لیکن یہ صرف الفاظ الفاظ ہی ہیں۔ صحیح معنی مراد نہیں ہیں جو کتاب مجھے ازالہ اوہام اب دکھلائی گئی ہے۔ اس پر سال ۱۸۹۱ء لکھا ہوا ہے۔ کتاب آئینہ کمالات پر سال ۱۸۹۲ء لکھا ہوا ہے۔ یہ حدیث ہے کہ قرآن شریف کے کئی کئی مطلب ہیں۔ مگر کوئی مطلب ایک دوسرے سے معارض نہیں ہوسکتا اور جو مطالب ظاہر کے علاوہ ہیں وہ لطائف اور اشارات کے درجہ میں ہیں۔ احکام شرعیہ کے ثابت کرنے کا وہی طریقہ ہے جو اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اس واسطے عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مخصوص کے ظاہری معنی میں کیا فرق ہے۔ اگر کوئی شخص ظاہری معنوں کو چھوڑ کر باطنی معنی بنائے گا۔ جیسا کہ فرقہ باطنیہ نے ایسا کیا ہے۔ اس کی علماء نے تکفیر کی ہے۔ اس واسطے کہ اس بنا پر شریعت کا کوئی حکم باقی نہ رہے گا کہ اس بنا پر قرآن کی باریکیاں اگر مومنین اس قابل ہوں گے تو ان پر معارف کھلیں گے اور قابل نہ ہوں گے تو نہ کھلیں گے۔ لیکن کوئی معنی کسی پر اگر منکشف ہوں اور وہ اصول شریعت کے مخالف ہوں۔ وہ مردود اور ناقابل اعتبار ہیں۔

قرآن شریف کے متعلق جو حدیث کتاب مشکوٰۃ باب فضائل قرآن میں سے بیان کی گئی ہے۔ اس کی سند مجہول ہے خود اس کتاب میں درج ہے۔ اختلاف معانی پر کی صورت میں یہ دیکھا جائے کہ دونوں اختلاف کرنے والے ایک ہی مرتبہ کے ہیں اور کسی ایک کے معنی قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہیں ہیں تو اس میں تکفیر نہیں ہوگی۔ لیکن اگر ایک کی جانب دلائل قطعیہ ہیں یا اجماع ہے اور پھر کوئی شخص اس کا خلاف کرے گا تو اس کا خلاف بالکل معتبر نہیں ہوگا۔ بلکہ ساقط ہے۔

(کتاب شہادت القرآن ص۲۵، خزائن ج۶ ص۳۲۰،۳۲۱) پر نفخ صور ہونے کے متعلق یہ عبارت ہے:’’اور نفخ صور دو قسم پر ہے۔ ایک نفخ اضلالی اور نفخ ہدایت جیسا کہ اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ نفخ فی الصور یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں۔ قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں

اور اس عالم سے بھی۔'' لیکن اس عبارت سے قبل یہ الفاظ ہیں: ''بارہوں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا ہے۔ جس کو کلام الٰہی میں نفخ صور کے استعارہ میں بیان کیا گیا ہے اور نفخ حقیقت میں دو قسم پر ہے۔ ایک نفخ اضلالی اور ایک نفخ ہدایت۔'' یہاں مرزاصاحب یہ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کا پیدا ہونا نفخ صور سے بطریق استعارہ بیان کیا گیا ہے اور نفخ حقیقت میں دو قسم پر ہے۔ ایک قسم اضلالی اور ایک نفخ ہدایت۔ مطلب یہ ہوا کہ نفخ کی کل دو قسمیں مرزاصاحب کے نزدیک ہیں یا نفخ گمراہی یا نفخ ہدایت۔ وہ نفخ صور جس کے متعلق عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے اس سے مرزاصاحب کا انکار معلوم ہوتا ہے۔

دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں وہ مرزاصاحب کے فرمانے کے مطابق سب شریعی تھے۔ کیونکہ شریعت کے معنی مرزاصاحب نے یہ لئے ہیں کہ جس کی وحی میں امرونہی ہو اور ہر نبی کے لئے کم سے کم اس قدر وحی ضروری ہے کہ لوگوں کو تبلیغ کرے کہ وہ اسے نبی مانے اور جو اسے نہ مانے وہ کافر ہے۔ جو شخص یوں کہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبی تشریعی نہیں آنے کا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی شرعی اور نبی حقیقی نہیں آنے کا۔ کسی مسلمان کا یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کی نبوت شرعیہ آپ کے بعد باقی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ نبی ہو اور صاحب کتاب نہ ہو۔ لیکن مرزاصاحب کے قول کے مطابق یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ کوئی نبی ہو اور تشریعی نہ ہو۔ مرزاصاحب کا یہ قول درثمین کی عبارت سے جو میں نے بیان کیا ہے اس سے اخذ ہوتا ہے کہ نبوت جو خدا کی طرف سے ہو وہ صرف شرعی نبوت ہے۔ اس کے سوا جو دعویٰ نبوت ہے وہ جھوٹا ہے انسان کامل کے وصف سے جو یہ فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت تشریعی بند ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد خدا کی طرف سے کوئی حقیقی نبی نہیں آسکتا۔ جس کو شریعت اور خدا نے نہیں کہا ہے۔ وہ نہیں آسکتا اس کے بعد جو دعویٰ ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔

قرآن مجید کے جو احکام قطعی اور درست ہیں ان کے اگر کوئی حدیث مخالف ہو اور کوئی معنی صحیح اس کے نہ بن سکتے ہوں اور یہ حدیث تواتر اور درجہ شہرت کو نہ پہنچی ہو تو اس حدیث کو چھوڑ دیا جائے گا۔ ورنہ اگر کوئی حدیث ایسی نہ ہو کہ امت نے اس کو لے لیا ہے اور قبول کرلیا ہے اور وہ کسی قطعی چیز کے مخالف نہیں ہے۔ اس حدیث کو لیا جائے گا اس تفصیل سے جو علم حدیث میں مفصل مذکور ہے۔ لا نبی بعدی کے معنی مرزاصاحب نے خود یہ کیا کہ نہ کوئی اگلا نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی پچھلا نبی۔ مرزاصاحب نے بعد کے معنی کوئی اور لئے ہوں تو اگر وہ صحیح نہیں ہیں تو میں ان سے اتفاق نہیں کروں گا۔ بعد کے معنی لغوی، پیچھے کے ہیں اس معنی کے سوا یہ لفظ قرآن اور حدیث میں اگر نہیں استعمال ہوئے تو میں نہیں سکتا میں نے ''لانبی بعدی'' کے وہ معنی لئے جو مرزاصاحب نے لئے ہیں اور مرزاصاحب نے اس کو خاتم النّبیین کی تفسیر قرار دے کر کہا رسول اللہ ﷺ نے یہ تفسیر کی ہے۔ میں نے بعدی کے وہی معنی لئے ہیں۔ جو علماء نے کئے اور خاتم النّبیین کے منکر کو کافر قرار دیا۔ قرآن شریف میں بعدی کے معنی پیچھے ہی کے ہیں۔ چاہے مرنے کے بعد ہو یا اس وقت میں ہو یا کسی وقت کے بعد مراد ہے۔ احادیث کی بعض روایات ممکن ہے کہ بالمعنی ہی ہوں اور بعض باالالفاظ ہی ہوں۔ اس کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو حدیث محل نبوت کی اینٹ کے متعلق میں نے کل بیان کی تھی اس میں ''من قبلی'' کے الفاظ ہیں۔ تیس جالوں والی حدیث میں نے کل پیش کی تھی۔ اس کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں، جن میں دجالوں کی تعداد ۷۰ تک بیان کی گئی ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ ۳۰ دجال پورے ہوچکے تو یہ اس کا خیال ہے۔ ہم اس کے پابند نہیں۔ میں امام ابوعبداللہ، محمد بن خلیفہ مالکی شارح صحیح مسلم کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ میں اس کے دوسرے شارح ابوعبداللہ محمد بن یوسف شوی کو بھی نہیں جانتا۔ ان دونوں کی رائے ہے کہ تیس دجال پورے ہوچکے۔ اس کے ساتھ وہ یہ نہیں کہتے کہ وہ فلاں فلاں شخص ہیں۔ کہتے ہیں کہ تاریخ دان اگر دیکھیں گے تو ان کو ظاہر ہوجائے گا۔ اس قسم کا مجہول قول اوّل تو حجت نہیں۔ جو شخص آٹھ جلدوں میں مسلم شریف کی شرح لکھے تین سطر میں لکھنا جن میں ۳۰ نام آجاویں مجہول کا مؤقف ہے۔

علاوہ ازیں تیس کے عدد سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ سرور عالم ﷺ نے تمام دجالوں کا عدد بیان فرمایا ہے یا بڑے بڑے دجالوں کا۔ اس کے سواتیس دجال ہیں۔نہیں کہا کہ ۳۰ میں ہوں گے۔ چنانچہ اس کی نظیریں دوسری حدیثوں میں ملتی ہیں۔ ۷۰ دجالوں والی حدیث مابعد کی ہر دو کتابوں میں ضعیف ہے۔

یعنی وہ طبرانی میں ہے۔البتہ ابن ماجہ میں ملتی ہے۔لیکن اگر ایک حدیث ضعیف ہو اور پھر اس کے اور طریقے بھی آئے ہوں تو اس میں فی الجملہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔اس ستر (۷۰) والی حدیث میں صرف یہ لفظ ہے کہ وہ دجال ہوں گے۔ نبی نہیں ہوں گے۔(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۵۶۴) پر ’’خاتم النبیین‘‘ کے لفظ کے ساتھ سابقین کا لفظ بھی ہے۔لیکن وہاں یہ لفظ ہمارے لئے مفید مطلب ہے اور ہونا چاہئے تھا۔اگر نہ ہوتا تو مراد ہی تھی۔اس واسطے کہ خاتم النّبیین کے معنی سب سے پچھلا نبی۔ پچھلا باعتبار سابق کے ہوگا۔یعنی پچھلا وہ ہے جو سابق کے بعد آوئے اور میں ہی نہیں کہتا مرزاصاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ کیونکہ مرزاصاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا آنا جائز رکھا جاوے تو بجائے محمد رسول اللہ ﷺ کے عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء اور خاتم النّبیین ٹھہریں گے۔معلوم ہوا کہ مرزاصاحب کے نزدیک بھی خاتم النّبیین کے معنی یہی ہوں ہیں۔ جو نبیوں سے سب سے پچھلا ہو اور پچھلا باعتبار سابق کے ہوگا۔لہٰذا سابقین کا لفظ ضروری تھا۔

خاتم النّبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ سب سے پچھلے نبی ہیں۔آپ ﷺ سب سے پچھلے نبی ہوئے تب کسی شخص کو نبوت نہ ملے گی۔حقیقت رسول اللہ ﷺ کی جیسی ثابت ہوئی ہے کہ جب یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہیں آنے کا، پچھلے نبیوں کا بند کرنا کوئی معنی نہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے دہن مبارک سے یہ حدیث سنی ہے کہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا سوائے سچے خوابوں کے۔اس حدیث کو سننے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کیسے ان کی قائل ہوسکتی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی ہوسکتا ہے۔ضرور ان کے کلام کا یہی مطلب لیا جائے گا کہ ان کوئی بددین ’’لا نبی بعدی‘‘ کے عموم سے نفع نہ اٹھاوے اور یہ کہے کہ آپ ﷺ کے بعد قدیم اور جدید کوئی نبی نہیں آئے گا۔اس واسطے فرمادیا کہ ایسا لفظ ہی مت کہو۔سیدھا لفظ کہو خاتم النّبیین یعنی سارے نبیوں کے پیچھے آنے والے۔اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا، خاتم النّبیین کے موافق رہا۔مخالف نہ رہا۔ یہ اعتراض کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ نبی ہوں گے یا نہیں۔ اگر نہ ہوں گے تو منصب نبوت سے معزول ہونا لازم آتا ہے تو کیا گناہ ہوا؟ کہ وہ معزول ہو گئے اور وہ (معزول) نہیں ہوں گے تو رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء نہ ہوئے وہ خاتم الانبیاء ہوں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور نبی ہوں گے نبوت سے معزول شدہ نہیں ہوں گے۔ جیسے اور انبیاء سابقین اس وقت نبی ہیں، اس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھی اس وقت نبی ہیں۔مگر چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو رسول الیٰ بنی اسرائیل فرمایا گیا تھا۔اب بھی وہ رسول ’’الیٰ بنی اسرائیل‘‘ ہی ہیں۔نہ وہ پہلے ہماری طرف مبعوث تھے اور نہ اب، نہ پہلے ہم ان کی امت تھے نہ اب۔ہاں! ’’لا نفرق بین احد من رسلہ‘‘ کے حکم سے ان کی نبوت کا ماننا ہم پر فرض ہے۔امر ہے اور رہے گا۔ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔مگر وہ منصب نبوت پر نہیں ہوں گے۔تاکہ سرور عالم ﷺ کی خاتم النّبیین میں فرق آوے۔

مرزاصاحب کا نبی ہونا بے شک آپ ﷺ کے ختم نبوت کے مخالف ہے۔خاتم النّبیین کے معنی بھی یہی ہیں کہ وحی آپ ﷺ کے بعد منقطع ہے۔ مجھے وحی کے منقطع ہونے کی دیگر آیات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ختم نبوت کی جس قدر آیات ہیں وہ سب وحی کے سلسلہ کو منقطع ہونا ظاہر کرتی ہیں۔’’لانبی بعدی‘‘ کی حدیث جو تواتر کے درجہ کو پہنچتی ہے،اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وحی آپ ﷺ کے بعد منقطع ہے۔دوسرا آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد دجال آئیں گے۔اس سے بھی وحی منقطع ہونا ظاہر ہوتی ہے۔تیسرا یہ فرمایا کہ میرے

بعد نبوت میں کچھ باقی نہیں ہے اور یہی بکثرت احادیث ہیں۔ وہ وحی جو مختص بالنبوت ہے، جب نبوت بند ہوگئی تو وہ بھی بند ہوگئی۔ اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ نہ کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ مگر وحی وہی ہو جو وحی نبوت ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ مطلق وحی کے دعویٰ کو کفر نہیں کہا گیا۔ قرآن سے ثابت ہے کہ شہد کی مکھیوں کو بھی وحی ہوتی ہے۔ بعض جگہ پر مجازاً الہام کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے انقطاع کا بھی دعویٰ نہیں۔ دعویٰ صرف اس قدر کہ وحی نبوت منقطع ہے۔ اب اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے۔ اگر دعویٰ وحی کی تصریح نہ ہو جب بھی کافر، اور اگر وحی نبوت کا دعویٰ کرے، اگرچہ نبوت کا دعویٰ واقعتاً نہ ہو۔ مگر چونکہ وحی نبوت نبی کو ہوگی۔ لہٰذا وہ بھی کافر ہوگا۔

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۳، خزائن ج۱۱ ص ۲۸۷، ۲۸۹) کے شروع میں یہ فقرہ ہے۔ ایک مردہ پرست شخص مسیح نام نے فتح گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور سے، پھر اپنی پہلی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہے۔ اس سے...... جا کر یہ عبارت شروع ہوتی ہے کہ: ''اس نادان اسرائیلی نے...... الفاظ ہاں ہاں آپ کو بدزبانی کی عبادت تھی۔ اس سے قبل یہ الفاظ ہیں کہ متی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔'' اس کے آگے کے الفاظ مرزاصاحب کے اپنے معلوم ہوتے ہیں۔ (ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰) پر ایک فقرہ ہے کہ ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں۔ لیکن اس فقرہ کو گالی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ گالی مرزاصاحب کی اپنی طرف سے ہے۔

کتاب خزائن الاسرار کو میں نے اب دیکھا ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱) پر یہ عبارت ہے۔ لیکن ''کہ ان چار میں تین گناہ گار ہیں...... میں نے داؤد سے زنا کیا تھا۔'' مرزاصاحب نے اپنی کتاب میں یہی الفاظ نہیں لکھے۔

سوال عدالت:

مرزاصاحب نے کتاب (انجام آتھم ص۹، خزائن ج۱۱ ص۲۹۳) پر کہا کہ یسوع کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں اور کہ انہوں نے یسوع کو گالیاں دی ہیں، مسیح کو نہیں دیں۔ میں نے توضیح المرام کی عبارت سے یہ ثابت کیا کہ مرزاصاحب کے نزدیک یسوع اور مسیح ایک ہیں اور اسی مضمون کو میں نے ست بچن سے ثابت کیا ہے کہ یہاں یسوع مسیح ابن مریم مرزاصاحب کے نزدیک ایک ہے۔ یہ فوٹو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اور نہ اس کے تحت کی عبارت پڑھی ہے۔

(کشتی نوح ص۶۵ حاشیہ، خزائن ج۱۹ ص۷۰) میں یہ عبارت ہے کہ: ''عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔'' اس کے بعد اس حاشیہ میں یہ الفاظ ہیں کہ: ''قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا۔'' مجھے معلوم نہیں کہ اس کتاب میں قرآن شریعت کی تعلیم اور انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کیاگیا ہے۔ اس کتاب کے جس حاشیہ سے میں نے حوالہ دیا ہے۔ میں نے اس حاشیہ کو پورا دیکھا ہے اور اس سے جو کچھ میں نے نتیجہ نکالا وہ میں نے بیان کردیا ہے۔

میرے لئے ضروری نہ تھا کہ میں تمام کتاب پڑھتا۔ میں نے خزائن الاسرار کل دیکھی ہے۔ اس سے پہلے نہیں دیکھی کتاب (ازالہ اوہام ص۸، خزائن ج۳ ص۱۰۶، ۱۰۷) کا حوالہ میں نے دیا تھا، اس کے آگے کے الفاظ ہیں کہ: ''اس مقام میں زیادہ تر تعجب یہ ہے...... دیکھو کتاب (لوقا باب:۲۲، تقطیع خورد ص۸ و تقطیع کلاں ص۴) اس عبارت کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ اب خیال کرنا چاہئے کہ حضرت مسیح میں اختیاری طور پر جیسا کہ عیسائیوں کو خیال ہے...... کوئی معجزہ دکھاتے۔'' اس کے آگے متی باب بارہ آیت ۹ تا ۱۳ کا حوالہ بھی ہے۔ میں نے جو حوالہ پیش کیا ہے اس سے ان عبارتوں کا کوئی تعلق نہیں۔ میں نے پیش کیا ہے کہ مرزاصاحب کی طرف سے جو اس توہین اور گالیوں کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ عیسائیوں کو الزامی جواب دیا ہے، یہ غلط ہے۔ اس واسطے کہ (ازالہ اوہام ص۵، خزائن ج۳ ص۱۰۵) پر مرزاصاحب نے مولویوں اور خشک زاہدوں کو یعنی مسلمانوں کو مخاطب کر کے پھر عیسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کئے ہیں۔ جہاں مولویوں اور زاہدوں کو مخاطب کیا ہے

اور جو فقرے میں نے اپنے بیان میں لکھوائے ہیں کہ وہ میری رائے میں ایک ہی سلسلہ ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ سے قبل بعض دفعہ ایسا ہوا کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ نبی ہوئے۔ موسیٰ شریعت کا علم سیکھنے کسی سے نہیں گئے تھے۔ دین سیکھنے کے لئے نہیں گئے۔ رشد سے مراد میں سچی باتیں لیتا ہوں اور سچی باتیں وہ سیکھنے گئے تھے۔ کتاب (دافع البلاء ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۹) کی عبارت جو میں نے لکھوائی ہے۔ اس سے ماقبل یہ الفاظ ہیں: ''جن لوگوں نے ان کو خدا بنایا، جیسے عیسائی۔'' میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں کوئی راست باز آدمی موجود تھا یا نہ قرآن شریف میں جو یہ آیا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کو قرآن میں خدا نے حصور فرمایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو حصور نہیں کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا نے ان قصوں کو صحیح سمجھا جو مرزاصاحب نے درج کئے ہیں۔ جو قصے اس کتاب میں درج ہیں یہ قرآن یا انجیل میں ہیں یا نہ۔ میں نے انجیل میں جو فوٹو درج ہیں، آج دیکھے ہیں۔ یہ فوٹو پہلے انجیل میں نہ تھے۔ یہ بعد میں کسی نے بنائے ہیں۔ جس حاشیہ کا میں نے کتاب دافع البلاء سے حوالہ دیا ہے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے گالیاں دینے سے تعلق رکھتا ہے۔

(درثمین ۲ص۲۳) پر یہ الفاظ ہیں۔ کتاب (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۴۸۹، خزائن ج۳ ص۳۶۲) پر یہ الفاظ ہیں اور اس زمانہ کے پادریوں کی دجالیت...... سو حضرت مسیح ابن مریم نے خدائی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ کتاب (ترپاق القلوب ص۷۷، خزائن ج۱۵ ص۳۰۵) پر یہ عبارت ہے کہ: ''حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔'' ایسا مسیح جس کے یہ کلمات ہوں۔ راست باز نہیں ٹھہر سکتا۔ اس پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی کا فرضی نام رکھ کر گالیاں دے تو اسی کو گالیاں دینا ہے۔ جیسے عیسائی اپنے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ باتیں کہتے ہیں جو بھی پیغمبر اور رسول ہیں۔ اگر مرزاصاحب کے دل میں عیسیٰ علیہ السلام کی کچھ عظمت ہوتی تو اس مضمون کو یوں ادا فرماتے کہ عیسائیوں کے کہنے پر یہ چیزیں لازم آتی ہیں۔ جس سے عیسیٰ علیہ السلام قطعاً اور یقیناً پاک تھے۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایسی باتیں کہے، ہم اسے کافر سمجھتے ہیں۔ اگر ایک جگہ کوئی شخص کسی کو گالیاں دے دے اور دوسری جگہ تعریف کرے تو تعریف کر دینے سے گالیاں مرتفع نہیں ہوسکتیں۔ مرزاصاحب نے جو عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔ وہاں ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے عیسیٰ علیہ السلام کی برأت کی ہو اور یہ فرمایا ہو کہ یہ عیسائیوں کا خیال ہے۔ مگر ہمارے نزدیک غلط اور کفر ہے۔ بروزی، ظلی اور مجازی نبوت کی اصطلاحیں جو مرزاصاحب نے بیان کی ہیں یہ شریعت میں نہیں ہیں۔ اگر کسی نے اپنی کوئی اصطلاح مقرر کی ہو تو ہر شخص کو اختیار ہے۔ مرزاصاحب نے ان الفاظ کو بول کر آخر میں معنی وہی مراد لئے ہیں کہ جو نبوت شرعیہ اور تشریعی کے ہیں۔ لہٰذا نبوت کے ساتھ ایسے الفاظ کو ملانے سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں یہ الفاظ مرزاصاحب کے ابتدائی ہیں اور انہیں میں دعویٰ نبوت حقیقتاً شرعیہ یا تشریعی ہے جو میں بیان کر چکا ہوں۔

مرزاصاحب نے جو ظلی نبوت کے معنی فرمائے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ سارے انبیاء سابقین رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک صفت میں ظلی ہیں اور مرزاصاحب تمام صفات میں ظل ہیں۔ اس کے سوا مجھے اور معنی معلوم نہیں کہ مرزاصاحب نے کیا کئے ہیں۔ کتاب (حقیقت الوحی ص۲۸، خزائن ج۲۲ ص۳۰) پر یہ درج ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمد سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ مگر مرزاصاحب کا یہ فرمانا ختم نبوت کے خلاف ہے۔ جس کو مرزاصاحب نے فرمایا ہے کہ اس کا انکار کرنا کفر ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جتنی نبوت سابقہ ہیں۔ وہ بھی سب فیض محمدی ہیں۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام وغیرہ ہزاروں کی تعداد میں پہلے بھی آئے پھر بھی ایسے ہی حقیقی نبیوں کا آنا قیامت تک باقی ہے۔ جو مرزاصاحب کے اقرار سے اور تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے۔ کتاب (توضیح المرام ص۲۳، خزائن ج۳ ص۶۲) پر یہ عبارت ہے کہ: ''لیکن اگر اس جگہ یہ استفسار ہو...... چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہوسکے۔'' یہ قول مرزاصاحب نے کسی زمانہ میں کیا ہوگا۔

مگر مرزا صاحب کا جو آخری عقیدہ ہے وہ اس کے بالکل مخالف ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ کتاب ''توضیح المرام'' کب لکھی گئی۔ مرزا صاحب یہ دعویٰ فرماتے ہیں کہ عین ہی محمد اور عین ہی احمد ہوں۔ میں وہی محمد ہوں جو بروزی رنگ میں دوبارہ آیا۔ محمد ﷺ کی نبوت محمد کو ہی ملی کسی اور کو نہیں ملی اور پھر مرزا صاحب نے یہ بھی فرمایا: جیسے ان کے صاحبزادوں نے نقل کیا ہے کہ مرزا صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی پہلی بعثت کو ہلال سے تعبیر کیا اور بعثت ثانیہ کو بدر سے، اور ظاہر ہے کہ بدر اعلیٰ اور اکمل ہے، ہلال سے تو مرزا صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے نسبت کا بھی دعویٰ کیا اور افضلیت کا بھی دعویٰ کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ بیان پہلے کے متناقض اور مخالف ہے۔ کتاب (توضیح المرام ص۲۳، خزائن ج۳ ص۶۲) پر جو اشعار پڑھے گئے، جو موجود ہیں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ مرزا صاحب کے اپنے اشعار ہیں یا کسی اور کے۔ کتاب (آئینہ کمالات ص۳۸۷، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر یہ الفاظ ہیں کہ: ''نعتقد ان رسولنا خیر الرسول وافضل المرسلین. وخاتم النّبیین و افضل من کل من یاتی وخلا''

لیکن یہ لفظ لفظ ہیں۔ ان کا معنی مقصود نہیں۔ کتاب (ایک غلطی کا ازالہ ص۳،۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰،۲۱۱) پر یہ عبارت ہے کہ: ''بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے ......'' بعض حدیثوں میں کہ مجھ میں سے ہوگا۔ مرزا صاحب کے ہاں دونوں فقروں میں کہ میں ظلی طور پر محمد ہی ہوں اور میں محمد ﷺ ہوں کوئی فرق نہیں میرے نزدیک ظلی کوئی اصطلاح نہیں۔ میں عین محمد ہوں، یا میں محمد ہوں۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں محمد یا عین ہی محمد ہوں اور اگر کوئی اس کے قائل کا مسلمان ہونا معلوم ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی اس سے غرض واقعی نبیت یا نبوت ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ کوئی معنی مجازی ہیں تو وہ مسلمان ہے اور اگر اسے متکلم کا حال معلوم ہی نہیں یا حال معلوم ہے اور اس کے کلمات بھی کفریہ ہیں۔ وہ قطعاً ویقیناً مرتد ہو چکا ہے یا اس کی غرض اس کلام سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دعویٰ مساوات یا اپنی نبوت کا ثابت کرنا ہے تو وہ شخص بے شک قطعاً کافر ہے۔ ایک ہی کلام دو شخصوں کا ہو اور ان دونوں شخصوں کا حال یکساں ہو تو بے شک حکم ایک ہی ہوگا۔ لیکن جب دونوں کے حالات مختلف ہیں تو جو متکلم کی مراد معلوم ہوگی۔ اس کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ ان فقرہ جات کا کہ میں محمد ہوں یا کہ میں عین ہی محمد ہوں۔ یقینی مطلب جب تک متعین نہ ہو اور متکلم کا حال معلوم نہ تب تک اس پر کوئی خاص متکلم کے لئے حکم نہ دیا جائے گا۔

کلمہ کفر ہونا اور چیز ہے اور متکلم پر حکم کفر لگانا اور چیز ہے۔ یہ کلمہ بے شک کفر کا ہے۔ مگر خاص متکلم پر حکم لگانے کی وہ تفسیر ہے جو اوپر بیان کی گئی۔ بہت سے صوفیوں سے انا الحق اور سبحانی و ما اعظم شانی اور اس قسم کے کلمات مذکور ہیں جو اپنے معنی کے لحاظ سے کفر ہیں۔ مگر چونکہ متکلم کا حال معلوم نہیں کہ اس نے حالت سکر یا مغلوب الحال ہو کر کہا ہے۔ اس واسطے ایسی صورتوں میں تکفیر سے بڑی احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم بعض وقت تحفظ شریعت کے لئے فتویٰ کفر بھی دیئے گئے اور بعضوں کو قتل بھی کیا گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا جو کلمات کتاب تذکرہ اولیاء سے بایزید بسطامی کے نام کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ کسی ولی کامل کا اور متقی پرہیزگار کی نسبت کسی کلمہ کفر کا نسبت کرنا جب تک بار وایت صحیح ثابت نہ ہو جائے، جائز نہیں۔ اگر ثابت ہو جائے تب اس میں وہ تفصیل ہے جو اوپر بیان کی جا چکی ہے۔

بادشاہ کو ظل اللہ کہا جاتا ہے، مگر اس کے نزدیک معنی مجازی با تفاق مراد ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے اور یہ دعویٰ کرے کہ ظل اور ذی ظل ایک ہوتا ہے اور چونکہ حدیث میں یا قول میں سلطان کو ظل اللہ کہا گیا ہے۔ لہٰذ میں عین ہی خدا ہوں یا تم میرے لئے نماز پڑھو اور عبادت کرو۔ ورنہ تم کافر ہو جاؤ گے۔ جیسا کہ خدا کے انکار کرنے سے کافر ہوتے ہو تو ایسا شخص ظل اللہ کہنے والا قطعاً کافر ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے ظل محمد ﷺ اپنے کو کہہ کر یہی چیزیں ہم سے منوانے کا دعویٰ کیا کہ جو رسول اللہ کے لئے تھیں۔ اگر کوئی مدعی نبوت دعویٰ نبوت کر کے کسی نبی کی توہین کرے تو وہ کافر ہے۔ حدیث بخاری باب بنی اسرائیل میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ لیکن ان کو جھوٹ کہنا باعتبار ظاہر کے ہے۔ ورنہ حقیقت میں ایک بھی جھوٹ نہ تھا۔ (قول فیصل ص۴)

پر یہ الفاظ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کمالات سلسلہ نبوت میں رکھے مجموعی طور پر وہ ہادی کامل پر ختم ہو چکے ہیں۔اب ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے مجددین کے ذریعہ سے دنیا پر الہام پر تو ڈالتے رہیں گے۔ یہ قول مرزا صاحب کا یہ بتاتا ہے کہ اب فقط مجدد آئیں گے۔ جیسا کہ مرزا صاحب سے پہلے بہت سے مجدد گزر چکے۔اب جو مرزا صاحب اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں اور دروازہ نبوت کا کھولتے ہیں اور ہزاروں نبیوں کے آنے کو جائز فرماتے ہیں۔اس قول سے مرزا صاحب کافر ہوئے اور دونوں قول متعارض ہوئے تاہم رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ صدیق تھے۔حضرت ابوبکر ؓ میں چونکہ یہ صفت بہت بڑھی ہوئی تھی۔اس واسطے ان کو یہ لقب دے دیا گیا۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ اور صدیق نہ تھے۔اگر ایک خاص صفت میں کوئی دوسروں سے بڑھ جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں میں یہ صفت نہیں آسکتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو بھی صدیقہ کہا گیا۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی بعض روایت میں رسول اللہ ﷺ نے صدیق کہا ہے۔

(نوٹ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صدیق لقب دیئے جانے کے متعلق حوالہ طلب کیا گیا۔چونکہ غیر متعلق ہے۔اس لئے گواہ سے نہیں پوچھا گیا۔’’علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل‘‘ کی حدیث بیان کی جاتی ہے۔لیکن اس کی سند میں گفتگو ہے۔ (محمد اکبر)

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد ہوں گے۔

سوال مکرر: میں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی نسبت جن کی کتابوں کے تحت کل مجھ سے دریافت کیا گیا تھا،تحقیق کی ہے۔مرزا صاحب (انجام آتھم ص۶۹،خزائن ج۱۱ص۶۹) پر فرماتے ہیں کہ:’’اب ہم ان مولویوں،حاجیوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں کہ جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی،اور بعض کافر کہنے سے سکوت اختیار کرتے ہیں۔مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔بہرحال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں۔جو مکفر یا مکذب ہیں۔‘‘ان کے ساتھ مرزا صاحب نے دو گروہوں کی فہرستیں دی ہیں۔ان فہرستوں کا عنوان یہ ہے کہ وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں۔یہ ہیں۔اس فہرست میں ہندوستان کا کوئی بڑا مولوی ایسا نہیں۔جس کا اس میں نام نہ ہو۔ہندوستان کے علاوہ بنگلور،دیوپور،پالم تک کے علماء بھی اس میں شامل ہیں۔

علماء کے نام ختم کرنے کے بعد سجادہ نشینان کے نام لکھے ہیں۔اس فہرست میں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑان علاقہ بہاول پور کا نام نمبر۵ پر ہے۔ان کا نام (ص۷۱) پر ہے اور ص۷۲ تک یہی سلسلہ چلا گیا ہے۔آخر میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے۔لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہنچا تو وہ اطلاع دیں تاکہ یہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جاوے۔اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مکفر اور مکذب سمجھتے تھے۔

جو کلمات حالت سکر میں بعض اولیاء سے نکلتے ہیں۔ایسی حالت سکر انبیاء پر طاری نہیں ہوتی۔کوئی کلمہ خلاف شریعت اور خلاف احکام خداوندی،انبیاء علیہم السلام سے نہیں نکل سکتا کیونکہ وہ مجسمہ ہدایت ہوتے ہیں اور ہدایت ہی کے لئے آتے ہیں اگر ان کے کلام میں وہ چیزیں بھی ہوں جو خلاف شرع ہیں تو انبیاء علیہم السلام علی الاطلاق متبع نہیں رہنے کے کہ ہر چیز میں جو ان سے مخصوص نہیں ہے۔ان کی اتباع کی جاوے۔عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مرزا صاحب نے جو ناپاک قصے منسوب کئے ہیں۔وہ قرآن میں نہیں ہیں۔

جرح مکرر (ص۶۹،خزائن ج۱۱ص۶۹) باقی عبارت سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ غلام فرید صاحب کو مباہلہ کے لئے بلایا گیا۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۸،۳۹،خزائن ج۱۱ص۳۲۲،۳۲۳،۳۲۴) پر خواجہ غلام فرید صاحب کے ذکر کے ساتھ جو خط خواجہ صاحب کا نقل کیا گیا ہے۔یہ بدوں شہادت کے قبول نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خط خواجہ صاحب کا اپنا تحریر شدہ ہے۔

سن کر درست تسلیم کیا۔

(دستخط صاحب جلیس محمد اکبر)

بیان امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری گواہ مدعیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہاولپور کا معرکۃ الآراء تاریخی مقدمہ

۱۹۳۲ء کی تیسری سہ ماہی میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب بوجہ علالت چند ہفتوں کے لئے ڈابھیل سے دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب طبع مبارک قدرے روبصحت ہوئی تو ڈابھیل مراجعت فرمانے کا عزم فرمایا اور رخت سفر تیار کیا کہ اچانک حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب کا صحیفہ گرامی موصول ہوا۔ جس میں اہالیان بہاولپور کی اس آرزو کا اظہار تھا کہ حضرت بہاولپور تشریف لاکر حق وباطل کے اس مقدمہ میں شہادت قلم بند کرائیں۔

حضرت نے معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈابھیل کا سفر معرض التواء میں ڈال کر بہاولپور کا قصد فرمایا اور باوجود پیرانہ سالی وشدید ضعف وعلالت کے دیوبند سے بہاولپور تک کا صعوبت انگیز سفر اختیار فرمایا۔ ۱۹؍اگست ۱۹۳۲ء بروز جمعۃ المبارک سرزمین بہاولپور کو قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔

حضرت کی بہاولپور آمد کے ساتھ ہی تمام ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکوز ہوگئیں اور اس نے لافانی شہرت اختیار کرلی۔ پنجاب اور سندھ کے اکثر علماء دین بہاولپور پہنچ گئے۔ آپ کی قیام گاہ پر ہمہ وقت زائرین کا اژدہام رہتا تھا۔ ۲۵؍اگست ۱۹۳۲ء کو جب یہ رأس المحدثین اپنی شہادت قلم بند کرانے عدالت میں پہنچا تو کمرہ عدالت ذی علم علماء دین ومشاہیر ووزراء واکابرین قوم سے مکمل طور پر معمور تھا۔ عدالت کے باہر میدان میں عوام کا ایک جم غفیر موجود تھا جس میں اہل ایمان کے علاوہ اہل ہنود بھی شامل تھے اور ہر شخص حضرت کے ارشادات گرامی سننے کے لئے مضطرب تھا۔ آپ کا یہ بیان ۲۸؍اگست ۱۹۳۲ء تک جاری رہا۔ جب کہ ۲۹؍اگست کو جلال الدین شمس قادیانی مختار فریق ثانی نے آپ پر جرح کی۔ حضرت نے مندرجہ ذیل پانچ وجوہ پیش کر کے مرزاقادیانی اور اس کے متبعین کی تکفیر کا ثبوت پیش فرمایا: (۱)دعویٰ نبوت۔ (۲)دعویٰ شریعت۔ (۳)توہین انبیاء علیہم السلام۔ (۴)انکار متواترات وضروریات دین۔ (۵)سب (گالی دینا) انبیاء علیہم السلام۔

حضرت نے اپنے دلائل قاطع وبراہین ساطع سے مرزاغلام احمد قادیانی کی باطل نبوت اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد پورے عالم میں ابیض من الطمس کردیا (حضرت کا یہ بیان علم وعرفان کا ایسا بحر ذخّار ہے جس کی گہرائیوں میں گراں قدر اور بے بہا موتی بھرے ہوئے ہیں)

مقدمہ بہاولپور کے ساتھ ویسے تو بہت سے تاریخی واقعات وابستہ ہیں۔ قارئین گرامی کی بہرہ اندوزی کے لئے یہاں پر صرف تین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱...... مؤرخہ ۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء کو جب جلال الدین شمس قادیانی مختار مدعا علیہ حضرت شاہ صاحب پر لایعنی جرح کر رہا تھا تو حضرت

شاہ صاحب موصوف کی زبان مبارک سے ’’غلام احمد جہنمی‘‘ کا لفظ نکلا جس پر مختار مدعا علیہ نے شدید احتجاج کرتے ہوئے جرح بند کر دی اور عدالت سے درخواست کی کہ حضرت شاہ صاحب کو حکم فرمایا جائے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ عدالت کا کمرہ علماء فضلاء ومشاہیر سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان حضرات نے مشاہدہ کیا کہ حضرت پر ایک خاص کیفیت وجد طاری ہوگئی۔ چہرہ مبارک نور سے منور ہوگیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک جلال الدین شمس قادیانی کے کاندھے پر رکھ کر فرمایا: ’’ہاں ہاں! مرزا غلام احمد قادیانی جہنمی ہے۔ دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ جہنم میں کیسے جل رہا ہے؟‘‘

حضرت شاہ صاحب کے ان الہامی کلمات سے مرزائیوں پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جلال الدین شمس قادیانی نے فوراً حضرت شاہ صاحب کا دست مبارک اپنے کندھے سے ہٹا دیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیں تو میں اسے شعبدہ بازی کہوں گا۔

بفضل تعالیٰ آج بھی بہاول پور میں بالخصوص اور برصغیر میں بالعموم ہزاروں افراد موجود ہیں جو اس تاریخی واقعہ کے عینی شاہد ہیں۔

۲...... ۲۶؍اگست ۱۹۳۲ء کو یوم جمعۃ المبارک تھا۔ جامعہ مسجد الصادق بہاول پور میں آپ نے جمعہ کی نماز ادا فرمانا تھی۔ مسجد کے اندر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ قرب وجوار کے گلی کوچے نمازیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ نماز کے بعد آپ نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: ’’میں بواسیر خونی کے مرض کے غلبہ سے نیم جاں تھا اور ساتھ ہی اپنی ملازمت کے سلسلہ میں ڈابھیل کے لئے پابہ رکاب کہ اچانک شیخ الجامعہ صاحب کا مکتوب مجھے ملا جس میں بہاول پور آکر مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے لکھا گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس کوئی زادراہ ہے نہیں۔ شاید یہی چیز ذریعہ نجات بن جائے کہ میں حضرت محمد ﷺ کے دین کا جانبدار بن کر یہاں آیا ہوں۔‘‘

یہ سن کر مجمع بے قرار ہوگیا۔ آپ کے ایک شاگرد مولانا عبدالحنان ہزاروی آہ وبکا کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور مجمع سے بولے کہ اگر حضرت کو بھی اپنی نجات کا یقین نہیں تو پھر اس دنیا میں کس کی مغفرت متوقع ہوگی؟ اس کے علاوہ کچھ اور بلند کلمات حضرت کی تعریف وتوصیف میں عرض کئے جب وہ بیٹھ گئے تو پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ: ’’ان صاحب نے ہماری تعریف میں مبالغہ کیا۔ حالانکہ ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے اگر ہم تحفظ ختم نبوت نہ کر سکیں۔‘‘ (کمالات انوری)

۳...... جب بہاول پور سے بیان دے کر واپس دیوبند جانے لگے تو اپنے شاگرد حضرت مولانا محمد صادق بہاول پوری سے فرمایا کہ اگر فیصلہ میری زندگی میں ہوا تو خود سن لوں گا۔ اگر میرے مرنے کے بعد فیصلہ ہو تو میری قبر پر آکر سنا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی کہ فیصلہ سے پہلے آپ کا وصال ہوگیا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق مولانا محمد صادق بہاول پوری نے دیوبند جا کر آپ کی مزار انور پر اس فیصلہ میں اہل اسلام کی کامیابی کی نوید عرض کی۔ (فقیر: اللہ وسایا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۵/اگست ۱۹۳۲ء

بیان گواہ مدعیہ　　باقرار صالح

سید محمد انور شاہ ولد معظم شاہ ذات سید سکنہ کشمیر عمر ۵۵ سال

ایمان اور کفر کی حقیقت

کسی کے قول کو اس کے اعتماد پر باور کرنے اور غیب کی خبروں کو انبیاء علیہم السلام کے اعتماد پر باور کرنے کو ایمان کہتے ہیں اور کفر کہتے ہیں حق ناشناسی اور منکر ہو جانے کو یا مکر جانے کو۔ ہمارے دین کا ثبوت دو طرح سے ہے یا تواتر سے یا خبر واحد سے۔

اقسام تواتر: تواتر اسے کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایسی ثابت ہوئی ہو نبی کریم ﷺ سے اور ہم تک پہنچی ہو علی الاتصال کہ اس میں احتمال خطا کا نہ ہو۔ تواتر ہمارے دین میں چار قسم کا ہے۔ حدیث ہے کہ: ’’من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار (مسلم ج ۱ ص ۷، ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲) ‘‘ ﴿جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔﴾

پہلی قسم: یہ حدیث متواتر ہے اور تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح مذکور ہے۔ اس کو تواتر اسنادی کہا جائے گا۔ نزول مسیح میں چالیس حدیثیں صحیح ہمارے پاس موجود ہیں۔ یہ متواتر ہیں۔ (اگر) اس کا کوئی انکار کرے (تو) وہ کافر ہے۔

دوسری قسم: تواتر طبقہ (کہ جب) یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے کس سے لیا۔ بلکہ یہی معلوم ہو کہ پچھلی نسل نے اگلی سے سیکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید کا تواتر۔ اس تواتر کا منکر اور منحرف بھی کافر ہے۔ مسواک کا ثبوت بھی دونوں طرح سے متواتر ہے۔ اگر کوئی (مسواک) ترک کر دے تو چنداں وبال نہیں اور اگر اس کا کوئی انکار کر دے علم دین سمجھ کر تو وہ کافر صریح ہے۔ اگر کوئی شخص کہہ دے کہ ’’جو‘‘ حرام ہیں تو وہ کافر ہے۔ بحسب شریعت محمدیہ (جو کھانا) کوئی بڑی چیز نہ تھی لیکن پیغمبر ﷺ نے جو کھائے اور امت اب تک جو کھاتی آئی ہے۔ اس تواتر قطعی کا انکار کفر ہے۔

تیسری قسم: تواتر قدر مشترک ہے۔ حدیثیں کئی ایک خبر واحد آئی ہوں اس میں قدر مشترک متفق علیہ وہ حصہ حاصل ہوا جو تواتر کو پہنچ گیا۔ مثال اس کی کہ معجزات نبی کریم ﷺ کچھ متواتر ہیں اور کوئی (کچھ) اخبار احاد ہیں۔ لیکن ان اخبار احاد میں ایک مضمون مشترک ملتا ہے کہ وہ قطعی ہو جاتا ہے۔ اس کا انکار بھی ویسا ہی کفر ہے جیسے پہلی دو قسم کا۔

چوتھی قسم: تواتر توارث ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ نسل نے نسل سے لیا ہو۔ جیسا کہ ساری امت اس علم میں شریک رہی کہ خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ تواتر اس طرح سے ہے کہ بیٹے نے باپ سے لیا اور باپ نے (اپنے) باپ سے لیا۔ اس کا انکار بھی صریح کفر ہے۔

اگر متواترات کے انکار کو کفر نہ کہا جائے تو اسلام کی کوئی حقیقت قائم نہیں رہ سکتی اور نہ کسی اور یقینی چیز کی۔ ان متواترات میں تاویل کرنا مطلب بگاڑنا کفر صریح ہے۔ رد ہے اور مسموع نہیں ہے۔

متواترات کو تاویل سے پلٹنا کفر ہے

میں نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام کے صفحہ اوّل پر متواترات کے پلٹنے کی مثال دی ہے۔ اس کا نام باطنیت ہے۔ اسی کا نام زندیقیت اور الحاد ہے۔

کفر کے اقسام: کفر کبھی قولی ہوتا ہے اور کبھی فعلی ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے اور تیس چالیس سال کے بعد ایک دفعہ بت کے آگے سجدہ کرے تو وہ کافر ہے اور تارک نماز سے بدتر ہے۔ یہ کفر فعلی ہے۔ کفر قولی یہ ہے کہ مثلاً یہ کہہ دے کہ خدا کے ساتھ کوئی شریک ہے۔ صفتوں میں، یا فعل میں یا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی اور نیا پیغمبر آئے گا یہ کفر قولی ہے۔

اختلاف مراتب: کوئی شخص اگر اپنے مساوی رتبہ سے کہہ دے کہ کلمہ بکا، تو وہ کوئی چیز نہیں۔ استاد اور باپ سے (یہی کلمہ) کہہ دے تو اسے عاق کہتے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ یہ معاملہ کرے تو یہ کفر صریح ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ پیغمبر سے آکر مغفرت کی دعا کراؤ تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں۔ اس کو بھی پیغمبر کے مقابلے میں قرآن نے کفر قرار دیا ہے۔ کوئی شخص اگر بغیر نیت کے بطور ہنسی کھیل کے کلمہ کفر کہتا ہے تو وہ بھی کافر ہے۔ اگر سبقت لسانی ہوئی تو یہ معاف ہے۔

اس کی تائید میں آیت: ’’ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھمّوا بما لم ینالوا (توبہ:۷۴)‘‘ ﴿بے شک کہا انہوں نے لفظ کفر اور منکر ہوگئے مسلمان ہوکر اور کہا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملی۔﴾

اور ’’لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (توبہ:۶۶)‘‘ ﴿بہانے مت بناؤ تم کفار ہوگئے۔ اظہار ایمان کے بعد۔﴾

ان دفعات (اسلامیہ) سے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں (جو) انکار کرے تو وہ خدا کا باغی ہے اور اس کی سزا موت ہے۔

مرزائیوں سے اصولی اختلاف

(اہل اسلام) اہل سنت والجماعت اور مرزائی مذہب والوں میں قانون کا اختلاف ہے۔ علمائے دیوبند اور علمائے بریلی میں واقعات کا اختلاف ہے۔ قانون کا نہیں۔

مرزا قادیانی نے اسلام کے اصول بدلے

مرزائی مذہب والے (مرزا غلام احمد قادیانی) نے مہمات دین کے بہت سے اصولوں کی تبدیلی کردی ہے اور بہت سے اسماء کا مسمّٰی بدل دیا ہے۔

نبوت کے ختم ہونے کے بارے میں ہمارے پاس کوئی دو سو حدیثیں ہیں اور قرآن مجید ہے اور اجماع بالفعل ہے اور ہر نسل اگلی نے پچھلی سے اس کو کیا ہے اور کوئی مسلمان جس کو تعلق ہوا اسلام کے ساتھ وہ اس عقیدہ سے غافل نہ رہا۔ اس عقیدہ کی تحریف کرنا اور اس سے انحراف کرنا صریح کفر ہے۔ اگر کوئی آیت قرآنی ہو اور اس کی مراد پر اجماع ہوا امت کا، اور صحابہ کرامؓ کا۔ اس سے انحراف کرنا اور تحریف کرنا کفر صریح ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام احمد نے کہا ہے کہ: ’’من ادّعی الاجماع فھو کاذب‘‘ تو اس کی مراد یہ ہے کہ لوگ کہیں کہیں اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ وہ اجماعی ہوتے نہیں۔ نہ یہ کہ کوئی چیز دین محمدی میں اجماعی ہے ہی نہیں؟

ہم خود زبان امام احمد سے نقل اجماع کو ہم بہت (خوب) ثابت کردیں گے۔

امت محمدیہ ﷺ میں پہلا اجماع

پہلا اجماع جو اس امت محمدیہ ﷺ میں ہوا ہے وہ اس پر ہوا ہے کہ مدعی نبوت کو قتل کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے زمانہ میں مسیلمہ کے قتل کے واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا۔ کسی نے اس میں تردد نہ کیا۔ یعنی جو خاتم النّبیین کے بعد دعویٰ نبوت کرے تو وہ مرتد اور زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس مسیلمہ کے قاصد آئے کہ تم کہتے ہو کہ وہ نبی ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ کہاں؟ فرمایا کہ دنیا کا طریقہ یہ ہے کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔

(کتاب الجہاد فی باب الرسل، سنن ابوداؤد ص۳۸۰، مطبوعہ لکھنؤ)

اس کے بعد معجم طبرانی میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان قاصدوں میں سے ایک (ابن نواحہ) کوفہ میں ملا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ یا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں۔ وہ مسیلمہ کا نام لیتا تھا۔ فرمانے لگے کہ اب تو یہ قاصد نہیں ہے۔ حکم دیا کہ اس کی گردن ماری جاوے۔ (جامع المسانید والسنن ج۲۷ ص۱۶۳،۱۴۴،۱۴۳،۶۷،۶۸)

نیز یہ روایت بخاری کی کتاب کفالت میں بھی مختصراً موجود ہے۔ معجم طبرانی کتب خانہ مولوی شمس الدین بہاول پوری۔ ورق:۲۹ جو روایت معجم طبرانی سے نقل کی گئی ہے وہ بھی (سنن ابی داؤد ج۱ ص۲۷۴) میں موجود ہے۔

اسلام میں عقیدہ ختم نبوت متواتر ہے

ختم نبوت کا عقیدہ دین محمدی ﷺ میں متواتر ہے۔ قرآن، حدیث سے اجماع بالفعل سے اور یہ پہلا اجماع ہے۔ ہر وقت (زمانہ) میں حکومت اسلامی نے اس شخص کو جس نے دعویٰ نبوت کیا سزائے موت دی ہے۔ ایک شاعر کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے بہ فتویٰ علماء دین ایک شعر کے کہنے پر قتل کرا دیا تھا۔

کان مبداء ھذا الدین من رجل سعی فاصبح یدعی سید الامم

(صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء احمد بن علی بن احمد الغزاری ج۱۳ ص۳۰۶)

﴿آغاز اس دین کی ایک شخص سے تھی کہ اس نے کوشش کی اور وہ سردار ہو گیا امتوں کا۔﴾

اس شعر سے قرار دیا گیا کہ یہ شخص نبوت کو کسبی کہتا ہے جو کہ ریاضتوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسے قتل کر دیا گیا۔

ختم نبوت کی آیت: ’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین. وکان اللہ بکل شئ علیما (الاحزاب:۴۰)‘‘ ﴿محمد رسول اللہ (ﷺ) تم بالغوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن رسول ہیں اللہ کے اور ختم کرنے والے ہیں پیغمبروں کے۔﴾

اس آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ابوت (باپ ہونے) کا علاقہ دائماً دنیا سے منقطع ہے اور اس کے عوض رسالت اور نبوت کا علاقہ دائماً ثابت ہے۔ گویا ساری جگہ نبوت اور رسالت کی محمد ﷺ نے گھیر لی۔ کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ احادیث تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ یہ عہدہ بھی منقطع ہو گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اشخاص نبوت کے بھی خاتم ہیں اور آپ ﷺ کے تشریف لانے سے نبوت کا عہدہ منقطع ہو گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا علامت ہے اس بات کی کہ انبیاء کے عدد میں کوئی باقی نہیں۔ اس لئے پہلے نبی کو لانا پڑا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ:''چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہرحال محمد ﷺ ہی نبی ہے نہ اور کوئی۔''

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۸، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲، ضمیمہ حقیقت النبوۃ ص ۲۶۶، انوار العلوم ج ۲ ص ۵۷۶)

مطلب یہ کہ میں آئینہ بن گیا ہوں محمد رسول اللہ کا اور مجھ میں تصویر اتر آئی ہے رسول کریم ﷺ کی۔ اس سے مہر نبوت نہ ٹوٹی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ تمسخر ہے۔ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے ساتھ (یعنی مہر لگی رہی اور مال میں سے مال چرالیا گیا)

مرزا غلام احمد قادیانی خاتم کے یہ معنی کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ مہر ہیں اور آپ ﷺ کے منظور کرنے سے نبی بنتے ہیں۔

(حقیقت الوحی ص ۹۷ حاشیہ، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۰)

چند شبہات کے جوابات

۱...... علمائے اسلام حنفیہ نے یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کے کلمہ کفر میں ۱۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک (احتمال) اسلام کا ہو تو ننانوے احتمالات کو نظرانداز کر دیا جاوے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صرف ایک ہی کلمہ کفر کسی کا پایا گیا ہو۔ حالات اس کے معلوم نہیں تو اس وقت یہ صورت ہوگی، ورنہ اگر حالات معلوم ہوں اور وہ ۳۰ سال اگر عبادت کرتا رہے اور ایک کلمہ کفر کا کہے وہ کافر ہے۔

۲...... تکفیر اہل قبلہ: یہ مسئلہ مشہور ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ بس اس کی مراد میں علماء نے تصریح کی ہے کہ اہل قبلہ سے مراد یہ ہے کہ وہ کل متواترات اور ضروریات دینی پر ایمان لایا ہو۔ (فتاویٰ عالمگیری کتاب السیر ص ۴۲۰، ردالمختار باب ۴۴۷، شرح فقہ اکبر تحریر شیخ ابن ہمام ص ۱۸۹)

۳...... میں نے شروع بیان میں جو یہ کہا تھا کہ اجماع کا منکر کافر ہے اور اجماع صحابہ ؓ حجت قطعی ہے۔ حافظ ابن تیمیہ کی کتاب (اقامتہ الدلیل ج ۳ ص ۱۳۰) پر ہے۔ واجب ہے اس اجماع صحابہ ؓ کا اتباع بلکہ وہ قوی ترجحت ہے اور مقدم ہے اور حجتوں پر۔ اسلام شناخت ہے مسلمانوں کی اور مسلمانوں کے اشخاص شناخت ہیں اسلام کی۔ (اگر اجماع کو درمیان میں سے اٹھا دیا جاوے تو دین ڈھے گیا)

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۴) میں ایک حدیث ہے:''فان لہ اصحاب''اس کی ذریت سے کہ ایک نسل آئے گی کہ ان کے روزے اور نماز کے سامنے تمہارے (یعنی صحابہ ؓ کے) نماز اور روزے ہیچ ہوں گے۔ اس جھٹ (تیزی) سے نکل جائیں گے دین سے۔ جس طرح تیر نکل جاتا ہے شکار سے۔ ایک اور حدیث ہے کہ اگر میں نے پایا ان کو تو جیسے عاد اور ثمود قتل کئے گئے میں بھی ان کو قتل کردوں گا۔

۴...... حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ گناہوں سے تکفیر نہ چاہئے۔ ان گناہوں سے مراد وہ ہیں جو کفر کی حد تک نہیں پہنچے اور جو کفر کے کلمے یا فعل ہیں اس سے ہر طرح سے تکفیر کی جائے۔ ایسے گناہ مثلاً زنا، شراب خوری، ڈاکہ زنی سے تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اگر نماز کوئی شخص ترک کرے دانستہ، وہ کافر نہیں فاسق ہے اور شدید عاصی ہے اور اگر تاویل کر جائے نماز میں کہ نماز سے کچھ اور مراد ہے تو وہ کافر ہے۔ قطعاً نماز کا اگر کوئی شخص اقرار کرے اور دانستہ نہ پڑھے وہ کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اگر ایک دفعہ قبلہ سے روگردانی کر کے دوسری طرف دانستہ نماز پڑھ لے تو وہ کافر ہے۔ نماز کا تارک کافر نہیں ہے۔ فاسق ہے اور اگر بے وضو نماز پڑھے تو کافر ہے۔

اصل کافروں سے بدتر وہ کافر ہے۔ جن کا رلاؤ (ملے جلے) ہو اسلام کے ساتھ جہنم کے کافروں سے۔ کیونکہ اصل کافروں سے نفع جاتا ہے اور دوسروں سے پونجی جاتی ہے۔

شیطان کا کفر: کبھی کفر ایسا ہوتا ہے کہ نہ خدا کی تکذیب کی نہ پیغمبر کی تکذیب کی۔ پھر بھی کافر جیسے ابلیس نے نہ خدا کی تکذیب کی نہ آدم کی۔

کافر، منافق اور زندیق میں فرق

جو اقرار نہ کرے دین محمدی کا اس کو کافر کہتے ہیں۔ جسے اندر سے اعتقاد نہ ہوا سے منافق کہتے ہیں حکم اس کا بھی وہی ہے بلکہ کافر سے اشد۔ جو زبان سے اقرار کرتا ہو لیکن دین کی حقیقت بدلتا ہو۔ اسے زندیق کہتے ہیں وہ پہلی دو قسموں سے زیادہ شدید کافر ہے۔

امام ابوحنیفہ سے بالاسناد احکام القرآن ص۵۳ (منقول ہے) امام محمد فرماتے ہیں کہ: ''ومن انکر شیئاً من شرائع الاسلام فقد ابطل قول. لا اله الا الله (السیر الکبیر ج۱۴ ص ۲۶۵) '' کہ جس نے انکار کیا کسی چیز کا اسلامی امور میں سے اس نے باطل کر دیا۔ قول: ''لا اله الا الله'' کا۔

تتمہ بیان سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

۲۷؍اگست ۱۹۲۳ء

اسلام کفر اور ارتداد کے معنی

اس وقت تک جو اجمالی طور پر کفر وایمان کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ارتداد کے معنی یہ ہیں کہ دین اسلام سے ایک مسلمان کلمہ کفر کہہ کر اور ضروریات ومتواترات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر کے (اسلام سے) خارج ہو جائے اور ایمان یہ ہے کہ سرور عالم ﷺ جس چیز کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے ہیں اور اس کا ثبوت بدیہیات اسلام سے ہے اور ہر مسلمان عام وخاص اس کو جانتے ہیں اس کی تصدیق کرنا۔ عبارت ذیل سے یہ دونوں مسئلہ ثابت ہیں۔

''هو الراجع عن دين الاسلام وركنها اجراء كلمة الكفر على للسان بعد الايمان وهو تصديق محمد ﷺ فى جميع ماجاء به عن الله تعالىٰ مما علم مجيئه ضرورة'' (درمختار برتحشیہ شامی ج۴ ص۲۲۱، باب المرتد)

مرتد وہ ہے جو پھر جائے دین اسلام سے اور حقیقت اس کی جاری کرنا کفر کا زبان پر ایمان کے بعد، اور ایمان کیا چیز ہے تصدیق کرنا نبی کریم ﷺ کی سب ان چیزوں میں جو خدا کی طرف سے لائے۔ ثبوت ان کا بدیہی ہو گیا۔

دوسری عبارت بالفاظ ذیل: ''الايمان تصديق سيدنا محمد ﷺ فى جميع ماجاء به من الدين ضرورة. الكفر تكذيب محمد ﷺ مما جاء به من الدين ضرورة ولا يكفر احد من اهل القبلة بجهود''

(شرح الاشباہ والنظائر نول کشور ص۲۶۳)

﴿ایمان تصدیق ہے نبی کریم ﷺ کی جملہ ان امور میں کہ جو لائے اور ثابت ہوئے تواتر سے۔ کفر تکذیب ہے نبی کریم ﷺ کی کسی ایک چیز میں بھی جو دین میں بداہتاً ثابت ہو۔ کافر نہیں ہوگا کوئی اہل ایمان (اہل قبلہ) میں سے مگر جب انکار کرے کسی اس چیز کے (سے) جو چیز کہ ضروریات دین سے ہو۔﴾

ضروریات دین

’’معنی التصدیق قبول القلب، واذعانه لما علم الضرورة انه من دین محمد ﷺ بحیث تعلمه العامة من غیر افتقار الی نظر واستدلال کالوحدانیة والنبوة والبعث الجزاء ووجوب الصلوٰة‘‘

ضروریات دین وہ ہیں کہ پہچانیں ان کو خواص وعوام کہ یہ دین سے ہیں جیسے اعتقاد توحید کا رسالت کا اور پانچ نمازوں کا اور مثل ان کے اور چیزیں۔ (ردالمحتار ج۱ ص۲۴۷، باب الامامت)

مرزائی تاویلات کا رد

جو لوگ ضروریات دین کا انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں وہ عموماً اپنے کفر کو چھپانے کے لئے مختلف تاویلیں اور تدبیریں اختیار کرتے ہیں:

۱...... کبھی کہتے ہیں ہم اہل قبلہ ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔

۲...... کبھی کہتے ہیں ہم تمام ارکان اسلام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ تبلیغ اسلام میں سرگرم کوششیں کرتے ہیں۔ ہمیں کیسے اسلام سے خارج کیا جاسکتا ہے؟

۳...... کبھی کہتے ہیں کہ بہ تصریح فقہائے (اسلام) اگر ایک شخص کے کلام میں ۹۹ وجوہ کفر کی اور صرف ایک (وجہ) اسلام کی موجود ہو تو مفتی کا فرض ہے کہ اس ایک وجہ کو اختیار کر کے اس کو مسلمان کہے۔ کفر کا حکم نہ لگائے۔ پھر ہمیں کیسے خارج از اسلام کہا جاسکتا ہے؟

۴...... اور کبھی کہتے ہیں کہ بتصریح فقہا جو لوگ کوئی کلمہ کفر کسی تاویل کی بناء پر کہیں اس کو کافر کہنا جائز نہیں۔ ان چاروں شبہات کے جواب ترتیب وار یہ ہیں۔

پہلا شبہ: اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ یہ بے علمی اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ چونکہ حسب تصریح واتفاق علماء، اہل قبلہ کے یہ معنی نہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کرے وہ مسلمان ہے چاہے سارے عقائد اسلام کا انکار کرے۔ قرآن مجید میں منافقین کو عام کفار سے زیادہ بدتر کافر ٹھہرایا گیا ہے۔ حالانکہ وہ فقط قبلہ کی طرف منہ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ تمام ظاہری احکام اسلام ادا کرتے تھے۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے: ’’لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملئکة والکتٰب والنّبیین (البقرہ:۱۷۷)‘‘ ﴿نیکی کچھ یہی نہیں ہے کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف۔ لیکن بڑی نیکی یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔﴾

اس مضمون کی تصریح کتب ذیل میں ہے: ’’ثم اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ماهو من ضرورات الدین حدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالیٰ بالکلیات والجزئیات وما اشبه من المسائل المهمات فمن وظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر نفی علمه سبحانه بالجزائیات لایکون من اهل القبله‘‘ (شرح فقہ اکبر بیان موجبات الکفر ص۱۲۳، مطبع احمدی)

جس کا مطلب یہ ہے کہ جان تو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اتفاق کیا ضروریات دین پر جیسے حدوث عالم، حشر اجساد، علم اللہ تعالیٰ کا کل خبروں کے ساتھ اور جو اس کی مثالیں ہوں مسائل مہمہ میں سے۔ پس جس شخص نے مداومت کی ساری عمر

اطاعت اور عبادت پر باوجود اعتقاد قدم عالم کے اور نفی حشر کے اور جزئیات مادیات کے ساتھ علم الٰہی کی نفی کی۔ وہ اہل قبلہ میں سے نہیں اور یہ جو مسئلہ کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں اس کی مراد یہ ہے کہ کافر نہیں ہوگا جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیزیں موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو۔

''والمراد...... قطعاً'' مراد متبدع سے وہ ہے جو اپنی بدعت رسوم سے کافر نہیں اور ایسے ہی گنہگار اہل قبلہ میں سے وہ شخص مراد ہے جو موافق ہو ضروریات دین کے جیسے حدوث عالم۔ حشر اجساد۔ سوائے اس کے کہ صادر ہو، اس سے کوئی چیز موجبات کفر کی۔

(تقریر شرح تحریر الاصول ج۳ ص۳۱۸)

اس کتاب کے اسی صفحہ پر ہے: ''ثم...... الخ!'' ﴿ کافر نہ کہنا کسی اہل قبلہ کو کسی گناہ سے تصریح کی ہے اس کی امام ابی حنیفہ نے فقہ اکبر میں فرمایا کہ ہم کافر نہیں کہتے کسی کو کسی گناہ سے اگرچہ وہ گناہ کبیر ہو۔ جب تک اس گناہ کو حلال نہ سمجھے جیسے کہ منتقی حاکم شہید کی کتاب میں ہے۔ ﴾

دوسرا شبہ: یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام ارکان اسلام کے پابند اور تبلیغ اسلام میں کوشش کرنے والے ہیں۔ پھر ان کو کیسے کافر کہا جائے؟ اس کا جواب صحیح بخاری کی حدیث میں ہے۔ کتاب: ''استتابة المعاندین والمرتدین باب قتال الخوارج، ج ۲ ص ۱۰۲۴ '' جس کو میں پہلے اپنے بیان میں کہہ چکا ہوں۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ یہ قوم جس کے متعلق آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دین اسلام سے صاف نکل جائے گی اور ان کے قتل کرنے میں بڑا ثواب ہے۔ یہ لوگ نماز روزے کے پابند ہوں گے۔ بلکہ ظاہری خشوع وخضوع کی کیفیات بھی ایسی ہوں گی کہ ان کے نماز، روزے کے مقابلے میں مسلمان اپنے نماز، روزے کو بھی ہیچ سمجھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود جب کہ بعض ضروریات دین کا انکار ان سے ثابت ہوا تو ان کی نماز روزہ ان کو حکم کفر سے نہ بچا سکے۔

تیسرا شبہ: یہ کہا جاتا ہے کہ فقہاء نے ایسے شخص کو مسلمان ہی کہا ہے جس کے کلام میں ۹۹ وجہ کفر کی موجود ہوں اور صرف ایک وجہ اسلام کی ہو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا منشاء بھی یہی ہے کہ فقہاء کے بعض الفاظ دیکھ لئے گئے اور اس کے معنی سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی اور نہ ان کے وہ اقوال دیکھے جس میں صراحتاً بیان کیا گیا کہ یہ حکم اپنے عموم پر نہیں ہے بلکہ اس وقت ہے جب کہ قائل کا صرف ایک کلمہ مفتی کے سامنے آوے اور قائل کا کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو اور نہ اس کے کلام میں ایسی تصریح ہو جس کا معنی کفریہ متعین ہو جائے تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے اور اگر کوئی خفیف سے خفیف احتمال نکل سکے، جس کی بناء پر یہ کلام کلمہ کفر سے بچ جائے تو اس احتمال کو اختیار کرے اور اس شخص کو کافر نہ کہے۔ لیکن ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات والفاظ مختلفہ موجود ہوں جس کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہ شخص بھی یہی معنی کفریہ مراد لیتا ہے یا خود اپنے کلام میں اس معنی کفریہ کی تصریح کر دے تو باجماع فقہاء ہرگز ہرگز اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے بلکہ قطعی طور پر ایسے شخص کے لئے کفر کا حکم لگایا جائے گا۔

''اذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذلک الوجه الا اذا صرح بارادة توجب الکفر. فلا ینفعه التاویل حینئذ. کذافی البحر الرائق''

(فتاویٰ عالمگیری الباب التاسع باحکام المرتدین قبیل باب البغاۃ ج۲ ص۴۲۰)

﴿جب مسئلہ میں کئی وجہیں ہوں کہ واجب کریں کفر کو اور ایک وجہ ہو کہ منع کرتی ہو کفر کو۔ لازم ہے مفتی کو کہ دیکھئے اس ایک وجہ کی طرف۔ مگر جب تصریح کی ایسی مراد کی جو کفر واجب کرے تو کوئی مانع نہ ہو دیگر تاویل اس وقت فائدہ نہ دے گی۔ ایسا ہی ہے البحر الرائق میں۔ ایسا ہی ہے خلاصہ بزازیہ میں۔﴾

چوتھا شبہ: یہ کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی کلمہ کفر کسی تاویل کے ساتھ کہا جاوے تو کفر کا حکم نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان میں بھی وہی تصریحات فقہاء سے ناواقفیت کا اظہار ہے۔ حضرات فقہاء اور متکلمین کی تصریحات موجود ہیں کہ تاویل اس کلام اور اس چیز میں مانع تکفیر ہوتی ہے جو ضروریات دین میں سے نہ ہو۔ لیکن ضروریات دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نیا معنی تراشے تو بلاشبہ اس کو کافر کہا جائے گا۔ اسے قرآن مجید الحاد کہتا ہے اور حدیث نے اس کا نام زندیق رکھا ہے۔ زندیق اسے کہتے ہیں جو مذہبی لٹریچر بدلے۔ الفاظ کی حقیقت بدل دے۔

محمد بن ابی بکرؓ حاکم مصر نے حضرت علیؓ کی خدمت میں لکھا کہ دو مسلمان زندیق ہوگئے ہیں۔ ادھر سے جواب دیا گیا اگر توبہ کرلیں تو قتل سے بچ گئے۔ نہیں تو گردن ماردو۔ روایت کیا اس کو امام شافعی اور بیہقی نے زندیق کا لفظ (کنزالعمال ج۳ ص۹۳) سے لیا ہے۔ زندیق فارسی لفظ ہے جس کو عربی میں لیا گیا ہے۔ علماء کی کتابوں میں اس کا نام باطنیت آتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں ایک ہی معنی رکھتی ہیں۔ کفر صریح ہیں۔ معانی آلا ثار کتاب الحدود، (باب حدالخمر ج۲ ص۸۹) میں ہے۔ امام طحاوی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے اہل شام کی ایک جماعت نے شراب پی اور آیت کریمہ: ’’لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا (المائدہ:۹۳)‘‘ کی تحریف کر کے شراب کو حلال قرار دیا۔ اس وقت یزید ابن ابی سفیان شام کے حاکم تھے۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ واقعہ لکھا۔ فاروق اعظمؓ نے جواب میں لکھا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجئے۔ جب یہ لوگ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں پہنچے تو صحابہؓ اور تابعینؒ سے ان کے معاملہ میں مشورہ ہوا۔ سب نے یہ رائے دی کہ یا امیرالمؤمنینؓ ’’تریٰ انھم قد کذبوا علی اللہ وشرعوا فی دینھم مالم یاذن بہ اللہ فاضرب اعناقھم‘‘ ﴿یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کی ہے اور دین میں ایک ایسی بات جاری کی جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔ اس لئے ان کی گردنیں مار دیجئے۔ لوگوں نے یہ رائے دی۔﴾

مگر حضرت علیؓ ساکت رہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ’’اریٰ ان تستیبھم فان تابوا ضربتھم ثمانین بشربھم الخمر و ان لم یتوبوا ضربت اعناقھم قد کذبوا علی اللہ وشرعوا فی دینھم مالم یاذن بہ اللہ فاستتابھم فتابوا فضربھم ثمانین ثمانین‘‘ ﴿میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ ان سے کہیں کہ اس خیال سے توبہ کرو۔ اگر وہ توبہ کریں تو ہر ایک کو ۸۰، ۸۰ کوڑے لگائیں اور اگر توبہ نہ کریں تو ان کی گردنیں ماردی جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہیں اور دین میں ایسی بات جاری کرتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔﴾

یہ واقعہ حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی نے شرح فتح الباری میں بحوالہ مسند عبدالرزاق مصنف ابن ابی شیبہ نقل فرمایا ہے۔

(فتح الباری الحدود باب ضرب بالجرید والنعال پارہ:۲۷، ج۱۲ ص۶۰)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شریعت کے کسی لفظ کو بحال رکھے اور اس کی حقیقت کو بدل دے اور مقابلہ ہو متواترات کا تو وہ کفر صریح ہے۔ (ان لوگوں نے قرآن کی تکذیب نہ کی تھی بلکہ بے جا تاویل کی تھی جس پر قتل کا حکم دیا گیا)

وزیرمحمد بن ابراہیم یمانی لکھتے ہیں:’’مثل کفرا الزنا دقة والملاحدة. الی ان قال وتلعبوا بجمیع آیات کتاب اللہ عزوجل فی تاویلها جمیعا بالبواطن التی لم یدل علی شئ منها دلالة ولا امارة ولالها فی عصر السلف الصالح اشارة. وکذلک من بلغ مبلغهم من غیرهم فی تصفیة آثار الشریعت ورد العلوم الضروریة التی نقلتها الامة خلفها عن سلفها‘‘ (ایثارالحق علی الخلق ص۴۴۵)

﴿جیسے کفرزندیقوں اورملحدوں کاکھیل اورتمسخرکیاانہوں نے قرآن مجید کی سب آیتوں کے ساتھ اورتاویل کی ان آیتوں کی ان باطنی چیزوں کے ساتھ جس پر نہ لفظوں کی دلالت ہے نہ نشان ہے۔ نہ سلف کے زمانہ میں کوئی اشارہ ہے اوراس طرح ان زندیقوں اور ملحدوں جیسے وہ لوگ بھی ہیں جوان ہی کی صفت کے ہوں اورشریعت کے نشان مٹانے میں اور بدیہی علوم کورد کرنے میں جس کوپچھلی نسلوں نے اگلی نسلوں سے لیا ہے۔﴾

یہاں تک میرے بیان سے اصولی طور پرکفراورایمان کی شرعی حقیقت اوریہ بات واضح ہوچکی کہ ایک مسلمان کس قسم کے افعال یا اقوال کی وجہ سے کبھی کافراورخارج از اسلام ہوجاتا ہے۔

کفرمرزاپرعلماء کافتویٰ

اس کے بعد میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ قادیانی مدعی نبوت نے کن ضروریات دین کا انکارکیا ہے۔جس کی وجہ سے وہ باجماع امت کافرمرتد قرار دیئے گئے اور ہندوستان کے تمام اسلامی فرقے باوجودسخت اختلاف خیال اوراختلاف مشرب کے۔ان کے کفراور ارتداد پرنیزان کے متبعین کے کفراورارتداد پرمتفق ہوگئے۔

رسالہ(القول الصحیح فی مکائد المسیح ص۱۵)مرتبہ مولوی سہول صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند،الحال پرنسپل کالج شمس الہدیٰ پٹنہ،عظیم آباد نے ایک فتویٰ مرتب کیا ہے جس پر بہت سے علماء کے دستخط ہیں اورمولانا محمودحسن صاحب شیخ الہند کے بھی اس پردستخط ہیں۔شیخ الہندصاحب نے ایک دوسطریں ہی لکھی ہیں جو بالفاظ ذیل ہیں:’’مرزاعلیہ مایستحقہ کےعقائدواقوال کاامورکفریہ ہونا ایسابدیہی مضمون ہے جس کاانکارکوئی منصف صاحب فہم نہیں کرسکتا۔جس کی تفصیل جواب میں موجود ہے۔‘‘

مصرکافتویٰ بھی اس کے متعلق چھپا ہوا موجود ہے۔شام کا بھی موجود ہے۔شام کامشہوررسالہ’’خلاصة الرد فی انتقاد مسیح الهند‘‘ازقلم محمد ہاشم الرشید الخطیب الحسینی القادری ۱۳۴۴ھ ہے۔اس میں سے چندسطور کامطلب یہ ہے کہ تیسری کلام وہ جوکہ میں نے رسالہ کے ص۲،۳،۴ پرنقل کی ہے۔

’’وہ شہادت دیتی ہے اورحکم کرتی ہے تجھ پرکہ توکافرہے۔نہیں داخل ہواتودین اسلام میں اورایسا ہی تیرامسیح ہندی اورجواس کا پیروہے۔‘‘آگے لکھتے ہیں:’’اسکندرانی اوردیگرسب جرائد نے تمہارے رد کااعلان کیا ہے۔مضامین لکھے ہیں۔سارے مسلمان اس یقین پرہیں کہ تم ملحداورکافرہو۔‘‘

دوسرافتویٰ علمائے ہندوستان کاہے جوشائع شدہ ہےاورجس کانام’استنکاف المسلمین‘‘ہے جوسال ۱۳۳۸ھ میں شائع ہوا۔مصرکےفتویٰ کاترجمہ جوانجمن تائیدالاسلام گوجرانوالہ نےاپنےرسالہ’’کفرمرزا‘‘میں شائع کیا ہےکہ:

غلام احمد ہندی کی کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر غلام احمد نے کہا کہ میرا مقصد ختم نبوت سے ختم کمالات نبوت ہے۔ جو سب سے افضل رسول اور انبیاء ہمارے نبی پر ختم ہوئے اور میرا عقیدہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی نہیں۔ بجز اس کے جو آپ کی امت میں ہو اور پوری طرح سے آپ کا پیرو ہو۔ جس نے سارا فیض آپ کی روحانیت سے پایا ہو اور آپ کی روشنی سے روشنی پائی ہو تو وہاں پر مغائرت اور غیریت کا مقام نہیں اور نہ کوئی دوسری نبوت ہے اور یہ کوئی حیرت کا مقام نہیں۔ وہ تو خود احمد ہی ہیں جو دوسرے آئینہ میں ظاہر ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنی صورت کو جس کو اللہ تعالیٰ آئینہ میں دکھاتا اور ظاہر کرتا ہے۔ غیریت نہیں کرتا۔ پس جو شخص نبی سے ہو اور نبی کے اندر ہو تو وہ ہو بہو وہی ہے۔

یہ کلام اس باب میں بالکل صاف ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت کے جواز کا عقیدہ رکھتا ہے۔ یعنی کہ نبی کریم ﷺ کے بعد وہ بھی نبی، آپ ﷺ کے اتباع سے ہے اور وہ صورت نبی ﷺ سے ہے اور ہو بہو محمد ﷺ ہے۔ یہ صریح کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ’’**ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین** (الاحزاب:۴۰)‘‘ کے صریح مخالف ہے۔ یہ ان بہت سے دعوؤں میں سے ایک قلیل ہے جو کذب غلام احمد ہندی پر دلالت کرتے ہیں اور جن کو اس نے اپنی کتاب (مواہب الرحمٰن ص۶۹،۷۰، خزائن ج۱۹ ص۲۸۷) میں تحریر کیا ہے۔

مغفور مصطفیٰ کامل پاشا رئیس حزب الوطن اور مالک اخبار اللواء نے بھی اس کا رد لکھا ہے۔ غلام احمد کو ضال اور مضل لکھا ہے اور اس کے اقوال کو دیوار پر پھٹکنے اور نجاست کی طرح الاؤ پر ڈال دینے کے لئے کہا ہے۔

کاتب فتویٰ مفتی ملک مصر محمد نجیب اور علامہ طنطاوی جوہری ہیں۔ اصل فتویٰ میں نے دیکھا ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے درست ہے۔ یہ فتویٰ مصر میں علیحدہ شائع ہوا تھا اور میں محمد نجیب اور علامہ طنطاوی دونوں کو جانتا ہوں۔

رسالہ ’’**استنکاف المسلمین**‘‘ میں مفتی بھوپال کے بھی دستخط اور مہر ہے۔ انہوں نے اس سوال نکاح کے متعلق بھی ایک فتویٰ دیا ہوا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا اگر استیعاب کیا جاوے تو بہت سے متواترات شرعیہ کا انکار اور خلاف صریح سے صریح طور پر اس کے کلام میں موجود ہے۔ جن میں سے اس وقت چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں جو ہمارے نزدیک اور ساری امت کے نزدیک موجبات کفر سے ہیں:

۱...... ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف۔
۲...... نبوت کا دعویٰ اور اس کی تصریح کہ ایسی ہی نبوت مراد ہے جیسے پہلے انبیاء کی ہوتی رہی ہے۔
۳...... وحی کا دعویٰ اور اپنی وحی کو قرآن کی طرح واجب الایمان قرار دینا۔
۴...... عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔
۵...... آنحضرت ﷺ کی توہین۔
۶...... عام امت محمدیہ کی تکفیر کرنا، بجز اپنے چند مریدوں کے سب کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا۔ پچاس کروڑ مسلمانوں کو اولاد زنا قرار دینا۔ ان سب چیزوں کا دعویٰ کرنا۔ میں اپنے آخر بیان میں خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے پیش کروں گا۔

اس سے پہلے ہر ایک نمبر کے متعلق یہ بتلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ (مرزا قادیانی کی) سب چیزیں متواترات اور ضروریات دین کے خلاف ہیں اور اجماعی کفر ہیں۔

ختم نبوت کا انکار: ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ آیت: ’’ماکان محمد ابا احد من ...... الخ ‘‘ خداوندی مشیت میں یہ مقدر تھا کہ انبیاء کی عمارت کو نبی کریم ﷺ پر ختم کیا جاوے اور جتنے کمال ہیں وہ آپ ﷺ پر ختم ہو جائیں۔ اس کے بعد سلسلہ پیغمبری کا باقی رکھنا مشیّت نہیں ہے۔ اسی مشیّت کے ماتحت آپ ﷺ کی اولاد نرینہ باقی نہ رہی۔

اس مقصود سے فرمان ہے قرآن مجید کا کہ نبی کریم ﷺ کی ابوت کا علاقہ تا آخر کسی کے ساتھ نہیں۔ ابوت کا علاقہ کسی بالغ مرد کے ساتھ تا آخر نہیں ہے۔ اس کی جا (جگہ) میں خاتم الانبیاء کی رسالت ہے۔ آپ ﷺ کی رسالت کا علاقہ مستقبل کے لئے اور خاتم النّبیین کا علاقہ ماضی کے لئے ہے۔ پہلی کتابوں میں بھی آپ ﷺ پر سلسلہ پیغمبر ختم کیا گیا اور تورات میں بالفاظ عربی یہ آیت ہے: ’’فابی مقرنج کا موخ یا قیم یخ. الاوتسما یمون بنی من قربک نعما انیمک کمثلک لملک مقیم لک الهک الیه تسمعون ‘‘ پیغمبر ایک، نبی ایک، تیرے قرابت داروں میں سے، تیرے بھائیوں میں سے، تجھ میں قائم کرے گا۔ تیرے لئے خدا تیرا، اس کی اعانت کرنی ہوگی۔

انجیل میں بلفظ عبرانی یوں ہے: ’’یحوه مینائی وزادم مساعیر هو منع تودباران ‘‘ خدا سینا سے آیا۔ طلوع اس کا ساعیر پر ہوا اور استوا اس کا فاران پر ہوا۔

نبوت موسوی اور عیسوی اور محمدی ﷺ کی طرف اشارہ ہے اور ان کو کمال پر پہنچا کر چھوڑ دیا ہے۔ یہ عبارتیں کتاب ’’الملل والنحل ‘‘ میں موجود ہیں اور دونوں عبارتیں تورات کی ہیں۔

ختم نبوت کے متعلق یہ آیت ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ بایں معنی کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی کو عہدہ نبوت نہ دیا جائے گا۔ بغیر کسی تاویل و تخصیص کے، ان اجماعی عقائد میں سے ہے۔ جو اسلام کے اصولی عقائد میں سے سمجھا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک نسلاً بعد نسلٍ ہر مسلمان جس کو اسلام سے کچھ بھی تعلق رہا ہے اس پر ایمان رکھتا ہے کیونکہ یہ مسئلہ قرآن مجید کی بہت سی آیات سے اور احادیث متواتر المعنی سے جس کا عدد دوسو سے بھی زیادہ ہے اور قطعی اجماع امت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ جس کا منکر قطعاً کافر مانا گیا ہے اور کوئی تاویل و تخصیص اس میں قبول نہیں کی گئی۔ منجملہ آیات کے اس وقت صرف ایک آیت پر اکتفاء کرتا ہوں: ’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النّبیین (الاحزاب:۴۰) ‘‘

اس آیت سے ختم کا ثبوت بایں معنی کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد کسی شخص کو عہدہ نبوت ہرگز نہ دیا جائے گا باجماع صحابہ ؓ تابعین ؒ اور باتفاق مفسرین ؒ ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے جو شخص اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نکالے۔ وہ ضروریات دین میں تاویل کرنے کی وجہ سے منکر ضروریات دین سمجھا جائے گا۔ اس کے ثبوت کے لئے میں ائمہ تفسیر و حدیث کے اقوال بطریق اختصار پیش کرتا ہوں۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت میں تحریر فرماتے ہیں: ’’فهذه الاية نص فی انه لا نبی بعده واذا کان لا نبی بعده فلا رسول بالطریق الاولیٰ والاحریٰ لان مقام الرسالة اخص من مقام النبوة فان کل رسول نبی ولا ینعکس وبذلک وردت احادیث المتواترة عن رسول الله ﷺ من حدیث جماعة من الصحابة ‘‘ (ج۸ص۷۹، طبع قدیم)

﴿یہ آیت نص (صریح ہے) اس میں کہ کوئی نبی نہیں ہے بعد خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے اور جب کوئی نبی نہیں ہے تو کوئی رسول بھی نہیں ہے بطریق اولیٰ، کیونکہ مقام رسالت کا خاص ہے مقام نبوت سے۔ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں اور اس کے موافق وارد ہوئیں متواتر حدیثیں نبی کریم ﷺ سے ایک جماعت صحابہ ؓ کی روایت سے۔﴾

امام موصوف کے اس کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ختم نبوت کو ثابت کرنے کی حدیثیں متواتر ہیں جن کا ایک بہت بڑا حصہ امام موصوف نے اس کے بعد نقل فرما کر فرمایا ہے: ’’فمن رحمة الله تعالیٰ بالعباد ارسال محمد ﷺ الیهم ثم من تشریفه لهم ختم الانبیاء والمرسلین به واکمال الدین الحنیف له قد اخبر الله فی کتابه ورسوله ﷺ فی السنة المتواترة عنه انه لا نبی بعده لیعلموا ان کل من ادعی هذا المقام بعده فهو کذاب. افاک. دجال. ضال. مضل ولو تحرق وشعبد واتی بانواع السحر والطلاسم والنیرنجیات فکلما محال وضلال عند اولی الالباب (تفسیر ابن کثیر ج۸ ص ۹۱)‘‘ ﴿خدا کی رحمت ہے اپنے بندوں پر کہ اپنے رسول محمد ﷺ کو بھیجا۔ پھر خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ختم نبوت اور رسالت سے مشرف فرمایا اور آپ ﷺ پر دین حنیف کامل کیا۔ خبر دی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سے اور اس کے رسول نے اس کو اپنی سنت متواترہ میں کہ کوئی نبی نہیں ہے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے، تاکہ جانے کہ جس نے دعویٰ کیا ہے۔ اس عہدہ کا بعد خاتم الانبیاء کے وہ جھوٹا ہے، بہتان تراش ہے، دجال ہے، گمراہ ہے، گمراہ کن ہے۔ اگرچہ کتنے حیلے اور شعبدے ایجاد کرے اور کتنے ساحرانہ طلسمات اور نیرنگیاں پیدا (ظاہر) کرے یہ سب محال اور گمراہیاں ہے۔﴾

اس آیت کی تفسیر میں شیخ محمود آلوسی، مفتی بغداد تحریر فرماتے ہیں روح المعانی میں جو ان کی تفسیر ہے اس پر ہے: ’’والمراد بکونه علیه الصلوٰة والسلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فی احد من الثقلین بعد تحیة علیه الصلوٰة والسلام بها فی هذا النشاة ولا یقدح فی ذلک...... الیٰ قول النبوة‘‘ (ج۷ ص۶۰، طبع قدیم)

﴿مراد نبی کریم ﷺ کے خاتم ہونے کی یہ ہے کہ بعد نبی کریم ﷺ کے کوئی اور اس عہدہ سے سرفراز نہ ہوگا۔ یہ نہیں ہے قدح کرنے والا (معارض) اس اجماع میں۔ جس میں امت نے اجماع کیا ہے اور حدیثیں تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور قرآن مجید میں بھی یہ ہے بعض تفسیروں کی رو سے اور ایمان اس پر واجب ہے اور منکر اس کا کافر مانا گیا ہے۔﴾

قاضی عیاض اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ: ’’باب ماهو من الکفر اجمعت الامة علی حمل هذا الکلام علی ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعاً اجماعیا وسمعا‘‘ (شفاء مطبوعہ بریلی ص۳۶۲)

﴿اجماع کیا امت نے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے اور یہی مفہوم اس کی مراد ہے اس کے سوا کسی تاویل اور تخصیص کے تو کوئی شک نہیں ان سب طائفوں کے کفر اور الحاد میں۔ (جو اوپر بیان ہوئے) از روئے اجماع کے اور از روئے نصوص کے۔﴾

حدیث کے ذخیرہ میں سے میں صرف ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں: ’’کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون قالوا فماتأمرنا فوابیعة الاول فالاوّل اعطوهم حقهم (بخاری شریف کتاب احادیث الانبیاء ص ۴۹۱)‘‘ ﴿نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی نگرانی (نگہبانی) انبیاء کرتے تھے۔ جب ایک پیغمبر فوت ہو جاتا تو دوسرا آ جاتا تھا۔ میرے بعد میں کوئی نبی نہیں ہے۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ عرض کی گئی

کہ پھر کیا ہدایت (حکم) ہے اس وقت۔ فرمایا کہ وفاداری کرو۔ بیعت اوّل فی الاول کی (ہر ایک کے بعد کے دوسرے کی بیعت پوری کرو) عطا کرو ان کو حق ان کا، کیونکہ حقداروں سے پوچھ لے گا۔ جو رعیت ان کی حوالگی (سپردگی) میں دی گئی تھی۔﴾

یہی حدیث امام مسلم نے کتاب الامارۃ میں دی ہے۔ اس کے بعد اجماع امت اور چند بزرگان ملت کے اقوال پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔

سب سے پہلا اجماع

اسلام میں سب سے پہلا جو اجماع منعقد ہوا وہ اس پر تھا کہ مدعی نبوت کو بغیر اس تحقیق اور تفتیش کے کہ اس کی تاویل کیا ہے اور کیسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے؟ کفر اور ارتداد ہے اور سزا اس کی قتل ہے۔ صحابہ کرام ﷺ کے اجماع سے صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت پر جہاد کیا گیا اور اس کو قتل کیا گیا۔ عبارت اس حدیث کی بالفاظ ذیل ہے جو ایک صفحہ تک چلی جاتی ہے۔

ملّا علی قاری فرماتے ہیں: ''مع نبینا ﷺ ای فی زمنہ کمسیلۃ الکذاب والاسود العنسی اوادعی نبوۃ احد بعدہ فانہ خاتم النّبیین بنص القرآن والحدیث فھذا تکذیب اللہ ورسولہ ﷺ کالعیسویۃ (شرح شفاء ج۴ ص ۵۰۶ تا ۵۰۹)'' ﴿جس نے دعویٰ کیا نبی کریم ﷺ ہمارے کے بعد نبوت کا۔ جیسے مسیلمہ کذاب کے اور اسود عنسی کے یا بعد کے عیسوی فرقہ کے یا تجویز (جائز) کیا نبوت کا کسب ریاضت سے ان سب کا حکم کفر ہے۔ (بلاشبہ وہ کافر ہیں)﴾

خفاجی نے شرح شفاء میں اسی قسم کا مضمون لکھا ہے جو کتاب مذکورہ بالا کے حاشیہ پر ہے۔ ابن حزم لکھتے ہیں: ''فکیف یستجیز مسلم ان یثبت بعدہ علیہ السلام نبیا فی الارض حاشا ما استثناہ رسول اللہ ﷺ فی الآثار المسندۃ الثابۃ فی نزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام فی آخر الزمان (کتاب الملل والنحل ج۴ ص ۱۸۰، باب ذکر العزائم الموجبۃ الی الکفر)'' ﴿کیسے جائز ہے کہ کوئی مسلمان ہو ثابت کرے نبی کریم ﷺ کے کوئی پیغمبر زمین میں سوائے اس کے استثناء کیا خود نبی کریم ﷺ نے متواتر حدیثوں میں وہ کیا ہے، نزول حضرت عیسٰی ابن مریم۔﴾

وہی مصنف ابن حزم اس کتاب کے (ج۳ ص۲۴۹) پر لکھتے ہیں: ''اوان بعد محمد ﷺ نبیاً غیر عیسٰی ابن مریم فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیر لصحۃ قیام الحجۃ بکل ھذا علی کل احد'' ﴿یا یہ کہ بعد محمد ﷺ کے کوئی نبی ہو۔ سوائے حضرت عیسٰی ابن مریم کے۔ کیونکہ دو آدمیوں کا بھی اختلاف ایسے شخص کے کفر میں نہیں ہے۔﴾

یہاں تک تحقیق کے ساتھ یہ بات ثابت ہوگئی کہ ختم نبوت اپنے مشہور ومعروف معنی کے ساتھ قرآن وحدیث کے نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے اس کا منکر یا تاویل وتحریف کرنے والا کافر ہے۔

دعویٰ نبوت:

۲...... امر دوم (ب) کے متعلق کہ ادّعاء نبوت کفر ہے۔ میں دلائل بیان کرتا ہوں اس امر کے ثابت کرنے کے لئے وہ تمام آیات واحادیث اور اقوال سلف کافی دلائل ہیں۔ مزید برآں چند عبارات اور پیش کی جاتی ہیں۔ ملّا علی قاری کلمات کفر کی بحث میں فرماتے ہیں: ''دعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع (کتاب شرح فقہ اکبر مطبوعہ گلزار محمدی لاہور ص ۱۹۱)'' ﴿دعویٰ نبوت کرنا ہمارے نبی ﷺ کے بعد اجماعی کفر ہے۔﴾

’’اذا لم یعرف الرجل ان محمداﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم کذافی یتیم الدھر (فتاویٰ عالمگیری باب ۹ ص ۲۶۳، کتاب السیر ج ۲) ‘‘{جب نہ پہچانے (کوئی) شخص کہ نبی کریمﷺ آخرانبیاء ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔اسی طرح یتیم الدہر میں ہے۔}

دعویٰ وحی:

۳…… ادّعاء وحی کفر ہے۔اس کے تحت حسب ذیل دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔وحی لازم نبوت ہے جو شخص اس کا دعویٰ کرے اگرچہ (بظاہر) نبوت کا مدعی نہ ہو۔وہ درحقیقت نبوت ہی کا مدعی ہے اور کافر ہے۔جیسا کہ بحوالہ شرح شفاء پہلے گزر چکا ہے۔جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:’’وکذالک فمن ادعیٰ منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع ان النبوۃ الی ان قال فھولاء کلھم کفار مکذبون النبیﷺ ‘‘جس نے دعویٰ کیا ان لوگوں میں سے کہ اس کی طرف وحی آتی ہے۔کافر ہے۔اگرچہ نبوت کا دعویٰ نہ کیا ہو۔

(نسیم الریاض شرح ملّا علی قاری ج۴ ص۵۰۸)

کشف: اسے کہتے ہیں کہ کوئی پیرایہ (واقعہ) آنکھوں سے دکھلایا۔جس کی مراد کشف والا خود نکالے۔دل میں کچھ مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جاوے تو یہ الہام ہے۔

خدا نے پیغام بھیجا اپنے ضابطہ کا۔وہ وحی ہے۔وحی قطعی ہے اور کشف والہام ظنی ہیں۔بنی نوع آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔غیروں کے لئے کشف یا الہام۔یہ تصوری (معنوی) وحی ہوسکتی ہے شرعی نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

موجبات کفر قادیانی میں امر چہارم! یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور امر پنجم! آنحضرتﷺ کی توہین ہے۔توہین دو قسم پر ہے۔صریح یا تعریض۔تعریض اسے کہتے ہیں کہ دوسرے کے حوالہ سے نقل کی اور مقصود اس سے یہ ہو کہ اس شخص کے عیوب اور نقائص لوگوں میں قبول ہوجائیں۔گویا کہ کام اپنا کرتا ہے کندھے پر دوسرے کے رکھ کر۔یہ کفر صریح ہے مگر میں توہین کی صریح مثالیں پیش کروں گا۔

بعض توہینوں کو مستند کرتا ہے قرآن سے یعنی قرآن اس کی سند میں پیش کیا کرتا ہے اور تفسیر قرآن کی اس سے کی جاتی ہے اور کسی چیز کو کہتا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ یعنی اس پر اپنا فیصلہ دیتا ہے۔اب میں سندات پیش کرتا ہوں کہ توہین انبیاء علیہم السلام کفر ہے۔

یہ بات اوّل تو محتاج دلیل نہیں بلکہ ہر مذہب پرست انسان کے نزدیک مسلّمات میں ہے۔تاہم چند مختصر دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔یہ نص قرآن نبی کا کلام سن کر بطور اعراض سر پھیر دینا بھی کفر قرار دیا گیا ہے۔قال اللہ تعالیٰ:’’واذا قیل لھم تعالوا یستغفرلکم رسول اللہ لوّوا رؤسھم ورایتہ یصدون وھم مستکبرون (المنافقون:۵) ‘‘{جب کہا جاتا ہے انہیں کہ آؤ استغفار کریں تمہارے لئے رسول اللہ۔پھیرتے ہیں اپنے سروں کو اور دیکھے گا تو انہیں اعراض کرتے ہیں اور کبر کرتے ہیں۔}

اور بحکم آیت کریمہ:’’لانفرق بین احد من رسلہ ‘‘یہ حکم تمام انبیاء پر شامل ہے۔اس لئے فتاویٰ کی مشہور کتاب پر ہے:

’’الکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل حداولا تقبل توبتہ مطلقاً‘‘(درمختار اور شامی (طبع جدید) باب المرتدین ج۴ ص۲۳۱)

’’جو شخص سب کرے یعنی برا بھلا کہے یا ناسزا کہے کسی نبی کو وہ قتل کیا جائے گا حد کے طور پر اس کی توبہ قبول نہیں ہے۔‘‘

دنیا میں اور جو کوئی شک کرے اس کے کفر میں اور عذاب (سزا) میں وہ بھی کافر ہے۔ حافظ ابن تیمیہ حافظ حدیث کہتے ہیں:

’’فعلم ان سب الرسل والطعن فهم ينبوع جميع انواع الكفر وجماع جميع الضلالات وكل كفر فرع منه‘‘ (الصارم المسلول ص۲۴۳)

’’جانا گیا سب (گالی) اور ناسزا کہنا پیغمبروں کو اور طعن کرنا سرچشمہ ہے۔ جمیع انوار کفر کا اور مجموعہ ہے جملہ گمراہیوں کا اور ہر کفر اس کی شاخ ہے۔‘‘

قاضی عیاض کی شفاء ص۳۲۰ میں اس بحث پر چند فصلیں لکھی گئی ہیں۔ جس میں ثابت کیا ہے کہ کسی نبی کی ادنیٰ توہین کرنا بھی کفر ہے۔ عبارت باب اوّل سے شروع ہوکر اخیر باب ثانی تک جاتی ہے۔ اسی کتاب پر توہین انبیاء کرنے والے کے قتل کے متعلق لکھا ہے:

’’الدليل السادس. اقاويل الصحابه فانها نصوص فی تعيين قتله مثل قول عمر من سب الله تعالیٰ اوسب احداً من الانبياء فاقتلوا‘‘ (الصارم المسلول ص۲۸۲)

’’چھٹی دلیل اقوال ہیں صحابہؓ کے۔ وہ نص ہیں تعین میں قتل کرنے اور ایسے شخص کے جیسے قول عمر فاروقؓ کا جس نے ناسزا (گالی دی) کہا خدا یا کسی پیغمبر کو، اس کو قتل کردو۔‘‘

اس کتاب کے ص۵۲۷ پر ہے کہ:’’قال اصحابنا التعريض بسب الله وسب رسول الله ﷺ ردة وهو موجب للقتل كالتصريح‘‘﴿امام احمد فرماتے ہیں جس نے ناسزا کہا نبی کریم کو یا تنقیص کی، مسلمان ہو یہ شخص یا کافر ہو۔ سزا اس کی قتل ہے۔ کہا ہمارے علماء نے اشارہ کرنا یعنی تعریض کرنا خدا کی سب (گالی) کا اور رسول کی سب (گالی) کا۔ ارتداد ہے اور موجب قتل ہے جیسے صریح۔﴾

تکفیر امت: ساری امت حاضرہ کی تکفیر کرنے والا بھی خود کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی، مدعی نبوت نے اپنے چند مریدوں کے سوا چالیس پچاس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے اور سب کو اولاد زنا کہا۔ یہ بھی منجملہ موجبات کفر کے ہے۔ مرتد کا حکم شرعی یہ ہے قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے متعلق یہ فیصلہ صاف مذکور ہے:’’لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن (الممتحنه:۱۰)‘‘

’’ويبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهی خمس، النكاح. الذبيحة والصيد والشهادة. والارث‘‘

(درمختار اور شامی (طبع ثانی) ج۴، باب المرتدین ص۲۴۹)

’’باطل ہے بسبب ارتداد کے ہر وہ شئے جس کی بناء ہو ملت پر۔ وہ پانچ چیزیں ہیں جو بناء ہیں ملت پر۔ نکاح، ذبیحہ، شکار، شہادت اور وراثت یعنی ارتداد سے یہ چیزیں منقطع ہو جائیں گی۔‘‘

اسی کتاب کے جلد ثانی باب نکاح الکافر میں ہے:’’وارتداد احدهما ای الزوجين (فسخ) فلا ينقض عددا (عاجل) بلا قضاء‘‘ ارتداد، احدالزوجین کا یعنی مرد و عورت میں سے ایک فسخ (نکاح) ہے فوری محتاج نہیں ہے حکم حاکم کا۔

توہین انبیاء: اب توہین انبیاء کے قول مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں:

آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔ داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔ من بہ عرفان نہ کمترم زکسے

کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین　　ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین
(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

باہمی فضیلت کا باب انبیاء میں فرق مراتب کا ہے اور جو پیغمبر افضل ہے وہ کسی قرینہ سے ظاہر ہوجائے گا وہ دوسرے سے افضل ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی امت تک یہ پہنچایا ہے مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ اس سے فوق متصور نہیں ایسی فضیلت دینا ایک پیغمبر کو اگرچہ واقعی ہو کہ جس میں دوسرے کی توہین لازم آتی ہو کفر صریح ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم　　عیسیٰ کجا است تا بنہد پا بہ منبرم
(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

قرآن مجید نے یہود اور نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی کی ہے اور ایک حرف بھی موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی ہتک کا اشارۃً یا کنایۃً ذکر نہیں فرمایا۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور یہ کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　اس سے بہتر غلام احمد ہے
(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

پہلی عبارت کے ساتھ آگے یہ الفاظ ہیں کہ: ''اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید سے مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔'' (دافع البلاء ص۲۰،۲۱، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰،۲۴۱)

''مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہود ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

اس سے تعریض اور تصریح دونوں قسم کی توہین ظاہر ہوتی ہے۔ ''عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

اس سے صریح عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ٹپکتی ہے۔ ''حق بات'' کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے فیصلہ کے الفاظ ہیں۔

لفظ یسوع دراصل عبرانی میں ہے۔ ایشوع جس کا ترجمہ ہے نجات دہندہ۔ اس سے یسوع بنا اور اس کی تعریب ہو کر یعنی زبان عربی میں آکر لفظ عیسیٰ بنا اور یہ تعریب قرآن پاک سے شروع نہیں ہوئی۔ نزول قرآن سے پہلے عرب کے نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو عیسیٰ ہی بولتے تھے۔

مرزا قادیانی کے ہاں بھی یسوع اور عیسیٰ ایک ہی ذات ہیں۔ جیسے لکھتا ہے کہ: ''مسیح ابن مریم جس کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔'' (توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲)

اس سے ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کی ہی توہین کی۔ توہین کی ایک تیسری قسم لزومی ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ عبارت اس لئے نہیں لائی کہ تنقیص کرے لیکن وہ عبارت صادق نہیں آتی۔ جب تک تنقیص موجود نہ ہو۔ اس قسم کے تحت

نبی کریم ﷺ کی تنقیص پائی جاتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ’’جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار لکھی ہے۔‘‘
(تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ص۱۵۳)

’’اور اپنے معجزات کی دس لاکھ لکھی ہے۔‘‘ (براہین احمدیہ ج۵ ص۵۶، خزائن ج۲۱ص۷۲)

اس ضمن میں ایک شعر بالفاظ ذیل ہے:

لــه خسف الــقــمــر الــمــنــيــر وان لــى　　غســا الــقــمــران الــمشــرقــان اتــنــكــر

(کتاب اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ص۱۸۳)

’’نبی کریم کے لئے گہن لگا چاند کو اور میرے لئے گہن لگا سورج اور چاند کو۔ کیا تجھے اے مخاطب اس سے کچھ انکار ہے۔‘‘ یہ بھی توہین لزومی ہے۔

__ادّعاء نبوت:__ صریح وجہ کفر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

۱…… ’’سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ص۲۳۱)

۲…… ’’اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ: ھو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله‘‘ (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ص۱۱۳)

۳…… ’’اور اگر کہو صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری۔ تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ص۴۳۵)

۴…… ’’ہاں! اگر یہی اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھلائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھلائے ہوں۔‘‘ (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۶، خزائن ج۲۲ص۵۷۴)

۵…… ’’اب یہ ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (دشمن سے مراد یہ ہے کہ جو اسے نہ مانے)‘‘
(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ص۶۲)

۶…… ’’میں صرف پنجاب کے لئے ہی مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے واسطے مامور ہوں۔‘‘ (حاشیہ حقیقت الوحی ص۱۹۲، خزائن ج۲۲ص۲۰۰)

۷…… ’’تم سمجھو کہ قادیان صرف اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘ (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ص۲۲۶)

۸…… ’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے کا نام غلام احمد رکھا۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ص۲۳۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے متعلق ایک اور صریح عبارت یہ ہے کہ: ’’اور جب کہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے تو پھر یہ وسوسہ شیطانی ہے کہ کہا جاوے کہ کیوں تم اپنے تئیں مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیتے ہو۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۵۵، خزائن ج۲۲ ص۱۵۹)

تکفیر امت: تکفیر امت حاضرہ کے بارے میں مرزاغلام احمد قادیانی کے حسب ذیل اقوال ہیں: ’’ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے۔ اوّل یہ کہ ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرا یہ کہ مثلاً مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵)

مرزاغلام احمد قادیانی نے کہا ہے: ’’تلک کتب ینظر الیها کل مسلم بعین المؤدة والمحبة وینتفع من معارفها ویقبلنی ویصدق دعوتی الا ذریة البغایا الذین ختم اللّٰہ علیٰ قلوبهم وهم لا یقبلون‘‘

(آئینہ کمالات ص۵۴۸، خزائن ج۵ ص۵۴۸)

’’میری کتابیں پھیل چکی ہیں۔ دیکھتا ہے ان کی طرف ہمہ (تمام) مسلمان محبت اور مؤدت کی آنکھ سے۔ نفع پاتا ہے ان کے معارف سے اور مجھے قبول کرتا ہے اور تصدیق کرتا ہے میرے دعویٰ کی۔ مگر نسل زانیہ عورتوں کی جن کے دل پر خدا نے مہر کردی ہے وہ قبول نہیں کرتے۔‘‘

وحی کا دعویٰ اور اس کو قرآن کے برابر ٹھہرانا

۱…… مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ’’میں خدا تعالیٰ کی ۲۳ برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کرسکتا ہوں میں اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہوچکی ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)

۲…… ’’مگر میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اس طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔ خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۲۱، خزائن ج۲۲ ص۲۱۱)

۳…… ’’پھر اس کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے: ’’محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم‘‘ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۰۷)

۴…… ’’اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں۔ جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانیوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہوکر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ وحی پاک میرے پر نازل ہوتی ہے۔ وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ وحضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اسی طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیش گوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔‘‘ (ایک غلطی کا ازالہ ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰، ضمیمہ حقیقت النبوۃ ص۲۶۴، انوار العلوم ج۲ ص۵۷۵)

تتمہ بیان سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ باقرار صالح

۲۸؍اگست ۱۹۳۲ء

میں آج حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا قول سب (گالی) نبی کے متعلق پیش کرتا ہوں۔حرب کی ایک روایت امام ابن تیمیہ حافظ حدیث سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص فاروق اعظمؓ کے سامنے لایا گیا جس نے سب (گالی) کی تھی نبی کریمﷺ کی۔فاروق اعظمؓ نے اسے سزائے موت دی۔ (الصارم المسلول حافظ ابن تیمیہ ص۱۹۵،۴۱۸ پر یہ واقعہ کتاب مذکور میں درج ہے)

فاروق اعظمؓ کا ارشاد ہے:’’**ثم قال عمر من سب الله تعالیٰ وسب احدا من الانبیاء فاقتلوهم**‘‘جس نے ناسزا(برا بھلا) کہا خدا کو یا کسی پیغمبر کو اسے سزائے موت دی جائے۔

صدیق اکبرؓ کا حکم

کسی عورت نے سب کی ہوئی تھی نبی کریمﷺ کی نجران میں۔وہاں کے حاکم مہاجر ابن امیہ نے اسے کوئی سزا دی ہوئی تھی۔صدیق اکبرؓ کا حکم پہنچا کہ پہلے مجھے اطلاع ہوتی تو سب نبی کی یہ سزا نہیں بلکہ اس کی سزا قتل ہے۔لفظ صدیق اکبرؓ کے یہ ہیں: ’’**فلولا ما قد سبقتنی فیها لا مرتک بقتلها. لان حد الانبیاء لایشبه الحدود فمن تعاطی ذلک من مسلم فهو مرتد ومعاهد فهو محارب غادر**‘‘اگر تو پہلے کچھ نہ کر چکا ہوتا میں امر کرتا اس عورت کے قتل کا کیونکہ انبیاء کے سب کے حد اور حدوں کے مشابہ نہیں جو کوئی مسلمان ایسا کرے وہ مرتد ہے اور جو کوئی ذمی ایسا کرے وہ جنگ کرنے والا ہے ہم سے اور غدر کرنے والا ہے۔

یہ تین خلیفوں کے احکام ہیں۔اس مسئلہ پر کل امت محمدیہﷺ کا اجماع بلافصل ہے۔حافظ ابن تیمیہ نے اس مسئلہ سب نبی پر ایک علیحدہ کتاب لکھی ہے جو’’الصارم المسلول‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔دوسری کتاب السیف المسلول جو شیخ تقی الدین السبکی کی تصنیف شدہ ہے دونوں آٹھویں صدی کے حافظ حدیث ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ:’’لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی یہ نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں یا سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔‘‘

(دافع البلاء ص۴،خزائن ج۱۸ص۲۲۰)

ایک شعر مرزا غلام احمد قادیانی کا بالفاظ ذیل ہے:

ہر نبی زندہ شد با آمدنم ہر رسول نہاں با پیراہنم

(کتاب نزول مسیح ص۱۰۰،خزائن ج۱۸ص۴۷۸)

علماء نے جب تورات اور انجیل محرف سے کوئی چیز محرف نقل کی ہے۔ نتیجہ یہ نکالا ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں اور مرزاغلام احمد قادیانی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نالائق تھے۔ (معاذ اللہ) علماء کے طریق میں اور مرزاغلام احمد قادیانی کے طریق میں کفر واسلام کا فرق ہے، جو عبارت (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ ص۱۸۵) سے پڑھی گئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ قادیانی اور مرزاغلام احمد قادیانی اپنے منکرین کو کافر کہتے ہیں۔ یہی مضمون ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔''اب دیکھو! خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا ہے اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔''

(حاشیہ اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں شان اعلیٰ رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہی سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔'' (حاشیہ تریاق القلوب ص۳۲۵، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲)

تریاق القلوب کی عبارت مذکورہ کو پہلی عبارتوں کے ساتھ جمع کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزاغلام احمد قادیانی فقط نبوت ہی کے مدعی نہیں ہیں بلکہ شریعت جدیدہ کے بھی مدعی ہیں۔ جیسا کہ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲) کی عبارت سے بھی یہ بات پہلے معلوم ہوچکی ہے۔

اصول یہ باندھا کہ جو صاحب شریعت ہو اس کا انکار کفر ہے۔ پھر ساری امت حاضرہ کو جو منکر ہو اس کو کافر کہا۔ تو گویا دعویٰ شریعت جدیدہ کا کیا۔ پھر اس پر بس نہیں کی۔ تصریح کر دی کہ شریعت امرونہی کا نام ہے۔ امر جیسا میری وحی میں موجود ہے لیکن محض مسلمانوں کو مغالطہ دینے کے لئے چند الفاظ ظلی، بروزی وغیرہ گھڑے ہوئے ہیں۔ جس کی آڑ میں ذیل کی تحریف کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان الفاظ کی حقیقت خود مرزاغلام احمد قادیانی کے کلام سے واضح کر دینا چاہتا ہوں۔

بروزی، ظلی، مجازی نبوت کی اصلیت

خود مرزاغلام احمد قادیانی کا کلام ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:''غرض جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے کہ مراتب وجود یہ دوریہ ہیں۔ اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو، طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبدالمطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا۔'' (تریاق القلوب حاشیہ ص۳۷۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷)

یہ ہے حقیقت مرزاغلام احمد قادیانی کے نزدیک بروزی، ظلی اور مجازی کی۔ دوسرے جنم کا عقیدہ اسلام میں کفر ہے اور یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی کا قول اس طرح مذکور ہے:''کمالات متفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے ہیں۔ وہ سب حضرت رسول کریم میں ان سب سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم ﷺ سے ظلی طور پر ہم کو عطاء کئے گئے ...... پہلے تمام انبیاء ظل تھے نبی کریم ﷺ کے خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم ﷺ کے ظل ہیں۔''

(کتاب قول فیصل ص۶، بحوالہ اخبار الحکم ۲۴؍اپریل ۱۹۰۳ء، ملفوظات احمدیہ ج۴ ص۱۴۲، مرتبہ منظور الٰہی)

ان عبارات سے نتائج ذیل برآمد ہوتے ہیں:

الف...... ’’مرزاغلام احمد قادیانی نے جو اپنے کو ظلی اور بروزی نبی کہہ کر دنیا کو یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ اس کی نبوت، نبوت محمد یہ: ’’علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ‘‘ سے علیحدہ کوئی چیز نہیں اور اس سے مہر نبوت نہیں ٹوٹتی۔ یہ بالکل لغو اور بیہودہ خیال ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مرزاغلام احمد قادیانی کے اس قول مذکور سے یہ لازم آتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ معاذ اللہ کوئی چیز نہیں تھے بلکہ آپ ﷺ کا تشریف لانا بعینہٖ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تشریف لانا ہے۔ گویا کہ ابراہیم علیہ السلام کے یہ دور ہیں۔ گویا اصل ابراہیم علیہ السلام ہوئے اور آئینہ رسول ﷺ ہوئے اور چونکہ ظل اور صاحب ظل میں مرزاغلام احمد قادیانی کے نزدیک عینیت ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے کو عین محمد ﷺ کہتے ہیں جب محمد ﷺ بروز ابراہیم علیہ السلام ہوئے تو عین ابراہیم علیہ السلام ہوئے۔ اس سے صاف لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی وجود بالاستقلال نہیں اور نہ آپ ﷺ کی نبوت کوئی مستقل شئے ہے۔‘‘

ب...... ’’رسول اللہ ﷺ، ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے اور خاتم النّبیین آپ ﷺ ہوئے تو اس سے معلوم ہوا کہ خاتم بروز اور ظل ہوتا ہے۔ صاحب ظل اور اصل نہیں ہوتا۔ اس طرح مرزاغلام احمد قادیانی، آنحضرت ﷺ کے بروز ہوا تو خاتم النّبیین مرزاغلام احمد قادیانی ہوا نہ کہ آنحضرت ﷺ۔‘‘

ج...... ’’الحکم کی عبارت مذکورہ سے یہ ثابت ہوا کہ جملہ انبیاء سابقین رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک صفت میں ظل ہیں اور سارے کمالات رسالت رسول کریم ﷺ میں پائے جاتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہوئے تو جملہ کمالات نبوت اگر مجتمع ہوں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام میں نہ کہ آنحضرت ﷺ میں۔ یہ باطل اور بے معنی ہیں۔ یہ صریح توہین ہے سرور عالم ﷺ کی۔ اس کے علاوہ یہ مضمون بھی فی نفسہ کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بروز ہیں اور ابراہیم علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے بروز ہوں۔ بے معنی اور فضل ہے۔ (جو کھلا ہوا دور ہے)‘‘

ظل، بروز، تناسخ: اس کے بعد میں ظل اور بروز کی اصطلاح (تحقیق) فلسفہ سے ذکر کرتا ہوں۔ فلسفہ یونانی میں بروز اسے کہا ہے کہ ایک روح دوسرے ذی روح میں حلول کرے۔ یعنی ایک بدن میں دو روحیں ہوجائیں تناسخ اسے کہتے ہیں کہ روح ڈھانچے بدلتی رہے۔

نسخ: اسے کہتے ہیں کہ ایک نوع دوسری نوع میں تبدیل ہو۔

رسخ: اسے کہتے ہیں کہ ایک حیوان نباتات میں تبدیل ہو۔

مسخ: اسے کہتے ہیں کہ حیوان جماد بن جائے۔

یہ پانچوں اصطلاحیں آسمانی دینوں میں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔

غلام احمد قادیانی کا اقرار ختم نبوت

’’وما کان لی ان ادّعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم الکافرین‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

کہ مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل جاؤں اور قوم کافرین سے مل جاؤں۔

(منقول از ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام ص۵۹)

’’مسیح کیونکر آ سکتا ہے وہ رسول تھا اور خاتم النّبیین کی دیوار اس کو آنے سے روکتی ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ج۲ ص۲۱۶، خزائن ج۳ ص۳۸۰)

لکھتا ہے کہ: ’’یہ ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النّبیین کے بعد پھر جبریل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمدورفت شروع ہو جائے۔ ایک نئی کتاب اللہ جو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو۔ پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو۔ وہ محال ہوتا ہے۔ فتدبر!‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۲۴۱، خزائن ج۳ ص۴۱۴)

لکھتا ہے: ’’قرآن کریم بعد خاتم النّبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔ خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم وحی بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آئے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۳۱۰، خزائن ج۳ ص۵۱۱)

یہ مضمون اختلاف بیان مرزاغلام احمد قادیانی میں پیش کیا گیا ہے جو انہوں نے ابتداء ہی سے زندقہ اور الحاد کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

مسلمانوں کا عقیدہ ختم نبوت کے متعلق

آیت کریمہ: ’’ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین. وکان اللہ بکل شئ علیما (الاحزاب:۴۰)‘‘ یہ آیت اس واسطے آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نسل نرینہ چھوڑنا ہماری مشیّت میں مقدر نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے بعد میں تا آخر دنیا نبوت کی اسامی آپ ﷺ کے وجودی جود سے پر ہے۔ آپ ﷺ مستقبل کے لئے تا آخر دنیا رسول ہیں اور جملہ انبیاء سابقین کے خاتم ہیں۔ نسبی سلسلہ کے بدلہ میں اس نبوی سلسلہ کو عوض میں رکھ لو۔

اس عقیدہ کے موافق کوئی دوسو حدیث نبی کریم ﷺ سے وارد ہوئیں اور رسالہ (ختم نبوت کامل) مفتی حال دیوبند (مولانا) محمد شفیع کی طرف سے شائع ہو چکا ہے اور اس عقیدہ پر اجماع رہا ہے۔ امت محمدیہ ﷺ کا۔ ابتداء سے لے کر آج تک بلافصل۔

اور جیسے قرآن امت کو پہنچا ہے اسی طرح یہ عقیدہ بھی پہنچا ہے اور جب سے لے کر اب تک اس کا بھی اجماع ہوا ہے کہ اس آیت میں کوئی تاویل نہیں ہے اور اس عقیدہ میں کوئی فرق نہیں۔ خلفاء اور سلاطین اسلام نے جب سے لے کر اب تک مدعیان نبوت کو سزائے موت دی اور انہیں کافرومرتد سمجھا اصلی کافر کے وجود کو برداشت کیا اور ایسے مرتد کے وجود کو برداشت نہیں کیا اور خود مرزاغلام احمد قادیانی کا جب تک مسلم تھے یہی عقیدہ رہا ہے۔

نبوت ایک صفت اصلی قائم ہے۔ نبی کی ذات کے ساتھ نہ وہ کسب سے حاصل ہو اور نہ وہ کبھی سلب ہو یہ عقیدہ یہود کا ہے کہ نبوت سلب بھی ہوسکتی ہے۔

اگر نبوت کسبی ہو تو سلب بھی ہوسکتی ہوگی۔ یہ عقیدہ اسلام کا نہیں۔ ولایت ایسی چیز ہے کہ کسب سے حاصل ہو اور زائل بھی ہو جائے۔

یہ صفت نبوت جو نبی کی ذات کے ساتھ قائم ودائم باقی ہے۔ احکام شرعیہ کی تبلیغ اس کے وقتی ثمرات میں سے ہے اور توابع میں سے ہے۔

کسی محدود وقت میں اگر نبی نے ضروری احکام نہ پہنچائے تو وہ نبی بذات خود نبی برحق ہے۔ صفت نبوت جو اس کی ذات کے ساتھ قائم تھی کسی طرح زائل نہیں ہوتی۔ تبلیغ ایک کارگزاری تھی۔ پیغمبر کی کہ حاجت پر دائر ہوگی۔ عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا بعینہ ایسا ہے کہ جیسا گزشتہ زمانہ میں یعقوب علیہ السلام مصر چلے گئے تھے اور وہاں بطور رعیت کچھ دن گزارے۔

نبوت وولایت: صوفیائے کرام نے نبوت کو بمعنی لغوی لے کر مقسم بنایا اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا دوسرے کو اطلاع دینا کی اور اس کے نیچے انبیاء اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا اور نبوت کو دو قسم کر دیا۔ نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی۔

نبوت شرعی کے نیچے انبیاء اور رسل دونوں درج کر دیئے اور اب ان کے لئے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف اور الہام کے لئے نکھر گئی اور مخصوص ہوگئی۔ صوفیائے کرام کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعے سے مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ صرف اسرار و معارف مکاشف اس کا دائرہ ہیں۔ اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھ پر مستحب کا حکم آیا ہے۔ پس یہ اگر پہلے سے شریعت محمدیہ ﷺ میں موجود ہے تو ثابت اور اگر موجود نہیں ہے اور پھر وہ دعویٰ کرتا ہے اضافہ کا تو گردن زدنی ہے اور یہ تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں۔ ہمارا کشف ہمارے لئے ہے۔

کتاب (الیواقیت والجواہر ص۱۷۹) پر حسب ذیل الفاظ ہیں: ’’**فقد بان لک...... الخ!**‘‘

’’پس روشن ہوگیا تیرے لئے کہ دروازے اوامر الدین کے اور نواہی کے بند کر دیئے گئے۔ جس نے دعویٰ کیا امر و نہی کا بعد محمد ﷺ کے پس وہ مدعی شریعت کا (ہے) جو اس کی طرف بھیجی گئی۔ برابر ہے کہ وہ موافق ہو امر شریعت کے یا مخالف ہو۔ پس اگر ہے عاقل بالغ یہ مدعی، اتاریں گے ہم اس کی گردن، اور اگر عاقل بالغ نہیں ہے اس سے اعراض کریں گے۔‘‘

شطحیّات: صوفیاء کے ہاں ایک باب ہے جس کو شطحیّات کہتے ہیں اور خود فتوحات میں اس کا باب ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان پر حالات گزرتے ہیں اور ان حالات میں کوئی کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں جو ہمارے ظاہر قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے اور بسا (اوقات) غلط راستہ لینے کا سبب ہو جاتے ہیں۔ صوفیاء کی تصریح ہے کہ ان پر عمل پیرا نہ ہو اور تصریحیں کرتے ہیں کہ جن پر یہ احوال نہ گزرے ہوں۔ وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نہ کرے۔ مجملاً ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہوتا ہے۔ دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائے گا لیکن دین میں کسی زیادتی کمی کے صوفیاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں اور ایسے مدعی کو کافر بالاتفاق کہتے ہیں۔ ہم نے اولیاء اللہ قدس اللہ اسرارہم کو ان کی طہارت تقویٰ اور تقدس کی خبریں سن کر اور ان کے شواہد افعال، اعمال اور اخلاق سے تائید پا کر ولی مقبول تسلیم کر لیا ہے۔ ان قرائن اور نشانیوں سے جو خارج محوث عنہ سے ہوں۔ یعنی انہی شطحیّات سے ان کی ولایت ثابت نہیں کرتے ہیں بلکہ ولایت ان کی خارج سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے جو طریقہ ثبوت کا ہے۔ اس کے بعد ہم نے کسی کی ولایت تسلیم کی اور ہم اس تسلیم میں صواب پر تھے تو اس کے بعد اگر کوئی کلمہ مغائر یا موہم ہمارے سامنے پڑھتا ہے تو ہم اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اس کی توجیہ کریں اور محمل نکالیں کہ ٹھکانہ اس کا کیا ہے۔ شطحیّات کو ہی پہلے پیش کرنا اور اس پر ولایت کا جھگھٹا جمانا، نافہم اور جاہل کا کام ہے۔ کسی شخص کی راست بازی اگر جداگانہ تجارب سے اور جو طریقہ راست بازی ثابت کرنے کا ہے۔ ثابت ہوئی تو پھر اگر کہیں، کوئی کلمہ موہم اور مغالطہ میں ڈالنے والا اس کا سامنے آ گیا تو مصنف طبیعتوں کے ذہن اس کی توضیح کریں گے اور محمل نکالیں گے۔

یہ عاقل کا کام نہیں کہ راست بازی کسی کی ثابت ہونے سے پیشتر وہی کلمات مغالطہ پیش کر کے مسلم الثبوت مقبولوں پر قیاس کرے اور کہے کہ فلاں نے ایسا کیا۔ فلاں نے ایسا کیا۔ اس کا جواب مختصر یہ ہوگا کہ فلاں کی راست بازی جداگانہ اگر ہمیں کسی طریقہ اور دلیل سے معلوم ہے تو ہم محتاج توجیہ ہوں گے اور اگر زیر بحث یہی کلمات ہیں اور اس سے پیشتر کچھ سامان خیر کا ہے ہی نہیں تو ہم یہ کھوٹی پونجی اس کے منہ پر ماریں گے۔

خلاصہ بیان: میرے کل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی مدعی نبوت حسب تصریحات قرآن وحدیث اور باجماع امت کافر مرتد ہے اور جو شخص ان کے عقائد باطلہ اور دعویٰ نبوت ووحی پر مطلع ہونے کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھے۔ ان کی نبوت کو تسلیم کرے یا مسیح موعود کہے۔ وہ بھی اسی کے حکم میں ہے۔

اور حکم یہ ہے کہ ان کا نکاح کسی مسلمان مرد وعورت کے ساتھ جائز نہیں اور اگر بعد نکاح کے کوئی شخص ایسا عقیدہ اختیار کرے تو فوراً نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ قضاء قاضی اور عدت کی بھی ضرورت نہیں رہتی اور اس کے بعد اگر زن وشوہر کے تعلقات باقی رکھے گئے تو جو اولاد ہوگی وہ اولاد ثابت النسب نہ ہوگی۔ یعنی وہ حرام کی ہوگی۔ جیسا کہ شامی کے حوالہ سے اوپر بیان کیا جاچکا ہے اور موجبات کفر مرزاغلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین کے لئے میرے بیان میں چھ وجوہ آئے ہیں۔

اوّل...... ختم نبوت کا انکار اور اس کے اجماعی معنی کی تحریف اور جس مذہب میں سلسلہ نبوت منقطع ہو اس کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دینا۔

دوم...... دعویٰ نبوت مطلقہ اور تشریعیہ۔

سوم...... دعویٰ وحی اور ایسی وحی کو قرآن کے برابر قرار دینا۔

چہارم...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین۔

پنجم...... آنحضرت ﷺ کی توہین۔

ششم...... ساری امت محمدیہ ﷺ کو بجز اپنے متبعین کے کافر کہنا یہ اصول ہیں۔ جن کے تحت میں اور بھی ایسے فروع موجود ہیں جو منشاء موجبات کفر ہو سکتے ہیں۔

مرزاغلام احمد قادیانی کی کتابوں کو دیکھنے والے پر یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے۔

خود مرزاغلام احمد قادیانی کو ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے جس سے نتیجہ گڑبڑ رہے اور ان کو بوقت ضرورت کے مخلص اور مفر، باقی رہے۔ یہی ذکر میں آیا ہے کہ زنادقوں نے ہمیشہ یہی راستہ اختیار کیا ہے۔ کہیں ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں پر ایسا عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ ﷺ کے عقیدہ کے موافق متواترات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔ ان کا سب پورے غور کرنے سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔

اوّل یہ ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی چونکہ مادرزاد کافر نہ تھے۔ ابتداء ان کی تمام اسلامی عقائد پر نشوونما ہوئی۔ (اس لئے) انہی کے پابند تھے اور وہی لکھے۔ پھر تدریجاً ان سے الگ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آخری اقوال میں بہت سی ضروریات دین کے قطعاً مخالف ہوگئے۔

دوسرے یہ کہ انہوں نے باطل اور جھوٹے دعوؤں کے رواج دینے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی کہ اسلامی عقائد کے الفاظ وہی قائم رکھے۔ جو قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ عام وخواص مسلمانوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ لیکن ان کے حقائق کو ایسا بدل دیا جس سے

بالکل ان عقائد کا انکار ہوگیا جس کے متعلق پہلے بیان میں آچکا ہے کہ ایسا کرنا کفر صریح ہے اور اس قسم کے کفر کا نام قرآن مجید نے الحاد رکھا ہے اور حدیث نے زندقہ اور عام محققین نے باطنیت کے نام سے اس کو پکارا ہے۔ اس لئے اب قادیانی صاحب کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں عام اہل سنت والجماعت کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کے اقوال وافعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے۔ جب تک اس کی تصریح نہ ہو کہ ان عقائد کی مراد بھی وہی ہے جو جمہور امت نے سمجھی اور پھر اس کی تصریح نہ ہو کہ جو عقائد کفریہ انہوں نے اختیار کئے تھے ان سے توبہ کر چکے ہیں اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو۔ چند عقائد اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندیق اس کو کہا جاتا ہے جو عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن وحدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے۔ لیکن ان کی ایسی تاویل وتحریف کرے جس سے ان کے حقائق بدل جائیں اس لئے جب تک اس کی تصریح نہ دکھائی جائے کہ قادیانی صاحب ختم نبوت اور انقطاع وحی کا اس معنی کے اعتبار سے قائل ہے جس معنی سے صحابہ وتابعین اور تمام امت محمدیہ قائل ہے۔ اس وقت تک ان کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہوسکتا۔ جس میں خاتم النّبیین کے الفاظ کا اقرار کیا ہو۔ اسی طرح حشر اجساد، نزول مسیح وغیرہ عقائد کے الفاظ کا اقرار کر لینا یا لکھ دینا بغیر تصریح مذکور کے ہرگز مفید نہیں ہوگا۔ خواہ وہ عبارت تصنیف میں مقدم ہو یا مؤخر۔ اسی طرح مسئلہ توہین ہے کہ جب ایک جگہ توہین کے کلمات ثابت ہوگئے تو اگر ہزار جگہ کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور ثناء خوانی بھی کی ہو تو وہ اس کو اس کے کفر سے نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلم اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کی اتباع اور اطاعت گزاری اور مدح وثناء کرتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کی، تو کوئی انسان اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔ الغرض اوّل تو یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی اپنی آخر عمر تک دعویٰ نبوت پر وحی پر قائم رہا ہے اور اپنی کفریات سے کوئی توبہ نہیں کی۔ جیسا کہ ان کے آخری خط سے واضح ہوتا ہے جو موت سے تین دن پہلے اخبار عام لاہور کے ایڈیٹر کے نام لکھا ہے اور اگر یہ بھی ثابت نہ ہوتا تو کلمات کفریہ اور عقائد کفریہ لکھنے اور کہنے کے بعد اس وقت تک اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ جب تک وہ ان عقائد سے توبہ کا اعلان نہ کرے اور توبہ کا اعلان جہاں تک ہم نے کوشش کی ان کی کسی کتاب یا تحریر میں نہیں پایا گیا۔ اس لئے تکفیر کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ علاوہ ازیں اگر یہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ مرزاغلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت وغیرہ سے توبہ کی تھی جب بھی مدعا علیہ چونکہ ان کو عام انبیاء کی طرح نبی اور رسول ماننے کی تصریح اپنی کلام میں کرتا ہے۔ اس لئے اس کے کفر وارتداد میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ازروئے عقائد اسلام ومسائل فقہیہ اجماعیہ کا اس کا نکاح جو مسلمان عورت کے ساتھ ہوا تھا قطعاً فسخ ہو چکا۔

’’وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وعلٰی الہ اجمعین‘‘

دستخط: جج محمد اکبر، ۲۸؍اگست ۱۹۳۲ء

جرح بر بیان امام العصر سید محمد انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ

مؤرخہ ۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء

صحیح مسلم میں ہے کہ جس کو پہنچے میرا کلمہ، اور تصدیق نہ کرے: ''ماجئت به'' کی وہ مسلم نہیں ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کی دریافت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی یہ تشریح کی کہ ایمان لانا خدا پر، ملائکہ پر، کتب سماویہ پر، رسل پر، یوم آخرت پر، تقدیر خیر وشر من اللہ ہونے پر۔ یہ اجزاء ایمان کے فرمائے اور اسلام میں عبادت حق تعالیٰ کی (وحدہ لاشریک لہ) اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ، صوم رمضان پر، جبرئیل علیہ السلام نے اس کی تصدیق کی۔ یہ بات حدیث کے متن میں موجود ہے۔ جس جس چیز کو قرآن (پاک) ایمان کہے گا وہ ایمان ہے۔ اس کا منکر خارج از اسلام ہے۔

احادیث میں پانچ چیزوں پر بنائے اسلام رکھی گئی ہے۔ دو شہادتین، یعنی توحید اور رسالت کی شہادت، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا دینا، رمضان کا روزہ رکھنا اور حج کرنا جو طاقت رکھے۔ یہ حدیثیں قدرے مشترک کے تواتر تک پہنچی ہیں۔

تواتر کی قسمیں علماء کی اپنی طرف سے ایجاد شدہ نہیں ہیں بلکہ انہوں نے قرآن اور حدیث کا ثبوت جس حال سے پایا اس کو ادا کر دیا۔ علماء نے حال واقعی جیسا پایا اس کو یونہی ادا کیا۔ یہ تواتر کے اقسام علماء کی اصطلاحات ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی کتابوں میں استعمال کر رہے ہیں۔ تواتر معنوی میں جو حصہ قدر مشترک ہے۔ اس کا ثبوت اگر واضح ہے تو اس کا منکر کافر ہے اور اگر خفی ہے تو مجمل ایمان فرض ہے اور تفصیل کو خدا کے سپرد کریں۔

ایک خبر واحد کو اگر کوئی شخص حجت نہ مانے تو کافر نہیں۔ بدعتی ہے۔ کتاب (مسلم الثبوت ص ۱۷۱) پر امام رازی کا جو قول بیان کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا درجہ تواتر معنوی پر نہیں پہنچا اور مسئلہ پر دلیل ہونا اس میں تردد ہے۔ یہ نہیں فرماتے کہ وہ تواتر معنوی کو پہنچا ہوا اور پھر اس کا منکر کافر نہیں۔ حنفیہ کا اصول ہے کہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کا قطعی ہے اور منکر اس کا کافر ہے اور مابعد کے اجماع کا منکر مبتدع اور فاسق ہے۔ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے قطعی ہونے میں امام ابن تیمیہ کی کتاب سے حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

نزول مسیح علامات قیامت میں سے ہے جو خبریں اخبار مستقبل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان پر اجماع ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ نزول مسیح کے سوال پر فقط اجماع ہی نہیں بلکہ نصوص احادیث کا تواتر ہے۔

''امام فی المستقبلات ...... هذا'' (کتاب مسلم الثبوت ج۲ ص ۱۹۵)

اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ واقعہ پیش آ گیا ہو اور اس کا حکم دینا ہو مجتہدین کو تو اتفاق واجماع کریں اور آئندہ چیزیں جو یقینی ہیں ان میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ عقیدہ کافی ہے۔ یعنی تواتر اگر ہو جائے تو اس عقیدہ کو ایمانی عقیدہ قرار دو اور ان کی تفصیل اور مصداق ڈھونڈنے میں نہ پڑو۔ جب وہ واقعات پیش آ جائیں گے اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو خلیفہ کا خلیفہ ماننا اجزاء ایمان میں داخل نہیں ہے۔ واجبات میں سے ہے۔ مسئلہ کی جیسی حقیقت ہوگی ویسے ہی اس پر اجماع رہے گا۔ ثبوت اس کا قطعی ہو جائے گا۔ حکم اس کا ویسا ہی رہے گا۔ جیسی اس کی حقیقت ہے۔

صحابہ ؓ کا اجماع کسی مسئلہ پر ہو اس کا منکر کافر ہے لیکن مسئلہ تعدد خلیفہ کا اور وحدت کا صدر اوّل میں مختلف فیہ ہے۔ اجماع کسی مسئلہ پر ہوتا ہے یا کسی کارروائی پر کسی مسئلہ پر جو اجماع ہو، اس کا وہی حکم رہا جو اجماع صحابہ ؓ کا ہے اور کسی عملی استصواب پر یا کارروائی پر ہوا تو وہ اجماع اس قسم کا نہیں جس پر بحث ہو رہی ہے۔ ’’ولو انکر …… یکفر‘‘ (کتاب شرح فقہ اکبر ص۱۴۷)

اس کی مراد یہ ہے کہ روافض جو منکر ہیں۔ خلفائے ثلاثہ ؓ سے اس بناء پر کہ وہ خلافت کے مستحق نہ تھے تو وہ کافر ہیں اور اگر صحابہ ؓ صدیق اکبر ؓ کے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرتے تو کوئی خلاف جزو ایمانی نہ تھا۔ حیات مسیح اجماعی مسئلہ ہے۔ صحابہ ؓ میں اور تواتر ہے حدیث کا اور سوائے ملحدوں کے کسی نے انکار نہیں کیا۔ روح المعانی کا حوالہ پیش کیا جا چکا ہے جو تفسیر سورۂ احزاب میں ہے۔

(ج۷ ص۶۰)

’’امارفع عیسٰی …… فارفعت‘‘ (تلخیص الحبیر ص۳۱۹)

لیکن اٹھایا جانا عیسیٰ علیہ السلام کا پس اتفاق کیا اصحاب اخبار اور تفسیر نے کہ عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے بدن کے ساتھ، زندہ ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اس میں ہے کہ موت آئی تھی رفع سے پہلے، یا سو گئے اور اٹھا لیا گیا۔

حیات کے متعلق چند سلف کا اختلاف ہے لیکن عام طور پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں ہمارے نزدیک حیات اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا مسئلہ ایک ہی شئے ہے۔ میری بحث اجماع اور تواتر پر ہے۔

سوال یہ تھا کہ حیات مسیح پر صحابہ ؓ کے اجماع کی سند دی جائے اس کا جواب گواہ ابھی دینا چاہتا ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔

حضرت امام مالک نے نہیں کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ وہ حیات ونزول عیسیٰ کے قائل ہیں۔ ’’قال مالک …… ثلاثین سنة‘‘

(کتاب اکمال الاکمال ج۲ ص۲۶۵ مصری)

امام مالک کا یہ قول بھی ان کی اکمال سے لکھا جو عطیہ کے نام سے موسوم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ موت آئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ ۳۳ سال کے تھے۔ اس کتاب میں دوسری جگہ ہے کہ امام مالک نے فرمایا دریں اثناء کہ لوگ کھڑے ہوں گے، سنتے ہوں گے، کان لگائے ہوں گے۔ اقامت صلوٰۃ کے لئے ڈھانک لے گا۔ ان کو ایک بادل اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتر آئیں گے۔ ابن حزم کا جو قول تفسیر جلالین سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ یہ الفاظ غلط نقل ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ابن حزم کی کتاب میں اس کی نقیض ہے اور بیان میں لکھوائی گئی ہے۔ جو حدیث ’’الفرق بین العبد وبین الکفر‘‘ ترک الصلوٰۃ ہے۔ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

تین اماموں کا اتفاق ہے کہ تارک الصلوٰۃ کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ فاسق کہا جائے گا اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ سنن ابی داؤد کی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف پڑ گیا۔ دوسری حدیث جو بیان کی گئی ہے وہ بھی اسی قسم کی ہے۔ الفاظ میں کچھ فرق ہے۔ عقیدۂ نماز کی فرضیت کو چھوڑ دے تو باجماع امت کافر ہے: ’’وکذلک ترک صلوٰۃ موجب للقتل عند الشافعی‘‘

(شرح فقہ اکبر ص۱۶۳)

یہ تشریح کہ جو شخص نماز کو فرض جان کر ترک کرے وہ کافر ہے۔ سنن ابی داؤد کی احادیث سے پیدا ہوتی ہے جس حدیث میں بناء اسلام پانچ بیان کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پانچ نمازیں فرض کیں خدا نے جس نے اچھا کیا وضوان کا اور پڑھیں اپنے وقت پر اور پورا کیا رکوع ان کا اور خشوع، تو خدا کی ضمانت میں ہے کہ مغفرت کرے اسے اور جس نے نہ کیا۔ خدا کی ضمانت میں نہیں ہے۔ چاہے مغفرت کرے چاہے عذاب کرے۔ (سنن ابوداؤد)

اس پر مجتہدین کی رائے ہوگئی جو مسائل: ’’کذالو قال عند شرب الخمر والزانی بسم اللہ عمدا او باعتقاد انہما حلالان وکذا لو افتی لامراۃ لتبین من زوجھا‘‘ (شرح فقہ اکبر ص۱۵۶،۱۶۰،۱۶۲)

استخفاف علماء کفر ہے جو اشارہ سے مشابہت کرے کفر ہے۔ جو عالم کو مولوی طولوی کہہ دے کافر ہوجائے گا۔ جو شراب پیتے وقت بسم اللہ کہہ دے وہ کافر ہوجائے گا جو بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب میں یہ مسئلہ ہے۔ میرے بیان میں آچکا ہے کہ کوئی چیز کسی حال میں کفر ہوتی ہے۔ کسی حالت میں کفر نہیں ہوتی۔ میں اس کی مثال دے چکا ہوں۔ کلمات مذکورہ بالا بعض حالات میں موجب کفر ہوجائیں گے۔ بعض حالات میں نہیں ہوں گے۔ لیکن ہم نے عقائد باطلہ پر حکم لگایا ہے۔ کسی ایک اختلافی چیز سے مدد نہیں لی اور نہ اپنے حکم کی بناء کسی مختلف حصہ پر رکھی ہے۔ اختلافی حصہ کو پہلے سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہمارے حکم کی بناء اس دین پر ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے بلا فصل اب تک چلا آرہا ہے۔ جو مسائل اوپر بیان کئے گئے ہیں یہ مسائل اختلافیہ ہیں۔

علماء بریلی نے جن واقعات پر علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے وہ عقائد علمائے دیوبند نے ظاہر نہیں کئے۔ غلط فہمی ہوئی جن عقائد کی بناء پر علمائے بریلی نے علماء دیوبند کے خلاف کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ علمائے دیوبند ان عقائد کے قائل نہ تھے۔

تتمہ بیان جرح سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ باقرار صالح

۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء

ضروریات دین کا انکار کرنا یعنی عقیدہ چھوڑ دینا کفر ہے۔ لیکن عمل نہ کرنا کفر نہیں وہ فسق اور معصیت ہے کفر نہیں۔ جو عقیدہ ترک کرے وہ ایمان سے نکل جاتا ہے اور جو عمل ترک کرے وہ عاصی ہے۔ جو شخص دستور ملکی کی بناء پر باوجود طاقت رکھنے کے شرعی حکم کو چھوڑے، اس کی بابت بھی یہی حکم ہے۔

اگر عقیدہ حق ہونے کا ترک کیا اور کہتا ہے کہ یہ شریعت غلط ہے اور اگر کہتا ہے کہ یہ عقیدہ صحیح اور مسئلہ درست ہے۔ عمل ہم اپنی بدقسمتی سے نہیں کرتے۔ وہ داخل ایمان اور عاصی ہے۔ مدعی نبوت اور اس کی طرف بلانے والے کی سزا قتل ہے۔ صاحب شریعت (نبی) دستور ملکی کی رو سے اگر کوئی چیز بیان کرے وہ بھی شریعت ہے۔ وہ جو کچھ فرمائے، کرے۔ کل شریعت ہے اور جو کچھ صاحب شریعت کے روبرو ہوا وہ اس پر سکوت کرے تو وہ بھی شریعت ہے۔ ابن صیاد جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دعویٰ نبوت کیا۔ اسے اس لئے قتل نہ کیا گیا کہ وہ نابالغ تھا۔ نابالغ کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس امر کی تصریح ہے کہ وہ نابالغ تھا۔ صحیح بخاری نے اس کے متعلق کہا ہے کہ وہ نابالغ تھا۔

صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے۔ مسیلمہ نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور کچھ نفری (جماعت) اس کے ساتھ شریک ہوگئی تھی۔ صدیق اکبرؓ نے مہم تیار کی۔ اس کے جہاد کے واسطے بعض صحابہؓ نے عرض کی کہ مدینہ میں اس وقت لوگ کم ہیں اور خطرہ ہے۔ مدینہ کی حفاظت کے لئے لوگوں کو موجود رہنے دیا جاوے۔

صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں بہادر تھے اور اسلام میں آکر بزدل ہوگئے۔ یہ مجھے برداشت نہیں صحابہؓ نے اس پر کوئی تخلف نہ کیا۔ اصول میں یہ اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ مسئلہ پیش کیا جاوے اور اس پر سب اتفاق کر گئے۔ کسی نے مخالفت نہ کی اسے اجماع کہا جاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک کے سامنے وہ مسئلہ پیش ہوا اور وہ کہے کہ مجھے اتفاق ہے۔

مسیلمہ نے نبی کریم ﷺ کے بعض احکام میں تغیر وتبدل کیا تھا لیکن جو دو شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ وہی کچھ کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے یعنی کہ وہ نبی ہے۔

کتاب (حج الکرامہ ص۲۳۴، ۲۳۵) میں ہے جو واقعات مسیلمہ کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں یہ وقوع میں ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن وقت اس کتاب میں ترتیب سے نہیں لکھا گیا۔ مسیلمہ کو قتل کرنے کی بڑی وجہ دعویٰ نبوت تھی اور جو چیزیں اس کے متعلق اس کتب میں بیان کی گئی ہیں وہ اس کے لگ بھگ تھیں اور یہ چیزیں نبوت کے تحت میں تھیں۔ اگر اخبار احاد کی تاویل کوئی شخص قواعد کے مطابق کرے تو اس کے قائل کو مبتدع یعنی بدعتی نہیں کہیں گے اور اگر قواعد کی رو سے صحیح نہیں ہے تو وہ خاطئی ہے۔

آیات قرآن متواتر ہیں

قرآن اور حدیث جو نبی کریم ﷺ سے ہم تک پہنچا اس کی دو جانبیں ہیں۔ ایک ثبوت اور ایک دلالت۔ ثبوت قرآن کا تواتر ہے اور اس تواتر کا اگر کوئی انکار کرے تو پھر قرآن کے ثبوت کی اس کے پاس کوئی صورت نہیں اور ایسا ہی جو شخص تواتر کے حجت ہونے کا انکار کرے اس نے دین ڈھا (گرا) دیا۔ دوسری جانب دلالت ہے۔ دلالت قرآن کی کبھی قطعی ہوئی ہے اور کبھی ظنی۔ ثبوت قطعی ہے۔

دلالت کا معنی ہے کہ مطلب پر رہنمائی کرنا۔ اگر اجماع ہو جائے صحابہ ؓ کا اس کی دلالت پر یا کوئی اور دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو جائے کہ مدلول یہی ہے تو پھر دلالت بھی قطعی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن سارا ''بسم اللہ'' سے ''والناس'' تک قطعی الثبوت ہے۔ دلالت میں کہیں ظنیت ہے اور کہیں قطعیت۔ لیکن قرائن کے ملنے سے دلالت بھی قطعی ہو جاتی ہے۔

حدیث ہے کہ: ''لکل آیة ظاهر وباطن'' لیکن قوی نہیں باوجود قوی نہ ہونے کے مراد اس کی میرے نزدیک صحیح ہے۔

محدثین نے لکھا ہے کہ اس کی اسناد میں کچھ کلام ہے۔ اس حدیث میں لفظ بطن سے تو جو کچھ رسول اللہ ﷺ کے دل میں تھا وہ سب منکشف نہیں ہے۔ مجملاً ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کی ایک مراد وہ ہے کہ قواعد لغت اور عربیت سے اور ادّلہ شریعت سے علماء شریعت سمجھ لیں اور اس کے تحت میں قسمیں ہیں۔

بطن سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو ان حقائق سے سرفراز کر دے اور بہتوں سے وہ خفی رہ جائیں لیکن ایسا کوئی بطن جو مخالف ظاہر کے ہو اور قواعد شریعت رد کرتے ہوں وہ مقبول نہ ہوگا اور رد کیا جائے گا اور بعض اوقات میں باطنیت اور الحاد کی حد تک پہنچا دے گا۔ حاصل یہ کہ ہم مکلّف فرمانبردار اپنے مقدور کے موافق ظاہر کی خدمت کریں اور بطن کو سپرد کر دیں خدا کے۔

اگر اخبار احاد متعدد جب باہم مل کر تواتر کے درجہ کو پہنچ جائیں تو وہ قطعیت میں قرآن مجید کے ہم مرتبہ ہیں اور کوئی متواتر چیز قرآن کے منافی دین میں ممکن نہیں کہ پائی جاوے اور اگر اخبار احاد تواتر کے درجہ کو نہ پہنچیں اور ظاہر ان کی مغائرت معلوم ہوتی ہو قرآن سے تو علماء کا فرض ہے کہ اس کی تطبیق اور توفیق ڈھونڈھیں یعنی (آپس میں) ملائیں۔ خبر واحد کے بھی دو پہلو ہیں: پہلا ثبوت کا۔ دوسرا دلالت کا۔ ثبوت وہ ظنی ہوتی ہے جب تک کئی مل کر تواتر کو نہ پہنچ جائیں اور دلالت میں کبھی قطعی اور کبھی ظنی۔

دین میں کوئی متواتر چیز نہیں پائی جاتی جو قرآن کی ناسخ ہو۔ کوئی حدیث متواتر یا خبر واحد ایسی نہیں ہے کہ جس کو علماء نے قرآن کے ساتھ جوڑا نہ ہو۔ نسخ کا باب اگر کوئی چھیڑے تو فرضی ہے۔ وقوع اس کا نہیں، خوارج کے قتل کی وجہ میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ کفر کی وجہ سے قتل ہوئے اور کوئی کہتا ہے کہ بغاوت کی وجہ سے۔ (فتح الباری ج۱۲ ص۲۵۲) میں ہے کہ خوارج کو بعض کہتے ہیں کفر کی وجہ سے قتل کیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ بغاوت کی وجہ سے۔

حضرت علی ؓ کا قول خوارج کے بارے میں جو کتاب (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۶۱) سے بیان کیا گیا ہے وہ اسی کتاب میں ہے۔ ان خوارج میں سے جو منکر ہوں گے ضروریات دین کے ان کی تکفیر ہوگی اور جو ضروریات دین کے منکر نہ ہوں گے وہ باغی رہیں گے اور ان کے ساتھ قتال یعنی جنگ ہوگی۔

نزدیک　است　کہ　علماء　ظواہر

چوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ بر...... تفصیل سے کتاب میں یہ عبارتیں ہیں۔　(مکتوبات امام ربانی ج ۲ ص ۱۷، حجج الکرامہ ص ۳۶۳)

شیخ مجدد میرے نزدیک مسلّم صاحب کشف ہیں۔ کشف ظنی چیز ہے۔ مجھے احادیث سے اور روایات سے جو امام مہدی کے متعلق آئی ہیں کوئی شبہ معلوم نہیں ہوا۔ جس سے یہ پتہ چلے کہ ایسی نوبت آئے گی یعنی ان کے ظہور کے وقت میں علماء کی طرف سے یہ نوبت آئے گی۔ باقی رہا کشف مجدد صاحب کا، وہ اللہ کو معلوم ہے مجھے روایات پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ حدیث ہے کہ میری امت کے ۷۲ فرقے ہو جائیں گے اور آگے ہے کہ سارے نار میں جائیں گے مگر ایک فرقہ۔ اس پر عرض کی گئی کہ وہ کون ہوگا۔ فرمایا کہ وہ ہوگا جو میرے راستہ پر اور میرے صحابہ ؓ کے راستہ پر ہوگا۔

الملل والنحل میں اس حدیث کے ساتھ یہ الفاظ ہیں کہ وہ جماعت ہوگی۔

اس جماعت سے مراد اس کے مصنف شہرستانی مراد اہل سنت والجماعت ہے۔ یہ الفاظ بعض روایات میں ہیں اور بعض میں نہیں ہیں۔ اس سے یہ اصلاً مراد نہیں کہ وہ چھوٹی جماعت ہوگی۔

محمد ہاشم خطیب سے جس نے شام میں مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق فتویٰ دیا ہے مجھے اس سے تعارف نہیں ہے۔ نبی کی اولاد کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں ہے۔ صحیح بخاری میں صحابی ؓ کے متابعت میں آیت کی مراد میں یہ ذکر کیا ہے۔ ورنہ کوئی حاجت نہیں اور نہ میرا اس پر مطلب موقوف ہے۔ قول صحابی ؓ کا حجت نہیں ہوتا جیسا کہ نبی کا قول ہوتا ہے، لغت والوں نے تصریح کی ہے کہ خاتم بفتح تا ہو کر مہر کے معنی میں ہی ہے اور آخر کے معنی میں بھی ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ عیسیٰ ابن مریم کے سوا جو بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے۔ رسول اکرم ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے۔

قرآن شریف میں تین طریقے انسان کے ساتھ خدا کے کلام کے بیان کئے گئے ہیں لیکن ان کو احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے اپنے بیان میں وحی کی تعریف نہیں کی۔ اقسام بیان کئے ہیں۔ پیغمبر کے ساتھ وحی کے متعدد طریقے ہیں جو پیغمبر کا معاملہ اور خدا کا معاملہ ہے۔ اس کی انتہاء میرے مقدور سے باہر ہے۔ وہ مخصوص معاملہ ہے۔ خدا کا اور پیغمبر خدا کا اور جب وہ صفت مجھے حاصل نہیں تو میں اس کی پوری حقیقت اور کنہ کو نہیں پاسکتا۔ لیکن حرف شناسی اور طالب العلمی کی مد میں آیت کی تفسیر کرتا ہوں: ”وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیاً اومن ورای حجاب اویرسل رسولاً فیوحی باذنہ مایشاء. انہ علی حکیم (الشوریٰ: ۵۱)“

مناسب نہیں ہے کسی بشر کو کہ کلام کرے اس کے ساتھ خدا مگر بطور وحی یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجے اس کی طرف قاصد اور قاصد کے ذریعہ سے پیغام دے۔ اپنی مشیّت اور ارادے سے جو پیغمبر ثابت ہو چکا ہے جداگانہ طریق پر۔ اس پر جو وحی ہوتی ہے وہ وحی قطعی ہے۔ دوسرے شخص پر جو وحی ہو وہ ظنی ہے جو شخص خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد وحی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے نبی مانتے ہیں۔ اس کے سوا جو وحی ہے وہ وحی نبوت نہیں ہے۔ لفظ وحی کا اس پر اطلاق ہوگا۔ وحی قرآن کا لفظ ہے اور لغت میں جتنے معنی وحی کے لئے گئے ہیں ان پر وحی کا لفظ اطلاق ہوسکتا ہے۔ حضرت مریم اور ام موسیٰ (والدہ موسیٰ) کی طرف جس وحی کا قرآن شریف میں ذکر ہے وہ چونکہ پیغمبر نہیں ہیں اس لئے اس وحی سے وہ دوسری وحی مراد ہوگی۔ جو ظنی ہے۔

قرآن شریف میں جو تین طریقے وحی کے مذکور ہیں ام موسیٰ اور حضرت مریم کی طرف جو وحی آئی ہوگی وہ ان تینوں طرق میں سے ہوگی۔ مگر عام مفسرین نے اس آیت: ’’وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا اومن ورآی حجاب...... الخ! (الشوریٰ: ۵۱)‘‘ کو وحی نبوت پر ہی اتارا ہے۔

میں نے سنا ہے: ’’اس میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ کشفی ہے یا الہامی ہے جو حجت قطعی نہیں ہے۔‘‘ شیخ مجدد کا کلام کشف والہام میں ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج۲ ص۹۹، مکتوب ۵۱)

توہین انبیاء کے بارے میں میں نے تصریح کر دی ہے اپنے بیان میں کہ سب (گالی) کی قسم تعریض سے بھی ہوتی ہے اور لزوم سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن میں نے وجہ ارتداد مرزاغلام احمد قادیانی میں تعرض کو نہیں لیا بلکہ جس ہجو کو انہوں نے قرآن مجید سے مستند کیا اور اسے قرآن مجید کی تفسیر گردانا اور جس ہجو کو اپنی جانب سے حق کہا میں اسے ارتداد سمجھتا ہوں اور اسی کو ارتداد کی وجہ قرار دیا۔

مرثیہ شیخ رشید احمد صاحب گنگوہی ص۶، ۸ کے اشعار ص۳۳ کے اشعار متعلق مسیح کا جواب۔

شیخ الہند صاحب کے جو شعر نقل کئے گئے اس کے متعلق یہ جواب ہے کہ جو مدحیہ اشعار ہوں وہ تحقیقی نہیں ہوتے بلکہ بشری کلام اٹکل کے ہوتے ہیں اور شاعرانہ محاورہ، نئی نوع کلام کی تسلیم کیا گیا ہے۔ فرق اس میں یہ ہے کہ جو خدا کی کلام ہوگی وہ عقیدہ ہوگا اور وہ تحقیق ہوگی اور وہ کسی طرح سے اٹکل نہ ہوگی۔ حقیقت حال ہوگی۔ نہ کم نہ بیش۔ بشر انتہاء کو حقیقت کی نہیں پہنچتا تخمینی لفظ کہتا ہے اور دنیا نے اس کو تسلیم کیا کہ شاعرانہ، نوع، تعبیر، عام اطلاق الفاظ نہیں ہے اور وہ تخمینہ پر عبارت کہہ دیتے ہیں جو آس پاس (قریب قریب) ہوتی ہے۔ ٹھیک حقیقت نہیں ہوتی اور خود شاعر کی نیت میں اور ضمیر میں منوانا اس کا عالم کو منظور نہیں ہوتا۔

جھوٹ میں اور شاعر میں یہ فرق ہے کہ جھوٹا کوشش کرتا ہے کہ میرے کلام کو لوگ سچ مان لیں اور شاعر کی اصلاً یہ کوشش نہیں ہوتی بلکہ وہ خود سمجھتا ہے کہ حاضرین بھی میرے اس کلام کو حقیقت پر نہیں سمجھیں گے بلکہ اگر کوئی حقیقت پر سمجھے تو اس کی اصلاح کے درپے ہوتا ہے۔ دوسرے وقت ایسے وقائع دنیا میں بہت پیش آچکے ہیں۔ مبالغہ شاعروں کے ہاں ہوتا ہے اور یہ ایک قسم ہے کلام کی جو فنون علمیہ میں درج ہے اور اس مبالغہ کی حقیقت یہ ہے کہ چھوٹی چیز کو بڑا ادا کرنا اور بڑی چیز کو چھوٹا ادا کرنا۔ بشرطیکہ نہ اعتقاد ہو، نہ مخلوق کو منوانا ہو۔ پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز کہتا ہے کہ جس سے مغالطہ پڑتا ہے نبوت کے باب میں اور وہ ساری کوشش اس میں خرچ کرتا ہے وہ اور جہاں کا ہے اور یہ حضرت شاعر اور جہاں میں ہیں۔

کتاب ازالۃ الاوہام مصنفہ مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اور اشعار مولوی آل حسن صاحب سے جو مشکوٰۃ شریف میں جو قصہ حضرت عمرؓ کے تورات کا ورق پڑھنے اور رسول اللہ ﷺ کا جواب دینے کے متعلق مذکورہ ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے جواب سے حضرت موسیٰ کی کوئی توہین ظاہر نہیں۔

جواب میں موجب ارتداد مرزاغلام احمد قادیانی میں اس قسم کی کوئی چیز پیش نہیں کرتا۔ جس میں کہ مجھے نیت سے بحث کرنی پڑے بلکہ میں نے اس چیز کو لیا ہے جسے انہوں نے قرآن کی تفسیر بنایا ہے اور اسے حق کہا ہے اور جن چیزوں میں مجھے نیت کی تلاش رہتی وہ میں نے اپنی بحث سے خارج کر دیئے ہیں اور انہیں موجب ارتداد قرار نہیں دیا۔ میں اپنے بیان میں تصریح کر چکا ہوں کہ میں مرزاغلام احمد قادیانی کی نیت پر گرفت نہیں کروں گا۔ زبان پر کروں گا۔ میں نے مرزاغلام احمد قادیانی کی تمام کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ جس قدر مجھے حکم دینے کی ضرورت ہوئی اسی قدر میں نے مطالعہ کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور بغیر توبہ کے مرے۔ اس لئے میرے نزدیک وہ کافر ہیں۔
بروز...... تنسخ...... رسخ...... فسخ...... مسخ...... کے جو الفاظ میں نے بیان کئے تھے اس سے میں نے یہ دکھلایا تھا کہ ان کی کوئی حقیقت دین سماوی میں نہیں ہے اور کہ یہ لفظ نہ آئے ہوں۔ یہ غلط ہے۔ نہ میرے بیان میں ہے علماء نے ان لفظوں کو لیا ہے اور رد کیا ہے۔
میرا عقیدہ نہیں ہے کہ مسیح کی شکل دوسرے کسی مردود میں ڈالی گئی ہو لیکن بعض مفسرین نے اہل کتاب سے نقل لی ہے۔ ''کونوا قردۃ خاسئین'' کے متعلق میرا عقیدہ کہ وہ لوگ مسخ ہوگئے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے جو کچھ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق کہا ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں تک درست کہتا ہے۔ (دستخط جج) محمد اکبر!

سوال مکرر: میں نے کل اس سوال سے کہ اسلام کی بناء پر جو پانچ چیزوں پر بیان کی گئی ہے اس سے مراد میں نے یہ لی تھی کہ صاحب شریعت نے جو بناء اسلام کی پانچ چیز پر رکھی ہے مظہر نے بہت سے دفعات کا اضافہ کیا ہے۔ اس کا جواب میں نے اس وقت یہ دیا تھا کہ جو جو چیز قرآن شریف میں سے لے جائے گی وہ ایمان میں داخل ہو جائے گی اور جو متواتر حدیث ہوگی وہ ایمان میں داخل ہو جائے گی اور یہ جو ہے کہ بناء اسلام کی پانچ چیز پر ہے۔ ایک شہادت توحید کی اور شہادت رسالت کی۔ اس شہادت رسالت کے تحت سارا دین پیغمبر کا داخل ہوگیا۔ رسول کا ماننا ان کی شریعت کی اطاعت کو حاوی ہے۔ انہی پانچ کے اندر بلکہ ایک ہی لفظ کے اندر رسول کی رسالت کو ماننا سارا دین آ گیا۔
میں نے کوئی دفعہ جو اضافہ کی ہے مطلق اضافہ نہیں نیز مقنن اگر کوئی ایک قانون کہے تو یہ اعتراض بے معنی ہے کہ ایک ہی دفعہ کے تحت ذیلی منشاء کو کیوں ادا نہ کر دیا؟ بلکہ سارے قوانین اس کے واجب الانقیاد یعنی واجب الاطاعت ہوں گے اور اس میں میں نے صحیح مسلم کی حدیث کا حوالہ کل دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کوئی ان سب پر جو میں لایا ہوں خدا کی طرف سے ایمان نہ لائے وہ مومن نہیں۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ میں امر کیا گیا ہوں کہ میں مقابلہ کروں لوگوں کے ساتھ یہاں تک کہ شہادت دیں ''لا الہ الا اللہ'' کی اور ایمان لائیں مجھ پر اور اس چیز پر جو میں لے کر آیا ہوں۔
بناء اسلام کے جو پانچ ارکان بیان کئے گئے ہیں، یہ مہم (اہم) ارکان ہیں۔ بڑے ستون تو یہ ہیں اور حدیث میں اور چیزیں بھی ہیں۔ یعنی ایمان کے دیگر بھی کئی شعبے ہیں۔ خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کے اجماع کے متعلق میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ جو شخص ان کے مستحق خلافت ہونے کا انکار کرے کہ وہ خلافت کے لائق نہ تھے وہ شخص کافر ہے۔

''لعل المراد انکار استحقاقهما الخلافة فهو مخالف لاجماع الصحابة رضی اللہ عنہم لا انکار وجودها''
(شامی باب الامامت نقل عن البحر الرائق ج۱ ص۵۶۱)
شاید مراد انکار ہے استحقاق شیخین رضی اللہ عنہما کا ایسا شخص مخالف ہے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ وہ وقوع خلافت سے کوئی انکار کرے۔
حیات مسیح کے سوال پر امت کا اجماع ہے اور امت کہتے ہیں یہاں سے لے کر پیغمبر کے زمانے تک کے مسلمان اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس میں داخل سمجھے جائیں گے۔
دیوبندیوں کے خلاف جو فتویٰ علماء بریلی کا پیش کیا گیا تھا۔ اس میں جو فقرے کتاب تحذیر الناس سے نقل کئے گئے ہیں وہ مختلف مقامات سے جوڑ کر ان کی مولانا محمد قاسم صاحب کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ مولانا کی تصریح یہ ہے کہ جو ختم زمانی کا انکار کرے وہ بسبب تواتر کافر ہے۔ کتاب تحذیر الناس کے ص۱۰ پر سواگر سے...... کافر ہوگا تک۔

مولانا نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ جو ختم زمانی کا انکار کرے وہ قرآن سے، تواتر سے اور اجماع سے کافر ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن اور حدیث جس طریقہ پر ہمارے پاس پہنچا اس طریقہ کو علماء نے ادا کیا اور جو شخص تواتر کا انکار کرے وہ قرآن کو ثابت نہیں کر سکتا اور دین ابتداء سے آخر تک منہدم ہو جائے گا۔ اس میں پس وپیش کرنا کہ متواتر خبر، حدیث قطعی ہے۔ مستلزم ہوگا کہ قرآن میں بھی پس وپیش کرے کہ اس واسطے کہ ثبوت قرآن کا اور حدیث متواتر کا تواتر ہی ہے۔ تواتر میں اگر جھگڑا ڈالا تو اس شخص کے پاس دین محمدی ﷺ کی کوئی جڑ نہیں۔

کل یہ سوال کیا گیا تھا کہ امور مستقبلہ پر اجماع ہوتا ہے یا نہیں۔ امور مستقبلہ میں اجماع نہ ہونا کی مراد یہ ہے کہ حکم عملی جو ہاتھ پیر سے کرنا ہو، اسے مستقبل پر چھوڑا جاوے۔ پہلے سے اجماع کا کوئی اثر نہیں۔ وقت پر دیکھا جائے گا اور جو عقیدہ قرآن وحدیث میں آچکا ہے۔ مستقبل کے متعلق اس پر اجماع منعقد ہونا معقول ہوگا اور حجت ہوگا۔ کہیں فرض ہوگا: ''**ودعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع**''

(شرح مسلم الثبوت ص۵۱۹، کتاب اکمال الاکمال) کے حوالہ سے جو کل بیان کیا گیا تھا کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔ اس کتاب کے دوسرے صفحہ پر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے امام مالک کی مراد یہی ہوگی کہ برائے چند ساعت موت دی گئی ہے اور بعد میں اٹھائے جائیں گے۔ ایک ہی صاحب کے مقولہ کے دو قطعہ ہیں۔ سن کر تسلیم کیا گیا۔

دستخط: جج صاحب، مؤرخہ ۲۹؍اگست ۱۹۳۲ء

بیان حضرت مولانا نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ

مؤرخہ ۳۰؍اگست ۱۹۳۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''**حامداً ومصلیاً**''

جامع علوم وفنون حضرت مولانا محمد نجم الدین صاحب سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جو علوم عقلیہ ونقلیہ میں بہت بڑے فاضل ہیں۔ مدتوں تک بلاد اسلامیہ میں درس دیتے رہے ہیں۔ عرصہ کثیر تک اورینٹل کالج لاہور، میں مولوی فاضل کلاس کے پروفیسر رہے ہیں اور اسی زمانہ میں شہادت کے لئے بہاولپور آئے تھے۔ آپ کا یہ بیان ۳۰، ۳۱؍اگست ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ جج صاحب بہادر بہاولپور کی عدالت میں ہوا۔ پہلے دن حضرت مولانا کا بیان ہوا اور دوسرے دن مختار مدعا علیہ کی جرح ہوئی۔ مولانا ممدوح نے مرزائیت کے کفر وارتداد اور مدعا علیہ کے فسخ نکاح کو قرآن وحدیث اور اجماع امت اور اقوال فقہاء سے نہایت تفصیل اور توضیح سے بیان فرمایا اور مختار مدعا علیہ کی جرح کے نہایت ہی محققانہ جوابات دیئے۔ مولانا موصوف کے بیان میں حضرت سید انور شاہ صاحب بھی تشریف فرما تھے اور حضرت مرحوم نے مولانا کے بیان کو بہت ہی پسند فرمایا۔ ابوالعباس نعمانی، معلم ثانی جامعہ عباسیہ، بہاولپور

مرزا ادّعائے نبوت کی وجہ سے خارج از اسلام ہے

میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ان کی کتابوں کی رو سے اور ان کی تحریرات کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے جو دعویٰ نبوت اور رسالت تشریعی یا غیر تشریعی کیا ہے جس کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہیں اور ان کے متبعین بھی یہی حکم رکھتے ہیں۔ مرتد کے

ساتھ کسی سابقہ منکوحہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا اور نہ ہی آئندہ اس کو کسی مسلمہ یا ذمیہ حرہ یا امہ سے نکاح کرنے کا اختیار ہے۔ سابقہ نکاح بدون قضا قاضی فسخ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیت ’’یاایها الذین آمنوا اذا جاء کم (ممتحنه: ۱۰)‘‘ اس بات پر دلیل ہے اور ہمارے فقہائے حنفیہ بلکہ تمام علماء اسلام نے واضح طور پر اپنے کتب میں لکھ دیا ہے۔

(شامی ج۲ ص۴۲۵، فتاویٰ عالمگیری ص۴۰۶) میں بھی یہ مسئلہ مفصل اور واضح طور پر موجود ہے۔ ان کے کفر کے وجوہ اگرچہ بہت سے ہیں۔ مگر میں صرف تین امور پر اس وقت اکتفا کروں گا۔

مرزا قادیانی کے وجوہ کفر

۱…… ادّعاء نبوت تشریعی اور غیر تشریعی۔

۲…… توہین انبیاء علیہم السلام۔

۳…… تمام مسلمانان عالم کو کافر بنانا، خواہ اس کو مرزا قادیانی کی دعوت پہنچی ہو یا نہ، مکفر ہوں یا نہ، ان وجوہ کی بناء پر وہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

مرزا قادیانی نے (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۵، ۲۲۶) پر لکھا ہے کہ: ’’اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تاتم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی کہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘

پھر (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) پر ہے: ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

مرزا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے

مرزا نبوت تشریعی کا مدعی تھا اور اس ثبوت کے لئے انہوں نے دو وجہ بیان کیں ہیں:

۱…… مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’اگر کہو کہ صاحب الشریعہ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفتری، تو اوّل یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنے وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نواہی بیان کئے۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، ۸، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

مرزا قادیانی نے ضمیمہ تحفہ گولڑویہ میں ایسی مثالیں بھی بیان کی ہیں۔ جن میں امر اور نہی ہے۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۵۹) پر لکھتے ہیں: ’’قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی…… یا احمد اسکن انت وزوجک الجنة…… یا اٰدم اسکن انت وزوجک الجنة‘‘

۲…… معیار نبوت تشریعی کا انہوں نے (تریاق القلوب ص۱۳۰ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲) پر یہ قرار دیا ہے کہ: ’’یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن ان کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں کہ وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔‘‘

پھر مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷) پر لکھتے ہیں: ’’یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے

مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: ’’فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذباً او کذب بایاتہ ‘‘یعنی بڑے کافرو ہی ہیں ایک خدا پر افتراء کرنے والا۔ دوسرا خدا کی کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر پر پڑے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔‘‘

(اربعین نمبر۴ ص۱۲، خزائن ج۱۷ ص۴۴۱) پر لکھتے ہیں: ’’اس بات کو قریباً ۹ برس کا عرصہ گزر گیا کہ جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی کی تھی۔ تب ان کی ہر ایک پہلو سے گریز دیکھ کر۔‘‘

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مخالف کو انہوں نے کافر قرار دیا۔ مرزاقادیانی (فتاویٰ احمدیہ ج اوّل ص۲۶۹) پر لکھتے ہیں: ’’واعلم ان عملاً من الاعمال لا یفید لاحد من دون ان یعرفنی ویعرف دعوای ودلائلی ‘‘یعنی کسی کا کوئی عمل میرے دعویٰ اور میری دلیلوں اور میرے پہچاننے کے بغیر مفید نہیں ہوسکتا۔

(فتاویٰ احمدیہ ج ا ص۳۰۸) پر ہے۔ ’’بہرحال جس کو خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔‘‘

(فتاویٰ احمدیہ ج ا ص۳۰۵) پر لکھتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعود ایک شخص نے سوال کیا کہ جو لوگ آپ کو کافر نہیں کہتے۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کیا ہرج ہے۔ فرمایا: ’’لا یلدغ المؤمن من جحرٍ واحد مرتین ‘‘یعنی مؤمن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں کاٹا جاتا۔ ہم خوب آزما چکے ہیں کہ ایسے لوگ دراصل منافق ہوتے ہیں۔ ان کا حال ہے۔ ’’واذ القوا الذین آمنوا قالوا اٰمنا ‘‘یعنی ہمارے سامنے تو کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی مخالف نہیں۔ لیکن جب اپنے لوگوں سے مخلی بالطبع ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ان سے استہزاء کر رہے تھے۔ پس یہ لوگ ایک اشتہار دیں کہ ہم سلسلہ احمدیہ کے لوگوں کو مؤمن سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے کافر کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں تو میں آج ہی اپنی تمام جماعت کو حکم دے دیتا ہوں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لیں۔ ہم سچائی کے پابند ہیں۔‘‘ فتاویٰ کی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جو شخص مرزاقادیانی کو نہیں مانتا، خواہ اس کو کافر کہے یا نہ۔ وہ مسلمان نہیں اور اس کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں۔

مرزاقادیانی نے اپنے پر نزول وحی کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کے حوالے کے لئے (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر تصریح موجود ہے۔

آنچہ من بشنوم زوحی خدا بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم

نیز مرزاقادیانی اپنے پر جبرئیل کے نزول کے مدعی ہیں۔ چنانچہ (حقیقت الوحی ص۱۰۳ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۱۰۶) پر لکھتے ہیں: ’’جاء نی آئیل واختاروا وادار اصبعہ واشار ‘‘اس کے فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں۔ اسی جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرئیل کا نام رکھا ہے۔ اس لئے کہ بار بار لوٹتا ہے۔

اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے میں چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ مرزاقادیانی نے صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنی شان نبوت اور رسالت کا سکہ جمانے کے لئے ان تمام خصوصیات نبوت اور لوازمات رسالت کو نہایت ہی جزم اور وثوق کے ساتھ اپنے ذات کے

لئے ثابت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ جن خصوصیات کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی جماعت مقربان بارگاہ الٰہی سے ممتاز ہوسکتی ہے۔

مرزاقادیانی اپنے لئے لوازم نبوت ثابت کرتا ہے

مرزاقادیانی کا اپنی وحی والہام کو قطعی اور یقینی سمجھنا اور اپنے وحی کو خدا کا کلام کہنا اور اپنے خوارق عادات کا نام معجزہ رکھنا اور اپنے منکر متردد وساکت کو کافر منافق ٹھہرانا اور اپنی جماعت سے خارج ہونے والے کو مرتد خطاب دینا۔ اس قسم کے دعاوی کے حوالہ جات مرزاقادیانی کے مصنفات سے بکثرت ملتے ہیں۔ مرزاقادیانی اپنے الہامات کو وحی الٰہی اور کلام خداوندی اور قرآن کی طرح قطعی کہتا ہے۔ چنانچہ (حقیقت الوحی ص۶۹ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۷۲) پر لکھتے ہیں کہ: ''ان الہامات کی ترتیب بوجہ بار بار کی تکرار کے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ فقرے وحی الٰہی کے کبھی کسی ترتیب سے کبھی کسی ترتیب سے مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور بعض ایسے فقرے ہیں کہ شاید سو سو دفعہ یا اس سے بھی زیادہ نازل ہوئے ہیں۔ پس اس وجہ سے ان کی قرأت ایک ترتیب سے نہیں اور شاید آئندہ بھی یہ ترتیب محفوظ نہ رہے۔ کیونکہ عادت اللہ اسی طرح سے واقع ہے کہ اس کی پاک وحی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زبان پر جاری ہوتی ہے۔''

مرزائی جماعت سے جو شخص علیحدہ ہو جائے اس کو مرتد کا خطاب دیا جاتا ہے۔

(حقیقت الوحی ص۱۲۲ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۷۲) پر ہے: ''پھر ایک اور خوشی کا موقعہ ہمارے مخالفوں کو پیش آیا کہ جب چراغ دین جموں والا میرا مرید تھا۔ مرتد ہوگیا اور بعد ارتداد میں نے رسالہ دافع البلاء ومعیار اہل الاصطفاء میں اس کی نسبت خداتعالیٰ سے یہ الہام پاکر شائع کیا کہ وہ غضب الٰہی میں مبتلا ہوکر ہلاک کیا جائے گا۔'' جس شخص کو مرزاقادیانی کی معرفت نہ ہو اور ان کے دعویٰ اور دلائل سے واقفیت پیدا نہ ہو۔ اس کا کوئی عمل صالح، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ مقبول نہ ہوگا۔'' جیسا کہ (فتاویٰ احمدیہ ص۲۶۹) پر حوالہ دیا جاچکا ہے۔

یہ خصوصیات مذکورہ ایسی ہیں جو سوائے انبیاء اصحاب شریعت کے اور کسی مقرب میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ان سے ثابت ہوا کہ مرزا حقیقی نبوت کا مدعی تھا اور اپنے آپ کو اسی معنی میں نبی اور رسول ظاہر کرتا تھا۔ جس معنی میں دوسری انبیاء علیہم السلام کو نبی اور رسول کہا گیا ہے۔

مرزاقادیانی کا اپنی نبوت کو ظلی اور بروزی کہنا محض پردہ پوشی ہے

باوجود ان تصریحات کے مرزاقادیانی نے خواہ مخواہ پردہ پوشی اور مخالفین کو خاموش کرنے کے لئے اپنے آپ کو بروزی اور ظلی نبی ظاہر کیا اور ختم نبوت کے نصوص قطعیہ کی مخالفت سے بظاہر بچنے کے لئے ایک جدید راہ نکالی۔ مگر جہاں تک حقائق شرعیہ کا تعلق ہے۔ یہ توجیہہ اور تدبیر اس کے لئے مفید معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجازی اور ظلی نبوت کی اصطلاح خود مرزاقادیانی کی پیدا کردہ ہے۔ قرآن حدیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ اگر فی الحقیقت ظلی وبروزی نبوت کا وجود ہوتا تو لامحالہ اقوال صحابہ اور ائمہ مجتہدین کی تحقیقات میں اس کا ذکر ہوتا۔ بلکہ سب سے پہلے یہ دروازہ ان بزرگ اور مقدس ہستیوں پر کھلتا۔ جن کے پاک کندھوں پر اسلام کی بنیاد کھڑی کی گئی ہے۔ اگر نبوت تشریعی وغیر تشریعی کا دروازہ ارشاد خداوندی (خاتم النّبیین) سے بند نہ ہوگیا ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے باوجود استعداد اور قابلیت نبوت کے جو فاروق اعظمؓ اور علی المرتضیٰؓ کے وجود مسعود سے پوری پوری جھلک دکھا رہی تھی۔ یہ ارشاد نہ فرمایا ہوتا: ''لو کان بعدی نبی لکان عمر'' اور اسی طرح صراحۃً مشابہت ہارون کے بعد جناب علی المرتضیٰؓ سے یہ ارشاد نہ فرماتے: ''الّا انہ لا نبی بعدی'' کیونکہ بوقت ارادۂ نبوت مجازی بخیال مرزاقادیانی نہ تو آیت خاتم النّبیین کی مخالفت ہے اور نہ فرمان مصطفوی ''لا نبی بعدی'' سے کوئی تصادم ہوتا ہے۔

پس آنحضرتﷺ کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنے کا امکان نہیں۔ خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو ساری امت سے اس منصب کے لئے منتخب کیا ہے۔

ساری امت میں اپنے آپ کو نبوت کے لئے مختص سمجھتا ہے

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶) میں لکھتے ہیں: ’’غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اسی وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔‘‘

مرزا قادیانی نے حقیقی نبوت کے دعویٰ کو اس امت میں سے صرف اپنے ہی لئے مخصوص کیا۔

مدعی نبوت کافر ہے

جو شخص نبوت کا مدعی ہو خواہ صاحب الشریعت کہلائے یا نہ، ازروئے قانون اسلام خارج از اسلام ہے۔ زندیق اور مرتد کہلانے کا مستحق ہے۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں اور اب میں قرآن حکیم سے چند آیات پیش کرتا ہوں۔

۱...... ’’قولہ تعالیٰ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۸۹) میں ہے۔ ’’وھذہ الایۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ الیٰ قولہ ولا ینعکس‘‘ اسی تفسیر کے (ص۹۱،۹۲) پر اس آیت کے ذیل میں ہے۔ ’’ومن رحمہ اللہ ای قولہ ما دامت السموات والارض (ھود:۱۰۷)‘‘ یعنی اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ آنحضرتﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ جب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تو رسول بطریق اولیٰ نہیں ہوگا۔ کیونکہ رسول اور نبی میں عام خاص کی نسبت ہے۔ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ دوسری عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے آنحضرتﷺ کو ان کی طرف بھیجا۔ پھر آپﷺ کو یہ کمال عنایت فرمایا کہ آپﷺ کے ساتھ تمام انبیاء ورسول کو ختم کر دیا اور دین حنیف کو آپﷺ کے سبب سے مکمل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اور رسول اللہ نے اپنی سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ آپﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تاکہ انہیں اس بات کا پتہ چل جائے کہ آپﷺ کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کرے وہ کذاب، مرتد، دجال، ضال، مضل ہے۔ خواہ کسی قسم کے جادو اور شعبدے اور طلسم اور عجائبات دکھلائے۔ سب کے سب یہ عقلمندوں کے نزدیک گمراہی کا موجب ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں پر اس قسم کے شعبدے اور عجائبات دکھلائے۔ جن کو دیکھ کر ہر عقلمند اور ذی فہم معلوم کرے گا کہ یہ دونوں جھوٹے اور گمراہ ہیں۔ ان پر خدا کی لعنت۔ اس طرح جو شخص قیامت تک دعویٰ نبوت کرے گا۔ اس کا بھی یہی حال ہے۔ یہاں تک کہ ان کذابوں کا سلسلہ مسیح دجال تک ختم ہوگا۔ اس کے ساتھ کسی قسم کے عجائبات اور خوارق ہوں گے۔ علماء اور مؤمنین ان تمام چیزوں کے جھوٹے ہونے کی گواہی دیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوقات کے ساتھ بڑی عنایت اور مہربانی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ (جو مدعی نبوت ہیں) بحسب ضرورت واقع بھلے کاموں کا حکم نہ دیں گے اور نہ ہی برے کاموں سے روکیں گے۔ ہاں بطور اتفاق کبھی کبھی امر ونہی کا سلسلہ جاری کریں گے جو ان کے مقاصد کے لئے مفید ہوگا۔ ان کے اقوال اور ان کا طرز عمل جھوٹ اور فجور سے ملوث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ کیا تمہیں خبر دوں کہ کس پر شیطان نازل ہوتے ہیں۔ ہر جھوٹے

گنہگار پر شیطانوں کا نزول ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے حالات بالکل ان کے برخلاف ہیں۔ ان میں نہایت نیکی اور سچائی اور ہدایت اور استقامت پائی جاتی ہے اور قول اور فعل میں وہ راست باز اور درست ثابت ہوتے ہیں۔ بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے لئے خوارق عادات اور واضح دلیلیں اور روشن برہان بھی مؤید ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ان پر ہمیشہ رہیں۔ جب تک آسمان وزمین قائم رہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبوت ملنے کی گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ اس آیت کی قرأت دو طریق پر ہے۔ خاتم (بفتح التأ) خاتم (بکسر التأ) حسن وعاصم کے سوا تمام قراء خاتم (بالکسر) پڑھتے ہیں۔ اس کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے فرمادی ہے۔ جس کے بعد کسی اور شخص کی تفسیر وتوضیح کی ضرورت نہیں۔ غزوہ تبوک میں جب آنحضرت ﷺ تشریف لے جارہے تھے تو مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ انتظام کے لئے چھوڑنے کا ارشاد فرمایا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر تشریف لے جاتے ہیں جو میری شجاعت کے منافی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسٰی الّا انه لا نبی بعدی ‘‘ (مسلم شریف ج۲ ص۲۷۸) جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جانشینی کے لئے مدینہ میں چھوڑ کر حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ان کو تشبیہ دی تو سننے والے کو شبہ پیدا ہوسکتا تھا کہ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے بعد منصب نبوت سے اسی طرح متصف ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ہارون علیہ السلام تھے۔ اسی شبہ کے رفع کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’الّا انه لا نبی بعدی ‘‘ اگرچہ تم ہارون علیہ السلام کی طرح اس وقت میرے جانشین ہو۔ مگر یہ بھی خیال نہ کرنا کہ تم منصب نبوت سے موصوف ہوسکتے ہو۔

(مشکوٰۃ ص۵۱۳) پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے:

(ابن کثیر ج۸ ص۵۰) ’’مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل (بنی بیتاً) الٰی قوله ختم بی النبیون ‘‘ یعنی میرے اور دوسرے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور مکمل کردیا اور نہایت اچھا کردیا۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی۔ جو کوئی اس مکان کے دیکھنے کے لئے اس میں داخل ہوتا تھا اور اسے دیکھتا تھا تو یہ کہہ دیتا تھا کہ یہ مکان کیا ہی اچھا ہے۔ مگر اس ایک اینٹ کی جگہ اچھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کردیا۔

دوسری روایت (ابن کثیر ج۸ ص۹۱) میں ہے کہ: ’’انا العاقب الذی لیس بعده نبی ‘‘ ﴿یعنی میں پیچھے آنے والا ہوں۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اسی صفحہ پر ہے۔ ’’خرج رسول الله ﷺ یوماً کالمودع ‘‘ شمائل ترمذی ص۲۱ میں بھی روایت موجود ہے۔ ’’انا العاقب الذی لیس بعده نبی ‘‘

(ترمذی ج۲ ص۵۱) پر ہے: ’’ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ‘‘ فرمایا کہ رسالت اور نبوت دونوں ختم ہوچکی ہیں۔ نہ میرے بعد کوئی رسول آسکتا ہے نہ کوئی نبی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات دشوار گزری تو فرمایا کہ مبشرات باقی ہیں۔ عرض کیا گیا کہ مبشرات کیا ہیں، فرمایا کہ مسلمانوں کے خواب نبوت کے اجزاء میں سے ہیں۔

(کنزالعمال ج۶ ص۱۱۲) پر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’انی عند الله فی ام الکتاب خاتم النّبیین ‘‘ یعنی میں لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النّبیین لکھا گیا ہوں۔ اس آیت سے ختم نبوت اور ختم رسالت کا مسئلہ ثابت ہوا۔ جس کے بعد کسی نئے نبی کے

آنے کی گنجائش نہیں رہی۔

دوسری آیت:''الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ:۳)''

ابن کثیر اپنی تفسیر (تفسیر ابن کثیر ج۳ص۲۸۹) پر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔''ھذا اکبر نعم اللہ ...... تا ...... اشرف کتبہ''یعنی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو مکمل کر دیا۔اس کے بعد نہ وہ کسی دین کے محتاج ہیں نہ کسی دوسرے نبی کے محتاج ہیں۔

تیسری آیت: اس واسطے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔''قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (اعراف:۵۸)''اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا کہ آپ سب دنیا کی طرف مبعوث ہیں۔آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی یا رسول نہیں ہوسکتا۔اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر اپنی (تفسیر ج۴ص۲۵۳) پر لکھتے ہیں:''قل یا محمد یا ایھا الناس''اے قولہ کافتہ۔یہ سب لوگوں کی طرف سے خطاب ہے۔سرخ رنگ ہوں یا سیاہ رنگ ہوں۔عربی ہوں یا عجمی ہوں۔یعنی تم سب کی طرف رسول ہو اور یہ آپ کی شرف اور عظمت کی نشانی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔

چوتھی آیت:''وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً (سبا:۲۹)''اس سے معلوم ہوا کہ ہم نے نہیں بھیجا۔آپ ﷺ کو مگر تمام دنیا کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈارنے والا،تو آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آئے گا تو آپ ﷺ کافتہ للناس نہیں ہو سکتے۔کیونکہ آپ ﷺ تمام احکام کو جو ساری دنیا کے لئے ضروری تھے۔ان کو مکمل کر چکے ہیں اور بقدر ضرورت ان کی تشریح فرما چکے ہیں۔کوئی دوسرا شخص رسول یا نبی نہیں ہوسکتا۔

پانچویں آیت:''والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالأخرۃ ھم یوقنون (بقرہ:۴)''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متقی بننے کے لئے صرف ان چیزوں کی ضرورت ہے جو اسی آیت میں اور اسی سے پہلی آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ایک تو وہ وحی ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور ایک وہ وحی ہے جو آپ ﷺ سے پہلے نبیوں پر نازل کی گئی۔مگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کسی وحی پر انسانوں کی نجات اور اتقاء کی مدار ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی یہاں ذکر فرما دیتا۔مگر ایسا نہیں کیا گیا۔معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے نبی کی یا نئی وحی کی متقی بننے کے لئے حاجت نہیں اور نہ ہی اس کے آنے پر یا اس کے ماننے پر لوگوں کی نجات کا مدار ہے۔

ختم نبوت پر تصریحات امت

ان آیات واحادیث کے بعد میں چند معتبر علماء کے اقوال پیش کرنا چاہتا ہوں۔ساری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ پر دروازہ نبوت کا بند ہو چکا ہے۔کسی دوسرے پر جبرئیل وحی لے کر نہیں آئے گا۔اس مسئلہ کو تمام علمائے امت نے قبول کیا اور ہر ایک طبقہ کے لوگوں نے اپنی تصانیف میں اس کو درج کیا۔(شرح عقائد مطبوعہ یوسفی ص۹۹) پر ہے۔''اوّل الانبیاء آدم وآخرھم محمد ﷺ''(شرح عقائد ص۱۰۱) میں ہے کہ:''واذ اثبت نبوتہ وقد دل کلام وکلام اللہ المنزل کما زعم النصاریٰ''یعنی جب آپ ﷺ کی نبوت ثابت ہو چکی اور اللہ تعالیٰ کی کلام اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور تمام جنوں اور انسانوں کی طرف آپ ﷺ کی بعثت ہے تو ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخرالانبیاء ہیں اور آپ کی نبوت کا عرب کے ساتھ اختصاص نہیں۔جیسا کہ بعض عیسائیوں کا خیال ہے۔

غنیۃ الطالبین میں حضرت پیر صاحب (ص۱۸۳) میں لکھتے ہیں: ’’ویعتقد اهل السنة الیٰ وله علیٰ الناس کافة ‘‘یعنی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اور خاتم النّبیین ہیں اور تمام دنیا کے جن وانس کی طرف آپ ﷺ مبعوث ہیں۔ جیسا کہ آیت: ’’وما ارسلناک الا رحمة للعالمین‘‘ سے معلوم ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمام انبیاء پر چار چیزوں سے فضیلت دیا گیا ہوں۔ ایک ان میں سے یہ کہ مجھے تمام دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا۔

(عقیدہ طحاوی ص۱۴) میں امام طحاوی لکھتے ہیں۔ اس کتاب کے اوّل میں لکھا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور امام محمد کا عقیدہ ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا بھی عقیدہ ہے جو ان کے طریقہ پر چلنے والے ہیں۔ عقیدہ طحاوی کی اصل عبارت یہ ہے۔

’’کل دعوة بعد نبوته بغی وهوی ‘‘یعنی آپ کے بعد مدعی نبوت ہونا ضلالت اور گمراہی کا پیش خیمہ ہے۔ (تاریخ الخلفاء کانپوری ص۱۶۱) میں امام سیوطی عمر بن عبدالعزیز کے خطبہ میں یہ لفظ نقل کرتے ہیں: ’’یاایها الناس لا کتاب بعد القرآن ولا نبی بعد محمد رسول الله ﷺ ‘‘ قرآن کے بعد نہ کوئی کتاب اترے گی اور نہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے۔

ملّا علی قاری (شرح فقہ اکبر ص۲۰۲) میں لکھتے ہیں: ’’ودعویٰ النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع ‘‘ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر ہے۔ جس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

(اشباہ والنظائر ص۲۶۷) پر ہے: ’’اذا لم یعرف ان محمداً ﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من الضروریات ‘‘یعنی جو شخص آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء کا آخر نہیں تسلیم کرتا وہ مسلمان نہیں۔

(عالمگیر ج۲ ص۴۱۱) میں ہے: ’’اذا لم یعرف الرجل ان محمد ﷺ نبیاً غیر عیسیٰ بن مریم فانه لا یختلف اثنان فی تکفیره ‘‘جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد عیسیٰ بن مریم کے سوا کسی دوسرے نبی کا اعتقاد رکھے۔ اس کی تکفیر میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں۔ (کتاب الفصل لابن الحزم ج۳ ص۲۴۹)

اس کتاب کے جلد چہارم میں (ص۱۸۰) میں ہے۔ ’’هذا مع سماعهم لی قوله فی آخر الزمان ‘‘یعنی اللہ کے اس قول کے سننے کے بعد ’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین (احزاب:۴۰)‘‘ اور نبی ﷺ کے قول (لا نبی بعدی) کے پہنچنے کے بعد کوئی مسلمان کیسے جائز رکھ سکتا ہے کہ زمین میں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوگا۔ سوائے اس نبی کے جس کا آنحضرت ﷺ نے صحیح احادیث میں استثناء فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آخر زمانہ میں اتریں گے۔

(کتاب الفصل ج۳ ص۲۵۶) میں ہے: ’’ومن قال نبی بعد النبی علیه السلام الیٰ قوله فهو کافر ‘‘یعنی جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبی مانتا ہے یا کسی چیز کا انکار کرے جو اس کے نزدیک صحیح طور پر ثابت ہوگئی ہو کہ آنحضرت ﷺ نے اس کا ارشاد فرمایا ہے تو وہ کافر ہے۔

(نسیم الریاض ج۳ ص۵۰۶) میں ہے: ’’وکذلک نکفر من ادعی النبوة احد الیٰ قوله کالعیسویة ‘‘یعنی اسی طرح ہم اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو ہمارے نبی علیہ السلام کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرے، خواہ آپ کے زمانہ میں جیسے مسیلمہ اور اسود عنسی خواہ آپ ﷺ کے بعد یا کسی دوسرے شخص کی نبوت کا مدعی ہو تو وہ کافر ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ قرآن اور حدیث کے رو سے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تکذیب ہوگی۔

(الصارم المسلول ص ۱۶۸) میں ہے: ’’ومعلوم الٰی قولہ فھو کافر حلال الدم‘‘ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں یا نبی یا کوئی ایسی جھوٹی خبر دے جس کو خدا کی طرف نسبت کرتا ہے۔ وہ کافر ہے اور اس کا قتل کرنا حلال ہے۔ ختم نبوت کا ایسا مسئلہ ہے جس کو خود مرزا قادیانی بھی تسلیم کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوسکتا۔

دعویٰ نبوت سے پہلے مرزا ختم نبوت کا قائل تھا

چنانچہ مرزا قادیانی (حمامتہ البشریٰ ص ۷۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷) میں لکھتا ہے کہ: ’’وما کان لی ان ادّعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین‘‘ یہ مجھ سے کیسے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کفار سے جاملوں۔

(حمامتہ البشریٰ ص ۲۰، خزائن ج ۷ ص ۲۰۰) میں آیت: ’’ما کان محمد ابا احد...... الخ کی تشریح کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ ہمارے نبی علیہ السلام خاتم النّبیین ہیں۔ بغیر کسی استثناء کے اور ہمارے نبی ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ہم کسی نبی کے ظہور کے مجوز بنیں گے تو نبوت کے دروازے بند ہونے کے بعد اس کے کھلنے کے قائل ہو جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے خلاف ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کس طرح کوئی نبی آسکتا ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے اور نبی آپ ﷺ کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔‘‘

اسی کتاب (حمامتہ البشریٰ ص ۲۰، ۲۱، خزائن ج ۷ ص ۲۰۱) میں آیت: ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ کی تفسیر میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ہزارہا سال کے بعد اگر ایسی حالت کے انتظار ہوتی۔ جس میں کہ دین کی تکمیل ہو تو دین کی تکمیل اور نزول قرآن کی وجہ سے دین کے اکمال سے فراغت کا سلسلہ فاسد ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول...... ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ جھوٹی خبر اور خلاف واقعہ ثابت ہو۔

مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص ۵۲۲، خزائن ج ۳ ص ۳۸۰) میں لکھتے ہیں کہ مسیح کیونکر آسکتا۔ وہ رسول تھا اور خاتم النّبیین کی دیواریں اس کو آنے سے روکتی ہے۔

اسی طور پر مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص ۵۳۴، خزائن ج ۳ ص ۳۸۷) میں لکھتا ہے کہ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔ مرزا قادیانی اس مسئلہ ختم نبوت کو سمجھ کر (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵، خزائن ج ۲۱ ص ۱۱۱) میں اپنی پہلی براہین احمدیہ کے جلدوں کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح بشریت کے محدود علم کی وجہ سے یہی اعتقاد رکھتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نزول ہوگا اور باوجود اس بات کے کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو قرآن شریف کی آیتیں پیش گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تھیں۔ وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کر دیں اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے آنے کی خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ مگر پھر بھی میں متنبہ نہ ہوا اور براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میں نے وہی غلط عقیدہ اپنی رائے کے طور پر لکھ دیا اور شائع کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ بن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسیٰ بن مریم ہے۔‘‘

اس حوالہ سے معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبوی سے اپنی نبوت کے لئے جو استدلال پیش کیا ہے وہ محض لاطائل اور بے معنی سعی ہے۔

مرزا قادیانی براہین احمدیہ کے لکھنے کے وقت اس سے پہلے مدتوں سے اپنی قرآن دانی اور حکم فہمی کے مدعی تھے۔ مگر اس سے پہلے قرآن کے رو سے کسی نئے نبی کے آنے کا انکار تھا تو بعد میں کون سی قرآن کی آیت نازل ہوئی یا آنحضرت ﷺ کی کون سی نئی حدیث پیدا ہوگی۔ جس کی بناء پر مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہی قرآن اور حدیث پہلے موجود تھا۔ ''خاتم النّبیین'' اور ''الیوم اکملت'' والی آیتیں اس وقت بھی موجود تھیں۔ ہر دو آیتیں قسم اخبار میں سے ہیں اور امر ونہی کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ادّعاء نسخ سے پناہ لے کر کوئی تاویل کی جائے تو وہ تاویل امر ونواہی میں جاری ہوسکتی ہے۔ اخبار میں نہیں ہوسکتی۔ یہ مسئلہ علمائے اسلام کے نزدیک مسلمہ اور متفق علیہا ہے۔ پھر کیونکر از روئے قرآن یا حدیث اپنے کو ادّعاء نبوت میں صادق کہہ سکتے ہیں۔ ختم نبوت کے معنی میں جو کچھ میں نے عرض کیا ہے مرزا قادیانی بھی اس معنے کو دوسری جگہ تسلیم کرتے ہیں اور اپنی کلام میں اس طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح تمام علماء امت نے سمجھا ہے۔ لیکن صرف خوش خیالی کو بحال رکھنے کے لئے بے محل اور خلاف محاورات عرب تاویل کر کے جان بچانے کی ناکام سعی کی ہے۔

''خاتم'' بمعنے ''آخر'' پر مرزا قادیانی کی تصریحات

خاتم کے معنی آخر کے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کتاب (تریاق القلوب ص۱۵۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۹) میں لکھتے ہیں: ''منجملہ ان کے یہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت کے ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا۔'' اس سے معلوم ہوا کہ خاتم الاولاد و خاتم النّبیین کے معنی ایک ہیں کہ جس کے بعد کوئی دوسرا نہ ہو۔

دوسری جگہ (تریاق القلوب ص۱۵۶، خزائن ج۱۵ ص۴۷۸) میں لکھتے ہیں: ''یعنی وہ آدم صفی اللہ کی طرح مذکر ومونث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم الاولاد ہوگا۔'' مرزا قادیانی نے خاتم النّبیین کے بعد بروز کے طور پر اپنے آپ کو نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر خود انہیں کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص خاتم ہو۔ اس کا بروز بھی نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ (تریاق القلوب ص۱۵۶ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷) میں لکھتے ہیں: ''مگر مہدی معہود بروزات کے لحاظ سے پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ خاتم الاولاد ہے۔''

اور (تریاق القلوب ص۱۵۶ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷، ۴۷۸) میں ہے کہ: ''یہ بعض اکابر اولیاء کے مکاشفات ہیں اور اگر احادیث نبویہ کو بنظر غور دیکھا جائے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اسی حالت میں صحیح ہوتا ہے جب مہدی معہود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جائے۔'' اسی حوالہ سے بروزی اور ظلی نبی ہونے کا دعویٰ بھی غلط ثابت ہوگیا۔

ان گزشتہ بیانوں سے ثابت ہوگیا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین اور آخر المرسلین والنّبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد جو شخص اپنے لئے دعویٰ نبوت کرے یا کسی دوسرے کو نبی مانے۔ وہ تمام اہل سنت کے نزدیک کافر مرتد خارج از اسلام ہے۔ کسی ایک کا بھی اس میں اختلاف نہیں۔

توہین انبیاء

دوسرا مسئلہ توہین انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ کسی کی توہین کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ یا تو اس میں کوئی جسمانی عیب ثابت کیا جائے،

جو اس میں موجود نہ ہو یا کسی ایسی بداخلاقی کے ساتھ اس کو متہم کیا جائے جو اس میں نہ ہو یا کسی کے منصب کو جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس کو سرفراز فرمایا ہے۔ اس کا اپنے لئے دعویٰ کیا جاوے یا کوئی ایسی چیز اس کے سامنے یا اس کی شان میں کہی جائے۔ جس سے اس کی دل آزاری ہو۔ اس کے علاوہ توہین کی ضمنی تقسیمیں اور بھی ہوسکتی ہیں۔ مگر میں اس وقت صرف ان ہی وجوہ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چند آیات قرآنی جس میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کو چند مراتب اور مقامات عالیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص زید ہو یا عمر اپنے اوپر ان کو چسپاں کرے تو لامحالہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی و بے ادبی سمجھی جائے گی۔

۱...... ’’سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ (اسراء:۱)‘‘ جس میں حضور ﷺ کے شان معراج کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس کو مرزاقادیانی فرماتے ہیں کہ میرے پر نازل ہوئی۔

(حقیقت الوحی ص ۷۸، خزائن ج ۲۲ ص ۸۱)

۲...... ’’ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین اوادنیٰ (سورۃ نجم:۸،۹)‘‘ جس میں باختلاف اقوال مفسرین حضور ﷺ کے لئے جو قرب الٰہی جناب رب العزت سے حاصل ہوا تھا۔ یا بقول دیگر جبرئیل علیہ السلام سے حاصل ہوا تھا۔ ذکر کیا گیا ہے۔ مرزاقادیانی کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے پر نازل ہوئی۔ (حقیقت الوحی ص ۷۶، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷)

۳...... حضور علیہ السلام پر صلح حدیبیہ کے موقع پر ’’انا فتحنا لک فتحاً مبینا (فتح:۱)‘‘ کی آیت نازل ہوئی۔ اس کو بھی مرزاقادیانی نے اپنے پر چسپاں کیا ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۷۴، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷)

۴...... ’’قل ان کنتم تحبون اللہ (آل عمران:۳۱)‘‘ اس کو بھی مرزاقادیانی اپنے لئے منزل ثابت کیا ہے۔

(حقیقت الوحی ص ۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۸۲)

۵...... ’’انا اعطینک الکوثر (کوثر:۱)‘‘ کو بھی (مرزا نے) اپنی شان کے لئے تجویز فرمایا ہے۔

(حقیقت الوحی ص ۱۰۲، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۵)

مقام محمود جس کا ’’ان یبعثک مقاماً محموداً (بنی اسرائیل:۷۹)‘‘ میں ذکر ہے۔ اس کو بھی (مرزا نے) اپنے حق میں تجویز کیا ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۱۰۲، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۵)

اس قسم کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن کو ترک کرتا ہوں۔

مرزا تمام انبیاء علیہم السلام کی ہمسری بلکہ ان سے افضلیت کا مدعی ہے

مرزاقادیانی اپنی کتاب (نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷) میں لکھتے ہیں:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے ۔۔۔ من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچہ دادہ است ہر نبی راجام ۔۔۔ دادآں جام را مرا بتمام

اس شعر اور ان حوالہ جات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزاقادیانی اپنے آپ کو کسی نبی سے کم درجہ نہیں دیتے۔ اب دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو وہ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کے مساوی ہیں یا افضل جس میں کسی نبی کا استثناء نہیں۔ ہمارے نبی محمد مجتبیٰ ﷺ بھی انہیں انبیاء میں شامل ہیں۔ لفظ انبیاء کسی خاص نبی کے لئے مختص نہیں۔ بلکہ تمام پر حاوی اور مشتمل ہے۔ بلکہ دوسرے شعر کے مصرعہ ثانی سے اپنی فضیلت

کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں۔اس فضیلت کے لئے چند قرائن بھی موجود ہیں۔جن سے مرزاقادیانی اپنے آپ کو دوسرے انبیاء سے افضل اور اعلیٰ سمجھتے تھے۔

(ڈائری ۱۹۰۱ء ص۵۳) میں لکھتے ہیں کہ:’’شیطان نے آدم علیہ السلام کے مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ پھر شیطان نے خدا سے مہلت چاہی۔ اس کو مہلت دی گئی۔ وقت المعلوم بسبب اسی مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا۔ اس کے قتل کا وقت ایک ہی مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳) میں مرزاقادیانی بطور تقابل کے اپنی افضلیت ظاہر فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ اپنا مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:’’له خسف القمر المنیر وان لی خساقا القمر ان المشرقان اتنکر‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲) میں لکھتے ہیں کہ:’’آسمان سے کئی تخت اترے، پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔‘‘ اپنے معجزات کو حضور ﷺ کے معجزات سے زیادہ بیان کرتے ہیں۔

(حقیقت الوحی ص۱۶۴، خزائن ج۲۲ ص۱۶۸) پر اپنے نشانوں کی تعداد تین لاکھ بتاتا ہے۔

(براہین احمدیہ ص۵۰، جلد پنجم، خزائن ج۲۱ ص۶۳) پر نشان معجزہ اور کرامت کو ایک قرار دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور عذر گناہ بدتر از گناہ

مرزاقادیانی نے خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت توہین کی ہے۔جس کا ذکر مختلف کتابوں میں آیا ہے۔(ست بچن حاشیہ ص۱۷۱ حاشیہ، ضمیمہ انجام آتھم ص۴ تا۷) پر مرزاقادیانی نے جو عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور توہین آمیز لہجہ کو استعمال کیا۔ اس پر لوگ برافروختہ ہوئے۔ ان کی طرف سے یہ معذرت کی گئی کہ عیسائی ہمارے نبی علیہ السلام پر قسما قسم کے اتہام لگاتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں اس کی وجہ خود مرزاقادیانی (تریاق القلوب ص۳۶۲،۳۶۳، خزائن ج۱۵ ص۴۹۰،۴۹۱) میں لکھتے ہیں کہ: ’’تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں لکھیں۔ جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔ کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عمادالدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے۔ یک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہوگئے۔‘‘

(تریاق القلوب ص۳۶۳، خزائن ج۱۵ ص۴۹۱) اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:’’مجھ سے پادریوں کے مقابل جو کچھ وقوع میں آیا۔ یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ مرزاقادیانی نے جو کچھ کیا، مسلمانوں کے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کیا جو عیسائیوں کی بدزبانیوں کی وجہ سے ان کے دلوں میں پیدا ہوگیا تھا تو عیسائی جس شخص کو اپنا بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔ اس کو مرزاقادیانی نے برا بھلا کہا اور یہ قول عیسائیوں کی کلام کا نقل نہیں۔ کیونکہ (ضمیمہ انجام آتھم ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۳۹۰) میں مرزاقادیانی کے یہ الفاظ ہیں:’’مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔‘‘ یہ عیسائیوں کا قول نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کوئی ایسا کلمہ کہیں۔

(دافع البلاء ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰) پر مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرتے ہوئے اور قرآن شریف کے لفظ حصور کی تشریح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ مرزا قادیانی نے لکھا ہے وہ اپنی طرف سے لکھا ہے اور اپنی قرآن دانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ عیسائیوں کا قول نہیں۔ ان کی طرف سے یہ عذر بھی کیا جاتا ہے کہ ہم نے جو کچھ کہا، یسوع کے متعلق کہا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کچھ نہیں کہا اور یسوع کا قرآن میں کوئی ذکر نہیں۔

مگر مرزا قادیانی خود (توضیح المرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲) میں لکھتے ہیں: ''دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ علیہ السلام اور یسوع بھی کہتے ہیں۔''

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) میں لکھتے ہیں: ''اے عیسائی مشنریو! اب ربنا المسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔''

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰) میں لکھا ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

(ازالہ اوہام ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۸ حاشیہ) میں لکھتے ہیں کہ: ''اگر یہ عاجز اس کام کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان عجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔ لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے۔'' اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی حضرت مسیح ابن مریم کے معجزات کو قابل نفرت سمجھتے ہیں اور ان کو اپنے سے گھٹیا خیال کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر افضلیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام پر بھی اپنی فوقیت کے ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۶، خزائن ج۲۱ ص۹۹) ''اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بچایا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔''

انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کرنے والا مستوجب لعنت ہے

ان حوالہ جات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے تمام انبیاء پر اپنی فوقیت ثابت کرنے کے لئے جو کچھ بھی کسی کی شان میں گستاخی کر سکتے تھے کرنے میں دریغ نہیں کیا۔ لہٰذا بموجب آیات قرآنی مستوجب لعنت ٹھہرے۔

۱...... ''ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذاباً مھینا (احزاب:۵۷)''

۲...... ''یایھا الذین اٰمنوا لا تکونوا کالذین اٰذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا وکان عند اللہ وجیھاً (احزاب:۶۹)''

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے تین اقوال لکھے ہیں:

۱...... قارون نے کسی فاحشہ عورت کو لالچ دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو متہم کرایا۔

۲...... موسیٰ علیہ السلام کے جسم میں کسی بیماری کا اتہام لگایا۔

۳...... ہارون علیہ السلام کے قتل کی تہمت لگائی گئی۔

یہ آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے ہر تین قسموں کے اتہام کو منع اور حرام قرار دیتی ہے۔ رسول کی شان میں تو یوں وارد ہورہا ہے کہ اس کی تعظیم وتوقیر کرو۔ یہی لفظ جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں استعمال کیا جارہا ہے۔ یعنی ''وکان عند اللہ وجیھاً (احزاب:۶۹)'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بطریق اولیٰ استعمال کیا گیا ہے تاکہ کوئی بدباطن یہودی وغیرہ ان پر گستاخی کرنے کی جرأت نہ کرے۔ فرمایا: ''وجیھاً فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین (مائدہ:۱۱۰)'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکبازی وراست گوئی کا ثبوت حدیث شفاعت سے ملتا بھی ہے۔ شفاعت کبریٰ کے لئے میدان حشر میں جب ساری دنیا حضرت آدم علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوگی تو حضرت آدم علیہ السلام اپنے ایک زلہ کو بیان فرما کر معذرت پیش کریں گے۔ علیٰ ہذا ہر ایک نبی اپنے اپنے عذرات پیش کرتا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ سوائے اس کے اور کوئی عذر بیان نہیں فرمائیں گے کہ لوگوں نے مجھے خدا کا بیٹا کہا تھا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ میں خدا کے سامنے شفاعت کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔ اگر بقول مرزاقادیانی عیسیٰ علیہ السلام میں کسی قسم کا کوئی عیب ہوتا تو وہ ضرور اس موقعہ پر اس کا اعتراف فرماتے۔ پس ان کا یہ اتہام سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وجعلنی مبٰرکاً این ما کنت (مریم:۳۱)'' یہ اس کے منافی ہے۔ بھلا کسی بھلے آدمی میں کوئی بے ادبی یا گستاخی کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ رسولوں کو دنیا میں صرف اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ لوگ ان کے نقش قدم پر چلیں اور ان کی اطاعت کریں۔ جیسا کہ فرمایا: ''وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (ن:۶۴)''

اور فرمایا: ''لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (حجرات:۲)'' اس سے معلوم ہوگیا کہ نبی کے ساتھ نہایت ہی عزت واحترام سے پیش آنا ضروری ہے۔ جس طرح مرزاقادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اسی طرح ان کے معجزات کو بھی مسمریزم کہا اور ان کی پیش گوئیوں کو بھی جھوٹا کہا ہے۔ مسمریزم چونکہ اقسام سحر سے ہے اور توجہ نفسانی کا ایک شعبہ ہے۔ اس کو کسی پاکباز یا نیک انسان کے ساتھ اختصاص نہیں۔ ہر بداخلاق بلکہ کافر تک اس کا عمل کر سکتا ہے۔ پھر ان معجزات کو جن کو قرآن حکیم نے نہایت عزت واحترام وعظمت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ذکر کیا۔ ان کو مسمریزم یا عمل الترب کہنا نہایت ہی گستاخی اور بے ادبی ہے۔

(مائدہ:۱۱۰) میں ہے: ''اذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک'' یہ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت کئے گئے ہیں۔ ان کو آج تک تمام علماء امت اور عامتہ المسلمین قبول کرتے رہے ہیں۔ مرزاقادیانی نے آ کر سب کو مسمریزم وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خواہ مخواہ ایک رخنہ اندازی کی ہے۔ تیسری وجہ کفر مرزا کی یہ ہے کہ مرزاقادیانی نے تمام مسلمانوں کو جو ان کی جماعت میں داخل نہیں۔ خواہ ان کو کافر کہیں یا نہ، بقول خلیفہ ثانی ان کو دعوت پہنچے یا نہ، خارج از اسلام قرار دیا۔ جو شخص تمام امت محمدیہ کو اسلام سے خارج کہتا ہے وہ کس طرح خود کفر کی رو سے بچ سکتا ہے۔ ان کے تکفیر کے فتویٰ فتاویٰ احمدیہ سے نقل کئے جاچکے ہیں۔ جو پہلے درج ہیں۔ پس اس تکفیر کی وجہ سے ہم کسی طرح ان کو زمرہ اہل اسلام میں شامل نہیں کر سکتے۔

چند شکوک کا ازالہ

مرزاقادیانی کے شکوک کا ازالہ بحکم ''الغریق یتشبث بکل حشیش'' چند لوگوں کے اقوال سے اپنے ادّعائے نبوت میں سہارا لیا۔ ازاں جملہ حضرت مولانا محمد قاسم کی کتاب (تحذیرالناس ص۲۸) سے استدلال کیا۔ مگر یہ استدلال کسی حال میں بھی ان کے مفید اور مؤید نہیں۔ مولانا ممدوح نے اسی کتاب کے (ص۱۰) میں تصریح فرمادی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اجماع امت سے کوئی نبی نہیں ہوسکتا

اور بتواتر معنوی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو ادّعاء نبوت کرے۔ وہ مسلمان نہیں۔ مولانا نے جو مفہوم خاتمیت کا بیان فرمایا ہے۔ اس کو کسی نئے نبی کے آنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ ختم زمانی اس سے مراد نہیں۔ ہاں بطور التزام ختم زمانی ثابت ہے۔ ختم ذاتی کے لئے ختم زمانی کا ہونا ضروری ہے۔ پس اس قول سے مرزا قادیانی کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔ جس طرح مولانا ممدوح کے قول سے استدلال کیا ہے۔ ایسے ہی ابن عربی کے قول سے بھی استدلال کیا ہے۔ حالانکہ جابجا ان کی کتابوں میں اس کی صاف طور پر تردید موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ فتوحات اور فصوص وغیرہ کتابوں میں ان کے حوالے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ پس ان بیانات کے بعد میں اس بات پر وثوق رکھتا ہوں کہ کسی مرزائی یا احمدی کے ساتھ کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں کیا جا سکتا اور اگر کسی سے کسی مسلمہ عورت کا نکاح ہو جائے اور بعد میں وہ مرزائی ہو جائے تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور قضا قاضی کی کوئی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اس کے متعلق اس سے پہلے شامی اور عالمگیر کے حوالے ذکر ہو چکے ہیں۔

بیان بجرح مولوی نجم الدین صاحب گواہ مدعیہ باقرار صالح

میں نے مرزا صاحب کی سب کتابیں نہیں دیکھیں۔ جہاں تک میں نے دیکھی تھیں۔ ان میں سے جو نتائج مجھے معلوم ہیں وہ میں نے پیش کر دیئے ہیں۔ جن کتابوں سے میں نے حوالہ جات پیش کئے ہیں وہ میں نے اکثر دیکھی ہیں۔ جن وجوہات پر میں نے مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کی تکفیر بیان کی ہے۔ میں نے ان وجوہات پر جماعت احمدیہ کے علماء سے تبادلہ خیالات کیا ہوا ہے اور خود مرزا صاحب سے بھی۔ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے نزول کے وقت جو شخص ان کو نہ مانے گا، وہ مسلمان نہیں ہوگا۔ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت علماء یہود ان کے مخالف ہوں گے۔ احادیث کی کتابوں میں یہودیوں کا ذکر ہے کہ وہ مخالف ہوں گے حدیث میں یہ نہیں کہ آپ کی یعنی رسول اللہ ﷺ کی امت یہودی بن جائے گی۔ یہ احادیث ہیں کہ امت محمدی میں اس قسم کے بداخلاق بداطوار لوگ پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ یہودیوں میں تھے۔

(مکتوبات امام ربانی ج۲ ص۱۰۷) میں عیسیٰ علیہ السلام اور علماء ظواہر کے ردّیہ کے متعلق جو مکاشفہ لکھا گیا ہے وہ کسی دوسرے شخص پر حجت نہیں ہو سکتا۔ حجت قرآن اور حدیث ہیں اور مکاشفات صوفیہ صرف صاحب کشف کے لئے موجب طمانیت وتسلی ہو سکتے ہیں۔ دوسرا شخص ان کے ماننے کے لئے نہ مکلّف ہے اور نہ وہ اس کے پہچاننے کے مکلّف ہیں۔ جو کچھ اس حوالہ میں درج ہے۔ وہ امام ربانی کی اپنی رائے ہے۔ میں اسے قرآن اور حدیث نہیں سمجھتا۔ جو رسول آتے رہے۔ اس وقت لوگوں میں سے انہیں بعض مانتے رہے اور بعض انکار کرتے رہے۔ علماء میں سے بھی بعض مانتے رہے اور بعض انکار کرتے رہے۔ آیت: ''فلما جآءتہم رسلہم بالبینات...... الخ! (المومن:۸۳)'' کا ترجمہ یہ ہے۔ ''جب ان کے پاس رسول کھلی دلیلیں لے آئے تو وہ اس علم کے ساتھ خوش رہے جو ان کے پاس تھا اور جس چیز کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔'' یہ آیت رسولوں کے لئے ہے۔ کسی جھوٹے مدعی نبوت پر اس کو چسپاں نہیں کر سکتے مبحث کے ساتھ اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن شریف میں یہ آیت نہیں ہے کہ ''وما یاتی من نبی الا کانوا بہ یستہزؤن'' یعنی جو کوئی نبی آیا ان کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے۔

کتاب حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن صاحب کے (ص۳۶۳) سے جو عبارت پڑھی گئی ہے۔ یہ کتاب میں موجود ہے۔ (فتاویٰ احمدیہ ص۳۰۵) سے جو عبارت پڑھی گئی ہے۔ جو الفاظ ذیل میں ہیں۔ یہ لوگ...... ہم سچائی کے پابند ہیں۔ اس عبارت سے یہ معلوم

ہوتا ہے کہ اس سے پہلے ان پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا لیکن اس بارہ میں اقدام کس نے کیا۔ یہ اس عبارت سے نہیں معلوم ہوتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب کی تکفیر کا فتویٰ کس سن میں دیا۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی نبوت آئندہ کبھی نہیں آئے گی۔ قیامت تک بند ہے۔ وحی نبوت سے مراد میری یہ ہے کہ نہ نیا نبی بنانے والی وحی آئے گی اور نہ اگلے نبی پر وحی نبوت آئے گی۔ میں اس کے متعلق پانچ آیتیں کل پیش کر چکا ہوں آیت خاتم النّبیین سے پایا جاتا ہے کہ آئندہ ایسی وحی نہیں آئے گی۔ وحی نبوت سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بنائے یا بذریعہ جبرئیل علیہ السلام ہو یا اس کے بغیر بذریعہ القائے علی القلب اور اسے تبلیغ کا حکم دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تشریعی تھے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تبلیغ کرنے آئے تھے اور چند احکام ان کی شریعت میں نئے بھی تھے۔ آیا یحییٰ علیہ السلام اور زکریا علیہ السلام بھی نئے احکام لے کر آئے تھے یا نہ؟ اس سوال کو میرے مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ قضیہ شرطیہ کئی قسم پر ہوتا ہے کبھی مقدم اور شرط جزاء دونوں محال ہوتے ہیں اور کبھی ہر دو ممکن اور کبھی ایک محال اور ایک ممکن علیٰ ہذا القیاس اس کی بہت سے قسمیں ہیں۔ جب تک کسی خاص صورت کو بیان نہ کیا جاوے۔ مطلق شرطیہ کے ہونے پر الزام آنے یا نہ آنے کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ اگر متکلم نے کسی مسئلہ کو صاف طور پر بیان کر دیا ہو اور آنے والے شبہ کو بالکل زائل کر دیا ہو اور اس کے کلام میں کسی قسم کی تلبیس اور دجل شامل نہ ہو تو اس کے مبہم کلام کو اسی مصرح کلام پر حمل کیا جائے گا۔ مگر ان چیزوں کا پتہ سیاق وسباق اور اس کے گردوپیش کے مضامین سے چل سکتا ہے۔ جن نبیوں پر وحی آتی رہی۔ انہیں اپنی وحی پر کامل یقین تھا۔ بزرگوں کو الہام ہوتا ہے جو ان کے اپنے لئے ہوتا ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں ہوتا۔ قرآن شریف کی آیت: ’’واوحینا الیٰ ام موسیٰ ‘‘میں وحی سے مراد الہام ہے۔ وہ الہام کسی نبی یا انسان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انسانوں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہوسکتا ہے۔ جیسا سورہ نحل کی آیت: ’’واوحیٰ ربک الی النحل ‘‘میں مکھی کی طرف وحی ہونے کا ذکر ہے اور ان میں امر بھی موجود ہے۔ جیسا ام موسیٰ کی طرف امر کی وحی الہامی ہوئی اس وحی کو انسانوں کے ساتھ کوئی اختصاص نہیں چہ جائیکہ انبیاء سے مختص ہو۔ جو وحی غیر انبیاء پر نازل ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ بعض کا تعلق امور غیبیہ سے ہوتا ہے اور بعض اپنی طبعی ضروریات کے لئے موحیٰ الیہ گردانے جاتے ہیں۔ جس شخص کو رسول ﷺ کی دعوت نہیں پہنچی اور وہ توحید کا قائل ہو۔ اسے ہم مومن کہیں گے۔ کافر نہیں کہیں گے۔ احمدیہ جماعت خاتم النّبیین ﷺ کے منکر ہیں یعنی خاتم النّبیین کا جو مفہوم ہے۔ جیسے قرآن مجید نے اور احادیث صحیحہ نے اور اجماع امت نے محقق کیا ہے۔ جماعت احمدیہ اس کی منکر ہے۔ مسیلمہ کذاب، رسول اللہ ﷺ کو رسول اللہ مانتا تھا۔ مگر کہتا تھا کہ میں بھی رسول ہوں۔ وہ اس لئے قتل کیا گیا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

مسیلمہ کے دو قاصد رسول اللہ ﷺ کے پاس چٹھی (خط) لے کر آئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر قاصد کو قتل کرنے کا امتناعی حکم نہ ہوتا تو میں انہیں قتل کر دیتا۔ چونکہ قاصد نہیں قتل کئے جاتے اس لئے ان سے درگزر کی گئی۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جب مدعی نبوت کے قاصد مستوجب قتل ہیں۔ صرف ان کی فرستادگی مانع قتل تھی تو مسیلمہ کذاب کو کیوں مستوجب قتل قرار نہ دیا جاوے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بہت سے کفار سے جن کے ساتھ جنگ کرنی ضروری تھی یا ان کا قتل کرنا ضروری تھا۔ عدم تیسیر اسباب کی وجہ سے اسے ملتوی کیا گیا۔ صحابہ کرام ؓ نے انہیں چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق اپنے وقت میں پورا کیا۔ مسیلمہ مستوجب قتل پہلے تھے بغاوت اس نے اس کے بعد کی، دونوں چیزیں اس کے قتل کے لئے اکٹھی ہوگئیں۔ مسیلمہ کے قاصدوں کو جب مستوجب قتل سمجھا گیا تو اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ مسیلمہ قابل قتل تھا۔ جھوٹے نبی کو قتل کرنے کا حکم شرعی ہے۔ مسلمانوں کا قانون اور سیاست اور شریعت ایک چیز ہیں۔ دوسرے لوگوں کے قانون اور ہیں شریعت دوسری ہے۔ سزا کا دینا حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ علماء اور مفتیوں کا کام صرف حکم شرعی کو بیان

کرنا ہے۔ اس کو نافذ قاضی کیا کرتا ہے۔ جھوٹا مدعی نبوت چونکہ خاتم النّبیین کا منکر ہے۔ اس لئے واجب القتل ہے۔ جب کسی ملک میں کفار موجود ہوں جو شریعت اسلامی کے منکر ہوں تو وہ بحکم آیت: ''وقاتلوا الذین ...... من الکفار (التوبۃ:۱۲۳)'' بادشاہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس آیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے ملک میں فوج لے کر جائے اور پہلے ان کو اسلام کی دعوت دے۔ اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو ان کے خون اور مال ہماری طرح محفوظ اور وہ ہمارے بھائی ہیں۔ اگر وہ اسلام کو قبول نہ کریں تو بادشاہ وقت ان سے ٹیکس لے کر امن قائم کرنے کی ہدایت کرے اور ان سے وعدہ لے لے کہ وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں گے۔ اگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوں تو خدا کا نام لے کر جہاد کا اعلان کردے اور ان سے جنگ وجدال کا سلسلہ جاری کرے۔ جو حکومت ایسا نہ کرے، اس کا قصور۔ اگر کوئی شخص نبوت کا یہ معنی لے کر اس کی طرف تبلیغ کے لئے وحی ہوئی ہے۔ خواہ وہ تشریعی کہلائے یا غیر تشریعی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر نبوت بمعنی اخبار یا الہام کے ہو تو ہم اسے کافر نہیں کہیں گے۔ مگر مدعی نبوت تبلیغی کو ہر حال میں کافر کہا جائے گا۔ خواہ اس کی وحی اور الہام قرآن کے موافق ہو یا مخالف جو شخص اس حدیث: ''ان الرسالت والنبوۃ ...... قطعت'' کا یعنی جو شخص یہ سمجھے کہ وحی نبوت اور خاص رسالت کا سلسلہ منقطع ہے۔ یعنی یہ سمجھے کہ وحی نبوت باقی ہے تو وہ شخص کافر سمجھا جائے گا۔ وحی نبوت کے معنی تبلیغی وحی ہے۔ جبرئیل وحی لے کر رسول اللہ ﷺ کے بعد اب کسی شخص پر نازل نہیں ہوسکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت بھی ان پر جبرئیل علیہ السلام نہیں آئیں گے۔ کتاب (حجج الکرامہ ص۴۳۱) میں جو حدیث مع وحی کا ذکر آیا ہے وہ مسلمہ ہے، مگر وحی تبلیغی مراد نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام جو اس وقت حکم کریں گے وہ اس سے پیشتر رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی جدید وحی نازل ہوگی۔ بطور الہام ان کو یا بطور تصرف ان کو حدیث رسول اللہ ﷺ کی معلوم ہوجائے گی اور اس پر وہ عمل کریں گے۔ نواب صدیق حسن صاحب مصنف مذکور میرے پر حجت نہیں ہوسکتے۔ نواب صاحب کو مغالطہ ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص اس بات کا قائل ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی پر وحی نبوت لے کر آئیں اور تبلیغ کے لئے ان پر وحی ہو۔ بشرطیکہ اس کی عبارت میں کسی تاویل یا خلاف ظاہر پر عمل کرنے کی کوشش نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اس وقت وہ رسول ہوں گے، بنی اسرائیل کے لئے توراۃ شریعت کاملہ تھی اور بعد میں انبیاء اس کی اشاعت کے لئے آتے رہے، کیونکہ دوسرے نبیوں کے آنے کی رکاوٹ نہ تھی اس لئے وہ آتے رہے۔ مگر ہماری شریعت میں دوسرے نبی کے آنے کے لئے ایک صد روایتیں رکاوٹ ہیں۔ اس لئے کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا جو اس شریعت کو آکر بنی اسرائیل کے انبیاؤں کی طرح جاری رکھے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا یہ مطلب ہے کہ بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ ہر نبی کے بعد دوسرا نبی اس کا جانشین ہوکر اس کی شریعت کی ترویج کیا کرتا تھا۔ مگر میری امت میں وہ منصب جو انبیاء علیہم السلام بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا کہ وہ شریعت کی حفاظت کریں۔ علماء کو دیا گیا ہے۔ چونکہ میرے بعد نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے یہ فریضہ علماء کا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت شریعت محمدی کی ترویج کریں گے۔

خاتم کا لفظ جب جمع کی طرف مضاف ہو تو اس کے معنی آخر کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ خاتم النّبیین کی تفصیل میں تمام علماء امت نے مفصل بحث لکھی ہے اور مرزاصاحب خاتم الاولاد کے معنی آخری اولاد لکھتے ہیں۔ جس کی تصریح ان کی کتاب تریاق القلوب میں موجود ہے۔ خاتم کا لفظ لغت کی حیثیت سے مہر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مجھے یاد نہیں کہ کسی عالم نے خاتم النّبیین کے معنی خاتم کے بہ معنی مہر کئے ہیں یا نہیں۔ خاتم الاولاد کے لفظ کے معنی میں مرزاصاحب نے کوئی تشریح نہیں کی اس کو دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ یعنی خاتم اور خاتم مجھے پتہ نہیں کہ مرزاصاحب نے خاتم الاولیاء ...... ولی آخری کے الفاظ کہیں لکھے ہیں یا نہیں۔

سوال چونکہ آپ نے خاتم کے معنی جو اوپر بیان کئے ہیں، اس کی کوئی مثال بتلائی جاوے۔ یہ سوال غیر متعلق ہے۔ اس کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کی تردید ہوسکتی ہے۔ جو آیات میں نے کل بیان کی تھیں کہ مرزاصاحب نے ان کو اپنے متعلق بیان کیا ہے۔ ان کو انہوں نے اپنے اوپر بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً ''سبحان الذی اسریٰ...... الخ!'' کی آیت جو مرزاصاحب نے اپنی وحی اور الہام میں ذکر کی ہے۔ اس کے لئے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک دفعہ معراج ہوا مجھے بارہا ہوا۔ لیکن تعداد مجھے اس وقت یاد نہیں تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس آیت کو وہ اپنے اوپر چسپاں کرتے ہیں۔ دوسرا قرینہ مرزاصاحب لکھتے ہیں کہ: ''منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد'' جس سے اپنی ذاکو رسول اللہ ﷺ کی ذات سے متحد ثابت کرتے ہیں اور اتحاد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جو چیز ایک شئے سے ثابت کی جاوے وہ دوسرے اس کے متحد کے لئے ثابت کی جاوے۔ اس قاعدہ کی رو سے مرزاصاحب ان تمام آیات کو اپنی ذات کے ساتھ چسپاں کررہے ہیں۔ ورنہ اتحاد نہیں رہے گا۔

مرزاصاحب کی کتاب (ازالۃ الاوہام ص۲۲ حصہ اوّل حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۲۶) سے یہ نتیجہ بھی اخذ کرتا ہوں کہ انہیں معراج کئی دفعہ ہوا۔ کیونکہ تجربہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ ایک کام باربار کیا جاوے۔ میں نے مولانا محمد قاسم صاحب کے قول سے مرزاصاحب کے استدلال کرنے کا جو بیان کل دیا ہے۔ وہ ان کی جماعت کی شائع کردہ پاکٹ بک...... کے حوالہ پر نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص اپنے پر آیات قرآنی کے نزول کا قائل ہو، میرے پر یہ آیات تبلیغ کے لئے اتری ہیں اور کوئی شخص کہے کہ میں نبی ہوں تو وہ مسلمان نہیں۔ اگر کسی آیات کا کسی کو کشف ہوجائے۔ کشف اور نزول صوفیہ کے نزدیک ایک ہی معنی رکھتے ہیں تو اس سے وہ کافر نہیں ہوتا۔ اگر کوئی نبی برحق ہو۔ کسی دوسرے نبی پر اپنی فضیلت کا اظہار کرے تو یہ قرآن سے ثابت ہے۔ اس سے کوئی توہین نہیں۔ ہاں! اگر لہجہ توہین آمیز ہو تو ممنوع ہے۔ جیسا کہ یونس ابن متی علیہما السلام کے متعلق اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ یونس علیہ السلام کے متعلق حدیث میں ''لاتفضلونی'' کا لفظ آیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ''صعق الناس...... الخ!'' کا لفظ احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ جس سے موسیٰ کا استثناء ہے۔ آپ نے توہین آمیز لہجہ میں ایک نبی کو دوسرے نبی پر بلکہ اپنی ذات کو دوسرے نبی پر توہین آمیز لہجہ میں فضیلت دینے کے لئے امتناعی حکم صادر فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے جھگڑا کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے اس سے ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام نے کوئی توہین نہیں کی۔ بلکہ غصہ کی حالت میں ایک نبی اپنے دوسرے بھائی اور نبی سے لڑ پڑا اور یہ حالت جوان سے شدت غضب کی حالت میں ہوئی تھی۔ اس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی مانگی۔

آنحضرت ﷺ نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت عمرؓ کے توراۃ کے چند صفحات پڑھنے پر جو کچھ فرمایا اور جو احادیث میں وارد ہے، ان الفاظ سے موسیٰ علیہ السلام کی کوئی توہین ظاہر نہیں ہوتی۔

سوال مکرر: جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی دعوت نہ پہنچی ہو وہ امت تبلیغی میں داخل نہیں جو احکام کو سن کر مسلمان ہوچکے ہیں۔ ہاں! امت دعوت میں ساری دنیا داخل ہے۔ وہ جہنمی نہیں ہے۔ اسے مسلمان اس لئے کہا جائے گا کہ اس نے خدا کی توحید کو قبول کرلیا ہے۔

آیت: ''وکم ارسلنا من نبی'' کی آیت میں فی الاوّلین کا لفظ ہے اور اس کا تعلق پہلی امت کے ساتھ ہے۔ مسیلمہ کذاب کو مفسرین نے ''من یرتد منکم عن دینہ'' کی ذیل میں داخل کیا ہے۔　　　سن کر تسلیم کیا۔

دستخط: محمد اکبر، ۳۱؍اگست ۱۹۳۲ء

بیان جلال الدین شمس (قادیانی) گواہ عبدالرزاق مدعا علیہ

۵لغایت۱۲؍نومبر۱۹۳۲ء

جلال الدین شمس کا شمار جماعت مرزائیہ کے صف اوّل کے مبلغین میں ہوتا تھا۔انہوں نے اپنی جماعت کے نمائندہ کی حیثیت سے بطور مختار مدعا علیہ تین برس تک عدالت میں پیروی مقدمہ کی۔

ان کا بیان ۵لغایت۱۲؍نومبر۱۹۳۲ء جاری رہا۔ازاں بعد مولانا ابوالوفا صاحب مختار مدعیہ نے یکم؍لغایت۱۲؍مارچ۱۹۳۳ء ان پر ایسی دلائل قاطع وبراہین ساطع کے ساتھ جرح فرمائی کہ شمس صاحب کے بیان کا کذب وفریب پارہ پارہ ہوگیا۔ (ادارہ)

آئینہ حقیقت

حضرات قارئین! پیش نظر مجموعہ کا یہ حصہ قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہونے والے گواہان جلال الدین شمس وغلام محمد کے بیانات اور جرح پر مشتمل ہے جو انہوں نے حضرات علماء ربانی کے بیانات اور ان کے پیش کردہ دلائل وبراہین کے مقابلے میں فاضل عدالت میں قلم بند کرائے تھے۔ہم نے یہ بیان عدالت کے ریکارڈ سے حاصل کئے ہیں۔مرزائی جماعت نے بھی اپنے پریس سے یہ بیانات شائع کرائے تو نہایت ہی گھناؤنے انداز سے عدالت میں بیان کردہ بیانات کو مسخ اور تحریف کرکے شائع کیا تاکہ اپنی شکست پر ایک بار پھر دجل وفریب کا پردہ ڈال کر گمراہ کرنے کی کوشش کرے اور اس مغالطہ میں ڈال سکے کہ علماء ربانی کی طرف سے پیش کردہ دلائل کا ردکردیا گیا۔ہم نے ایسے موقعوں پر نشاندہی کے لئے بھی اسی بات کو کافی سمجھا ہے کہ حضرات قارئین کو بتادیں کہ اصل عدالتی ریکارڈ سے حاصل شدہ مواد یہ ہے، جو ہم پیش کررہے ہیں اور اس کے خلاف جہاں جہاں جو مرزائی پریس سے شائع کردہ کتابچہ میں نظر آئے، اس کو تحریف سمجھیں اور جن صاحبان کو مطابقت کا ثبوت مطلوب ہو، وہ ادارہ سے بصد شوق رجوع فرماسکتے ہیں۔ (ادارہ)

۵؍نومبر۱۹۳۲ء

بیان گواہ مدعا علیہ باقرار صالح جلال الدین شمس ولد امام دین مبلغ قادیان سکنہ قادیان عمر۳۰سال

آنحضرتﷺ کے دست مبارک پر جو لوگ ایمان لائے، ان کے ایمان کی دفعات قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں مذکورہ ہیں:

’’امن الرسول بمآ انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملآئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ (بقرہ:۲۸۶)‘‘ پیغمبر جو کچھ اس پر خدا کی طرف سے اترا، اس پر ایمان لایا اور تمام مومنین پر ایک خدا پر، ایمان لایا اس کے تمام فرشتوں پر، اس کی تمام کتابوں پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر۔ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔

اس آیت میں جو یہ فرمایا کہ:

جب کوئی شخص قرآن شریف پر ایمان لایا تو اس کے اندر جو کچھ ہے۔اجمالاً تفصیلاً اس سب پر ایمان لایا جیسے خدا تعالیٰ کی صفات اور قیامت حشر ونشر دوزخ وبہشت۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ متقی کی صفت میں بیان کرتا ہے۔ ’’الذین یؤمنون بالغیب …… هم لا یؤمنون (بقرہ:۳تا۶)‘‘ کہ مومن اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور اے رسول جو تجھ پر اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا، اس سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں۔ پس یہی لوگ اپنے رب کے سیدھے راستے پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ غیب میں تمام غیبات کا ذکر کر دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات ہماری نظروں سے غیب ہے اور ملائکہ بھی ہم سے غیب ہیں۔ رسل میں رسالت کے لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے۔ ہم سے مخفی اور پوشیدہ رہتا ہے۔ اسی طرح قضاوقدر امور آخرت اور دوزخ وجنت بھی ایمان بالغیب میں داخل ہیں۔ حقوق اللہ اور عبادات میں سے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی عبادت یعنی نماز کا اور حقوق العباد میں سے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے اور پھر ارشاد فرمایا ہے کہ جو آنحضرت ﷺ کی طرف اتارا گیا ہے۔ اس پر وہ ایمان رکھتے ہیں۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے ایمان اور اسلام کے متعلق استفسار کیا تو حضور سید المرسلین نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، بعث بعد الموت پر اور تقدیر پر یقین رکھے اور اسلام گواہی دیتا ہے اس بات کی کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں اور نماز کا ادا کرنا اور زکوٰۃ کا دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا (بشرط استطاعت) حج کرنا ہے۔ اس پر جبرئیل نے آنحضرت ﷺ کی تصدیق کی اور جبرئیل کے چلے جانے پر حضور رسالت مآب ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ یہ حضرت جبرئیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور نے فرمایا ہے: ’’بنی الاسلام علی خمس …… الخ!‘‘ کہ اسلام کی بنا پانچ امور پر رکھی گئی ہے۔ یعنی کلمہ شہادت، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا دینا، رمضان شریف کے روزے رکھنا اور طاقت ہے تو حج کرنا۔

ایک تیسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: ’’امرت ان اقاتل الناس‘‘ کہ مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک یہ وہ گواہی دیں اس بات کی کہ خدا کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لئے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ اصل توحید اور وہ چیز جس کے ساتھ اعتقاد صحیح ہوتا ہے، یہ ہے کہ انسان کہے میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور بعث بعد الموت پر اور تقدیر خیر وشر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر اور حساب اور میزان اور جنت ونار پر کہ یہ سب باتیں سراسر حق ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص۳،۴، مطبوعہ حیدرآباد)

اسی کتاب شرح (فقہ اکبر ص۳۴) پر ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ وہ امت محمدیہ ﷺ سے ہو تو وہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے تو ایسا شخص یقینی طور پر مومن ہے۔ اگرچہ وہ فرائض ومحرمات سے بے خبر ہو۔

پھر (ص۳۵) پر ہے کہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض یا محرمات بیان کئے ہیں کہ بعض اشیاء حلال اور بعض حرام ہیں۔ ان پر بلاکسی اعتراض کے اپنی رضامندی کا اظہار کرے۔

فقہ کی کتاب (البحر الرائق ج۵) میں لکھا ہے کہ طحاوی کی شرح میں ہے کہ قاضی امام ابویوسف سے مرتد کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کیونکر مسلمان ہوگا تو انہوں نے کہا کہ وہ کلمہ شہادتین پڑھے اور جو خدا کی طرف سے آیا ہے، اس کا اقرار کرے اور جس دین یہودیت یا عیسائیت کو اس نے اختیار کیا تھا، اس سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے اور بعث اور نشور کا اقرار کرنا مستحب ہے۔

پس قرآن مجید اور احادیث وفقہ کی ان تصریحات سے ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا امور جس شخص میں پائے جاویں وہ مومن اور مسلمان ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود مرزاغلام احمد صاحب کا مذہب ان کی اپنی کتاب سے بیان کرتا ہوں۔

آپ (نورالحق حصہ اوّل ص۵، خزائن ج۸ ص۷) پر فرماتے ہیں: ’’ہم مسلمان ہیں، خدا کے وحدہ لاشریک ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور کلمہ ’’لا الـــــــہ الا اللہ ‘‘ کے قائل ہیں اور خدا کی کتاب قرآن اور اس کے رسول محمد ﷺ کو جو خاتم الانبیاء ہیں مانتے ہیں اور یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور اہل قبلہ ہیں اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا، اس کو حرام سمجھتے اور جو کچھ حلال کیا، اس کو حلال قرار دیتے ہیں اور ہم نہ شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہ سے ہمیں پہنچا، اس کو قبول کرتے ہیں۔ چاہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو نہ سمجھ سکیں اور اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومن اور موحد ہیں۔‘‘

پھر اپنی جماعت کو اپنی کتاب (کشتی نوح ص۱۰تا۱۴، خزائن ج۱۹ ص ایضاً) میں فرماتے ہیں: ’’پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے۔ جو اپنی صفات میں ازلی، ابدی اور غیر متغیر خدا ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا نہ اس کا کوئی بیٹا۔ اس کی قضاء قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی آگے قدم رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں۔ مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر محمد مصطفیٰ ﷺ یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ تم اس وقت میری جماعت میں شمار کئے جاؤ گے۔ جب سچ مچ تقویٰ کی راہ پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقت نمازوں کو ایسے خوف اور حضور قلب سے ادا کرو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ دینے کے لائق ہے۔ وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔‘‘

اسی طرح آپ نے اپنے ایک اشتہار ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مندرجہ کتاب (تبلیغ رسالت ص۲۱۰، مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۳۱) پر فرمایا ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: ’’ایمان لاتا ہوں میں اللہ پر اور اس کے ملائکہ پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور مرنے کے بعد قیامت کے دن جی اٹھنے پر اور ایمان لاتا ہوں میں خدا کی کتاب عظیم پر جو قرآن کریم ہے اور تابعداری کرتا ہوں تمام رسولوں سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اور میں مسلمانوں سے ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں علیٰ وجہ البصیرۃ کہ کوئی معبود مسجود خلائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ واحد کے جس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد ﷺ خدا کا خاص بندہ اور اس کا رسول ہے۔ اے رب مجھ کو مسلمان ہی زندہ رکھ اور اسلام پر ہی وفات دے اور میرا حشر اپنے مؤمن بندوں کے ساتھ کر اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور سوائے تیرے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ تو ہی میرا سب سے بہتر گواہ ہے۔‘‘

اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم وسمیع اوّل الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں، جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں، جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں۔

پھر اپنی ایک تصنیف (التبلیغ ص ۳۸۷، ۳۸۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) میں لکھتے ہیں کہ: ’’ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد ﷺ تمام رسولوں سے بہتر اور افضل الرسل اور خاتم الانبیاء ہیں اور تمام ان انسانوں سے جو گزر چکے ہیں یا آئندہ قیامت تک ہوں گے افضل ہیں۔ ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن شریف کی ہر آیت ایک بحر ذخار ہے جو ہدایت کی تمام قسم کی باریکیوں سے معمور ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات سراسر حق ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ نجات صرف اسلام میں ہے جو حضرت محمد ﷺ کی فرمانبرداری سے حاصل ہوسکتی ہے اور جو امور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں ہم ان سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ ہمارے پاک رسول محمد ﷺ جو کچھ لائے ہیں، اس پر ہمارا پختہ ایمان ہے اور جو شخص ان مذکورہ عقائد کے خلاف ہماری طرف کوئی عقیدہ منسوب کرتا ہے تو وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اسلام کا فدائی اور حضرت سید انام احمد مصطفیٰ ﷺ کا جان نثار غلام ہوں۔‘‘

پھر (مواہب الرحمٰن ص ۶۸، خزائن ج۱۹ ص ۲۸۶، ۲۸۷) پر تحریر فرماتے ہیں: ’’اور کوئی عمل اور عبادت قبول نہ ہوگی، جب تک کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کا اقرار سچے دل سے نہ کیا جائے اور دین اسلام پر ثبات وقیام نہ ہو اور وہ شخص ہلاک ہوگیا جس نے آپ کو چھوڑ دیا اور بقدر طاقت تمام امور میں آپ کی پیروی نہ کی۔ کوئی نئی شریعت آپ کے بعد نہیں اور نہ کوئی کتاب آپ کی شریعت کو منسوخ کرسکتی ہے اور کوئی شخص آپ کے مبارک کلمہ کو بدل نہیں سکتا اور جس نے ذرہ بھر قرآن شریف سے روگردانی کی وہ ایمان سے خارج ہوگیا۔ ہرگز کوئی شخص نجات نہیں پاسکتا جب تک ان تمام امور میں جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوچکے ہیں۔ آپ ﷺ کی پیروی نہ کرے اور جس نے ایک ذرہ بھر آپ کی وصیت اور حکم کو چھوڑا وہ گمراہ ہوگیا۔‘‘

پھر اپنی ایک کتاب (ایام الصلح ص ۸۶، ۸۷، خزائن ج۱۴ ص ۳۲۳) پر فرماتے ہیں کہ: ’’جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام کو پنجہ مارنے کا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔ فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو، قرآن کریم کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ اور اسی پر مریں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام کتابوں پر جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے، ایمان لاویں۔ صوم اور صلوٰۃ وزکوٰۃ اور حج اور اسی طرح خدا اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں، ان سب کا ماننا فرض ہے۔ ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے، وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کرکے دیکھا کہ ہم باوجود اپنے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔‘‘

پس مذکورہ بالا حوالوں سے واضح ہے کہ ہمارے عقائد اسلام کے عین مطابق ہیں۔ خدا تعالیٰ کی سب سے بزرگ اور آخری کتاب قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں جن باتوں کو ایک شخص کے مومن اور مسلمان ہونے کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے، ان سب پر خلوص دل اور صمیم قلب سے ہم یقین اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ جن اعمال صالحہ کے بجالانے کا حکم دیا گیا ہے، وہ ہم بفضلہٖ بجالاتے ہیں۔ بقول حضرت مسیح موعود اعلانیہ کہتے ہیں: ؎

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفیٰ مارا امام وپیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ہم بریں از دار دنیا بگزریم

(سراج منیر ص ح، خزائن ج۱۲ ص۹۵)

جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ ہمارا وہی دین ہے جو آنحضرت ﷺ خدا کی طرف سے لائے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ دین اسلام کے سوا اگر کوئی اور دین اختیار کرے تو وہ عنداللہ ہرگز مقبول نہیں۔ لیکن باوجود ہمارے اس اقرار کے گواہان فریق ثانی نے ہمیں کافر ومرتد اور ضال اور خارج از اسلام قرار دیا ہے اور ضروریات دین کا منکر ٹھہرایا ہے۔ جن امور کی بناء پر انہوں نے کافر اور مرتد کہا ہے، ان کا ضروریات دین سے ہونا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے فتویٰ تکفیر کی بنیاد بعض علماء کے اقوال پر رکھی ہے۔ اس لئے قبل اس کے کہ میں ان وجوہ وتکفیر کی تردید کروں، مناسب سمجھتا ہوں کہ جن علماء کے اقوال کی سند پر گواہوں نے ہمیں کافر قرار دیا ہے، ان کے تحریر افتاء کے متعلق کچھ بیان کروں۔ سو واضح رہے کہ گواہان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ کسی مسلمان پر اسی وقت لگایا جاسکتا ہے، جب وہ ضروریات دین کا انکار کرے۔

اس لئے اب میں ذیل میں چند ان امور کا ذکر کرتا ہوں جن کی بناء پر علماء نے لوگوں کو کافر ومرتد ٹھہرایا ہے۔ ان امور کو ضروریات دین سے کہا ہے اور ان کے منکر کو کافر ومرتد لکھا ہے۔

اور کتاب (الاشباہ والنظائر ص۱۷۵تا۱۷۹) اور اسی طرح (شرح فقہ اکبر ص۱۴۷تا۱۶۴) پر درج ہیں۔ ان فتاویٰ کو اگر مدنظر رکھا جاوے تو یہ لازم آتا ہے کہ جن مقدس اور افضل ترین بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے، وہ سب کافر ہوں۔ نعوذ باللہ! جیسے کہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی نے۔ (ملاحظہ ہو امام شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر ص۱۶۳ جلد اوّل مطبوعہ مصر)

اسی طرح تمام شیعہ کافر اور واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔ جن کی توبہ بھی قبول نہیں اور تمام وہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان جو اکثر کہتے سنے جاتے ہیں کہ اگر جنت میں ان موجودہ مولویوں نے ہی جانا ہے تو ہمیں ایسی جنت نہیں چاہئے اور وہ تمام مسلمان جو سرکاری دفاتر میں ملازم ہیں اور اپنے ہندو اور عیسائی افسران کو تحائف دیتے ہیں، کافر ہیں۔ ان عورتوں کے لئے جو اپنے خاوندوں کی بدسلوکی کے باعث تنگ ہیں اور ان کے عقد نکاح سے نکلنا چاہتی ہیں۔ یہ اچھی ترکیب بتائی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی عورت یہ کہہ دے کہ میں کافر ہوتی ہوں تو معاً کافر ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ وہ تمام مسلمان جو گاندھی ٹوپی یا ہیٹ لگاتے ہیں کافر ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان بھی جو ہندو اور انگریز افسروں کو سلام کرتے ہیں۔ اسی طرح سکول اور کالجوں کے وہ مسلمان طلباء جو اپنے ہندو یا عیسائی استادوں کو تعظیماً سلام کرتے ہیں۔

اسی طرح ہزارہا وہ تعلیم یافتہ اشخاص جو مولویوں کی دقیانوسی باتوں پر جنہیں یہ مولوی لوگ علم اور دین خیال کرتے ہیں، ہنستے ہیں، کافر ہوئے۔ اسی طرح وہ مسلمان جو کسی غیر مسلم کو اس کے سوال کرنے پر کہ مجھ پر اسلام کی صداقت بیان کر کسی مولوی کے۔ اسی طرح تمام نوتعلیم یافتہ مسلمان جو مولویوں سے متنفر ہیں۔ اسی طرح وہ صدہا مسلمان بازاروں میں اور گلی کوچوں میں بھیک مانگنے والے فقیروں کو جو خدا

کا واسطہ دے کر مانگتے ہیں یا کہتے ہیں خدا کے واسطے یہ کام کر دو یا فلاں چیز دے دو۔ لیکن وہ بالکل نہیں دیتے، کافر ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں یار دوست عزیز و آشنا آپس میں ایک دوسرے کو خدا کا واسطہ دے کر کام کرانا چاہتے ہیں، لیکن دوسرا نہیں کرتا۔ پس اگر ان علماء اور مولویوں کے کہنے پر کسی کو کافر بنایا جاسکتا ہے تو مذکورہ بالا فتاویٰ کے ماتحت تمام ایسے مسلمان کافر ہیں اور ان کا نکاح فسخ اور اولاد ولدالحرام ہوئی۔

اصول مذکورہ بالا پر علما کا موجودہ زمانہ میں عمل نہیں ہے۔ کیونکہ گواہان فریق مخالف نے اپنے بیانوں میں مفسرین کے اقوال سے بھی یہی سند پکڑی ہے۔ اس لئے میں مفسرین کے یہی چند اقوال نقل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ مفسرین کے اقوال کو بلاسوچے من وعن تسلیم کرلیا جائے۔ جو کچھ وہ اپنے خیال وعقیدہ کے مطابق لکھ گئے ہیں، اسے حرف بحرف مان لیا جائے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں علم تفسیر کے عنوان کے ماتحت نہایت عمدہ رائے لکھی ہے کہ: ''**تفاسیر المتقدمین مملوۃ بالغث والسمین**'' یعنی متقدمین کی تفسیریں عمدہ اور ردی دونوں باتوں سے پر ہیں۔ اس لئے ہمیں حسب تعلیم قرآن مجید ضروری ہوا کہ ہم خود بھی قرآن مجید کی آیات میں غور اور تدبر کریں اور تحقیق کے بعد جو ''**اقرب الی الصواب**'' ہو اس کو اختیار کریں۔

پس مفسرین کے اقوال پر عقائد کی بنیاد رکھنا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔ جب کہ ان میں سے خود چند بلند پایہ اور مقتدر ائمہ نے اسی امر کی صراحت کردی ہے کہ ہماری اندھی تقلید نہ کی جائے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ائمہ کے اقوال اپنی مشہور کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں درج کئے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ جب فتویٰ دیتے تو فرماتے کہ یہ رائے نعمان بن ثابت کی ہے۔ جو کچھ ہم اپنی تحقیق سے اب تک معلوم کر سکے ہیں، اس کے لحاظ سے یہ سب سے احسن ہے۔ لیکن جو شخص اس سے زیادہ اچھی بات معلوم کرے تو وہ درست ہونے کی زیادہ مستحق ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۷، جزو اوّل)

حضرت امام شافعی نے ایک دن مزنی سے کہا: اے ابراہیم تو میری ہر بات میں تقلید نہ کر۔ تو خود بھی غور کیا کر۔ کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۷، جزو اوّل)

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''**لاتقلدنی**'' کہ تو نہ میری تقلید کر نہ امام مالک اور نہ اوزاعی ونخعی کی۔ تو احکام کتاب وسنت سے لے، جہاں سے انہوں نے لئے ہیں۔

الغرض اپنے علماء اور ائمہ کی اندھی تقلید نہایت مذموم ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں کفار اور اہل کتاب سے نقل کیا ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ پہلے علماء جو کچھ تفسیروں میں لکھ گئے ہیں، ہم آنکھیں بند کر کے اس پر ایمان لے آئیں۔ بلکہ ہمارا فرض ہے کہ ان کے فتاویٰ اور اقوال کو ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ اور عقل سلیم کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو قرآن وسنت سے صحیح ثابت ہو اسے اختیار کریں اور مخالف کو چھوڑ دیں۔ امت کے ان مقتدر علماء کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی نیک نیتی سے جو باتیں موافق ومخالف پائیں یا جو وہ سمجھ سکے وہ ہم تک پہنچا دیں۔ جس کے لئے وہ تمام ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔

گواہان فریق مخالف کی پیش کردہ وجوہ تکفیر اور ان کا رد

فریق ثانی نے اپنی شہادت میں لکھوایا ہے کہ ادّعاء وحی کفر ہے۔ اگر کوئی شخص مطلق وحی کا دعویٰ کرے اور خواہ نبوت کا مدعی بھی نہ ہو۔ تب بھی کافر ہے اور وحی یہ ہے کہ فرشتہ کو بھیجا جائے کہ فلاں سے جا کر یہ کہہ دو اور پھر کہا ہے کہ بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے اور غیروں کے لئے کشف، الہام یا وحی معنوی ہوسکتی ہے۔

جب ہم قرآن مجید پر غور کرتے ہیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف پیغمبروں سے مخصوص نہیں چنانچہ یہ امر مندرجہ ذیل آیات سے ثابت ہے۔

۱...... اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:''**وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من ورآء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی با ذنہ ما یشآء** (شوری:۵۱)'' کہ کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کسی قاصد کو (یعنی فرشتہ کو) جو اسے دیا کرے خدا کے حکم سے جو خدا چاہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ صرف پیغمبروں کے ساتھ ہی ان تین طریق سے کلام کرتا ہے اور غیر پیغمبر سے نہیں کرتا بلکہ آیت میں بشر کا لفظ رکھا ہے، جس میں نبی اور غیر نبی دونوں داخل ہیں۔

۲...... اللہ تعالیٰ سورہ قصص اوّل رکوع میں فرماتا ہے:''**واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رآدوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین** (القصص:۷)'' کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف سے وحی کی کہ تو موسیٰ کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس کی نسبت خوف لاحق ہو تو اسے دریا میں پھینک دینا اور کچھ خوف اور غم نہ کرنا کیونکہ ہم اسے پھر تیرے پاس لے آئیں گے اور ہم اسے پیغمبر بنانے والے ہیں۔

اس آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی طرف وحی آنے کا خود اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے جو پیغمبر یا نبیہ نہیں تھیں۔ پس اگر وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہوتی تو ام موسیٰ پر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل نہ ہوتی۔

۴...... (سورہ مریم:۱۷) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''**فارسلنا الیھا روحنا**'' کہ ہم نے حضرت مریم کی طرف جبرئیل کو بھیجا۔ اسی طرح فرمایا:''**واذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک وطھرک واصطفاک علیٰ نسآء العالمین. یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین** (آل عمران:۴۲،۴۳)'' کہ جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا ہے اور تیری تطہیر کی ہے اور دنیا جہان کی عورتوں پر تجھے مصطفائی عطا کی ہے۔ اے مریم! تو اپنے رب کی مطیع وفرمانبردار رہے۔

۵...... پھر فرمایا:''**اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ یبشرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیھا فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین** (آل عمران:۴۵)'' یعنی فرشتوں نے مریم سے کہا: اے مریم! اللہ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا اور وہ دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقرب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''**قلنا یا ذاالقرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا** (کھف:۸۶)'' یعنی ہم نے کہا اے ذوالقرنین! اگر تو چاہے تو ان لوگوں کو عذاب دے یا ان کے بارہ میں حسن سلوک کا طریق اختیار کر۔

ان مذکورہ بالا آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱...... وحی انبیاء سے مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

۲...... جن طریقوں سے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔ انہی طریقوں سے غیر انبیاء یعنی اولیاء وغیرہ کے ساتھ بھی ہم کلام ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر۱ سے ظاہر ہے۔

۳...... فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے خاص نہیں۔ جیسا کہ آیت نمبر۴ ظاہر ہے۔ بعض وقت غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی نازل ہوجاتی ہے۔ جس میں امر ونہی ہوتے ہیں، جیسا کہ آیت نمبر۴ سے ظاہر ہے۔

غیرانبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔جیسا کہ آیت نمبر۵ سے ظاہر ہے۔

فریق ثانی کے گواہان نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی پر وحی نہیں ہوسکتی اور جواس کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے۔لیکن انہوں نے اس قرآن مجید یا حدیث سے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ہاں!صرف ایک گواہ نے آیت:’’**والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک** ‘‘پیش کر کے کہا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کوئی وحی نازل ہونی ہوتی تو اس آیت میں ضرور ذکر کیا جاتا۔چونکہ ذکر نہیں کیا گیا۔اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی نہیں ہوسکتی۔

اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں تشریعی وحی کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی وحی جو آپ کی ناسخ ہو منقطع ہے۔اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔جیسا کہ اسی قسم کی ایک دوسری آیت:’’**ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک** (الزمر:۶۵)‘‘ کی تفسیر میں علماء متقدمین نے اس امر کی تصریح کی ہے۔

چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی بحوالہ فتوحات مکیہ اپنی کتاب (الیواقیت والجواہر ج۲ص۹۴) پر لکھتے ہیں کہ:’’**انہ لم یجیٔ لنا خبر الٰہی بعد رسول اللہ ﷺ وحی تشریع ابدا. انما لنا وحی الالہام قال تعالٰی ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک** ‘‘کہ ہمارے پاس کوئی ایسی خبر الٰہی نہیں آئی جس سے معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وحی تشریعی ہوگی۔بلکہ اب وحی الہام ہوگی۔جیسا کہ آیت:’’**ولقد اوحی** ‘‘سے ظاہر ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اکابر علماء لکھ چکے ہیں کہ مسیح موعود پر وحی ہوگی اور حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود پر خدا کی طرف سے وحی ہوگی۔علامہ ابن حجر سے جب پوچھا گیا کہ کیا آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ان پر وحی ہوگی۔انہوں نے کہا کہ ہاں!ان پر وحی ہوگی۔جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (روح المعانی ج۷ص۶۵)

تیسرا جواب یہ ہے کہ جو قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے اور یہ تسلیم کراتا ہے کہ مسیح موعود آئے گا۔ان پر جو وحی ہوگی اسے خدا کی طرف سے یقین کرے۔

پس اس لحاظ سے یہ آیت تشریعی وحی کے انقطاع دلالت کرتی ہے۔غیرتشریعی وحی کے انقطاع پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

اب میں قرآن مجید سے ثابت کرتا ہوں کہ آنحضرت کے بعد غیر شریعت والی وحی ہوسکتی ہے اور آنحضرت ﷺ کے کامل متبعین پر اس کا دروازہ بند نہیں ہوا۔اس کی ایک عقلی دلیل جس کو خداوند تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے کہ ایسا خدا کہ جو اپنے بندوں سے کلام نہیں کرتا اور ان کی بات کا جواب نہیں دیتا۔معبود کہلانے کے لائق نہیں ہے۔چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

۱…… ’’**الم یروا انہ لایکلمہم ولا یہدیہم سبیلا** (الاعراف:۱۴۸)‘‘

۲…… ’’**افلایرون الا یرجع الیہم قولا** (طٰہٰ:۸۹)‘‘

یعنی یہ بچھڑے کو پوجنے والے اس بات کو نہیں دیکھتے کہ جس کو انہوں نے اپنا خدا اور معبود بنایا ہے۔وہ نہ ان سے کوئی کلام کرتا ہے اور نہ انہیں تاریکی میں ہدایت دیتا ہے۔یقیناً اس کو خدا تعالیٰ بنانے والے بڑے ظالم اور بے انصاف ہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا کہ بچھڑے کو معبود بنانے والے اتنا غور نہیں کرتے کہ وہ ان کا جواب نہیں دیتا۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ بندوں سے خدا کا کلام کرنا ضروری ہے۔پس کیونکر مان لیا جائے کہ حرم کعبہ کا رب اور قرآن کا

اتارنے والا خدا جو بچھڑے کی معبودیت اور الوہیت کا ابطال، اس کے عدم تکلم کی وجہ سے کرتا ہے۔ خود اپنے پیارے بندوں سے ویسے سلوک کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو پکارنے والے کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا، وہ معبود ہونے کے لائق نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ’’ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الٰی یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون (احقاف:۵)‘‘ کہ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکے۔ جواب دینا تو درکنار وہ تو اس کی پکار سے بھی بے خبر محض ہیں۔

اس آیت سے یہی ثابت ہے کہ خالق دوجہان خدا اپنے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے۔ ہاں! جھوٹے خدا اور معبودان باطل اپنے بندوں کی پکار نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں۔ اب اگر سچے خدا کی نسبت بھی یہی تسلیم کیا جائے کہ وہ بھی نہ کسی کو جواب دیتا ہے نہ کسی کی پکار سنتا ہے۔ مخالفین اسلام اسی دلیل کو قرآن کے خلاف پیش کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران:۳۱)‘‘ کہ اے رسول تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا سے واقعی محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے۔ اب یہ بدیہی بات ہے کہ محبّ اپنے محبوب سے ہم کلام ہو۔ اس کی باتیں سنے اور اپنی کہے۔ ورنہ عدم کلام نقض محبت پر دلیل ہوگا۔ کیونکہ محبوب کا کلام نہ کرنا دلیل ناراضگی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اخسئو فیھا ولا تکلمون (المومنون:۱۰۸)‘‘ دوسری جگہ فرمایا: ’’ولا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ (البقرۃ:۱۷۴)‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ جہنمی اور دوزخی لوگوں سے کلام نہیں کرے گا اور فرمائے گا۔ جاؤ ذلیلو! مجھ سے کلام مت کرو۔

پس ثابت ہوا کہ کلام نہ کرنا غضب اور ناراضگی کی علامت ہے۔ لہٰذا خدا جو اپنے بندوں پر ماں باپ سے بڑھ کر مہربان ہے۔ ضرور اپنے پیارے بندوں سے کلام کرتا ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ پہلے جب وہ اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا تو اب نہ کرے۔ پھر یہ بھی واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت جو اس کی خدائی پر ایک اعلیٰ دلیل ہے، وہ اس کا متکلم ہونا ہے۔ پس یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اب قیامت کے دن تک اس صفت کا تعطل مان لیا جائے اور کہا جائے کہ اس کی صفت تکلم زائل ہو چکی ہے۔ یعنی کہ اب وہ کسی سے کلام نہیں کرے گا۔ تو اس کا سمیع ہونا کیونکہ معلوم ہوگا۔ کہنے والے یہ بھی کہہ دیں گے کہ وہ پہلے سمیع تھا، اب نہیں۔

اگر کوئی عاشق اپنے کسی محبوب کے دروازہ پر آہ و بکاء اور گریہ وزاری کرتے ہوئے بے قراری کی حالت میں جائے۔ مگر محبوب نہ دروازہ کھولے اور نہ اندر سے کوئی آواز دے تو یقیناً وہ عاشق ناامید ہوکر لوٹے گا اور خیال کرے گا کہ یا تو میرا محبوب مر چکا ہے یا پھر مجھے دھوکا دیا گیا۔

پس اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ جس کا دیدار بوجہ اس کے وراء الوراء اور لطیف ہونے کے ہم نہیں کر سکتے۔ اگر وہ گفتار سے بھی اپنے عشاق کو تسلی نہیں دیتا۔ آخر ایک دن ناامید ہوکر اسے چھوڑ دیں گے۔

تعشق اور محبت کا مادہ انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اور وہ ایسے محبوب کو جس کے دیدار اور گفتار سے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے محروم سمجھے۔ کبھی اسے عشق کا محل نہیں ٹھہراتا۔ حقیقی عاشق اپنے محبوب سے ہم کلام ہونے کے لئے اپنے دل میں ازحد تڑپ رکھتا ہے اور اس کے کلام کو اپنے لئے تریاق اور آب حیات سمجھتا ہے۔

پس وہ علیم خبیرہستی جوانسان کے اندراحساسات وجذبات کا پیدا کرنے والا ہے۔ کس طرح اپنے عشاق کو اپنی ہم کلامی سے محروم رکھ سکتا ہے۔ اس لئے اس نے فرمایا:’’اذاسالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (البقرۃ:۱۸۶)‘‘ کہ اے رسول! جب اضطرار و بے قراری کی حالت میں تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو تو انہیں کہہ دے۔ میں قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:’’ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ (حم سجدہ:۳۰)‘‘ کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھرانہوں نے استقامت اختیار کی (یعنی مصائب اور ابتلاء کے وقت ایمان پر ثابت قدم رہے) ایسے لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو انہیں خوش خبری دیتے ہیں۔

۱...... ’’رفیع الدرجٰت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشآء من عبادہ لینذر یوم التلاق (المؤمن:۱۵)‘‘

۲...... ’’ینزل الملائکۃ بالروح علیٰ من یشآء من عبادہ ان انذروا انہ لآالہ الا انا فاتقون (النحل:۲)‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ درجوں کا بلند کرنے والاعرش کا مالک اپنا کلام اپنے بندوں میں سے جسے قابل سمجھتا ہے اس پر نازل کرتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ اللہ تعالیٰ اپنا کلام دے کر فرشتوں کو اتارتا رہتا ہے۔ جنہیں وہ اپنے بندوں میں قابل سمجھتا ہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ جو یہ خداوند تعالیٰ کا پیغام دیتے ہیں کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور بات یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

روح کے معنی وحی کے ہیں۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ازمنہ سابقہ میں اپنی وحی سے مشرف کرتا رہا ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی کرے گا۔ کیونکہ آیت میں نزول وحی کا موجب اللہ تعالیٰ کا رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہونا، ضرورت انذار قرار دیا گیا ہے۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ اب بھی رفیع الدرجات اور ذوالعرش ہے، اس میں تغیر نہیں آیا اور لوگ بھی بلحاظ روحانیت مردہ ہوگئے ہیں تو پھر وحی کا انقطاع کیوں کر مان لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:’’کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (ال عمران:۱۱۰)‘‘ کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے اور نعمت بھی اس پر پوری ہوچکی ہے۔ جیسا کہ فرمایا اور دعا بھی خدا نے ہمیں یہ سکھلائی کہ:’’صراط الذین انعمت علیھم‘‘ کہ اے خدا تو ہمیں اپنے پیارے اور مقرب بارہ گاہ بندوں یعنی انبیاء وصدیقین اور شہدا وصالحین کے راستہ پر چلا۔ عقل سلیم کیوں کر تسلیم کرسکتی ہے کہ امت محمدیہ سب امتوں سے بہتر ہو۔ لیکن انعامات الٰہیہ سے محروم ہو۔ پہلی امتوں کے مردوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عورتوں کو بھی اپنے کلام سے مشرف کیا اور ان پر فرشتے نازل ہوئے۔ لیکن امت محمدیہ کے بڑے سے بڑے مرد کو بھی یہ انعام نہ ملا۔ پس یہ کہنا کہ امت مرحومہ پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہے اور خدا اس سے کلام نہیں کرتا۔ پھر یہ خیر الامم کیسے ہوئی۔ لیکن یہ کہنا غلطی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے بعد جو تمام عالم کے لئے رحمت ہوکر آئے تھے اس انعام کو لوگوں سے چھین لیا ہے اور امت میں سے کسی ایک فرد کو اپنے ہم کلام ہونے کے مبارک شرف سے ہمیشہ کے لئے محروم کردیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا پاک رسول اور اولیاء امت یہ کہہ رہے ہیں کہ فیضان الٰہی اس امت پر بند نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:’’لقد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر‘‘ کہ تم سے پہلے قوم بنی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ باوجود کہ وہ نبی نہیں تھے۔

لیکن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ میری امت میں ایسے لوگوں میں سے اگر کوئی ہے تو عمرؓ ہے۔ دوسری روایات میں محدث کا لفظ ہے اور طبرانی میں ہے: ’’قالوا یا رسول اللہ کیف محدث‘‘ صحابہؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ محدث سے کیا مراد ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے ان کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قرآن مجید کی آیت: ’’وما کان لبشر …… الخ!‘‘ میں وحی کے جو طریق مذکور ہیں اور جن طریقوں سے آنحضرت ﷺ کو وحی ہوتی تھی۔ ان کی تفصیل بیان کر کے لکھتے ہیں: ’’وھذ کلہ موجود فی رجال اللہ من الاولیاء والذی اختص بہ النبی من ھذا دون الوھی بالتشریع‘‘ کہ تمام اقسام وحی کی جو قرآن میں مذکور ہیں اور جن کا ابھی ہم نے ذکر نہیں ہے۔ خدا کے بندوں اولیاء اللہ میں سب میں پائی جاتی ہیں اور وہ وحی جو نبی سے خاص ہے اور ولی میں نہیں پائی جاتی، وہ شریعت والی وحی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (مکتوبات ج۲ص۹۹) میں فرماتے ہیں: ’’اعلم ایھا الاخ الصدیق ان کلامہ سبحانہ مع البشر قد یکون شفاھا …… الخ!‘‘ کہ اے محترم بھائی! تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا بشر سے کلام کرنا کبھی بالمشافہ ہوتا ہے اور یہ انبیاء کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی ان کے بعض کامل متبعین سے بطور اتباع اور وراثت کے ہوجاتا ہے۔ جب اس قسم کا کلام کثرت سے کسی کے ساتھ ہو تو اس کا نام محدث ہوتا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ تھے اور یہ القاء فی الروع اور الہام اس کلام کے علاوہ ہے۔ جو فرشتہ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ بلکہ اس قسم کے کلام سے انسان کامل کو مخاطب کیا جاتا ہے۔‘‘

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو وحی انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے اس امت کے بعض کامل افراد کو بھی ہوتی ہے۔ یہ کہنا کہ مجدد صاحب نے جو کچھ اس جگہ لکھا ہے وہ کشفی یا الہامی ہے۔ (حالانکہ وہ کشفی یا الہامی) نہیں ہے۔ کیونکہ مجدد صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ یہ ان کا کشف یا الہام ہے۔

اسی طرح مولانا جلال الدین رومی مثنوی میں فرماتے ہیں:

خلق نفس از وسوسہ خالی شود مہماں وحی اجلالی شود

یعنی جب انسان وساوس شیطانی سے پاک ہوجاتا ہے تو جناب الٰہی کی وحی پاتا ہے۔ (دفتر سوم ص۱۰، مطبوعہ کانپور)

پھر فرماتے ہیں:

نے نجوم است ونہ رمل است و نہ خواب وحی حق واللہ اعلم بالصواب
از پے روپوش عامہ دربیان وحی دل گویند آنرا صوفیاں

یعنی ہوتی تو وحی حق ہے۔ لیکن صوفیہ عام لوگوں سے پردہ کرنے کی خاطر اسے وحی دل بھی کہہ دیتے ہیں۔ (دفتر چہارم ص۱۵۱)

مولوی اسماعیل صاحب شہید اپنی کتاب (منصب امامت ص۳۱،۳۲) پر لکھتے ہیں: ’’باید دانست کہ ازانجملہ الہام است ہمیں الہام کہ بانبیاء اللہ ثابت است آنرا وحی میگویند واگر بغیر ایشان ثابت میشود او را تحدیث میگویند وگاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را۔ خواہ بانبیاء اللہ ثابت است خواہ باولیاء اللہ وحی نامند واین مطلق الہام گاہے درصورت کلام از پردہ غیب ممکن لاریب نازل میگردد۔‘‘

اس کے بعد چند آیات اپنی تائید میں لکھ کر فرماتے ہیں: ’’وگاہے ہمیں الہام بہ ہمیں طریق واقع میشود کوخود بخود از دل صاحب الہام کلام جوش میزند وآنرا برزبان مے راندو فی الحقیقت آں کلام رحمانی است کہ برزبان او جاری گشتہ نہ کلام نفسانی ایں قسم الہام کہ بانبیاء

اللہ میشود و ر انفث فی الروع گویند و اگر بہ نسبت اولیاء اللہ میشود و ر انطق سکینہ میگویند۔‘‘

ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ جس طریق سے انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام ہوتا ہے۔ انہی طریق سے اولیاء اللہ کو ہوتا ہے۔ اگرچہ اصطلاحاً ان کا نام رکھنے میں فرق کیا گیا ہے اور یہ علماء کی اپنی اصطلاح ہے۔

چنانچہ مولانا شبلی نعمانی (سوانح مولانا روم ص۸۱) میں لکھتے ہیں: ’’فرق مراتب کے لحاظ سے اصطلاح یہ قرار پا گئی ہے کہ انبیاء کی وحی کو وحی کہتے ہیں اور اولیاء کی وحی کو الہام۔‘‘

امام غزالی نے اپنی کسی کتاب میں لکھا ہے کہ نبی اور ولی پر وحی کے اترنے میں صرف اتنا فرق ہے کہ نبی پر وحی بواسطہ ملک ہوتی ہے اور ولی پر بغیر فرشتہ کے۔ اس کے جواب میں شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں: ’’ان الکلام فی الفرق بینھما انما ھو فی کیفیتہ ما ینزل بہ الملک لا فی نزول الملک‘‘ کہ امام غزالی کی یہ بات غلط ہے۔ دونوں وحیوں میں فرق بلحاظ کیفیت کے ہے۔ اس بات میں جس کو فرشتہ لے کر آتا ہے۔ نہ کہ فرشتے کے نزول میں۔ (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۷۵،۷۶)

(تفسیر روح المعانی ج۷ ص۶۵) میں لکھا ہے کہ علامہ ابن حجر الہیتمی سے پوچھا گیا کہ کیا آنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول ہوگا؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان کی طرف وحی کا نزول ہوگا۔ جیسا کہ مسلم کی حدیث میں ہے جو نواس بن سمعان سے مروی ہے۔ پھر وحی کا ذکر کر کے لکھا ہے: ’’و ذالک الوحی علی لسان جبرئیل اذھوا لسفیر بین اللہ تعالیٰ و انبیاء ...... الخ!‘‘ کہ وحی جو اس پر نازل ہوگی۔ حضرت جبرئیل کی زبان پر ہوگی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان سفیر ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جبرئیل کا نزول زمین کی طرف نہ ہوگا۔ بالکل بے اصل اور باطل ہے اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جس نے آپ سے وحی کی نفی کی ہے۔ آپ کے نزول کے بعد تو اس سے مراد وحی تشریعی ہے۔

یہی بات نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب (حجج الکرامہ ص۱۴۳) میں لکھی ہے اور اس پر اتنا یقین ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ’’ظاہر است کہ آرندہ وحی بسوئے او جبریل علیہ السلام باشد بلکہ بہ ہمیں یقین داریم و در آں تردونمی کنیم۔‘‘

فریق مخالف نے اپنے بیان میں ازالہ اوہام اور حمامۃ البشریٰ کے بعض حوالے پیش کئے ہیں، جن میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہے۔ لیکن اس وحی سے مراد حضرت مسیح موعود کی شریعت والی وحی ہے۔ ورنہ دوسری وحی کو آپ جاری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں ہی لکھتے ہیں کہ: ’’اے غافلو! اس امت مرحومہ میں وحی کی نالیاں قیامت تک جاری ہیں مگر حسب مراتب۔‘‘

(ازالہ اوہام ص......، خزائن ج۳ ص۳۲۱)

اور اس سے بھی پہلی کتاب (توضیح المرام ص۱۸،۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰) پر فرماتے ہیں: ’’جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔‘‘ آگے اسی صفحہ پر آپ نے لکھا ہے: ’’میں محدث ہوں اور خدا تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔‘‘ آگے پھر محدث کی وحی کے متعلق لکھا ہے: ’’رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے۔‘‘

اسی طرح ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ میں فرماتے ہیں: ’’یقیناً سمجھ لو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالیٰ کا الہام ہی ہے جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا۔ پھر بعد اس کے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے ہرگز نہ چاہا آئندہ اس الہام کو مہر لگا دے۔‘‘

اور الہام بھی حسب اصطلاح متقدمین آپ نے بمعنی وحی استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ الہام کی تعریف میں فرمایا ہے: ’’الہام ایک القاء غیبی ہے جس کو نفث فی الروع اور روحی بھی کہتے ہیں۔‘‘

پس حضرت مرزا صاحب نے جس جگہ پر لکھا ہے کہ اب وحی منقطع ہوگئی۔ اس سے مراد حضور کی وہ تشریعی وحی ہے۔ جو ناسخ شریعت محمد یہ ﷺ ہو یا وہ وحی ہو جو کسی مستقل نبی کی طرف ہو۔ جس کی نبوت آنحضرت ﷺ کی اتباع کے نتیجہ میں نہ ہو۔ چاہے وہ ایک دو فقرے ہی ہوں اور علماء متقدمین نے بھی جہاں انقطاع وحی کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد انہوں نے وحی تشریعی لی ہے۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں: ''فان الوحی المتضمن لتشریع قد اغلق بعد محمد ﷺ'' (الکبیر الاحمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر جلد اوّل ص۸) جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وحی جو شریعت پر مشتمل ہو آنحضرت ﷺ کے بعد بند ہے۔

اس طرح حضرت مسیح موعود نے جہاں یہ لکھا ہے کہ اب وحی بند ہے۔ وہاں علماء کے اس عقیدہ کا رد کیا ہے کہ آخر زمانہ میں وہی مسیح ناصری ابن مریم جن پر انجیل نازل ہوئی تھی، آئیں گے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''اگر وہی مسیح رسول اللہ صاحب کتاب آجائیں گے جن پر جبرئیل نازل ہوا کرتا ہے تو وہ شریعت محمد یہ ﷺ کے تمام قوانین اور احکام نئے سرے اور نئے لباس اور نئے پرائے اور نئی زبان میں ان پر نازل ہو جائیں گے اور اس تازہ کتاب کے مقابل پر جو آسمان سے ان پر نازل ہوئی ہوگی، قرآن کریم منسوخ ہو جائے گا۔''

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ آپ شریعت جدیدہ والی وحی کا انقطاع مانتے ہیں اور اسی کا بند ہونا بیان کیا ہے۔ لیکن عام وحی جس میں شریعت جدیدہ نہ ہو۔ اس کا آپ نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ اسے زندہ مذہب کی علامت ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنے اس لیکچر میں جو دسمبر ۱۸۹۶ء کو بمقام لاہور جلسہ اعظم مذاہب میں سنایا گیا۔

فرماتے ہیں: ''ایک اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہوکر اس سے باتیں کرتا...... اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے جو پہلوں کو دی گئیں۔ افسوس! اندھی دنیا نہیں جانتی کہ انسان نزدیک ہوتے ہوتے کہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ آپ تو قدم نہیں اٹھاتے اور جو قدم اٹھائے تو یا تو اسے کافر ٹھہرایا جاتا ہے یا اس کو معبود ٹھہرا کر خدا کی جگہ دی جاتی ہے۔ یہ دونوں ظلم ہیں۔ ایک افراط سے اور دوسرا تفریط سے پیدا ہوا ہے۔ میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی ہے۔ وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تاکہ میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک سرچشمہ کی خوش خبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوش حالی ہے۔ وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں، وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ میں اس وقت طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوش خبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مہر لگا چکی ہیں۔ سو یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مہر نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی ص۸۳،۸۴، خزائن ج۱۰ ص۴۴۱،۴۴۲،۴۴۳)

پس مذکورہ بالا تمام بیان سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی وحی جس میں نئے اوامر ونواہی نہ ہوں جاری ہے اور جن علماء نے یہ کہا ہے کہ آپ کے بعد وحی والہام کا سلسلہ بند ہے تو اس سے مراد ایسی وحی ہے جو شریعت محمدیہ ﷺ کے مخالف نئے اوامر ونواہی پر مشتمل ہو۔ نہ مطلق وحی جس کا امت محمدیہ میں باقی رہنا قرآن مجید وحدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے ثابت ہے۔

فریق مخالف کے گواہوں نے حضرت مسیح موعود کو کافر کہنے کی ایک وجہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین نہ ماننا بیان کی ہے۔ سو اس کے متعلق میں خاتم النّبیین کے صحیح معنی بیان کرنے سے قبل یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت رسول مقبول ﷺ کو بصدق دل خاتم النّبیین یقین کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

ا...... ’’نعتقد ان رسولنا خیر الرسل وافضل المرسلین و خاتم النبیین ‘‘(التبلیغ ص ۳۸۷، خزائن ج ۵ ص ۳۸۷) کہ ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول محمد ﷺ تمام رسولوں سے افضل وبرتر ہیں اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اور تمام انسانوں سے جو گزر چکے ہیں یا آئندہ قیامت تک ہوں گے آپ افضل وبرتر ہیں۔ (ایام الصلح ص ۸۶، ۸۷، خزائن ج ۱۴ ص ۳۲۳)

’’ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خداتعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص ۱۳۷، خزائن ج ۳ ص ۱۶۹، ۱۷۰) پر فرماتے ہیں کہ:’’ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ‘‘اور ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النّبیین اور خیر المرسلین ہیں۔‘‘

اور (حقیقت الوحی ص ۲۷، خزائن ج ۲۲ ص ۲۹) پر فرماتے ہیں کہ:’’جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا، اس کی نظر محدود نہ تھی اور اس کی عام ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی۔ اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اسے ملا اور خاتم الانبیاء بنا۔‘‘

(الاستفتاء ص ۶۴، خزائن ج ۲۲ ص ۶۸۹) پر لکھتے ہیں کہ:’’ہمارے پاک رسول خاتم النّبیین ہیں۔‘‘

اسی طرح (مواہب الرحمٰن ص ۶۸، خزائن ج ۱۹ ص ۲۸۶) پر لکھتے ہیں کہ:’’ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ آپ خاتم الانبیا ہیں۔‘‘

اور (ایک غلطی کا ازالہ ص ۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷) پر لکھتے ہیں کہ:’’ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو (خدانے) فرمایا۔‘‘

اور (کرامت الصادقین ص ۲۵، خزائن ج ص ۶۷) پر فرماتے ہیں کہ:’’مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں ہوں۔ ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ‘‘میرا عقیدہ ہے اور ’’ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین ‘‘پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے خلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے۔ خود اس کی غلط فہمی ہے اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا۔ وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلے میں، تو بفضلہ تعالیٰ یہی پلہ بھاری رہے گا۔‘‘

پھر واضح رہے کہ کوئی شخص جماعت احمدیہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ بیعت کے وقت آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا اقرار بصدق دل نہ کرے۔ بیعت کے وقت جماعت میں داخل ہونے والے ہر شخص سے اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ حضرت رسول مقبول ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کرے گا۔ چنانچہ گواہان فریق ثانی پر جرح کے دوران میں بیعت فارم پیش کیا جاچکا ہے جو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

پس ان شواہد سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کرتی ہے۔ خاتم کا لفظ عربی زبان میں آخر کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ اس لئے سب سے پہلے یہ امر قابل غور ہے کہ کیا واقعی خاتم النّبیین سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ خاتم کا لفظ لغوی معنوں میں آخر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ اگر یہ مراد ہو کہ خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ بھی باطل ہوگا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نبی اور رسول ہونے کی حالت میں ہی نزول فرمائیں گے۔

(ملاحظہ ہو حجج الکرامہ ص ۴۲۶) ''وعیسیٰ نبی است پس دور نیست کہ نہ قرآن فہم کند مثل فہم آنحضرت ﷺ۔''

(ص ۴۲۱) میں امام جلال الدین سیوطی کا قول ہے۔ ''**ومن قال بسلب نبوته**'' کہ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہا کہ وہ آخر زمانہ میں نبوت سے معزول ہوکر آئیں گے۔ وہ بلا ریب کافر ہے۔

اس طرح (ص ۴۲۶) پر لکھا ہے کہ وہ اپنی پہلی حالت کے مطابق نبی اور رسول ہوں گے۔ بعض لوگوں کو جو یہ خیال ہے کہ وہ محض امتی ہوکر بغیر نبوت ورسالت کے آئیں گے، صحیح نہیں۔ کیونکہ نبوت ورسالت ایسی نعمتیں ہیں جو موت کے بعد بھی زائل نہیں ہوتیں۔

پس اگر خاتم النّبیین میں لفظ ''النّبیین'' سے مراد ہر قسم کے نبی کا آنا ممتنع ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں آسکتے۔ پس اگر ''النّبیین'' سے مراد پورے نبیوں کو مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے تو اس طرح ایک امی غیر تشریعی نبی کو بھی مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے۔''

پھر جب ہم احادیث پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے آیت خاتم النّبیین سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔ کیونکہ آیت ''خاتم النّبیین'' ۵ ہجری میں نازل ہوئی اور حضور کے فرزند ارجمند ابراہیم ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰ ربیع الاوّل ۱۰ ہجری بروز منگل فوت ہوئے۔ ان کی وفات پر حضور نے فرمایا: ''**لو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا**'' (ابن ماجہ جلد اوّل ص ۲۳۷) یعنی کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی ہوتے۔ پس آیت خاتم النّبیین کے نزول کے پانچ سال بعد حضور کا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ حضور نے اس آیت سے نبوت کو بکلی مسدود نہیں سمجھا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ وہ زندہ اسی لئے نہیں رہے کہ نبوت ختم ہو چکی تھی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر اس صورت میں ابراہیم کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر حضور کے بعد فی الواقعہ کسی قسم کی نبوت کا حصول باقی نہیں تھا تو حضور نے یہ کیوں فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ وفات کے بعد اگر اس قول سے یہ مقصود ہوتا کہ حضور کے بعد کسی قسم کا نبی آسکتا تو یہ کہنا زیادہ مناسب ہوتا کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تو وہ بھی نبی نہ ہوتا۔ مگر یہ نہیں فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد ایک قسم کی نبوت جاری ہے۔ جسے ابراہیم بھی شرط زندگی حاصل کرسکتے تھے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ایف۔اے پاس شدہ طالب علم کی وفات پر کہا جائے کہ یہ زندہ رہتا تو ضرور بی۔اے پاس کر لیتا۔ اس فقرہ سے ہر عاقل فرزانہ یہی سمجھے گا کہ بی۔اے کوئی درجہ ہے جیسے وفات یافتہ طالب علم بوجہ موت حاصل نہیں کرسکا۔ اب اسے یہ نتیجہ نکالنا کہ بی۔اے کوئی وجہ نہیں یا اس کا حصول ناممکن ہے، غلط ہے۔

پھر یہ کہاں کہا ہے کہ نبی کہ اولاد بھی ضرور نبی ہوتی ہے۔ تاہم یہ تسلیم کریں کہ خدا تعالیٰ نے اسی لئے حضرت ابراہیم کو وفات دے دی کہ کہیں وہ نبی نہ بن جاویں۔ اگر یہی وجہ وفات کی ہوتو ان کو پہلے سے ہی پیدا نہ کیا جاتا۔ جب کہ انہیں اس ڈر سے مارنا پڑا کہ کہیں نبی نہ ہوجائیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہی صحیح نہیں۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ (شہاب علی البیضاوی ج۷ص۱۷۵) میں مذکور ہے: ’’کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ جیسا کہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے اور ابن ماجہ کے علاوہ اور محدثین نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ مشہور امام ملاّ علی قاری نے بھی اپنی کتاب (موضوعات کبیرص۶۹) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ان لوگوں کے شبہات کا جنھوں نے اس کی صحت میں توقف کیا ہے۔ جواب دیا ہے اور کہا ہے۔ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہوجاتے تو وہ دونوں آنحضرت ﷺ کے متبع ہوتے۔ پس حضرت ابراہیم کا بشرط زندگی ایسی نبوت کا پانا کہ آنحضرت کے تابع رہیں جائز الوقوع تھا۔

آنحضرت ﷺ کے بعد اب ہم صحابہ کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت سے کیا سمجھا۔ حضرت عائشہؓ کا مرتبہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ آپ قرآن مجید اور احادیث کے سمجھنے میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔ آپ کا قول ہے: ’’**قولوا خاتم النّبیین ولا تقولوا لا نبی بعدہ**‘‘ کہ تم آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔‘‘

حضرت عائشہؓ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ جو الفاظ ’’خاتم النّبیین‘‘ اور ’’**لا نبی بعدی**‘‘ سے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، غلطی پر ہیں۔

دوسری شہادت حضرت علیؓ کی ہے۔ ابن الانباری نے مصاحف میں ابوعبدالرحمٰن بن سلمی سے کہا ہے کہ میں امام حسن اور حسینؓ کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ پڑھاتے وقت میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ ان دونوں کو لفظ ’’خاتم النّبیین‘‘ (ت) کی زبر سے پڑھاؤ۔

دوسری قرأت میں خاتم (ت) کی زیر سے بھی آیا ہے۔ پس اگر حضرت علیؓ کے نزدیک (ت) کی زیر سے بھی خاتم کے معنی آخری نبی کے بنتے تھے تو آپ نے زیر پڑھانے سے کیوں منع فرمایا۔ بلکہ زیر سے ختم کرنے کے معنی زیادہ واضح ہوجاتے تھے۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ دونوں میں آپ فرق سمجھتے تھے اور زیر پڑھانے سے آپ کو اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں بچوں کے ذہن میں نبوت کے متعلق خلاف قرآن عقیدہ نہ بیٹھ جائے۔ ورنہ اگر ’’خاتَم‘‘ اور ’’خاتِم‘‘ دونوں کے ایک ہی معنی ہوتے تو پھر حضرت علیؓ کو تنبیہ کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ ’’خاتَم‘‘ اور ’’خاتِم‘‘ کی معنوی بحث میں آگے بیان کروں گا جس سے معلوم ہوجائے گا کہ حضرت علیؓ کیوں خاتم کو تاء کی زبر سے پڑھانے کی تاکید کی۔

اب میں چند جید علماء اور ائمہ کے اقوال ذکر کرتا ہوں جن سے واضح ہوگا کہ وہ خاتم النّبیین سے کیا سمجھتے تھے۔

ملاّ علی قاری اپنی کتاب (موضوعات کبیرص۶۹) پر یہ لکھ کر کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہوجاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ اگر نبی ہوجاتے تو پھر بھی وہ دونوں آپ کے تابعین میں سے ہوتے۔ فرماتے ہیں: ’’**فلا یناقض قولہ خاتم النّبیین اذالمعنی انہ لایاتی بعدہ نبی ینسخ ملۃ ولم یکن من امتہ**‘‘ کہ ابراہیم اور حضرت عمرؓ کا نبی ہوجانا، اللہ تعالیٰ کے قول ’’خاتم النّبیین‘‘ کے خلاف نہ ہوتا۔ کیونکہ ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ ﷺ کی امت سے نہ ہو اور آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسا نبی جو آنحضرت ﷺ کا متبع امتی ہو، آپ ﷺ کے بعد اس کا آنا خاتم النّبیین کے متناقض اور منافی نہیں ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں: ’’**وکان من جملتہ ما فیہا تنزیل الشرائع فختم اللہ ہذا التنزیل محمد** ﷺ

فکان خاتم النّبیین ’’کہ آنحضرت ﷺ کی شریعت پر چونکہ تمام شرائع کا اختتام ہوگیا۔اس وجہ سے آپ خاتم النّبیین ٹھہرے یعنی آپ کے بعد کوئی شریعت نہیں ہوگی۔

(فتوحات مکیہ ج۲ص۵۶) سید عبدالکریم جیلی فرماتے ہیں:’’فانقطع حکم نبوۃ التشریع بعدہ وکان محمد ﷺ خاتم النّبیین لانہ جاء بالکمال ولم یجئ احد بذالک‘‘ (الانسان الکامل ج۱ص۹۸)

کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت ﷺ کے بعد منقطع ہوگیا اور محمد ﷺ خاتم النّبیین ٹھہرے۔کیونکہ آپ کامل شریعت لائے اور دوسرا کوئی ایسا کمال نہ لایا۔یہی وجہ ہے کہ آپ پر ہی’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ کی آیت اتری اور کسی نبی پر نہ اتری۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:’’پس حصول کمالات نبوت مرتابعاں رابطریق تبعیت ووراثت بعداز بعثت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰت والتحیات منافی خاتمیت اونیست۔‘‘ (مکتوبات امام ربانی،مکتوب ص۳۰۱)

جب شبہ زائل ہوگیا تو رسول اللہ کے بعد خاتم النّبیین کیوں لایا گیا؟ جواب اس کا یعنی خاتم الرسل کی بعثت کے بعد کمالات نبوت کا حصول تابعین کے لئے بطریق وراثت آپ کے خاتم النّبیین ہونے کے منافی نہیں۔لہٰذا تو اسے مخاطب شک کرنے والوں میں سے نہ بن۔

مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں کہ اوّل معنی خاتم النّبیین کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کوئی وقت نہ ہو۔سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانہ میں بذات کچھ فضیلت نہیں۔پھر مقام مدح ہیں:’’ولٰکن رسول اللہ‘‘ فرمانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔(تحذیرالناس ص۳) پھر (ص۲۸) پر لکھتے ہیں کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوت بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔پھر مولانا روم مثنوی دفتر پنجم (ص۱۳) پر فرماتے ہیں۔

مکر کن در راہ نکو خدمت تا نبوت یابی اندر امت

کہ تو راہ نیکی میں تدبیر کرتا کہ تو نبوت حاصل کر سکے۔

پھر فرماتے ہیں:

پیش اش اندر ظہور و در کمون اھد قومی انھم لا یعلمون

بازگشتہ از دم او ہر دو باب درد و عالم دعوت او مستجاب

بہر ایں خاتم شدست او کہ بجود مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت بر و استاد وست نے تو گوئی ختم صنعت برتو است

(مثنوی مولانا رومی دفتر ششم ص۶ مجیدی پریس کانپور)

یعنی آنحضرت ﷺ کا پیشہ مبارک خلوت وجلوت میں یہی تھا کہ آپ خدا سے اپنی قوم کے لئے ہدایت طلب کرتے تھے۔آپ کی تشریف آوری سے دین ودنیا کے دروازے کھل گئے اور آپ کی دعا دونوں جہانوں میں قبول ہوئی۔یعنی اس عالم میں بھی آپ لوگوں کے شفیع ٹھہرے اور آخرت میں بھی۔پس اس روحانی فیضان کی سخاوت کی وجہ سے آپ خاتم ہوئے۔نہ آپ کی مثل پہلے کوئی کامل انسان اور کامل سخی روحانیت کا فیضان پہنچانے میں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

اسے دوست جب کوئی شخص کسی صفت میں دست رسی حاصل کر کے کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے تو کیا اس کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ اس پر کاری گری ختم ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ: ''اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو ایسی اکمل فضیلت دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النّبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراشتی ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۹۷ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۱۰۰)

جاننا چاہئے کہ اس آیت سے قبل حضرت زینبؓ سے نکاح کرنے کا ذکر ہے۔ جو زیدؓ کی مطلقہ بیوی تھیں اور ابتداء میں آنحضرت ﷺ نے زید کو اپنا متبنّٰی بنایا ہوا تھا۔

اور عرب متبنّٰی کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھتے تھے۔ جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے شروع میں کردی ہے کہ کسی کا کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ اس کا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا۔ لیکن جب آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو عرب کے لوگوں نے اعتراض کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی ہے۔ (ترمذی کتاب التفسیر)

اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور فرمایا: ''وما کان محمد ابا احد من رجالکم (احزاب:۴۰)'' یعنی تمہارا اے مخالفو! یہ اعتراض بالکل لغو ہے۔ کیونکہ بیٹے کی بیوی سے شادی کرنے کا اعتراض اس حالت میں صحیح ہوسکتا تھا جب کہ آپ کا وہ حقیقی بیٹا ہوتا۔ مگر آپ ﷺ تو ظاہری طور پر تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں اور ۵ ہجری میں آپ ﷺ کا فی الواقع کوئی بیٹا بھی موجود نہ تھا۔ کفار کے جواب کا اعتراض اس میں آچکا تھا۔ پھر ''ولکن رسول اللّٰہ'' کے لانے کی کیا ضرورت تھی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف ''لکن'' زبان عرب میں استمرارت کے لئے آتا ہے۔ یعنی پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ ''لکن'' اس کا ازالہ کرتا ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنین کی مائیں قرار دیا ہے۔ جیسا کہ (درمنثور ج۵ ص۱۸۳) میں حسن، عکرمہ، مجاہد اور ابن العباس سے روایت ہے کہ انہوں اس آیت میں ''وھو اب لھم'' پڑھا ہے۔ یعنی آپ ﷺ مومنوں کے باپ ہیں۔ گویا اس آیت میں آپ ﷺ کا باپ ہونا، بلحاظ نبی ہونے کے بیان کیا گیا تھا۔ لیکن اس کے آگے آیت: ''خاتم النبیین'' میں ابوت سے بالکل انکار کر دیا گیا۔ چونکہ ابوت متعلقہ کی نفی سے ابوت روحانی وجسمانی دونوں کی نفی ہونے کا اندیشہ تھا اور شبہ پڑتا تھا کہ اب آپ ﷺ نبی بھی نہیں۔ سو اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ولکن رسول اللّٰہ'' کہ آپ ﷺ بلحاظ اللہ کے رسول ہونے کے بدستور مومنوں کے روحانی باپ ہیں۔ جیسا کہ (شہاب علی البیضاوی ج۷ ص۱۷۵) میں لکھا ہے۔

چونکہ ہر ایک نبی اپنی امت کا باپ ہوتا تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ بھی اپنی امت کے روحانی باپ ہوئے۔ آپ ﷺ میں اور دوسرے رسولوں میں فرق کیا ہوا۔ لہٰذا اتنا کہہ دینے سے کہ بحیثیت رسول آپ ﷺ اپنی امت کے باپ ہیں۔ آپ ﷺ کی دوسرے رسولوں پر کوئی فضیلت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ''خاتم النّبیین'' فرما کر آپ ﷺ کو دوسرے تمام رسولوں سے ممتاز کر دیا کہ اور نبی تو اپنی امت کے، یعنی صرف مومنوں کے ہی باپ تھے۔ مگر آپ ﷺ ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر نبی ہیں کہ انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی اتباع اور توجہ روحانی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ لیکن اگر اس کے معنی اخیر کے لئے جائیں تو اس میں آپ ﷺ کی کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے فرمایا ہے کہ: ''تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں۔''

کہ عربی زبان میں خاتم بفتح التاء کے معنی انگوٹھی کے ہیں۔ جیسا کہ منجد کتاب لغت میں مذکور ہے اور خاتم بکسر التاء ان معنوں میں کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

آیت میں خاتم ہے۔ لیکن دوسری قرأت خاتم تاء کی زیر سے بھی مروی ہے۔ خاتم بکسر التاء کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک ختم کرنے والا۔ دوسرا مہر لگانے والا یا صرف مہر۔ لیکن خاتم زیر کے ساتھ عربی زبان میں انگوٹھی اور مہر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حدیث میں خاتم التاء کی زیر سے بکثرت مہر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ (بخاری ج۳ ص۱۶۱) میں ''ولو خاتما من حدیدا'' واقعہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔

اب اس لحاظ سے ''خاتم النّبیین'' کے معنی ہوئے نبیوں کی مہر یا انگوٹھی۔ لیکن آپ ﷺ انگوٹھی اور مہر حقیقتاً نہیں ہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ وجہ شبہ تلاش کی جائے۔ سو ایک وجہ شبہ...... مندرجہ ذیل ہوسکتی ہے کہ انگوٹھی زینت کے لئے پہنی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ''خاتم النّبیین'' کے معنی ہوئے کہ آپ ﷺ انبیاء علیہم السلام کی زینت کا باعث ہیں۔ چنانچہ تفسیر (فتح البیان ج۷ ص۲۸۶) میں لکھا ہے کہ خاتم کے معنی ہیں: ''وہ ان کے آخر میں آیا۔'' اور خاتم کے معنی ہیں کہ: ''آپ ﷺ انبیاء علیہم السلام کے لئے بمنزلہ خاتم کے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کا نبی ہونا دوسرے انبیاء علیہم السلام کے لئے باعث زینت ہے۔''

پس اس وجہ شبہ کے لحاظ سے آیت کے معنی ہوئے کہ آپ ﷺ سب نبیوں کی زینت ہیں۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کا مقدس گروہ آپ ﷺ کے وجود مسعود کو اپنے لئے باعث فخر اور باعث زینت سمجھتا ہے۔

دوسری وجہ شبہ جو انگوٹھی میں اور آپ ﷺ کے ''خاتم النّبیین'' ہونے میں ہوسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح انگوٹھی تمام انگلی کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ تمام نبیوں پر محیط ہیں۔ یعنی جس قدر خوبیاں اور کمالات دوسرے انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً پائے جاتے ہیں۔ وہ سب کے سب آپ ﷺ کی ذات والا صفات میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ ﷺ جامع جمیع کمالات انبیاء ہیں اور علی الاطلاق سب انبیاء علیہم السلام سے افضل وبرتر ہیں۔ ان معنوں کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ''خاتم'' کا لفظ کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ (وفیات الاعیان ابن خلکان ج۱ ص۱۲۳) میں حبیب طائی کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔ وہاں شاعر کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اب اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ وہ ایک ایسا باکمال شاعر تھا جس میں تمام کمالات شعر پائے جاتے تھے، جو ایک شاعر میں ہونے چاہئیں۔

انہی معنوں میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی نے ''ختم'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''وربک تختم الاولایہ'' (فتوح الغیب ص۲۳) کہ پھر تو اے بھائی! ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے گا جہاں تجھ پر ولایت ختم ہوجائے گی۔ یعنی تو خاتم الاولیاء ہوجائے گا۔

انہی معنوں میں شیخ محی الدین ابن عربی کو خاتم الاولیاء اور مولانا شاہ عبدالعزیز کو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے ''ختم المفسرین ومحدثین'' اور رسالہ عجالہ نافعہ کے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو ''خاتم المحدثین'' لکھا ہے۔ پس ''خاتم'' کا لفظ عربی زبان میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اس سے یہ مراد نہیں لی جاتی ہے کہ وہ شخص اس گروہ کا آخری ہی فرد ہے۔ عربی زبان کے علاوہ۔

تیسری وجہ شبہ یہ ہے کہ مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے عجم کے بادشاہوں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ شاہان عجم ایسے خطوط کو جس پر صاحب خط کی مہر نہ ہو قبول نہیں

کرتے۔ راوی کہتا ہے: ’’فاتخذ خاتما من فضة ونقش فیه محمد رسول اللّٰہ ‘‘ کہ تب آپ نے چاندی کی ایک مہر بنوائی اور اس میں محمد رسول اللّٰہ کے الفاظ نقش کئے۔‘‘

پس مہر کی غرض تصدیق کی وجہ سے ہونے کے لئے ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی یہ ہوئے کہ آپ سب نبیوں کے مصدق ہیں۔ یعنی کسی نبی کی نبوت جو آپ سے پہلے بھی گزرے ہوں، اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ آپ کی اس پر مہر تصدیق نہ ہو۔ چنانچہ مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں فرماتے ہیں: ’’از انجملہ اگلے سب انبیائے بنی اسرائیل پر ایمان لانے کی بسبب فقدان اسناد اور ثبوت تحریف کے کوئی سبیل نہیں۔ باقی رہی بجز تصدیق حضرت خاتم النّبیین کے۔‘‘ (استفسار برحاشیہ ازالۃ الاوہام ص۳۷۹)

آپ ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ اگر آنحضرت ﷺ تشریف نہ لاتے اور قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی نہ کہا گیا ہوتا تو آج کوئی بھی مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو نبی نہ مانتا۔ کیونکہ یہودی تو انہیں کافر وملحد اور جھوٹا کہتے تھے اور عیسائی ان کو خدا بنا رہے تھے۔ ایسی حالت میں آنحضرت ﷺ نے آکر ان کی تصدیق کی اور فرمایا: ’’ماالمسیح ابن مریم الا رسول ‘‘ کہ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھے۔ پس آپ کا مرتبہ اتنا عظیم الشان ہے کہ کسی نبی کی نبوت بدوں آپ کے ثابت نہیں ہوسکتی۔ پس آئندہ بھی اگر کوئی نبی آئے گا تو آپ کا متبع ہوگا۔‘‘

اگر کہا جائے کہ مہر خط کے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ اس لئے ’’خاتم النّبیین‘‘ کے معنی آخر کے ہیں اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ ’’خاتم‘‘ کے اصل معنی آخر کے نہیں ہیں اور اگر آخر کے معنی بھی لئے جائیں تو وہ لازم معنی کہلائیں گے نہ کہ اصل معنی۔ جب اصل معنی لئے جاسکتے ہیں تو پھر لازم معنی ہی کیوں لئے جائیں اور اگر مہر کی اصل غرض جو تصدیق ہے، اسے لے کر آخر کے معنی لیں تو پھر خاتم النّبیین کے معنی ہوں گے کہ آپ نبیوں کے لئے آخری مصدق ہیں۔ آپ ﷺ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق ہوئی۔

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہے کہ ’’خاتم‘‘ کے اصل معنی ہیں آخر کے نہیں۔ بلکہ لازمی معنی ہیں اور اگر خاتم کہیں آخر کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو لازم المعنی لے کر کیا جاتا ہے۔ جب کہ قرآن مجید کی آیت میں کوئی ایسا صریح قرینہ موجود نہیں ہے جو لازم معنی لینے پر دلالت کرے۔ اس کے باقی سب معنی چھوڑ کر صرف آخر کے ہی معنی لینا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔

’’خاتم النّبیین‘‘ کے جو معنی اوپر بیان کئے ہیں وہ لغت عرب کی رو سے تاویلی نہیں بلکہ اصلی ہیں۔ آخر کے معنی لینا تاویلی اور لازمی معنی ہیں۔ چنانچہ (فتح البیان ج۷ ص۲۸۶) میں لکھا ہے کہ جمہور نے خاتم زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور تاء کی زبر سے بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلے کے معنی ہیں کہ وہ ان کے آخر میں آئے اور دوسرے کے معنی ہیں کہ وہ ان کے لئے بمنزلہ انگشتری کے ہیں اور ان کی زینت کا باعث ہیں۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ یہاں اصل وجہ زیر ہے۔ کیونکہ تاویل یہ ہے کہ اس نے ان کو ختم کیا، پس وہ ان کا خاتم ہے۔ اب ظاہر ہے کہ آیت کے معنی ختم کے سوا بھی ہوسکتے تھے۔ لیکن تاویل اس کی یہ کی گئی کہ آپ انبیاء سابقین کے آخر میں تھے۔ اس لئے یہاں آخر کے معنی ہی لئے جائیں گے۔ ورنہ صاف ظاہر ہے کہ آیت میں آخر کے معنی لینے کے لئے کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

اس طرح (شہاب علی البیضاوی ج۷ ص۱۷۵) میں خاتم کو ایک آلہ قرار دے کر جس کے ساتھ مہر لگائی جاتی ہے لکھا ہے: ’’وان کان مآل معناه الاخر ایضا‘‘ کہ اگرچہ نتیجتاً یہ معنی نکلتے ہیں اور یہ لازم معنی ہیں۔ پس ہمارے معنی تاویلی نہ ہوئے۔

بلکہ آخر کے معنی جو کئے جاتے ہیں وہ تاویلی ہوئے۔ پس خاتم لفظ خاتم کے معنوں میں حقیقی طرز پر استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن خاتم کا لفظ خاتم کے معنوں میں استعمال ہوجاتا ہے۔ لہٰذا تاویل ہماری طرف سے نہ ہوئی بلکہ آخر کے معنوں کی طرف سے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو جو خاتم اولاد کہا ہے۔ یہاں الفاظ اب دو ہیں۔ اب دو کے لحاظ سے خاتم اخیر کے معنوں میں استعمال ہوسکتا ہے اور ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے آباؤ اجداد کا سلسلہ آپ پر ختم ہوگیا۔ اب ان کی نسل کا آئندہ خاتمہ ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کی نسل دوسری شاخ سے منقطع ہوجائے گی اور آئندہ اولاد کا سلسلہ آپ کے وجود سے ہی جاری ہوگا۔ جیسا کہ آپ کو خداتعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا۔ ''**ینقطع آبائوک ویبدء منک**'' کہ تیرے آباؤ اجداد کی نسل کا سلسلہ اب تجھ سے شروع ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ پھر بھی واضح رہے کہ قرآن مجید میں الفاظ ''خاتم النّبیین'' ہے ''آخرالنّبیین'' نہیں۔ آخر کچھ تو بھید ہے کہ اﷲتعالیٰ نے آپ کے لئے ''آخرالنّبیین'' نہیں کہا بلکہ ''خاتم النّبیین'' کہا ہے۔ جس حدیث میں آخرالانبیاء آیا ہے تو وہ خبر واحد ہے۔ جو ظن کا مرتبہ رکھتی ہے اور عقائد میں ظنیات کام نہیں دیتے۔ جیسا کہ (شرح فقہ اکبر ص۹۱) پر لکھا ہے: ''**ان المعتقد فی العقائد هو الادلة الیقینیه واحادیث الاحاد لو ثبت انما تکون ظنیة**'' کہ عقائد میں ادلہ یقینیہ کا ہونا ضروری ہے اور احادیثیں اگر صحیح بھی ہوں تب بھی وہ ظنی ہوتی ہیں۔

پھر علماء میں اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر کہا جائے یا نہیں۔

جو علماء تاویل کرنے والے کو کافر نہیں کہتے ان کی دلیل یہ ہے کہ تاویل کرنے والوں کے خون اور اموال کی حفاظت ''**لا اله الا اﷲ محمد رسول اﷲ**'' کہنے کی وجہ سے ایک ثابت شدہ امر ہے۔ ''**ولم یثبت لنا ان الحظا فی التاویل کفر**'' اور یہ بات کہ تاویل میں خطاء کرنا کفر ہے۔ ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہوئی۔ (الیواقیت والجواہر ص۱۴۰) اور (ص۱۴۲) میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے اپنے رسالہ میں تصریح کی ہے کہ اہل اہواء کا فر نہیں۔ مخزومی نے کہا کہ امام شافعی سے وہ لوگ مراد لئے ہیں جو محتمل تاویل کرتے ہیں۔ جیسے معتزلہ اور مرجیہ وغیرہ۔

(شرح فقہ اکبر مطبوعہ حیدرآباد ص۹) میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف کا مصدق ہو اور تاویل میں خطاء کرتا ہو تو کافر نہیں ہے۔

اس طرح حضرت علیؓ نے باوجود خوارج کی بغاوت کے ان کو کافر نہیں کہا۔ چنانچہ امام ابن قیم نے لکھا ہے کہ خوارج نے حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو قتل کیا اور ان سے لڑے۔ حضرت علیؓ کے ساتھیوں کا قتل وہ جائز سمجھتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ تاویل کر کے اسی کو حق خیال کرتے تھے۔ اس لئے باوجود ان تمام باتوں کے حضرت علیؓ نے فرمایا۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ نے (منہاج السنہ جلد۳ ص۶۱،۶۲) پر اس کا ذکر کیا ہے اور (البحرالرائق ج۵ ص۱۹۱) پر لکھا ہے کہ ہم خوارج کی باوجودیکہ انہوں نے مسلمانوں کے خون اور اموال کو لوٹنا جائز سمجھا۔ صرف ان کی تاویل کرنے کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے۔

پس ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ تاویل کرنے کی وجہ سے کسی پر حکم لگانا علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ احمدی جماعت ''خاتم النّبیین'' کے تاویلی معنی نہیں کرتی۔ بلکہ اس کے اصلی معنی کرتی ہے جو عربی زبان اور اس کے محاورات کی رو سے درست ہیں۔ خاتم کے آخری معنی حقیقی معنی نہیں بلکہ لازم اور تاویلی معنی ہیں۔

دوسری آیات جن سے انقطاع نبوت پر دلیل پکڑی جاتی ہے اور جو لوگ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل ہیں، وہ خود باوجودیکہ دین میں کوئی نقص نہیں مانتے۔ پھر وہ ان کا نزول تسلیم کرتے ہیں۔ پس ہم بھی حضرت مرزا کو ایسا نبی نہیں مانتے جو نیا دین لاتے

ہیں۔کامل مذہب اسلام ہی کے پیرو ہیں اور محض دین کی اشاعت اور ترویج کے لئے آسکتے ہیں۔آیت:’’ال یعقوب کما اتمھا علی ابویک من قبل ابراھیم واسحاق (یوسف)‘‘ سے ظاہر ہے اور امت محمدیہ ﷺ پر اتمام نعمت کے معنی ہیں کہ اب اسلام سے باہر اور آنحضرت ﷺ کی اتباع کے بغیر کوئی انعام نہیں مل سکتا۔اگر پہلے انبیاء کی معیت اور اتباع سے صدیقیت اور شہادت کا مرتبہ مل سکتا تھا تو اب حضرت رسول مقبول ﷺ کی اتباع سے نبوت کا مرتبہ بھی مل سکتا ہے۔جیسا کہ آیت:’’مع الذین انعم اللہ علیھم من النّبیین والصدیقین والشھدآء والصالحین (نساء:۶۹)‘‘ سے ظاہر ہے اور اتمام نعمت کے ہم یہ معنی لیں کہ امت محمدی پر وحی اور نبوت کا دروازہ بند ہے۔کوئی شخص اس انعام کو اب حاصل نہیں کرسکتا تو پھر امت محمدیہ ﷺ کسی طرح خیر الامم نہیں ہوسکتی۔

پس روحانیت کے مراتب عالیہ سے یکسر محرومی کا نام اتمام نعمت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایک انسان اس کا پیرو ہوکر روحانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج حاصل کرسکتا ہے۔

اور آیت:’’وما ارسلناک الا کافۃ للناس (سبا:۲۸)‘‘اور’’قل یآیھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف:۱۵۸)‘‘میں آنحضرت ﷺ کی بعثت اور دعوت کی عمومیت کا ذکر ہے۔ان سے ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی جو آپ کی شریعت کی اشاعت کرنے والا ہو،نہیں آسکتا۔جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا عقیدہ بھی لوگوں میں موجود ہے۔

اب میں ان احادیث پر بحث کرتا ہوں۔جن سے انقطاع نبوت کا نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ایک حدیث یہ ہے:’’قال رسول اللہ ﷺ لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی‘‘ یہ قول رسول مقبول ﷺ نے اس وقت فرمایا جب جنگ تبوک میں تشریف لے جانے لگے۔یعنی یہ کہ تمہیں یہ پسند ہیں کہ تم میرے خلیفہ بنو۔جیسا حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے۔لیکن بات یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

پس بعدی سے مراد محض یہی ہے کہ میرے پیچھے جنگ تبوک کے عرصہ میں کوئی نبی نہ ہوگا اور اگر بعدی کے معنی میری امت کے بعد کئے جائیں تو دونوں جملوں میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا اور نہ ہی تشبیہ درست ہوسکتی ہے۔کیونکہ وجہ شبہ ان دونوں مشبہ بہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ہارون علیہ السلام کے مابین خلافت ہے اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہی نہیں ہوئے۔کیونکہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے وفات پاگئے تھے۔لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اثبات خلافت تو زندگی کی حالت کا کریں اور نبوت کا استثناء اپنی موت کے بعد کا۔شیعہ صاحبان نے اسی معنوی غلطی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق خلافت پر استدلال کیا ہے۔مگر شارحین حدیث نے یہی جواب دیا ہے کہ وفات کے بعد معاً یہاں خلافت کا ذکر ہی نہیں،کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے فوت ہوچکے تھے۔

اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ایک حدیث میں صراحت کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطاب بھی موجود ہے۔حدیث میں یہ ہے:

’’قال علیہ السلام یا علی اما ترضی ان تکون کھارون من موسیٰ غیر انک لست نبیا‘‘ (طبقات کبیر ج۳ ص۱۰)

کہ اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میرے بعد خلیفہ بنو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ بنے تھے۔مگر ہاں تم نبی نہیں ہوگے۔اس جملہ کے فرمانے کی ضرورت یہ تھی کہ آپ کو حضرت ہارون سے مشابہت دی گئی تو شبہ پڑسکتا تھا کہ آپ حضرت ہارون کی طرح نبی بھی ہوں گے۔اس لئے آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ تم میرے بعد خلیفہ ہوگے نبی نہیں ہوگے۔

بقیہ بیان جلال الدین شمس

۷؍نومبر ۱۹۳۲ء

اب دوسری حدیثوں میں جو الفاظ ’’لا نبی بعدی ‘‘ کے آئے ہیں، ان کی تشریح امام محمد طاہر نے (تکملہ مجمع البحار ص ۸۵) پر یہ کی ہے کہ اس سے مراد ایسا نبی ہے جو حضورﷺ کی شریعت کو فسخ کرنے والا ہو۔ ایسا نبی نہیں آسکتا اور شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ صرف شریعت والی نبوت مرتفع ہوگئی ہے۔ پس یہی معنیٰ ’’لا نبی بعدی ‘‘ کے ہیں اور ہم نے اچھی طرح معلوم کرلیا ہے کہ ’’لا نبی بعدی ‘‘ سے یہ مراد ہے کہ خاص شریعت لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا۔ خاص اور وہ نبوت جو آنحضرتﷺ کے وجود سے منقطع ہوگئی ہے، تشریعی نبوت ہے، نہ کہ مقام نبوت۔ پس کوئی ایسی شریعت نہں ہوگی جو شریعت محمدیہ کی ناسخ ہو۔ نہ اب آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد ہوگا۔ یہی معنیٰ آنحضرتﷺ کے قول ’’ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت الخ! ‘‘ کے کئے ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو میری شریعت کے خلاف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا میری شریعت کے ماتحت ہوگا۔ (فتوحات مکیہ ج۲ ص۳،۶۴)

یہ بھی واضح رہے کہ ’’لا بنی بعدی ‘‘ میں ’’لا ‘‘ نفی نبی کا نہیں ہے جو ہر قسم کی نبوت کی نفی کرنے والا ہو۔ حدیث میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ: ’’اذاھلک کسریٰ فلاکسریٰ بعدہ واذاھلک قیصر فلا قیصر بعدہ ‘‘ علامہ خطابی نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ پہلے جیسی وسیع سلطنت کا کوئی مالک نہیں ہوگا۔ (فتح الباری شرح بخاری ج۶ ص۴۰۱۱)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قیصر کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ مگر وہ پہلے قیصر کی طرح نہیں تھا۔ اس قسم کی مثالیں اور بھی ملتی ہیں۔

پس ’’لا نبی بعدی ‘‘ کے یہ معنی ہوئے کہ محمد مصطفیﷺ جیسا عظیم المرتبت اور جامع جمیع کمالات کا کوئی نبی نہ ہوگا۔ دوسری حدیث یہ پیش کی جاتی ہے: ’’کانت بنو اسرائیل ‘‘ یعنی جب ایک نبی فوت ہوتا تو معاً اس کا قائم مقام ایک نبی ہوتا تھا۔ یہاں بعد سے مراد بعدیت متصلہ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہﷺ کے قول ’’جب کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کا قائم مقام ایک نبی ہوتا تھا۔ ‘‘ لیکن آپﷺ کے بعد ایسا نہیں ہوگا اور امت محمدیہ میں فوراً نبی کی ضرورت نہ ہوگی۔ چنانچہ آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر اس صدی کے لوگ ہیں جس میں میں ہوں۔ پھر جو ان سے ملیں گے۔ پھر جو ان تابعین سے ملیں گے۔ پھر فرمایا جھوٹ پھیل جائے گا اور اس کے زمانہ کے بعد کا نام فج اعوج رکھا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ایک لمبا زمانہ گزرنے پر جب ضلالت اور گمراہی انتہاء کو پہنچ گئی تو خداوندتعالیٰ نے آنحضرت مسیح موعود کو مبعوث کیا۔ تیسری حدیث یہ ہے کہ: ’’انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی ‘‘ یعنی رسول اللہ نے اپنا نام عاقب بتلایا ہے اور عاقب کے یہ معنی بتلائے ہیں کہ آپ کے بعد نبی نہیں۔ عاقب کی یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے۔ جیسا کہ امام ملّا علی قاری نے لکھا ہے: ’’الظاھر ان ھذ التفسیر...... قبلہ ‘‘ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص۳۷۶) سے ظاہر ہے کہ یہ تفسیر کسی صحابی یا تابعی نے کی ہے اور شرح مسلم ابن العربی نے کی ہے کہ عاقب اسے کہتے ہیں جو شہر میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔ دوسرا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کا دور نبوت قیامت تک ممتد ہے۔ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کے مبارک دور کو ختم کرنے والا ہو۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ آپ کی شریعت قیامت تک کے لئے ہے۔ آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آئے گا۔ چنانچہ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہﷺ کی حدیث: ’’میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی ہیں ہوا۔ ‘‘ علامہ عینی نے شرح بخاری میں اس کے متعلق ایک قول لکھا ہے

ایک قوم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی نبی نہیں آیا۔لیکن ان کا یہ استدلال کبھی نہیں۔کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جرجیس اور خالدابن سنان دو نبی پیدا ہوئے۔

پس اس طرح ’’لیس بعدہ نبی‘‘ کے معنی ہوئے کہ آپ کے بعد مستقل شریعت والا کوئی نبی نہ ہوگا۔

چوتھی حدیث:’’لم یبق من النبوۃ الا لمبشرات‘‘ کہ نبوت ختم ہوگئی صرف رویائے صالحہ باقی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا بلحاظ عام مسلمانوں کے ہے۔علامہ سندھی نے (ابن ماجہ ج۲ص۲۳۳ حاشیہ) پر لکھا ہے: ’’المراد انھا لم تبق علی العموم والا فالالھام والکشف للاولیاء موجود‘‘ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عوام کے لئے نبوت سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں اور اولیاء کے لئے الہام اور کشف کا دروازہ بھی کھلا ہے۔دوسرا میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتے کلام کرتے تھے۔امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محی الدین ابن عربی وغیرہ ائمہ کے اقوال سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس امت کے خواص اور کامل افراد کو وحی بھی ہوتی ہے۔اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ اور کبھی وحی البشائر بواسطہ فرشتہ بھی ہوتی ہے۔(الیواقیت والجواہر ج۲ص۹۶) اور نبی اور رسول کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بشر اور منتظر ہوکر آتے ہیں۔پس نبوت کی اقسام میں ایک قسم مبشرات باقی ہے۔

پانچویں حدیث: جس میں آخرالانبیاء کا لفظ آیا ہے۔ان میں سے ایک میں’’مسجدی آخر المساجد‘‘اور دوسری روایت میں’’انتم الاخر الامم‘‘آیا ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ اس سے وہ نبی مراد ہیں جو اپنی مستقل امت بنایا کرتے تھے۔حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ آپ آخری شارع نبی ہیں۔لہٰذا آپ کی اتباع اور فیض روحانی سے کسی امتی کا نبی ہونا آپ کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں۔کیونکہ وہ کوئی نئی امت نہیں بنائے گا بلکہ خود بھی امتی ہوگا۔جیسا کہ حضرت مرزا صاحب ہیں۔حدیث کے الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ آپ ان انبیاء کے فرد ہیں جو اپنی نئی امت بنایا کرتے اور پہلے نبی کی شریعت کو منسوخ کر کے اپنی شریعت قائم کرتے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ آخر کا لفظ عربی زبان میں اس شخص پر بھی بولا جاتا ہے جو اپنے فن میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہو اور کمال رکھتا ہو۔چنانچہ امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن تیمیہ کو ان کے تبحر علمی کی وجہ سے آخرالمجتہدین لکھا ہے۔ (الاشباہ والنظائر ج۳ص۳۱۹)

اسی طرح ایک شاعر کہتا ہے:

شریٰ ودّی وشکری من بعید لاٰخر غالب ابداً ربیع

مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے:’’ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم المثل ہے خرید لیا ہے۔‘‘

پس حضور ﷺ کے آخرالانبیاء ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ انبیاء علیہم السلام کے پاک گروہ میں سب سے برتر اور عدیم المثال فرد ہیں ﷺ۔چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

بہر ایں خاتم شد است اوکہ بجود مثل او نے بود نے خواہند بود

چھٹی حدیث: جو بیان کی جاتی ہے۔’’مثلی ومثل الانبیاء من قبلی الخ‘‘ کہ اس حدیث میں خود من قبلی کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ مثال ان انبیاء کی نسبت سے ہے جو حضور ﷺ سے پہلے ہوگزرے ہیں۔آئندہ کسی نبی کے آنے یا نہ آنے کا یہاں ذکر

نہیں۔ دوسرے اگر آئندہ نبی آنے کی نفی نکل سکتی ہے تو صرف ایسے نبی کی جو آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء کی طرح مستقل اور بلاواسطہ کسی اتباع سے ہو۔ جیسا کہ ''من قبلی'' سے ظاہر ہے۔

گزشتہ انبیاء اوران کے صحائف کو دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی شریعتیں بلحاظ دنیا کی اقوام کے ناقص اور غیر مکمل تھیں۔ اس لئے ایک کامل شریعت کی ضرورت تھی اور مکان نبوت میں جو نقص تھا وہ پورا ہوگیا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے وجود باجود سے پوری ہوگئی اور قرآن مجید جیسی مکمل کتاب آپ کو دی گئی کہ بعد ایسا کوئی نبی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے اور قرآن مجید کو ناقص ٹھہرائے۔ ہاں! جو قرآن شریف کی اشاعت اور ترویج کے لئے آئے اور اس پر عامل ہوکر نبی ہو، اسے یہ مکان مانع نہیں آخری اینٹ میں داخل ہے اور اس سے باہر نہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے سے چار قسم کے لوگ ہوں گے۔ یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح۔ پس اس حدیث میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو مستقل اور بالاصالت نبی ہیں جن کا آنا آنحضرت ﷺ کے بعد منقطع ہے۔

ہاں! اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب ہرگز نہیں آسکتے۔ کیونکہ وہ اس مکان کی اینٹوں میں سے ایک اینٹ میں شمار کئے گئے۔ اگر ان کا دوبارہ لایا جانا تسلیم کیا جاوے تو مکان میں ایک اینٹ کی جگہ خالی مان کر پھر مکان کو بدستور سابق عیب دار ماننا پڑے گا، تو وہ کمال جو آنحضرت ﷺ کی وجہ سے مکان میں پیدا ہوا تھا زائل ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کی نبوت مستقل اور بالاصالت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اتباع کا نتیجہ نہیں ملی۔

ساتویں حدیث: ''لو کان بعدی نبی لکان عمر ...... الخ!'' کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے، پیش کی گئی ہے۔ ملّا علی قاری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر حضرت عمر زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے تو باوجود نبی ہونے کے وہ آپ کے تابعین میں سے ہوتے۔ ''خاتم النّبیین'' سے مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

دوسرا بعد کے معنی عربی زبان میں معیت کے بھی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اقرب الموارد میں لکھا ہے: ''بعد نقیض قبل وقد یرد بمعنی مع'' اس لحاظ سے حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ اگر میرے ساتھ کوئی دوسرا نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمر ہوتے۔ اس کی ضد میں اس نے ایک شعر بھی درج کیا ہے۔

تیسرے بعد بمعنی درجہ اور مرتبہ بھی آتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ''قال ثم انا اجود بنی آدم واجودھم من بعدی رجل علم علما فنشرہ'' (مشکوٰۃ مطبوعہ ص۳۷)

کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کے بعد بنی آدم میں سب سے زیادہ میں سخی ہوں اور پھر میرے بعد جس نے علم سیکھا اور اس کو لوگوں میں پھیلایا۔''

اور اس کے علاوہ بعد کا لفظ غیر اور سوا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ''وما یمسک فلامرسل له من بعده (فاطر)'' جس خیر کو اللہ تعالیٰ روک لے تو اسے اس کے سوائے کوئی نہیں کھول سکتا۔ اسی طرح تفسیر (جلالین ج۲ ص۸۹) میں آیت: ''لا ینبغی لاحد من بعدی'' میں ''بعدی'' کے معنی سوائے (میرے سوا) کئے گئے ہیں۔ پس ان دونوں معنوں کے لحاظ سے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر میرے سوائے کسی اور کو نبی بنایا جاتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کا مقصد صرف حضرت عمرؓ کی تعریف اور ان کی فضیلت کا اظہار ہے کہ وہ بہت صائب الرائے اور عالی دماغ ہیں۔ چنانچہ ان معنوں کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''لولم ابعث لبعثت یا عمر'' (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۵ ص۵۳۹) کہ اے عمر! اگر میں مبعوث نہ کیا

جاتا تو تو مبعوث ہوتا۔ دوسری روایت میں ہے: ''**لولم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم**'' اور یہی حدیث اس طرح بھی مروی ہے: ''**لولم ابعث لبعث بعدی عمر**'' کہ اگر میں نہ بھیجا جاتا تو عمر نبی بنا کر مبعوث کیا جاتا۔ اس روایت نے ''**بعدی**'' کے معنی بھی حل کر دیئے کہ بعد سے مراد آپ کی وفات کے بعد نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں، آپ کے مبعوث نہ ہونے کی صورت میں حضرت عمرؓ مبعوث ہوتے۔ (کنوز الحقائق ص۱۰۳)

آٹھویں حدیث یہ ہے کہ: ''میری امت میں تیس کذاب دجال ہوں گے۔ ہر ایک ان میں سے یہ خیال کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ جو بھی اب آپ کے بعد قیامت تک نبوت کا دعویٰ کرے وہ ضرور جھوٹا ہے۔ کیونکہ آنے والے مسیح موعود کو خود حضور نے نبی اللہ کہا ہے اور تیس کی تعیین بھی بتلا رہی ہے کہ کوئی سچا نبی بھی آ سکتا ہے۔''

دوسرا واضح رہے کہ اس حدیث کا مضمون آج سے پہلے پانچ سو سال قبل پورا ہو چکا ہے۔ جیسا کہ شرح مسلم میں لکھا ہے: ''**ھذا الحدیث قد ظاھر صدقه**'' مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کا صدق ظاہر ہو چکا ہے۔ کیونکہ تاریخ سے اگر جھوٹی نبوت کے دعویداروں کا شمار کیا جاتا ہے تو یہ تعداد (۳۰) کی پوری ہو چکی ہے۔

تاریخ اسلام سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص اسے جانتا ہے۔ اگر شرح کے لمبا ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان کے نام بھی لکھ دیتے۔ (اکمال الاکمال ج۷ ص۲۹۸)

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں: ''در حدیث ابن عمر است سی ۳۰ کذاب ...... ودر روایتے از عبداللہ ابن عمر نزد طبرانی است بر پانمی شود ساعت تا آنکہ بیرون آید ہفتاد کذاب ونحوہ عند ابی یعلی من حدیث انس۔ حافظ ابن حجر گفتہ سند ایں ہر دو حدیث ضعیف است۔ اگر ثابت شود محمول باشد بر مبالغہ نہ بر تحدید واما تحدید۔ پس اخراج کرد احمد از حذیفہ بسند جید کہ باشند در امت من کذابان دجالان بست وہفت۔ آز آنہا چار زن باشند ومن خاتم النّبیین ام۔ نیست بعد از من نبی۔ وایں دلالت دارد بر آنکہ روایت ثلاثین بجزم بر طریق جبر کسر است وموئید اوست روایت بخاری کہ عنقریب گزشتہ۔'' (حجج الکرامہ ص۲۲۳)

اس حوالہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱...... کہ حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں ۷۰ کذابوں کی خبر آئی ہے وہ ضعیف ہیں۔
۲...... اگر صحیح بھی ہوں تو یہ اصل تعداد نہیں سمجھی جائے گی بلکہ اسے مبالغہ پر محمول کیا جائے گا۔ (نیز اس میں نبوت کے دعویٰ کی شرط نہیں ہے)
۳...... اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے جو مسند امام احمد میں عمدہ سند سے بیان ہوئی ہے۔
۴...... بخاری کی حدیث کے الفاظ کہ ۳۰ کے قریب کذاب ہوں گے۔ اس کے موئید ہیں کہ اصل تعداد کذابوں کی ۲۷ ہے۔

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ ۳۰ کذابوں کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہے اور اب سچے نبی کی آمد کا وقت ہے۔ کیونکہ صبح کاذب کے بعد صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے۔

اجماع کی بحث

یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ اس پر صحابہؓ، تابعین اور تمام امت کا اجماع ہے، صحیح نہیں ہے۔

جیسا کہ میں خاتم النّبیین کی تفسیر میں صحابہ کرام اور ائمہ کے اقوال پیش کر چکا ہوں۔ جن میں بصراحت ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صاحب شریعت جدیدہ نبی کا آنا کہا ہے اور علماء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔

اجماع کا انکار کرنے والا بلکہ اس اجماع صحابہ کا جس پر تمام صحابہ نے متفق ہو کر کہا ہو کہ ہم یہ بات مانتے ہیں یا قرار دیتے ہیں جیسا کہ (نورالانوار شرح المنارص ۱۸۹) میں لکھا ہے: ''**اجماع الصحابة نصاً مثل ان یقولوا جمیعا اجمعنا علی کذا فانه مثل الأیة والخبر المتواتر حتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکر الصدیق ثم الذی نص البعض وسکت الباقون من الصحابة وهو المسمٰی بالاجماع السکوتی ولایکفر جاحده**'' کہ سب سے زیادہ قوی اجماع صحابہ کا ہے وہ سب متفق ہو کر کہیں کہ ہم نے اس بات پر اتفاق کیا۔ وہ آیت اور خبر متواتر کی طرح یقینی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں اس قسم کا اجماع ہوا۔ دوسری قسم اجماع کی یہ ہے کہ بعض صحابہ نے اتفاق کا اظہار کیا لیکن دوسرے خاموش رہے۔ اس کا نام اجماع سکوتی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

صحابہؓ کے اجماع کی تعریف جس کا منکر کافر ہے۔ قطعاً کسی قول سے ثابت نہیں کہ صحابہؓ نے کسی جگہ پر جمع ہو کر اس اتفاق کا اظہار کیا ہو۔ ''خاتم النّبیین'' کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور واجب القتل ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں، ہرگز حجت نہیں۔ جیسا کہ ارشاد الفحول میں لکھا: ''**زعم قوم...... قولا قال**'' بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کوئی عالم یہ کہہ دے کہ اس مسئلہ میں سب متفق ہیں اور اس میں کوئی خلاف ہیں تو وہ اجماع ہوگا۔ یہ ایک باطل قول ہے۔ مصنف ارشاد الفحول نے اپنے اس دعویٰ کی تائید میں چند مثالیں دی ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جس طرح امام شافعی نے گائے کی زکوٰۃ میں یہ حکم لگاتے ہوئے کہ ۳۰ سے کم میں تبیع (ایک برس کا بچھڑا) نہیں ہے۔ کہا ہے کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ حالانکہ اس میں خلاف مشہور ہے۔

اور اسی طرح امام مالک نے رد قسم کے ساتھ فیصلہ کرنے کے متعلق لکھا ہے: ''**وهذا مما لاخلاف فیه بین احد من الناس ولا بلد من البلدان والخلاف فیه شهیر**'' یہ مسئلہ ایسا ہے جس میں کسی شہر میں اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس میں اختلاف ہے۔ وہ بہت مشہور ہے۔ حضرت عثمانؓ ردیمین کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور انکار پر فیصلہ کر دیتے تھے۔ اس طرح حضرت ابن عباسؓ اور حکم تابعی وغیرہ اور ابن ابی لیلیٰ اور حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب جو اپنے وقت کے قاضی تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب اتنے اتنے بڑے مقتدر علماء پر لوگوں کا اختلاف مخفی رہ سکتا ہے تو دوسروں کا، جو ان سے رتبہ سے کم ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ اس میں کوئی خلاف نہیں، حجت نہیں ہو سکتا۔ حوالہ مذکورہ بالا (ارشاد الفحول ص ۸۵) پر ہے۔ اس کتاب کا مصنف نواب صدیق حسن خان صاحب ہے۔

اب تواتر معنوی کے متعلق کتاب (مسلم الثبوت ج ۲ ص ۱۷۱) میں لکھا ہے: ''**واستبعد الامام الرازی التواتر المعنوی سیما علی حجیته**'' کہ امام رازی نے تواتر معنوی کو مستبعد سمجھا ہے۔ خصوصاً اس کے حجت ہونے کو چہ جائیکہ اس کے منکر کو خارج از اسلام اور مرتد قرار دیا جائے۔

لہٰذا جب احادیث سے صحابہ کرامؓ کا اجماع ان معنوں پر جو ثابت نہیں تو پھر ان معنوں کے اجماع کا دعویٰ کرنا قابل قبول نہیں ہے۔ (مسلم الثبوت ج ۲ ص ۱۷۱) پر لکھا ہے: یہود نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس یہ بھی اجماع باوجود ان امور کے جو اوپر بیان کئے گئے ہیں ویسا ہی ہوگا کہ یہود نے اس بات پر اجماع کیا تھا کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ضروری تھا کیونکہ سید ولد آدم سرور انبیاء ﷺ فرما چکے ہیں کہ میری امت بھی یہود کے قدم بقدم چلے گی اور یہود سے پہلے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی وفا کے بعد اس قسم کا اجماع ہوا تھا کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

(سورہ مومن:۳۴) ''حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا'' اس واقعہ کو حقیقتاً قرآن مجید میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پس جس طرح پہلے بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند کرنا چاہا اور وہ حق پر نہ تھے۔ اسی طرح پر جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روحانی نعمتوں کا دروازہ بند کرنا چاہا اور وہ حق پر نہ تھے۔

علماء دیوبند نے ایک دعویٰ یہ کیا ہے کہ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی وغیرہ سے صحابہ نے جو قتال کیا، اس لئے کیا گیا۔ اس کی وجہ محض مسیلمہ کذاب اس کی بغاوت اور اسلامی حکومت کا مقابلہ اور خود بادشاہ بننا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب وہ مدینہ میں آیا تو اس نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے حضور مسلمان ہونے اور حضور ﷺ کی اتباع کرنے کے لئے یہ شرط پیش کی کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ مقرر کریں تو میں آپ کی اتباع کروں گا۔ حضور ﷺ نے اسے منظور نہ کیا اور جلال آفرین لہجہ میں فرمایا کہ اگر تو کھجور کی ٹہنی بھی جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے طلب کرے تو نہیں دوں گا۔ اس کے بعد اس نے واپس جا کر آنحضرت ﷺ کو ایک خط لکھا ملاحظہ ہو۔

(حجج الکرامہ ص۲۳۰ تاریخ الخمیس ج۲ ص۱۷۵)

اس امیری میں آپ کے ساتھ شریک ہوگیا ہوں۔ پس آدھا ملک ہمارا اور آدھا آپ کی قوم قریش کا ہوگا۔ حضور نے جواب دیا کہ ملک سارا اللہ کا ہے۔ جسے چاہے دے اور انجام متقیوں کا اچھا ہے۔

اس کے بعد مسیلمہ نے ایک باغیہ عورت (سجاح) اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد اس نے مسلمانوں سے آویزش شروع کردی۔ چنانچہ دو مدنی صحابیوں کو جو اتفاقاً اسے راستے میں مل گئے تھے، اپنی نبوت کے ماننے پر مجبور کیا۔ ایک تو ان میں سے مرتد ہوگیا۔ لیکن دوسرے صحابی نے اسے نہ مانا۔ اس پر اس نے ان کے تمام اعضاء کاٹ کر آگ میں جلا دیئے۔ جس پر مسلمانوں سے اس کی لڑائی ہوئی۔

پس مسیلمہ کذاب پر لشکر کشی محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے نہیں کی گئی بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی بادشاہت قائم کرنا چاہتا تھا اور اپنے آپ کو بادشاہ قرار دیا۔

اسی طرح طلیحہ کا واقعہ (طبری ج۴ ص۱۹۰۰ اور تاریخ الخمیس ص۲۴۱) میں درج ہے۔ پس طلیحہ کی وجہ قتل بھی اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔ اسی طرح اسود عنسی مدعی نبوت کا ذبہ کے ساتھ بھی جنگ کی گئی۔ اس نے بھی مرتد ہوتے ہی علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کا حوالہ حجج الکرامہ طبری اور تاریخ خمیس میں ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لیکن اپنی غرض پوری ہوتے نہ دیکھ کر حضور کی زندگی میں ہی مرتد ہوگیا اور سیرا مقام کو اپنی قیام گاہ بنایا اور اس جگہ اس نے ایک کافی لشکر اپنے گرد جمع کرلیا۔ حتیٰ کہ حضور کی وفات کے بعد تین قبیلے غطفان، ہوازن اور طے اس کے ساتھ مل گئے۔ جب شہر مدینہ پر چھاپا مارا گیا تو چھاپہ مارنے والوں کے دو حصے تھے۔ ایک ابرق میں مقیم تھا اور دوسرا ذی القصہ میں۔ اس دوسرے حصہ پر طلیحہ نے اپنے بھائی کو سالار لشکر بنا کر بھیجا تھا۔ عبس وذبیان کو جب حضرت ابوبکر ؓ نے مدینہ کے پاس شکست دی تو یہ بھی اس کے ساتھ مل گئے اور پھر ان تمام قبائل نے مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دیں۔ بعض کو زندہ جلا دیا اور بعض کے کان ناک اور ہاتھ کاٹ دیئے۔

چنانچہ طبری ج۴ ص۱۹۰۰ میں لکھا ہے:’’ولم یقبل (خالد بعدھزیمتھم) من احد من اسد وغطفان ولاھوازن ولا سلیم ولا طئ الا ان یاتوہ بالذین حرقوا ومثلوا وعدو اعلیٰ اھل الاسلام فی حال ردتھم‘‘

پس طلیحہ بن خویلد الاسدی سے جنگ کی وجہ اس کی سرکشی اور بغاوت تھی۔

اسی طرح اسود عنسی مدعی نبوت کاذبہ سے جو جنگ کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے مرتد ہوتے ہی علم بغاوت بلند کردیا۔ آنحضرتﷺ کی طرف سے جو عاملین صدقات مقرر تھے انہیں تنگ کیا۔ ان سے ان صدقات کا جو وہ وصول کر چکے تھے، واپسی کا مطالبہ کیا۔ عمال ابھی تردد میں تھے کہ اس نے قبائل مذحج ونجران کو ساتھ لے کر مسلمانوں کے حاکم والی یمن شہر بن باذان پر حملہ کر کے اسے قتل کردیا۔ اس کی بیوی کو جبراً اپنے عقد نکاح میں لے کر یمن کا حکم بن بیٹھا۔ آنحضرتﷺ نے اس بغاوت اور کشت وخون کی خبرسن کر حضرت معاذ بن جبل کو خط لکھا کہ اسود عنسی کا مقابلہ کرو چنانچہ شہر بن باذان کی بیوی کی مدد سے مسلمانوں نے اسے قتل کردیا۔

پس ان مدعیان نبوت سے صحابہؓ کا مقاتلہ کرنا بغاوت کی بناء پر تھا نہ کہ انہوں نے اجماع کیا تھا کہ جو بھی مدعی نبوت ہو، اسے قتل کردیا جائے۔ خواہ وہ سچا مسلمان، متقی، دیندار، اسلام کی اشاعت کرنے والا اور آنحضرتﷺ کا فدائی ہو۔

اس بات کا ایک مزید ثبوت یہ بھی ہے کہ آنحضرتﷺ نے ابن صیاد کو جو نبوت کا مدعی تھا، قتل نہیں کیا۔ حالانکہ اس نے حضورﷺ کی رسالت کی عمومیت سے انکار کرتے ہوئے۔ آپ پر اپنی نبوت کو کیا پیش کیا اور کہا:’’اتشھد انی رسول اللّٰہ‘‘ پھر حضورﷺ نے فرمایا: میں تو خدا اور اس کے تمام رسولوں کو مانتا ہوں۔ پھر اس سے بہت سی باتیں کیں۔ پس اگر مدعی نبوت کو قتل کردینے کا حکم اسلام میں ہوتا تو آنحضرتﷺ ضرور ابن صیاد کو قتل کرادیتے۔ ابن صیاد کے متعلق کتب احادیث میں ایک علیحدہ باب ہے۔ یہ کہنا کہ وہ اس وقت نابالغ اور غیر مکلّف، تھا صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر وہ غیر مکلّف تھا تو حضور نے اپنی رسالت اس پر کیوں پیش کی اور کیوں حضرت عمر نے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔

کتاب المساوی والمحاسن للبیہقی سے دو جھوٹے مدعیان نبوت کے واقعہ کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکال لائے کہ گویا ہر مدعی نبوت کی سزا قتل ہے، صحیح نہیں ہے۔ ان دو مدعیان نبوت کا اصل واقعہ جو اس کتاب کے ص۱۲۴ ج اوّل میں درج ہے، اس طرح یہ الفاظ مندرجہ ذیل سے شروع ہوتا ہے:’’وفیھم رجلا...... مواقتھا‘‘ دوسرا واقعہ الفاظ ذیل سے شروع ہوتا ہے۔’’رجل زعم انہ نوحٌ...... سنھہ‘‘

جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا اس سے جب دلیل طلب کی گئی تو اس نے یہ دلیل پیش کی کہ تم اپنی ماں کو میرے پاس لاؤ میں اس سے جماع کروں گا۔ اس وقت وہ حاملہ ہو جائے گی اور تجھ جیسا ایک لڑکا دے گی۔ اس پر ثمامہ نے کہا تجھے نبی مان لینا میرے لئے زیادہ آسان ہے۔

دوسرے واقعہ میں مدعی نبوت نے نوح ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ پہلا نبی نوح ہے۔ جس نے ساڑھے نوسوسال پہلے پورے کئے اور اب باقی پچاس سال پورے کرنے آیا ہے۔ اس کتاب میں علماء کے متفقہ فیصلہ کا ذکر نہیں اور نہ یہ ذکر ہے کہ ہارون نے علماء کے متفقہ فیصلہ سے اسے قتل کیا۔

اس دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی کہ جھوٹے نبی مدعی کو قتل کیا جائے اور یہ کہا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے مدعی کو آیت’’خاتم النّبیین‘‘ کا منکر ماننا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کی سزا قتل ہے تو اس سے لازم ہے کہ جو سارے قرآن مجید کے منکر ہیں۔ ان

کی سزا بذریعہ اولیٰ قتل ٹھہرے اور آیت خاتم النّبیین میں قتل کرنے کا کوئی ذکر نہیں مسیلمہ کذاب کی نبوت، اسلام کے بالکل مخالف تھی اور اس نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا اور فریضہ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مفسد لوگوں کا ایک گروہ اس کے تابع ہوگیا۔

اسی طرح جب خالد بن ولیدؓ طلیحہ کی طرف لشکر لے کر گئے تو انہوں نے اس سے کہا: ہمارے خلیفہ کی ہمیں یہ وصیت ہے کہ تمہیں کلمہ شہادت کی طرف بلائیں تو اس نے جواب میں کہا: اے خالد! ’’اشھدان لااله الاالله وانی رسول الله‘‘ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ گویا اس نے اپنا نیا کلمہ جاری کیا تھا۔ (المساوی والمحاسن ج۱ ص۲۳) پس جس قسم کی نبوت کا مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کیا۔ ایسا مدعی نبوت بے شک آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں آسکتا اور نہ سچا نبی ہوسکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب جس نبوت کے مدعی ہیں وہ ایسی نبوت کے مدعی نہیں بلکہ وہ تو ایسی نبوت کے مدعیوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی غلامی اور اطاعت سے باہر ہوں۔ آپ تو حضرت رسول مقبول ﷺ کے ایسے عاشق اور فدائی ہیں کہ فرماتے ہیں ؎

بعد از خدا بعشق محمد ﷺ مخرم　گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

جب مسیلمہ کذاب وغیرہ کے ادّعائے نبوت کی حقیقت معلوم ہوگئی تو ہمیں ان علماء کے متعلق سمجھ لینا چاہئے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے کا انکار کیا ہے۔ ان کی مراد اسی قسم کا نبی ہے جو ناسخ شریعت محمدیہ اور مسیلمہ کذاب کی طرح ہو۔ چنانچہ جو اقوال علماء کے پیش کئے جاتے ہیں، علماء خفاجی کا قول، تفسیر ابن کثیر، غنیۃ الطالبین کے اقوال موجود ہیں کہ جس نبوت کا علماء نے بند ہوجانا بیان کیا ہے، حافظ ابن کثیر وغیرہ نے بار بار مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دی ہے۔ جنہیں اسلام سے سخت عناد تھا۔

اور ملّا علی قاری نے اگر آنحضرت ﷺ کے بعد نبی آنے کا انکار کیا ہے تو دوسری جگہ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں اس کی تشریح کر دی ہے۔ ان کی مراد اس سے وہ نبی ہے جو آنحضرت کی ملت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس یہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ جہاں انہوں نے انکار کیا ہے۔ وہاں ایسا نبی مراد لیا ہے جو آنحضرت ﷺ کی ملت کو منسوخ کرے اور مسیلمہ کذاب کی طرح باغی، سرکش، فاجر دشمن اسلام ہو اور ایسی نبوت کو ہم بھی آنحضرت ﷺ کے بعد منقطع اور بند سمجھتے ہیں، جیسا کہ ہمارے حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت ﷺ کے ذاتی فیض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہوکر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد بے دین ہے۔ غالباً ایسا شخص اپنا کوئی کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں تغیر وتبدل پیدا کرے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷،۲۸، خزائن ج۱۱ ص۲۷،۲۸)

آنحضرت ﷺ سے قبل جو انبیاء آئے، ان کے متعلق امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں: ’’فرشتہ کے سامنے شاگردوں کی مانند ہوا کرتے تھے اور روح الامین ان کے پاس شریعت لاتا تھا۔ جس کے مطابق وہ عبادت وغیرہ کرتے تھے۔‘‘ (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۲۸) کہ وہ فرشتہ ان کے لئے جو چاہتا حلال کرتا اور جو چاہتا حرام کرتا اور ان پر دوسرے رسولوں کی اتباع لازم نہیں تھی۔

اور (نبراس ص۸۹) میں رسول کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ رسول ایک انسان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے بھیجتا ہے۔ بخلاف نبی کے کہ وہ عام ہے، کتاب لائے یا نہ لائے۔ رسول کے لئے کتاب کا لانا شرط ہے۔

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی (منصب امامت ص۸) پر لکھتے ہیں: ''باید دانست کہ انبیاء علیہم السلام مامور میشوند بہ تبلیغ احکام بسوئے خواص وعام...... کہ از جانب حق جل وعلا بطریق وحی یا الہام امر تبلیغ احکام بایشاں برسد۔''

اسی طرح رسول کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے: ''رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب کتاب ہو یا شریعت سابقہ کے بعض احکام کو منسوخ کرے۔''

چنانچہ اس تعریف کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے اپنے اس قسم کے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ مگر چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفیٰ ﷺ کے نہیں ہے۔ (حقیقت النبوۃ ص۱۲۵، انوار العلوم)

پس حمامۃ البشریٰ اور ازالہ اوہام میں جہاں مسیح موعود نے لکھا ہے کہ آنحضرت کے بعد وحی رسالت بند ہے اور خاتم النّبیین کے بعد رسول نہیں آسکتا۔ اس قسم کے تمام حوالوں کا یہی مطلب ہے کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جس میں ان تین باتوں میں سے کوئی بات پائی جائے یا (۱) وہ جدید شریعت لائے۔ (۲) یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرے۔ (۳) یا بلاواسطہ نبوت پائے۔ کیونکہ آپ میں یہ تینوں باتیں پائی جاتیں۔ اس لئے آپ نے حمامۃ البشریٰ اور ازالہ وہام میں اپنے نبی ہونے سے انکار کیا اور فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہوگا۔ (حمامۃ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ ص۲۰۰،۲۰۱) سے جو عبارت پیش کی گئی ہے کہ رسول ﷺ کا نام آپ نے خاتم الانبیاء بغیر استثناء رکھا ہے تو اس سے مراد ویسا ہی نبی ہے کہ جس کا ذکر اوپر کی تعریف میں آچکا ہے۔ اس جگہ ان لوگوں کا جواب دے رہے ہیں جو مسیح ناصری کی آمد کے قائل ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ: ''کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جن پر انجیل اتری وہ خاتم الانبیاء ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ۔ کیا ہم اعتقاد رکھیں کہ ابن مریم آئیں گے اور قرآن مجید کے بعض احکام منسوخ اور بعض زائد کر دیں گے اور جزیہ قبول نہیں کریں گے اور نہ لڑائی چھوڑیں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جزیہ لینے کا حکم اور جزیہ لے کر لڑائی چھوڑ دینے کا حکم آیت: ''**حتی یعطو الجزیة عن یدو هم صاغرون**'' میں دیا ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ کیسے یہ مسیح کو بعض احکام کا ناسخ مانتے ہیں۔ آیت: ''**الیوم اکملت لکم دینکم**'' میں غور نہیں کرتے۔ اس سے تو ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید ابھی کامل نہیں ہوا بلکہ مسیح موعود کے زمانہ میں کامل ہوگا۔ یہ قول کتاب (حمامۃ البشریٰ ص۲۰، خزائن ج۷ ص۲۰۰،۲۰۱) پر عربی میں ہے۔ میں نے اس کا ترجمہ بتلایا ہے۔

اور (ازالہ اوہام ص۵۸۷، خزائن ج۳ ص۴۱۷) میں لکھا ہے: ''اگر واقعی اور حقیقی طور پر مسیح ابن مریم کا نزول ہونا خیال کیا جائے تو ان پر نئی کتاب کا نزول ماننا پڑے گا اور تمام اجزائے شریعت اور جزیہ وغیرہ کی منسوخ کا حکم بوجہ اس کے کہ وہ مستقل رسول تھے۔ ان پر بذریعہ جبرئیل نازل ہوں گے تو ظاہر طور پر اس نئی کتاب کے اترنے سے قرآن شریف، توریت وانجیل کی طرح منسوخ ہو جائے گا۔ پس جہاں کہیں آپ نے نبوت یا رسالت کے بند ہونے کا اقرار کیا ہے تو وہ مذکورہ بالا اصلاح کی رو سے ہے۔

چنانچہ آپ کتاب (ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰،۲۱۱) میں لکھتے ہیں کہ: ''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان

معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول ومقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدانے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔''

پس آپ نے خاتم النّبیین کے معنی عام دوسرے علماء کی طرح یہ کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو وہاں اسی عام اصطلاح کے ماتحت کئے ہیں اور اس لحاظ سے صرف مسیح موعود اور آپ کی جماعت آنحضرت ﷺ کو آخری نبی مانتی ہے۔ یعنی آپ کے بعد کوئی صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں آئے گا۔ دوسرے معنی ''خاتم النّبیین'' کے جو یہ کئے ہیں کہ آپ کے بعد نبی آسکتا ہے تو وہ اس مضمون کے لحاظ سے جو کتاب ایک غلطی کا ازالہ کی عبارت میں درج ہے۔

پس آپ پر یہ الزام عائد نہیں ہوسکتا کہ آپ پہلے ''خاتم النّبیین'' کے یہ معنی کرتے تھے کہ آپ کے بعد نبی نہیں آسکتا اور بعد میں دوسرے کئے۔ کیونکہ دوسرے معنوں کے لحاظ سے آپ نے نبوت کا کبھی انکار نہیں کیا۔ آپ نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آپ کو بلاواسطہ نبوت نہیں ملی، بلکہ آپ کی غلامی میں یہ مرتبہ ملا ہے۔ ظلی، بروزی کی اصطلاحیں قائم کیں۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی ﷺ سے فیض پانا۔ وہ قیامت تک باقی ہے۔''

(حقیقت الوحی ص۲۸، خزائن ج۲۲ ص۳۰)

''میری نبوت آنحضرت ﷺ کی ظل ہے۔ یعنی ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت ﷺ کے اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔''

(حاشیہ حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)

''جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت ﷺ کی پیروی سے پایا ہے، نہ براہ راست۔''　(تجلیات الٰہیہ حاشیہ ص۹، خزائن ج۲۰ ص۴۰۱)

میری مراد اس نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ! آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمہ ومخاطب الٰہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔ جس مکالمہ ومخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں، پس یہ صرف لفظی نزاع کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوا اور ہر ایک شخص ایک اصطلاح قائم کر سکتا ہے۔''

پس اصطلاحوں کا قائم کرنا کوئی جائے اعتراض نہیں ہے اور خود محدثین نے احادیث کے لئے اصطلاحیں قائم کی ہیں۔ جیسے غریب، مشہور، متواتر وغیرہ۔ پس اگر بروز اور ظل وغیرہ کا پہلی کتابوں میں بالکل ذکر نہ ہوتا تب بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ دوسری کتابوں میں اس کا ذکر کیا پایا جاتا ہے۔ ''خدانے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔''

پس آپ نے خاتم النّبیین کے معنی عام دوسرے علماء کی طرح کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

''اٹھارہواں مراقبہ مسئلہ بروز اور تمثل کے بیان میں بعض ناواقفی سے اس کو بھی تناسخ کہتے ہیں۔'' عبارت ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ بروز ایک عبارت ہے اور یہ اعلیٰ قسم بروز کا ہے اور کتاب (اشارات فریدی حصہ دوم ص۱۱۰ تا ص۱۱۲) پر بروز کے متعلق بحث ہے۔

کتاب (تریاق القلوب ص۱۵۵، خزائن ج۱۵ ص۴۷۷) کی عبارت کے مطابق جیسا کہ صوفیوں کے نزدیک مانا گیا ہے۔ جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا۔ اس پر یہ اعتراض کرنا کہ جنم کا لفظ ہندوؤں کا ہے، اس کا استعمال کفر ہے۔ اس طرح تو اردو میں سنسکرت کے بہت سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسا ''سوراج'' اور ''سیتہ گرہ'' وغیرہ اور یہ کفر نہیں ہیں۔ اگر کہا جائے کہ اس سے بندوں کا عقیدہ تناسخ ثابت ہوتا ہے تو یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اسی عبارت میں آپ نے جنم لینے سے مراد۔ خو۔ طبیعت اور دلی مشابہت لی ہے۔ یہ مطلب نہیں لیا کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی پیدائش تھی۔ چنانچہ آپ نے جس بات پر یہ حاشیہ لکھا ہے۔ وہاں مراتب وجود دوریہ کی تفسیر یہ کی ہے۔

لکھتے ہیں: ''یعنی بنی نوع انسان میں سے بعض بعض کی خو اور طبیعت پر آتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ پہلی کتابوں سے ثابت ہے کہ ایلیاء، یحییٰ نبی خو اور طبیعت پر آ گیا اور جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ حضرت ابراہیم کی خو اور طبیعت پر آئے۔ اسی سر کے لحاظ سے یہ ملت محمد ﷺ ابراہیمی ملت کہلائی۔'' (تریاق القلوب ص۱۵۵، خزائن ج۱۵ ص۴۷۵،۴۷۶)

چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''اما ابراھیم فانظرو......الخ!'' کہ ابراہیم کو دیکھنا ہو تو تم میری طرف دیکھ لو۔ (بخاری ج۲ ص۱۵۶) اس طرح فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس طرح خلیل بنایا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم کو بنایا ہے اور حضرت مسیح موعود کے تناسخ کے مسئلہ کا رد اپنی متعدد کتب ''سرمہ چشم آریہ'' و ''چشمہ معرفت'' وغیرہ میں زبردست دلائل سے کیا ہے۔ (چشمہ معرفت ص۱۱، خزائن ج۲۳ ص۱۹) پر فرماتے ہیں کہ: ''حیوانات کی طاقتوں اور قوتوں کے تفاوت کا سبب تناسخ اور آواگون کو قرار دینا خدائے حکیم کے علم اور ست وِدّیا کو ضائع کرنا ہے اور اس کی وحدت نظامی کو درہم برہم کرنا ہے۔''

تریاق القلوب کا جو حوالہ کہ مہدی موعود ختم الاولاد ہے کہ آگے لکھا: ''اس کے خاتمہ کے بعد نسل انسانی کوئی کامل فرزند پیدا نہیں کرے گی۔ باستثناء ان فرزندوں کے جو اس کی حیات میں ہوں۔''

اہل کشف کی یہ عبارت لکھ کر مرزاصاحب آگے لکھتے ہیں: ''مسیح موعود کا زمانہ اسی حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں اور اس کی تعلیم پر قائم ہوں گے۔ غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے۔'' (تریاق القلوب حاشیہ ص۱۵۶، خزائن ج۵ ص۴۷۷،۴۷۸)

اور خطبہ الہامیہ میں آپ نے خاتم الاولیاء کے یہ معنی کئے ہیں کہ میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا۔ مگر وہی جو مجھ سے اور میرے طریقہ پر ہوگا۔ پس ''خاتم النّبیین'' کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی نبی بعد خاتم النّبیین امت محمدیہ سے اور آنحضرت ﷺ کے اتباع سے باہر نہ ہوگا۔

(خطبہ الہامیہ ص۳۵، خزائن ج۱۶ ص۷۰)

فریق مخالف نے حضرت مسیح موعود کو صاحب شریعت جدیدہ نبی ثابت کرنے کے لئے پہلا حوالہ دافع البلاء کا پیش کیا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے لئے حضور کا لفظ لکھا ہے۔ لفظ رسول سے صاحب شریعت جدیدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ دافع البلاء میں ہے۔ براہین احمدیہ سے اپنی وحی کے الفاظ نقل کر کے لکھا ہے: ''تمام بھلائی قرآن میں ہے۔ پاک دل لوگ اس کی حقیقت سمجھتے ہیں۔ پس ہم قرآن کو چھوڑ کر اور کس کتاب کو تلاش کریں اور کیوں کر اس کو ناکامل سمجھیں۔ آج آسمان کے نیچے بجز فرقان حمید کے اور کوئی کتاب نہیں۔''

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۹،۲۴۰)

دوسرا حوالہ: انہوں نے (ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰، ۲۱۱) پیش کیا ہے۔ اس میں بھی آپ نے بصراحت فرمایا ہے کہ: ’’نبوت سے میری مراد یہ نہیں کہ مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا یا مستقل نبی ہوں۔ بلکہ ان معنوں سے نبی ہوں کہ میں نے اپنے رسول ومقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔‘‘ اس کے ساتھ ہی تیسرا حوالہ (حقیقت الوحی ص۱۵۰، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴) سے پیش کیا گیا۔ ’’مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔‘‘

پھر اس کے متعلق حاشیہ میں فرماتے ہیں: یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سن کر دھوکا کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانہ میں براہ راست نبیوں کو ملی۔ لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنخضرت ﷺ کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۵۰ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۱۵۴)

تیسرا حوالہ: جو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لئے پیش کیا گیا یعنی کہ آپ نے اپنی وحی پر ایمان لانے کا اظہار اسی طرح کیا ہے جس طرح وحیوں پر۔ اس سے بھی یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنی وحی کے منجانب اللہ اور اس کے دخل شیطانی اور خطاء سے پاک ومنزہ ہونے پر یقین کامل کا اظہار کر رہے ہیں اور یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ صاحب شریعت جدیدہ کے مدعی ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

وحی دلگیرش کہ منظر کہ گاہ اوست   چوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست

(مثنوی دفتر چہارم ص۱۵۱)

پس وہ وحی جسے اولیاء اللہ وحی قلب کہتے ہیں اس میں بھی خطاء نہیں ہوتی۔ جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کی وحی میں خطاء متصور نہیں۔ پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی وحی کو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کیا ہے۔

اس کی مثل قرار دیا ہے۔ حالانکہ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ میری وحی شرعی اور قرآن کی مثل ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: خدا کی لعنت ان پر جو یہ دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں۔ قرآن کریم سراپا معجزہ ہے۔ جس کی مثل کوئی انس وجن نہیں لاسکتا اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم ہرگز جمع نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ ایسی پاک وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ رحمان کی طرف سے اس کے بعد اور بھی کوئی وحی ہو اور خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی۔ ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی آئندہ ہوگی۔   (الہدیٰ ص۳۲، خزائن ج۱۸ ص۲۷۶)

چوتھا حوالہ: حضرت مسیح موعود کو مدعی شریعت جدیدہ ثابت کرنے کے لئے (اربعین ۴ ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵) میں اپنی وحی تعلیم اور بیعت کو مدار نجات ٹھہرایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے شریعت محمدیہ ﷺ کو منسوخ قرار دیا۔ جو شخص حضرت مسیح موعود کی اس عبارت پر غور کرے گا، اس پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ آپ کی جو وحی اور تعلیم ہے، وہ وہی تعلیم ہے جو عین قرآن مجید اور اسلام کی ہے۔ پھر اس کو کیوں مدار نجات نہ ٹھہرایا جاوے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے موجودہ وائسرائے دعویٰ کریں۔ اگر تم حکومت برطانیہ کے وفادار ہو تو میرا حکم مانو۔ کیونکہ اس وقت میں حکومت کی طرف سے تم پر مامور کیا گیا ہوں۔ اگر تم میرا حکم نہیں مانو گے اور سول نافرمانی کرو گے تو جیل خانہ بھیج دیئے جاؤ گے اور سزا سے تم ہرگز نجات نہیں پا سکتے۔

اور یہی بات حضرت صاحب نے اس حاشیہ میں لکھی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ’’میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور وحی کو جو مجھ پر ہوتی ہے۔ فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میری وحی کوئی نئی شریعت ہے یا میری وحی ناسخ شریعت محمدیہ ﷺ ہے۔ بلکہ فرمایا ہے کہ شریعت محمدیہ کے ہی بعض ضروری احکام کی تجدید ہے اور جس عبارت پر یہ حاشیہ دیا گیا ہے۔ اس میں جس حکم کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے: ’’قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم (نور:۳۰)‘‘

یعنی تو اپنی جماعت کے مومنین سے کہہ دے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ قرآن مجید کی ایک مشہور آیت ہے جو آپ پر وحی ہے۔ اس میں کوئی نئی تعلیم اور نیا حکم نہیں ہے بلکہ وحی قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ چونکہ آپ اس زمانہ میں مامور من اللہ ہیں۔ اس لئے تجدید کے طور پر خدا نے آپ کو یہ الہام کیا۔ اس جدید شریعت کا ادّعا لازم نہیں آتا۔ قرآن مجید کی بیسیوں آیتیں دوبارہ امت محمدیہ کے اولیاء اللہ پر نازل ہوتی ہیں اور اس طرح حضرت مسیح موعود پر بھی اور انہی کے متعلق حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میری وحی میں ’’امر بھی ہے اور نہی بھی۔‘‘

اور ظاہر ہے کہ جب آپ کی تعلیم اور وحی قرآن مجید کی تعلیم پر مشتمل ہوئی تو اس پر ایمان لانا قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی تصدیق ہوئی اور آپ کا یہ فرمانا بالکل درست ٹھہرا کہ لوگوں کے لئے آپ کی تعلیم اور بیعت مدار نجات ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

فریق مخالف نے (الیواقیت ج۲ ص۴۳) سے ایک حوالہ فتوحات مکیہ کا پیش کیا ہے کہ: ’’اگر کوئی اوامر اور نواہی کے نزول کا دعویٰ کرے چاہے وہ ہماری شریعت کے موافق ہوں یا مخالف۔ اگر وہ مکلّف ہوگا تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔‘‘

لیکن حقیقت یہ ہے کہ الیواقیت میں جو دوسری عبارات مکیہ کی درج ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت جدید کہلانا منقطع ہے اور بس۔ اسی کتاب کے (ص۹۶) پر لکھا ہے کہ: ’’اگر کسی صاحب کشف نے یہ کہا کہ وہ ایک ایسے امر سے مامور ہوا ہے جو شرع محمدی کے مخالف ہے تو اس پر امر ملتبس ہوگیا۔‘‘ دیکھئے یہاں اس کی سزا باوجود شریعت کے مخالف ہونے کے قتل نہیں بیان کی۔

(الیواقیت ج۲ ص۱۰۰) میں صاف لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام جب آئیں گے تو ’’یلھم بشرع محمد‘‘ کہ انہیں شریعت محمدیہ بذریعہ الہام سکھائی جائے گی۔ اسی طرح (ص۱۶۲) پر مہدی کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ قول لکھا ہے: ’’مہدی اس شریعت کے ساتھ حکم کرے گا جو اس کی طرف وحی کرنے والا فرشتہ شرع محمدی کا الہام کرے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے قدم بقدم چلے گا اور خطاء نہیں کرے گا۔‘‘ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا متبع ہوگا نیا دین نہیں لائے گا۔ پس اگر بالفرض اس حوالہ کا وہی مطلب لیا جائے جو فریق مخالف نے لیا ہے تو اس کے حکم سے کہ فتوحات مکیہ کے مصنف شیخ محی الدین ابن عربی کا بعد کی تصنیف کتاب فصوص الحکم میں اس سے رجوع ثابت ہے۔

چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ’’وفینا من یاخذہ عن اللہ فیکون خلیفۃ عن اللہ بعین ذالک الحکم فتکون المادۃ من حیث کانت المادۃ لرسولہ ﷺ فھو فی الظاھر متبع لعدم مخالفتہ فی الحکم‘‘ (فصوص الحکم ص۱۹۳) کہ ہم اہل کشف

میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو براہ راست اللہ تعالیٰ سے وہی احکام حاصل کرتے ہیں جو شریعت محمدیہ میں پہلے سے موجود ہیں اور وہ ان احکام میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہوتے ہیں اور بوجہ اس کے کہ ان پر نازل شدہ احکام شریعت محمدیہ ﷺ کے مخالف نہیں ہوتے، وہ آنحضرت ﷺ کے متبع ہوتے ہیں۔

اور حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: ''ہمچنانکہ نبی علیہ السلام آن علوم راز وحی حاصل می کرد۔ ایں بزرگواران بطریق الہام آن علوم راز اصل اخذ می کنند۔ علماء این علوم راز شرائع اخذ کردہ بطریق اجمال آوردہ اند۔ ہماں علوم چنانچہ انبیاء علیہم السلام حاصل بود تفصیلا وکشفاً ایشانرا نیز بہمان نہج حاصل میشود اصالت وتبعیت درمیان است بایں قسم کمال از اولیاء کمل بعضی ایشانرا بعد از قرون متطاولہ وازمنہ متباعدہ انتخاب میفر مایند۔'' (مکتوبات ج۱ ص۴۰)

کہ جس طرح علوم شریعت آنحضرت ﷺ وحی الٰہی سے حاصل کرتے تھے۔ اس طرح اولیاء اللہ ان علوم کو الہام الٰہی یعنی اصل سرچشمہ سے اخذ کرتے ہیں اور یہ علماء تو کتاب وسنت سے ان علوم کو بطریق اجمالاً لاتے ہیں اور جس طرح یہ علوم انبیاء علیہم السلام کو کشفاً حاصل تھے، اسی طریق پر اولیاء اللہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ فرق صرف اصالت اور اتباع ووراثت کا ہے۔

امرتسر کے غزنوی خاندان کے مورث اعلیٰ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم ایک صاحب کشف بزرگ تھے۔ جن پر قرآن مجید کی آیات الہاماً نازل ہوتی تھیں۔ ان کی مخالفت میں مولوی غلام علی قصوری نے ایک رسالہ لکھا۔ جس میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم پر اسی قسم کے اعتراض کئے، جس طرح پر کہ فریق مخالف نے حضرت مسیح موعود پر کئے ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی عبدالجبار نے ایک رسالہ ''اثبات الالہام والبیعۃ'' مولوی عبداللہ غزنوی مرحوم کی حمایت میں لکھا اس کے (ص۱۴۰) پر معترض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آیتیں بے شک پہلے ہی نازل ہوچکی ہیں اور ان کے الفاظ اور مورد بھی عام ہیں۔ مگر جب صاحب الہام پردہ غیب سے سنتے ہیں یا خود بخود ان کی زبان پر آیات جاری کی جاتی ہیں تو وہ اپنے حال سے مطابق کرتے ہیں اور بہ سبب فہم خداداد کے حظ وافر اٹھاتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی کام کے نیک وبد ہونے میں متردد ہوتے ہیں تو مثلاً آیت: ''والرجز فاھجر'' سن کر اس کے ترک کا عزم کرتے ہیں اور جب دینی معاملات کے سبب مصیبتوں میں مبتلاء کئے جاتے ہیں۔ ''قوموا للّٰہ قانتین'' اور ''ان اللّٰہ معنا'' سن کر ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔''

اسی طرح ایک مشہور صوفی حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی کو قرآن مجید کی بہت سی آیات جو اوامر ونواہی پر مشتمل ہیں۔ الہاماً نازل ہوئیں جو (علم الکتاب مطبوعہ دہلی ص۶۱،۶۴،۶۵) میں درج ہیں اور جو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ ان میں خواجہ صاحب مرحوم کے مخالفین کو فاسق، مجرم، مفسد وغیرہ قرار دیا گیا۔ پس یہ مقتدر بزرگ جب اس بات کے معتقد تھے اور اس وجہ سے کہ ان کے الہامات میں اوامر ونواہی پائے گئے تو صاحب شریعت جدید کا فر اور مرتد نہ ٹھہرائے گئے تو حضرت مسیح موعود کو کیوں اس وجہ سے کافر اور مرتد ٹھہرایا جاسکتا۔

پانچواں حوالہ: (اربعین۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵) سے فریق مخالف کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آپ نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء امت نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ شریعت محمدی کے اوامر ونواہی کا بطور تجدید کے کسی بزرگ پر نازل ہونا جائز ہے اور صرف ایسے اوامر ونواہی کا جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں اور آنحضرت ﷺ کی پیروی کا نتیجہ نہ ہوں۔ ممنوع قرار دیا ہے۔

اور پھر آپ نے اس جگہ صاحب شریعت کا لفظ صرف مخالفین کے مقابل پر بطور الزام استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ یہ فقرہ دلالت

کرتا ہے۔’’پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔‘‘

اربعین میں جہاں آپ نے یہ لکھا ہے۔ وہاں قرآن مجید کی آیت:’’**لو تقول علینا بعض الا قاویل…… الخ!**‘‘ اپنی صداقت پر بطور دلیل پیش کی ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک کیا جاتا ہے اور مفتری خائب وخاسر رہتا ہے، کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ چونکہ میں خدا کے فضل سے ہلاک نہیں ہوا۔ آنحضرتﷺ کو وحی کے بعد جو مدت ملی وہ مجھے دی گئی تو آپ نے بعض مخالفوں کے اس اعتراض کو لے کر کہ ہر جھوٹا نبی ہلاک نہیں ہوتا بلکہ جو صاحب شریعت ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ ہلاک ہوتا ہے۔ اس پر آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ شرط نہیں پھر آپ فرضی طور پر فرماتے ہیں کہ اگر شریعت سے یہ مراد لی جاوے تو اس لحاظ سے بھی یہ عذر مخالفین کا باطل ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت جو آپ پر نازل ہوئی ہے اور جس میں امر ہے درج کی ہے اور پھر آخر میں اس عذر کا جواب دیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا دعویٰ نہیں۔

’’ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرتﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ وغیرہ وغیرہ! اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔ پھر وہ دلیل تمہاری کس گاؤ خورد ہوگی کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتری ہو تو تیئیس ۲۳ برس تک زندہ رہ نہیں سکتا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ تمام باتیں بیہودہ اور قابل شرم ہیں۔‘‘ (اربعین نمبر۴ ص۶، خزائن ج۱۷ ص۴۳۶)

اور سید عبدالوہاب صاحب شعرانی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو غیب کی خبریں دینا اس امت میں جاری ہے۔ لیکن ان خبروں میں تحلیل اور تحریم نہیں ہوتی۔ بلکہ کتاب اور سنت کے معانی بتائے جاتے ہیں یا ایسے حکم مشروع کا جو ثابت ہو، خدا کی طرف سے ہونا بتایا جاتا ہے یا کسی حکم کا جو نقل سے ثابت ہو۔ اس کے درست نہ ہونے کا علم دیا جاتا ہے۔ وغیرہ! لیکن اس صاحب مقام کو یہ حق حاصل نہیں۔ ’’**ان یکون علی شرع یخصہ یخالف شرع رسولہ الذی ارسل الیہ…… الخ!**‘‘ کہ اپنے رسول کی شرع کو چھوڑ کر اپنی ذات خاص کے لئے کوئی اور شریعت اختیار کرے۔ (الیواقیت ج۲ ص۲۸)

اس سے ظاہر ہے کہ ایسے حکام کا جو شریعت کے مخالف نہیں کسی ولی پر اترنا جائز ہے۔

پھر ایک جواب اس کا یہ بھی ہے کہ اگر اس عبارت سے آپ کا منشاء صاحب شریعت ہونے کا ہوتا تو اس کے بعد کی تصنیفات میں تشریعی نبی ہونے کا اس سے انکار نہ کرتے۔ ’’اربعین‘‘ آپ نے ۱۹۰۰ء میں لکھی اور ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ ۱۹۰۱ء میں تصنیف فرمایا۔ جس میں بصراحت اپنے صاحب شریعت ہونے سے انکار کیا ہے اور رسالہ (ریویو بر مباحثہ چکڑالوی ص۶) پر جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا لکھا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور ’’چشمہ معرفت‘‘ جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اس کے (ضمیمہ ص۹، خزائن ج۲۳ ص۳۸۰) پر فرماتے ہیں:’’آپ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں۔‘‘

پھر فرماتے ہیں:’’پس ہم نبی ہیں۔ ہاں! یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب ائے۔ ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۷۶، خزائن ج۲۲ ص……)

اب میں مرزا کے فوت ہونے سے دو دن پہلے کا ایک خط پیش کرتا ہوں جو حضور نے ایڈیٹر اخبار عام لاہور کے نام لکھا اور جو ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کے پرچہ میں شائع ہوا۔ اس میں لکھا ہے کہ: ''میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کو منسوخ کر سکے۔ سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ: ''خدا سے الہام پا کر کثرت پیش گوئی کرنے والا۔''

پس اربعین کے ''ماقبل'' اور ''مابعد'' کی بیسیوں تحریریں حضور کی ایسی ہیں جو ان کے اس الزام کی تردید کر رہی ہیں کہ آپ نے شریعت جدیدہ نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

چھٹا حوالہ: فریق مخالف نے (تریاق القلوب ص۱۳۰ حاشیہ، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲) سے پیش کیا، جس سے یہ استدلال کیا ہے کہ چونکہ آپ نے ''حقیقت الوحی'' میں اپنے منکرین کو کافر کہا اور ''تریاق القلوب'' میں لکھا ہے کہ کافر کہنا ان نبیوں کا کام ہے جو شریعت جدیدہ لاتے ہیں۔ ''تریاق القلوب'' کے بعد آپ نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ کیا۔

جواب: یہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ تریاق القلوب میں آپ نے اس جگہ صرف صاحب شریعت نبی اور محدث وملہم کے انکار کا حکم بیان کیا ہے اور دوسرے انبیاء جو شریعت یا احکام جدیدہ نہیں لاتے ان کے انکار کا حکم ذکر کیا۔ یہی تریاق القلوب کا حوالہ حضرت مسیح موعود کے سامنے پیش کیا گیا۔

اس کے جواب میں جو کچھ آپ نے لکھا وہی مطلب تریاق القلوب کے حوالہ کا صحیح سمجھا جائے گا آپ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا ہو کہ: ''پہلے مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ نہ تھا لیکن اب مجھے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ ہے۔ اس لئے اپنے منکروں کو کافر کہتا ہوں۔'' تب تو فریق مخالف کا نتیجہ صحیح ہوگا۔ ورنہ غلط محض، سو جب ہم حقیقت الوحی کو دیکھتے ہیں تو اس میں کہیں یہ دعویٰ نہیں پاتے بلکہ اس کے برخلاف یہ پاتے ہیں کہ: ''میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ! آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف میری مراد نبوت سے کثرت مکالمہ ومخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

تریاق القلوب والے حوالہ کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے: جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: ''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ '' یعنی بڑے کافر دو (۲) ہی ہیں۔ ایک خدا پر افتراء کرنے والا، دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔

ساتواں حوالہ: جو فریق مخالف نے مرزا صاحب کو مدعی شریعت ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ جن میں امر ونہی پائے جاتے ہیں۔ اس کا جواب حوالہ ۵ کی بحث میں مفصل دیا جا چکا ہے کہ ایسے اوامر ونہی نزول قرآن شریف کے مخالف نہ ہو بلکہ مؤید ہو۔ ہر طرح سے جائز ہے اور ان کا بطریق تجدید کسی کامل فرد پر نازل ہونا موجب کفر نہیں۔

آٹھواں حوالہ: یہ پیش کیا گیا ہے کہ آپ نے اپنے مریدوں کو عام مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اور یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ قرآن اور حدیث پر زیادہ شدت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کا آپ نے حکم دیا ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام وہ ہونا چاہئے جو زیادہ عالم اور متقی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی ہے۔''واجعلنا للمتقین اماما ''اے خدا تو ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا اور امام مقتدیوں کے اور خدا کے درمیان سفیر کی طرح ہوتا ہے۔ پس یہ ہرگز مناسب نہیں کہ ہم ایسے شخص کو امام بنائیں جو ہمیں کافر ومرتد گردانتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید اور احادیث کی رو سے یہی ضروری ہے کہ جو خدا کے فرستادہ کو راست باز نہیں مانتے۔ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ کیونکہ ایمان لانے والے اور نہ لانے والے برابر نہیں اور اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کرنا شریعت کا مدعی ہونا ہے تو علماء نے خود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو ناجائز لکھا ہے۔ حتیٰ کہ خود دیوبندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ (بھونچال برلشکر دجال ص۵۷،۵۸) میں درج ہے کہ جو مولوی نذیر حسین کا مداح ہے۔ بے شک وہ غیر مقلد ہے۔ اس کی امامت درست نہیں عندالحنفیہ، تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نہ نماز پڑھی جائے۔ لہٰذا جب کہ ہمارے مخالفوں کے نزدیک وہ علماء جنہوں نے ایسے فتویٰ دیئے ہیں۔ ان کو صاحب شریعت جدید قرار دے کر کافر ومرتد قرار نہیں دیا جاتا تو اس طرح مرزاصاحب کو اس بات کی وجہ سے کیوں صاحب شریعت جدیدہ قرار دے کر کافر ومرتد دیا جاتا ہے۔

نواں حوالہ: احمدیوں کو غیر احمدیوں کی لڑکی دینے سے منع کیا ہے۔ اس کا مفصل جواب آئندہ دیا جائے گا۔ سردست میں یہ کہتا ہوں کہ دفع شر کے طور پر بھی ایسا ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ بعد میں بہت فساد واقع ہوتا ہے۔ غیر احمدی اپنی احمدی بیوی کو مارتے کوٹتے اور سخت تکلیفیں دیتے ہیں اور ایسے مجبور کرتے ہیں کہ احمدیت سے تائب ہو۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ احمدی لڑکی کا رشتہ غیر احمدی سے نہ کیا جائے۔ لہٰذا یہ کہنا نہیں ہے بلکہ تکلیف سے بچانے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ اس سے صاحب شریعت جدیدہ ہونے کا ادّعا لازم نہیں آتا۔

دسواں حوالہ: لوح ہدیٰ کا دیا گیا ہے کہ مرزاصاحب نے اپنی جماعت کو ماہوار چندہ دینے کا حکم دیا۔ کہا ہے کہ جو تین ماہ تک نہ دے وہ جماعت سے خارج ہے، کافر ہے، مرتد ہے اور ملعون ہے۔ لہٰذا یہ نیا حکم ہے جو شریعت کے مخالف ہے۔ کیونکہ اسلام میں یہ حکم نہیں کہ جو تین ماہ تک زکوٰۃ نہ دے وہ اسلام سے خارج ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے ارشاد میں کافر، مرتد اور ملعون کے الفاظ بالکل نہیں۔ اس میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو احمدی ہوکر یہ عہد کر چکے ہیں کہ:''ہم دین کو دنیا پر بہرحال مقدم کریں گے اور اسلام کی اشاعت کے لئے مالی جانی قربانی سے کبھی دریغ نہ کریں گے۔ فرمایا ہے: اگر ان میں سے کوئی باوجود مقدرت اور طاقت کے ایک پیسہ بھی راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں تو وہ منافق ہے۔ اس کے بعد وہ اس جماعت میں رہنے کے قابل نہیں اور یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ قرآن مجید کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے''انفاق فی سبیل اللہ ''پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ متقی کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔''ومما رزقنٰھم ینفقون (البقرۃ:۳) ''اسی طرح سورہ توبہ:۳۴ میں ان لوگوں کے حق میں جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور انہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔''فبشرھم بعذاب الیم '' کی وحی آئی ہے۔ اسی طرح منافقوں کی ایک علامت یہ بتائی۔''ولا ینفقون الا وھم کارھون (توبہ:۵۵) ''اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کی راہ میں جب ناخوشی سے مال خرچ کرنا بھی انفاق کی علامت ہے تو جو شخص باوجود استطاعت بالکل ہی خرچ نہیں کرتا وہ کیونکر نفاق سے بچ سکتا ہے اور اس کا جماعت سے تعلق قائم رہ سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سنو! تم ایسے لوگ ہو کہ تمہیں خدا کے رستے میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اس پر بھی تم میں سے ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں اور اللہ تو بے نیاز ہے اور تم اس کے محتاج ہو۔ (سورۃ محمد) اس میں آگے ہے کہ اگر تم خدا کے حکم سے روگرانی کرو گے تو خدا تمہارے سوا دوسرے لوگوں کو تمہاری جگہ لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ تم خدائی سلسلہ میں نہیں رہ سکتے۔

پس حضرت مسیح موعود نے اسی قرآنی تعلیم کے ماتحت فرمایا کہ ایسا شخص جو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتا اور باوجود مقدرت عہد کرنے کے ۳،۳ ماہ تک اس ربانی حکم سے غافل رہتا ہے اور کچھ پروا نہیں کرتا تو اس کا سلسلہ سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔

اور گواہ کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کے متعلق ایسا حکم نہیں ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفہ اوّل ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ فرمایا: ’’واللہ لو منعونی...... الخ! (ابوداؤد ص ۲۱۷)‘‘ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہوں نے ایک معمولی رسی بھی جس سے اونٹ باندھا جاتا ہے اور جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں ادا کرتے تھے روکی تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ پس زکوٰۃ میں سے کچھ حصہ ادا نہ کرنے پر کتنی سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔

گیارہواں حوالہ: فریق مخالف نے حضرت خلیفہ ثانی کا قول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ وغیرہ میں حقیقی نبی لکھا ہے اور اس سے حضرت مسیح موعود کے صاحب شریعت نبی ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب انہی کی کتاب (حقیقۃ النبوۃ ص۳) میں سے دیا جاتا ہے۔ جہاں آپ (قول الفصل ص۱۲، انوار العلوم ج۲ ص۲۷۴) کی عبارت میں لکھتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبی کے خود یہ معنی فرمائے ہیں کہ جو نئی شریعت لائے، پس ان معنوں کے لحاظ سے ہم ان کو ہرگز حقیقی نبی نہیں مانتے۔‘‘

پھر فرماتے ہیں کہ: ’’حقیقی نبی ایک اصطلاح ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے قرار دی ہے۔ اس کے خود ہی معنی بھی کر دیئے ہیں۔ ان معنوں کی رو سے ہرگز آپ کو حقیقی نبی نہیں مانتا۔ ہاں! چونکہ ہر ایک شخص کا حق ہے کہ اصطلاح بنائے، اس لئے میں نے لکھا تھا۔ اگر حقیقی نبی کے معنی ان معنوں کے سوا ہیں جو حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں تو میں ان کے معلوم ہونے پر رائے دے سکوں گا کہ وہ حضرت مسیح موعود پر چسپاں ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ مثال کے طور پر میں نے لکھا تھا کہ اگر حقیقی نبی کے معنی یہ کئے جائیں کہ وہ بناوٹی یا نقلی نبی نہ ہو تو ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود کو میں حقیقی نبی مانتا ہوں۔ یعنی صادق اور منجانب اللہ اور غیر تشریعی نبی مانتا ہوں۔‘‘

پس آپ کی کسی تحریر سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے حضرت مسیح موعود کو ان معنوں میں حقیقی نبی قرار دیا ہو آپ نئی شریعت لائے ہیں۔

اب میں قرآن مجید سے چند آیات بیان کرتا ہوں جن سے آنحضرت ﷺ کے بعد امکان نبوت ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’یٰبنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی...... الخ! (اعراف:۳۵)‘‘ اے اولاد آدم! ضرور تمہارے پاس میرے رسول آئیں گے جو تم پر میری آیات پڑھیں گے۔

اس آیت میں آئندہ رسولوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی آیات سنائیں گے۔ آنحضرت ﷺ پر اس آیت کا نازل ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ بنی آدم سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کے نزول کے بعد قیامت تک آئیں گے۔

جیسا کہ اس آیت: ’’یٰبنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد...... الخ! (اعراف:۳۱)‘‘ میں بنی آدم سے مراد صحابہؓ اور ان کے بعد کے تمام لوگ ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے (تفسیر اتقان ج۲ ص۳۴) پر لکھا ہے: یا بنی آدم کا خطاب ان تمام لوگوں کو ہے جو اس وقت موجود تھے اور جو ان کے بعد آئندہ ہوں گے۔

دوسری آیت: ’’اللّٰہ یصطفی من الملآئکۃ رسلا ومن الناس (الحج:۷۵)‘‘ کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے اور لوگوں میں سے رسول چنتا ہے اور چنتا رہے گا۔

اس آیت میں یصطفی کا لفظ ہے جو حال اور استقبال کے لئے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ حسب ضرورت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آتے رہیں گے اور فرشتے ان پر وحی لائیں گے۔

تیسری آیت: تمام مسلمان مانتے ہیں کہ نبوت ایک بہت بڑی خدا کی نعمت ہے اور قرآن میں بھی اسے نعمت کہا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں: ’’اذکروا نعمۃ اللّٰہ علیکم اذجعل فیکم انبیآء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یؤت احدا من العالمین (مائدہ:۲۰)‘‘ کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی کہ اس نے تم میں سے نبی بھی بنائے اور تمہیں بادشاہ بھی بنایا۔ یعنی اللہ نے روحانی اور جسمانی دونوں نعمتیں تمہیں عطاء فرمائیں۔ پس از روئے قرآن نبوت جب ایک انعام ہے تو امت محمدیہ جو خیر الامم ہے، اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے محروم نہیں رہ سکتی۔

اور آیت: ’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدۃ:۳)‘‘ صاف بتارہی ہے کہ اس امت پر سب سے بڑھ کر نعمت کا اتمام ہوگا۔ یعنی اب دیگر مذاہب والوں سے کوئی اس نعمت کو نہیں پاسکتا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس لئے اب اس نعمت کو آپ ہی کے کامل متبع حاصل کر سکتے ہیں۔ غیر کو یہاں قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔

چوتھی دلیل: اگر واقعی طور پر آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا آنا بند ہوتا تو اللہ تعالیٰ وہ حالات بھی دنیا میں پیدا نہ ہونے دیتا جو نبی کی بعثت کو موجب ہوتے ہیں۔ ان حالات میں سے ایک حالت دنیا میں فساد کا ظہور ہے۔ ’’ظہر الفساد فی البر والبحر (روم:۴۱)‘‘ کہ دنیا میں جب خشکی اور تری یعنی عوام اور خواص علماء اور جہلاء امیر اور غریب، اہل کتاب اور غیر اہل کتاب دونوں کی حالت خراب ہوگئی تو نبی کا ظہور ہوا۔

دوسری وجہ موجب بعثت نبی یہ ہے کہ پہلی کتاب میں لوگ شک کرنے لگتے ہیں اور خدا سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت: ’’ان الذین اوتو الکتاب من بعدھم لفی شک منہ مریب فلذا لک فادع واستقم کما امرت (شوریٰ:۱۴،۱۵)‘‘ سے ظاہر ہے کہ جب لوگوں کو کتاب دی گئی وہ گہرے شک میں پڑ گئے۔ اس لئے اے نبی! تو ان کو دعوت دے جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے۔

تیسری بات جو کسی نبی کی بعثت کا موجب ہوتی ہے وہ اختلاف کا پیدا ہونا ہے۔ جیسا کہ آیت: ’’لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ (بقرۃ:۲۱۳)‘‘ اور ان کے درمیان سرور عالم ﷺ خود فساد کے ظہور کی خبر دے چکے ہیں کہ ایسا فتنہ ہوگا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا ہوگا اور اس کو فتنہ دجال سے تعبیر کیا۔ امت کے متعلق فرمایا کہ وہ یہود ونصاریٰ کی طرح ہو جائے گا اور اختلاف اس قدر ہوگا کہ بنی اسرائیل اگر ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوگئے تو میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔ پس جب یہ تمام حالات جو بعثت نبی کا موجب ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق پیدا ہونے والے تھے اور ہوئے تو کیونکر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ فساد کی اصلاح کے لئے کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔

لہٰذا آنحضرت ﷺ کو موجبات نبوت کی خبر دینا اور پھر ان کا پایا جانا، اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ’’خاتم النّبیین‘‘ کے بعد آپ کے اتباع میں نبی آسکتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کو تسلیم کیا جائے تو اس کے صاف یہ معنی ہوئے کہ نبی کی ضرورت

تو ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ چونکہ نعمت وحی ونبوت سے محروم ہوچکی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی فرد نبی نہیں بن سکتا۔ رسولﷺ کے روحانی فرزندوں میں سے گویا کوئی اس رحمانی انعام کو حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے۔

امت محمدیہ خیرالامم ہوکر اور سیدالانبیاء امام المرسلین، قائدالنّبیین کی امت کہلا کر پھر اپنی اصلاح کے لئے ایک ایسے نبی کی محتاج ہو جو بنی اسرائیل کی طرف آیا تھا، لیکن ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آنحضرتﷺ وہ عظیم الشان نبی اور مملکت روحانیت کے وہ بے نظیر سلطان اور صاحب اقتدار شہنشاہ ہیں کہ حضور کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ آپ صرف نبی نہیں بلکہ آپ کے اتباع سے ہی انسان خداوندتعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (اٰل عمران:۳۱)'' یعنی رسول اللہ کی اتباع انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتی ہے۔ دوسری جگہ آپ کو خدا نے سراج منیر فرمایا کہ جس سے دوسرے بھی روشن ہو سکتے ہیں۔

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے ہمیں (سورہ فاتحہ:۶) میں ایک کامل دعا سکھائی ہے۔ یعنی ''صراط الذین انعمت علیھم'' اے ارحم الراحمین خدا تو ہمیں بھی ان لوگوں میں سے بنا جن پر تیرا انعام ہوا۔ ایک دوسری سورۃ میں اس کی تشریح فرمائی کہ وہ لوگ جن پر خدا کا انعام ہوا، چار قسم کے ہیں۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح۔ پس ان چاروں مراتب میں سے کسی کا حصول امت محمدیہ کے لئے ناممکن ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ ہمیں اس جامع دعا کی تلقین نہ کرتا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ امت محمدیہ تین مراتب کا تو انعام پائے۔ لیکن چوتھے مرتبہ کا حصول اس کے لئے ناممکن ہو اور اس انعام کی ضرورت کے وقت وہ امت بنی اسرائیل کے نبیوں کی محتاج بنے۔

آنحضرتﷺ نے احادیث میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ مطابق حدیث صحیح بخاری ''امامکم منکم'' اور صحیح مسلم ''وامامکم منکم'' آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔

فریق مخالف کا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ رہنے کے متعلق امت کا اجماع ہو چکا ہے، غلط ہے۔ کیونکہ حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ وہ وفات پاگئے اور قرآن مجید کی آیت: ''فلما توفیتنی'' اور بخاری کی حدیث جس میں اس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر ایک قاطع دلیل ہے۔ کیونکہ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جس طرح آنحضرتﷺ کی وفات کے بعد صحابہ میں ارتداد واقع ہوا۔ اسی طرح عیسائیوں نے حضرت مسیح کی وفات کے بعد ان کو خدا بنایا۔

دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرتﷺ کی وفات کے موقعہ پر صحابہؓ کے ایک مجمع میں آیت: ''وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل (آل عمران:۱۴۴)'' پڑھ کر سنائی اور لوگوں کو تسلی دی کہ اگر آنحضرتﷺ وفات پا گئے ہیں۔ یہ کہنا کہ آنے والا مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے، درست نہیں۔ کیونکہ مسلم الثبوت میں لکھا ہے: ''واما فی المستقبلات کا شراط الساعۃ وامور الأخرۃ فلا عندالحنفیۃ لان الغیب لا مدخل فیہ لاجتھاد'' کہ وہ باتیں جو آئندہ زمانہ میں ظہور پذیر ہونے والی ہیں۔ جیسے علامات قیامت جس میں مسیح کا نزول بھی ہے اور امور آخرت ان میں حنفیہ کے نزدیک اجماع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ باتیں غیب سے متعلق ہیں۔ غیب میں اجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔ کتاب (کنوزالحقائق ص۴) پر ایک حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ابوبکر اس امت میں سب سے افضل ہیں مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر کوئی اس امت میں سے ہوا تو وہ حضرت ابوبکر سے افضل ہوگا۔

ایک وجہ تکفیر جو فریق ثانی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ وہ قیامت اور حشر اجساد نفخ صور وغیرہ کا انکار ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب حشر اجساد جنت اور جہنم وغیرہ کے حق میں ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم یوم البعث (قیامت) اور دوزخ اور جنت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (نور الحق حصہ اوّل ص۵، خزائن ج۸ ص۷)

’’ہمارا عقیدہ ہے کہ جنت اور دوزخ اور قیامت اور معجزات انبیاء حق ہیں۔‘‘ (التبلیغ ص۳۸۷، خزائن ج۵ ص۳۸۷)

تعلیم برائے جماعت کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں: ’’در جماعت ماہیچکس داخل نتواند شد بجز کسے کہ در دین اسلام داخل گرد دو قرآن شریف وسنت نبوی را پیرگردد و بخدا و رسول او کہ کریم ورحیم است ایمان آرد و نیز بحشر ونشر و بہشت و دوزخ ایمان آرد۔‘‘

(مواہب الرحمٰن ص۹۶، خزائن ج۱۹ ص۳۱۵)

’’ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔‘‘

(ایام الصلح ص۸۷، خزائن ج۱۴ ص۳۲۳)

کتاب (ازالہ اوہام ص۳۵۴ تا ۳۶۰، خزائن ج۳ ص۲۸۱ تا ۲۸۵) کی عبارت سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جب لوگ جنت ودوزخ میں قیامت سے پہلے ہی چلے جائیں گے۔ دوسری آیت: ’’فادخلی فی عبادی‘‘ اور احادیث تو اس سے حشر اجساد اور قیامت کا انکار لازم آتا ہے۔ لیکن کتاب (ازالہ اوہام ص۳۵۴ تا ۳۶۰، خزائن ج۳ ص۲۸۱ تا ۲۸۵) کی عبارت کو پڑھا جاوے تو اس میں صریح طور پر یوم الحساب اور قیامت اور حشر اجساد کا اقرار موجود ہے۔ جو کچھ وہاں لکھا گیا ہے وہ قرآن مجید اور احادیث کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ صداقت، قیامت اور حشر اجساد اور دخول جنت وجہنم کے متعلق جو آیات اور احادیث بظاہر متناقض اور متعارض معلوم ہوتی تھیں۔ ان پر غیر مذہب کی طرف سے اعتراض ہوسکتا ہے، ان کا تحقیقی اور مکمل جواب دیا ہے اور تناقض کو دور کر کے آیات قرآنیہ اور احادیث میں مطابقت دکھائی ہے۔ نفخ صور کا انکار کرنے کے لئے (شہادت القرآن ص۲۵، خزائن ج۶ ص۳۲۱) کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ لیکن خود اس عبارت سے جو اس صفحہ پر ہے۔ ظاہر ہوتا ہے۔

یہ آیات قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی۔ آپ نفخ صور سے مراد مسیح موعود کا آنا استعارہ لیا ہے۔ جیسا کہ آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے اور صاف فرمادیا ہے کہ ان آیتوں کا تعلق قیامت سے بھی ہے۔ ایسے معنی کرنا مؤجب تکفیر نہیں ہیں۔ اسی طرح نکات فریدی مصنفہ خواجہ محمد بخش صاحب (ص۳) میں برزخ کے معنی رابطہ اور واسطہ کے لکھے ہیں۔

اور مرزا صاحب نے (ص۲۶، خزائن ج۶ ص۳۲۱) پر لکھا ہے کہ ان معانی مبارکہ کے ماخذ دقیق ہیں۔ اس لئے ہر ایک سطحی خیال کا آدمی اس طرف توجہ نہیں کرسکتا اور موٹی سمجھ اس کو نہیں پاسکتی۔ آنے والے مسیح کے متعلق امام ربانی لکھتے ہیں کہ جب وہ باریک باتیں اپنے اجتہاد کی بیان کریں گے۔ علماء ظواہر ان باتوں کو جو نہایت باریک دقیق المقاصد ہوں گے، انکار کریں گے اور مخالف سنت جانیں گے۔ (مکتوب ج۲ ص۵۵) پس مرزا صاحب نے نہ نفخ صور کا انکار کیا، نہ حشر اجساد اور نہ قیامت کا اور مرزا صاحب کی تعلیم کے مطابق تمام جماعت احمدیہ ان سب باتوں کا اقرار کرتی ہے۔

چوتھی وجہ تکفیر مرزا صاحب جو بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ: حضرت مسیح موعود نے انبیاء کی توہین کی ہے اور انبیاء کی توہین کرنا کفر ہے۔ توہین کی جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کسی کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کی جائے، جو اس میں نہیں پائی جاتی ہے یا کسی منصب کا جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے سرفراز فرمایا ہے، اس کا اپنے لئے دعویٰ کیا جاوے۔

حضرت مسیح موعود کے عقائد کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں جن میں آپ نے صاف تحریر فرمایا ہے کہ میں خدا کے تمام رسولوں پر ایمان لاتا ہوں اور فرماتے ہیں:

ہر رسولے آفتاب صدق بود ہر رسولے بود مہر انورے
ہر رسولے بعد ظل دین پناہ ہر رسولے بود باغ مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک کار دیں ماندے سراسر ابترے
آں ہمہ ازیک صدف صد گوہر اند متحد در ذات و اصل گوہرے

(براہین احمدیہ حصہ اوّل ص۱۱،۱۲، خزائن ج۱ ص۲۰)

پہلا حوالہ: پھر فرماتے ہیں ؎

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم ص۵۸، خزائن ج۲۰ ص۴۵۶)

پہلا شعر جو انبیاء کی توہین ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود کا پیش کیا ہے وہ یہ ہے۔

آنچہ داد است ہر نبی را جام داد آں جام را مرا بتمام

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

حالانکہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے انبیاء کی توہین لازم آتی ہو۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جو جام عرفان الٰہی اور ایقان کا ہر نبی کو دیا گیا، وہی خدا تعالیٰ نے وہ پورے کا پورا مجھے بھی دیا ہے۔ جس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی اور ان سے کلام کیا، ایسے ہی خدا تعالیٰ نے مجھے مکالمہ ومخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے جو میرے لئے باعث ازدیاد ایمان وعرفان وایقان ہوا۔ جیسا کہ اس سے اگلے شعر میں فرماتے ہیں ؎

دل من بردو الفت خود داد!! خود مراشد بوحی خود استاد
وحی اور اعجب اثر دیدم!! روئے آں مہر زاں قمر دیدم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

دوسرا حوالہ: آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا پیش کیا گیا ہے۔ اس الہام کے یہ معنی ہیں کہ جو اس امت میں اولیاء اقطاب وابدال گزرے اور انہیں آنحضرت ﷺ کی اتباع سے جو مراتب روحانیہ ملے، ان سب سے بڑھ کر مجھے اللہ تعالیٰ نے آسمانی برکات سے حصہ دیا۔ چنانچہ اسی قسم کے دوسرے الہام: ''**لانی فضلتک علی العالمین**'' کا یہ ترجمہ کیا ہے: ''اور جس قدر لوگ تیرے زمانہ میں ہیں سب پر میں نے تجھے فضیلت دی۔'' اگر سب دنیا اگلی پچھلی مراد ہوتی تو ''تیرے زمانہ'' کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ صوفیاء نے یہ تسلیم کیا ہے کہ مہدی موعود معارف اور علوم اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء سے بڑھ کر ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن آنحضرت ﷺ کا باطن ہے۔

اس طرح تو کوئی سید عبدالقادر جیلانی پر بھی اگر ان الفاظ کی عمومیت کو مدنظر رکھا جاوے تو ان پر بھی ان کی عمومیت کو دیکھ کر توہین انبیاء کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے: ''**وانا من وراء عقولکم فلا تقیسونی علی احد ولا تقیسوا احد**

اعلیٰ (فتوح الغیب مع شرح فارسی ص ۲۲) ’’کہ مجھ تک تمہاری عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔ پس تم مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس مت کرو۔ یعنی میرے کوئی برابر نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ: فریق ثانی کی طرف سے پیش کیا گیا ہے۔ وہ شعر یہ ہے ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم زکسے

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

اس شعر میں بھی انبیاء کی قطعاً توہین نہیں پائی جاتی۔ اس میں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ میں اپنی معرفت اور عرفان الٰہی میں اور اپنے یقین میں کسی نبی اور رسول سے کم نہیں ہوں اور یہ کمال جو مجھے حاصل ہوا تو وہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے بطریق وراثت ملا ہے۔ جیسا کہ اگلے شعر میں فرماتے ہیں ؎

وارث مصطفیٰ شدم بہ یقین شدہ رنگین برنگ یار حسین

(نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

اور حقیقی بات یہی ہے۔ بعض تو ابوجہل اور فرعون کے وارث ہوتے ہیں اور بعض آنحضرت ﷺ کی روحانیت کے وارث۔

چوتھا حوالہ: فریق مخالف نے پیش کیا ہے۔ وہ یہ شعر ؎

زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

(نزول المسیح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۸)

اس شعر میں بھی رسولوں کی کوئی توہین نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک نہایت ہی لطیف مضمون کو ادا کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس الحاد اور دہریت اور گمراہی کے زمانہ میں جب کہ اکثر لوگوں نے انبیاء کو نبوتوں کا انکار کر دیا اور طرح طرح کے ان پر حملے کئے اور انہیں نعوذ باللہ! مکار اور فریبی وغیرہ کہا۔ انہیں دعویٰ وحی میں جھوٹا جانا اور جو نبیوں پر وحی کے نزول کے قائل تھے، ان سے استہزاء اور ہنسی کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کے ذریعہ وحی کا ثبوت دیا اور بتادیا کہ جس طرح میں اس بندہ سے مکالمہ کرتا ہوں اور یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ اسی طرح میں اپنے پہلے بندوں سے بھی کلام کرتا رہا ہوں۔ پس آپ کا دعویٰ وحی میں صادق ہونا گویا تمام ان انبیاء صادق ہونا ہے جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جن کے دعویٰ نبوت ووحی کو از راہ ظلم مکر اور فریب قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس شعر سے پہلے دو شعروں میں الہام کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں ؎

دست غیم پرورد ہر دم کرد وحیش بمن ظہور اتم

نور الہام ہمچو بادصبا نزوم آرد زغیب خوشبوہا

(نزول المسیح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۸)

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے اس غلط نتیجہ کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے کہ اس سے مرزا صاحب کی تمام انبیاء پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جو موجب کفر وارتداد ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ شیعہ صاحبان پر بھی یہی فتویٰ عائد ہو اور ان کو مرتد قرار دے کر شیعہ وسنی مرد وعورت کا نکاح حرام۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ بارہ امام سوائے آنحضرت ﷺ کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل وبرتر ہیں۔ جیسا کہ شیعوں کی معتبر کتاب (بحار الانوار ج ۷ ص ۳۴۵) باب: ’’تفضیلھم علی الانبیاء وعلیٰ جمیع الخلق‘‘ میں لکھا ہے: ’’اعلم ما ذکرہ رحمہ

اللّٰہ من فضل نبینا وائمنا صلوٰت اللّٰہ علیم علیٰ جمیع المخلوقات وکون ائمنا افضل من سائر الانبیاء ھو الذی لا یرتاب فیه من تتبع اخبارھم ’’یعنی جو کچھ تمام مخلوقات پر آنحضرتﷺ اور بارہ اماموں کے باقی تمام انبیاء سے افضل ہونے کی نسبت ذکر کیا۔ یہ ایسی پختہ بات ہے کہ اس میں ان کے حالات سے واقف شخص کبھی شبہ نہیں کرسکتا۔

فریق مخالف نے حضرت مسیح موعود پر ایک الزام یہ لگایا ہے کہ آپ نے آنحضرتﷺ کی توہین کی ہے اور اپنے کو ان پر فضیلت دی ہے۔ اس لئے میں آپ کا عقیدہ آپ کی کتاب سے پیش کرتا ہوں۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں: ’’یہ عربی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے۔ اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہوچکی تھی، وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہاء درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز سے واقف تھا، اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین وآخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطاء کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبیﷺ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبت کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبیﷺ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۱۵،۱۱۶، خزائن ج۲۲ ص۱۱۸،۱۱۹)

پھر اپنی جماعت کے لئے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ’’تم اس نبی پر اس کے غیر کو کسی نوع کی بڑائی مت دو تا تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمدﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔‘‘ (کشتی نوح ص۱۳، خزائن ج۱۹ ص۱۳،۱۴)

پھر فرماتے ہیں: ’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔ یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰﷺ ہے۔‘‘ (سراج منیر ص۷۲، خزائن ج۱۲ ص۸۲)

پھر فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورسارا ۔۔۔ نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہواہوں ۔۔۔ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم ص۵۷،۵۸، خزائن ج۲۰ ص۴۵۶)

پھر فرماتے ہیں ؎

ربط ہے جان محمدﷺ کو مری جان سے مدام ۔۔۔ دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں ۔۔۔ لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۲۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

پھر فرماتے ہیں ؎

بعد ازخدا بعشق محمد ﷺ مخمرم
گر کفر ایں بود بخداسخت کافرم
ہر تار پودمن بسرائد بعشق او
از خود تہی وازغم آل ولستان پرم
جانم فداشود برہ دین مصطفیٰ
ایں است کام دل اگر آید میسرم

(ازالہ اوہام ص۱۷۶، خزائن ج۳ ص۱۸۵)

پہلی وجہ: فریق مخالف نے جو توہین کی بیان کی ہے۔ یہ ہے کہ وہ آیات قرآنیہ جن میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو چند مراتب اور مقامات علویہ سے مشرف فرمایا تھا۔ انہیں مرزاصاحب نے اپنے اوپر چسپاں کرلیا ہے اور کہا ہے کہ یہ آیتیں جو قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ پر وارد ہوئیں۔ مجھ پر نازل ہوئیں۔

جواب: سوال کا جواب میں وہی دیتا ہے جو مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس طائفہ اہل حدیث پیشواء علماء مکفرین نے براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے دیا تھا۔ وہی میں یہاں دیتا ہوں وہ لکھتے ہیں: ''مؤلف براہین احمدیہ نے ہرگز یہ دعویٰ نہیں کیا کہ قرآن میں ان آیات کا موردنزول ومخاطب میں ہوں اور جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد رسول اللہ ﷺ وعیسیٰ علیہ السلام وابراہیم علیہ السلام وآدم علیہ السلام کے خطاب میں خدا نے فرمایا ہے۔ اس سے میرا خطاب مراد ہے۔''

پھر لکھتے ہیں: ''ان کو کامل یقین اور صاف اقرار ہے کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں ان آیات میں مخاطب ومراد وہی انبیاء ہیں، جن کی طرف ان میں خطاب ہے۔ اپنے اوپر ان آیات کے الہام یا نزول کے دعویٰ سے ان کی مراد (جس کو وہ صریح الفاظ میں خود ظاہر کر چکے ہیں۔ یہ ہم اپنی طرف سے اختراع نہیں کرتے) یہ ہے کہ جن الفاظ یا آیات سے خداتعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا ہے۔ انہی الفاظ یا آیات سے دوبارہ مجھے بھی شرف خطاب بخشا ہے۔ پر میرے خطاب میں ان الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں، جو معانی مقصود قرآن اور پہلی کتابوں سے کچھ مغائرت اور کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں اور وہ معانی ان معانی کے اظلال وآثار ہیں۔'' (اشاعۃ السنۃ ج۷ نمبر۴)

پھر مرزاصاحب نے براہین احمدیہ میں اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ: ''حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت کے کمالات قدسیہ میں شریک اور مساوی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ مگر چونکہ متبع سنن آں سرور کائنات اپنے غایت اتباع کی جہت سے اس شخص نورانی کے لئے جو وجود باجود نبوی ﷺ ہے، مثل ظل کے ٹھہر جاتا ہے۔ اس لئے جو کچھ اس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اس کے اس ظل میں بھی نمایاں اور ظاہر ہوتے ہیں اور سایہ میں اس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اس کی اصل میں ہے، ایک ایسا امر ہے جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ وہ اس شخص کے اصل کی ایک تصویر ہے جو اس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ پس لازم ہے کہ آپ یا کوئی دوسرے صاحب اس بات کو حالت نقصان نہ خیال کریں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے انوار باطنی ان کی امت کے کامل متبعین کو پہنچ جاتے ہیں۔ سمجھنا چاہئے کہ اس انعکاس انوار سے کہ جو بطریق افاضہ دائمی نفوس صافیہ امت محمدیہ ﷺ پر ہوتا ہے۔ دو بزرگ امر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے آنحضرت ﷺ کی بدرجہ غایت کمالیت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن

ہوسکتا ہے، وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے جس سے دوسرا چراغ روشن ہو سکے۔ دوسرے اس امت کی کمالیت اور دوسری امتوں پر اس کی فضیلت اس افاضہ دائمی سے ثابت ہوتی ہے اور حقیقت دین اسلام کا ثبوت ترو تازہ ہوتا رہتا ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ ج۷ نمبر۹)

علماء مقدمین نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ یہ مقامات امت محمدیہ آنحضرتﷺ کی اتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا روم کے شعر ؎

پس درآدر کار گہ یعنی عدم　تا بہ بینی صنع وصانع را بہم

کی شرح میں مولانا عبدالعلی صاحب بحرالعلوم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مقام فنائی صفات کا ہے جو حدیث قرب نوافل میں بیان ہوا ہے کہ خدا بندے کا کان آنکھ ہوجاتا ہے۔ دوسرا مقام فنائی ذات ہے۔ تیسرا مقام جمع الجمع وقاب وقوسین اور مقام کمال ہے۔ جیسا کہ آیت: ''ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ '' اس کی طرف اشارہ ہے۔ چوتھا مقام مقام احدیت جمع ہے۔ اس کو مقام ادنیٰ کہتے ہیں جو کہ آیت: ''ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ'' میں یہ لکھ کر فرماتے ہیں: ''وایں مقام باصالت خاص بخاتم النّبیین است وبوراثت کمال متابعت او کمل اولیاء رازیں حظی است۔'' (مثنوی دفتر۲ حاشیہ ص۷۷) کہ اگر چہ یہ مقام اصل میں تو خاتم النّبیینﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ مگر بطور وراثت اور کمال پیروی آنحضرتﷺ کے اولیاء کو ان مقامات سے حصہ ملتا ہے۔

۲...... شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں: ''وھو المقام المحمود الذی لا یشارکہ فیہ لہ من الانبیاء والرسل الانبیاء امتہ''

(ہدیہ مجددیہ ص۷۷) اور مقام محمود میں آنحضرتﷺ کا انبیاء اور رسولوں سے کوئی شریک نہیں سوائے ان اولیاء کے جو آپ کی امت سے ہوں۔ پس جب کہ اولیاء کو بھی یہ مرتبہ مل سکتا ہے تو مسیح موعود کو ملنے میں کیا مانع ہے۔

اسی طرح شرح ''فصوص الحکم'' میں شیخ عبدالرزاق قاشانی نے لکھا ہے: ''فلہ المقام المحمود'' کہ مہدی کے لئے مقام محمود ہے۔'' (شرح فصوص الحکم مطبوعہ مصر ص۵۳)

اور سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ انسان ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث ہوجاتا ہے۔ (فتوح الغیب مقالہ۴ ص۲۳)

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں ؎

ازیں حضیض وناء ت چوبگذری شاید　کہ تادنا فتدلیٰ صعود خود بینی

(دیوان معین ص۷۴)

رہا یہ امر کہ آیا ایسی آیتیں جن میں رسولﷺ کو خطاب کیا گیا ہے۔ وہ کسی پر دوبارہ اتر سکتی ہیں یا نہیں تو اس کا جواب میں کتاب ''اثبات الالھام والبیعۃ '' سے دیتا ہوں۔ مولوی عبدالجبار صاحب لکھتے ہیں کہ: ''اگر الہام میں اس آیت کا القاء ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہو تو صاحب الہام اپنے حق میں خیال کر کے اس کے مضمون کو اپنے حال سے مطابق کرے گا اور نصیحت پکڑے گا۔ اگر کوئی شخص ایک آیت کو جو پروردگار نے جناب رسول اللہﷺ کے حق میں نازل فرمائی ہے۔ اسے اپنے پروارد کرے اور اس کے امر ونہی اور تاکید وترغیب کو بطور اعتبار اپنے لئے سمجھے تو بے شک وہ شخص صاحب بصیرت اور مستحق تحسین ہوگا۔ اگر کسی پر ان آیات کا القاء ہو، جن میں

خاص آنحضرت کو خطاب ہے۔ مثلاً: ’’الم نشرح لک صدرک ‘‘ کیا نہیں کھولا ہم نے واسطے تیرے سینہ تیرا۔ ’’ولسوف یعطیک ربک فترضٰی. فسیکفیکهم الله. فاصبر کما صبروا والعزم من الرسل. واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه. فصل لربک وانحر. لا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع هواه. ووجدک ضآلا فهدیٰ‘‘

تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے گا۔ انشراح صدر اور رضا اور انعام ہدایت جس لائق یہ ہے۔ علیٰ حسب المنزلت اس شخص کو نصیب ہوگا اور اس امر و نہی وغیرہ میں اس کو آنحضرت کے حال میں شریک سمجھا جائے گا۔‘‘ (اثبات الالہام والبیعۃ ص۱۴۲،۱۴۳)

اسی طرح سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں: ’’ثم ترفع الی الملک الاکبر فتخاطب بانک الیوم لدینا مکین امین‘‘ (فتوح الغیب مع شرح فارسی مقالہ ۲۸ ص۱۷۱)

یعنی جب تو مرتبہ فناء میں کمال کو پہنچ جائے گا تو تیرا خدا کی طرف رفع کیا جائے گا اور خدا تجھے مخاطب کرے گا کہ: ’’انک الیوم لدینا مکین امین‘‘ اور یہ قرآن مجید کی آیت ہے سورۂ یوسف میں موجود ہے۔

مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی مطبوعہ الف ثانی مطبوعہ دہلی کے (ص۱۳۶) پر لکھا ہے کہ: ’’مجدد الف ثانی کے سب سے چھوٹے فرزند حضرت شاہ محمد یحییٰ کے تولد سے پہلے حضرت مجدد صاحب کو الہام ہوا تھا۔ ’’انا نبشرک بغلام اسمه یحیٰی‘‘ اسی رعایت سے ان کا محمد یحییٰ ہوا۔‘‘

اب میں حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی کی تالیف ’’علم الکتاب‘‘ سے وہ آیات پیش کرتا ہوں جو انہیں الہام ہوئیں۔‘‘

’’تحدیث نعمة الرب‘‘ کے عنوان کے ماتحت فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے میرے قلب میں الہام خاص سے یہ حکم دیا ہے کہ: ’’ان احکم بینهم من احکام الله تعالیٰ وادعهم الی الطریقه المحمدیة بماانزل الله فی کتابه من الأیات التی هی الشاهدات البینات علی حقیتک ولا تتبع اهوائهم واستقهم کما امرت، فان تولوا عن طریقتک الحق فقل حسبی الله انما یرید الله ان یصیبهم بما وعد للفاسقین وان کثیرا من الناس لفاسقون افحکم الجاهلیة یبغون فی زمان یحکم الله بایاته ما یشاء حسب رضاء رسوله محمد ﷺ علی لسان المحمدیین الخالصین ومن احسن من الله حکما لقوم یؤمنون...... هذا ما امرنی الله ببیانه وحکمنی ان احکم به بینکم فحکمت بحکمة بینکم بالقسط ان الله یحب المقسطین ورانی ربیٰ آیاته الکبریٰ واعطانی کلماته العلیا واتانی هذا الکتاب ونادانی بالخطاب حیث قال لی یا خلیفة الله ویاأیة الله انی شهدت بعبودتیک فاشهدانت بالوهیتی انک عبدی ومقبولی ومقبول رسولی قلت یا رب اشهد ان لااله انت و اشهد انک علی شی شهید......قال یا عبدالله ویاعارف بالله انی جعلتک مظهرا جامعا لکل ظهوراتی فاذهب بایاتی الی کل مخلوقاتی ودعوتک من الجمع الالٰهی والجمع المحمدی فمن اطاعک فقد اطاع الله والرسول قلت یارب قبلت جمیع احکامک...... وقال یا مورد الواردات ویامصدر الایات انا جعلناک آیة للناس لعلهم یرشدون ولکن اکثر الناس لا یعلمون قلت یارب تعلم مافی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ان تعذبهم فا نهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم وقال قل لو کانت الحقیقة زائدة مماکشف علی لاظهرها الله علی

لانہ تعالیٰ اکمل لی الدین واتم علی نعمتہ ورضی لی الاسلام دینا ولو کشف الغطاء ماازددت یقینا ان ربی لذو فضل عظیم‘‘ (علم الکتاب ص۶۱)

پھر(ص۶۴) میں فرماتے ہیں:’’وقال بالالھام الشافی اذھب بکتابی ھذا واکتب الأیات فی کتابک والقہ الی الناس ثم قال عنھم بالتجاھل العارف فانظرماذایرجعون ایرجعون الی الانکار اویاتوننی مسلمین وانذر عشیرتک الاقربین بانذار اللہ ورسولہ واخفض جناحک بالمحبۃ والتواضع لم اتبعک من المومنین فیٰا یھا المحمدیون الخالصون ایدنی ربی بتائید الروح الامین لا کون بنصرتہ تعالیٰ وعنایۃ رسولہ علیہ السلام من المنذرین والمبشرین بلسان عربی مبین وانہ لھدی ورحمۃ للمومنین. وانی توکلت علی اللہ ربی وفوضت امری الیہ واللہ یحب المتوکلین وھو یھدی من یشاء ویجعلہ المحمدیین الخالصین ویضل من یشاء بانکار الطریقۃ المحمدیۃ ویجعلہ من المنکرین والمجرمین فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین. وقال لی بالرافۃ الربانیۃ لاتحزن علیھم ولاتکن فی ضیق مما یمکرون انما ھم مکروابالنفاق ومکراللہ ان یمدھم فی طغیانھم واللہ خیر الماکرین. وما انت بھاد العمی عن ضلالتھم ان تسمع الا من یومن بایاتنافھم مسلمون فالذین یصدقونک انما یؤمنون بایاتنا والذین یکذبونک بالجھالۃ فاعلم ان الناس کانوا بأیاتنا لا یوقنون ھذا ما ایدنی ربی بایاتہ القرآنیۃ والمنکرون لا یؤمنون حتیٰ اذاجائوانی المحشر وقال اللہ تبارک وتعالٰی اکذبتم بایاتی ولم تحیطوا بھا علما ووقع القول علیھم بما ظلموا فھم لا ینطقون واللہ علیم بالمفسدین. وبشر الذین اٰمنوابایاتہ واختار والمحمدیۃ الخالصۃ ان لھم جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ابداواللہ لا یضیع اجرالمحسنین...... وانی لا اقول الا مامرنی بہ ربی وانہ خصصنی برحمتہ الخاصۃ وھو ارحم الراحمین ولقد القی اللہ علی قلبی من أیات مبینات مع انی لست بحافظ القرآن ویضرب مثلاً من الذین خلوا من قبلکم ویغظ موعظۃ للمتقین فاتقو للہ واطیعون وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجر الا علٰی رب العالمین. قال مکذبون سواء علینا او عظت ام تکن من الواعظین وقالو انک لست من الاولیاء المقربین ومااٰتاک اللہ من العلم الا قلیلاومانت الا بشرمثلنا ان نظنک لمن الکاذبین وتکون للاولیاء کرامات وتصرفات فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصادقین ویل للمکذبین سیرون کیف تکون عاقبۃ للمفسدین فلا یعقلون انما ھی اٰیات القرآن تتلیٰ علیھم وماھذالاکتاب مبین وھذا من فضل ربی وھو یختص بفضلہ من یشآء من عبادہ المؤمنین‘‘

مذکورہ بالا اقتباس میں قرآن مجید کی پچیس آیات ہیں جو حضرت خواجہ میر درد نے بذریعہ الہام اپنے اور اپنے مخالفین اور مومنین پر چسپاں کی ہیں اوران میں سے بعض آیات ایسی ہیں۔جن میں آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے۔جیسے کہ آیت ۱،۱۲،۱۳،۱۵وغیرہ میں ہے۔

پس جب کہ گزشتہ اکابر اولیاء قرآن مجید کی آیات کا نزول بطور الہام تسلیم کرتے ہیں اور بطریق وراثت ان مقامات کا حصول جو پہلے انبیاء کو دیئے گئے۔صحیح مانتے ہیں تو پھر کیا یہ تمام اولیاء نعوذ باللہ کافرومرتد تھے۔

دوسری وجہ: توہین فریق مخالف نے پیش کی ہے یہ ہے کہ مرزا صاحب نے یہ کہا ہے کہ میرا نام خدا نے محمد اور احمد رکھا اوراس سے

انہوں نے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ ظلی طور پر محمد کہنے سے نبوت کا دعویٰ صاف طور پر عیاں ہے۔ اس کلمہ میں حضرت سرور عالم کی توہین ہے اور اس قدر کفریات ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہوتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ! فریق ثانی کے گواہان کے بیانات میں درج ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کسی کتاب میں یہ نہیں کہا کہ میں جسمانی طور سے وہی محمد ﷺ ہوں۔ جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے آئے تھے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ظلی اور بروزی طور پر وہی محمد ﷺ ہوں۔ میں ان کا خادم ہوں اور وہ میرے مخدوم ہیں اور میں آپ کا ظل ہوں اور آپ اصل ہیں۔ یعنی میں آپ کی خدمت اور آپ کی شاگردی اور آپ کی اتباع میں اس قدر فنا ہوا ہوں گویا کہ میرا وجود آپ کے وجود سے بلحاظ روحانیت علیحدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ رسالہ ایک غلطی کے ازالہ کی عبارت سے بھی ظاہر ہے۔

پھر آپ خطبہ الہامیہ میں جہاں اسی امر کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''والنسبة بيني وبينه كنسبة من علم وتعلم''
(خطبہ الہامیہ ص۱۷۰، خزائن ج۱۶ ص۲۵۸)

میرے اور آنحضرت کے درمیان شاگرد اور استاد کی نسبت ہے۔ یعنی آپ استاد ہیں اور میں شاگرد اور جو شخص کسی کی محبت اور عشق میں محو ہو جاتا ہے۔ تو اس کا مقتضاء عاشق اور معشوق اور محبّ اور محبوب کا اتحاد ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام ربانی فرماتے ہیں: ''مقتضائے کمال محبت رفع اثنیلیت است واتحاد محبّ ومحبوب۔'' (مکتوبات ج۳ ص۱۵۱، مکتوب ص۸۸)

وہر کہ برقلب کسے بود یعنی آنکس است وابوالحسن خرقانی کہ از روح بایزید قدس سرہ تربیت یافتہ را کہ از روح کا ملی تربیت یافتہ ودر ظاہر اوراندیدہ وبصحبت اونرسیدہ بوداویسی میگونید۔'' (مثنوی دفتر چہارم ص۱۵۰)

اگر یہ کہا جاوے کہ اور کوئی اس مقام پر امت محمدیہ سے نہیں پہنچا تو اس سے تمام امت کی، صحابہ کی، عشرہ مبشرہ کی، اربعہ خلفاء کی توہین لازم آتی ہے۔ لیکن اس سے کوئی توہین نہیں۔ کیونکہ علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ امام مہدی ان سے افضل ہوں گے۔

کتاب (حجج الکرامہ ص۳۸۶) میں امام ابن سیرین کا قول مہدی کے بارہ میں نقل کیا ہے: ''**قال يكون في هذه الامة خليفة خير من ابي بكر وعمر قيل خير منهما قال قد كاد يفضل علىٰ بعض الانبياء**'' محمد بن سیرین نے کہا۔ اس امت میں حضرت ابوبکر وعمر سے بہتر خلیفہ ہوگا تو کسی نے کہا کہ دونوں سے بہتر ہوگا تو انہوں نے جواب دیا۔ بلکہ وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ: ''حضرت مہدی کی حضرت ابوبکر وعمرؓ پر فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ ان کا نام تو آنحضرت ﷺ نے نائب رسول رکھا اور مہدی کا نائب خدا۔''

اور شرح فصوص الحکم میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ: ''مہدی جو آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے وہ احکام شرعیہ میں آنحضرت ﷺ کے تابع ہوں گے۔ معارف اور علوم اور حقیقت کے علم میں تمام انبیاء اور اولیاء اس کے تابع ہیں۔ کیونکہ اس کا باطن محمد ﷺ کا باطن ہے۔''

بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا روحانی فیض جاری ہے اور آپ کی اتباع سے پیچھے آنے والوں کو بھی وہی نعمتیں عطاء ہوتی ہیں۔ جو پہلوں کو ملیں بلکہ بعض وقت اس سے زیادہ۔

جیسا کہ امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے: ''**وقد يعطى الله تعالىٰ من جاء في اٰخر الزمان ماحجبه عن اهل العصر الاول**'' بعض دفعہ اللہ تعالیٰ پچھلے زمانہ میں آنے والوں کو وہ علوم اور معارف عطا کرتا ہے جو کہ پہلوں کو نہیں دیئے۔
(طبقات شعرانی ج۲ ص۸۰)

اور خواجہ شمس تبریز تو یہاں تک لکھتے ہیں ؎

علیؓ و خالد و رستم بگرد من نرسد بدست نفس مخنث چرا زبوں باشم

(دیوان شمس تبریز ص۲۲۴)

اور مرزا صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ پایا وہ آنحضرتﷺ کی پیروی کی برتک سے پایا اور مجھے کسی مرتبہ کی پروا نہیں۔ صرف اعانت اسلام مدنظر ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں: ''پس اس مقام پر انسان اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہو کر دوئی کو اٹھا دیتا ہے۔ لیکن اس مقام کو موجودہ علمائے ظواہر نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ وہ اس سے بے خبر ہیں۔''

چنانچہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم کو جو خط حضرت مرزا صاحب نے ان کے خط کے جواب میں لکھا۔ اس میں ایک مثنوی ہے۔ جو کتاب (اشارات فریدی جلد سوم ص۹۸) پر درج ہے۔ اس میں آپ رسول اللہﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

بسکہ من در عشق اوہستم نہاں من ہما نم من ہمانم من ہماں

جان من از جان اویابد غذا از گریبانم عیاں شد آں ذکا

احمد اندر جان احمد شد پدید اسم من گردید آں اسم وحید

اور خواجہ غلام فرید صاحب اس خط کے سننے سے بدرجہ غایت مسرور ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: ''کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بجہت کمال متابعت وفرط محبت بلکہ بمحض عنایت وموہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب می نمایند وبکلیت برنگ ایشاں منصبغ میگردند حتی کہ فرق نمی ماند درمیان متبوعان وتابعان الا بالاصالت والتبعیۃ والاولیۃ والآخریۃ'' کہ انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بہ سبب کمال متابعت انہی میں جذب ہو جاتے ہیں اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہوتے ہیں کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور امتی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ سوائے اوّل وآخر ہونے کے۔

(مکتوبات مکتوب ۲۴۸ ج۱ ص۲۶۶)

بلکہ بروزی طور پر فرمایا ہے اور (تحفہ گولڑویہ ص۱۰۱، خزائن ج۱۷ ص۲۶۳) میں لکھا ہے: ''آنحضرتﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا۔ تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرتﷺ کا ظہور تھا۔''

لیکن صوفیاء نے اسی مقام کو عینیت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ بحرالعلوم مولوی عبدالعلی صاحب مثنوی مولانا روم کے شعر ؎

گفت زیں سو بوئے یارے میرسد کاندریں وہ شہر یارے میرسد

کی شرح میں فرماتے ہیں:

''بایزید چوں قطب وقت بود عین رسول بود چرا کہ قطب نمی باشد مگر برقلب محمدﷺ'' ؎

بروئے یارکہ ہرگز نہ رتبتے خواہم مگر اعانت اسلام مدعا باشد

(درثمین ص۲۵۲)

تیسری وجہ توہین جو بیان کی گئی ہے۔ وہ قول: ''لہ خسف القمر المنیر وان لی'' سے اخذ کی گئی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کے لئے اگر چاند اور سورج کا گرہن نشان ہوا تو وہ اسی لئے کہ احادیث کی کتب میں یہ سچے مہدی کی علامات میں سے قرار دیا گیا تھا۔ پس یہ

نشان بھی آنحضرتﷺ کی طرف منسوب ہوگا۔ چنانچہ آپ اسی شعر سے پہلے فرماتے ہیں ؎

وانی ورثت المال مال محمد فما انا الا الہ المتخیر

اور میں محمدﷺ کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس ان کی آل برگزیدہ ہوں۔ جس کو ورثہ پہنچ گیا۔

پھر فرماتے ہیں: مجھے اس کی قسم جس نے آسمان بنایا۔ ایسا نہیں کہ اس کی اولاد نہ ہو۔ بلکہ ہمارے نبیﷺ کے لئے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں اور قیامت تک ہوں گے اور ہم نے اولاد کی طرح وراثت پائی۔ پس اس سے بڑھ کر اور کون سا ثبوت ہے جو پیش کیا جائے۔

پھر اس شعر کے بعد کے شعروں میں یہ بتایا کہ وہ رسول اللہﷺ کا ظل ہیں اور سایہ کیوں کر اپنے اصل سے مخالف ہوسکتا ہے۔ پس وہ روشنی جو اس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔ پس جو آپ کے لئے نشان ظاہر ہوتے ہیں، وہ آنحضرتﷺ کی ہی برکت سے ہیں۔ پس اس میں بھی کوئی بات موجب توہین نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض: حضرت مرزاصاحب نے اپنے آپ کو افضل قرار دے کر آنحضرتﷺ کی توہین کی ہے۔ کیونکہ اپنے معجزات کو آنحضرتﷺ کے معجزات سے بڑھ کر بیان کیا ہے۔ چنانچہ (تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۲) میں آنحضرتﷺ کے معجزات کو ۳ہزار اور (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲) میں اپنے معجزات کو دس لاکھ اور (حقیقت الوحی ص۶۷،۶۸، خزائن ج۲۲ ص۷۰،۷۱) میں تین لاکھ بتایا ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ تحفہ گولڑویہ میں جہاں آپ نے آنحضرتﷺ کے تین ہزار معجزات بتائے ہیں۔ وہاں اپنی پیش گوئیاں سو کے قریب لکھی ہیں۔ اپنے دس لاکھ تو ایسے نشانات بتائے ہیں کہ اگر ویسے نشانات آنحضرتﷺ کے شمار کئے جائیں تو دس ارب سے بھی زیادہ ہوں۔

کیونکہ آپ نے (براہین احمدیہ حصہ پنجم) میں ہی ان نشانوں کی تفصیل بیان کردی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۸، خزائن ج۲۱ ص۷۵)

مرزاصاحب نے جہاں معجزہ کا لفظ لکھا ہے۔ وہاں اپنی پیش گوئیاں سو کے قریب قرار دی ہیں۔ لیکن جہاں تعداد تین لاکھ یا دس لاکھ بتلائی ہے۔ وہاں معجزہ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ نشان کا لفظ لکھا ہے اور نشانوں کی تفصیل کتاب (حقیقت الوحی ص۶۷،۶۸، خزائن ج۲۲، ص۷۰،۷۱) پر ہے جو الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے کہ بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ جن میں خداتعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدہ کے موافق دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا...... مسیح موعود ہوں اور آپ نے جو تین ہزار معجزات لکھے ہیں تو وہ گزشتہ علماء کے اقوال کے مطابق ہیں کیونکہ بعض نے تو آپ کا ایک ہزار معجزہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر (غنیۃ الطالبین ج۱ ص۶۶) میں فرماتے ہیں۔

آنحضرتﷺ کو وہ تمام معجزات دیئے گئے جو پہلے انبیاء کو عطا ہوئے اور ان سے زائد بھی ''وقد عدھا بعض اھل العلم الف معجزۃ'' اور بعض علماء نے ان معجزات کو ایک ہزار تک شمار کیا ہے اور بعض نے دو ہزار لکھے ہیں۔ جیسا کہ مولوی آل حسن صاحب اپنی کتاب استفسار میں فرماتے ہیں۔ حضور سرور کائناتﷺ کے معجزات اسی طرح یعنی باسناد صحیحہ متصلہ تخمیناً دو ہزار ثابت ہیں۔

اور بعض نے بارہ سو اور بعض نے تین ہزار معجزات لکھے ہیں۔ جیسا کہ (فتح الباری ج۶ ص۴۲۵) میں لکھا ہے۔ لیکن مرزاصاحب کا اپنا عقیدہ آنحضرتﷺ کے معجزات کے متعلق یہ ہے۔

’’اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے۔ کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے جس قدر ہمارے نبی ﷺ سے کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات ان کے ساتھ ہی مر گئے۔ مگر ہمارے نبی ﷺ کے معجزات اب تک ظہور میں آرہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے اور جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوا ہے۔ دراصل وہ سب آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۳۵، خزائن ج۲۲ ص۴۶۸،۴۶۹)

اسی طرح (تریاق القلوب ص۶،۷، خزائن ج۱۵ ص۱۴۰،۱۴۱) میں فرماتے ہیں: ’’میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد ﷺ کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کا یقین کے نور سے پر ہوتے پایا...... اے تمام وہ انسانی روح جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو، میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔‘‘

پس مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہے۔ حضرت مرزاصاحب کو بھی جو نشانات ملے ہیں۔ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا نتیجہ ہیں اور درحقیقت وہ آپ کی طرف منسوب ہیں۔ پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ پر فضیلت دی ہے۔ محض افتراء ہے۔ فریق مخالف نے یہ بھی کہا کہ مرزاصاحب نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام پر فضیلت دی۔ جس سے ان کی توہین ہوئی۔ حالانکہ آپ نے صرف ایک وجہ فضیلت بیان کی ہے، وہ یہ ہے۔

یوسف علیہ السلام نے یہ دعاء کی تھی کہ اے میرے رب مجھے قید بہتر ہے۔ اس چیز سے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اور یہی کلمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی الہام کیا اور مجھے خداتعالیٰ نے قید ہونے سے بچالیا۔ کیونکہ (براہین احمدیہ ص۵۱۰) میں میری نسبت خداتعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ: ’’یعصمک اللہ من عندہ وان لم یعصمک الناس‘‘ یعنی خداتعالیٰ تجھے خود بچالے گا۔ اگرچہ تیرے پھنسانے پر آمادہ ہوں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۶، خزائن ج۲۱ ص۹۹)

پھر (ص۸۹،۹۰، خزائن ج۲۱ ص۱۱۷) پر آپ نے اصولی طور پر لکھا ہے: ’’اور جو کچھ خداتعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کے ساتھ رنگارنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں ان معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے۔‘‘

پس ایک نبی کا دوسرے نبی پر کسی وجہ سے فضیلت کا اظہار کرنا دوسرے نبی کی توہین نہیں ہے۔ بلکہ اکابر امت نے تو یہاں تک تسلیم کیا ہے کہ جزئی فضیلت تو ولی کو بھی نبی پر ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو وہ علم نہیں دیاگیا تھا جو خداتعالیٰ نے اس عبدصالح کو عطاء کیا تھا۔

پس یہ جزئی فضیلت حضرت موسیٰ کی توہین کا موجب نہیں تھی۔

چنانچہ (ہدیہ مجددیہ ص۶۵ بحوالہ بدائع) میں لکھا ہے: ’’یجوز فضل الجزئی للولی علی النبی‘‘ کہ جزئی فضیلت ولی کو نبی پر ہوسکتی ہے۔‘‘ پھر (ص۶۸) میں مجدد الف ثانی کا قول لکھا ہے: ’’وایں قسم فضل ولی بر نبی جائز داشتہ اند کہ جزئی است کہ مجال معارضہ بکلی ندارد۔‘‘

اور آنے والے مہدی کے متعلق پہلے ابن سیرین کا قول درج کیا جاچکا ہے۔ ’’وہ قریب ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام سے بھی افضل ہو۔‘‘

قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر میں لکھا ہے: خضر علیہ السلام دوسرے اولیاء کی طرح میرا امتحان لینے کے لئے آئے، تو کہتے ہیں کہ میں نے مقابلہ کی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ اے خضر! کہ اگر تو نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن میں تجھے کہتا ہوں تو میرے ساتھ صبر کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ تو اسرائیلی اور میں محمدی ہوں۔ پس آپ نے بھی بوجہ اس فضل ورحمت جو آپ کو آنحضرت ﷺ کا امتی ہونے کی وجہ سے حاصل تھی۔ ایسی بات کہی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں کہہ سکے تھے۔ پس اگر کسی جزوی فضیلت کی وجہ سے کسی دوسرے کو کسی نبی پر فضیلت حاصل ہو تو اس میں سے اس کی توہین لازم نہیں آتی۔ پھر فریق مخالف نے توہین کے متعلق بھی کہا ہے۔ حضرت مرزاصاحب نے کہا ہے کہ شیطان اس لڑائی میں جو حضرت آدم سے ہوئی، غالب آیا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی دشمنی کی وجہ سے جنت سے نکلوایا۔ جس کی وجہ سے آپ کو انواع واقسام کی تکالیف ومصائب برداشت کرنی پڑیں تو اس میں کوئی امر موجب توہین نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ذکر تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرمایا ہے کہ: ''**فازلهما الشيطان عنها فاخرجهما مما كانا فيه وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو** (بقرہ:۳۶)'' پس شیطان نے ان کو وہاں سے (یعنی جنت سے) اکھاڑ دیا اور جس آرام میں وہ تھے۔ اس سے ان کو نکلوا چھوڑا اور ہم نے حکم دیا ہے کہ سب یہاں سے چلے جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

اسی طرح فرمایا: ''ہم نے آدم سے کہا: ''**ان هذا عدولک ولزوجک فلا يخرجنكما من الجنة فتشقى** (طٰہٰ:۱۱۷)'' کہ یہ ابلیس تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کو بہشت سے نکلوائے۔ پس تو دکھی ہو جائے اور تمہاری شامت آجائے۔ پھر فرمایا کہ: شیطان نے آدم علیہ السلام کو پھسلایا اور آخر ''**وعصىٰ اٰدم ربه فغوىٰ** (طٰہٰ:۱۲۱)'' آدم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور تنگی میں پڑ گئے۔''

پس اسی مقابلہ کی طرف آپ نے خطبہ الہامیہ میں اشارہ فرمایا ہے اور پھر لکھا ہے: ''**وان الحرب سجال وللاتقياء مآل عند الرحمن**'' کہ لڑائی ڈول کی طرح ہے۔ کبھی ایک فتح پاتا ہے تو کبھی دوسرا۔ لیکن انجام کار غلبہ خدا کے نزدیک متقیوں کے لئے ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ: شیطان کو ہزیمت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو پیدا کیا۔ تاکہ شیطان کو شکست دینے کا وعدہ جو قرآن میں تھا، وہ پورا ہو۔ یعنی شیطان کی کامل شکست کا ظہور مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ تھا چونکہ شیطان کا کوئی جسمانی وجود نہیں ہے۔ جس سے مقابلہ کیا جائے۔ بلکہ وہ اپنی قوت کا اظہار ان انسانوں کے ذریعے سے کرتا ہے جو اس کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیطان کا کامل مظہر دجال ہے، جس کے لئے مقدر تھا کہ وہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔

''اور جیسا کہ آدم نحاش کے ساتھ آزمایا گیا۔ جس کو عربی میں خناس کہتے ہیں۔ جس کا دوسرا نام دجال ہے۔ ایسا ہی اس آخری آدم کے مقابل پر نحاش پیدا کیا گیا۔ تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے۔ جیسا کہ حوا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام توریت میں نحاش اور قرآن میں خناس ہے۔ لیکن اب کی دفعہ مقدر کیا گیا ہے کہ یہ آدم اس نحاش پر غالب آئے گا۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۰۶ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۲۷۴،۲۷۵)

اور پھر (ص۱۰۷ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۲۷۵،۲۷۶) میں فرماتے ہیں: ''قرآن شریف میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اس نے سورۂ فاتحہ کو الضالین پر ختم کیا اور قرآن شریف کو خناس پر تا دانش مند انسان سمجھ سکے کہ حقیقت اور روحانیت میں یہ دونوں نام ایک ہی ہیں اور دجال کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس کا فتنہ سب فتنوں سے بڑھ کر ہوگا۔'' پھر فرمایا کہ: ''نوح علیہ السلام سے لے کر جتنے انبیاء آئے وہ

سب دجال کے فتنہ سے ڈراتے رہے اور یہ مسلّم ہے کہ دجال کا قاتل مسیح موعود ہے اور حضرت مسیح موعود نے شیطان کے قتل سے مراد دجال کا قتل ہی لیا ہے۔‘‘

قرآن مجید میں دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کی جو پیش گوئی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود اور مہدی کے وقت پوری ہوئی تھی۔ جیسا کہ مولانا اسماعیل شہید اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں: ’’وظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین درزمان پیغمبر ﷺ بوقوع آمدہ واتمام آن از دست حضرت مہدی واقع خواہد گردید۔‘‘ (منصب امامت ص۵۶)

پس جب دلائل کے رو سے شیطانی حجتیں کٹ جائیں گی، اسلام چاروں طرف پھیل جائے گا، حسب فرمان نبوت کہ مسیح موعود کے زمانہ میں تمام ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گی اور ہر سمت میں اسلام کا جھنڈا ہی لہرائے گا تو وہ شیطان کا قتل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت بھی اسی طرف اشارہ کررہی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ’’خطبہ الہامیہ‘‘ اور ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ میں اس بات پر مفصل بحث کی ہے۔

مرزاصاحب کے متعلق یہ بھی کہا کہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنے آپ کو افضل قرار دے کر توہین کی ہے اور ایسے طور پر اپنی فضیلت کا اظہار کرنا۔ جس سے فوق متصور ہو۔ وہ دوسرے کا موجب توہین ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے جو کچھ اپنی فضیلت کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ وہ کوئی موجب توہین نہیں ہے اور اگر تحدیث نعمت کے طور پر اتنی فضیلت کا اظہار کرنا توہین ہے تو نعوذ باللہ! آنحضرت ﷺ پر بھی یہ الزام آئے گا کہ آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ تورات کا ایک نسخہ آنحضرت ﷺ کے پاس لائے اور کہا یہ تورات ہے، آپ ﷺ سن کر خاموش ہوگئے۔ حضرت عمرؓ اسے پڑھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہونے لگا۔ اس پر ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو توجہ دلائی۔

حضرت عمرؓ نے کہا: ’’رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد نبیاً‘‘ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ’’لو بدالکم موسیٰ فاتبعوہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وادرک نبوتی لا تبعنی (مشکوٰۃ ص۲۷۲)‘‘ یعنی موسیٰ اگر اس وقت ظاہر ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم سیدھے راستے سے ضرور گمراہ ہو جاتے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ دوسری روایت میں ہے: ’’لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی‘‘ کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ اب یہاں رسول اللہ ﷺ نے صریح طور پر اپنی فضیلت کا اظہار موسیٰ علیہ السلام پر فرمایا اور ولا فخر ارشاد نہیں کیا۔

پس اس طرح مرزاصاحب کا اپنے مثیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا جو ان کو بوجہ آنحضرت ﷺ کے خلیفہ ہونے کے حاصل ہے۔ اظہار کرنا ہرگز موجب توہین نہیں ہے۔

مرزاصاحب فرماتے ہیں: یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے۔ نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں خدا نے میرے ضمیر کی اپنی پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ’’قل اجرد نفسی من ضروب الخطاب‘‘ یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا۔ یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے۔ میرا اس میں دخل نہیں ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲)

پھر (ص ۱۵۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۷) میں فرماتے ہیں: ''خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی۔ اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔'' وھذا تحدیث نعمة الله و لافخر '' اس کے آگے عبارت ذیل بھی جو تسلی دے رہی ہے، تک ختم ہوتی ہے قابل ملاحظہ ہے۔

پس مرزا صاحب کو عیسیٰ علیہ السلام پر جو فضیلت حاصل ہوئی تو وہ آنحضرت ﷺ کا متبع اور امتی ہونے کی وجہ سے ہے اور علماء خود مانتے چلے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی یہ خواہش کی تھی کہ: ''اللهم اجعلنى من امة محمد ﷺ'' (بحر المعانی مصنفہ حضرت سید محمد بن نصیر الدین جعفری المکی الحسینی ص ۱۶) کہ اے اللہ مجھے امت محمد ﷺ سے کیجیو۔ پس یہ تمنا کیوں تھی وہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے ایسے ایسے کمالات ملتے ہیں جو امم سابقہ میں نہیں پائے گئے۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎

ہم ہوئے خیرام تجھ سے ہی اے خیر رسل ۔۔۔ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(دافع الوساوس ص ۲۲۶، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

چنانچہ مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

عیسیم لیکن ہر آن کو یافت جان ۔۔۔ از دم من او بماند جاوداں

شد ز عیسیٰ زندہ لیکن بازمرد ۔۔۔ شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپرد

یعنی میں وہ عیسیٰ ہوں جس نے مجھ سے زندگی پائی وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جو مردے زندہ ہوئے وہ پھر مر گئے۔ مگر خوش ہو وہ شخص جس نے اپنے آپ کو اس عیسیٰ کے سپرد کیا۔ (مثنوی دفتر چہارم ص ۸۸)

اسی طرح حضرت شمس تبریز اپنے دیوان میں فرماتے ہیں ؎

آنچہ از عیسیٰ و مریم فوت شد ۔۔۔ گر مرا باور کنی آن ہم شدم

یعنی جو مرتبہ عیسیٰ اور مریم نہیں پا سکے وہ مجھے حاصل ہو گیا۔ (دیوان شمس تبریز ص ۲۱۲)

اگر مسئلہ فضیلت انبیاء موجب توہین انبیاء ہوتا پھر کسی رسول کو بھی دوسرے رسول پر فضیلت نہ ہوتی اور ماننا پڑتا کہ امت محمدیہ جو آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت دیتی ہے اور بالتصریف فضیلت دیتی ہے۔ وہ بھی دوسرے انبیاء کی توہین کرتی ہے۔ حالانکہ ایسا کوئی نہیں مانتا۔

شیخ محمود الحسن صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو مرثیہ لکھا ہے۔ اس میں ایسے اشعار بھی ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کی توہین لازم آتی ہے اور وہ یہ ہیں۔

زباں پر اہل اہواء کی ہے کیوں اعل ہبل شاید ۔۔۔ اٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

(مرثیہ ص ۶)

اس شعر میں رشید احمد گنگوہی کو آنحضرتﷺ کا ثانی قرار دیا گیا ہے۔

مسیحائے زمان پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو   چھپا چاہ لحد میں وائے وقعت ماہ کنعانی

(مرثیہ ص۶)

قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں   عبید سود کا ان کے لقب ہے ماہ کنعانی

(مرثیہ ص۱۱)

ان دونوں شعروں میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی ایسے میں تعریف کی گئی ہے۔ جس سے حضرت یوسف علیہ السلام کا استخفاف ہوتا ہے۔

پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا راستہ   جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی

گویا کعبہ شریف میں جو بیت اللہ ہے۔ وہ عرفان الٰہی لوگوں کو حاصل نہ ہوسکتا تھا جو گنگوہ میں حاصل ہوسکتا تھا۔

تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ   کہوں ہوں بار بار آرنی مری دیکھی بھی نادانی

اس میں گنگوہی کی قبر کو طور سے تشبیہ دی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر تجلی فرمائی تھی۔ پھر آگے حضرت مسیح علیہ السلام پر گنگوہی کو اس طرح فضیلت دیتے ہیں۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا   اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

لیکن ان اشعار کے قائل ان کے نزدیک مسلمان ہیں۔

دوسری بات جو فریق مخالف نے موجب توہین قرار دی ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود کا مندرجہ ذیل شعر ہے۔

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم   عیسیٰ کجاست تابنہد پابمنبرم!!

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

حالانکہ اس شعر کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ میں رسول اللہﷺ کی بشارات کے مطابق آیا ہوں تو اب عیسیٰ کیوں کرامت محمدیہﷺ میں آسکتے ہیں اور اگلے شعر میں ان کے نہ آنے کی یہ وجہ بیان کی ہے۔

آنرا کہ حق بجنت خلدش مقام داد   چوں برخلاف وعدہ بروں آرواز ارم

(ازالہ اوہام ص۱۵۹، خزائن ج۳ ص۱۸۱)

کہ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں جگہ دی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ ''وما ھم منھا بمخرجین'' کہ جنت سے کوئی نہیں نکالا جائے گا، کیونکر دنیا میں پھر آسکتے ہیں۔

پھر اس سے اگلے شعر میں اپنے مسیح ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں ۔

چوں کافر ازستم پرستد مسیح را   غیوریٔ خدا بسرش کرد ہمسرم
رو یک نظر بجانب فرقان زغور کن   تا بر منکشف شود ایں راز مضمرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۹، خزائن ج۳ ص۱۸۱)

اسی طرح دوسرا شعر جو اس ضمن میں گواہوں نے موجب توہین سمجھا ہے یہ ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

حالانکہ اس میں بھی وہی مضمون ادا کیا گیا ہے کہ تم امت محمدیہ ﷺ کی اصلاح کے لئے مسیح اسرائیل کے انتظار میں آسمان کی طرف آنکھیں لگائے بیٹھے ہو، جس کے یہ معنی ہیں کہ تمہیں ایک نبی کی ضرورت ہے۔ لیکن امت محمدیہ ﷺ کو اس نعمت سے محروم خیال کر کے مسیح موسوی کی راہ تک رہے ہو۔

پس اس لئے ابن مریم کے ذکر کو کہ وہ آسمان سے آئیں گے چھوڑو کیونکہ آنحضرت ﷺ کے ایک خادم نے اس مرتبہ کو پایا ہے جو اس سے بہتر ہے۔ چنانچہ ان شعروں سے پہلے آپ نے فرمایا ہے: ''عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کی رو سے واحد لاشریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو! میں اس کا ثانی پیدا کروں گا جو اس سے بھی بہتر ہے۔ جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام۔''

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

پس اس شعر سے نکلتا ہے تو یہی کہ جیسے امت محمدیہ ﷺ امت موسویہ سے افضل ہے اور اس میں امت موسویہ کی ہتک نہیں اور جیسے آنحضرت ﷺ جو مثیل موسیٰ ہیں اور اس میں موسیٰ کی ہتک نہیں۔ اس طرح مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے اور اس میں مسیح موسوی کی ہتک نہیں۔ اگر حقیقی فضیلت کا اظہار کفر ہوتا تو تمام امت محمدیہ ﷺ کے افراد جو آنحضرت کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کا اظہار کرتے ہیں، کافر ہوتے۔

تیسرا امر: جو فریق مخالف نے موجب توہین بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں مسیح کے معجزات کو مسمریزم کی قسم سے مانا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود ان کے معجزات کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ۔

معجزات انبیاء سابقین آنچہ در قرآن بیانش بالیقین

بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ہر کہ انکار کند از اشقیا است

اگر کہا جائے کہ معجزات مان کر ظاہری معانی میں نہ لینا کفر ہے تو پھر وہ تمام علماء بھی کافر ہوں گے، جنہوں نے ان آیتوں کو ظاہر پر محمول نہیں کیا۔ جن میں مسیح کے معجزات کا ذکر ہے۔ جیسا کہ مولوی آل حسن صاحب استفسار میں ''ابرئ الاکمہ والابرص'' کے معنی لکھتے ہیں۔ آنکھیں کھولنے اور اچھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس مذہب کو میں حق جانتا ہوں اسے بعض لوگوں نے اختیار کیا۔ یعنی بیماری کفر اور نابینائی ضلالت سے پاک ہوتے جاتے ہیں۔''

(استفسار بر حاشیہ ازالۃ الاوہام ص۱۳۵)

اس طرح مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے۔ اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مراد وہ امی اور نادان لوگ ہیں، جن کو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا اور اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا۔ پھر ہدایت کی روح ان میں پھونک دی جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔

(ازالہ اوہام ص۳۰۴ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۲۵۵)

مرزا صاحب (شہادۃ القرآن ص۷۸ حاشیہ، خزائن ج۶ ص۳۷۲) پر لکھتے ہیں کہ: ''ایک صاحب ہدایت اللہ نام جنہوں نے انکار معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز کو دے کر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے۔ وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ اوہام کی بعض عبارتوں سے یہ

نتیجہ نکالتے ہیں کہ گویا ہم نعوذ باللہ! سرے سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں۔ مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے اور ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں۔''

اسی طرح مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ''مخالف لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت مسیح علیہ السلام کے خالق طیور اور محی اموات ہونے کا منکر ہے اور اس کو نہیں مانتا۔ مگر میرا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح کے اعجازی احیاء اور اعجازی خلق کو مانتا ہوں۔ ہاں! اس بات کو نہیں مانتا ہوں کہ حضرت مسیح نے خدا تعالیٰ کی طرح حقیقی طور پر کسی مردہ کو زندہ کرنے اور پرندہ پیدا کرنے کو تسلیم کیا جائے تو اس سے خدا تعالیٰ کی خلق اور اس کا احیاء مشتبہ ہو جائے گا۔ مسیح علیہ السلام کے پرندوں کا حال عصائے موسیٰ کی طرح ہے جیسے وہ سانپ کی طرح دوڑتا تھا۔ مگر ہمیشہ کے لئے اس نے اپنی اصل حالت کو نہ چھوڑا تھا۔ ایسا ہی محققین نے لکھا ہے کہ: مسیح کے پرندے لوگوں کے نظر آنے تک اڑتے تھے۔ لیکن جب نظر سے اوجھل ہو جاتے تو زمین پر گر پڑتے اور اپنی پہلی حالت پر آ جاتے تھے اور خلق طیر کے معجزہ کی طرح مسیحائی کا احیاء بھی حقیقی رنگ کا نہ تھا کہ مردہ کی طرف اس کے تمام لوازم حیات لوٹ آتے ہوں۔ بلکہ حضرت مسیح کے اعجازی طور پر مردہ میں زندگی کی ایک جھلک نمودار ہوتی تھی جو آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ختم ہو جاتی تھی۔''

(ازالہ اوہام ص ۳۰۱ تا ۳۱۲ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۲۵۳ تا ۲۵۹) میں حضرت مسیح موعود نے انبیاء کے معجزات کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ''ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کا معجزہ تھا۔ دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جو الٰہی الہام سے ملتی ہے۔ جیسے حضرت سلمان کا محل والا معجزہ جس کو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا۔ پھر آپ نے حضرت مسیح کے معجزہ خلق طیر کو از قبیل معجزات قسم ثانی لکھا ہے۔ پس جب کہ حضرت مسیح موعود نے یہ تسلیم کیا ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کے حکم اور اذن سے کیا اور جس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا وہ معجزہ تھا۔ چاہے وہ عمل الترب ہی کیوں نہ ہو بہر حال وہ جب بحکم الٰہی ہوا اور حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہو تو وہ معجزہ ہوگا۔ آپ نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم باذن وحکم الٰہی الیسیع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے اور عمل الترب کے متعلق کہتے ہیں۔ اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا۔ ''ھذا (ھو الترب الذی لا یعلمون'' یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جس کی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں۔''

رہا یہ سوال کہ آپ نے خود اسے پسند نہ کیا وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ماموروں کو زمانہ کے لحاظ سے نقصانات دیتا ہے اور انہیں اس زمانہ کے مناسب قویٰ اور طاقتیں دی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس علمی زمانہ میں ایسے معجزات دکھانے کی ضرورت نہ تھی اس لئے لکھتے ہیں کہ: ''مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی ﷺ نے قدم مارا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو ان کی فطرت میں مرکوز تھے، باذن وحکم الٰہی اختیار کیا تھا۔ ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا۔''

(ازالہ اوہام ص ۳۱۰ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۲۵۸)

پس مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے معجزات کو معجزات تسلیم کیا ہے اور ان کے کسی معجزہ پر کوئی تحقیر و توہین نہیں کی۔

(کشتی نوح ص ۶۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱) کی عبارت سے فریق مخالف نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسیح کو شراب پینے والا قرار دے کر ان کی توہین کی ہے۔ کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود قرآن و انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس مقابلہ سے یہ مدنظر ہے کہ عیسائیوں کو بتایا جائے کہ قرآن مجید کی تعلیم تمہاری انجیل کی تعلیم سے نہایت اعلیٰ اور پاک ہے۔ اس وجہ سے اس حاشیہ میں عیسائیوں کے

مقابلہ مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ پس اس سے مراد یہ ہے کہ یورپ والے اگر شراب پیتے ہیں تو ان کی یہ دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ مگر اے مسلمانو! تم کس دلیل سے شراب پیتے ہو۔ ہاں! آپ نے مسیح علیہ السلام کے شراب پینے کی ایک توجیہ بیان کردی ہے کہ انہوں نے اگر شراب پی ہو تو وہ کسی بیماری کی وجہ سے پی ہوگی یا انہیں کوئی پرانی عادت چلی آتی ہوگی۔ خود علماء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ پہلے انبیاء کی شریعتوں میں شراب حرام نہ تھی یہ صرف امت محمدیہ ﷺ پر حرام کی گئی۔ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۱۷۰)

پس اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مسیح نے بھی کسی نامعلوم وجہ سے (بیماری وغیرہ) شراب پی لی تو اس سے ان کی توہین کیسے لازم آئی اور عیسائی اس بات کو خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شراب پیتے تھے۔ (ازالۃ الاوہام ص ۱۳۷۰ اور اس کے حاشیہ پر استفسار ص ۳۵۲)

پانچواں حوالہ: فریق مخالف نے (دافع البلاء ٹائٹل، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰ حاشیہ) سے پیش کیا ہے، جو یہ ہے: ’’لیکن مسیح کی راست بازی سے لے کر...... مانع تھے۔‘‘ اس حوالے سے فریق مخالف نے یہ سمجھا ہے کہ یہاں قرآن کی جو آیت پیش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام قصوں کو جو بیان ہوئے مرزاصاحب صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ایسا خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔ ورنہ اس سے تو صرف عیسیٰ ہی نہیں بلکہ دوسرے انبیاء ابراہیم واسماعیل وداؤد وموسیٰ علیہم السلام وغیرہ کے متعلق بھی یہی ماننا پڑے گا کہ ان کے ساتھ بھی ایسے واقعات ہوئے۔ تب ہی ان کا نام قرآن میں حصور نہیں رکھا گیا۔ بلکہ ساری غلطی اس بات سے لگتی ہے کہ وہ مخاطب کے حالات کو معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ دیکھو یہ حاشیہ جس عبارت کے متعلق ہے اس میں عیسائی مخاطب ہیں۔

چنانچہ آپ مسیح علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں: ’’وہ حقیقی منجی نہیں تھا۔ یہ اس پر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا۔ حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا۔‘‘

(دافع البلاء ص ٹائٹل، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۹، ۲۲۰)

اور پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں ہی لکھتے ہیں: ’’جن لوگوں نے ان کو خدا بنایا ہے۔ جیسے عیسائی یا وہ جنہوں نے خواہ مخواہ خدا کی صفات انہیں دی ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف۔‘‘

چونکہ عیسائی اور ایسے نام کے مسلمان قرآن مجید کی آیتوں سے ان کی فضیلت ثابت کرتے ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ مسیح کے حق میں ’’غلاماً زکیا‘‘ کا لفظ آیا اور کسی نبی کے حق میں نہیں آیا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ دوسرے انبیاء گناہوں سے پاک اور بے عیب نہیں تھے یا ’’بل رفعه الله‘‘ پیش کرتے ہیں کہ اور کسی کا ایسا رفع نہیں ہوا تو ایسے لوگوں کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ اگر اسی طرح عیسیٰ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت ثابت ہوسکتی ہے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مسیح پر فضیلت ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس کے متعلق قرآن مجید میں حصور آیا ہے اور مسیح کے متعلق نہیں۔ چنانچہ اگلی عبارت اس مفہوم کو بالکل واضح کردیتی ہے کہ یہ آپ کا اعتقاد نہیں اور وہ یہ ہے۔ اس کی وجہ بیان کردی جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّم تھی۔ کیونکہ یہ باتیں اناجیل میں موجود ہیں۔

’’اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بداہت ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ بمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر تھا اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ! شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے۔ سو اس افترا کا رد ضروری تھا۔ اس

حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں پر لگائے گئے ہیں یہ صحیح نہیں ہیں، بلکہ ان معنوں کر کے وہ مس شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔''

(دافع البلاء ص ٹائٹل حاشیہ، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰)

پس عبارت کے آخری فقرے حضرت مسیح موعود کا عقیدہ بتارہے ہیں کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ تمام شیطانی کاموں سے پاک تھے اور اس سے پہلے جو کچھ آپ نے لکھا وہ الزامی اور عیسائیوں کے مسلمات پر ہے۔

چھٹا حوالہ: (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۴ تا ۸، خزائن ج۱۱ ص ۲۸۸ تا ۲۹۲) سے کا پیش کیا گیا ہے۔ بعض عبارتیں جو یسوع کے متعلق ہیں، ان کے متعلق کہا ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ کی توہین کی گئی ہے۔ کیونکہ یسوع اور عیسیٰ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ پس پہلے میں اہل سنت والجماعت کے ان علماء کے اقوال پیش کرتا ہوں جو فن مناظرہ میں غایت درجہ کی شہرت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک مولوی سید آل حسن صاحب وہ اپنی کتاب استفسار میں جو ازالۃ الاوہام مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب کے حاشیہ پر چھپی ہے۔

تحریر فرماتے ہیں: ''کیا وجہ کہ مریم کا بیٹا خدا ہو اور کوسلیا کا بیٹا یعنی رام چندر اور دیوکی کا بیٹا کنہیا خدا نہ ہو۔

حضرت عیسیٰ کا بن باپ ہونا تو عقلاً مشتبہ ہے۔ اس لئے کہ حضرت مریم یوسف کے نکاح میں تھیں۔ چنانچہ اس زمانے کے معاصرین لوگ یعنی یہود جو کچھ کہتے ہیں سو ظاہر ہے۔ (ص۲۲)

اور ذرا گریبان میں سر ڈال کر دیکھو کہ معاذ اللہ! حضرت عیسیٰ کے نسب نامہ مادری میں دو جگہ تم آپ ہی زنا ثابت کرتے ہو۔ (یعنی تامار اور ادریا) (ص۷۳)

دوسرا یہ کہ حضرت عیسیٰ اپنے مخالفوں کو کتا کہتے تھے۔ اگر ہم بھی ان کے مخالفوں کو کتا کہیں تو دینی تہذیب اخلاق سے بعید نہیں، بلکہ عین تقلید عیسوی ہے۔ (ص۹۸)

شجاعت حضرت عیسیٰ کی صحبت سے حواریوں کو نہیں حاصل ہوئی تھی۔ پس تربیت حضرت عیسیٰ کی از روئے حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری۔ (ص۱۰۷)

حضرت عیسیٰ سے جیسی عداوت یہودیوں کو تھی سو ظاہر ہے اور آنحضرت کا بے کس اور تنہاء ہونا بھی ظاہر ہے۔ (ص۱۲۸)

ازاں جملہ کلیتاً یہ بات ہے کہ اکثر پیشین گوئیاں انبیاء بنی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہیں، جیسے خواب اور مجذوبوں کی بڑ...... پس اگر انہی باتوں کا نام پیش گوئی ہے تو ہر ایک آدمی کے خواب اور ہر دیوانہ کی بات کو ہم پیش گوئی ٹھہرا سکتے ہیں۔ (ص۱۳۳)

اشعیاء نبی کی پیش گوئیاں اکثر ایسی ہیں یعنی حضرت مجاذیب کا سا کلام۔ (ص۲۱۹)

عیسیٰ بن مریم کہ آخر درماندہ ہو کر دنیا سے انہوں نے وفات پائی۔ (ص۲۳۲)

اور سب عقلاء جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہ ہیں معجزات سے خصوصاً معجزات موسویہ اور عیسویہ سے۔ (ص۳۳۶)

اشعیاء اور ارمیاہ اور عیسیٰ کی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں، بلکہ اس سے بہتر۔ (ص۳۳۶)

حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء میت کا بعضے بھان متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا۔ بعد اس کو سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا اٹھ کھڑا ہو، وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سانپ کو نیولے سے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیا۔ بعد اس کے سب ٹکڑے اس کے برابر رکھ کر بین بجائی اور رینگنے لگا اور اچھا بھلا ہو گیا۔ (ص۲۲۶)

یسوع نے کہا: میرے لئے کہیں سر رکھنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو یہ شاعرانہ مبالغہ ہے اور صریح دنیا کی تنگی سے شکایت کرنا کہ اقبح ترین ہے۔ (ص۳۴۹)

معجزات موسویہ اور عیسویہ کے بہ سبب مشاہدہ کا کارخانہ اور نجوم وغیرہ کے کسی کی نظر میں اعجاز ثابت نہیں ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ معجزات موسویہ اور عیسویہ کی سی حرکات یہاں بتوں نے کر دکھائیں۔ (ص۳۴۷)

ان کا اصل دین وایمان آ کر یہ ٹھہرا ہے۔ خدا مریم کے رحم میں جنین بن کر خون حیض کا کئی مہینے تک کھاتا رہا اور علقہ سے مضغہ بنا اور مضغہ سے گوشت اور اس میں ہڈیاں بنیں اور اس کے مخرج معلوم سے نکلا اور بعد اس کے ہگتا موتتا رہا۔ یہاں تک کہ جوان ہوکر اپنے بندے یحییٰ کا مرید ہوا اور آخر کار ملعون ہوکر تین دن دوزخ میں رہا۔ (ص۳۵۰،۳۵۱)

انجیل اوّل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاؤ اور بڑے شرابی تھے۔ (ص۳۵۳)

جس طرح اشعیاء اور عیسیٰ کی بعضی بلکہ اکثر پیش گوئیاں ہیں جو صرف بطور معمے اور خواب کے ہیں۔ جس پر چاہو منطبق کرلو یا باعتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہے یا مانند کلام یوحنا کے محض مجذوبوں کی سی بڑ ہے۔ ویسی پیش گوئیاں البتہ قرآن میں نہیں ہیں۔ (ص۳۶۶)

پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ! جھوٹ ہے اور کرامتیں اگر بالفرض ہوئی بھی ہوں تو ویسی ہی ہوں گی، جیسی مسیح دجال کی ہونے والی۔ (ص۳۶۹)

یہودی لوگ کہتے ہیں کہ ہم سے جو لوگ توریت کے عالم تھے۔ انہوں نے تو حضرت عیسیٰ سے کوئی معجزہ دیکھا نہیں اور چند مچھووں اور ملّاحوں احمقوں کا کیا اعتبار عوام الناس تو ذرے سے شعبدہ میں آجاتے ہیں۔ (ص۳۷۱)

تیسری انجیل کے آٹھویں باب کے دوسرے اور تیسرے درس سے ظاہر ہے کہ بہتیری رنڈیاں اپنے مال سے حضرت عیسیٰ کی خدمت کرتی تھیں۔ پس اگر کوئی یہودی ازراہ خباثت اور بدباطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوش رو نوجوان تھے۔ رنڈیاں ان کے ساتھ صرف حرام کاری کے لئے رہتی تھیں۔ اس لئے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا اور ظاہر یہ کرتے تھے کہ مجھے عورت سے رغبت نہیں کیا جواب ہوگا اور پہلی انجیل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں حضرت عیسیٰ نے مخالفوں کا خیال اپنے حق میں قبول کر کے کہا کہ میں تو بڑا کھاؤ اور شرابی ہوں، پس دونوں باتوں کے ملانے سے اور شراب کی بدمستیوں کے لحاظ سے جو کوئی کچھ بدگمانی نہ کرے سو تھوڑا ہے اور دشمن کی نظر میں کیسی تن آسانی اور بے ریاضتی حضرت عیسیٰ کی بوجھی جاتی ہے۔ (ص۳۹۰،۳۹۱)

حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جو گالیاں دیں تو ظلم کیا۔ (ص۴۱۹)

کافروں نے معجزہ مانگا...... حضرت عیسیٰ نے ان کافروں کو جھڑک دیا اور تہدید بوعید الٰہی کی یا کچھ نہیں بولے، چپکے بیٹھے رہے اور ان کے ہاتھوں سے ذلتیں اٹھایا کئے۔ (ص۵۴۰)

یہ بطور نمونہ ان کی کتاب سے بعض عبارات پیش کی گئی ہیں اور انہوں نے یسوع بھی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور وہ اپنے آپ کو بری ثابت کرنے کے لئے لکھتے ہیں: ’’خداوند تعالیٰ مجھے انبیاء کی توہین اور تکذیب سے محفوظ رکھے مگر صرف پادری صاحبوں کے الزام کے لئے نقل کرتا ہوں۔‘‘ (استفسار ص۴۱۹،۴۲۰)

استفسار کے بعد چند حوالے مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکی کی کتاب ازالۃ الاوہام سے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: معجزات موسویہ مثل عصا وغیرہ...... معجزہ نداننذ زیراکہ مثل آنہا ساحراں ہم کردہ بودند اکثر معجزات عیسویہ معجزات نداننذ زیراکہ مثل آنہا

ساحراں ہم میسازندہ ویہود آنجناب راچوں نبی نمے دادندہمچومعجزات ساحرمیگویند۔ (ص۱۲۹)

جناب مسیح اقرارمیفر مایند کہ یحییٰ نہ مان میخورانیدندنہ شراب مے آشامیدندوآنجناب شراب ہم مےنوشیدندو یحییٰ دربیابان مے ماندوہمراہ جناب مسیح بسیارزناں ہمراہ مے گشتند ومال خودرامے خورانیدندوزنان فاحشہ پائہاآنجناب رابوسیدند……وآنجناب مرتاومریم را دوست میداشتند وخودشراب برائے نوشیدندیگرکساں عطاءمے فرموند۔ (ص۳۷۰)

ونیز وقتیکہ یہودافرزندسعادت مندشاں اززوجہ پسرخودزنا کردوحاملہ گشت وفارض راکہ ازآباؤاجدادسلیمان وعیسیٰ بودزائید ہیچ کسی راازنیہاسزائے نداد(یعنی یعقوب علیہ السلام) (ص۴۰۵)

یہ کتاب ایسی باتوں سے بھری ہوئی ہےاورانہوں نے الزامی جواب دینے کی غرض یہ لکھی ہے۔

وادب تقاضانمی کردکہ برپیشین گوئی جناب مسیح حرفے برزبان قلم آیدمگرچونکہ علماء مسیح یہ پیشین گوئی ہاجناب سیدالانس والجان چشم انصاف بستہ باعتراض پیش مے آیندازیں جہت بطورالزامے ومحض برائے آگاہی ایں فرقہ برپیشین گوئی مندرجہ عہدجدید چیزے آشنائے زبان قلم مے گردوتاایں فرقہ رااطلاع شودکہ مخالف راحسب رائے خوداگرازانصاف چشم بندودراہیست وسیع۔'' (ص۳۴۸)

پس جب کہ علماء اہل سنت الزامی طور پرایسے جوابات دینے سے کافراورمرتدنہیں ہوئے اوران پرتوہین انبیاء کاالزام نہیں آتاتو مرزاصاحب پر یہ الزام کیسے آسکتا ہے۔جب کہ آپ نے تواتنی احتیاط فرمائی کہ جس کے بعدکوئی عقل مندشخص جوتعصب سے خالی ہو۔یہ وہم بھی نہیں کرسکتا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے۔چنانچہ ضمیمہ انجام آتھم کی پیش کردہ عبارت کے آخر میں فرماتے ہیں:''بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اوراس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔انہوں نے ناحق ہمارے نبی ﷺ کوگالیاں دے کرہمیں آمادہ کیاکہ ان کے یسوع کا کچھ تھوڑاسا حال ان پرظاہرکریں۔چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جومیرے نام بھیجا ہے، آنحضرت ﷺ کوزانی لکھاہےاوراس کے علاوہ اوربہت سی گالیاں دی ہیں۔پس اسی طرح اس مرداراورخبیث فرقہ نے جومردہ پرست ہے،ہمیں اس بات کے لئے مجبورکردیاہے کہ ہم بھی ان کے یسوع کے کسی قدرحالات لکھیں اورمسلمانوں کوواضح رہے کہ خداتعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبرنہیں دی کہ وہ کون تھااورپادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا،جس نے خدائی کادعویٰ کیااور حضرت موسیٰ کانام ڈاکواوربٹ ماررکھااورآنے والے مقدس نبی کے وجودسے انکارکیااورکہاکہ میرے بعدسب جھوٹے نبی آئیں گے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۸،۹،خزائن ج۱۱ص۲۹۲،۲۹۳)

پھر(انجام آتھم ص۱۳،خزائن ج۱۱ص۱۳)میں تشریح بھی فرمادی ہے:''یادرہے کہ یہ ہماری رائے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کادعویٰ کیااورپہلے نبیوں کوچوراوربٹ مارکہااورخاتم الانبیاء ﷺ کی نسبت بجزاس کے کچھ نہیں کہاکہ میرے بعدجھوٹے نبی آئیں گے۔ایسے یسوع کاقرآن میں کہیں ذکرنہیں۔''

پھر(تریاق القلوب حاشیہ ص۷۷،خزائن ج۱۵ص۳۰۵)میں لکھاہے:''حضرت مسیح کے حق میں کوئی بےادبی کاکلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔یہ سب مخالفوں کاافتراءہے۔ہاں!چونکہ درحقیقت کوئی ایسایسوع مسیح نہیں گزراجس نے خدائی کادعویٰ کیااورآنے والے نبی خاتم الانبیاءکوجھوٹاقراردیاہے۔اس لئے میں نے فرض محال کے طورپراس کی نسبت ضروربیان کیاہے کہ ایسامسیح جس کے یہ کلمات ہوں راست بازنہیں ٹھہرسکتا۔لیکن ہمارامسیح ابن مریم جواپنے تئیں بندہ اوررسول کہلاتاہےاورخاتم الانبیاءکامصدق ہے،اس پرہم ایمان لاتے ہیں۔''

فریق مخالف نے تو یہ کہا کہ یسوع اور مسیح ایک ہی شخص کے دونام ہیں۔ کیونکہ عیسائیوں کا یسوع مسلمانوں کے عیسیٰ کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ اس لئے کوئی فرضی یسوع نہیں ہوسکتا۔ تمام بڑے بڑے علماء اس طریق پر کلام کرتے چلے آئے ہیں کہ مخاطب کے عقائد باطلہ کے مطابق اس کے بزرگ کو فرض کر کے بعض اوقات بات کی جاتی ہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ حضرت علیؓ سنیوں اور شیعوں کے ایک ہی ہیں۔ لیکن مولانا جامی ایک حکایت لکھتے ہیں کہ: ایک شیعی نے ایک سنی فاضل سے دریافت کیا کہ علی کی تعریف کرو تو اس نے پوچھا کون سا علی، وہ علی جس پر تو اعتقاد رکھتا ہے یا وہ علی جس پر میں اعتقاد رکھتا ہوں۔ تو اس نے کہا ؎

گفت من گرچہ اند کی دانم ۔۔۔ در دو عالم علی یکے دانم
شرح ایں نکتہ را تمام بگوئے ۔۔۔ آں کدام است ایں کدام بگوئے
گفت آں کو بود گزیدہ تو ۔۔۔ نیست جز نقش نوکشیدہ تو
پہلوانے بروت مالیدہ ۔۔۔ بہر کیں درو غاسگا لیدہ
گربزی پر تہور و بیباک ۔۔۔ کینہ جوئے و مفتن و سفاک
بندہ نفس خویش چوں من و تو ۔۔۔ فارغ ازدین و کیش چوں من و تو
بخلافت دلش بسے مائل ۔۔۔ شد ابوبکر درمیاں حائل
درنگ و پوئے بہر ایں مطلوب ۔۔۔ ہمہ غالب شدنداد مغلوب
یاچنیں وہم وطن زنا دانی ۔۔۔ اسداللہ غالبش خوانی!!
ایں علی در شمارہ کہ دمہ ۔۔۔ خود بنود است ورنہ باشد بہ
واں علی کش منم بجاں بندہ ۔۔۔ سبلت نفس شوم راکندہ

الیٰ آخرالابیات

(سلسلۃ الذہب برحاشیہ نفحات الانس مطبوعہ نولکشور کانپور ص۱۰۳تا۱۰۴)

اسی طرح مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ العلوم دیوبند اپنی کتاب ہدیۃ الشیعہ میں فریق مخالف کے مسلمات کی بناء پر حضرت علیؓ کی نسبت لکھتے ہیں: ’’اگر بالفرض یہ زور اور بل اور قدرت خداداد کسی میں ہوتی بھی تب غصب دختر طاہر مطہرہ تو ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ اہل ہند جو تمام ولائتوں والے لوگوں میں نامردہ پن میں امام ہیں، ان میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا، جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالے کر دیا۔ آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی۔ پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ تھے کہ جنہوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا۔‘‘

(ہدیہ شیعہ ص۱۲۷)

پھر کیا ممکن ہے کہ خدا بہک جائے کچھ نعوذ باللہ! رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں یہ عقل وحواس میں اختلال آ گیا۔ ابوبکر وعمر ہر چند صاحب رعب اور مرد باہیبت تھے، مگر نہ اتنے کہ خداوند کریم کے بھی عقل وحواس میں فرق آ جائے یا اس کے سوا کچھ اور سبب ہو۔‘‘(ص۸۸)

پھر (ص۱۶۴) پر لکھتے ہیں کہ: حضرت امیر کو ایک دفعہ بھی ہمت نہ آئی کہ علی الاعلان حق گوئی اختیار کریں۔ (ص۱۴۳)

’’اورظاہر ہے کہ مرے ہوئے شیر سے گیدڑ بھی نہیں ڈرتا۔شیر خداعلی مرتضیٰ پھر دوبارہ مرے ہوئے سے دبے تو قیامت آ گئی۔‘‘
اس میں اور بہت سی باتیں ہیں جو شیعوں کے عقائد کے مطابق ایک علی فرض کر کے لکھی گئی ہیں اور ابتدائے کتاب میں انہوں نے اپنی بریت اس طرح ظاہر کی ہے۔

’’اگر بہ نسبت انبیاء ومرسلین یا بزرگان اہل بیت واصحاب سید المرسلین ﷺ اس رسالہ میں کوئی حرف نامناسب دیکھ کر الجھیں تو مجھے اس سے بری الذمہ سمجھیں۔ایسا مذکور کہیں کہیں ناچار بغرض الزام شیعہ آ گیا ہے۔اس کا بار انہیں کی گردن پر ہے۔یہ سب انہوں نے ہی کرایا ہے۔‘‘ (ہدیۃ الشیعہ ص۳)

اسی طرح مولوی احمد رضا خاں نے (فتاوی رضویہ جلداوّل ص۷۳۸تا۷۴۹) میں لوگوں کے خداؤں کے متعلق بحث کی ہے۔مثلاً لکھا ہے:’’وہابیوں کا خدا بے اعتبار، جھوٹا، محدود، عیب ونقائص سے پر، بھولنے والا سوتا ہے۔‘‘ اسی طرح انہوں نے آگے کے صفحات میں دیوبندیوں کا خدا غیر مقلد کا خدا اور دوسرے مذاہب والوں کے اعتقاد کے مطابق فرضی خدا ظاہر کیا ہے۔پس کیا فریق مخالف یہ لکھے گا کہ خدا کئی ہیں یا حضرت علی ؓ دو ہیں۔پس متکلمین کا یہ طریق ہے کہ وہ مدمقابل کے عقائد کو مدنظر رکھ کر الزامی جواب دیا کرتے ہیں اور یہی بات مرزاصاحب نے کی ہے۔صاف لکھا ہے۔چنانچہ فرمایا:’’اس بات کو ناظرین یاد رکھیں کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں،ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا۔جیسا کہ وہ ہمارے مقابل کرتے ہیں۔عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے عیسیٰ کو نہیں مانتے جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی۔بلکہ ایک یسوع نام کو مانتے ہیں۔جس کا قرآن میں ذکر نہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسوع کا ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہئے۔پڑھنے والوں کو چاہئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسیٰ کو نہ سمجھ لیں، بلکہ وہ کلمات یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں،جس کا قرآن وحدیث میں نام ونشان نہیں۔‘‘ (آریہ دھرم ٹائٹل پیج آخر،خزائن ج۱۰ص۱۰۸)

اور جو عبارتیں گواہوں نے تریاق القلوب اور چشمہ معرفت سے پیش کی ہیں۔ان سے فریق مخالف کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔کیونکہ تریاق القلوب میں تو الزامی جواب دینے کی ایک اور غرض بیان کر دی گئی ہے اور چشمہ معرفت میں یہ بتایا ہے کہ ہر ایک مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا پیارا اور برگزیدہ رسول مانتا ہے اور جب تنگ آ کر اسے پادریوں کو الزامی جواب دینا پڑتا ہے تو پھر بھی وہ طریق ادب سے باہر نہیں جاتا۔کچھ نہ کچھ صحت نیت دل میں رکھ لیتا ہے۔اس سے ثابت ہے کہ آپ نے جہاں کہیں ایسی باتیں لکھی ہیں تو وہاں حضرت عیسیٰ مراد نہیں بلکہ یسوع کو مراد لیا ہے جو عیسائیوں کا فرضی خدا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تو آپ فرماتے ہیں:’’ہم اس بات کے لئے بھی خداتعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداتعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکا کھانے والا اور جھوٹا ہے۔‘‘ (ایام الصلح ٹائٹل پیج ص۲،خزائن ج۱۴ص۲۲۸)

’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ بے شک ہیں اور خداتعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔اس میں کوئی شبہ نہیں۔‘‘

(جنگ مقدس ص۵۰،خزائن ج۶ص۱۳۷)

’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک خدا کا پیارا نبی تھا۔‘‘ (ص۵۰،خزائن ج۶ص۱۳۷)

’’نہایت اعلیٰ درجہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب ص ۲۸۳)

’’ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداتعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راست باز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہمارے قلم سے ان کی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں۔‘‘ (کتاب البریہ ص ۹۳، خزائن ج ۱۳ ص ۱۱۹)

’’اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب یہی ہے۔’’**لعنة اللّٰہ علی الکافرین**‘‘ اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور تعظیم سے دیکھتے ہیں۔ بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں۔ ’’**وانما الاعمال بالنیات**‘‘ اور تمہارے جیسے عقل والوں نے صاحب تقویۃ الایمان کو بھی اس خیال سے کافر کہا تھا کہ بعض کلمات ان کو اس کتاب میں ایسے معلوم ہوئے کہ گویا وہ انبیاء کی توہین کرتا ہے اور چوہڑوں اور چماروں کو ان کے برابر جانتا ہے۔ ہماری طرح ان کا بھی یہی جواب تھا کہ:’’**انما الاعمال بالنیات**‘‘ (انوارالاسلام ص ۳۴)

اب میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی شہادت بیان کرتا ہوں کہ وہ ان عبارات سے کیا سمجھتے تھے۔

کتاب (اشارات فریدی ج ۳ ص ۱۷۷،۱۷۸) پر ہے:’’مولوی غلام دستگیر قصوری کہ بمرزا غلام احمد قادیانی مخالف کمال میداشت وبروے فتاویٰ کفر نوشتہ بود بیامد و آداب بجا کردہ بہ نشست وچند کتب از مصنفات مرزا غلام احمد قادیانی کہ در بغل میداشت پیش نہاد از ہر یک کتاب مقاماتے را کہ نشان کردہ بود پیش گاہ حضور خواجہ **ابقاہ اللّٰہ تعالیٰ ببقائی ونفعنا وایاکم بلقائہ** یک بہ یک برمیخواندند ومیگفت کہ بہ بینید ایں جا توہین حضرت مسیح وایں جا اہانت دیگر انبیاء کردہ است وحقیقت حال آنست کہ مرزا صاحب جہت رد نصاریٰ ویہود از انجیل وتوراۃ کہ ہر دو محرف اند واز اں کتب ایں انواع مذمات مفہوم میشوند در کتب خویش نوشتہ بود مگر مولوی را اطلاع برایں معنی نشدہ است۔ ازیں جہت بہ پیش گاہ حضور نکوہش مرزا صاحب بیان کرد اما حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ہمہ تقاریر اوراشنیدہ وہیچ جوابش نفرمودند۔

اس پر مولوی غلام احمد صاحب اختر نے بیان کیا کہ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے: وہ فرضی یسوع کے متعلق ہے۔ جس کے متعلق نصاریٰ کہتے ہیں کہ اس نے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا قرآن میں ذکر ہے۔ وہ خداتعالیٰ کا نبی ہے۔ وہ عیسائیوں سے کہتے ہیں کہ اس یسوع کو ترک کرو اور آنحضرت ﷺ کو گالیاں دینی چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہارے اس فرضی یسوع کو اس سے بھی زیادہ سخت کہوں گا۔ حضور خواجہ صاحب نے اس پر فرمایا کہ: ہاں! ایسا ہی ہے۔ پس خواجہ غلام فرید صاحب نے بھی ان عبارات سے جو فریق مخالف نے پیش کی ہیں یہی سمجھا کہ یہ فرضی یسوع کی نسبت ہیں اور ان میں حضرت عیسیٰ کو گالیاں نہیں دی گئیں۔ پھر اہل سنت نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ خود اپنی طرف سے کسی کے قول کو ایسے معنوں میں لینا جس سے کفر لازم آوے۔ حالانکہ قائل اس کے اور معنی بیان کرتا ہوں تو ایسا کرنا غلطی ہے۔

چنانچہ امام ابن حزم کتاب (الفصل فی الملل والنحل ج ۳ ص ۲۵۰) میں لکھتے ہیں:’’**واما من کفر الناس بما تؤول الیہ اقوالھم فخطاء لانہ کذب علی الخصم وتقویل لہ مالم یقل بہ وان لزمہ فلم یحصل علی غیر التناقض فقط والتناقض لیس کفر ابل قد احسن اذ فر من الکفر**‘‘ یعنی وہ لوگ جو دوسروں کے اقوال سے ایسا نتیجہ نکال کر جو باعث کفر ہو، کافر کہتے ہیں تو وہ غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ فریق ثانی کی طرف ایک جھوٹ بات منسوب کرتے ہیں، جس کا وہ قائل نہیں ہے اور اگر اس پر یہ بات لازم بھی آوے تو اس سے یہی ثابت ہوگا کہ اس کے کلام میں تناقض ہے اور تناقض کفر نہیں ہے بلکہ یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ کفر سے بھاگا۔

اسی طرح مؤلف کتاب (الاشتباہ والنظائر) نے لکھا ہے: ’’حکم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن‘‘ (الاشباہ والنظائر مع شرح الحموی ص ۱۷۵)

کہ وہ کسی ایسے مسلمان کو کفر کا فتویٰ نہیں دے گا، جس کے کلام کا محمل اچھا نکل سکتا ہو۔

پس مرزا صاحب کے کلام کے آپ کے منشاء کے خلاف جس کی آپ تصریح کر چکے ہیں۔ ایسے معنی لینا، جس سے توہین لازم آوے، جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود اس الزام کا جواب دیتے ہیں۔ ’’اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزارہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لئے دکھلائے، پھر بھی سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنی محرف مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں۔ سو میری یہ تمام شکایت خدا تعالیٰ کی جناب میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا۔ کیونکہ میں مظلوم ہوں۔‘‘ (چشمہ معرفت ص ۳۱۹، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۴)

پھر فریق ثانی نے مرزا صاحب کے متعلق کہا ہے کہ آپ نے تمام امت محمدیہ ﷺ کو مشرک قرار دیا ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرک عظیم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ تمام امت محمدیہ ﷺ مشرک ہے۔ بلکہ جس عبارت کا گواہ فریق مخالف نے حوالہ دیا ہے۔ وہیں آپ نے ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ پہلے مسلمانوں سے یہ قول غلطی سے صادر ہوا اور وہ لوگ خدا کے نزدیک معذور ہیں۔ کیونکہ انہوں نے عمداً یہ غلطی نہیں کی۔

پھر آپ کہتے ہیں: حیات مسیح کا مسئلہ اوائل میں صرف ایک غلطی تھا۔ مگر آج کل وہ ایک اژدھا ہے۔ جب عیسائیوں کا خروج زور سے ہوا اور انہوں نے مسیح کی زندگی کو ایک قوی دلیل اس کی خدائی کے واسطے پکڑا اور کہا کہ اگر کوئی دوسرا انسان ایسا کر سکتا ہے تو آدم سے لے کر آج تک اس کی کوئی نظیر پیش کرے۔

لکھتے ہیں: ’’اس بات سے دھوکا نہ کھاؤ جو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا خدا قادر نہیں۔ بے شک خدا تعالیٰ قادر ہے۔ لیکن تمام جہاں میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کے واسطے نہیں۔ ایک مبدء شرک ہے۔‘‘

(تقریر احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ہے ص......، خزائن ج ۲۰ ص......)

پس آپ نے حیات مسیح کے عقیدے کو یہاں مبدء شرک قرار دیا ہے اور آپ اسلاف کے متعلق اسی تقریر میں لکھتے ہیں: ’’پھر سوچنا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ کی حیات کے عقیدہ نے آج تک دنیا میں کیا بنایا ہے اور کیا فائدہ بنی آدم کو پہنچایا ہے۔ سوائے اس کے کہ چالیس کروڑ انسان مردہ پرست بن گیا۔ پس پہلوں نے اگر وفات مسیح کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی، تب بھی ان کو ثواب ہے۔ کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے: ’’قد یخطی ویصیب‘‘ کبھی خطاء کرتا ہے اور کبھی صواب۔ مشیت الٰہی نے ان سے جو کچھ کرایا، سو کرایا۔ اس میں بھی اسرار الٰہی تھے۔ خدا نے ایک معاملہ ان سے مخفی رکھا اور وہ غفلت میں رہے۔ خدا جب چاہتا ہے ایک بھید کو مخفی کرتا ہے۔ جب چاہتا ہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ہاں! اس زمانہ کے لوگوں پر خدا تعالیٰ نے اس مسئلہ کی حقیقت کھول دی۔‘‘

پھر (تحفہ گولڑویہ ص ۸، خزائن ج ۱۷ ص ۹۸، ۹۹) پر لکھتے ہیں: ’’حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور آسمان کی طرف اٹھایا جانا ان کی خصوصیت ٹھہر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے گا۔‘‘

پھر (لیکچر سیالکوٹ ص۲۰، خزائن ج۲۰ ص۲۱۷،۲۱۸) پر لکھتے ہیں: ''ہاں! جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارہ میں غلطی کی ہے، ان کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ انہیں یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ ان کو حقیقی معنی خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے۔ پر میں نے تم کو یاد دلا دیا اور صحیح صحیح معنی سمجھا دیئے۔ اگر میں نہ آیا تو غلطی کے لئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا۔ لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔''

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

حیات مسیح کا عقیدہ مبدء شرک یا منجرالی الشرک ہے۔

پہلے مسلمانوں میں سے جو لوگ ایسا سمجھتے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معذور ہیں اور وہ عقیدہ ان کا اجتہادی غلطی ہے اور وہ اللہ کے نزدیک حسب اجتہاد ثواب کے مستحق ہیں۔

لیکن موجودہ مسلمان جن کو نصوص قرآنیہ اور ادلّہ احادیثیہ سے مسیح کی وفات بتلا دی گئی وہ معذور نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھداھم حتی یتبین لھم مایتقون ان اللہ بکل شئ علیم** (توبہ:۱۱۵)'' کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو گمراہ نہیں ٹھہراتا۔ بعد اس کے جب کہ انہیں ہدایت دی۔ یہاں تک کہ ان کے لئے وہ باتیں جن سے انہیں بچنا چاہئے کھول کھول بیان کردے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک شئے کو جانتا ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض وقت ایک لفظ کسی وجہ سے کسی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے فاعل کو وہ نام نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ: ''**التحدیث بنعمۃ ام...... کفر**'' جیسے ''**تحدیث بہ نعمت اللہ تارک**'' کا نام کوئی شخص کافر نہیں رکھتا۔ (ہدیہ مجددیہ ص۲۶)

اسی طرح فرمایا کہ نسب میں طعنہ کرنا اور مردہ پر رونا کفر ہے۔ مگر نوحہ کرنے والے کو کوئی کافر نہیں کہتا۔ پس حضرت مسیح موعود کا اس مسئلہ کو جو منجرالی الشرک تھا شرک عظیم قرار دینا باعتبار مایؤل الیہ کے ہے یعنی جس کا مستقبل میں سانچہ پیدا ہوگا۔ اس کو فن بلاغت میں مجاز مرسل سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ بلاغت کی کتاب (مختصر معانی مطبوعہ مجتبائی ص۳۷۳) میں مجاز مرسل کی بحث میں لکھا ہے: ''**تسمیۃ الشئ باسم مایؤل ذلک الشئ الیہ فی الزمان المستقبل نحو انی ارانی اعصر خمرا ای عصیرا یؤل الی الخمر**'' کہ مجاز مرسل سے ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک چیز کا نام باعتبار اس حالت کے رکھ دیا جاتا ہے جو اس کی مستقبل میں ہونی ہوتی ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ ایک قیدی نے خواب میں دیکھا کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کو نچوڑ رہا ہوں۔ حاشیہ میں لکھا ہے کہ شارح کے لئے یہ اولیٰ تھا کہ وہ رس کے بجائے انگور کہتا ہے کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔ چونکہ انگور سے شراب بنتی ہے۔ اس لئے اس نے آئندہ کی حالت کے مطابق انگوروں کا نام خمر یعنی شراب رکھ دیا۔

پس اس طرح حیات مسیح کا عقیدہ منجرالی الشرک تھا اور صدہا مسلمان اسی عقیدہ کی وجہ سے عیسائیت کی آغوش میں جا چکے تھے۔

چونکہ یہ مسئلہ منجرالی الشرک تھا اور اس سے کئی انسان مشرک ہوگئے۔ اس لئے اس کی آئندہ کی حالت کے مطابق اس کا نام مرزاصاحب نے شرک عظیم رکھا اور یہ کہنا کہ تمام امت محمدیہ ﷺ کو مشرک بنایا ہے غلط ہے۔ جیسا کہ مرزاصاحب کی مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے۔

فریق مخالف نے (آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷،۵۴۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) کی ایک عبارت سے ایک غلط نتیجہ نکالا ہے کہ آپ نے تمام شریف عورتوں کو کنچنیاں اور مسلمانوں کو ولدالزنا قرار دیا ہے۔ حالانکہ مرزاصاحب کے اس قول سے ''**وکل مسلم یقبلنی ویصدق**

دعوتی الاذریۃ البغایا ‘‘ سے جو مراد فریق مخالف نے لی ہے، قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آئینہ کمالات اسلام کے وقت آپ کے ماننے والوں کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ لہٰذا اگر فریق مخالف کے معنی صحیح مانے جائیں تو ذریۃ البغایا کے ساتھ کا جملہ یہ ہے جو ذریۃ البغایا کی تفسیر واقع ہوا ہے۔ ’’الذین ختم اللہ علیٰ قلوبھم فھم لا یقبلون ‘‘ تو اس سے لازم آتا ہے کہ جنہوں نے آپ کو نہیں مانا، وہ سب ذریۃ البغایا ہیں۔ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کردی ہے۔ پس وہ قبول نہیں کریں گے۔ حالانکہ یہ معنی سراسر باطل۔ پس اس سے لازم آتا ہے کہ جنہوں نے آپ کو اس وقت نہیں مانا تھا، ان میں سے کوئی آپ کی دعوت کو قبول نہ کرتا۔ حالانکہ یہ معنی سراسر باطل ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہزار ہا لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے اور روزانہ ہوتے ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ ذریۃ البغایا کہ معنی وہ نہیں جو فریق مخالف نے لئے ہیں۔ کیونکہ ان معنوں کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ ظاہر میں ایک معنی تو یہ ہیں کہ ہدایت سے دور آدمی کو جن کے دلوں پر مہریں ہیں، وہ قبول نہیں کریں گے اور البغایا کے معنی رشد یعنی ہدایت کی نقیض لکھے ہیں اور ابن البغیۃ ایسے لڑکے کو کہا جاتا ہے جس میں رشد و ہدایت نہ ہو۔ (تاج العروس ج۱۰ ص۴۰)

اس لحاظ سے ذریۃ البغایا وہ لوگ ہوئے جن میں ہدایت ورشد کا مادہ نہیں ہے۔ البغایا کے معنی ہراوّل کے بھی ہوتے ہیں جو لشکروں کے ورود سے پہلے آتے ہیں۔ یعنی مقدمہ الجیش۔ (تاج العروس ج۱۰ ص۴۰)

تو ذریۃ البغایا کے معنی ہوئے وہ لوگ جو اپنے آپ کو لوگوں کے پیشواء اور امام سمجھتے ہیں۔ یعنی مولوی لوگ جو کفر کے فتوے لے کر شہر بہ شہر پھرتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

نیز بغایا مطلق عورتوں کو بھی کہتے ہیں۔ چاہے وہ فاجرہ ہوں یا نہ ہوں۔ جیسا کہ (تاج العروس ج۱۰ ص۳۹) میں لکھا ہے: ’’البغی الامۃ الفاجرۃ کانت اوغیر فاجرۃ ‘‘ اور کبھی عورت کو بغی کہا جاتا ہے اور اس سے اس کی مذمت مقصود نہیں ہوتی۔ جیسا کہ (نہایہ لابن الاثیر) اور مفردات راغب میں لکھا ہے: ’’یقال للامۃ بغی وان لم یروبہ الذم ذریۃ البغایا ‘‘ سے مراد یہ ہوئی کہ میری ہر ایک مسلّم تصدیق کرتا ہے۔ سوائے عورتوں کی اس ذریت کے، جن کے دلوں پر مہر ہے۔ پس وہ لوگ قبول نہیں کریں گے۔ عورتوں کی طرف منسوب کرنے سے یہ مراد ہے کہ جن میں انوثت کا مادہ پایا جاتا ہے اور ان میں حق کو قبول کرنے کی قوت مردانہ نہیں پائی جاتی۔

پھر ذریت کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس وقت ضروری نہیں ہوتا کہ مضاف الیہ بھی مقصود ہو بلکہ مضاف ہی مقصود ہوتا ہے۔ جیسے ذریۃ الشیطان کے معنی یہ ہیں کہ جو شیطان جیسے کام کرتے ہیں اور اسی طرح مسیح نے یہود کو خطاب کرتے ہوئے کہا: ’’اور سانپو کے بچو۔‘‘ جس سے مراد یہ ہے کہ تم سانپوں کی طرح حق کے مقابلہ میں دشمنی کا اظہار کررہے ہو۔ اس لحاظ سے ذریۃ سے مراد بڑے کام کرنے والے لئے جائیں گے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ عائشہ ام المومنین زنا سے پاک ہیں اور جو روافض نے ان کے بارے میں کہا ہے، اس سے بری ہیں۔ جو ان پر زنا کی تہمت دے تو وہ ولدالزنا ہے۔ (شرح کتاب الوصیۃ ص۳۱) اس سے امام ابوحنیفہ کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہوسکتا کہ قائل کی والدہ کو زانیہ قرار دیا جائے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص از راہ ظلم حضرت عائشہ ؓ پر اتہام لگاتا ہے تو یہ اس کا قصور ہے نہ کہ اس کی والدہ کا۔ پس ولدالزنا سے مراد صرف یہی لی جائے گی کہ وہ خود بدکار ہے۔

اسی طرح مرزاصاحب کے قول کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک مسلم مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے۔ لیکن وہ

لوگ جو اپنی شرارت وخباثت اور برے کاموں میں حد سے بڑھے ہوئے اور یہاں تک کہ ان کے دل مردہ ہو چکے ہیں وہ مجھے قبول نہیں کریں گے اور اس صورت میں استثناء منقطع لیا جائے گا کہ تمام صالح اور نیک شخص تو میری تصدیق کرتے چلے جائیں گے اور وہ آہستہ آہستہ اس سلسلہ میں داخل ہوتے چلے جائیں گے۔ مگر وہ لوگ جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ چاہے ساری دنیا بھی مان لے وہ نہیں مانیں گے۔ اس لحاظ سے بعض خاص اشخاص بھی مراد ہوں گے۔ عداوت حق میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ان کے قلب بالکل مر گئے ہیں۔ لیکن دوسرے مخالف جو نیک اور شریف ہیں اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ہر ایک جو سعید ہوگا۔ وہ مجھ سے حجت کرے گا اور میری طرف کھینچا جائے گا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۷، خزائن ج۲۱ ص۱۳۷) مرزاصاحب کا ایک شعر ؎

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے آئے گا اور انجام کار

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جنہوں نے ابھی تک نہیں مانا ان میں نیک فطرت لوگ بھی موجود ہیں۔ پس مرزاصاحب کے قول سے مراد وہ چند وہ شریر دشمن ہی مراد ہوں گے، جن پر یہ الفاظ صادق آتے ہیں۔ لاغیر جیسا کہ آیت: ''ان الذین کفروا...... الخ!'' کے مضمون سے بھی ان دونوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ (ایام الصلح ٹائٹل پیج ص۲، خزائن ج۱۴ ص۲۲۸) میں شرافت ذاتی رکھنے والے اور نیک چلن پادری اور دوسرے عیسائی اور شریف مسلمانوں کے متعلق ذکر کرتے ہیں: ''سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا کوئی اشارہ ایسے بزرگوں کی طرف نہیں ہے، جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق اختیار نہیں کرتے۔''

اور (لجۃ النور ص۶۷، خزائن ج۱۶ ص۴۰۹) میں لکھتے ہیں کہ: ''ہم نے اپنی کتاب کو نیک لوگوں کی تحقیر کرنے سے منزہ رکھا ہے۔ خواہ کسی دین کے ہوں۔ ہم نیک علماء کی ہتک اور شریف مہذب لوگوں کو عیب لگانے سے خداتعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ برابر ہے کہ وہ مسلمانوں سے ہو یا عیسائیوں سے یا آریوں سے اور بے وقوفوں میں سے بھی۔ ہم صرف ان کا ذکر کرتے ہیں جو بکواس اور بدگوئی میں مشہور ہیں اور جو عیب سفاہت اور بدزبانی سے بری ہے۔ ہم اس کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے اور اس کی عزت اور اس سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں۔''

پانچویں وجہ تکفیر جو فریق ثانی نے بیان کی ہے، وہ یہ ہے کہ مرزاصاحب نے اپنے مکذبین ومنکرین کو کافر کہا ہے۔ لہٰذا وہ کافر ہیں۔ اگر واقعی ان کی یہ دلیل درست ہے اور وہ اس پر قائم ہیں تو پھر انہیں ہماری طرف سے یہی جواب سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ پہلے خود مولویوں نے مرزاصاحب اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ مرزاصاحب نے اسی بات کا ذکر متعدد بار اپنی کتب میں کیا ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں: ''لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جب تک وہ میری تکفیر اور تکذیب کرکے اپنے تئیں خود کافر نہ بنالیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا، میرے لئے فتویٰ تیار کیا۔ میں نے سبقت کرکے ان کے لئے کوئی فتویٰ تیار نہیں کیا۔'' (تریاق القلوب ص۱۳۰، خزائن ج۱۵ ص۴۳۳)

(حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷) میں لکھتے ہیں: ''جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اﷲتعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے: ''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایاتہ'' یعنی بڑے کافر دو ہی ہیں۔ ایک خدا پر افتراء کرنے والا، دوسرا خدا کے کلام کی تکذیب کرنے والا۔ پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افتراء کیا ہے۔ اس صورت میں نہ صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور اگر میں مفتری نہیں تو بلاشبہ وہ کفر اس پر پڑے گا۔''

اور حاشیہ میں لکھتے ہیں: ’’سو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے۔ اس لئے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔‘‘ (حوالہ مذکورہ)

پس ان حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ مولویوں نے پہلے کفر کا فتویٰ دیا۔ پس وہ اپنے فتوے کی رو سے کافر ہوئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے سال ۱۸۹۰ء میں کفر کا فتویٰ شائع کیا، جس میں علماء پنجاب اور ہندوستان کے دستخط ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ اشاعت السنۃ جلد ۱۳ نمبر ۷ سے لے کر ۱۴ تک۔ اب یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ تکفیر وجہ ارتداد نہ فسخ نکاح ہو سکتی ہے۔

علمائے اہل سنت نے اس امر کی بابت لکھا ہے کہ ایسا شخص جو اسلام کا مدعی ہے اور اہل قبلہ ہے اس سے تکفیر کی وجہ سے نکاح وغیرہ معاملات حرام نہیں ہو جاتے۔ جیسا کہ منہاج السنۃ مصنفہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (ج۳ ص۶۱) میں لکھا ہے کہ خوارج حضرت علیؓ کو بالاتفاق کافر کہتے تھے۔ مگر یہ ثابت نہیں کہ حضرت علیؓ نے ان کی تکفیر کی وجہ سے ان کو مرتد اور دین سے خارج خیال کر کے ان کے نکاح وغیرہ فسخ کئے ہوں۔ پس فریق مخالف کا تکفیر کو وجہ فسخ نکاح قرار دینا خود ان کے علماء اور ائمہ کے اقوال کے صریح منافی ہے۔ کتاب (العلم الشامخ ص۷۰۶) پر لکھا ہے کہ اس قسم کی حالتوں میں اس قسم کے احکام جاری ہونے چاہئیں جو عام اسلامی احکام ہیں۔ مصنف امامت مصنفہ مولوی محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کے (ص۹۴) میں لکھا ہے کہ نکاح اور دوسرے تمام معاملات میں ہر ایک اس شخص سے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے۔ ویسا ہی معاملہ ہوگا جو دوسرے تمام مسلمانوں سے ہوتا ہے۔ اسی کے موافق ملّا علی قاری حنفی اپنی کتاب (شرح شفا ج۲ ص۵۳۳) پر لکھتے ہیں کہ جو لوگ مدعیان اسلام ہیں اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ ان سے نکاح اور شادی اور دوسرے دنیوی معاملات میں وہی برتاؤ ہوگا جو باقی مسلمانوں سے ہوتا ہے۔

پس جب کہ جماعت احمدیہ کے مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے اور احادیث صحیحہ اور نصوص قرآنی میں جو باتیں ایک شخص کے مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں، وہ بتامہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت میں پائی جاتی ہیں تو پھر کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ مذکورہ بالا حوالہ جات کے ہوتے ہوئے حکام وقت سے یہ استدعا کرے کہ حکام وقت اس کے متعلق فیصلہ دیں کہ معاملات شادی وغیرہ میں کوئی ایسی تمیز پائی جاوے، جس کے بعد غیر احمدی لڑکیوں کے نکاح احمدی مردوں سے ناجائز قرار پائیں۔

فریق مخالف نے نکاح کا عدم جواز ثابت کرنے کے لئے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہر قسم کے کافروں کے متعلق یہ فیصلہ صاف مذکور ہے: ’’لاھن لھم ولاھم یحلون لھن …… الخ! (الممتحنہ:۱۰)‘‘ نہ مومن عورتیں کافروں کے لئے اور نہ کافر عورتیں مومنوں کے لئے حلال ہیں۔ اس واسطے کسی احمدی مرد وعورت کا غیر احمدی مرد وعورت سے نکاح جائز نہیں۔ یہی ایک دلیل ہے جو گواہوں نے احمدی مرد وعورت کا غیر احمدی اور عورت سے نکاح ناجائز ثابت کرنے کے قرآن سے پیش کی ہے۔ جس کی رو سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام وہ غیر احمدی عورتیں جو احمدیوں کے نکاح میں ہیں۔ وہ نعوذ باللہ! زانیہ ہیں اور ان کی اولاد حرام کی ہے۔ اب اس فتویٰ کی رو سے ماننا پڑتا کہ مسلمانوں کی ان تمام عورتوں کو چاہے کہ وہ کسی کی بہن ہو یا پھوپھی یا لڑکی، جنہوں نے احمدی مردوں سے شادی کی یا شادی کے وقت وہ غیر احمدی تھے۔ مگر شادی کے بعد احمدی ہو گئے۔ زانیہ اور ان کی اولاد کو حرام سمجھا جائے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس آیت کو ہر قسم کے کافروں کے لئے عام کرتا ہے، کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اہل کتاب یہود وغیرہ بالاتفاق کافر ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین (المائدۃ:۵)‘‘ کہ اہل کتاب یہود وغیرہ

عورتوں سے مسلمانوں کے لئے نکاح کرنا جائز ہے۔ پھر کسی قدر جہالت ہوگی کہ اس آیت کا حکم تمام قسم کے کافروں پر مشتمل سمجھا جائے۔ اس آیت سے پہلے ان کفار کا ذکر ہے جو مشرک تھے اور اہل کتاب نہ تھے۔ پس ان کے متعلق اس آیت میں حکم بیان کیا گیا ہے۔ نہ کہ ہر اس مسلمان کے متعلق تھی جسے علماء کافر کہہ دیں۔ اگر نکاح کے فسخ ہونے کا مدار علماء کی تکفیر پر رکھا جائے تو سب مسلمانوں کے نکاح فسخ ماننے پڑیں گے۔ کیونکہ کوئی فرقہ ایسا نہیں، جس نے دوسرے فرقہ والوں کو کافر و مرتد نہ قرار دیا ہو۔

رہا یہ سوال کہ احمدی غیر احمدی مرد سے احمدی عورت کا نکاح نہیں کرتے اور کوئی ایسا کرے تو جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت سے نکالنے کے یہ معنی نہیں کہ وہ احمدیت سے ہی نکل جاتا ہے بلکہ نظام جماعت سے نکالا جاتا ہے۔ جیسے ایک قوم مثلاً سید یا راجپوت دوسری قوم کے مسلمانوں سے اپنی رشتہ داری نہیں کرتے تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کو مرتد اور کافر سمجھتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جب وہ دنیاوی لحاظ سے ایسا کرتے ہیں اور ان کے لئے جائز ہے تو احمدی لوگ جو دینی فوائد کو مدنظر رکھ کر اپنی لڑکی کو ایسے مؤثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے جو اس کے عقائد پر برا اثر ڈالیں۔ غیر احمدیوں سے شادی نہ کرنے کی وجہ سے کیوں کافر اور مرتد ہوئے؟ ہم اگر روکتے ہیں تو بے شک وہ بھی روکیں۔ لیکن نکاح ہو جانے کے بعد حکام کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرنے کی احمدیوں میں سے کوئی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی احمدیہ جماعت کے مفتی کا یہ فتویٰ ہے کہ غیر احمدی سے اگر کوئی احمدی رشتہ کر دے تو وہ نکاح فسخ شمار ہوگا اور اس کے اولاد، اولاد زنا ہوگی۔

فریق مخالف نے اپنی شہادت سے یہ دکھلایا کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علماء نے باوجود ذاتی اختلافات کے احمدیوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، اس لئے وہ کافر ہیں۔''

سو اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر کوئی جماعت قائم کرتا ہے تو شیطان اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس رسول اور اس کی جماعت کا مقابلہ کرتا ہے اور اس کی سب سے پہلے نظر علماء سوء پر پڑتی ہے۔ جن کو وہ اپنے ساتھ ملا کر خدا تعالیٰ کے رسل کے مخالف آواز اٹھا کر دنیا میں شور بپا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**فلما جآئتهم رسلهم بالبينات فرحوا بما عندهم من العلم وحاق بهم ما كانوا به يستهزؤن** (المومن:۸۳)'' کہ جب ان کے پاس ان کے رسول کھلے دلائل لے کر آئے تو یہ لوگ اپنی لیاقت علمی پر نازاں ہوئے اور جن بات کی وہ ہنسی اڑاتے تھے، وہ انہی پر الٹ پڑا۔ پس یہ آیت صاف بتارہی ہے کہ علماء ہمیشہ خدا تعالیٰ کے فرستادوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے اور ان کے لئے ان کا علم حجاب اکبر بن گیا۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد کی حالت کو دیکھا جائے تو تمام بڑے بڑے بزرگوں کو علماء ظواہر نے کفر و بدعت کی طرف منسوب کیا۔ حضرت علیؓ کو خوارج نے علامیہ کافر کہا۔ حضرت بایزید بسطامی کو سات مرتبہ جلاوطن کیا گیا اور ذی النون مصری کو مصر سے زنجیروں میں جکڑ کر بغداد لے گئے۔ لیکن جب بادشاہ نے باتیں سنیں تو اس نے کہا کہ اگر یہ زندیق ہے تو پھر روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں۔ ابوسعید خراز پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا۔ اسی طرح سہل بن عبداللہ تستری کو۔ اسی طرح منصور کو کافر کہا اور قتل کرایا۔ تاج الدین سبکی پر بار رہا کفر کا فتویٰ دیا۔ امام ابوبکر نابلسی کو مغرب سے مصر لا کر قتل کیا گیا اور چمڑا اتارا گیا۔ ابوالحسن الخضری کو کافر کہا۔ امام غزالی پر کفر کا فتویٰ دیا اور اس کی کتاب احیاء العلوم کو آگ میں جلوایا۔ ابوالحسن شاذلی کو زندیق کہا اور احمد بن رفاعی کو زندیق اور ملحد کہا۔

(طبقات الشعرانی جلد اوّل ص۱۷ تا ۱۹)

سید عبدالقادر جیلانی کی ولایت کا انکار کیا گیا اور ابوبکر شبلی اور امام غزالی کو کافر کہا گیا۔ (انوار احمدیہ ص۷)

امام ربانی مجدد الف ثانی کو بھی کافر کہا گیا اور ان کی توہین کی گئی۔ (انوار احمدیہ ص۳)

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں: ’’**لقد وقع لنا...... الخ!**‘‘ ہمیں اور ہماری طرح اور بہت سے عارفوں کو مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ جب ہم نے معارف واسرار کا اظہار کیا تو ان مولویوں نے ہمیں زندیق کہا اور سخت ایذائیں پہنچائیں اور ہم اس رسول کی طرح ہوگئے۔ جس کی قوم نے تکذیب کی اور بہت تھوڑے لوگ اس پر ایمان لائے اور سب سے سخت دشمن ہمارے وہ لوگ ہیں جو اپنے مشائخ کے مقلد ہیں۔ (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۳۲)

اور امام ابوحنیفہ کو بدعت کی طرف منسوب کیا گیا اور انہیں قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے اور امام شافعی کو اہل عراق واہل مصر سے سخت تکالیف کا سامنا ہوا اور امام مالک پر تو اس حد تک ظلم کیا گیا کہ پچیس سال تک جمعہ اور جماعت میں شامل نہ ہوسکے اور امام احمد بن حنبل کو قید کیا گیا اور کوڑے لگائے گئے اور امام بخاری کو بخارا سے جلاوطن کیا گیا۔ (ہدیہ مجددیہ ص۴۳)

غرضیکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں گزرا جس کا علماء ظواہر نے مقابلہ نہ کیا ہو۔ لیکن آخری زمانے کے علماء کے متعلق تو خود رسول اللہ ﷺ فرماچکے ہیں کہ وہ بدترین مخلوق ہوں گے۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان ان کے متعلق لکھتے ہیں: ’’سو یہ بڑے بڑے فقیہ یہ بڑے بڑے مدرس یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری خدا پرستی کا بجا رہے ہیں۔ ردحق تائید باطل تقلید مذہب تقلید مذہب تقلید مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چندیں شکل از برائے اکل ان کی دوستی دشمنی، ان کے باہم کا ردوکد فقط! اسی حسد وکینہ کے لئے ہے، نہ خدا کے لئے نہ امام کے لئے نہ رسول کے لئے۔‘‘ (اقتراب الساعۃ ص۸)

پھر لکھتے ہیں: ’’اب تو اس کا پل ٹوٹ گیا ہے۔ نفی شرک وبدعت منع تقلید کے پیچھے مولویوں میں رات دن قصہ بکھیڑا رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو کافر بتاتا ہے۔ حق کو باطل، باطل کو حق ٹھہراتا ہے۔ یہی فتنہ سبب اعظم ہے۔ غربت اسلام وقرب قیامت کا۔‘‘

(اقتراب الساعۃ ص۱۰)

چنانچہ آج کل کے علماء کی کتب زیادہ تر تکفیر بازی سے ہی پر ہوتی ہیں۔ مولوی احمد رضا خان سرکردہ علماء بریلی نے اپنی کتاب (حسام الحرمین ص۲۴) میں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے عقائد کو ذکر کر کے لکھا ہے: ’’**کلھم مرتدون باجماع الاسلام**‘‘ کہ یہ تمام علماء اور ان کے متبع باجماع اسلام مرتد اور خارج از اسلام ہیں۔ اس فتویٰ پر علماء حرمین شریفین اور مفتیوں اور قاضیوں کے دستخط اور مہر ثبت ہیں۔ پھر ان کی کتابوں کے حوالے دے کر تین وجوہ تکفیر بیان کی ہیں۔ ختم نبوۃ کا انکار۔ آنحضرت ﷺ کی توہین۔ تیسرے امکان کذب باری کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔

اور (بھونچال برلشکر دجال ص۱۰۲،۱۰۳) میں مولانا اسماعیل شہید کے متعلق لکھا ہے: ’’**فلا شک ولا شبھة فی کفرہ وردتہ وکفر معاونیہ ومن شک فی کفرہ وردتہ کفر**‘‘ کہ اس کے اور اس کے مددگاروں کے کفر وارتداد میں شک وشبہ نہیں ہے اور جو اس کے کفر وارتداد میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور (ص۱۲۰) میں اس فتویٰ کو باجماع علماء ومفتیان مکہ ومدینہ وہندوستان لکھا ہے۔ چابک لیث براہل حدیث مصنفہ مولانا محمد ظہیر

حسن صاحب اعظم گڈھی اعلیٰ مدرس مدرسہ جامع العلوم معسکر بنگلور (ص۳۴،۳۵) میں لکھا ہے: ’’(۱) اسماعیل دہلوی کافر تھا۔ (۲) گنگوہی، دیوبندی، نانوتوی، انبیٹھی، تھانوی وغیرہم وہابی کھلے مرتد ہیں۔‘‘ جو کذب الٰہی ممکن کہے ملحد ہے۔ تقویۃ الایمان وغیرہ...... معیار الحق تصنیف نذیرحسین دہلوی، تحذیر الناس تصنیف نانوتوی، براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرہا جملہ نجاحات انبوہی سب کفری بول نجس تراز بول ہیں جو ایسا نہ جانے زندیق ہے جو باوصف اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہوا بلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے اور ان سفہاء اور ان کے نظراء تمام خبثاء۔ جو شخص...... ان ملحدوں کی حمایت اور مروت ورعایت کرے ان کی باتوں کی تصدیق تحسین توجیہ تاویل کرے وہ عدو خدا و دشمن مصطفیٰ ہے۔ غیرمقلدین سب بے دین پکے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔‘‘

چاروں اماموں کے پیرو اور چاروں طریقوں کے متبع یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اور چشتیہ قادریہ ونقشبندیہ ومجددیہ سب لوگ کافر ہیں۔ (جامع الشواہد ص۲ بحوالہ کتاب اعتصام السنۃ مطبوعہ کانپور ص۷،۸)

نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں: ’’مقلدین پر اطلاق لفظ مشرکین کا۔ تقلید پر اطلاق لفظ شرک کا کیا جاتا ہے۔ دنیا میں آج کل اکثر لوگ یہی مقلد پیشہ ہیں۔ ’’وما یؤمن اکثرھم الا وھم مشرکون‘‘ یہ آیت ان پر بخوبی صادق ہے۔‘‘ (اقتراب الساعۃ ص۱۶)

’’غیرمقلدوں سے مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے مسجد میں آنے دینا ممنوع ہے۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔‘‘ اس فتویٰ پر ۵۳ علماء کے دستخط ہیں۔ (جامع الشواہد ص۶)

’’پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔‘‘ (انتظام المساجد ص۷)

علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر وارتداد کے فتویٰ دینے میں تردد نہ کریں۔ ورنہ نہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔‘‘ (انتظام المساجد ص۷)

پس کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے۔ جس پر کفر وارتداد کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو۔ اہل حدیث جو غیرمقلد ہیں انہیں مقلدوں نے کافر اور مرتد کہا ہے اور خود اہل حدیث نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے۔ اسی طرح غیرمقلدوں نے مقلدوں کو مشرک اور کافر اور مرتد کہا ہے اور پھر غیرمقلدوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے اور علماء دیوبند پر تو علماء حرمین کا فتویٰ لگا ہوا ہے اور یہ سب فتاویٰ شائع شدہ ہیں۔

ان کے علاوہ سرسید احمد خان صاحب علی گڑھی اور ان کے ہم خیال لوگوں پر بھی کافر اور مرتد ہونے کے فتویٰ علماء کی طرف سے لگ چکے ہیں اور فتویٰ دینے والے یہی علماء دیوبند اور انبالہ، سہارنپور، دہلی اور لکھنؤ اور تمام پنجاب اور ہندوستان کے ہیں اور انہی تک محدود نہیں۔ بلکہ مفتیان عرب شریف بھی اس ثواب میں شریک ہیں۔ مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ ان کا گروہ کافر اور بے دین اور ملحد اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔

اس واقعہ کو خواجہ حالی نے سرسید احمد خان کی لائف میں خوب بسط سے لکھا ہے۔

چنانچہ چند فقرات ان کے ’’حیات جاوید‘‘ سے یہاں نقل کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ پنجاب وہندوستان کے رسائل اور جرائد کا ذکر کرکے جن میں فتاویٰ شائع ہوئے لکھتے ہیں: ’’ان میں سرسید کو ملحد، لامذہب، کرسٹان، نیچری، دہریہ، کافر، دجال اور کیا کیا خطاب دیئے گئے۔ ان کے کفر کے فتوؤں پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویوں سے مہریں اور دستخط کرائے گئے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سرسید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے۔ ان کی بھی تکفیر ہونے لگی۔‘‘ (حیات جاوید حصہ دوم ص۲۵۰)

پھر کہتے ہیں کہ: ’’مسلمانوں کے جتنے فرقے ہندوستان میں ہیں۔ کیا سنی، کیا شیعی، کیا مقلد، کیا غیر مقلد، کیا وہابی، کیا بدعتی۔ سب فرقوں کے مشہور اور غیر مشہور عالموں کی مہریں یا دستخط ہیں۔‘‘

اور (ص ۲۸۷) پر مکہ معظّمہ کے اربعہ مذاہب کے مفتیوں کے فتویٰ کا خلاصہ لکھا ہے کہ: ’’یہ شخص ضال اور مضل ہے بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے کہ مسلمانوں کے اغوا کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھ دے۔ ضرب اور حبس سے اس کی تادیب کرنی چاہئے۔ اگر ولاۃ اسلام میں کوئی صاحب غیرت ہو۔

اور پھر مدینہ منورہ کے فتوے کا خلاصہ یہ ہے جو کچھ درمختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہو گیا ہے یا زندیق ہے کہ کوئی دین نہیں رکھتا۔ اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کر لے تو قتل نہ کیا جائے، ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔

اور (ص ۲۸۸) میں حرمین شریفین کا علی گڑھ کالج کے متعلق فتویٰ درج کیا ہے کہ: ’’یہ مدرسہ جس کو خدا برباد اور اس کے بانی کو ہلاک کرے۔ اس کی اعانت جائز نہیں۔ اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہو جائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔‘‘

ان مولویوں کی حالت یہاں تک تکفیر میں بڑھ گئی ہے کہ نہایت ادنیٰ اور معمولی بات پر کفر و ارتداد کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ مجتہد صالح بن المہدی المقبلی المتوفی ۱۱۰۸ھ نے اپنی کتاب (العلم الشامخ مطبوعہ مصر ص ۳۴۰) میں مکہ مکرمہ کے دو واقعات لکھے ہیں: ’’ایک شخص نے ایک مولوی کے پاس جوتا رکھ دیا تو اس نے کہا تو کافر ہو گیا۔ کیونکہ تو نے علماء کی عزت کا پاس نہیں کیا اور ایسا کرنا شریعت کی اہانت ہے۔ پھر رسول کی اور پھر خدا کی جس نے اسے بھیجا۔

دوسرا واقعہ یہ لکھا ہے کہ ایک حکومت کے ملازم نے کسی پر ظلم کیا تو مظلوم نے کہا یہ ظلم ہے۔ سلطان کے امر و رضا سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس نے کہا تمہیں معلوم نہیں کہ میں اس حکومت کا ملازم ہوں جو سلطان کی طرف منسوب ہے۔ پس تو نے سلطان کو ظالم قرار دیا اور اس کی توہین کی۔ حالانکہ از روئے شریعت اس کی تعظیم کرنا ضروری تھی۔ اس لئے تو کافر ہو گیا تو اس کو گرفتار کر کے قاضی کے پاس لائے تو قاضی نے اس پر ارتداد کا حکم لگایا اور اس سے دوبارہ اسلام کی تجدید کرائی۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کے فقہاء اور علماء یہود کی پیروی کریں گے۔ پس جس طرح فقیہوں اور فریسیوں نے مسیح علیہ السلام کو کافر اور مرتد قرار دیا۔ اسی طرح ضروری تھا کہ اس امت کے فقہاء اور مولوی بھی مسیح محمدی کو کافر قرار دیتے اور آثار سے ثابت ہے کہ مہدی اور مسیح کو کافر کہا جائے اور یہ بھی ضروری تھا کہ سب مل کر کفر کا فتویٰ دیتے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ فرما چکے تھے کہ بنی اسرائیل کی طرح میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک ناجی ہوگا۔ جن کی تعریف رسول اللہ ﷺ نے فرمائی: ’’ھی الجماعۃ (مشکوٰۃ ص ۱۹) ‘‘ کہ خبردار رہو، وہ ایک خاص جماعت ہوگی۔ یعنی مسلمانوں کے تفریق و تشتت کے وقت وہ ایک امام اور نظام کے ماتحت ہوں گے اور ناجی فرقہ بہتر فرقوں کے مقابلہ میں رکھ کر بتادیا ہے کہ بہتر فرقے اس کے مخالف ہوں گے اور یہ کہنا کہ ’’الجماعۃ‘‘ سے مراد اہل سنت والجماعۃ ہیں۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ ان بہتر فرقوں میں سے نہیں ہیں، غلط ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ’’اس وقت میں نہ کوئی جماعت مسلمین ہے، نہ امام۔ کنارہ کشی کا زمانہ ہے۔‘‘ (اقتراب الساعۃ ص ۵۶)

اور بہتر فرقوں کے متعلق لکھتے ہیں: ’’پس حقیقت دریں وقت منحصر در ایشان است ومقلدین ائمہ اربعہ وظاہریہ واہل حدیث ہمہ از ایشان اند۔‘‘ (حجج الکرامہ ص ۳۶۳)

آ ثار سے بھی ثابت ہے کہ مہدی ومسیح کو کافر کہا جائے گا۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان (حج الکرامہ ص۳۶۳) میں لکھتے ہیں کہ مہدی علیہ الرضوان جب سنت کو رائج کریں گے اور بدعت کا ازالہ فرمائیں گے تو اس کے زمانہ کے مولوی جو تقلید کے عادی اور اپنے بزرگوں کی اقتداء کے خوگر ہوں گے، اس کے متعلق کہیں گے کہ یہ تو ہمارے دین کو خراب کرتا ہے۔ سب اس کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور کفر کے فتویٰ دینے کے عادی ہونے کی وجہ سے اسے کافر اور گمراہ قرار دیں گے۔

اسی طرح امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی باتوں کا علماء ظواہر انکار کریں گے اور مخالف کتاب وسنت جانیں گے۔

چونکہ بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی ہونے کا ہے۔ اس لئے علماء اور فقہاء کا آپ کو دین کا خراب اور تباہ کرنے والا قرار دینا اور کافر ومرتد کہنا بھی کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ علماء اپنے علم پر نازاں ہوکر خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی تکذیب کیا کرتے ہیں۔

پس مرزا صاحب کے متعلق چودھویں صدی کے علماء کی شہادت نہ قرآن مجید کی رو سے نہ حدیث اور مستند آثار کی رو سے قابل قبول ہے۔ کیونکہ ایسے ہی علماء کے متعلق امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مولویوں کی شہادت قبول کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ وہ بڑے درجہ کے حاسد اور بغض رکھنے والے ہوتے ہیں۔

نیز اس لئے بھی ان علماء کی شہادت کوئی وقعت نہیں رکھتی کہ فریق مخالف نے جرح کے جواب میں صاف اقرار کیا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی کتابیں مطالعہ نہیں کیں۔ بلکہ صرف وہی عبارات دیکھی ہیں، جس پر اعتراض کیا ہے۔ اس اصل کو بھی تسلیم کیا ہے کہ کسی کا عقیدہ معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تمام کتابوں کو دیکھا جائے گا اور پھر اس پر حکم لگایا جائے گا۔ لیکن فریق مخالف کے گواہان نے اقرار کیا ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی کتابیں سوائے ان عبارات کے جن پر اعتراض کئے ہیں، مطالعہ نہیں کیں۔ اس لئے ان کی شہادت قابل قبول نہیں ہوسکتی تھیں۔ علماء ظواہر نے جن کی تکفیر بازی کا کچھ نمونہ بیان کر چکا ہوں ان کی شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب ضروریات دین کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں۔ جو ان کے کفر وارتداد میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے شخص کا جو مذکورہ بالا وجہ کفر پیدا کر کے کافر ہو جائے، اس کا فوراً نکاح بغیر قضاء قاضی کے فسخ ہو جاتا ہے۔ اگر بدستور اس حالت میں زن وشوئی کے تعلقات قائم رکھیں تو جو اولاد ہوگی وہ صحیح النسب نہ ہوگی، بلکہ اولاد زنا کہلائے گی۔

ان کی شہادتوں کے مقابلے میں مسلمان لیڈروں اور اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اشخاص اور ایڈیٹران اخبار اور دیگر سینکڑوں معزز لوگوں کی شہادتوں کو جن میں انہوں نے مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی تعریف کی ہے اور ہمیں باوجود ہمارے عقائد پر اطلاع رکھنے کے مسلمان کہا ہے۔ اس کی اسلامی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ چھوڑتا ہوا صرف حضرت خواجہ غلام فرید صاحب مرحوم رئیس چاچڑاں کی شہادت جنہیں سندھ بلوچستان اور پنجاب اور ریاست بہاول پور کا حصہ کثیر اور اعلیٰ حضرت نواب صاحب ریاست ہذا اپنا پیرومرشد مانتے ہیں، پیش کرتا ہوں۔ جو اشارات فریدی کے جزو سوم میں درج ہے۔ جس کے مؤلف مولانا رکن الدین ہیں، جن کے متعلق سوانح عمری حضرت فرید ثانی مطبوعہ رنگین پریس دہلی (ص۲۸) میں لکھا ہے:

''مولانا رکن الدین صاحب جامع مقابیس المجالس المسمّی بہ اشارات فریدی قوم سے پرہار ۱۱ر رجب ۱۲۷۹ھ کو پیدا ہوئے۔ ۱۳۰۱ھ حضرت

صاحب قبلہ کے مرید ہوئے۔۱۳۰۴ھ میں حج کو گئے۔۱۳۰۱ھ میں دستاویز فضیلت حاصل کر کے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوکر داخل سلوک ہوئے۔ رات کو مشغول بحق رہتے تھے، دن کو ملفوظ نویسی کرتے۔ انعام الٰہی سے آٹھ برس کی محنت میں دونو کار کا انجام ہوا۔ ۱۳۱۸ھ میں خرقہ خلافت سے مشرف ہوئے۔ اشارات فریدی جلد۳ جناب خواجہ محمد بخش صاحب کی (جو حضرت خواجہ غریب نواز کے فرزندارجمند ہیں) اجازت سے طبع ہوئی ہے۔ اس اشارات مقبوس ۲۷ میں بانی سلسلہ احمدیہ مرزاصاحب کے متعلق حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا یہ فرمان لکھاہے: ’’فرمودند کہ ہمہ اوقات مرزاصاحب بعبادت خداعزوجل میگذارند یا نماز میخوانند یا تلاوت قرآن میکند یا دیگر شغل مے نماید۔ وبرحمایت دین اسلام چناں کمر ہمت بستہ کہ ملکہ زمان لندن رانیز دعوت دین محمدی کردہ است وبادشاہ روس وفرانس وغیرہم راہم دعوت اسلام نمودہ است وہمہ سعی وکوشش او دراین است کہ عقیدہ تثلیث وصلیب راکہ سراسر کفراست بگذارند۔ وبہ توحید خداوندتعالیٰ بگردند وعلمائے وقت رابہ بیند کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ راگزاشتہ صرف درپے ایں چنیں نیک مرد کہ اہل سنت وجماعت است وبرصراط مستقیم است وراہ ہدایت مے نماید افتادہ اندو بروے حکم تکفیر مے سازند۔ کلام عربی او بہ بیند کہ از طاقت بشریہ خارج است وتمام کلام اواز معارف وحقائق وہدایت است وازعقائد اہل سنت وجماعت وضروریات دین ہرگز منکر نیست۔‘‘

(اشارات فریدی جزوثالث ص۶۹،۷۰)

فریق مخالف نے جو وجہ تکفیر پیش کی ہے۔ وہ ضروریات دین کے منکر ہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے اس امر کی تردید کی کہ وہ ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ مرزاصاحب فرماتے ہیں کہ: ’’مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھلائیں گے اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کر ڈالتے، مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید نے پرہیزگاری کا نور دکھایا۔‘‘ وذالک فضل اللہ یوئیہ من یشاء ’’خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے۔ آمین! اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی۔ میاں صاحب موصوف کا ذکر باخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔ یہ زمانہ گزر جائے گا اور دوسرا زمانہ آئے گا۔ خدا اس زمانے کے لوگوں کو آنکھیں دے گا اور وہ ان لوگوں کے حق میں دعاء خیر کریں گے، جنہوں نے مجھے پاکر میرا ساتھ دیا ہے۔ سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وقت گزر جائے گا اور ہر ایک غافل اور منکر اور مکذب وہ حسرتیں ساتھ لے جائے گا۔ جس کا تدارک اس کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۸، خزائن ج۱۱ ص۳۲۲)

پس یہ دو شہادتیں ہیں۔ ایک مولویوں کی شہادت کہ مرزاصاحب کافر مرتد ہیں اور ضروریات دین کے منکر ہیں جو ہمارے نزدیک غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ دوسری شہادت خواجہ غلام فرید صاحب کی ہے، جس کے مطابق ہمارا مذہب اسلام ہے اور ہم ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں ہیں۔ بقول مرزاصاحب یہاں تک وہی اقرار کرتے ہیں۔‘‘

کہ ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین　دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں　خاک راہ احمد مختار ہیں!
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے　جان ودل اس راہ پر قربان ہے
دے چکے دل اب تن خاکی رہا　ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۷۶، خزائن ج۳ ص۵۱۴)

خلاصہ بیان یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور تمام ان امور کا جو خداتعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ سے یقینی طور پر ثابت ہے۔ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو لوگ ہماری طرف خلاف اسلام عقائد منسوب کرتے ہیں۔ ان سے ہم بیزار ہیں اور جو وجوہ تکفیر فریق مخالف نے پیش کی ہیں۔ ان کا جواب خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ قرآن مجید اور حدیث بزرگان دین کے اقوال سے ثابت ہے کہ وحی امت محمدیہ میں جاری ہے اور صرف انبیاء سے ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء پر بھی وحی ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے۔ خداتعالیٰ انہی طریقوں سے اولیاء سے بھی کلام کرتا ہے، جن طریقوں سے انبیاء کے ساتھ اور فرشتوں کا نزول انبیاء علیہم السلام سے مخصوص نہیں۔ اسی طرح غیر انبیاء پر بھی ایسی وحی ہوجاتی ہے۔ جس میں امرونہی ہوتے ہیں۔

غیر انبیاء کی وحی بھی غیب کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ البتہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی وحی جس میں نئے اوامرونواہی ہوں جو شریعت محمدیہ کے مخالف ہوں بند ہے۔ احمدی جماعت آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کی منکر نہیں۔ بلکہ اسے ایمانیات سے جانتی ہے۔ حضرت رسول مقبول ﷺ اور صحابہ مثل حضرت علی وحضرت عائشہ نے خاتم النّبیین کا یہ مطلب نہیں لیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں آئے گا۔ اسی طرح پر سلف صالحین مثل شیخ محی الدین ابن عربی اور رومی اور ملّا علی قاری نے خاتم النّبیین کے یہ معنی سمجھے ہیں کہ شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے والا نبی نہیں آسکتا اور اگر کوئی مؤل تاویل کرے تو کافر نہیں ہوگا۔ خاتم النّبیین کے معنی کہ آپ کے بعد مطلقاً کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا۔ اس پر صحابہ کا کوئی اجماع نہیں ہوا اور خاتم النّبیین کی آیت اور اس کے سوا جس قدر آیات اور احادیث فریق مخالف نے اپنے مدّعا کے ثبوت میں پیش کی ہیں۔ ان سے ان کا مدّعا ثابت نہیں ہوتا۔ علماء نے لا نبی بعدی کے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو حضور کی شریعت کا ناسخ ہو اور آپ کی امت میں سے ہو۔ مرزاصاحب نے اپنی جن کتابوں میں وحی اور نبوۃ کا انقطاع مانا ہے۔ اس سے مراد شریعت والی وحی اور نبوۃ ہے۔

ظلی اور بروزی اصطلاحات کا مقرر کرنا شریعت کے خلاف نہیں۔ ان کے صرف یہ معنی ہیں کہ آپ نے سب فیض آنحضرت ﷺ کی پیروی سے حاصل کیا ہے۔ مرزاصاحب نے شریعت جدیدہ لانے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ اس دعویٰ کو آپ کفر سمجھتے ہیں۔ تجدید کے طور پر قرآن شریف کے بعد امر اور نہی کا کسی بزرگ پر نازل ہونا، حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے حضرت مسیح موعود کو کبھی حقیقی نبی بمعنی صاحب شریعت نبی نہیں کہا۔ حضرت مسیح موعود کا اپنی جماعت کو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا اور ماہوار چندہ دینے وغیرہ کا حکم دینا وغیرہ شریعت کے خلاف نہیں۔ قرآن مجید اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد امتی نبی آسکتا ہے اور حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت قیامت اور نفخ صور پر اعتقاد رکھتی ہے۔ آپ نے کسی نبی کی توہین نہیں کی، بلکہ تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنی جماعت کو اپنی متعدد کتب میں تمام رسولوں کو ماننے کی تاکید کی ہے۔ جو باتیں فریق مخالف نے انبیاء کی توہین ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہیں، وہ ایسی نہیں کہ جن سے توہین ثابت ہوتی ہو، بلکہ اس سے بڑھ کر علماء اہل سنت حضرت عیسیٰ وغیرہ کے حق میں الفاظ استعمال کر چکے ہیں۔ خود مولویوں حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کو سب سے پہلے کافر کہا۔ اخیر میں پھر کہتا ہوں ہم خدا کے فضل سے مسلمان ہیں اور ضروریات دین کے ہرگز منکر نہیں۔

سن کر درست تسلیم کیا۔ دستخط محمد اکبر جج

۱۲ر نومبر ۱۹۳۲ء مطابق ۱۴ر رجب ۱۳۵۱ھ

جرح بر بیان جلال الدین صاحب شمس گواہ عبدالرزاق مدعا علیہ

یکم لغایت ۱۲؍مارچ ۱۹۳۳ء

یکم؍مارچ ۱۹۳۳ء جرح گواہ مدعا علیہ جلال الدین شمس باقرار صالح

ہماری جماعت کولوگ قادیانی یا مرزائی کہتے ہیں۔ احمدی اور غیر احمدیوں میں یعنی فروعات میں ہی فرق ہے۔ ایک لحاظ سے اصولی رنگ میں یہی فرق ہے۔ حکیم نوردین صاحب ہماری جماعت میں خلیفہ اوّل ہے۔ کتاب ''نہج المعلی'' کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ ایک شخص محمد فضل احمد، احمدی کی تصنیف شدہ ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر مصنف نے اس کے نام لکھنے کی جو وجہ درج کی ہے، اس نے حضرت مسیح موعود کے کشف کے مطابق یہ نام رکھا ہے۔ جس کشف کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ حضرت مسیح موعود کا ہے۔

اس کتاب کے (ص۲۷،۲۸) پر یہ درج ہے کہ: ''احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔'' اور اس میں عبارت کے آگے یہ الفاظ ہیں: حضرت خلیفۃ المسیح ...... ایمان لائے ہیں۔ میں پیدائشی احمدی ہوں۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس وقت تک جس قدر لٹریچر شائع ہوچکا ہے۔ وہ سب کا سب میری نظر سے نہیں گزرا۔ فقہ حنفی سے اگر یہ مراد ہے کہ جو کچھ حنفی فقہ کی کتابوں میں لکھا ہو، ان سب باتوں کے ہم پابند ہیں، تونہیں۔ لیکن جو باتیں اس فقہ میں قرآن اور حدیث کے زیادہ قریب ہوں تو ہم اس کو لیں گے۔

کتاب ''نہج المعلی'' جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے کہ (ص۱۳) میں یہ عبارت درج ہے۔ اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ہو اور وہ نہ قرآن میں اور لغت میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں ...... دلالت کرتی ہے۔ مرتد سے وہ شخص مراد ہے جو مسلمان ہو اور پھر وہ اسلام سے انکار کردے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کس کس عقیدہ کا انکار باعث ارتداد ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک ایسے عقیدہ کا انکار کر لیتا ہے جو اس کے لئے باعث خروج اسلام ہوتا ہے، وہ مرتد ہوگا۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کا انکار کرنا باعث ارتداد ہے یا فرشتوں کا انکار کرنا ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر انبیاء کی توہین کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں مسلمان نہیں رہتا۔ مرتد سمجھا جائے گا۔ اگر کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال کرے جو توہین انبیاء کے موہم ہوں۔ ان کا قائل تصریح کرے کہ اس کی مراد ان الفاظ سے توہین انبیاء نہیں ہے تو وہ مرتد نہیں ہوگا۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک توہین انبیاء کے الفاظ کی تاویل ہوسکتی ہے۔ میرے نزدیک اس شخص کو کفر سے بچانے کے لئے وہ تاویل قبول کی جائے گی۔ مجھے اس وقت اہل سنت والجماعت کی کتابوں کا کوئی حوالہ مستحضر نہیں ہے کہ جس کو میں اس وقت اپنی تائید میں پیش کرسکوں۔ مرتد کی جو تعریف میں نے اوپر بیان کی ہے، وہ جو کچھ میں قرآن مجید اور احادیث سے سمجھتا ہوں، وہی بیان کی ہے۔ چنانچہ مرتد کی یہ تعریف قرآن شریف کی حسب ذیل آیت سے اخذ ہوتی ہے: ''ومن یرتد منکم عن دینہ ...... الخ!'' مرتد چونکہ اسلام سے نکل جائے گا۔ اس لئے اس کے ساتھ اسلامی معاملات ترک کردیئے جائیں گے۔ نکاح اسلامی معاملہ ہے۔ نماز اسلامی معاملہ ہے جس کی بیعت کرنا اسلام میں داخل ہے۔ اس کی بیعت بھی اسلامی معاملہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے تو اس کے متعلق عام فتویٰ یہی ہے کہ اس کا نکاح فسخ ہوجائے گا۔

مرزا صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہوجانا ارتداد میں داخل ہے۔ میں احمدی جماعت کا مبلغ ہوں۔ قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے

جائز نہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر کے لئے ضروری ہے کہ عربی زبان کا علم ہو، احادیث سے واقفیت ہو اور دیگر بھی کوئی علوم اس کے معاون ہوسکتے ہیں۔ مثلاً صرف، نحو وغیرہ احادیث کے علم کے علاوہ فقہ، علم العقائد، اصول فقہ، اصول حدیث، علم المعانی وغیرہ تفسیر کے معاون ہوسکتے ہیں۔ کتاب ''مقدمہ بہاول پور'' میں نے لکھی ہے اور قادیان کے بک ڈپو تالیف واشاعت سے شائع ہوئی ہے۔ اس پر جو نوٹ الفاظ ذیل: ''جو ناانصاف حکام اور خداترس اہلیان ریاست بہاول پور کے غوروفکر کے لئے'' شائع کیا گیا، یہ بھی بک ڈپو والوں نے لکھوائے ہیں۔

اس کتاب کے آخر میں جو نوٹ ہے وہ درست ہے۔ کتاب (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱) پر یہ الفاظ ہیں کہ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جاوے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ یہ کتاب مرزاصاحب کی ہے کسی سچے نبی کی دعوت تبلیغ کے بعد اس پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے۔ مرزاصاحب سچے نبی ہیں۔ احمدی غیراحمدی سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ صاحبزادہ محمد بشیرالدین محمود احمد سے میری بیعت ہے اور وہ جماعت احمدیہ کے خلیفہ ثانی ہیں۔

برکات خلافت میں ان کا لیکچر درج ہے۔ اس کتاب کے (ص۷۳، انوارالعلوم ج۲ ص۲۱۰) پر یہ عبارت ہے۔ ''کیونکہ غیراحمد یوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچاتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ وہ نکاح جائز ہی نہیں'' وغیرہ وغیرہ عقائد ہیں۔ قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے ظنیات کا نہیں۔ میرے نزدیک قرآن مجید قطعی ہے۔ وہ جو بات قرآن کے مطابق ہے وہ بھی قطعی ہے۔ جو حدیث قرآن مجید کے موافق ہے وہ بھی قطعی ہے یا اگر ایک شخص خداتعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور قرآن مجید میں جو معیار صداقت کے بیان کئے گئے ہیں، ان کے مطابق وہ پورا اترتا ہے تو اس کی جو وحی ہوگی وہ بھی قطعی ہوگی۔ اس میں اختلاف ہے کہ سلف اور خلف کا اجماع قطعی ہے یا نہیں لیکن اجماع صحابہ کا قطعی ہے۔ صحابہ کے علاوہ سلف صالح کا اجماع اعتقادی اور عملی اگر ہے تو وہ قطعی ہوگا۔ کوئی غیرقطعی چیز ایمانیات میں داخل نہیں ہے۔

مرزاغلام احمد صاحب کو ماننے والوں کے دو فرقے ہیں۔ ظہیرالدین اروپی کی کوئی پارٹی نہیں ہے۔ دو پارٹیاں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں، ایک مبایعتی اور دوسرے غیرمبایعتی ہیں۔ مبایعتی کے خلیفہ حضرت بشیرالدین صاحب ہیں اور غیرمبایعتی کے امیر مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ غیرمبایعتی مرزاصاحب کو ہی مانتے ہیں۔ مگر بمعنی مجدد، محمد علی صاحب بھی مجدد اور محدث کے معنی میں مرزاصاحب کو نبی مانتے ہیں۔ مرزامحمود احمد صاحب کی کتاب حقیقت النبوت میرے نزدیک معتبر کتاب ہے۔ اگر کوئی شخص مرزاصاحب کی نبی غیرتشریعی نہ مانے تو وہ جماعت احمدیہ سے خارج ہوگا۔ یعنی اگر وہ بالکل کسی معنی میں بھی ان کو نبی نہیں مانتا اور ان کی نبوت سے انکار کرتا ہے تو وہ جماعت احمدیہ سے خارج ہوگا۔ جو شخص شرائط بیعت میں سے کسی اعتقادی شرط سے انکار کرتا ہے تو وہ بیعت سے خارج ہوگا۔ نظام جماعت سے خارج ہوگا۔ جو شخص تمام ضروریات ہی کو مانتا اور ان پر عمل کرتا ہے، مگر مرزاصاحب کی نبوت کا منکر اور ان کی خصوصی تعلیم سے منحرف ہے، وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ کفر کے معنی انکار کے ہیں۔

جو شخص مرزاصاحب کو ان کے دعویٰ میں جھٹلاتا ہے وہ انہیں منکر قرار دے کر ان پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے۔ اس لئے وہ ان کی تکفیر کر کے خود کافر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس شخص کے مرزاصاحب کے منکر ہونے سے یہی سمجھا جائے گا کہ وہ انہیں مفتری سمجھتا ہے۔ یہ حدیث رویا الانبیاء وحی درست ہے۔ مرزاصاحب کے بعد اگر کسی نبی کی ضرورت پڑی تو وہ آجائے گا۔ احمد نور کابلی، عبداللطیف جونپوری...... دین احمد چیچہ وطنی کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ مسلمان ہے یا کافر۔ البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ وہ نبی نہیں تھے۔ مرزاصاحب کو کافر، کاذب، دجال

کہنے والا کافر ہوگا۔ مدعیہ اگر مرزا صاحب کے متعلق یہی اعتقاد رکھتی ہے تو وہ کافرہ ہوگی۔ لیکن اس کا پہلے کا نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ کیونکہ وہ اہل کتاب ہے۔ جب کہ مدعیہ مرزا صاحب کے متعلق کسی رائے کے ظاہر کرنے سے قبل عام مسلمانوں کے عقیدہ پر تھی جو پہلے سے مسلمان ہیں۔ اس وقت وہ کافرہ ہی سمجھی جائے گی۔ کیونکہ اس وقت تک اس کی طرف سے انکار کے سوا اور کوئی اقرار ثابت نہیں ہوا۔ دوسرے مسلمانوں کا یہی اگر انکار ثابت ہوگا تو وہ بھی اس طرح سمجھے جائیں گے۔ دو میاں بیوی میں سے جو پہلے احمدی تھے۔ ایک فریق اگر غیر احمدی ہو جائے، یعنی احمدی اعتقاد چھوڑ دے تو اس کا نکاح باقی رہے گا۔

کتاب انوار خلافت میں مرزا محمود صاحب کی تقریریں درج ہیں۔ اس کتاب کے (ص۹۰، انوار العلوم ج۳ ص۱۴۸) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔'' کتاب ''آئینہ صداقت'' مرزا بشیر الدین صاحب کی کتاب ہے۔ میں اس مقدمہ میں پہلے بحیثیت مختار مدعا علیہ پیروی کرتا رہا ہوں۔ مرزا صاحب کو جو کوئی شخص ایسا تشریعی نبی مانے جو اسلامی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ چاہے سالم یا کسی حصہ کو اور اس کی جگہ نئی شریعت بتلائے، وہ کافر ہے۔ اگر کلمہ طیبہ کے ساتھ لفظ ''کلمہ'' ہے۔ کوئی شخص یہ کلمہ بھی پڑھ دے کہ احمد نبی اللہ پڑھے تو اس کے متعلق قائل کی حیثیت سے فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ اگر قائل پہلے حکم کو منسوخ کر کے اس حکم کو اس کی جگہ دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں۔ اگر اس لحاظ سے پڑھتا ہے کہ وہ احمد کو نبی اللہ سمجھتا ہے اور اسے مستقبل حکم قرار نہیں دیتا تو وہ کافر نہیں ہوگا۔ چاہے احمد سے مراد مرزا غلام احمد صاحب بھی ہو۔ اگر اسے وہ مستقل حکم قرار دیتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ احادیث متعارفہ میں اگر کسی طرح بھی منطبق ہو سکے یا ایک کو دوسری پر ترجیح نہ دی جاسکے تو وہ دونوں ساقط ہوتی ہیں۔

ان دونوں میں سے اگر کوئی حدیث قرآن مجید کے موافق ہے تو اسے لے لیا جائے گا اور مخالف کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس کی دلیل میں ایک حدیث ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہارے پاس میرے بعد بہت سی احادیث ہو جائیں گی۔ جب تمہارے پاس کوئی حدیث بیان کی جاوے تو اسے قرآن مجید پر عرض کرو اور جو اس کے موافق ہو، اسے لے لو اور جو اس کے مخالف ہو اسے رد کردو۔ یہ حدیث کتاب ''توضیح تلویح'' اور ''اصول الشاشی'' میں ہے۔ یہ دونوں کتابیں اصول فقہ کی ہیں۔ صحاح ستہ کی بعض احادیث معتبر ہوسکتی ہیں۔ ایسی احادیث کو ائمہ نے لیا ہے۔ اصول احادیث میں یہ بات مذکور ہے۔ کتاب ''شرح نخبۃ الفکر'' میں ہے۔ ص۹ فللمشھور......اجلاً کتاب اعجاز احمدی مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے (ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ ''ہاں! تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں۔ وہ میری وحی کے معارض نہیں۔ دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' قرآن کی رو سے جو تعریف رسول کی ہے اور وہی نبی کی ہے۔ رسول اسے کہا گیا کہ جس پر خدا کی طرف سے کثرت سے اظہار غیب ہو۔ کتاب (حقیقت النبوۃ ص۱۲۶، انوار العلوم ج۲ ص۴۴۹) پر حسب ذیل الفاظ ہیں: خدا کی اصطلاح میں نبی کسے کہتے ہیں؟ خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ جو کثرت مکالمات ومخاطبات کا نام اس نے نبوۃ رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی چیزیں دی گئی ہیں۔ اس میں مرزا صاحب کی کتاب (چشمہ معرفت ص۳۲۵، خزائن ج۲۳ ص۳۴۱) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ انہی مضمون میں ہوا ہے۔ ''خاتم النّبیین'' کے الفاظ میں جو ''النّبیین'' کا لفظ نبی کی جمع کے طور پر استعمال ہوا ہے اس میں وہ معنی بھی پائے جاتے ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ مرزا صاحب قرآن کے معنوں کے لحاظ سے جو نبی کی تعریف میں اوپر بیان ہوئے ہیں حقیقی نبی ہیں۔ لیکن ان معنوں کے لحاظ سے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے اتباع سے اس مرتبہ کو پایا ہے اور بغیر شریعت کے تشریف لائے ہیں۔ اس لئے مجازی نبی ہیں۔

کتاب (حقیقت النبوۃ ص۱۷۴، انوار العلوم ج۲ ص۴۹۳) پر درج ہے کہ: ’’پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے، اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔‘‘ نبی، ظلی، تشریعی، غیرتشریعی کی اصطلاحات میں سے تشریعی اور غیرتشریعی تینوں قرآن مجید سے ثابت ہوئی ہیں۔ لیکن ظلی اور بروزی کے الفاظ قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ احمدی غیراحمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں اصولاً بھی اور عملاً بھی۔ مسلمانوں کی مسجدوں میں احمدی اعلانیہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فتویٰ بھی اس طرح ہے اور واقعہ بھی۔ غیراحمدی مسلمان کی نماز جنازہ احمدی نہیں پڑھتے۔ احمدی سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کے پیرو ہیں۔

کتاب (انوار خلافت ص۹۳، انوار العلوم ج۳ ص۱۵۰) پر ہے کہ: ’’اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے...... پس غیراحمدی کا بچہ بھی غیراحمدی ہے، اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔ غیراحمدی مسلمان، احمدیوں کے قبرستان میں میرے خیال میں دفن نہیں ہوسکتا ہے۔ وحی نبوۃ سے اگر مراد تشریعی نبوۃ ہے اور بلا واسطہ آنحضرتﷺ مراد ہے تو ایسی وحی بند ہے۔ اس کے سوا اگر وحی نبوۃ آنحضرتﷺ کے اتباع سے وحی نبوۃ غیرتشریعی ہو تو وہ جاری ہے۔ ’’خاتم النّبیین‘‘ اور ’’لا نبی بعدی‘‘ میں جو الفاظ ’’النّبیین‘‘ اور ’’نبی‘‘ استعمال ہوئے ہیں اس میں سے ’’لا نبی بعدی‘‘ میں، نبی کا لفظ اس تخصیص سے استعمال ہوا ہے کہ ایسا نبی کہ جو رسول اللہﷺ کے مخالف ہو یا جو کہ آپ کی اتباع سے فیض یافتہ نہیں اور جو شرعی ہو اور ’’خاتم النّبیین‘‘ میں لفظ ’’نبی‘‘ ایک معنی کے لحاظ سے تعمیم ہے اور ایک معنی کے لحاظ سے تخصیصی۔ قرآن کے الفاظ دونوں معنی میں لئے جاسکتے ہیں اور اس جگہ بھی قرآن کے الفاظ دونوں معنی کے متحمل ہیں۔

کتاب ’’ایام الصلح‘‘ مرزاصاحب کی کتاب ہے۔ اس کے (ص۱۴۶، خزائن ج۱۴ ص۳۹۲،۳۹۳) پر حسب ذیل عبارت ہے:

’’اس میں اصل کلام کی طرف غور کر کے کہتا ہوں۔ لیکن ختم النّبوۃ کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے۔ نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے۔ حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ میں یہی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے۔ خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے...... نبوۃ کی وحی ہوگی۔‘‘ محی الدین ابن عربی مجدد الف ثانی، امام عبدالوہاب شعرانی، شیخ عبدالقادر جیلانی مسلمہ بزرگ ہیں۔ مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر اوّل کا حصہ دوئم جو پیش کیا گیا، اس کے (ص۱۰۰) پر یہ عبارت ہے: ’’کلام محمد عربیﷺ درکار است۔ نہ کلام محی الدین ابن عربی...... ساختہ است۔‘‘

مجدد صاحب کے مکتوبات دفتر سوم (ص۸۷) پر حسب ذیل عبارت ہے: ’’سادہ بہ کشوف وظہور سود مثالی......‘‘

کتاب (شافی ج۳ ص۲۹۴) پر حسب ذیل عبارت ہے: ’’فقد نقل ان هو...... ذالک‘‘ یعنی کہ حضرت محی الدین ابن عربی سے نقل ہے کہ اس نے کہا کہ ہماری کتابوں میں نظر کرنا حرام ہے۔ کتاب فتوحات مکیہ میں نے بالا ستیعاب مطالعہ نہیں کی۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔ کتاب ’’الیواقیت والجواہر‘‘ میں نے ایک دفعہ سالم پڑھی ہے۔ میں نے اپنے بیان میں اس کتاب کے جو حوالہ جات دیئے ہیں۔ وہ کتاب دیکھ کر دیئے ہیں۔ ایمان لانے کے لئے جو امور ضروری تھے وہ میں نے اپنے بیان میں بتادیئے ہیں۔ دوسری باتیں ان کے تحت میں آجاتی ہیں۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ منجر الی الشرک ہے اور مرزاصاحب کی تعلیم کے بعد اب اس عقیدہ پر مشرک کا نہ کا لفظ ایک معنی کی رو سے اطلاق پاسکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ عقیدہ منجر الی الشرک ہے اور اگر ایک شخص مسلمان ہوتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے تو اس پر مشرک کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں ہوگا۔ جن معنوں میں مشرک کا لفظ شریعت میں استعمال ہوا ہے، بغیر عقیدہ رکھنے کے زبان سے یہ کہہ دینا کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں مرے۔ ان معنوں میں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں، شرک نہیں۔ لیکن اگر سمجھانے کے بعد اور یہ بتادینے کے بعد کہ

ان الفاظ کے استعمال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے اور وہ شرک کی طرف لے جانے والا ہے۔ اس لحاظ سے اس پر مشرک کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے۔ لیکن اس پر وہ احکام جو شریعت میں مشرک پر جاری ہوئے، حاوی نہیں ہوں گے۔ کسی عبارت پر فتویٰ مختلف توجیہات کے اعتبار سے بدل سکتا ہے۔ (الاستفتاء ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''حتی سوء الادب .... عظیم '' یعنی یہ کہ یہ سوء ادب سے ہے کہ کہا جاوے کہ عیسیٰ نہیں مرے یا وفات نہیں پائی اور یہ تو شرک عظیم ہے۔ حضرت مرزا صاحب بھی حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کو ایک مدت تک مانتے رہے۔ اس عقیدہ کے مطابق جیسا کہ پہلے مسلمانوں کا چلا آیا۔ اس وقت تک مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا۔ کتاب (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳) پر یہ عبارت ہے کہ: ''پھر میں قریباً ۱۲ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے .... تو ہی مسیح موعود ہے۔'' اس کے پیچھے (ص۶، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی .... جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے۔ مسیح موعود نبی ہیں۔ لیکن اس وقت تک خدا نے ان پر یہ حقیقت نہیں کھولی تھی۔''

سن کر درست تسلیم کیا۔

عدالت بقیہ کارروائی کے لئے مسل کل پیش ہو

یکم مارچ ۱۹۳۳ء بمطابق ۴ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

شرعاً کفر کا لفظ ایمان کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔ کفر کے معنی عربی زبان کی رو سے انکار کے ہیں۔ یہ معنی لغوی ہے اور اصطلاحی معنوں میں یہی مدنظر رکھے گئے ہیں۔ ایمان کی جو تعریف میں نے اپنے بیان میں دی ہے۔ اس کی جو ضد ہے وہ کفر ہے۔ یہ اصطلاحی معنوں میں ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں کفر کا لفظ مومنوں پر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ اس کی نیت کے لحاظ سے معلوم ہوگی۔ جس چیز کی طرف اس کی نیت ہوگی اس کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ کفر شرعی کا لفظ کسی مومن کے خلاف نیت کے لحاظ سے بولا جا سکتا ہے۔

کتاب (حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ ص۱۶۷) پر سوال ۶ بالفاظ ذیل ہے۔

حضور عالی نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا کسی طرح صحیح نہیں ہے ...... خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔

لیکن اس کے آگے کی عبارت کے پڑھنے سے یہ معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے۔ ایمان باللہ میں ایمان بذات اور صفات دونوں شامل ہیں۔ اللہ کی تمام صفات پر جو قرآن اور حدیث میں بیان کی گئی ہیں، ایمان لانا ضروری ہے۔ کتاب ''فتویٰ عالمگیری'' میں میری رائے میں بعض فتویٰ صحیح ہیں اور بعض صحیح نہیں۔ (فتویٰ عالمگیری جلد ثانی ص۴۰۸ مطبوعہ مطبع نولکشور) پر یہ کہا ہے کہ وہ شخص کافر ہوگا جو خدا تعالیٰ کو ایک ایسی چیز کے ساتھ موصوف کرے کہ وہ اس کی شان کے لائق نہیں یا خدا تعالیٰ کے کسی نام کے ساتھ نہیں کرے یا اس کے کسی حکم سے اس کی وعدہ وعید کا انکار کرے یا اس کا شریک بنائے یا بیوی بنائے یا اسے جہل کی طرف نسبت دے اور تعلق کی طرف سورۃ ''قل ھو اللہ'' میں جو صفات خداوند تعالیٰ کی بیان کی گئی ہیں، توحید کے لئے ان کا ماننا ضروری ہے۔ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' میں بھی اس قسم کی توحید مراد ہے۔ ''لیس کمثلہ شیٔ'' کے یہ معنی ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی مثال کوئی چیز نہیں ہے۔ (قرآنی آیت ہے) ''انما امرہ اذا اراد شیأً ان یقول لہ کن فیکون'' میں جو بات بیان کی گئی ہے، وہ خداوند تعالیٰ کی شان سے تعلق رکھتی ہے۔ پارہ ۱۶ سورہ مریم کی آیات ذیل: ''تکاد السموات ...... الخ!'' یعنی قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں۔ اس سے (یعنی اس قول سے) اس وجہ سے کہ انہوں نے خدا رحمان کے لئے بیٹا پکارا۔ حالانکہ رحمٰن کی شان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ بیٹا بنائے۔ اس آیت میں

بیٹا لفظ ''ولد'' کا ترجمہ ہے۔ سورہ ''قل ھو اللہ'' مذکورہ بالا میں جس قسم کی ولد کی نفی کی گئی ہے وہ جائز نہیں ہے۔ یہود اور نصاریٰ نے اگر انہی معنوں میں جو ان آیات میں مذکور ہیں، خدا کی طرف بیٹے کی نسبت دی ہے تو وہ جائز نہیں۔ یہود اور نصاریٰ کا مسیح اور عزیر کو خدا کا بیٹا قرار دینا مذکورہ بالا آیات کے تحت میں آجاتا ہے۔

کتاب (حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹) پر حسب ذیل الفاظ ہیں: ''انت منی بمنزلہ توحیدی وتفریدی...... لا یعلمون من خلقی '' یعنی اس کا ترجمہ بھی اس کی ذیل میں دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حاشیہ پر اس کی تشریح کر دی گئی ہے کہ ''ولد'' سے کیا مراد ہے۔

کتاب (اربعین نمبر۳ ص۲۵ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۱۳) پر حسب ذیل عبارت حاشیہ پر ہے۔ ''اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔'' اس کے ساتھ حاشیہ کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔

(البشریٰ ص۴۹) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''کان عند اللہ وجیھاً '' اس کے نیچے اس کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ لیکن اس عبارت میں لفظ ''ولدی'' غلط ہے۔ اصل لفظ ''رایت'' یعنی میں دیکھتا ہوں۔ یہ قول (مکتوبات احمدیہ ج اوّل ص۲۳) سے نقل کیا گیا ہے۔ اصل کتاب میں ''ولدی'' کا لفظ نہیں۔ مصنف ''البشریٰ'' نے اسی غلطی کا اعلان کیا ہوا ہے۔

کتاب (الاستفتاء ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۷۱۲) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''ان یبشرک غلاما...... کاسماء '' یعنی ہم تجھے بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کے ظہور کا باعث ہوگا۔ گویا کہ خدا آسمان سے اترا۔

کتاب (الاستفتاء ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۷۱۴) پر ہے: ''انما امرہ اذا اراد شیأً'' یعنی تیرا امر یہ ہے کہ جب تو ارادہ کرے کسی چیز کا اور یہ کہ تو اس کو کہہ، ہو تو وہ ہو جاتی ہے۔ ''رب انی مغلوب فانتصر '' کے الفاظ سے خداوند تعالیٰ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ بھی جو اوپر بیان کئے گئے ہیں خداوند تعالیٰ کے متعلق ہیں۔ ان میں بھی خدا کو ہی خطاب کیا گیا ہے۔

کتاب (حقیقت الوحی ص۳۵۶، خزائن ج۲۲ ص۳۶۹، ۳۷۰) میں الفاظ ہیں: ''اسی خط میں تصریح کی ہے...... پکارا نہیں جاتا۔'' یہ حوالہ ایک دوسرے شخص کے خط کے الفاظ کو نقل کیا جو کہ اس کے جواب میں ہے۔ مرزاصاحب نے اپنا عقیدہ اس میں ظاہر نہیں کیا۔ جیسا کہ آگے کہ عبارت سے ظاہر ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۹۵، خزائن ج۲۱ ص۱۲۴) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ افسوس کہ بعض نادانوں نے...... کفر ہے، اس الہام میں مرزاصاحب کو خطاب ہے۔ عبارت میں الفاظ: ''انما امرت اذا اراد شیأً ان تقول لہ کن فیکون '' میں خطاب مرزاصاحب کو ہے۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کو کہا گیا ہے۔ (اربعین ج۳ ص۳۴، خزائن ج۱۷ ص۴۲۳) پر یہ الفاظ ہیں: ''وانت اسمی الاعلیٰ'' یعنی تو میرا سب سے بڑا نام ہے...... یہاں ''تو'' سے مرزاصاحب مراد ہیں۔

(البشریٰ ج۲ ص۷۹) پر حسب ذیل عبارات ہے: ''واصلی وصوم اسھر وانام '' میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں...... کرتے تک...... یہ ترجمہ اصل عبارت کے نیچے دیا ہوا ہے۔ اس کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ ترجمہ مرزاصاحب کا ہے یا کہ خود مؤلف کا ہے۔ اس میں مرزاصاحب کی جو عربی عبارت نقل کی ہے۔ وہ مرزاصاحب کی مسلمہ ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ جو اس کے نیچے دیا ہوا ہے وہ عربی کی رو سے درست ہے۔

کتاب (حقیقت الوحی ص۱۰۳، خزائن ج۲۲ص ۱۰۶) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’انا بالرسول اجیب ...... اجیباً‘‘ میں رسول کے ساتھ ہوکر جواب دوں گا اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ ہی دوں گا اور کبھی ارادہ پورا کروں گا۔ یہاں میں سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے نیچے حاشیہ قابل ملاحظہ ہے۔ (تریاق القلوب ص۳۹۷) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’نئی زندگی ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی...... خدا کا نام ہے۔‘‘ یہ عبارت مرزاصاحب کی مسلمہ ہے۔ انبیاء کا کشف اگر وہ اسے خود قطعی کہیں تو قطعی ہوتا ہے، دوسرے کے متعلق جیسے وہ تشریح کریں۔

اس طرح سمجھا جائے گا۔ اولیاء کا کشف اگر تعبیر کے مطابق پورا ہوگیا تو واقعی سچا ہے اور زیادہ تر اس ولی کی تشریح کے مطابق اس کشف کو لیا جائے گا۔ اولیاء کے کشف کو میں نے قطعیات اعتقادیات میں نہیں لکھوایا۔ کتاب (البشریٰ ص۷۸، ۷۹) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا...... احسن تقویم‘‘ یہ الفاظ جو ’’کتاب البریہ‘‘ میں ہیں، وہ مرزاصاحب کے کلام کا ترجمہ ہے۔ اصل کتاب ’’آئینہ کمالات‘‘ میں ہے اور اس کی تشریح خود مرزاصاحب نے اس کتاب کے (ص۵۶۵، ۵۶۶، خزائن ج۵ص ایضاً) پر کی ہے۔ (نورالقرآن ۲ص۶، خزائن ج۹ص ۳۸۴) پرحسب ذیل عبارت ہے: ہاں! اگر یہ سوال پیش ہوکر اگر کوئی ایسا شخص ...... جمع ہیں۔ (خطبہ الہامیہ ص۲۳، خزائن ج۱۶ص ۵۵) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’واعطیت صفت ...... ‘‘ ترجمہ یہ ہے کہ مجھے فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔ اس کے آگے فنا کرنے کی صفت کی تشریح دی گئی ہے۔ قاضی یار محمد ﷺ صاحب پی.او.ایل کی کتاب اسلامی قربانی، ہمارے مسلمات میں سے نہیں ہے اور نہ وہ حوالہ مسلمات میں سے ہے جو اس کتاب میں سے پڑھا گیا۔ ہرایک مرید کا قول اپنے پیر کی نسبت قابل اعتبار نہیں۔ اس مرید کی حیثیت دیکھی جاتی ہے۔ ملائکہ کے معنی قرآن مجید میں ملائکہ کے لفظ میں آیا ہے۔ مجھے کوئی تعریف ملائکہ کی قرآن مجید میں اس طرح کی معلوم نہیں۔ جیسا کہ مختار مدعیہ چاہتا ہے قرآن شریف میں ملائکہ کے کام بیان کئے گئے ہیں یا ان کی بعض حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مرتد کے متعلق جو کچھ مجھ سے دریافت کیا گیا تھا، اس کے متعلق جو ضروری تھا، وہ میں نے بیان کردیا تھا۔ ملائکہ کے متعلق مرزاصاحب نے کیا کہا ہے۔ میں اس کے متعلق مرزاصاحب کے الفاظ دیکھ کر جواب دے سکتا ہوں۔ مرزاصاحب کی کتاب (توضیح المرام ص۱۸، ۱۹، خزائن ج۳ص ۶۰) دیکھ کر بیان کرتا ہوں کہ مرزاصاحب نے ملائکہ سے نفوس کواکب اور سیارات مراد نہیں لئے۔ ملائکہ کے متعلق بحث کرتے ہوئے مرزاصاحب نے کتاب ’’آئینہ کمالات‘‘ میں قرآن شریف کی رو سے بحث کی ہے۔ مثلاً ’’واوحی فی کل سمآءٍ امرھا ...... زینا السماء الدنیا بمصابیح‘‘ آیت قرآنیہ سے کتاب ’’آئینہ کمالات‘‘ میں استدلال کیا گیا ہے۔

ایمان کا تیسرا رکن جو آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا ہے وہ ان کتابوں پر اجمالی طور پر ایمان لانے کے متعلق ہے۔ چاہے ان کے نام معلوم ہوں یا نہ ہوں، لیکن قرآن مجید پر تفصیلی طور پر ایمان لانا ضروری ہے۔ توراۃ اور انجیل پر اجمالی ایمان کی ضرورت ہے اور قرآن شریف پر تفصیلی۔ یہی جو کچھ قرآن شریف میں لکھا ہے، اس سب پر ایمان لانا ہے۔ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ جس شخص کی صداقت قرآن مجید کے معیار کی رو سے جو سچے انبیاء کے لئے جاننے ضروری ہیں، ثابت ہوجائے تو اس کی وحی پر ایمان لانا ویسا ضروری ہے، جیسا قرآن پر کتاب (درثمین ص۱۷۲، نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص ۴۷۷) سے جو یہ اشعار پڑھے گئے ہیں۔

آن چہ من بشنوم زوحی خدا، بخدا پاک دانمش زخطا　　ہمچوں قرآن منزہ اش دانم، از خطاھا ہمین است ایمانم

یہ اشعار مرزاصاحب کے ہیں۔ (اربعین نمبر۴ص ۱۹، خزائن ج۱۷ص ۴۵۴) میں یہ الفاظ ہیں: جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے، جیسا کہ توراۃ، انجیل اور قرآن کریم پر...... چھوڑ دوں۔ مرزاصاحب کے الفاظ ہیں۔

(حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷) پر ہے کہ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ یہ الہام کی عبارت ہے۔ الفاظ اس نشان کا یہ ہے۔ یہی الہام کے الفاظ ہیں۔ (ص۸۳،۸۴، خزائن ج۲۲ ص۴۷۶،۴۷۷) پر عبارت بالفاظ ذیل بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید...... توجہ کرے گا۔ یہی الفاظ مرزاصاحب کے الہام کے ہیں۔ کتاب (تجلیات الٰہیہ ص۲۵،۲۶، خزائن ج۲۰ ص۴۱۲) پر ہے کہ ایسا میں بھی اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ خدا کی کتاب پر یہ الفاظ بھی مرزاصاحب کے ہیں۔ ایمان بالرسل سے مراد ہے کہ تمام رسول جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں۔ چہ جائے کہ ان کے نام ہمیں معلوم ہوں یا نہ ہوں ہم ایمان لاتے ہیں۔ ایمان بالرسول میں بھی ایک رنگ میں ایمان بالاجمالی اور بالتفصیلی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان باتوں پر ایمان لانے میں اجمالی اور تفصیلی ہے۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں۔ جن انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصی ناموں اور صفات کے ساتھ قرآن مجید میں ذکر کیا ہے۔ اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ جو شخص موسیٰ علیہ السلام کے خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا منکر ہے یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ ان کی روح کے پاک ہونے اور خدا کے پیدا شدہ ماننے سے انکار کرتا ہے، وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ وہ قرآن مجید کی صریحی نصوص کا انکار کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شخص کے متعلق یہ کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سے کلام کی ہو تو اس سے اس کو کلیم اللہ کہنے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ بخاری شریف کی احادیث معتبرہ ہیں۔ لیکن اگر ان میں کوئی ایسی حدیث ہے جو قرآن شریف کے مخالف پڑتی ہو تو وہ مسلّم نہیں۔ چنانچہ کتاب (توضیح تلویح ص۳۱۱ مطبوعہ نولکشور) میں اس کی سند میں ایک حدیث موجود ہے۔

مسلم شریف کی کتاب میرے نزدیک معتبر ہے۔ اس اصول کے تحت جو میں نے بخاری کے متعلق بیان کیا ہے۔ امام مسلم کو بھی بزرگ مانتا ہوں۔ امام عبداللہ ابن مبارک امام بخاری کے استاد تھے۔ (صحیح مسلم ص۱۲) پر ہے کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ اسناد دین سے ہے اور اگر اسناد نہ ہوتی تو کہتا جس کا جو جی چاہتا...... الخ! قرآن میں جو انبیاء علیہم السلام کے القاب آئے ہیں وہ ہم سب مانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا علم دین کے متعلق سب سے بڑھ کر ہے۔ قیامت کا وجود دین سے ہے۔ لیکن بعض باتیں پیش گوئیوں سے تعلق رکھتی ہیں جو اپنے وقت پر آ کر ظاہر ہوتی ہیں اور ان کی حقیقت اس وقت کھلتی ہے جب کہ وہ پوری ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنی پیش گوئیوں کو تمام مخلوق سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کی حقیقت ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقیق وقوع کے لحاظ سے ہر نبی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی۔ چنانچہ بخاری کی حدیث میں یہ آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رؤیا کی بناء پر یہ سمجھا کہ میں ہجر یا یمامہ کی طرف ہجرت کروں گا۔ لیکن جب آپ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ پر اس پیش گوئی کی حقیقت کھلی کہ اس سے مراد مدینہ تھی۔ جب نبی سے اجتہادی غلطی ممکن ہوئی تو پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت اصل حقیقت پیش گوئی منکشف ہو جائے گی۔ کیفیت تحقیق وقوع کے ظاہر ہونے کے وقت نبی کے بعد امتی کو پیش گوئی کا علم ہو سکتا ہے۔ اسی کو پیش گوئی کے تحقیق وقوع کے وقت وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ اس سے اس کے اور نبی کے علم کی کمی زیادتی کا کوئی سوال نہیں اٹھتا۔ کسی واقعہ کے وقوع سے قبل نبی کو اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی اطلاع بطور غیب کے نہیں، الہام سے تفصیلی دے سکتا ہے۔ کتاب (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۹۱،۶۹۲، خزائن ج۳ ص۴۷۳) پر ہے کہ اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں...... نام پائے گا۔ ابن مریم، دجال پہلے یا جوج ماجوج کا وقوع۔ جیسا کہ مرزاصاحب نے کہا ہے۔ ان کے زمانہ میں ہوا۔ جتنی مرزاصاحب نے ان کی حقیقت لکھی ہے اتنی ان پر منکشف ہوئی۔ وہ ان کی کتابیں ازالہ اوہام اور دوسری کتابوں میں جمع ہے درج ہے۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۴۸ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۲۶) پر ہے کہ اگر اس جگہ کوئی اعتراض کرے............ مفصل طور پر بیان کیا جائے گا۔

(دافع البلاء ص۷، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷) پر ہے: ’’عیسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا‘‘ ایسے اور یہ مرزاصاحب کا الہام ہے۔ اس میں خطاب مرزاصاحب کو ہے۔ یہ الفاظ قرآن مجید میں بھی آئے ہیں اور وہاں خطاب رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ (الاستفتاء ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۱۲، ۱۳، ۷۱۷) پر ہے: ’’لولاک…… الافلاک‘‘ اس میں یہی خطاب مرزاصاحب سے ہے۔ یہ بھی مرزاصاحب کا الہام ہے۔ (الاستفتاء ص۸۶) پر بھی ’’انا اعطیناک الکوثر‘‘ میں بھی ہے اور یہ خطاب بھی مرزاصاحب سے ہے۔ (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳) پر ہے کہ: اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ’’ھو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق ……تا…… المشرکون‘‘ جو براہین احمدیہ میں کھلے کھلے طور پر درج تھا۔ خدا کی حکمت عملی نے مجھ سے پوشیدہ رکھا۔ (حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ج۲۲ ص۸۵) ’’وما ارسلناک الا رحمت للعالمین‘‘ کے الہام میں یہی خطاب مرزاصاحب سے ہے۔ (اربعین نمبر۳ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۴۲۶) پر الفاظ ’’وما ینطق عن الھویٰ…… یوحیٰ‘‘ کے الہام میں بھی مرزاصاحب سے خطاب ہے۔ (دافع البلاء ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۲۶) پر جو یہ الفاظ ہیں: ’’ماکان اللہ……انت فیھم‘‘ بھی مرزاصاحب کا الہام ہے اور اس میں خطاب مرزاصاحب سے ہے۔ یہ الہامات جو اوپر بیان ہوئے ہیں، قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں ہیں۔ (تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴) پر ہے کہ ؎

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا　منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد منم

مرزاصاحب کا قول ہے۔ (درثمین ص۷۶) پر مرزاصاحب کا یہ قول ہے ؎

منم مشیر احمد مختار　دربرم جائے ہمہ ابرار

سن کر درست تسلیم کیا۔ ۲؍مارچ ۱۹۳۳ء

۷؍مارچ ۱۹۳۳ء …… فریقین اور ان کے مختار حاضر

جرح مدعی برمولوی جلال الدین

متقی صوفی ہوتا ہے۔ یعنی جو متقی ہوگا وہ صوفی ہوگا۔ متقی کے معنی ہیں جو پرہیزگار ہو اور معاصی سے بچنے والا ہو۔ آیت: ’’الذین یؤمنون بالغیب‘‘ میں متقی کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ’’یؤمنون بالغیب‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے جو ایمانیات تھیں، میں ان کی تشریح کر چکا ہوں اور یہ بھی بتلا چکا ہوں کہ جو شخص کسی کتاب پر ایمان لاتا ہے تو جو کچھ اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے، اس پر بھی ایمان لاتا ہے۔ روزے اور حج کو فرض ماننا ضروری ہے۔ چونکہ قرآن میں حج اور روزہ کا ذکر ہے۔ اس لئے ان دونوں کو فرض ماننا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص جس کی صداقت قرآن کی رو سے ثابت ہوجاتی ہے تو جو اس کی وحی ہوگی، اس کو بھی ماننا ضروری ہے۔ اس آیت میں تصریحاً یہ ذکر نہیں کہ ایسی کتاب کہ جس قسم کی رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے۔ کوئی بعد میں بھی ایسی کتاب نہ آئے گی۔ ’’ما انزل الیک‘‘ سے میں نے مراد وحی تشریعی لی ہے۔ جیسا کہ میں بیان میں لکھا جاچکا ہوں۔ وحی تشریعی کتاب ہوتی ہے۔ ہم جہاد کو حرام نہیں کہتے۔ دینی لڑائی کو اس وقت ہم جائز نہیں سمجھتے۔ دینی لڑائی کو ایسی حکومت سے جو خود دینی لڑائی نہیں لڑتی، ہم جائز نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی حکومت ایسی ہو کہ جس سے دینی لڑائی لڑنے کے شرائط پائے گئے ہیں۔ ان سے دینی لڑائی جائز ہے۔ ’’بعث بعد الموت‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ موت کے بعد جو حیات ہوگی۔ چاہے قبروں سے اٹھیں یا کسی جگہ سے خدا تعالیٰ کے سوا کسی میں الوہیت نہیں پائی جاتی۔ اگر کسی کو یہ

کشف ہو کہ اللہ کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے تو وہ شخص متقی ہے، صوفی ہے، راست باز ہے اور موحد باللہ ہے۔ وہ کشف اس کی تعبیر کے مطابق لیا جائے گا جو وہ خودان کی کرتا ہے۔ ’’انا ربکم الاعلی‘‘ جو قرآن میں فرعون کا قول ہے، اس میں کوئی توجیہ بیان نہیں کی گئی اور وہ نہ کشف ہے اور نہ رؤیا ہے۔ بلکہ اس عقیدہ کا اظہار ہے۔ ان الفاظ کی جب توجیہ پائی جائے گی تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین ماننا ضروری ہے اور چونکہ یہ صفت قرآن مجید میں مذکور ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا ماننا ضروری ہے اور اس پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے کہ یہ صفت قرآن مجید میں موجود ہے۔

(مسلم شریف ص۳۷) پر یہ حدیث ہے: ’’امرت ان اقاتل الناس ...... فعرفت انه هو الحق‘‘ یہ حدیث ہمیں مسلمہ ہے۔ اس کے آگے دوسری حدیث ابوہریرہ کی اس موضوع پر ہے اور وہ بھی ہماری مسلمہ ہے اور جو شخص حدیث اوّل الذکر کی رو سے ’’لا الٰہ الا اللہ‘‘ کہہ دے تو پھر اس سے قتال جائز نہیں۔ اگر اس میں قتال کی شرطیں پائی جاتی ہیں تو ان سے لڑنا چاہئے اور یہ حکم ہے کہ ان سے لڑو، جن جن سے جنگ شروع تھی۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور اطاعت جو ہے وہ پوری کی پوری خدا کے لئے ہو یا دین پورا کا پورا خدا کے لئے ہو۔ دین کے معنی اطاعت کے بھی ہیں اور دین کے بھی ہیں۔ فتنہ سے مراد جیسا کہ بخاری کی حدیث سے ثابت ہے، یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام لائے تو اسے محض اسلام لانے کی وجہ سے قتل کر دیں یا اسے ہمیشہ عذاب میں رکھیں۔ اگر شروط جہاد اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں اور پھر کوئی قتال کرتا ہے تو وہ شہید ہوگا۔ اگر شروط پائی جاویں تو پھر جہاد منسوخ نہیں ہوگا۔

کتاب (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ص۱۴، خزائن ج۱۷ ص۱۵) دیکھ کر بیان کرتا ہوں کہ اس میں حسب ذیل عبارت ہے: دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔ دین پھیلے گا۔ (اربعین نمبر۴ ص۱۳ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۴۳) پر ہے۔ جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خداتعالیٰ کی طرف سے آہستہ آہستہ کم کیا گیا ہے...... موقوف کر دیا گیا۔ (اعجاز احمدی ص۳۴، خزائن ج۱۹ ص۱۴۴) پر ہے کہ یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ جہاد کے خراب مسئلہ کو دلوں سے مٹا دیا جاوے...... تو کیا کریں۔ (کتاب البریہ ص۷، خزائن ج۱۳ ص۸) پر ہے: اس قدر دور دراز مدت تک ...... کسی انعام کی توقع نہیں۔ کتاب (حقیقت المہدی ص۲۴، خزائن ج۱۴ ص۴۶۱) پر حسب ذیل عبارت ہے: ’’فلا نحتاج ...... بدلت‘‘ مطلب یہ ہے کہ ہم اس زمانہ میں لڑائی اور انتقام کے محتاج نہیں ہیں اور نہ ہی نیزوں کے سیدھا کرنے اور تلواروں کے کھینچنے کے بلکہ یہ امور اس امر کی طرح ہو گئے ہیں کہ جو منسوخ کیا گیا ہو۔ ان طرق کی طرح کی جو تبدیل کئے گئے ہوں۔ یعنی اس وقت اگر کوئی شخص شریعت کے کسی حکم کو باوجودیکہ اس کا اس وقت میں پایا جانا ضروری ہے۔ بدل دے یا منسوخ کر دے تو اس کا بدل دینا یا منسوخ کر دینا جائز نہیں ہے۔ کتاب (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۳۷،۱۳۸، خزائن ج۳ ص۱۷۰) پر ہے کہ اور اب کوئی ایسی وحی یا کوئی ایسا الہام ...... کافر ہے۔ کتاب (ایام الصلح ص۱۶۸، خزائن ج۱۴ ص۴۱۶) پر ہے کہ لیکن پہلا کام مسیح موعود کا استیصال فتنہ دجالہ ہے...... تحریر ہے۔ مسیح موعود کے نشانات میں سے حج کرنے کی علامت متنازعہ فیہ ہے۔ لیکن جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ مسیح موعود خود جا کر حج کریں گے اور اگر کوئی ایسی روایت ہو تو وہ خبر واحد ہونے کی وجہ سے اعتقادی بناء قرار نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ ایسا شخص جس کی صداقت قرآن مجید سے ثابت ہو چکی ہے۔ ایک روایت کی بناء پر اسے جھوٹا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مرزاصاحب کی جن کتابوں سے میں نے اپنے بیان میں حوالے دیئے ہیں، ان میں سے کوئی کتاب بحیثیت پوری کتاب کے منسوخ نہیں ہے۔ ہاں! جس بات کو مسیح موعود نے خود منسوخ قرار دیا ہو، وہ منسوخ سمجھی جائے گی۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے مرزاصاحب اپنے آپ پر نبی کا لفظ بمعنی محدث استعمال کرتے رہے۔ لیکن بعد میں آپ نے محدث کا لفظ ترک کر دیا اور نبی کا لفظ استعمال فرمایا۔ مرزاصاحب مبلغ

اسلام بھی تھے۔ مصلح تھے، مجدد بھی تھے اور محدث بھی تھے اور امام زمان بھی تھے۔ خلیفہ الٰہی اور خدا کے جانشین بھی تھے۔ جیسے آدم علیہ السلام تھے۔ (درثمین ص۴۷، براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۳، خزائن ج۲۱ ص۱۳۳) پر مرزاصاحب کا یہ شعر ہے۔

میں کبھی آدم، کبھی موسیٰ ، کبھی یعقوب ہوں　　نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مرزاصاحب مہدی ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ نبی امتی، بروزی اور ظلی کے بھی۔ مرزاصاحب نے اپنے متعلق الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کتاب (حقیقت الوحی ص۷۳ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۷۶) پر یہ الفاظ ہیں کہ: ''میں آدم ہوں...... مظہراتم ہوں۔'' کتاب (کشتی نوح ص۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰) پر ہے کہ مریم کی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی روح مجھ میں نفخ کی گئی...... بیان کیا گیا ہے۔ (اربعین نمبر۴ ص۱۴ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۴۴۵) پر ہے کہ خدا نے اپنے الہامات میں مرزاصاحب کا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے...... الخ! (تتمہ حقیقت الوحی ص۸۵، خزائن ج۲۲ ص۵۲۲) پر ہے کہ یہ دعویٰ صرف میری طرف سے نہیں جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہے ہی۔ (لیکچر اسلام سیالکوٹ ص۳۴، خزائن ج۲۰ ص۲۲۹) پر ہے۔ مجھے منجملہ الہاموں کے...... تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے۔ کتاب البریہ میں مرزاصاحب نے یہ کہا ہے کہ نورالحق سال ۱۳۱۱ھ میں لکھی گئی ہے۔ نورالحق میں یہ عبارت ہے کہ ہم اہل قبلہ ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہم مکہ مکرمہ میں جو قبلہ ہے اس کی طرف منہ کرتے ہیں اور مسلمان ہیں۔ مرزاصاحب کی کتابوں پر سن تصنیف (تصنیف) جو تحریر شدہ ہیں، ہم مانتے ہیں کہ وہ کتابیں ان سالوں میں شائع ہوئیں۔

کتاب (حقیقت النبوۃ ص۷۹، انوار العلوم) ۱۹۰۱ء سے پہلے...... ختم ہوگئی۔ یہ عبارت کتاب عین الحق سے نقل کی گئی ہے۔ قرآن مجید آخری کتاب ہے جو آنحضرت ﷺ پر اتری ہے۔ بلحاظ شریعت کے آخری کتاب ہے۔ یعنی اس کے بعد اور شریعت نازل نہیں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ ان معنی میں آخری نبی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں۔

(سراج منیر ص ح، خزائن ج۱۲ ص۹۵) میں جو یہ شعر ہے کہ ؎

اندریں دین آمدہ ازما دریم　　ہم بریں از دار دنیا بگذریم

مرزاصاحب اخیر تک اس عقیدہ پر قائم رہے تھے۔

مرزاصاحب نے (ایام صلح ص۸۷، خزائن ج۱۴ ص۳۲۳) میں یہ لکھا ہے کہ: ''اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں، ان سب کا ماننا فرض ہے۔'' عام طور پر اہل سنت سے مراد حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی لئے جاتے ہیں۔ لیکن ہر ایک وہ شخص کہ جو کہے کہ میں سنت کا تابع ہوں، اسے اہل سنت لغوی طور پر مراد لیا جاسکتا ہے۔ مرزاصاحب نے اہل سنت سے وہی لوگ مراد لئے ہیں جو اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔ اہل حدیث بھی اہل سنت سمجھے جائیں گے۔ نیز اس کے (ص۵۷۱، ۵۷۲) پر اہل قبلہ کی تعریف دی ہوئی ہے۔ یہ تعریف جیسا کہ میں اپنے بیان میں لکھوا چکا ہوں، اس کے مطابق لی جاوے تو پھر درست ہے۔ یعنی ضروریات دین جو میں نے بیان کی ہیں، اگر اس تعریف میں بھی وہی مراد لی جاوے تو پھر درست ہے۔ نیز اس میں باتیں ایسی ہیں جو میں صحیح نہیں مانتا۔ اس کتاب میں سے جب کوئی بات ہمارے سامنے آئے گی، اس وقت یہ فیصلہ کیا جاسکے گا کہ وہ معتبر ہے یا غیر معتبر۔ کتاب (اربعین نمبر۳ ص۱۷، خزائن ج۱۷ ص۴۰۴) پر ہے کہ: ''لیکن ضرور تھا...... کیا جائے گا۔'' یہ عبارت قرآن مجید اور احادیث سے مشتبہ ہے۔ میں نے ملّا علی قاری کی شرح فقہ اکبر کا حوالہ دیا تھا۔ ایک اور کتاب اس نام کی حیدرآباد کی مطبوع ہے۔ وہ ملّا علی قاری کی نہیں۔ اب یاد نہیں کہ وہ کس کی ہے۔ میں نے بعض جگہ اپنے بیان میں ملّا علی قاری کی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور بعض جگہ دوسری کتاب کا۔ بحرالرائق میں سے بعض حوالے میں نے ایسے پیش کئے ہیں کہ

جن کے مطابق اس وقت کے علماء فتویٰ نہیں دیتے۔ میرے نزدیک قرآن مجید اور احادیث کی رو سے محض مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی مسلمان شخص، ہندو یا عیسائی ہو جائے تو محض ہندو یا عیسائی ہونے سے وہ واجب القتل نہیں ہو جاتا۔ میں نے جو آیتیں اور حدیثیں اور فقہ کی کتابوں سے عبارتیں پیش کی ہیں، ان میں جو باتیں مذکور ہوئی ہیں، ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دینی معاملات میں رسول اللہ ﷺ کا ہر فیصلہ ماننا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کے خلاف جو فیصلہ ہوگا، وہ نہیں مانا جائے گا۔ اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو خدا کی طرف سے کوئی کتاب دی گئی تھی۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کا لفظ یہود اور نصاریٰ پر ہی استعمال ہوا ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ لفظ اہل کتاب استعمال نہیں ہو، اور نہ وہ اہل کتاب ہیں۔ صوفیائے کرام اور دیگر بزرگان کے اقوال اگر قرآن مجید اور حدیث کے مخالف نہیں ہیں تو وہ معتبر ہیں۔ تاویل کے متعلق جو کچھ میں نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے۔ اس کے مطابق تاویل ہوسکتی ہے جو اقوال میں نے اپنے بیان میں استدلال کے طور پر بیان کئے ہیں اور ان کو میں نے صحیح قرار دے کر کہا ہے تو وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ فتویٰ دیتے وقت جس خاص شخص کے متعلق فتویٰ دیا جارہا ہو، اس شخص کے حالات اور اقوال کو مدنظر رکھنا ضروری ہے اور اس کی نیت کو بھی جس کی اس نے خود تصریح کی ہو۔ اگر مفتی کسی شخص کے متعلق فتویٰ دیتا ہے اور اس کی طاقت میں ہے کہ وہ اس شخص کے حالات اور اقوال کو خود مطالعہ کر سکے تو اس کو مطالعہ کرنا چاہئے۔ اگر اس نے وہ اقول کئے ہوں جو مفتی کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اور اس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی تو وہ فتویٰ دے سکتا ہے۔ اگر کفر کا سوال ہو تو کفر کا فتویٰ دے سکتا ہے۔ گواہان فریق اوّل نے جو وجوہات تکفیر عدالت میں بیان کی تھیں۔ میں نے ان کا رد اپنے بیان میں کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ دیگر علماء نے جو وجوہ بیان کی ہیں، ان کا یہاں کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ وہ میرے سامنے پیش نہیں ہوئے۔ مجھے معلوم نہیں کہ بحرالرائق میں کفر کے فتویٰ کے متعلق کوئی اصول درج ہے یا نہ۔ لیکن بحرالرائق میں یہ لکھا ہے کہ میں ان باتوں میں سے اکثر کے متعلق فتویٰ نہیں دیتا اور اگر کسی کی کلام کا محمل حسن نکل سکے تو اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔ یہ بھی فقہ کی کتابوں میں آیا ہے کہ اگر کسی کلام کے ۹۹ احتمال کفر کے نکل سکیں اور ایک احتمال ایمان کا تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہئے۔ لیکن باوجود اس کے کہ مولویوں نے اس اصول کے خلاف فتوے دیئے ہیں۔ بعض علماء نے مرزاصاحب کے کفر کا فتویٰ نہیں بھی دیا۔ بلکہ بعض علماء اور بعض پیروں نے آپ کے دعویٰ کو تسلیم بھی کیا۔ میں تمام فرقوں کے علماء کا احاطہ نہیں کرسکتا کہ میں کہوں کہ ان میں سے کس کس نے مرزاصاحب کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کس کس نے نہیں دیا۔

تفسیروں میں جو رطب ویابس واقعات درج ہیں۔ اگر ان کے متعلق کوئی مفسر کسی بات کی تردید کرتا ہے اور تردید کر کے صحیح بات لکھ دیتا ہے تو اس کی کتاب پر ایسی چیزوں کا ذکر کرنا اثر انداز نہیں ہوگا۔ علامہ ابن خلدون نے تفسیر میں کوئی کتاب نہیں لکھی اور اگر مفسرین سے مراد یہی ہے کہ انہوں نے تفسیر کی کوئی کتاب لکھی ہے یا نہ تو اس معنی میں وہ مفسر نہیں ہیں۔ لیکن وہ مؤرخ ہیں اور نہایت قابل مؤرخ ہیں۔ مذہب کے متعلق ابن خلدون کی جو بات قرآن اور حدیث کے مطابق ہوگی وہ درست ہوگی، جو شخص کسی حدیث کو یا قول کو قرآن مجید کے واقعی طور پر خلاف ثابت کردے تو اس کا وہ قول معتبر ہوگا۔ ابن خلدون کے قول ''تفاسیر المتقدمین'' کا مطلب یہ ہے کہ متقدمین نے قرآن مجید کی تفسیر میں جو اقوال اور جو باتیں لکھی ہیں، ان میں رطب ویابس ہے۔

حضرت ابن عباس نے تفسیر کی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ان کی طرف بہت روایات ایسی منسوب کی گئی ہیں، جن کے راوی مجہول ہیں۔ میرا اصول تفسیروں کے متعلق یہی ہے کہ جو باتیں ان میں اچھی ہیں وہ لے لی جائیں گی اور جو اچھی نہیں وہ چھوڑ دی جائیں گی۔ قرآن پاک کی جو تفاسیر رسول اللہ ﷺ سے یقینی طور پر ثابت ہو جائیں گی وہ لے لی جائیں گی۔ میرے خیال میں مرزاصاحب نے جو تفاسیر

قرآن مجید کی بیان کی ہیں، سوائے ان باتوں کے جن کی تردید خود مرزا صاحب نے کر دی ہے، صحیح ہیں۔ محمد علی کی تفسیر میں اگر کوئی غیر صحیح بات ہے تو ہم اس کو بھی نہیں مانیں گے۔

تقلید کے معنی پیروی کے ہیں۔ اس لئے محض تقلید ممنوع نہیں۔ کورانہ تقلید سے یہ مراد ہے کہ ایک شخص کو ایک بات کے متعلق سمجھایا جاتا ہے کہ بات یوں ہے اور وہ جس بات کو تسلیم کر رہا ہے۔ وہ خلاف عقل بھی ہے۔ لیکن محض اس لئے کہ فلاں مولوی نے یہ کہا ہے۔ وہ ویسے مانتا ہے اور دوسرے کی بات کو چاہے وہ صحیح بھی تسلیم نہیں کرتا۔ اس کو کورانہ تقلید کہا جائے گا۔ علماء سلف نے جو اقوال نقل کئے ہیں۔ ہمیں ان کے متعلق نیک نیتی سے یہ کہنا چاہئے کہ انہوں نے وہ اقوال نیک نیتی سے جمع کر دیئے جو ان کو ملے۔ فیصلے میں وہ غلطی کر سکتے ہیں۔

تفسیر (اتقان ص۱۷۸)''وان الصحابه...... رسوله'' کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین وائمہ کی ایک تفسیر ہے اور ایک قول ہے۔ ان کے مخالف تفسیر کرے۔ کسی اعتقاد کی وجہ سے تو وہ تفسیر درست نہیں ہوگی۔ (ص۱۸۴) پر ہے کہ صوفیا نے جو کلام کی ہے، وہ تفسیر نہیں ہے۔ یہ قول ابن (خلدون) سے نقل کیا گیا۔

کتاب برکات الدعاء مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے (ص۱۵ تا ۱۸، خزائن ج۶ ص۱۷ تا ۲۲) پر جو اصول تفسیر لکھے ہیں وہ صحیح ہیں۔ جن میں ایک اصل تفسیر کا وحی دلالت اور مکاشفات محدثین بھی درج ہے۔ یہ حدیث کہ:''خیر القرون قرنی...... کذب'' یہ حدیث صحیح ہے۔

وحی کے لغوی معنی القا کرنا، الہام، اشارہ کرنا، لکھنا، یعنی لکھی ہوئی بات مراد ہیں۔ وحی کی اصطلاحی تعریف وحی کلام الٰہی کو کہتے ہیں۔ وحی کی اقسام میں اپنے بیان میں بتا چکا ہوں۔ تفصیلی لحاظ سے ان کے ماتحت اور اقسام بھی ہوسکتی ہے۔ الہام کا لفظ وحی پر بھی اطلاق پاتا ہے اور غیر وحی پر اطلاق پاتا ہے۔ کشف وحی سے علیحدہ ہے۔ کشف میں اگر کوئی وحی کی جاتی ہے تو اس پر وحی کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ مجازی وحی سے کیا مراد ہے۔''اوحی ربک الی النحل'' سے مراد وہی ہوسکتی ہے کہ جو نحل قویٰ اور استعدادوں کی مناسبت کے لحاظ سے ہو۔ وحی کا لفظ قرآن مجید میں ان معنوں میں استعال ہوا ہے اور دوسرے معنوں میں بھی۔ بعض جگہ اگر لغوی معنوں کو مد نظر رکھا جاوے تو اس سے مراد حقیقی معنی ہوں گے۔

میرے نزدیک جو وحی انبیاء کو ہوتی ہے، وہی وحی اولیاء کو بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن فرق کیفیت اور کمیت میں ہے۔ جبرئیل کے ذریعہ سے نئے احکام اور نئی شرعی وحی لانی بند ہے۔ اگر ایسا نبی جو رسول اللہ ﷺ کے اتباع سے ہو۔ اس پر اگر کوئی شریعت محمدیہ کا حکم بذریعہ جبرئیل بھی نازل ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ قرآن مجید میں وحی تشریعی اور غیر تشریعی دونوں پائی جاسکتی ہیں۔ وحی تشریعی سے یہ مراد ہے کہ جس میں نئی شریعت اور نیا حکم ہو۔ ہر نبی کو جب اپنی نبوت کے اعلان کرنے کا حکم ہوتا ہے، وہ اس کا اعلان کر دیتا ہے۔ اگر کسی نبی کو تصریحاً کسی وقت تک یہ حکم نہیں دیا گیا تو وہ اعلان نہیں کرے گا۔ لوگ اسے نبی اس وقت مانیں گے، جب وہ لوگوں کے سامنے اپنا دعویٰ نبوت پیش کرے گا۔

مرزا صاحب نے جو دعویٰ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق کیا ہے، وہ واقعی خداوند تعالیٰ کی وحی کے مطابق ہے۔ کتاب (ایام الصلح ص۱۴۶، خزائن ج۱۴ ص۳۹۳) پر ہے کہ جس میں شان نبوت باقی ہے، اس کی وحی بلاشبہ وحی نبوت ہوگی۔ اگر کوئی شخص نئی شریعت بیان کرے یا نئے احکام بیان کرے جو قرآن مجید کے خلاف ہوں تو یہ کفر ہے۔ جو آیات میں نے وحی کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بیان میں لکھوائی ہیں، وہاں وحی سے مراد کلام الٰہی ہے۔

خداوند تعالیٰ نے آیت: ’’وما کان لبشر ‘‘میں بندہ سے کلام کے طریق بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے بندوں کے ساتھ ان طریق میں سے کسی ایک طریق سے کلام کرسکتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نبی نہ تھیں۔ مریم علیہا السلام بھی نبی نہ تھیں اور ان پر بھی وحی نبوت نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ وہ نبیہ نہ تھی۔ ’’قلنا یا ذالقرنین ‘‘میں خطاب بلا واسطہ ہے یا بے واسطہ۔ قرآن مجید میں اس کے متعلق ذکر نہیں۔ لیکن چونکہ واسطہ کا کوئی ذکر نہیں، اس لئے بلا واسطہ ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی حدیث اس بارہ میں ثابت ہوگی اور قرآن شریف کی آیت اس کو مجمل ہے تو وہ لے لی جائے گی۔ ذوالقرنین کو قرآن مجید نے نبی نہیں کہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ احادیث میں اسے نبی کہا گیا ہے یا نہ۔ اولیاء پر جو وحی ہوتی ہے، اس پر وحی کا اطلاق بھی ہوتا ہے اور صوفیاء کے کلام میں اسے وحی الہام بھی کہتے ہیں۔ نبیوں کی وحی کو بھی صوفیاء نے وحی کہا ہے اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی تشریع منقطع ہے۔

کتاب (کبریت احمر ص۱۰ حاشیہ مواقیت) پر جو عبارت بالفاظ ’’فان وحی...... لسان مالکن ‘‘ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وحی جو تشریعی کو اپنے اندر لئے ہو، وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بند ہوگئی ہے۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ وحی الہام ہوگی۔ فرشتہ کے درمیان پر ہوگی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ وحی تشریعی کے مقابلہ میں لفظ وحی الہام ہوگی۔ مرزاصاحب چونکہ صادق ہیں۔ اس لئے ان کی وحی کو ماننا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی صداقت قرآن شریف اور حدیث سے ثابت ہے۔ جو اس وحی پر ایمان نہ لائے۔ علماء متقدمین کے قول میں سے جو باتیں صحیح ہیں، ان کو ہم صحیح مانتے ہیں اور جن باتوں کا حوالہ میں نے بلحاظ صحیح معنوں کے کتاب (فتوحات مکیہ ج۳ ص۲۳۸) پر حسب ذیل عبارت سے۔ ’’واعلم...... ملک ‘‘دیا ہے وہ صحیح ہیں۔

آیت: ’’الم یروا........... سبیلا ‘‘سورۃ اعراف کا مطلب یہ ہے کہ مشرک لوگ اس بات کو بھی نہیں دیکھتے کہ جس چیز کو انہوں نے معبود بنا رکھا ہے، وہ ان سے کلام بھی نہیں کرتا۔

آیت: ’’اجیب دعوۃ الداع اذادعان فلیستجیبوا لی (البقرۃ:۱۸۶) ‘‘میں جواب دینا اور دعا قبول کرنا دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔ آیت: ’’اخسئوفیھا ولا تکلمون (المؤمنون:۱۰۸) ‘‘آخرت سے متعلق ہے۔ چونکہ قانون الٰہی یعنی شریعت مکمل ہوچکی ہے اور وہ قیامت کے دن تک باقی ہے۔ اس لئے کسی اور نئی شریعت کی ضرورت نہیں۔ کتاب (بخاری ج اوّل باب الشہداء) میں یہ حدیث موجود ہے: ’’ان افانت و...... الخ! ‘‘کتاب (مشکوٰۃ شریف ص۵۴۸ الفصل ثالث) میں یہ حدیث موجود ہے: ’’فقلت...... رزینا ‘‘محدث ایک قسم کا نبی ہوتا ہے۔ اگر محدث یہ کہتا ہے کہ میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی اصلاح کے لئے مامور کیا گیا ہوں تو پھر اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ’’حمامۃ البشریٰ ‘‘میں جس وحی کے انقطاع کا ذکر ہے، اس سے مراد وحی تشریعی اور وہ وحی ہے، جو بغیر اتباع رسول اللہ ﷺ کے کسی مستقل نبی کو حاصل ہو۔ ’’توضیح المرام ‘‘میں بھی جزوی وحی سے ایسی وحی مراد ہے جو تشریعی ہو اور رسول اللہ ﷺ کے اتباع سے حاصل ہو۔

گواہان مدعیہ نے جو وجہ تکفیر مرزاصاحب کی رسول اللہ ﷺ کے خاتم النّبیین نہ ماننا قرار دیا ہے۔ اس سے میں نے جو کچھ سمجھا ہے، اس کے مطابق اپنے بیان میں جواب دے دیا ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی ان معنوں میں مانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی شریعت کے لانے والا نبی یا بغیر اتباع رسول اللہ ﷺ کے نبوت کے مقام کو حاصل کرنے والا نبی نہیں آئے گا۔

عدالت بقیہ کارروائی کے لئے مسل کل پیش ہو

۷؍مارچ ۱۹۳۳ء

۸؍مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اوران کے مختاران حاضر

تتمہ بیان مولوی جلال الدین شمس گواہ فریق ثانی

کتاب (ایام الصلح ص۸۶،۸۷، خزائن ج۱۴ص۳۲۲،۳۲۳) نیز دوسری کتب میں مرزاصاحب نے ''خاتم النّبیین'' کا لفظ ان معنوں میں استعمال کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا ہے جو آپ کے بعد مستقل نبوۃ کا مدعی ہو اور یہ کہ اس کے نبوت کے حاصل کرنے میں آنحضرت ﷺ کے اتباع کی شرط نہ ہو۔ چنانچہ آپ (ایک غلطی کے ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ص۲۱۰) میں تحریر فرماتے ہیں کہ جہاں میں نے نبوت سے انکار کیا ہے، وہاں میری ایسی نبوت ہے کہ جو نبوت مستقلہ ہو اور جس کے حصول کے لئے آنحضرت ﷺ کے اتباع کی شرط نہ ہو۔ کتاب (ایام الصلح ص۱۴۶، خزائن ج۱۴ص۳۹۲) پر ہے کہ وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا...... ذکر نہیں (منن الرحمٰن ص۲۰، خزائن ج۹ص۱۶۴) پر ہے کہ: ''فکما ان ربنا احد'' خاتم النّبیین کا ترجمہ بھی اس عبارت کے نیچے دیا ہوا ہے۔ یہ کتاب بھی مرزاصاحب کی ہے۔

کتاب (ازالہ اوہام ص۵۷۷،۵۷۸، خزائن ج۳ص۴۱۱،۴۱۲) پر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول...... پڑھ سکیں گے۔ اس تحریر میں مستقل نبی کے آنے پر بحث ہے۔ اس کتاب کے (ص۵۸۲،۵۸۳، خزائن ج۳ص۴۱۴) پر ہے کہ اس تمام تقریر سے معلوم ہوا...... محال ہوتا ہے۔ اس میں بھی مستقل نبی کے آنے پر بحث ہے۔ (راز حقیقت ص۱۶، خزائن ج۱۴ص۱۶۸) پر ہے کہ جب کہ اسلام میں کوئی نبی...... لازمی ہے۔ یہ کتاب بھی مرزاصاحب کی ہے۔ کتاب (ازالہ اوہام ص۹۴۲) میں ہے کہ ایک رسول کو بھیج کر...... نہیں بھیجا جائے گا۔ کتاب (ازالہ اوہام ص۴۲۲، خزائن ج۳ص۳۲۱) پر سوال ۱۱و جواب ۱۱درج ہیں۔ ''محدث'' لفظ پر نبی کا اطلاق مجازی طور پر کیا گیا ہے۔ مرزاصاحب نے اپنی کتاب میں محدث پر نبی کا اطلاق کیا ہے۔ (حقیقت النبوۃ ص۹۱، انوار العلوم ج۲ص۴۲۴) پر ہے کہ: ''اما بعد...... فاعمرہ'' یہ مرزامحمود صاحب کی کتاب ہے۔ مرزاصاحب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ حضرت عمر مامور نہ تھے۔ اس کتاب مذکورہ بالا کے (ص۹۳، انوار العلوم ج۱۴ص۴۲۵) پر ہے۔ نہ مجھے دعویٰ نبوت وخروج از امت...... ایک میں ہوں۔ (از نشان آسمانی ص۲۸، خزائن ج۴ ص۳۹۰،۳۹۱، ایام الصلح ص۴۷، خزائن ج۱۴ص۳۰۸،۳۰۹) پر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...... نہیں ہے عربی زبان میں مفرد خاتم کے معنی آخر کے نہیں ہیں۔ یعنی یہ لفظ آخر کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص خاتم کے معنی انتہائی کے لیتا ہے، یعنی بالکل آخری تو یہ اس لفظ کے لازم معنی ہوسکتے ہیں۔ اصل معنی نہیں ہیں۔ لفظ خاتم آخر کے معنی میں اصلی معنوں کی رو سے استعمال نہیں ہوا۔

کتاب (منتہی الارب ص۴۹۵) میں یہ لکھا ہے کہ خاتم...... ﷺ۔ یہاں خاتم کا لفظ مفرد استعمال ہوا ہے اور اس میں جو لفظ آخر قوم کا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کے بعد اس قوم کا کوئی فرد نہیں، بلکہ عربی زبان میں جب آخر کا لفظ کسی قبیلہ کے ساتھ مضاف ہوکر استعمال ہو تو اس کے معنی اشرف اور افضل کے ہوا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے بیان میں لفظ خاتم کے معنوں کی تشریح بیان کی ہے۔ وہ عربی زبان کے محاورات کے مطابق درست ہے۔

(مجمع البحار ج۱ص۳۲۹) پر ہے: ''فن طرت الیہ خاتم ...... بعدہ'' کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس کتاب کے (ص۳۳۰) پر ہے: ''خاتم...... فاعل'' اس کتاب میں احادیث کے مشکل الفاظ کے معنی بیان کئے گئے ہیں۔ (قاموس ص۱۰۴) ''وانی تامہ...... اخرتہ'' تفسیر موجود ہے۔ یہ ڈکشنری کی کتاب ہے اور اس میں کسی لفظ کی تفسیر بیان کی گئی ہو اور اس پر عربی زبان سے کوئی سند پیش نہیں کی

گئی اور اس کے برخلاف کسی اور معنی کے لحاظ سے عربی زبان میں اس کی سند پائی جاتی ہو تو یہ دوسرے معنی معتبر سمجھے جائیں گے۔ حدیث: ’’لوعاش ابراھیم‘‘ میں لفظ ’’لو‘‘ کے معنی اگر کے ہیں۔ آیت: ’’لو کان فیھما ...... الخ!‘‘ میں لفظ ’’لو‘‘ کا استعمال واقعہ کے لحاظ سے نہیں ہے کہ خدا کے سوائے کوئی معبود حقیقی ہیں بھی۔ اس آیت میں امکان ’’الھة‘‘ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ جس چیز میں لفظ ’’لو‘‘ داخل ہوتا ہے اس میں اکثر وقوع نہیں ہوتا۔

ابن ماجہ صحاح ستہ میں سے ہے۔ کتاب ’’میزان الاعتدال‘‘ علامہ ذہبی کی کتاب ہے۔ جس میں حدیثوں کے راویوں پر جرح کی گئی ہے۔ ابن ماجہ کے راوی کے متعلق درج ہے کہ عثمان سے روایت کی ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور امام احمد نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے اور امام بخاری نے کہا ہے کہ اس سے خاموش رہے ہیں اور مسلم نے کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

یحییٰ ابن معین ایک بہت بڑے محدث ہیں۔ کتاب (تقریب التہذیب ص۱۴) اس راوی ابن ماجہ کے متعلق ہے کہ وہ متروک الحدیث ہیں۔ عبارت متروک الحدیث ...... الجامعیت تک ہے۔

(مدراج نبوت ص۲۶۷ جلد دوم) پر ہے: ’’گفتے ...... پیغمبرم‘‘ (ابن ماجہ ص۳۰۷) پر یہ حدیث ہے کہ: ’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم ...... لیس بھا‘‘ میرے اصول کے مطابق اس حدیث میں بعض الفاظ ایسے ہیں کہ اگر انہیں ظاہری الفاظ پر محمول کیا جاوے تو وہ معتبر نہیں ہے۔ (ابن ماجہ ص۱۰۹) پر یہ حدیث بھی ہے: ’’قال قلت ...... لا نبی بعدی‘‘ یہ قول ’’لوعاش ابراھیم‘‘ کی حدیث سے پہلے ہے۔ یہ قول عبداللہ ابن ابی اوفی کا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے۔ (بخاری ج۲ ص۹۱۴) پر یہی قول درج ہے۔ کتاب (ازالہ اوہام دوم ص۵۵۷، خزائن ج۳ ص۴۰۰) بشرطیکہ جرح سے خالی ہو، قبول کرنے کے لائق ہے ...... داخل کردیں۔

اس سے پہلے کی عبارت بالفاظ ذیل اب سمجھنا چاہئے سے لے کر مردود سمجھنا چاہئے تک۔ یہی قابل ملاحظہ ہے۔ شہاب مفسر ہیں اور ان کو امام حدیث نہیں کہا جاسکتا۔ (برکات الدعاص۱۲ حاشیہ، خزائن ج۶ ص۱۵) پر ہے۔ قطب ربانی ...... جانتے ہیں کہ یہ کتاب مرزاصاحب کی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حدیث کی تصحیح بغیر دلیل کے کرے گا تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی اور اگر دلیل کے ساتھ کرے گا تو قبول کی جائے گی۔

ملاّ علی قاری نے چونکہ دلیل سے بحث کی ہے۔ اس لئے اس کی روایت صحیح مانی جائے گی۔ امام ملاعلی قاری کو حدیثیں یاد تھیں۔ لیکن حافظ حدیث کی جو اصطلاح ہے اس اصطلاح میں وہ حافظ حدیث نہ تھے۔ لیکن انہوں نے جو بات کی ہے وہ دلیل کے ساتھ کی ہے۔ اس لئے مان لی جائے گی اور اصطلاحاً وہ امام جرح وتعدیل نہیں ہے۔ کوئی شخص امام جرح وتعدیل ہو یا نہ ہو، اگر کوئی بات کسی دلیل کے ساتھ ثابت کرے تو وہ مان لی جائے گی، ورنہ نہیں۔ ملاّ علی قاری نے ابراہیم ابن عثمان واسطی کا کوئی ذکر اس حدیث کے متعلق نہیں کیا ہے اور اس راوی پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ یہ حدیث چونکہ تین طریقوں پر بیان ہوئی ہے، اس لئے صحیح ہے۔ اس راوی کے ضعف کے رفع کرنے کے متعلق ملاّ علی قاری نے کوئی بحث نہیں کی۔ جو تین طریقے ملاّ علی قاری نے اس حدیث کی روایت کے بیان کئے ہیں۔ ان میں اس راوی کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ میں نے ملاّ علی قاری کا قول نقل کیا ہے۔ ملاّ علی قاری نے اس میں ان طرق کی تشریح نہیں کی۔ کتاب موضوعات کبیر میں ایسی حدیثوں پر بحث کی گئی ہے کہ جن کو بعض لوگوں نے غلط یا موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن ان میں سے بعض ایسی حدیثیں ہیں کہ جو صحیح نہیں تو وہ ان کو دلائل کے ساتھ صحیح ثابت کرتے ہیں۔ یہ کتاب ملاّ علی قاری کی ہے۔

درمنثور تفسیر کی کتاب ہے۔ اس میں رطب ویابس کے واقعات ہوسکتے ہیں۔ میرے نزدیک اس میں بعض باتیں ایسی ہیں جو ماننے کے قابل نہیں۔ کتاب ’’مجمع البحار‘‘ حدیث کے مشکل الفاظ کی شرح ہے۔ یہ کتاب مجمع البحار مذکورہ بالا اصول کے تحت معتبر ہے۔

صاحب مجمع البحار نے ’’لا نبی بعدی‘‘ کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ کوئی ناسخ شریعت نبی نہیں آئے گا۔ الفاظ حسب ذیل ہیں۔ ’’قولوا انه...... سر حهو‘‘ (ترمذی شریف ج۲ص۴۹) ’’وانه هو...... لا نبی بعدی‘‘ رسول اللہ ﷺ کے قول ’’لا نبی بعدی‘‘ اور حضرت عائشہ صدیقہ کا قول ’’قولوا خاتم الانبیاء‘‘، ’’ولا تقولوا لا نبی بعده‘‘ یہ دونوں قول صحیح ہیں اور ان میں تضاد نہیں ہے۔ خاتم بالکسر اور خاتم بالفتح کے معنوں میں فرق ہے اور وہ فرق میں نے اپنے بیان میں ذکر کر دیا ہے۔

قرآن مجید کی جو سات قرأتیں ہیں، ان میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے کہ جس سے ایک دوسرے کے متضاد معنی بن جائیں۔ لیکن اگر کوئی شخص غلطی سے دونوں قرأتوں کے درمیان تطبیق نہ دے سکے تو اس کے غلطی میں پڑنے کا اندیشہ ہوسکتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص۵۵) پر یہ حدیث ہے کہ: ’’قال لعلی...... بعدی‘‘ اور یہ بخاری ومسلم کی حدیث ہے۔ اس حدیث میں ’’انه‘‘ کی ضمیر اگر شان کی لے لی جاوے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ملّا علی قاری محی الدین ابن عربی سے پہلے ہوئے ہیں اور انہوں نے بھی ’’لا نبی بعدی‘‘ کے معنی یہی کئے ہیں کہ کوئی تشریعی نبی بعد میں نہیں آئے گا اور ملّا علی قاری نے ’’خاتم النبی‘‘ کے یہ معنی کئے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہے۔ ’’لو عاش ابراهیم‘‘ کے متعلق ابن ابی اوفی کا قول اور ملّا علی قاری کا قول ان معنوں سے متضاد نہیں ہیں کہ ابن ابی اوفی کے قول کے معنی مستقل نبوت کے لئے جاویں اور ملّا علی قاری کے قول کے یہ معنی لئے جاویں کہ ایسا نبی جو آنخضرت ﷺ کے اتباع سے ہو اور ناسخ شریعت محمد یہ نہ ہو۔ صحابہ تفسیر میں غلطی کرتے تھے۔ حضرت عائشہ بھی صحابہ میں شمار ہیں لیکن وہ فن تفسیر اور فن فقہ میں مشہور تھیں اور بڑے بڑے صحابہ مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (موضوعات کبیر ص۶۹) پر جو حدیث: ’’لو کان موسیٰ حیاً...... اتباعی‘‘ ذکر کی گئی ہے۔ اس سے آنخضرت ﷺ کے بعد تشریعی نبی ہونے کا امکان نہیں نکلتا۔

کتاب (یواقیت والجواہر ص۱۱ ج اوّل) پر حسب ذیل عبارت اعلم...... کا مطلب ہے کہ کسی قوم پر انکار جائز نہیں ہے۔ مگر ان کی اصطلاح کے جاننے کے بعد۔ کتاب (الالہام ص۲۸ حاشیہ) پر ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے۔ ’’بعدی نبیاً‘‘ محی الدین ابن عربی کے جو حوالے میں نے پیش کئے ہیں، ان میں یہ الفاظ ہیں کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی تشریعی نبی نہیں آسکتا اور نہ کوئی ایسا حکم لاسکتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے حکم اور شریعت کا ناسخ ہو۔ (فتوحات مکیہ ج۲ص۵۸) پر ہے۔ ’’قالت عائشه...... منه‘‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت بالکل ہی مرتفع نہیں ہوتی۔ ہاں! نبوت تشریعی جو ہے وہ مرتفع ہوگئی ہے۔ صوفیاء نے بھی رسول اور نبی کو تشریعی اور غیر تشریعی میں منقسم کیا ہے۔ (یواقیت ج۲ص۷۲) پر ہے۔ ’’واعلم...... واللہ تعالیٰ‘‘ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صرف وحی مبشرات باقی ہے۔

(فتوحات مکیہ ج اوّل ص۱۵۸) پر ہے۔ ’’اتباعک...... مذموم‘‘ مراد یہ ہے کہ نبوت اور رسالت کا دعویٰ بعض وقت شیطانی لحاظ سے یہی ہوتا ہے۔ یعنی اگر شیطان کا وسوسہ ہو اور اس لحاظ سے کوئی شخص دعویٰ کرے تو وہ صحیح نہیں۔ اگر کوئی حکم شریعت کے خلاف ہے تو وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ شیطان کی طرف سے ہوگا۔ (فتوحات مکیہ حصہ سوم ص۳۹) پر ہے: ’’وما بقیه...... ‘‘ متفق علیہ عبارت ہے۔ (فتوحات مکیہ ج اوّل ص۲۲۹) پر ہے: ’’تهمست............ الا یوم القیامت‘‘ کی عبارت ہے۔ (فتوحات مکیہ ج دوم ص۲۳۸) پر حسب ذیل عبارت ہے: ’’واعلم...... موت رسول الله ﷺ‘‘ کتاب (مکتوبات مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۳۰۱) کو میں نے دیکھا ہے۔ اگر کسی شخص میں کمالات نبوت حاصل ہوجائیں اور خداتعالیٰ اس کو نبی قرار دے تو وہ نبی ہوگا۔ اس مکتوب میں یہ الفاظ ہیں کہ خداتعالیٰ اس کو نبی قرار دے تو وہ نبی ہوگا۔ کمالات نبوت قرآن مجید کا علم جو خاص طور پر دیا گیا ہو پیشین گوئیاں اور اصلاح کی قوت وغیرہ سے مراد ہے۔

مثنوی مولانا روم سے میں نے جو اس شعر ؎

تا نبوت یابی اندر امت

کا حوالہ دیا ہے۔ یہاں نبوت سے مراد مطلق نبوت ہے۔ (مکتوبات ج سوم، مکتوب نمبر ۲۳۴) کو میں نے دیکھا ہے۔ اس میں حسب ذیل عبارت ہے: ’’در شان…… بر خلق‘‘ جب تک کوئی شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہیں ہوگا۔ اس میں چاہے کمالات نبوت ہوں۔ لیکن وہ نبی نہیں سمجھا جائے گا۔ میں نے کتاب ’’تحذیر الناس‘‘ کا اکثر حصہ مطالعہ کیا ہے۔ (ص۱۰) بھی پڑھا ہے۔ (ص۳) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ بنائے ختم…… دوبالا ہو جاتی ہے۔ (ص۱۰) پر ہے: سوا گر…… ہو جاتی ہے۔ کسی مصنف کے قول کی تفسیر خود اس مصنف کی بہ نسبت اس کے مخالف کی تفسیر کے معتبر ہے۔ مخالف کا قول اگر صحیح ہو تو تائید میں پیش کی جاسکتی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب احمدی نہ تھے۔ کتاب آخری نبی مولانا محمد علی کی ہے۔

کتاب (حقیقت الوحی ص۹۷ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۱۰۰) پر جو یہ الفاظ ہیں کہ ایک توجہ روحانی نبی تراشی ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید کی آیت: ’’من یطع اللہ والرسول‘‘ سے ہوتی ہے۔ خاتم المرسلین اور خاتم النّبیین کے معنی میرے نزدیک ایک ہی ہیں۔ میرے نزدیک رسول اور نبی میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا نبی نہیں جو رسول نہ ہو۔

کتاب (روح المعانی ج۲۲ ص۳۲) پر ہے: ’’وانی تم…… اخیر النبیّ‘‘ (کتاب ابن جریر ج۲۲ ص۱۱) پر ہے: ’’ما کان محمد…… رجالکم‘‘ میں ہے۔ (تفسیر خازن ج۵ ص۲۱۸) ’’خاتم النبیین…… کثیرۃ‘‘ میں بھی آیت: ’’ما کان محمد……‘‘ کی تفسیر میں ہے۔ (تفسیر کشاف جلد ثانی ص۴۳۳) ’’ما کان محمد……‘‘ اور ’’کیف کان…… امت‘‘ ہی تک میں بھی ’’امت‘‘ مذکورہ بالا کی تفسیر ہے۔ (بیضاوی جلد۴ ص۱۶۴) پر بھی اس آیت کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ جو الفاظ ذیل ہے: ’’واجزھم…… من نبی‘‘ نہیں۔ ’’مدارک التنزیل‘‘ میں بھی اس آیت کی تفسیر درج ہے۔ ’’منجد‘‘ میں لفظ ’’خاتم‘‘ کے معنی (ص۱۶۴) پر دیئے گئے ہیں۔ وہ لغت کے لحاظ سے درست ہیں۔ یہ کتاب ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں، بلکہ ایک جماعت نے لکھی ہے۔ اس جماعت میں عیسائی بھی شامل تھے۔ میں نے ’’خاتم النبی‘‘ کے معنی زینت کے جو لئے ہیں، اس کے متعلق کسی صحابی کا قول میری نظر سے نہیں گزرا۔ ’’الا‘‘ مفسرین کے جو قول میری نظر سے گزرے ہیں، وہ میں نے نقل کئے ہیں۔ ’’خاتم‘‘ کے معنی مہر لینے میں، میں نے حدیث پیش کی ہے۔ ’’خاتم النبی‘‘ کے معنی مہر کے معنوں میں تمام صحابہ کی تفسیر میرے تک نہیں پہنچی۔ مفسرین کے قول میں نے دیکھے ہیں۔ صحابہ کے اقوال سے یہ محتمل ہے کہ انہوں نے ’’خاتم النبی‘‘ کے معنی میں ’’خاتم‘‘ کے معنی مہر کے لئے ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام عاقب ہے۔ میں نے حدیث پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب عجمی بادشاہوں کو خطوط لکھے تو آپ سے یہ عرض کیا گیا کہ وہ خطوط کو قبول نہیں کرتے، جب تک کہ ان پر مہر نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی، جس پر محمد رسول اللہ ﷺ کے الفاظ نقش کئے گئے۔ اس لئے خطوط پر مہر لگانے کا دستور تھا تا کہ اس سے ثابت ہو کہ یہ فلاں شخص کی طرف سے ہے۔ قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تفسیر کرنے کے لئے عربی زبان کے استعمالات کو شواہد کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ علمائے دیوبند وغیرہ کی تصانیف میں جو الفاظ ’’خاتم المحدثین‘‘، ’’خاتم المفسرین‘‘ وغیرہ استعمال ہوئے ہیں اور ’’خاتم الشعراء‘‘ وغیرہ الفاظ بھی جو عربی میں مستعمل ہوئے ہیں، ان میں بھی یہی ’’خاتم‘‘ کا لفظ اسی تحت میں استعمال کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب نے ’’خاتم

الاولاد'' میں لفظ''خاتم'' زینت یا مہر کے معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ (تریاق القلوب ص۱۵۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۹) چنانچہ وہ واقعتاً...... خاتم الاولاد تھا۔　سن کر تسلیم کیا۔

عدالت

بقیہ کاروائی کے لئے مسل کل پیش ہو۔

۸؍مارچ ۱۹۳۳ھ، مطابق ۱۱؍ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

۹؍مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اوران کے مختاران حاضر

تتمہ بیان مولوی جلال الدین شمس گواہ فریق ثانی باقرار صالح

(تفسیر کشاف ص۴۳۳) پر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں:''**ولکن نبی ختم النّبیین**'' ہے۔ عبداللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی تھے۔ اخبار الفضل قادیان سے شائع ہوتا ہے اور جماعت احمدیہ اس کی اشاعت میں امداد کرتی ہے۔ اخبار الفضل کے پرچہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۳۲ء میں ایک اعلان کا عنوان سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور ومعروف آرگن درج ہے۔ قرآن مجید کو خاتم الکتب کہا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ جس قدر پاک تعلیمات جو کمالات اور مراتب روحانیہ حاصل کرنے کے لئے ضروری تھیں، وہ اس میں آگئی ہیں اور اس کے بعد کوئی کتاب جس میں خداوندتعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی شریعت ہو، نہیں آئے گی۔ وحی غیر شرعی قرآن شریف کے بعد آسکتی ہے اور اس کو اگر کتابی صورت میں شائع کیا جاوے تو اسے کتاب کہہ سکتے ہیں۔ لغوی طور پر ایسی وحی کو کتاب اللہ کہہ سکتے ہیں۔ اصطلاحی طور پر کتاب اللہ کے معنی وہ کتاب ہے کہ جس میں شریعت ہو۔ اس لحاظ سے اسے کتاب اللہ نہیں کہا جائے گا۔ میں نے زبان عربی کے محاورات کے لحاظ سے یہ بتلایا ہے کہ''خاتم'' کا لفظ''آخر'' کے معنوں میں حقیقی طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ لازم معنی لے کر استعمال ہوتا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں مفسرین کے حوالے دیئے ہیں، جن سے میرے اس دعویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ خاتم کتاب کے یہ معنی ہیں کہ یہ کتاب کو ختم کرنے والا ہے۔ میں نے''**لا نبی بعدی**'' اور''**آخر الانبیاء**'' کو جن معنی میں لیا ہے ان معنوں میں یہ حدیثیں صحیح ہیں۔

(روح المعانی ج۸ ص۳۹) پر حسب ذیل عبارت ہے:''**صلی اللّٰہ علیہ وسلم ...... اسرھا**''

(شفا قاضی عیاض ص۲۴۶،۲۴۷) پر ہے:''**کذالک...... سمع**'' عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق جو حدیثیں آئی ہیں، ان میں لکھا ہے کہ وہ خدا کے نبی ہوں گے اور دعویٰ نبوت کریں گے۔ میں انہیں حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ وہ نبی اللہ ہوں گے، یہ سمجھتا ہوں کہ وہ دعویٰ نبوت کریں گے اور جو نبی ہوگا اور خداتعالیٰ اسے مبعوث کرے گا تو جو فرائض اس کے سپرد کئے جائیں گے، وہ انہیں سرانجام بھی دے گا۔

رسول اللہ ﷺ کے کامل اتباع سے نبوت کا درجہ ضرورت کے وقت بطور انعام مل سکتا ہے اور اس سے رسول ﷺ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ میرے بیان کردہ اصول کے مطابق جو میں نے روایات کے متعلق بیان کیا ہے۔ شان نزول سے مدد لی جاسکتی ہے۔ لیکن اعتبار الفاظ کی عمومیت کا لیا جائے گا۔ خاص سبب نزول میں منحصر نہیں کیا جائے گا۔

آیت:''**اولئک مع الذین ...... من النّبیین** (النساء:۶۹)'' میں معیت سے مراد ایسی معیت بھی ہے کہ وہ ان گروہوں میں سے شخص ہوجائیں۔ یعنی امت محمدیہ میں سے چار قسم کے لوگ پیدا ہوں گے۔ نبی، صدیق، شہید، صالح۔ اگر معیت سے یہ مراد لی جاوے کہ وہ ان کے ساتھ ہوں گے ان میں سے نہیں ہوں گے۔ معیت چونکہ''**منعم علیھم**'' کے ساتھ آئی ہے۔ اس لئے اس کے یہ معنی

ہوں گے کہ وہ ’’منعم علیھم‘‘ کے ساتھ ہوں گے۔ لیکن ’’منعم علیھم‘‘ نہیں ہوں گے اور یہ معنی فریقین کو مسلمہ نہیں ہیں۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جو خدا اور رسول کی اطاعت کریں گے، یہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن پر خداوندتعالیٰ کا انعام ہوا۔ یعنی نبی، صدیق، شہید، صالح۔ شہدا کا جو لفظ یہاں پر آیا ہے، یہ ایک روحانی مرتبہ ہے اور اگر اس کے معنی عام طور پر شہید کے بھی لئے جاویں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ انبیاء سابقین کی بعثت خاص خاص اقوام کے لئے تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عام ہے۔ تمام دنیا کے لئے ’’اوحی الی ھذا القرآن...... من بلغ‘‘ کا ترجمہ یہ ہے کہ اور میری طرف یہ قرآن مجید وحی کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈراؤں اور جس کو پہنچے۔ حدیث: ’’انہ لا نبی بعدی‘‘ جو حضرت علیؓ کے متعلق ہے...... کے معنی ہیں جو میں نے بیان کیا ہے کہ تبوک پر جانے کے بعد حضرت علیؓ آپ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے اور کہ وہ نبی نہ ہوں گے۔ علامہ سندھی اور عینی کے اقوال میرے اس بیان کی تائید میں ہیں۔

علامہ سندھی ایک بہت بڑے مسلمہ عالم ہیں اور شارحین احادیث میں انہیں مانا گیا ہے۔ علامہ سندھی کے حالات منجملہ دیگر شارحین حدیث کے ایک کتاب میں مذکور ہیں، جس کا نام اس وقت مجھے پوری طرح یاد نہیں شاید ’’ابجد العلوم‘‘ ہے۔ میں نے علامہ سندھی اور عینی کے اقوال کے حوالہ جات اپنے بیان میں دیئے ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ کے متعلق اوپر کی حدیث میں لفظ بعد میں ایک معنی میں نے یہ لئے ہیں کہ ایک تو رسول اللہ ﷺ کے غزوہ تبوک پر جانے کے بعد نبی نہیں ہوں گے اور اگر بعدی کے معنی متصلہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لئے جاویں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حالات اور قرائن کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ بعدیت متصلہ مراد ہے یا منفصلہ آیت: ’’ومبشراً برسول...... اسمہ احمد‘‘ میں اگر احمد سے مراد صرف رسول اللہ ﷺ لئے جاویں اور درمیانی نبی جن کا ذکر بعض شارحین نے کیا ہے چھوڑ دیئے جاویں تو ایک رنگ میں ہم اسے بعدیت متصلہ کہہ سکتے ہیں اور اگر اس سے مراد جیسا کہ ہم احمدی لیتے ہیں کہ اس میں مسیح موعود کی بھی پیش گوئی ہے تو اس صورت میں بعدیت منفصلہ بھی لی جاسکتی ہے۔ (انوار خلافت ص۱۸،۱۹، انوار العلوم ج۳ ص۸۳،۸۴) پر ہے کہ میرا یہ عقیدہ ہے...... تیار ہوں۔ حدیث: ’’انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ‘‘ میں، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام کی تشبیہ سے خلافت مراد لی ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں ’’من کل الوجوہ‘‘ تشبیہ کا پایا جانا ضروری نہیں۔ ’’لا نبی بعدی‘‘ کے مختلف معنی ہوسکتے ہیں۔ اس لئے میں نے ’’انہ لا نبی بعدی‘‘ کا جو مفہوم بیان کیا ہے، اس کی تائید ’’لست نبیا‘‘ والی روایت سے ہوتی ہے۔ اس کا خاص واقعہ میں یہ دونوں روایتیں ایک معنی میں بن جاتی ہیں۔ ویسے لفظی الفاظ سے ان دونوں جملوں میں کچھ فرق ہے۔ ایک خاص واقعہ پر دونوں کا مفہوم ایک ہوسکتا ہے۔

علامہ عینی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان نبی ہوئے جن کی تعداد تین تک بتلائی جاتی ہے۔ اس بات کو بعض مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے۔ علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کیا جاوے تو اس کے معنی صحیح و درست ہوسکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان کوئی مستقل شریعت والا نبی نہیں آیا۔

’’لیس بینی وبینہ نبی‘‘ کا یہ ترجمہ ہے کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (فوائد المجموعہ، علامہ زرقانی ص۱۰۳) پر ہے۔ حدیث: ’’اذا ارد یا نمی حدیث...... موضوعا‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث کہ قرآن شریف پر پیش کرنا کسی حدیث کو ایک موضوع حدیث ہے۔ علامہ عینی اور ذہبی کی روایت سے انہوں نے یہ نقل کیا ہے ظلی اور بروزی کی اصطلاحات مرزا صاحب نے انہیں معنوں میں لی ہیں جو میں نے اپنے بیان میں مفصل ذکر کئے ہیں۔ عام اصطلاح میں ظل سائے کو کہتے ہیں۔ اگر ذاتی طور پر ہیں تو ظل اصل کا غیر نہیں ہوتا۔ جس ضمن میں میں نے فصوص الحکم سے ظل اور بروز کے حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ ان میں ظل اور بروز کا ذکر ہے، نبوت کا

نہیں۔لیکن نبیوں کے لئے وہاں بروز کا استعمال کیا گیا ہے۔کتاب (حقیقت النبوۃ ص۱۴۴، انوار العلوم ج۲ص۴۶۵) سالم قابل ملاحظہ ہے۔یہ کتاب خلیفہ ثانی حضرت بشیرالدین محمود صاحب کی ہے۔اس کتاب کے (ص۱۲۸، انوار العلوم ج۲ص۴۵۱،۴۵۲) پر حسب ذیل عبارت ہے:

’’اور یہ تعریفوں ...... ڈانٹ دیا۔‘‘

میں نے اس حدیث:’’لم یبق ...... الا المبشرات ‘‘کے جو معنی بیان کئے ہیں،اس کی تائید میں حوالہ دیا ہے اور عام مسلمانوں کے لئے رؤیا صالحہ بتلائی گئی ہے اور خاص کے لئے کشف وغیرہ موجود ہیں۔اس حدیث کا مطلب امام شعرانی وعلامہ سندھی نے وہی بیان کیا ہے جو میں نے بتلایا ہے۔حدیث:’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم ‘‘میں’’آخر‘‘کے معنی کامل کے بھی لئے ہیں اور ’’آخر‘‘کے بھی۔آخر میں’’آخر‘‘کے معنی کامل کے بھی لئے ہیں۔’’آخر‘‘اس لحاظ سے کہ آپ کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں آئے گا۔عربی زبان میں استعمال کے لحاظ سے دونوں معنی حقیقی ہو سکتے ہیں۔دونوں معنی ہر ایک آدمی قرائن اور حالات کو مدنظر رکھ کر کرے گا۔اس حدیث میں بھی آخر کے معنوں میں قرائن اور حالات کو مدنظر رکھا جائے گا۔اگر لغت کسی معنی کی تائید کرتی ہوگی وہ لئے جائیں گے۔دوسرے نہیں لئے جائیں گے۔لغت سے میری مراد اہل زبان کے محاورات سے ہے۔

یوم الاخیر میں آخر کے معنی سب سے پیچھے آنے والا دن ہے۔قرآن شریف کو آخر الکتب انہیں معنوں میں کہا گیا ہے۔جو خاتم الکتب کے تحت میں میں بیان کر چکا ہوں۔حدیث:’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم ‘‘کے ذکر سے پہلے دجال کا ذکر ہے۔ایسے انبیاء بھی گزرے ہیں کہ جن کی طرف کوئی امت منسوب نہیں کی گئی۔اس لحاظ سے ان کے ماننے والے ہوئے ہیں یا نہیں۔میں کہتا ہوں کہ ان نبیوں کے ماننے والے تھے۔اگر ماننے والوں کے لحاظ سے امت کا لفظ کا اطلاق کیا جاوے تو ان نبیوں پر بھی اطلاق پا سکتا ہے۔حدیثوں میں بھی جو لفظ امت کا استعمال ہوا ہے،وہ بھی اصطلاح کے مطابق ہوسکتا ہے۔میں اس اصطلاح کے مطابق جو میں نے اوپر بیان کی ہے،لیا جاسکتا ہے۔قصر نبوت کے معنی میں جو حدیث ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو ایک آخری اینٹ سے تشبیہ دی ہے۔چونکہ اس حدیث میں انبیاء سابقہ سے یہ تشبیہ دی گئی ہے۔اس لئے انبیاء سابقہ میں سے کسی اینٹ کی گنجائش نہیں ہے اور بعد کے انبیاء کا اس میں ذکر نہیں۔یہ مطلب خود حدیث سے واضح ہے۔کیونکہ اس میں’’من قبلی ‘‘کی قید لگی ہوئی ہے۔’’من قبلی ‘‘میں میرے نزدیک اگر صرف صاحب شریعت نبی لئے جاویں تو یہی درست ہے اور اگر دونوں شرعی وغیر شرعی مستقل نبی کے لئے جاویں تو دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔حضرت عمرؓ کے متعلق جو یہ حدیث ہے:’’لو لم ابعث بعث عمر ‘‘اس سے یہ مراد ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ مبعوث نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ مبعوث ہوتے۔پس اس صورت میں وہ مستقل نبی ہوتے۔یہاں’’لو‘‘کا لفظ امکان نبوت پر نہیں استعمال ہوا۔بلکہ اس معنی میں استعمال ہوا کہ اگر رسول اللہ ﷺ مبعوث نہ ہوتے تو حضرت عمر مبعوث ہوتے۔کنوز الحقائق امام عبدالروف مناوی کی ہے اور وہ اس قاعدہ کے تحت معتبر سمجھی جائے گی جو میں نے حدیثوں کے متعلق بیان کیا ہے۔حدیثوں میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ دجال یہ گمان کریں گے وہ خدا کے رسول ہیں۔بعض حدیثوں میں دجالوں کی تعداد ستائیس بھی مذکور ہے اور بعض میں تیس ہے کہ دجال یہ گمان کریں گے کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔بعض حدیثوں میں دجالوں کی تعداد ستائیس ہے۔لیکن ان میں رسالت اور نبوت کے دعویٰ کا ذکر نہیں۔(فتح الباری ج۶ص۴۵۵) میں ہے:’’لیس المراد ...... دجال اکبر ‘‘بعض لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔بعض ان میں سے حاکم ہوئے تھوڑی دیر کے لئے اور پھر قتل ہوئے۔کتاب (الخارفی کشف الاسرار ص۴،۵) دیکھ لئے جاویں۔اگر کسی خصوصی مسئلہ پر تمام کی تمام امت بغیر استثناء کے اجماع کرے تو اس کا ماننا ضروری ہے۔اجماع کا مسئلہ خود مختلف فیہ ہے۔ہمارے نزدیک اجماع امت سے مراد یہ ہے کہ امت کے تمام

بزرگ اور مسلمہ اکابر ایک مسئلہ کو مانتے چلے آئے ہوں۔ فرائض نماز کی رکعتوں پر اس قسم کا اجماع ہے جو میں نے اوپر بیان کیا۔ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر بھی اس قسم کا اجماع ہے۔ قرآن مجید میں جو باتیں منصوص ہیں یا سنت میں ایسی بات پر کہ جو قرآن مجید اور سنت میں صراحتاً ذکر نہیں کی گئی۔

ان کے علاوہ کسی مسئلہ پر تمام امت کے اجماع کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے اور یہی امام احمد کا قول ہے۔ یعنی ان کے اس قول سے جس کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے مطلب ہے۔ ائمہ نقل میں سے کسی کا کسی مسئلہ کے متعلق یہ کہہ دینا کہ امت نے اس پر اجماع کیا ہے، صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ انہوں نے تمام امت کے علماء کا نہ ذکر کیا ہے اور نہ ہی اس کی دلیل دی ہے۔ خصوصاً اس وقت جب کہ اس کے خلاف قرآن مجید یا سنت میں سے یا علماء امت کے اقوال بھی پیش کئے جاویں۔ اگر پہلے ائمہ میں سے کسی نہ کسی مسئلہ پر اجماع امت رکھا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ کتاب یا وہ قول دوسرے ائمہ کو نہ پہنچا ہو، اس لئے وہ تردید نہ کر سکے ہوں۔ اس لئے اس کے قول کو اس وقت قبول کیا جائے گا۔ اگر اس کے خلاف قرآن مجید اور احادیث اور دوسرے علماء کے اقوال میں سے پیش نہ کیا جاسکے۔ قاضی عیاض ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں۔ امام آلوسی مفسر ہیں ائمہ نقل میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ حال کے زمانہ کے ہیں۔ انہوں نے تفسیر روح المعانی لکھی ہے۔ صحابہ کا اجماع جس پر انہوں نے نصاً یہ کہا ہو اور جس پر وہ جمع ہوئے ہوں کہ یہ بات ایسی ہے۔ اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر وہ بات ایسی ہے جو قرآن مجید اور حدیث سے تعلق رکھتی ہے تو وہ کفر کی طرف لے جانے والی ہوگی۔ اگر ایسا اجماع صحابہ کا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ جو ایمانیات کے ساتھ تعلق رکھتا ہو، اس کا انکار کفر ہوگا۔ جو باتیں عمل سے ثابت ہیں ان میں سے کسی ایک مسئلہ کے متعلق جو عملیات سے ہے اور اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ تمام امت اس پر عامل بھی ہے تو اس کا ماننا بھی ضروری ہوگا۔ منافق کی تعریف میں جو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ وہ لوگ اس شہادت میں کاذب ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد جس قدر اشخاص نے دعویٰ نبوت کیا، وہ یا تو حکومت کے خلاف تھے اور انہوں نے مستقل نبوت کا دعویٰ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے احکام کو منسوخ کیا۔ اس وجہ سے ان کے کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

(شرح فقہ اکبر ملّا علی قاری ص۱۹۱) پر ہے: ''**ودعوة النبوة بعد** .... **بالاجماع** '' کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر بالاجماع ہے۔ اس کی تشریح میں نے اپنے بیان میں کی ہے جس اجماع کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں اجماع امت واجماع صحابہ رسول اللہ ﷺ سے مراد ہے۔

(نورالانوار ص۲۲۲) سے جو حوالہ میں نے اپنے بیان میں پیش کیا ہے، اس کے اوپر یہ عبارت موجود ہے۔ ''**واذا** ...... **وغیرہ**'' اور اس حوالہ کے آگے یہ الفاظ ہیں۔ ''**وان کان** ...... **قطعتاً** '' اگر کوئی شخص کسی مسئلہ پر الفاظ: ''**اجتمعت الامت** '' کہتا ہے تو اس سے اجماع نہیں سمجھا جائے گا۔ اگر اس کے خلاف قرآن مجید اور سنت اور دوسرے علماء کے اقوال موجود ہوں۔ الفاظ: ''**اجتمعت الامت** '' کے استعمال کو اجماع کے لئے خاص نہ سمجھنے کے لئے میں اس وقت کسی کتاب کا حوالہ نہیں پیش کرسکتا۔ تعداد رکعت اور نقل قرآن مجید عملاً تواتر سے ثابت ہیں۔ تواتر محدثین کی اصطلاح ہے اور تواتر لفظی ومعنوی کی اصطلاحیں بھی ہیں۔ کتاب (شہادت القرآن ص۲،۳، خزائن ج۶ ص۲۹۸،۲۹۹) پر ہے۔ لیکن یہ خبر ...... نہیں ہوتی اور اس صورت سے ...... کی جائیں۔ یہ کتاب مرزاصاحب کی ہے۔

(شرح مسلم الثبوت ص۴۹۷) پر ہے: ''**واستھزه** ...... **تواتر الجماعة** '' اس کتاب کے (ص۴۹۵) پر ہے: ''**لانا تواتر** ...... **جاهل مرکب** '' طلیحہ اور مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ (طبری جلد سوم حصہ چہارم ص۲۳۰) پر ہے کہ طلیحہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی

میں مرتد ہوگیا اور دعویٰ نبوت کیا۔ میں نے ابن جریر کی اس کتاب کا حوالہ پیش کیا ہے جو فریق اوّل کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔
(حج الکرامہ ص۲۳۴) ’’وایں مسیلمه...... گشته ‘‘(بخاری شریف ص۱۰۴۲) پر ہے:’’انا نائمون...... ‘‘یہاں صاحب صنعاء سے اسود عنسی مراد ہے اور صاحب الیمامہ سے مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی نے بھی دعویٰ نبوت کیا تھا۔
(تاریخ خمیس ص۱۷۵ جلد ثانی) ’’وفی مسیلمه...... وبعد ‘‘(مشکوٰۃ شریف ص۵۰ کتاب الصلوٰۃ) پر ہے:’’رواه الحاکم...... عشره ثنتین ‘‘یہ حدیث ہے۔
(اشارات فریدی ص۱۰۸،۱۰۹) پر ہے:’’ایں جاذکر کردند...... است۔ وفرمودند...... بوده است۔ مسیلمہ نے شریعت کے احکام منسوخ کئے اور اسلامی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور نماز کی فرضیت کو ساقط کیا۔ فسق وفجور کو حلال قرار دیا ہے۔ مجھے اس کی اذان کا پتہ نہیں جو باتیں میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ مسیلمہ کے متعلق وہ تاریخ سے ثابت ہیں۔ یہ تاریخیں مسلمان مؤرخین کی لکھی ہوئی ہیں۔ ہم ان واقعات کو جو تاریخ کی رو سے صحیح ثابت ہوئے ہیں، معتبر سمجھتے ہیں۔ یہ شعر ؎

بعد از خدا بعشق محمد ﷺ مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کتاب (ازالہ اوہام ص۱۷۶، خزائن ج۳ ص۱۸۵) میں ہے اور منسوخ نہیں ہوا۔
کتاب المحاسن والمساد میں جن دو شخصوں کا ذکر ہے۔ وہ میں اپنے بیان میں لکھوا چکا ہوں۔ ان میں سے ایک نے تو نوح ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور دوسرے نے نبوت کا دعویٰ اس طریق پر کیا جو میں اپنے بیان میں لکھا چکا ہوں۔ ابوطیب متنبّی نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور اس کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔ میں نے جو علماء کے متعلق عنوان دیا ہے، وہ ان کی تحریروں کو مدنظر رکھ کر دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی تحریروں میں جو مثالیں پیش کی ہیں، وہ انہی قسم کے انبیاء کی ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے خلاف دعویٰ نبوت کیا کہ شریعت اسلام کے احکام کو منسوخ کیا۔ اس لئے ان کی تحریر سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ انہوں نے اس قسم کی نبوت کو جو اوپر بیان کی گئی ہے، بند سمجھا۔ دوسری قسم کی نبوت جس کے باقی رہنے کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بند ہو جانے کا ان تحریروں میں ذکر نہیں ہے۔
منصب امامت سے جو نبوت کی تعریف پیش کی گئی ہے، اس میں اگر لفظ احکام سے نئی شریعت کے احکام مراد ہیں تو یہ تعریف مرزا صاحب پر صادق نہیں آتی۔ آئینہ کمالات اسلام مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس میں ہے:’’نادانی...... مامورین‘‘ اس کے ترجمہ فارسی میں اس کے نیچے دیا ہوا ہے۔ ہم مکہ مکرمہ کے خانہ کعبہ کے حج کو حسب ہدایات قرآن شریف واحادیث فرض سمجھتے ہیں۔ ہم قادیان کے جلسہ کو شرعی حج نہیں سمجھتے۔
(برکات خلافت ص۳) پر ہے:’’آج جلسہ کا پہلا دن ہے...... الخ!‘‘ مرزا صاحب کا یہ شعر ؎

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے راض حرم ہے

ہماری جماعت مرزا صاحب کی ازواج کو ام المومنین کہتی ہے۔ (کتاب الیواقیت ص۱۸) پر ہے:’’اور چونکہ...... ہوگا۔‘‘ یہ کتاب مرزا صاحب کی ہے ہر مرید کا قول اپنے پیر کے حق میں معتبر نہیں ہے۔ بلکہ مرید کا رتبہ اور اس کی حیثیت دیکھی جائے گی۔
’’اشارات فریدی‘‘ خواجہ غلام فرید صاحب کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ جمع مولوی رکن الدین صاحب نے کیا ہے۔ خواجہ صاحب کی اپنی تحریر شدہ نہیں۔ اس میں خواجہ صاحب کے اقوال ان کے بعد مرتب کر کے شائع کئے گئے ہیں۔ (حقیقت الوحی ص۲۰۷، خزائن ج۲۲ ص۲۱۶) پر ہے کہ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب ’’اشارات فریدی‘‘ میں...... جواب دیا ہے۔ کتاب ’’اشارات فریدی‘‘ شائع خواجہ صاحب

کی وفات کے بعد ہوئی۔ لیکن اقوال کا مرتب ہونا، دوسری بات ہے۔ شائع ہونے سے پہلے بھی ہوسکتا ہے۔ یہ کتاب چونکہ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد شائع ہوئی اس لئے اس میں جو اقوال درج کئے گئے ہیں، وہ خواجہ محمد بخش صاحب کی تصدیق کے بعد درج کئے گئے ہیں۔ خواجہ محمد بخش ان کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے سارے مضامین دیکھے تھے۔ کیونکہ اس پر ان کی تصدیق موجود ہے۔

جلد سوم کے متعلق مؤلف نے (ص۱۸۷) پر درج کیا ہے کہ اس تمام جلد کو اوّل سے لے کر آخر تک خواجہ محمد بخش صاحب کے سامنے پیش کر کے پڑھا اور انہوں نے بکمال عنایت وتوجہ سے سنا اور تصحیح اصلاح تحقیق کے بعد بھی کی۔ اس کے نیچے فقیر محمد بخش صاحب کی ''اشارات فریدی'' کے متعلق ارشاد موجود ہے کہ یہ میرے والد ماجد غلام فرید صاحب کے ملفوظات ہیں جو مولوی رکن الدین صاحب نے ۹ سال کی مدت میں نہایت محنت کر کے جمع کئے ہیں۔ مولوی رکن الدین کے متعلق یہ پایا جاتا ہے کہ وہ خواجہ غلام فرید صاحب کے پاس ملفوظ نویسی کیا کرتے تھے۔ مولوی رکن الدین کے متعلق خواجہ غلام فرید صاحب نے مرزا صاحب کو کچھ نہیں لکھا خواجہ غلام فرید صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا مولوی رکن الدین کی توثیق کے متعلق مجھے کوئی حوالہ یاد نہیں ہے۔ مولوی غلام احمد اختر اس وقت احمدی ہیں اور ان کا جو ذکر اشارات فریدی میں آیا ہے، اس وقت وہ احمدی نہ تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ مولوی رکن الدین کے دوست تھے یا نہ۔

(اشارات فریدی حصہ سوم ص۴۱) پر ہے: ''اندریں اثناء رضوی صاحب مولوی غلام احمد اختر...... الخ!'' کتاب ''اشارات فریدی'' کے حصہ اوّل ودوم بھی ہیں اور وہ میں نے دیکھے ہیں۔ جس وقت حصہ سوم شائع ہوا، اس وقت خواجہ صاحب کے خلفاء میں سے کسی نے اس کی تردید شائع نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ خواجہ غلام فرید صاحب احمدیت کے مخالف نہ تھے اور وہ حضرت مسیح موعود کے مصدق تھے۔ ان کی مصدق ہونے کی حالت پر وفات ہوئی۔ خواجہ صاحب کے سامنے اس وقت تک جس قدر دعویٰ مرزا صاحب کی طرف سے پیش ہوئے تھے، ان سب کی خواجہ صاحب نے تصدیق کی تردید نہیں کی۔ مرزا صاحب نے نبوت غیر تشریعی کا ذکر اپنی پہلی کتاب (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۵۹،۶۰) میں بھی کیا ہے۔ لیکن جیسا میں بیان کر چکا ہوں کہ پہلے آپ محدث کا لفظ لکھتے رہے۔ لیکن بعد میں اپنے لئے نبی کا لفظ استعمال کرنے لگے اور آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کے الفاظ موجود تھے، وہ الہامات خواجہ صاحب کے پیش ہوئے اور انہوں نے اس کے متعلق شہادت دی کہ یہ الہامات خود مرزا صاحب کے کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے مرزا صاحب کی جو جو کتابیں پڑھی ہیں، ان کا ذکر ''اشارات فریدی'' میں ہے۔　　　　سن کر درست تسلیم کیا۔

عدالت ...... بقیہ کارروائی کے لئے مسل پرسوں بتاریخ ۱۱؍مارچ ۱۹۳۳ء کو پیش ہو۔

۹؍مارچ ۱۹۳۳ء

۱۱؍مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اور ان کے مختار حاضر ہیں

تتمہ بیان جرح مولوی جلال الدین شمس باقرار صالح

میرے علم میں خواجہ غلام فرید صاحب اور مرزا صاحب کے درمیان کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ خط وکتابت ہوتی رہی ہے۔ حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کے ساتھ میرا خیال ہے کہ خواجہ صاحب کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے اور حکیم صاحب کی جو گفتگو خواجہ صاحب سے ہوئی، مرزا صاحب کے متعلق ہوئی تھی۔ مجھے تفصیلی طور پر یاد نہیں کہ ان کے درمیان کس قسم کا تذکرہ ہوا تھا۔ (اشارات فریدی حصہ سوم ص۸۳) پرحسب ذیل عبارت ہے: ''میقوس ۳۸ بوقت...... ششم اند۔'' مرزا صاحب کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ سال ۱۹۰۱ء میں چھپی ہے۔

مجھے خواجہ کی وفات کا سن اچھی طرح یاد نہیں۔ غالباً سال ۱۸۹۹ء ہے۔ قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام ہے، اس لئے طاقت بشری سے باہر ہے اور قرآن مجید میں یہ چیلنج ہے کہ اس جیسا اور کوئی نہیں بنا سکتا۔ اگر خداوندتعالیٰ کی کوئی کتاب ایسی ہوگی کہ اس میں بھی یہ چیلنج موجود ہو کہ ایسی کوئی کتاب نہیں لاسکتا تو اس کے مقابلہ میں بھی کوئی نہیں لا سکے گا۔ کسی کتاب کے متعلق یہاں ذکر نہیں۔ اگر خداتعالیٰ کسی انسان کے کلام کو جو خداتعالیٰ کی تائید سے لکھا گیا ہے، اسے بطور اعجاز کے پیش کرے۔ خداتعالیٰ لوگوں کی ہمتوں کو اس کے مقابلہ میں لانے سے پشت کردے اور وہ نہ لاسکیں تو وہ بھی اعجاز سمجھا جائے گا۔ ایسا عقیدہ رکھنا کہ جو خداتعالیٰ کی وحی کے ماتحت ہے، قرآن شریف کی توہین نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں کوئی یقینی مدت وغیرہ بیان نہیں کی گئی۔ بلکہ وہ ہر زمانہ اور رنگ میں اپنے اندر کامل اعجاز کو لئے ہوئے ہے۔ صوفیائے کرام کفر وغیرہ کو حق نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ کافر کو کافر سمجھیں گے۔ چنانچہ خواجہ غلام فرید صاحب نے ''اشارات فریدی'' میں مسیلمہ کذاب کو کذاب اور کافر کہا ہے۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کہ خواجہ صاحب نے ان مولویوں کو کہ جنہوں نے مرزاصاحب کی تکفیر کا فتویٰ دیا، انہیں غلطی پر سمجھتے ہوئے مسلمان کہا ہے۔

(اشارات فریدی حصہ سوم ص۱۷۹) ''حضور خواجہ ابقاہ اللہ…… برحق است۔'' مولوی عبدالجبار، عبدالحق اور غلام دستگیر نے مرزاصاحب کے خلاف فتویٰ کفر دیا ہے۔ انبیاء کے کشف خطاء سے پاک ہوتے ہیں۔ آگے ان کے تعبیر کے لحاظ سے نبی اجتہادی طور پر غلطی کھا سکتا ہے۔ (اشارات فریدی جلد سوم ص۴۲) پر ہے: ''غائت مافی الباب…… کشف است۔'' اس سے پہلے کی عبارت قابل ملاحظہ ہے، جس کا میں اپنے بیان میں بھی حوالہ دے چکا ہوں۔ ظلی نبوت کی جو حضرت مرزاصاحب نے تعریف بیان کی ہے۔ اس کے مطابق اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کا حکم میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ظلی نبی جو مستقل نبی کی اتباع سے نبوت کا درجہ پاتا ہے اور اس کی صداقت قرآن مجید کی رو سے ثابت ہوتی ہے تو نجات پانے کے لئے اس کا ماننا بھی ضروری ہے۔ کوئی شخص مستقل نبی کی تعلیم کا پابند نہ سمجھا جائے گا، جب تک وہ اس مدعی کو بھی جس کی صداقت اس مستقل نبی کی تعلیم کے مطابق ثابت ہوئی ہے، نہ مانے۔ مرزاصاحب نے کتاب (توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۵۹،۶۰) میں نبوت غیرتشریعی کو اپنے لئے تسلیم کیا ہے اور آپ کے الہامات میں نبی اور رسول کے لفظ بھی موجود ہیں۔ ایمانیات کے متعلق میں اپنے بیان میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ جس میں دو باتیں نہیں پائی جائیں گی وہ صوفی نہیں ہوگا۔ جو حضرت مرزاصاحب کو آپ کے دعویٰ میں سچا سمجھتے ہیں، وہ کافر نہیں ہیں۔ جو جھوٹا سمجھتے ہیں وہ منکر ہیں اور اس لئے کافر ہیں۔

اور جن لوگوں نے مرزاصاحب کے حق میں کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ ہم ان سے دریافت کریں گے کہ وہ مرزاصاحب کو ان کے دعویٰ میں صادق سمجھتے ہیں یا کاذب، تو جو صورت وہ اختیار کریں گے، اس کے مطابق ہم ان پر فتویٰ لگائیں گے۔ آیت: ''یٰآیھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا…… الخ!'' مطلب یہ ہے کہ اے مومنو! تم ''راعنا'' نہ کہو۔ بلکہ ''انظرنا'' کہو۔ مراد یہ ہے کہ ایسے ذومعنی الفاظ جو یہودی آکر استعمال کیا کرتے تھے، ان کا استعمال کرنے سے خداوندتعالیٰ نے یہاں منع فرمایا ہے۔ مرزاصاحب کے نبی اور رسول کا لفظ ہم انہیں معنوں میں استعمال کرتے ہیں، جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ آپ نے بغیر شریعت کے اور آنحضرت ﷺ کے اتباع کر کے نبوت کے درجہ کو پایا ہے اور اس کے سوا، ان الفاظ سے اور کوئی معنی نہیں لئے جاتے۔ ''لآالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں ہم محمد عربی رسول اللہ ﷺ کو جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے تشریف لائے مراد لیتے ہیں۔ تناسخ کی تعریف جسے آواگون بھی کہتے ہیں، یہ ہے کہ ایک روح کسی جسم سے نکل کر پھر پیدائش کے طریق سے دوسرے جسم میں جائے۔ یعنی پہلی روح ہی دوسرے جسم میں پیدائش کے طریق سے آتی ہے۔ اسلام میں تناسخ کا مسئلہ نہیں ہے۔ یعنی ایسا عقیدہ نہیں ہے کہ کوئی گزشتہ شخص اس طریق سے جس کی تعریف میں نے اوپر بیان کی ہے

دوبارہ پیدا ہوجائے۔ یہ کہنا کہ فلاں شخص، فلاں کی خو بو پر ہے اور اس کے اخلاق اور صفات رکھتا ہے تو اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس کا آنا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ دوبارہ پیدا ہوا، جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ کے متعلق خداوند تعالیٰ نے خاتم النّبیین فرمایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام انبیاء کے کمالات کو آپ کے اندر جمع کیا۔ آپ موسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھ کر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی لیکن ظاہری طور پر رسول اللہ ﷺ نے اس طور پر نہیں فرمایا کہ میں آدم ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں ابراہیم ہوں وغیرہ وغیرہ۔ مرزاصاحب نے کتاب سرمہ چشم آریہ جب تصنیف کی ہے۔ آپ اس وقت مدعی مجددیت اور مدعی الہامات تھے۔ (ابن کثیر ج۸ ص۸۹) پر ہے: ’’حدثنا...... اجزائے نبوت‘‘ اس حدیث میں نبوت اور رسالت اور نبی اور رسول کے الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ میں اس کی تشریح میں امام محی الدین ابن عربی کا قول نقل کر چکا ہوں اور اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی مشرع نبی اور رسول نہیں ہے۔ امام محی الدین ابن عربی نے جو قول لکھا ہے: اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انہوں نے رسالت اور نبوت کو ایک ہی معنی میں لیا ہے۔

کتاب اعجاز احمدی میں مرزاصاحب نے ایک قصیدہ اعجازیہ لکھا ہے۔ اس کتاب میں بھی اس قصیدہ کے اعجاز ہونے کی تشریح موجود ہے۔ کرشن ہونے کا دعویٰ مرزاصاحب نے وحی الٰہی کی بناء پر کیا ہے اور آپ کی وحی قرآن مجید کے معیار کی رو سے جو وحی من اللہ ہونے کے لئے قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں، سچی ہے۔ لہٰذا آپ کے کرشن ہونے کا دعویٰ کرنا قرآن مخالف نہیں۔ قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’ولقد بعثنا فی کل امة رسولا...... ‘‘ کہ ہم نے ہر ایک امت میں رسول بھیجا اور اسی طرح فرمایا: ’’وان من امة...... نذیر‘‘ کہ ہر امت میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والے آئے۔ اس لئے ہندو قوم کی طرف اگر کرشن کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھ لیا جاوے تو قرآن کی تعلیم کے مخالف نہیں۔ چنانچہ علماء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے اور خواجہ غلام فرید صاحب نے بھی ’’اشارات فریدی‘‘ میں کرشن کو نبی مانا ہے۔ شریعت کے تجدیدی احکام کی مثال خود حضرت مرزاصاحب نے اربعین میں دی ہے۔

مثلاً: ’’قل للمومنین......الخ!‘‘ جو میں اپنے بیان میں دے چکا ہوں۔ اقتباس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کے قول کو اپنے کلام میں لیا جائے۔ اقتباس الہام کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ کسی دوسرے کا قول یا قرآن کی آیت کوئی شخص اپنے قول میں بیان کرے علم الکتاب میر درد کے (ص۳) اظہار اقتباس...... باید دانست......نہ فہمد۔ اس کتاب سے میں نے جو آیات پیش کی ہیں۔ وہی میر درد نے لکھا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ نے مجھے الہام کی ہیں۔ (علم الکتاب ص۶۱) الحمدللہ! فضل عظیم اس عبارت میں فقرہ ’’واسمعوا کیف اقتبس بالآیات‘‘ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ سنو کہ میں کس طرح آیات سے اقتباس کرتا ہوں۔ اس کتاب کے (ص۲۴) پر حسب ذیل عبارت ہے: ’’وکتب...... یرجعون‘‘ یعنی اور آیات کو لکھا اپنی کتاب میں اور اسے لوگوں کو پہنچا۔ اس کے ص۶۵ پر حسب ذیل عبارت ہے۔ انا کنا وارثین............ انسان اسی کتاب کے ص۱۱ پر ہے۔ اقسام وحی نیز شاہ ولی نعمت اللہ نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ نہ انہیں اس کثرت سے اظہار امور غیبیہ کی نعمت کا خداوند تعالیٰ سے حصہ ملا کہ خدا انہیں نبی قرار دیتا اور وہ نبی کا دعویٰ کرتے۔ شرعی فتویٰ یہ ہے کہ نماز متقی کے پیچھے پڑھنی چاہئے۔ غیر متقی کے پیچھے نہیں۔ شرعاً غیر متقی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اگر متقی موجود ہو۔ متقی کی عدم موجودگی میں جو نماز پڑھنے والوں سے اعلیٰ ہوگا۔ اسے امام کیا جائے گا۔ اگر کوئی غیراحمدی مسجد میں نماز پڑھا رہا ہو تو ہم یعنی احمدی اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ (نہج المصلیٰ ص۳۰۸) پر ہے: ’’بہرحال......مواخذہ ہے۔‘‘ یہ قول مرزاصاحب کا ہے۔ اس بارہ میں اور جو کچھ اور مرزاصاحب

نے لکھا ہے، وہ صحیح ہے اور میں اسے تسلیم کرتا ہوں۔ مسلمانوں نے ایسے فتوے دیئے ہوئے ہیں کہ کبھی وہ اپنے مخالف مذہب والے کے پیچھے نماز پڑھنے والے کو حرام سمجھتے ہیں۔

کتاب ''بھونچال برلشکر دجال'' کا جو حوالہ میں نے دیا ہے۔ اس میں فاسق کے متعلق مولانا رشید احمد صاحب کے فتویٰ کی عبارت کا قبل مابعد دیکھ لی جاوے مجھے اس وقت یاد نہیں۔

(کتاب تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص۱۸، خزائن ج۱۷ص۶۴) پر ہے: ''پس یاد رکھو...... پڑھو۔'' اس قول میں الفاظ ذیل سے کہ غیراحمدی کو رشتہ نہ دو۔ اس سے مراد دوسرے فرقہ کے مسلمان ہیں۔ کیونکہ ہندو اور عیسائیوں کو رشتہ دینا ہم پہلے سے جائز نہ سمجھتے تھے۔ غیراحمدی کو نکاح میں لڑکی نہ دینے کی وجہ میں نے اپنے بیان میں بتلائی ہے۔ وہ بھی منجملہ دیگر وجوہ کے ایک وجہ ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دوسرے فرقہ کے لوگ حضرت مرزا صاحب کو مفتری علی اللہ سمجھ کر کافر ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں نہیں دی جاتی۔ مرزا صاحب کے متعلق جو متردد ہوگا، اس سے دریافت کیا جائے گا۔ اگر وہ تصدیق کرے تو مصدق سمجھا جائے گا۔ اگر تکذیب کرے تو مکذب۔ کتاب ملائکۃ اللہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی کی تصنیف ہے۔ اس کے (ص۴۶، انوارالعلوم ج۵ص۵۴۰ مضمون اصلاح نفس) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ پانچویں بات...... دیتے ہو، جو احمدی ہوکر غیراحمدی ہو جائے، اس پر مرتد کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ جو شخص جماعت سے خارج کیا جائے، اگر وہ احمدی نہ رہے تو اسے نظام جماعت سے خارج سمجھا جائے گا۔ یعنی ہماری جماعت کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جو شخص تین مہینے تک چندہ نہ دے، وہ نظام جماعت سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ احمدیت سے انکار نہیں کرتا تو احمدی کہلائے گا لیکن نظام جماعت سے خارج سمجھا جائے گا۔

کشتی نوح میں حضرت مسیح موعود نے تمام اسلامی احکام کو بجالانے کی جن میں نماز، زکوٰۃ وغیرہ بھی شامل ہیں، تاکید کی ہے اور نہ بجالانے کی نسبت کہا ہے کہ وہ میری جماعت سے نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص زکوٰۃ کے فرض ہونے کا انکار کرے تو وہ کافر ہوگا۔ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ کسی شخص نے زکوٰۃ نہ دی ہو اور اس کے متعلق کوئی حکم صادر ہوا ہو۔ مرزا صاحب کے اس حکم کے متعلق کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہ دے، باوجود طاقت رکھنے کے تو وہ جماعت سے علیحدہ سمجھا جائے گا۔ میں نے اپنے بیان میں اس کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی ہے: ''ھاآنتم ھؤلاء...... الخ!'' حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے قتال کیا، وہ ادائے زکوٰۃ سے منکر تھے۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ ''واللہ...... رسول اللہ ﷺ'' کہ قتال زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے پر کیا گیا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ وہ لوگ زکوٰۃ کی فرضیت کے منکر تھے یا نہ تھے۔ اس میں صرف زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے کا سوال ہے۔ تارک زکوٰۃ پر اگر وہ صرف زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ مرتد کا لفظ اس پر بشرطیکہ وہ دوسرے امور دینیہ کا انکار نہ کرے اطلاق نہیں پائے گا۔

(مشکوٰۃ ص۱۴۹) ''مماتوفی...... بعدہ و کفر من کفر'' پر یہ حدیث ہے۔ (ابن جریر ج۸ص۱۲۴) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''ابی بعد......بھم یظنون'' یہ حوالہ طبع امیریہ، مطبوعہ مصر سے ہے۔ اس کے ٹائٹل پیج پر ابن جریر کی تعریف لکھی گئی ہے۔ آیت: ''یا بنی آدم...... الخ!'' کی جو صحیح تفسیر میرے نزدیک تھی، وہ میں نے بیان کردی ہے۔

(خازن ج۵ص۲۳) پر ''اللہ یصطفی...... برسالۃ'' آیت مذکورہ بالا کی تفسیر ہے۔ مضارع میں حال اور استقبال دونوں کے معنی ہوتے ہیں۔ حال اور استقبال کے بھی دونوں معنی حقیقی طور پر ہوتے ہیں۔ جب تک کہ کوئی تحریر اس کو کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہ کردے، آیت: ''اللہ یصطفی'' میں حال اور استقبال کے دونوں معنی مراد ہیں۔

(کتاب نورالانوار ص۸۴)’’ولا عودله...... واتممت علیکم نعمتی ‘‘میں نعمتی سے مراد مطلق نعمت ہے اور نبوت بھی ایک نعمت ہے۔

’’الیوم اکملت لکم دینکم...... الخ! ‘‘میں تو یہ بتلایا گیا ہے کہ تمہارا دین تمہارے لئے آج خدا تعالیٰ نے کامل کر دیا ہے اور تم پر نعمت کو پورا کر دیا۔ یعنی اس دین کے اتباع میں جو مراتب نعمت الٰہی کے انسان کو حاصل ہو سکتے تھے، وہ اس دین کے ذریعہ سے حاصل نہ ہو سکے۔ اس سے یہ مراد قطعاً نہیں ہے کہ اب نعمت الٰہی کا جو دروازہ ہے، وہ بند ہو گیا ہے۔ چونکہ دین کامل ہو گیا ہے۔ اس لئے اس دین کے اتباع سے تمام اقسام کی نعمتیں ملیں گی۔ دوسرا دین نہیں ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس آیت سے یہ استنباط کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات قریب آ گئی ہے۔ یہود نے حضرت عمرؓ سے کہا ہے کہ وہ اس آیت کے نزول کے دن عید مانتے۔ میں نے جو اعتراض یا اسباب بعثت نبی کے اپنے بیان میں بیان کئے ہیں۔ وہ اگر کسی وقت پائے جاویں تو خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کے لئے نبی بھیج سکتا ہے۔ اختلافات کا پیدا ہونا بھی بعثت نبی کا باعث ہے۔ جب ان کا فیصلہ کرنا لوگوں پر سخت مشکل ہو جائے اور بغیر اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے ان اختلافات کا حل نہ ہو سکے تو وہ بھی منجملہ اسباب کے ایک سبب ہے۔ مرزا صاحب نے اگر ان اختلافات کا فیصلہ کیا ہے، ان کا ماننا یا نہ ماننا دوسرا سوال ہے۔ مرزا صاحب نے اختلافات اصولاً آ کر طے کر دیئے۔ مجدد تجدید دین کے لئے آیا کرتا ہے۔ مجدد کے لئے نبی ہونا ضروری نہیں۔ نبی مجدد ہوتا ہے۔

(بخاری ج اوّل ص۴۹۱) پر ہے:’’کانت بنو اسرائیل...... الخ! ‘‘رسول اللہ ﷺ کے بعد مجدد آتے رہے ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ نبی محبوب الٰہی ہوتا ہے اور محبوبیت میں درجہ کے لحاظ سے مرتبہ بڑھ جاتا ہے۔ میں نے جو یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف نبی ہی نہیں بلکہ آپ کی شان اس قدر بلند ہے کہ آپ کی شان سے انسان خداوند تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

(معالم تنزیل ص۴۳۹) پر آیت:’’فاولٰئک الذین...... الخ! ‘‘پر اس آیت کا شان نزول بالفاظ ذیل ثوبانؓ...... لکھا ہے۔ جن احادیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ وہ ابن ماجہ، ترمذی، مسلم وغیرہ کتب کی احادیث میں آئی ہیں۔ یہ روایت تو اس نواس بن سمعان سے بھی آئی ہے۔ مرزا صاحب کے اس حدیث کی تشریح ازالہ اوہام میں دی ہے۔

کتاب (ازالہ اوہام ص۷۲۳، خزائن ج۳ ص۲۲۰) پر ہے: اور حاصل کلام یہ ہے...... کیا چاہئے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق جو احادیث ہیں۔ ان سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ وہ دعویٰ نبوت کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۷۲) پر یہ حدیث ہے:’’لاتــــزال...... ھذا لامت ‘‘یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ جس حدیث کا میں نے حوالہ دیا ہے وہ مسلمہ ہے۔ آیت:’’وان من اھل الکتاب...... الخ! ‘‘سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی نہیں، مگر وہ اس قول پر جو پہلے بیان ہوا ہے، ایمان رکھیں گے۔ اپنے مرنے سے پہلے پہلے (اپنے سے مراد اہل کتاب سے ہے) ابن جریر پر ابن عباس کی روایت اس بارہ میں ہے۔ (ص۱۴) اس آیت کے تحت (ابن کثیر ج۲ ص۳۴۰) پر حدیث:’’ان عیسیٰ لم یمت، انہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ‘‘ ہے۔ مرزا صاحب کا یہ شعر ہے ؎

ہر نبوت را بروشد اختتام

مسلم الثبوت کا جو حوالہ میں نے دیا ہے، اس میں الفاظ جن میں نزول مسیح بھی ہے یہ میں نے لکھوائے ہیں۔ کیونکہ نزول مسیح بھی علامات قیامت سے ہے۔ اصل عبارت میں نے اپنے حوالہ میں دے دی ہے۔ بعض آیات قرآنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض محض مرنے

کے بعد جنت میں داخل ہوگئے اوراس طرح شہداء کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ وہ جنت میں ہیں۔اس طرح بعض آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوح کی قوم غرق ہونے کے بعد آگ میں داخل کردی گئی۔ان مختلف آیات اوراحادیث کو مدنظر رکھتے ہوئے جونتیجہ میں نے اپنے بیان میں لکھوایا ہے، وہ صحیح ہے۔مختلف لوگوں کے ساتھ مختلف تعلقات ہوں گے جو جنت میں داخل ہوجائے گا۔وہاں سے کبھی بھی نہیں نکالا جائے گا۔لیکن دوزخی، دوزخ میں عذاب بھگت کر جتنی دیر خداتعالیٰ کے حکم میں ان کو عذاب دینا ہوگا، اس میں سے نکالے جائیں گے۔ہم بعث بعدالموت کے قائل ہیں کہ اس موت کے بعد زندگی ہوگی اور یہ بات کہ کس رنگ میں لوگ اٹھیں گے یا ان دنیاوی قبروں سے اٹھیں گے یا برزخی قبروں سے اٹھیں گے۔جوکچھ قرآن مجید اور حدیث کی رو سے ثابت ہوتا ہے ہم اسے تفصیلاً مانتے ہیں۔

’’ونفخ فی الصور......ینسلون‘‘ کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف جائیں گے۔توہین انبیاء کفر ہے۔توہین انبیاء اور رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والا اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور یہی ہماری جماعت کا عمل ہے۔ضمیمہ انجام آتھم میں جو یسوع کے متعلق الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ اس موقعہ کے لحاظ سے توہین آمیز نہیں ہیں۔اگر کسی شریف آدمی کو جو چور اورڈاکو نہیں، اسے چور اورڈاکو کہا جاوے یا اورکوئی اس قسم کے الفاظ استعمال کئے جاویں تو اس کی توہین ہوگی۔

ہم مرزاصاحب کے نام کے ساتھ’’علیہ السلام‘‘ لگاتے ہیں۔عزت کے لئے ہم یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔مرزاصاحب نے اپنی کئی تحریروں میں لکھ دیا ہے کہ ہم نے جہاں جہاں یسوع وغیرہ کے متعلق جو الفاظ لکھے ہیں، وہ الزامی طور پر ہیں۔حضرت عیسیٰ کو ہم خداتعالیٰ کا پاک اور مقدس نبی سمجھتے ہیں۔جب حضرت محمد ﷺ کا فقرہ بولا جائے گا، جب مطلقاً آئے گا تو اس سے مراد رسول اللہ ﷺ لی جائے گی۔الزامی جواب میں جب الفاظ ہماری رائے یہ ہے اور سچ تو یہ ہے استعمال کئے جاویں تو وہ الزامی جواب میں ہی شامل ہوں گے۔اس سے متکلم کی رائے نہ سمجھی جائے گی۔جب کہ وہ خود تصریح کر رہا ہو کہ میری مراد اس شخص سے ہے جس کے متعلق میں نے یہ باتیں کہی ہیں۔فلاں نہیں بلکہ فلاں ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۸ حاشیہ، خزائن ج۲۱ ص۳۵۹) مگر ہم اس جگہ......ہوا تھا۔

(تحفہ قیصریہ ص۱، خزائن ج۱۲ ص۲۵۳) پر ہے: یہ عریضہ مبارک بادی......مبارک یسوع مسیح جس کے متعلق حضرت مسیح موعود نے عیسائیوں کے عقائد نقل کئے ہیں، وہ ان کے متفقہ عقیدہ کے حالات کے مطابق کئے ہیں اور جہاں پر یسوع، مسیح اور عیسیٰ کو ایک قرار دیا ہے، وہ ان کی اصل حیثیت کو مدنظر رکھ کر کیا ہے کہ وہ راست باز تھے اور خدا کے نبی تھے۔یہ کتاب مرزاصاحب کی ہے۔(راز حقیقت ص۱۵ حاشیہ، خزائن ج۱۴ ص۱۲۷) پر حسب ذیل عبارت ہے: وہ نبی......ظاہر ہے۔اسی کتاب کے (ص۱۹، خزائن ج۱۴ ص۱۷۱) پر حسب ذیل عنوان ہے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور......یہ ان کا مزار ہے۔یہ بھی مرزاصاحب کی کتاب ہے۔

(تبلیغ الحق مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۴۴، ۵۴۵) واضح ہو......سلب ایمان ہے۔یہ مرزاصاحب کا اشتہار ہے۔

(تریاق القلوب ص ب، ج، خزائن ج۱۵ ص۴۹۰، ۴۹۱) پر ہے: میں اس بات کا بھی اقراری ہوں......گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔یہ بھی مرزاصاحب کی کتاب ہے۔

سن کر تسلیم کیا۔

بقیہ کارروائی کے لئے کل پیش ہو۔

محمد اکبر......۱۱؍مارچ ۱۹۳۳ء

۱۲؍مارچ ۱۹۳۳ء ...... فریقین اوران کے مختاران حاضر ہیں

جرح...... تتمہ بیان مولوی جلال الدین شمس گواہ مدعا علیہ

جو مسلمان کی تکفیر کرتا ہے، اگر وہ مسلمان کافر نہیں تو کفر اس پر لوٹ کر پڑتا ہے۔ مسئلہ تکفیر کے متعلق جو کچھ مرزاصاحب نے لکھا ہے وہ میرے نزدیک بھی صحیح ہے۔ مرزاصاحب نے لکھا ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا وہ اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔

چنانچہ حقیقت الوحی میں اس کی تشریح موجود ہے۔ مفتری قرار دینے کی وجہ سے شخص کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو مفتری قرار دیتا ہے وہ ان کو کافر قرار دیتا ہے اور وہ کفر اس پر لوٹ کر پڑتا ہے۔

مرزاصاحب کی تحریر کے مطابق جو (نجم المعلی ص ۳۰۸) پر ہے: جس شخص کے پاس مرزاصاحب کی دعوت پہنچی اور اس نے قبول نہ کیا۔ خواہ وہ کروڑوں کیا سینکڑوں ہوں۔ وہ چونکہ قبول نہ کرنے کی وجہ سے ان کو مفتری اور ان کو کافر قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا کفر ان پر لوٹ کر پڑتا ہے۔

مجھے خلیفہ صاحب ثانی کی تحریرات سے بھی اتفاق ہے۔ میں ان کو صحیح سمجھتا ہوں۔ غیراحمدیوں کے متعلق بھی میں جواب پہلے دے چکا ہوں۔ میں نے حضرت خلیفہ ثانی کی کتاب ''آئینہ صداقت'' نہیں پڑھی۔ لیکن اس کتاب میں جو کچھ درج ہے میں اسے صحیح تسلیم کرتا ہوں۔

(اخبار الفضل مؤرخہ ۲۵؍اپریل ۱۹۳۰ء) میں خطبہ جمعہ خلیفۃ المسیح ثانی فرمودہ ۱۸؍اپریل ۱۹۳۰ء درج ہے۔ اس میں ایک عنوان ''ساری دنیا ہماری دشمن ہے'' ایڈیٹر کا قائم کردہ ہے۔ جب تک ہم تمام دنیا کو احمدیت میں داخل نہ کریں...... اخیر کالم تک یہ عبارات ص ۶ پر تھیں۔ اب ص ۷ پر بعنوان الٰہی سلسلہ...... تمام دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں۔ تمام دنیا تمہاری دشمن ہے۔ سرخی کے عنوان خطبہ کے الفاظ جلی قلم میں لکھے گئے ہیں اور یہ الفاظ مرزامحمود صاحب خلیفہ ثانی کے خطبہ کے ہیں۔ صرف تکفیر کی وجہ سے ارتداد لازم نہیں آتا۔

(الفضل مؤرخہ ۱۰؍نومبر ۱۹۳۲ء) میں لعل حسین کو اس لئے مرتد کہا گیا ہے کہ وہ پہلے لاہوری احمدی تھا، پھر اس سے وہ مرتد ہوا۔ کیونکہ مرتد کے معنی یہ ہیں کہ کسی ایک بات کو مان کر اسے پھر چھوڑ دے۔ خلیفہ ثانی کی ایک کتاب تقدیر الٰہی ہے۔ جس میں ان کا لیکچر درج ہے۔ میں نے یہ لیکچر پڑھا ہے اور سنا بھی ہے۔

کتاب (نجم الہدیٰ ص ۱۰) پر یہ عبارت ہے: ''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔'' اس عبارت کے ساتھ اگلا شعر بھی قابل ملاحظہ ہے۔ یہ الفاظ ان لوگوں کے متعلق استعمال کئے گئے ہیں۔ جن کی تشریح ان اشعار میں ہے۔ یہ کتاب بھی مرزاصاحب کی ہے۔ اگر کوئی احمدی اس وقت غیراحمدی سے اپنی لڑکی کا نکاح کرے تو ہم اس نکاح کو باطل نہیں قرار دیتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی اولاد، اولاد زنا شمار کی جائے گی۔ ہمارے نزدیک نکاح جائز نہیں۔ لیکن اگر کوئی نکاح کر دے تو ہم اس کو باطل قرار نہیں دیتے۔ اگر وہ احمدی توبہ نہیں کرتا تو وہ نظام جماعت سے خارج کیا جائے گا اور یہ اختیار خلیفہ کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی جماعت سے خارج کرنا۔

میں نے امام ابن تیمیہ کو بحیثیت مسلمانوں کے ایک امام ہونے کے پیش کیا ہے۔ وہ حنفی نہیں ہیں۔ میرے خیال میں حنبلی ہیں۔ ابن تیمیہ نے حضرت علیؓ کا جو واقعہ نقل کیا ہے وہ صحابہ نے جو اس وقت سمجھا، وہ درست سمجھا اور اس کی بحث اس کتاب میں ہے۔ صحابہ نے باوجود اختلاف کے حضرت علیؓ کے خوارج کو کافر کہا ہے کہ ان کے ساتھ معاملات شرعی جاری رکھے اور واقعات کے لحاظ سے انہوں نے اسے درست سمجھا۔ وہ حالات چونکہ سب ہمارے سامنے نہیں، اس واسطے ہم اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔

کتاب (انوار اسلام ص۲۹، خزائن ج۹ ص۱۳۱) اور اگر عبداللہ آتھم ...... جھوٹے ہو جائیں۔ اس کتاب کے (ص۳۷، خزائن ج۹ ص۳۹) پر ہے: دل کی آہ سے ...... اٹھ کھڑے ہیں۔ اس میں پہلے مولوی عبدالحق کا اس بحث میں ذکر ہے۔ اس کتاب (انوار اسلام ص۳۰) پر ہے: اب جو شخص ...... رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے۔ یہ فقرہ مشروط ہے۔ مجھے پتہ نہیں کہ مدعیہ حنفی مذہب رکھتی ہے یا کوئی اور۔ کتاب منصب امامت میں نے پوری نہیں پڑھی۔ میں نے اپنے بیان میں جتنی کتابوں کے حوالہ پیش کئے ہیں وہ اس لحاظ سے پیش کئے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے مسلمہ امام ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ مدعیہ کے فرقہ کے بھی وہ مسلمہ امام ہیں یا نہیں۔ بہرحال مسلمان فرقوں کے وہ امام ہیں۔

کتاب احیاء العلوم تصوف کی کتاب ہے اور اس میں ہر قسم کے معاملات کا ذکر ہے۔

شرح شفاء ملّا علی قاری کی کتاب میں نے بالاستیعاب نہیں پڑھی۔ (شرح شفاء ملّا علی قاری ج۴ ص۵۰۸، ۵۰۹ حاشیہ) پرحسب ذیل عبارت ہے: ''قل کفاز ...... ''شرح فقہ اکبر سے جو حوالہ نبوت کے متعلق پیش کیا گیا ہے، اس کے قائل اور اس شرح شفاء والے حوالے کے قائل ایک ہی ملّا علی قاری ہیں۔

''الصارم المسلول علی شاتم الرسول ''اس موضوع پر کتاب ہے کہ رسول کی اگر کوئی شخص توہین کرے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ میں نے امام غزالی اور امام ابن تیمیہ کا مدعی نبوت کے متعلق کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔

فسخ نکاح کے مسئلہ کے متعلق تکفیر وجہ ارتداد جو میں نے اپنے بیان میں لکھوائی ہے۔ اس سے مراد وہ ارتداد ہے جس کی وجہ سے علماء کے نزدیک نکاح وغیرہ فسخ ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک جب کوئی حکومت اسلامی شرعیہ قائم ہو تو اس میں چونکہ قاضی اور مفتی اور حد لگانے والے سب محکمے موجود ہوں گے، اس لئے مرتد کے فسخ نکاح کے لئے بھی قضاء قاضی کی ضرورت ہوگی۔ جہاں حکومت اسلامی قائم نہ ہو تو وہاں اس قانون کے مطابق جو رائج ہو فیصلہ ہوگا۔ شریعت ان فیصلوں کے متعلق یہ حکم نہیں لگائے گی کہ یہ نکاح باطل ہیں اور اس کی اولاد، اولاد حرام ہے۔

اسلامی ریاست میں بھی جو اس ریاست کا قانون ہوگا وہی جاری ہوگا۔ آیت: ''لاھن حل لھم ...... ولھن (الممتحنة: ۱۰) '' سے عام کفار مردوں، عورتوں کے متعلق سلسلہ مناکحت کی تحریم مقصود نہیں ہے۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ یہود جو بالاتفاق کافر ہیں، ان کی عورتوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ حالانکہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ مسلمان ہو کر اگر کوئی شخص یہودی یا نصرانی ہو جائے تو وہ مرتد ہوگا۔

جن علماء پر کفر کے فتوے لگائے گئے ہیں وہ من حیث الجماعت بھی ہیں اور انفرادی لحاظ سے بھی ہیں۔ سید عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، امام بخاری اور امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے متعلق جو حوالے مجھے معلوم تھے وہ میں نے بیان کر دیئے ہیں۔

مجھے اس وقت کے تمام مولویوں کے اقوال نہیں پہنچے کہ میں کہہ سکوں کہ تمام مولویوں نے ان کے متعلق کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اگر ایک مفتی کا فیصلہ انفرادی حیثیت سے صحیح ہے تو وہ درست تسلیم کیا جائے گا اور اسے جماعت کے فتویٰ کی طرح تسلیم کر لیا جائے گا۔ اگر جماعت نے فتویٰ صحیح دیا ہے، مجھے اس وقت ان مفتیوں کے نام یاد نہیں ہیں جنہوں نے بزرگان مذکورہ بالا کے متعلق فتوئے دیئے۔ جو مجھے معلوم تھے، وہ میں نے درج کرا دیئے ہیں۔

جن لوگوں نے فتوے دیئے ہیں۔ ان کے حالات میں اس وقت بیان نہیں کرسکتا۔ کتابوں میں اس قسم کا ذکر نہیں آیا کہ جن لوگوں نے ان کے خلاف فتویٰ دیا، وہ حکومت کے مقرر کردہ تھے یا نہ۔ بزرگان مذکورہ بالا باوجودیکہ وہ آخری حد تک ان چیزوں سے جو ان کی طرف غلط منسوب کی گئی تھیں، برأت ظاہر کرتے ہیں۔ نیز ان باتوں کے باوجود جن کو وہ صحیح تسلیم کرتے تھے، مولویوں نے اسے کفر سمجھ کر ان کو کافر قرار دیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ بزرگان مذکورہ بالا میں سے کسی نے اپنے کافر کہنے والے کو کافر کہا یا نہ۔

نواب صدیق حسن خان چاراماموں کے صحیح اقوال کو مانتے تھے اور اگر مقلد کے یہی معنی لئے جاویں تو وہ مقلد تھے اور یہ معنی نہیں، کوئی خاص معنی تھے تو وہ غیر مقلد تھے۔ کتاب ''حسام الحرمین'' میں علماء حرمین کے فتاویٰ ہیں۔ علمائے حرمین میں سے جن کے فتویٰ اس کتاب میں ہیں، ان کے اس پر مہریں اور دستخط موجود ہیں۔ ''حسام الحرمین'' میں جس قدر فتویٰ درج ہے وہ میں نے پڑھا ہے۔ اس فتویٰ کے شروع میں مرزا صاحب اور ان کی جماعت کا بھی ذکر ہے۔ الفاظ یہ ہیں: ان میں ایک فرقہ مرزائیہ ہے اور ہم نے ان کا نام غلامیہ رکھا ہے...... بھیجا۔ ص ۹۷ ص ۱۰۰ ومنہم وہابیہ...... قاسم نانوتوی اس کتاب کا قابل ملاحظہ ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی اور رشید احمد صاحب کی وجہ تکفیر جو اس فتویٰ میں درج ہیں، ان میں ان کے متعلق ختم النبوت اور توہین انبیاء کا بھی ذکر ہے۔ اس فتویٰ حسام الحرمین میں جو حوالہ جات کتاب ''تحذیر الناس'' کے درج ہیں، وہ اس کتاب کے مختلف صفحات سے درج ہیں۔ ایک جگہ سے نہیں۔ میرے پاس علمائے حرمین کی کوئی سند نہیں پہنچی کہ انہوں نے علماء دیوبند کے متعلق اپنے فتاویٰ واپس لے لئے۔

کتاب غائت المامول پر لکھا ہوا ہے کہ یہ علامہ برزنجی کی کتاب ہے۔ اس کے اخیر میں علماء حرمین کی مہریں چھپی ہوئی ہیں۔ اس کا ص ۳ نوٹ کیا جاوے۔ کتاب ''حسام الحرمین'' کے اخیر میں بھی علماء کی مہریں چھپی ہوئی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ہندوستان کی چھپی ہوئی ہیں۔ میں نے احمد رضا خان کی کتاب ''فتویٰ حسام الحرمین'' کے خلاف کوئی نہیں پڑھی جو کتاب ''تمہید ایمان بآیات قرآن'' کے ٹائٹل پیج پر احمد رضا خان کا نام نہیں لکھا ہوا۔ اس کتاب کے (ص ۴۲) پر ہے: ''**بدلائل قاھرہ**...... '' دیکھئے (ص ۴۳) ''**خامسا ...... لا یولی جامع الشواھد**'' اور بھونچال بر لشکر دجال کے مصنّفین کے متعلق ان کی کتابوں سے معلوم ہوسکے گا کہ وہ مقلدین تھے یا غیر مقلدین۔ بحث کے وقت اصل کتاب جو پیش ہوگی، خواہ اس بیان میں اس کا ذکر نہ ہو، وہ کتاب پیش کی جاسکتی ہے۔

جن جن علماء نے دوسروں کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا ہے تو انہوں نے ان کے ساتھ نکاح وغیرہ کے معاملات کو بھی انہی کے حکم میں سمجھا ہے۔ ان کے فتویٰ سے یہی استنباط ہوتا ہے اور بعض فتاویٰ میں اس کی تصریح بھی کی گئی ہے۔ سرسید احمد خان اور ان کے ہم خیال ہمارے نزدیک احمدی نہیں ہیں۔ میں نے جو یہ حوالہ کہ ''مولویوں کی شہادت قبول نہیں'' وغیرہ پیش کی ہے، وہ ہدیہ مجددیہ کا ہے اور وہ مبسوط سے منقول ہے۔ میں نے یہ حوالہ مبسوط میں خود نہیں دیکھا۔ ہدیہ مجددیہ کے مصنف کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں، میں نے اصل کتاب دکھلا دی تھی۔ میں نے وہ کتاب نقل کے طور پر پیش کی تھی۔ اگر کسی کتاب سے کوئی نقل پیش کی جائے اور وہ صحیح ہے، اس اصول کی رو سے جو میں پہلے بیان کرچکا ہوں تو وہ ہمارے نزدیک صحیح ہوگی۔ میں نے جو اپنے بیان میں یہ لکھوایا ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ علماء اپنے علم پر نازاں ہوکر خدا کے فرستادوں کی تکذیب کردیتے ہیں۔ یہ بامحاورہ ترجمہ ہے اس آیت کا کہ ''**فلما جآء تھم رسلھم ...... تستھزئون** (المؤمن:۸۳)'' ہم سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس رسول آئے۔ اس آیت کے مفہوم میں یہ بات داخل ہے کہ مولوی لوگ علم پر نازاں ہوکر رسولوں کے مقابلہ میں اکڑتے رہے اور ان کی تکذیب کی۔

بہاء اللہ نے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا نہیں کیا۔ باب نے بھی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ بہاء اللہ نے مہدی ہونے کا دعویٰ

نہیں کیا تھا۔ باب نے شیعوں میں ان کی ایک روایت کے مطابق امام قائم ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اہل تشیع امام قائم سے مہدی مراد لیتے ہیں۔ دعویٰ کرنے سے مراد یہی ہے کہ مرزاصاحب ہمارے نزدیک سچے مسیح اور مہدی ہیں اور ہم اس کو دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔

بہاءاللہ نے مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا کہ میں مہدی ہوں۔ اپنے بیان میں جن مولویوں کا مقابلہ لیڈروں اور معزز تعلیم یافتہ وغیرہ اشخاص سے کیا ہے، وہ ایسے مولویوں کے مقابلہ میں ہے، جن کی وصف میں اپنے بیان میں لکھوا چکا ہوں۔

کتاب (چشمہ معرفت ص۲۷۵،۲۷۶، خزائن ج۲۳ ص۲۸۸،۲۸۹) پر ہے: علاوہ اس کے...... کہا کیا جائے۔ مرزاصاحب کی کتاب ہے۔ میں نے مولوی محمود حسن صاحب کے جو اشعار اپنے بیان میں لکھوائے ہیں، وہ مولوی محمود حسن صاحب کے ہیں۔ مجھے ان کے دیوان کا کوئی علم نہیں۔ انسان خطاء سے معصوم نہیں ہوسکتا۔ انبیاء کے متعلق یہاں کوئی بحث نہیں۔

مرزاصاحب کے قصیدہ اعجازیہ میں یہ شعر ہے: ''تکدر...... لاتکدر'' (ص۵۸، خزائن ج۱۹ ص۱۷۰) پر ہے: اس کا ترجمہ اس شعر کے پیچھے لکھا ہوا ہے: ''**اتانی مالم یوته...... من العالمین**''

مرزاصاحب کا الہام ہے کتاب (المصلی ص۸۷) پر ہے: اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مجھے وہ دیا جو اس وقت دوسرے جہانوں میں کسی کو نہیں دیا گیا۔ العالمین سے مراد اس وقت ہے۔

مرزاصاحب کا یہ بھی شعر ہے: ''کربلائے ایست سیر ہرانم...... صد حسین در گریبان آنم'' (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶،۴۰۷) غرض...... ضرور تھا۔

(انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۲۱ حاشیہ) پر مرزاصاحب کا یہ فقرہ ہے: ''او بدذات فرقہ مولویان۔''

(حقیقت النبوت ص۲۶۶ حاشیہ، انوار العلوم ج۲ ص۶۱۳) پر ہے: ''یہ بات...... موجود ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۹۶، خزائن ج۳ ص۴۲۲) پر ہے: حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا۔ نبی اور رسول نہ تھا۔

(اعجاز احمدی ص۱۸، خزائن ج۱۹ ص۱۲۷) پر ہے: جیسا کہ...... عطاء کیا تھا۔

(انوار الحق ص۳۰،۲۹،۲/۸۶،۸۸،۸۹،۹۰،۹۶،۱۱۸،۹۷) پر بغایا کے معنی مرزاصاحب نے کیا لئے وہ کتاب دیکھنے سے معلوم ہوسکتے ہیں۔

اور (انوار اسلام ص۲۹،۳۰، خزائن ج۹ ص۳۱،۳۲) پر حرامزادہ کا لفظ مشروط طور پر لایا گیا ہے۔ بغایا کے معنی کتب ذیل (فائق ج۱ ص۶، منتہی الارب ج۱ ص۱۳۹) میں بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

سوال مکرر۔ توہین انبیاء وغیرہ کے مسئلہ میں تاویل کرنے کے متعلق میں اپنے بیان میں بھی حوالے لکھوا چکا ہوں۔

کتاب (الفضل ج۳) الاشباہ والنظائر اور البحر الرائق وغیرہ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ کسی شخص کے کلام کا اگر محمل حسن نکل سکے تو اس کے مطابق اسے لیا جاوے۔

خصوصاً اس زمانہ میں جب عیسائیوں نے اسلام اور آنحضرتﷺ پر اعتراضات کئے۔ ان کو الزامی جواب دینا جیسا کہ دوسرے علماء نے دیا ہے۔ پھر اس الزامی جواب کو توہین قرار دینا صرف انہیں لوگوں کا کام ہوسکتا ہے، جن کے متعلق احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام پر قسم قسم کے اعتراضات کئے جائیں گے۔ جس سے امت میں گھبراہٹ پیدا ہوگی تو وہ اپنے مولویوں کی طرف جائیں گے تو وہ انہیں بندر اور سور پائیں گے۔

مرتد کی تعریف کے متعلق جو میں نے یہ کہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں تو اس سے مراد یہی ہے کہ جو میں قرآن اور حدیث سے سمجھتا ہوں۔

احمدیہ جماعت قادیان حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ ثانی اور اپنا امام سمجھتی ہے اور غیر مبایعین یعنی لاہوری پارٹی، مولوی محمد علی صاحب کو اپنی جماعت کا پریذیڈنٹ یا امیر سمجھتی ہے۔

مرزا صاحب نے جن حدیثوں کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ہم انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینکتے ہیں۔ وہ وہی حدیثیں ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی وحی قرآن مجید کے معارض نہیں ہے۔ جہاں مسیح کے عقیدہ کا نام شرک رکھنے کے بارہ میں میں نے جو جواب دیا ہے، اس کی تائید ان حدیثوں سے بھی ہوتی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’**من حلف بغیر اللہ فقد اشرک**‘‘ یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا۔ اس طرح پر نماز کے چھوڑنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔

اولیاء نے لکھا ہے یا کہا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اطفال ہوتے ہیں۔ مثلاً مولانا روم نے لکھا ہے: اولیاء اطفال حق اندائے عزیز خیر اس طرح پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے تفسیر فوز الکبیر میں کہا ہے کہ اگر ابن کا لفظ بمعنی محبوب خداوند تعالیٰ کی طرف سے استعمال کیا جاوے تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔

اور حضرت مسیح موعود نے اپنے الہامات کے متعلق اپنی کتاب (دافع البلاء ص ۷ حاشیہ، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷) میں صاف طور پر لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ کسی کی شان کے لائق ہے کہ وہ کہے کہ میں خدا یا خدا کا بیٹا ہوں۔ مگر یہ الہام از قبیل متشابہات ہے۔ میری طرف خداوند تعالیٰ کی جو وحی ہوئی، اس میں صاف تصریح ہے۔ ’’**قل انما انا بشر مثلکم**......‘‘ قرآن میکائیکل سے مراد حضرت مرزا صاحب نے یہ لی ہے کہ وہ آدم کی طرح ہیں اور خدا کی مانند جو ترجمہ عبرانی زبان کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ خدا کے شریک بنتے ہیں۔ بلکہ آپ نے صاف تصریح کی ہے کہ جس طرح حدیث میں آتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا تو اس پیش گوئی سے جو دانیال نبی کی کتاب میں ہے۔ یہی مراد ہے کہ میں آدم کی طرح ہوں اور میکائیل جو فرشتہ ہے، اس کے متعلق بھی یہی ہے کہ خدا کی مانند۔ جیسا کہ ’’اقرب الموارد‘‘ میں لکھا ہے: میکائیل اسم ملک ’’**عبرانیة مقتم من مثل اللہ کان اللہ نزل من السماء**‘‘ کے الہام سے مراد توجہ رحمت الٰہی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی آتا ہے کہ خدا تعالیٰ رات کے تیسرے پہر آسمان سے اترتا ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی نے فتوح الغیب میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی بعض کتب میں کہا کہ: ’’**انا اللہ...... اقول کن فیکون**‘‘ میں خدا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کسی چیز کے لئے کہتا ہوں ہو تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا بنا دوں گا۔ تو کسی چیز کو کہے گا تو وہ ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ نے یہ معاملہ اپنے بہت سے انبیاء، اولیاء اور خواص عباد سے کیا ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ انسان کو جب لقاء الٰہی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس وقت تموج کی حالت میں ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جو خارق عادت ہوتی ہیں۔

مرزا صاحب نے (اربعین نمبر ۳ ص ۳۴، خزائن ج ۱۷ ص ۴۲۳ تا ۴۲۵) پر ’’**انت اسمی لا علیٰ**‘‘ کی یہ تشریح لکھی ہے تو میرے اسم اعلیٰ کا مظہر ہے اور تجھے غلبہ ملے گا۔ ’’**اصلی واصوم اسهروا نوم**‘‘ میں خدا کی طرف نسبت نہیں بلکہ مسیح موعود کی طرف ہے اور مرزا صاحب نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ خدا تعالیٰ اونگھ اور نیند سے منزہ ہے۔ مرزا صاحب نے جو کشف میں لکھا ہے کہ میں خدا ہو گیا۔ اس کی تعبیر خود آئینہ کمالات اسلام میں بتا دی ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم حلول کا اعتقاد رکھنے والوں کی طرح اعتقاد رکھتے ہیں یا وحدت

وجودیوں کا مذہب رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ واقعہ بخاری کی اس حدیث کے مطابق ہے جو قرب نوافل بخاری میں آئی ہے۔......الخ! نیز کتاب ’’تعطیر الانام‘‘ میں یہ لکھا ہے کہ: اگر کوئی شخص خواب میں یہ دیکھے کہ میں خدا ہوگیا ہوں تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ صراط مستقیم پر ہوگا۔

مرزا صاحب کے قول کہ مجھے زندہ کرنے اور فنا کرنے کی صفت دی گئی ہے...... کا یہ مطلب ہے۔ جیسا کہ خود انہوں نے خطبہ الہامیہ میں بیان کیا ہے کہ ’’بدیھی...... حیات القلوب...... لاحیاء‘‘ کہ میرے ہاتھ ایک ایسا حربہ ہے کہ جس کے ساتھ میں ظلم اور گناہوں کی عادتوں کو ہلاک کرتا ہوں اور دوسرے ہاتھ میں ایسا پانی ہے جس کے ساتھ میں دلوں کی طرف زندگی لوٹاتا ہوں۔

(ازالہ اوہام ص۴۸ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۲۶) پر رسول اللہ ﷺ کے جسم مبارک کو جو جسم کثیف بتلایا گیا ہے، اس سے مراد جسم خاکی ہے۔ ’’یوم الآخر‘‘ کا معنی ہے پیچھے آنے والے دن کا مطلب قیامت کا دن ہے۔ یعنی جو اس عالم کے بعد دوسرے عالم کا دور شروع ہوتا ہے۔

مرزا صاحب نے (حقیقت الوحی ص۲۰۷، خزائن ج۲۲ ص۲۱۶) میں اس عبارت سے پہلے کہ خواجہ صاحب نے اپنی کتاب ’’اشارات فریدی‘‘ میں مخالفوں کے حملہ کا جابجا جواب دیا ہے۔ تصریح فرمادی ہے کہ اس کتاب میں خواجہ غلام فرید صاحب کے ملفوظات لکھے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے اس کتاب کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ میں نے جو پہلے یہ لکھوایا ہے کہ خواجہ محمد بخش صاحب نے ’’اشارات فریدی جلد سوم‘‘ کو سبقاً سبقاً سنا اور اس میں تصحیح فرمائی ہے۔ یہ مجھ سے سہواً بیان ہوا۔ حالانکہ یہ کتاب خود خواجہ غلام فرید صاحب نے سبقاً سبقاً سنی ہے۔ جس سے حضرت مرزا صاحب کے مسلمان ہونے پر شہادت پیش کی گئی ہے۔ خواجہ غلام فرید صاحب نے مولوی رکن الدین صاحب کو اپنے خلفاء میں سے شمار کیا ہے۔ جیسا کہ خود ’’اشارات فریدی‘‘ سے بھی ظاہر ہے اور ’’نکات فریدی‘‘ سے بھی، جو خواجہ محمد بخش صاحب کی تالیف ہے۔ جس کا حوالہ میں اپنے بیان میں دے چکا ہوں۔

غیرمسلمان چونکہ ایک صوفی لفظ ہے۔ اس لئے معنی کے لحاظ سے ہم غیر احمدیوں کو مسلمان کہیں گے۔ مولوی نورالدین صاحب کے ساتھ جو خواجہ غلام فرید صاحب کی گفتگو ہوئی، اس میں حضرت مرزا صاحب کی پیش گوئیوں اور آپ کی صداقت پر بحث ہوئی ہے۔

مولویوں کے متعلق جو مرزا صاحب کے حوالے پیش کئے گئے ہیں کہ انہیں سور وغیرہ کہا۔ یہ ہر ایک مولوی کے متعلق نہیں بلکہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں تصریح کی ہے کہ شریف لوگ ہمارے ان الفاظ کے مخاطب نہیں ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ایسے مولویوں کے متعلق حدیث میں بندر اور سور کا لقب دیا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے سب سے بدتر مخلوق ہوں گے۔

(قصیدہ اعجازیہ ص۵۸، خزائن ج۱۹ ص۱۷۰) میں جو یہ شعر ہے کہ دوسروں کے پانی خشک ہوگئے۔ یہ ایسا ہی شعر ہے جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی نے فرمایا: ’’افلت شموس...... تغرب‘‘ مقامات امام ربانی ص۱۰۴ کہ پہلوں کے سورج جو تھے وہ غروب ہوگئے۔ لیکن ہمارا سورج ایسی بلندی کے افق پر ہے جو کبھی غروب نہ ہوگا۔

مرزا صاحب کا یہ کشف کہ حضرت فاطمہؓ کی ران پر آپ نے سر رکھا ایسا ہی کشف ہے، جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کے متعلق آپ کے مناقب میں آیا ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ کا دودھ چوسا۔

سن کر تسلیم کیا۔

۱۲ر مارچ ۱۹۳۳ء، مطابق ۱۵ر ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

دستخط جج صاحب

بیان غلام احمد صاحب گواہ عبدالرزاق مدعا علیہ

۱۳/لغایت ۱۶/مارچ ۱۹۳۳ء

غلام احمد جو جماعت مرزائیہ کے اعلیٰ مبلغ اور خاص کارکن تھے، مرزا قادیان کے معتمد خاص عبدالحق راجپوت کے فرزند تھے۔ اس نسبت سے بھی انہیں جماعت مذکورہ میں خاص مقام حاصل تھا۔ بطور گواہ مدعا علیہ ان کا بیان ۱۳/لغایت ۱۶/مارچ ۱۹۳۳ء عدالت میں قلمبند ہوا۔ ازاں بعد شہرۂ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحب نے دس یوم تک ایسی بصیرت افروز جرح فرمائی کہ غلام احمد کے بیان کے کاذب دلائل کو اظہر من الشّمس کر دیا۔ ادارہ!

۱۳/مارچ ۱۹۳۳ء

گواہ فریق ثانی

غلام احمد مجاہد ولد مولوی عبدالحق ذات کھچی راجپوت سکنہ حال قادیان عمر ۳۴ سال۔

مدعا علیہ عقائد اہل سنت والجماعت رکھتا ہے اور پکا مسلمان ہے۔ یہ خود بھی اور اس کے متاع و مرشد حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تمام عقائد حقہ اہل سنت والجماعت کے قائل اور پابند ہیں اور ضروریات دین میں سے کسی ضرورت حقہ کے قطعاً منکر نہیں۔ نہ مدعا علیہ اور نہ اس کے بزرگ امام ومقتدا مرزا غلام احمد صاحب قادیان علیہ الصلوٰۃ والسلام شرع شریف کی رو سے جن باتوں کے ماننے اور کرنے سے ایک انسان یا مؤمن یا متقی کہلاتا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ یہ سب باتیں مدعا علیہ میں پائی جاتی ہیں۔

ازروئے قرآن شریف آیت:۱...... ’’الذین یؤمنون بالغیب ...... مفلحون ...... الخ! (البقرۃ:۳تا۵)‘‘ یعنی وہ لوگ جو امور غیبیہ پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو چیزیں ہم نے ان کو دی ہیں ان میں سے وہ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف نازل کیا گیا اور اس پر جو اتارا گیا تم سے پہلے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی ہدایت پر ہیں۔ اپنے رب کی طرف سے اور ایسے لوگ ہی ہیں فلاح پانے والے۔

آیت:۲...... ’’لیس البر ...... الخ! (البقرۃ:۱۸۹)‘‘ یعنی صرف یہی نیکی نہیں کہ تم منہ پھیرا کرو مشرق یا مغرب کو۔ حقیقی نیکی یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور دے اپنا مال خدا کی محبت پر قریبیوں کو اور یتیموں کو اور مساکین کو اور مسافروں کو اور سائلین کو اور غلاموں کو چھڑانے میں اور نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے اور پورا کرنے والے اپنے عہد پیمان کو جب وہ عہد کریں اور صبر کریں تکالیف اور شدائد میں اور لڑائی کے وقت، ایسے ہی لوگ ہیں، جنہوں نے سچ کر دکھایا اور ایسے ہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ اس دوسری آیت نے پہلی آیت کی بعض باتوں کی تفصیل کر دی۔ پہلی آیت میں ’’یؤمنون بالغیب‘‘ کہہ کر امور غیبیہ پر ایمان لانے کا ذکر تھا تو اس دوسری آیت میں وہ باتیں ظاہر کر دیں۔ یعنی خدا تعالیٰ، قیامت، فرشتے، وحی، کتابیں وغیرہ جو عام طور پر نظروں سے مخفی ہیں اور صرف دلائل سے ان کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح ’’مما رزقناھم‘‘ کی تفصیل بھی اس دوسری آیت نے کر دی ہے کہ کن کن لوگوں کو اپنا مال دینا چاہئے۔

آیت:۳…… ’’قل اٰمنا باللہ…… مسلمون (آل عمران:۸۴)‘‘ یعنی کہہ دو ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو اتاری گئی ہم پر اور اس پر جو اتاری گئی ہے ابراہیم واسماعیل واسحاق ویعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اور جو دیا گیا ہے موسیٰ وعیسیٰ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے رب کی طرف سے۔ اب ہم نہیں فرق کرتے ان میں سے کسی میں۔ بلحاظ ماننے کے اور ہم اس خدا تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ اس تیسری آیت میں اس ’’ماانزل من قبلک‘‘ کی تفصیل فرمادی تھی۔ یعنی ابراہیم اور اسماعیل واسحاق ویعقوب وموسیٰ وعیسیٰ ودیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف بھی جن کے نام بیان نہیں کئے گئے تھے۔ جو اتارا گیا ایمان لانا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی ایک بھی چھوڑا نہ جائے۔ ان تینوں آیات میں اسلام اور ایمان کی دو قسم کی علامات بیان کی گئی ہیں۔ بعض عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور بعض اعمال کے ساتھ۔ خدا تعالیٰ کو ماننا، فرشتوں کو ماننا، کتابوں کا ماننا، نبیوں کا ماننا، قیامت پر اعتقاد رکھنا، یہ تو عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مگر نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، عام طور پر ذی القربیٰ، یتامیٰ، مساکین، ابن سبیل، سائلین وغیرہ کو حسب استطاعت دینا۔ مواثیق کی پابندی کرنا۔ تکالیف وشدائد میں صبر کرنا وغیرہ باتیں اعمال سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان چند باتوں کے علاوہ عمومی طور پر دیگر نیک باتوں اور نیک کاموں میں اطاعت کرنے کا ذکر ’’ونحن لہ مسلمون‘‘ کا جملہ کہہ کر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

آیت:۴…… ’’انما المومنون……رزق کریم (انفال:۳،۴)‘‘ یعنی صرف مؤمن تو وہ ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا ذکر ہو، ان کے دل اس کے جلال سے کانپ اٹھیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جاویں تو ان کا ایمان زیادہ ہو اور جو لوگ اپنے رب پر توکل کریں، وہ لوگ۔ جو نماز قائم کریں اور جو ہم نے ان کو دیا خرچ کریں۔ ایسے ہی لوگ مومن ہیں پکے۔ ان کو درجات ملیں گے ان کے رب کی طرف سے اور ان کی مغفرت ہوگی اور ایسے لوگوں کو ہی رزق کریم عطاء ہوگا۔

آیت:۵…… ’’التائبون العابدون…… بشر المومنین (توبہ:۱۱۲)‘‘ یعنی خدا کی طرف جھکنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کی ہدایت کرنے والے، بری باتوں سے روکنے والے، خدا تعالیٰ کی حدود کی نگہداشت کرنے والے اور بشارت دو ایسے مومنوں کو۔ ان دونوں آیات میں امور ذیل ایمان کی علامات قرار دیئے گئے ہیں۔ خدا کے جلال سے ڈرنا۔ اس کی پاک آیات سے ایمان کا زیادہ ہونا۔ اس پر توکل کرنا، نماز قائم کرنا، خدا تعالیٰ کا دیا ہوا اس کی راہ میں خرچ کرنا، خدا کی طرف جھکنا، عبادت کرنا، حمد کرنا، روزہ رکھنا، عام اطاعت وخاص اطاعت کرنا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا، دیگر حدود شرعیہ کی نگہداشت کرنا۔ ان پانچوں آیات میں بیان شدہ تمام باتیں اپنی تمام شروط کے ساتھ حسب استطاعت وطاقت مدعا علیہ اور اس کے بزرگ مقتداء میں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مدعا علیہ ودیگر جماعت احمدیہ بلحاظ علامات مذکورہ خدا کے فضل وکرم سے ’’اولئک ھم المومنون حقاً‘‘ کے مصداق ہیں، یعنی پکے مسلمان اور مومن ہیں۔

ازروئے حدیث:۱…… صحیح بخاری شریف ج۲ ص۱۲، صحیح مسلم شریف ایک لمبی حدیث حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت سرور کائنات ﷺ کی مجلس میں آئے اور حضرت نبی کریم ﷺ سے چند سوالات کئے، تاکہ صحابہ کرامؓ اور امت محمدیہ کو ان باتوں کا علم ہو جائے۔ ان میں سے اسلام اور ایمان کی تعریف بھی تھی۔ انہوں نے کہا: ’’ما الاسلام. قال الاسلام ان تشھد لاالہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ……الخ! (مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اوّل ص۱۱)‘‘ یعنی اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا تعالیٰ کے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور روزے رکھے رمضان کے اور حج کرے بیت اللہ کا، اگر تجھے اس کے راستہ کی طاقت ہو۔ گویا آنحضرت سرور کائنات ﷺ کی فرمودہ تعریف کی

رو سے مسلمان وہ ہے جو یہ باتیں بجالائے۔

حدیث:۲...... حضرت جبرئیل نے دوسرا سوال ایمان کے متعلق کیا کہ ایمان کیا چیز ہے تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:’’ان تؤمن باللہ...... شرہ ‘‘یعنی کہ تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت پر اور تو ایمان لائے قدر پر اس کی خیروشر پر۔ گویا حضور سرورکائنات ﷺ کے فرمودہ کے مطابق مؤمن کی یہ تعریف ہے جو مذکورہ بالا باتوں پر ایمان لائے اور ان کا اقرار کرلے۔

حدیث:۳...... ’’بنی الاسلام...... صوم رمضان (مشکوٰۃ ص ۱۲) ‘‘یعنی حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ اسلام کی بنیاد ان پانچ باتوں پر ہے۔ کلمہ شہادت کہنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔ یعنی جس کے اندر یہ پانچ باتیں پائی جاویں وہ مسلمان ہوگا۔ خدا کے فضل وکرم سے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے وابستگان دین میں یہ تمام باتیں انہی شروط کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ پس مدعا علیہ اور اس کے ہم خیال احمدی لوگ مسلمان ہیں۔

حدیث:۴...... ’’من صلی صلوتنا...... فی وقتہ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری) ‘‘یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ ہمارا ذبیحہ کھایا۔ وہ شخص ضرور مسلمان ہے جس کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی ذمہ داری حاصل ہے۔ پس خداوند تعالیٰ کی ذمہ داری کو نہ توڑو۔ یہ سب باتیں ہی بفضل تعالیٰ احمدی جماعت میں پائی جاتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس کا کوئی دوست احمدی ہے، وہ جانتا ہے کہ احمدی لوگ اسی طرح نماز پڑھتے ہیں، جس طرح حکم ہوا اور قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں اور مسلمان کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ پس جو شخص احمدیوں کو مسلمان نہیں کہتا، وہ خدا تعالیٰ کے اس ذمہ داری کو توڑتا ہے، جس کے توڑنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ فقہ حنفیہ کی رو سے، شرح فقہ اکبر میں حضرت امام اعظم فرماتے ہیں:’’اصل التوحید...... کلمہ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۰ تا ۱۲) ‘‘یعنی توحید کی جڑ اور وہ چیز جس کی وجہ سے ایک مسلمان کا اعتقاد صحیح ہوگا۔ یہ ہے ایک مکلّف۔ بالغ یہ کہے:’’آمنت باللہ...... الخ! ‘‘یعنی میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر اور موت کے بعد اٹھنے پر اور قضاوقدر پر۔ یعنی اس کے خیروشر پر جو اللہ تعالیٰ سے ہے اور وہ اقرار کرے کہ حساب کتاب اور میزان اعمال اور جنت وجہنم سب حق ہے۔ اس کتاب کی دوسری شرح مطبوعہ دائرۃ المعارف جو امام ابومنصور محمد ابن محمد صفی سمرقندی کی تصنیف ہے...... کے (ص۳۴) پر لکھا ہے:’’فمن اراد ان یکون...... محرمات ‘‘کہ جو شخص یہ چاہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی امت میں سے ہو تو وہ زبان سے ’’لآالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ‘‘کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے۔ پس وہ شخص یقینی طور پر مؤمن ہے۔ اگرچہ فرائض اور محرمات سے بے خبر ہو۔

حضرت مسیح موعود کی تصریحات

قرآن شریف کی بیان کردہ علامات ایمان واسلام اور احادیث نبویہ کی رو سے علامات ایمان واسلام اور فقہ حنفیہ کی مشہور کتاب فقہ اکبر کی رو سے، موجبات ایمان واسلام یہ سب جو بیان ہوچکی ہیں۔ بفضل تعالیٰ جماعت احمدیہ میں موجود ہیں اور احمدی لوگ ان پر عامل ہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب قادیان مسیح موعود فرماتے ہیں:

۱...... ’’آمنت باللہ...... شاھدین ‘‘اس میری تحریر پر ایک شخص گواہ ہے۔...... درج ہیں۔

(ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت ج۲ ص۲۱، مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۲۳۱ مؤرخہ ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء)

۲...... اے بزرگو! اے مولویو!''...... ترجعون'' (ازالہ اوہام شروع ص۲، خزائن ج۳ ص۱۰۲، مطبوعہ سال ۱۸۹۱ء)

۳...... اور خداتعالیٰ جانتا ہے...... نماز پڑھتا ہوں۔ (آسمانی فیصلہ ص۴، خزائن ج۴ ص۳۱۳، مطبوعہ ۸؍دسمبر ۱۸۹۱ء)

۴...... ''تومن باللہ...... مسلمین'' (نورالحق ص۵، خزائن ج۸ ص۷) اس کا ترجمہ اس کے نیچے دیا ہوا ہے۔

۵...... ہم وہ لوگ ہیں جن کا مقولہ ہے۔''لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ. اٰمنا باللہ...... رب العالمین''اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر اور جنت ونار پر اور حشرونشر پر اور ہم قرآن کو ترجیح دیتے ہیں شرع کی کتاب کے لحاظ سے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبی ہونے کے لحاظ سے اور نہیں ہم دعویٰ کرتے شرعی نبوت کا اور ہم نہیں دعویٰ کرتے قرآن کے منسوخ ہونے کا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور تمام رسولوں سے بہتر اور افضل ہیں اور گناہ گاروں کے شفیع ہیں۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی سچائی قرآن پاک میں ہے اور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں بھی اور ہر ایک قسم کی بدعت جہنم میں پہنچاتی ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور اللہ جانتا ہے جو ہمارے دلوں میں ہے۔ اس پر ہمارا توکل ہے اور اس کی طرف میری انابت ہے۔ سب تعریف ہے اللہ کے لئے۔ اوّل اور آخر میں، ظاہر وباطن میں، وہ رب ہے ہمارا اور تمام جہانوں کا۔ یہ کتاب انوار اسلام مطبوعہ سال ۱۸۹۵ء ہے اور اس کے (ص۳۴، خزائن ج۹ ص۳۵، ۳۶) پر مذکورہ بالا عبارت ہے۔

۶...... مامسلمانیم از فضل خدا　مصطفیٰ مارا امام ومقتدا
اندرین دین آمدہ از مادریم　ہم بریں از دار دنیا بگذریم

(ضمیمہ سراج منیر ص ح، خزائن ج۱۲ ص۹۵، مطبوعہ سال ۱۸۹۷ء)

۷...... بالآخر یادرہے...... ہمارا عقیدہ ہے۔ (ایام الصلح ص۸۶، خزائن ج۱۴ ص۳۲۲، ۳۲۳، مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

۸...... پھر کشتی نوح میں جماعت کو جو کئی صفحات پر نصیحت فرمائی ہے، اس میں فرماتے ہیں: پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں...... نہ کہ اس کا بیٹا۔ (ملاحظہ ہو ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰) پھر اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ پھر تمہارے لئے ایک ضروری...... کوئی اور کتاب (ص۱۳، خزائن ج۱۹ ص۱۳) پھر اس کتاب کے (ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۵) پر فرماتے ہیں: سوائے وے تمام لوگو...... حج کرے۔

(کشتی نوح مطبوعہ سال ۱۹۰۲ء ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۵)

۹...... پھر فرماتے ہیں:''التعلیم للجماعت...... فی النار'' (مواہب الرحمٰن ص۹۶، ۹۷، خزائن ج۱۹ ص۳۱۵، مطبوعہ سال ۱۹۰۳ء) اس کا ترجمہ فارسی میں اس کے نیچے دیا ہوا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث اور فقہ حنفیہ کی رو سے جن باتوں کی بناء پر کسی کو مسلمان یا مؤمن کہا جاتا ہے، ان سب باتوں کے متعلق حضرت مرزاصاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودہ نہایت واضح اور صاف عبارتوں کی رو سے میں نے ثابت کر دیا ہے کہ جماعت احمدیہ بفضلہ تعالیٰ مسلمان اور مؤمن ہے۔

یہ پہلا ثبوت جو دراصل کئی ثبوتوں کا مجموعہ ہے۔ بیان کرنے کے بعد میں دوسرا ثبوت حضرت مرزاصاحب قادیانی، مسیح موعود ومہدی موعود اور ان کی جماعت کے مسلمان اور مؤمن ہونے کا پیش کرتا ہوں اور وہ آپ کے معاصرین میں سے ایک شہرۂ آفاق، صاحب علم وفضل وتقدس بزرگ کی شہادت ہے۔ یہ شہادت جس کا میں نے ذکر کیا ہے، ہزار شہادتوں سے بھی زیادہ باعظمت شہادت ہے۔ کیونکہ یہ اس مرد خدا نے ادا کی ہے، جو صلحاء روزگار وواصلان کردگار میں سے ہے۔ پنجاب کے علاوہ اس کی جلالت شان ہندوستان میں بھی مسلّم ہے۔ ریاست بہاول پور کی رعایا اور راعی سب کے دلوں میں اس کی بزرگی اور تقدس کا اثر نقش فی الحجر ہے اور جو ہزہائینس نواب صاحب

بہادر ریاست بہاول پور اور آنخضور کے بزرگان کے بھی واجب التعظیم مقتداء ہیں۔ میری مراد اس بزرگ مقدس انسان، حضرت خواجہ غلام فرید قدس سرہ کی ذات والا صفات سے ہے۔ آنجناب حضرت مرزا صاحب کی شان میں فرماتے ہیں:

ہمہ اوقات مرزا صاحب...... واز عقائد اہل سنت والجماعت وضروریات دین ہرگز منکر نیست۔ (اشارات فریدی ج۳ ص۷۰)

اگرچہ کلام اپنے زبردست اور جامع الفاظ سے خود کامل ثبوت ہے۔ اس امر کا کہ پوری تحقیق کے بعد بڑے وثوق اور یقین سے فرمایا گیا ہے اور یہ امر خاص قابل توجہ ہے۔ لیکن اس کے علاوہ چند اور بھی نہایت قوی دلائل ایسے موجود ہیں، جن سے اس کا نہایت باعظمت اور قابل توجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً:

دلیل اوّل یہ ہے کہ اس کتاب ''اشارات فریدی'' کے حصہ سوم سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کی صداقت پر کامل یقین ہونے کی وجہ سے جہاں علماء، فضلاء اور سجادہ نشین اصحاب کو مباہلہ کا پیغام دیا کہ احقاق حق اور ابطال باطل ہو، وہاں حضرت خواجہ صاحب کو بھی دیا ہے کہ یا تو حضرت خواجہ صاحب تصدیق فرمادیں یا وہ مقابلہ میں آویں، مگر چونکہ حضرت خواجہ صاحب نیک دل برگزیدہ اور محتاط انسان تھے۔ اس لئے انہوں نے اس مباہلہ کے چیلنج کا جواب سرسری طور پر دینا پسند نہیں کیا، بلکہ پورے غور وفکر کے بعد اپنی معرفت خاصہ کی وجہ سے بذریعہ خط یہ دیا۔

من فقیر باب اللہ غلام فرید سجادہ نشین مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ''بسم اللہ الرحمن الرحیم...... بر سبیل جواب''
(اشارات فریدی حصہ سوم ص۴۳)

خواجہ صاحب کے اس خط سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) آپ علم عربی میں ایک فاضل بزرگ ہیں۔ (۲) آپ نے یونہی جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کی اس کتاب کو پڑھنے کے بعد دیا ہے۔ (۳) اس خط میں اقرار موجود ہے کہ میں شروع حال سے ہی آپ کے مقام تعظیم پر کھڑا ہوں اور میری زبان سے آپ (حضرت مرزا صاحب) کے حق میں تعظیم وتکریم ورعایت آداب کے بغیر کبھی کوئی کلمہ نہیں نکلا ہے۔ میں آپ کے صلاح حال کا معترف اور مستفیض ہوں کہ آپ عباد اللہ الصالحین میں سے ہیں۔ (۴) آپ نے حضرت مرزا صاحب سے اپنی عافیت بالخیر کے لئے دعا کی درخواست کی ہے۔

یہ چاروں باتیں جو اس خط سے ظاہر ہیں، خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں۔ ایک جامع علوم ظاہری وباطنی مرد خدا نے مباہلہ کا پیغام پا کر اس کا جواب دیا ہے اور سرسری طور پر نہیں بلکہ غور وخوض کے ساتھ۔ وہ کتاب پڑھنے کے بعد دیا ہے جس میں مباہلہ کا پیغام درج ہے اور ایسے الفاظ میں دیا ہے کہ جب تک واقعی حقیقت منکشف نہ ہو جائے، ایسے الفاظ میں جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اس جواب میں نہ صرف یہ اقرار ہے کہ میں ابتداء سے آپ کی تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں۔ جس سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ کو حضرت کے حالات کا پہلے سے علم ہے۔ بلکہ نہایت صفائی کے ساتھ پہلے لفظوں میں یہ بھی موجود ہے کہ میں آپ کی تعظیم کے لئے بغرض حصول ثواب کھڑا ہوں۔

آخر میں حضرت خواجہ صاحب نے بات اپنی انتہائی حد تک پہنچادی ہے اور حضرت مرزا صاحب پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا اظہار فرما کر یہ آرزو کی ہے کہ حضرت اقدس آپ کے لئے عافیت بالخیر کی دعا کریں۔ عافیت بالخیر ہونے کی دعا کے لئے حضرت خواجہ صاحب جیسا روشن ضمیر اور مقدس انسان جس درجہ اور مرتبہ کے انسان سے کہے گا وہ ظاہر ہے۔

اس خط کو حضرت مرزا صاحب نے سال ۱۸۹۷ء میں (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۹، خزائن ج۱۱ ص۳۲۳، ضمیمہ سراج منیر ص الف، ب، خزائن ج۱۲ ص۸۸، ۸۹) میں ہزاروں کی تعداد میں شائع کر دیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ صاحب بقید حیات تھے۔ اس کے بعد مزید خط وکتابت

بھی جاری رہی ہے جو حضرت صاحب کی طرف سے بھی شائع ہوتی رہی ہے۔ اس لئے یہ شہادت صرف اشارات کے حوالہ سے نہیں۔ بلکہ دوسری اشاعتوں کے لحاظ سے بھی قابل غور ہے۔

دوسری دلیل اس امر کی حضرت خواجہ صاحب کی شہادت خاص طور پر توجہ کے قابل ہے کہ آنجناب کو حضرت مرزا صاحب کے متعلق اپنی وہ رائے ظاہر فرمانے سے پہلے حضرت مرزا صاحب کے الہامات کا بخوبی علم ہو چکا ہے۔ جیسا کہ آنجناب کے اس ارشاد یعنی بیان سے ظاہر ہے۔ ''مرزا صاحب مرد نیکو صالح است۔ ونزد من کتابے از ملہمات خود فرستادہ است کمال اوازاں کتاب ظاہر است۔''

(اشارات فریدی ج سوم ص ۴۲)

پس ثابت ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب نے جو رائے دی ہے وہ پوری واقفیت کے بعد دی ہے۔

تیسری دلیل اس امر کی کہ شہادت مذکورہ خاص توجہ کے لائق ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے مریدان باصفا میں سے خواص الخاص مرید مولانا مولوی حاجی نور الدین صاحب حکیم جو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں خلیفہ اوّل ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب سے ملے اور حضرت مرزا صاحب کے متعلق گفتگو ہوئی۔ جس میں پیش گوئیوں اور دعویٰ ومعیار ہائے صداقت کا ذکر آیا۔ بالخصوص آتھم والی پیش گوئی کے متعلق سوال وجواب ہوا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کو حضرت مرزا صاحب کی کتابوں اور پیش گوئیوں کا گہرا مطالعہ تھا۔ (ملاحظہ ہو اشارات فریدی ص ۴۳،۴۴)

چوتھی دلیل اس شہادت کے اندر ہے کہ آپ نے حضرت مرزا صاحب کی عربی کتابوں کا مطالعہ اوران پر گہرا غور وخوض کرنے کے بعد اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں:

کلام عربی او بہبیند کہ از طاقت بشریہ خارج است و تمام کلام او مملواز معارف و حقائق وہدایت است

(اشارات فریدی صفحہ ۷۰ جلد سوم)

پانچویں دلیل یہ شہادت خود اس امر کی حیثیت ہے کہ مولویوں کی مخالفت بلکہ مولویوں کے فتویٰ کفر کا بھی حضرت خواجہ صاحب کو علم تھا۔ کیونکہ فرماتے ہیں: علماء وقت را بہ بیبند دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذاشتید صرف در پئے ایں چنیں نیک مرد کہ اہل سنت والجماعت است وبرصراط مستقیم است...... وبروئے حکم تکفیر مے سازند۔ جب حضرت خواجہ صاحب اپنی کلام میں اقرار فرماتے ہیں کہ علماء وقت خواہ مخواہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی تکفیر کر رہے ہیں تو اس سے ثابت ہے کہ آپ کو علماء کے فتاویٰ کفر کے ساتھ ان امور کا بھی علم تھا، جس کی بناء پر علماء نے تکفیر کی ہے۔ ورنہ بغیر اس کے حضرت خواجہ صاحب جیسا محتاط انسان علماء کے فتوؤں کو نادرست کس طرح قرار دے سکتا تھا۔ آنجناب کا حضرت مرزا صاحب کو تعریف وتوصیف کے ساتھ یاد کرنا اور اہل سنت والجماعت میں سے کہنا۔ پھر علماء کا شکوہ کرنا کہ گروہ مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر مرزا صاحب جیسے نیک مرد کے درپئے ہو گئے ہیں۔ اس امر کا کامل ثبوت ہے کہ خواجہ صاحب بزرگ حضرت مرزا صاحب کے حالات وخیالات سے بھی اچھی طرح واقف تھے اور علماء کی تکفیر ووجوہ تکفیر سے بھی۔ نیز حضرت مرزا صاحب کے متعلق حضرت خواجہ صاحب کے اس ارشاد سے کہ: از عقائد اہل سنت والجماعت وضروریات دینی ہرگز منکر نیست...... یہ ثابت ہوتا ہے کہ علماء نے مرزا صاحب کو عقائد اہل سنت والجماعت اور ضروریات دینی کا منکر قرار دیا ہے۔ خواجہ صاحب اس سے واقف ہیں۔ مگر اس میں علماء کو برحق نہیں سمجھتے اوران کے قول وفتویٰ کو رد کرنے کی خاطر فرماتے ہیں کہ: از عقائد اہل سنت والجماعت وضروریات دینی ہرگز منکر نیست...... اگر اس فقرہ سے علماء کے فتویٰ تکفیر کی تردید مقصود نہ ہو تو یہ فقرہ ہی بے محل ٹھہرتا ہے۔

ایک نہایت ضروری بات۔ اس موقعہ پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اگرچہ یہ شہادت تو فی الحقیقت نہایت وقیع ہے۔ لیکن جن بزرگ کی طرف منسوب کی جاتی ہے، کیا ثبوت ہے کہ واقعی اس کی ہے بھی یا نہیں۔ اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ اشارات فریدی جس میں یہ شہادت درج ہے، مقدمہ زیرتجویز کے دائر ہونے سے سال ہائے سال پہلے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے۔ چونکہ ریاست اور اس کے اردگرد میں حضرت خواجہ صاحب کے معتقد ومرید بکثرت موجود ہیں۔ اس لئے گھر گھر میں کتاب کا موجود ہونا یقینی ہے۔ لیکن نہ بیرون ریاست سے اس شہادت کے خلاف کوئی صدا بلند ہوئی اور نہ اندرون ریاست سے۔ اگر خدانخواستہ اس شہادت کے متعلق کچھ گنجائش کلام ہوتی تو حضرت خواجہ صاحب کے معتقدوں، مریدوں کا جن میں معمولی درجہ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ تک کے طبقہ کے اصحاب شامل ہیں۔ اپنے بزرگ مقتدا کے ملفوظات کی کتاب میں یہ شہادت درج پاکر کوئی لفظ مخالف زبان پر نہ لانا ثبوت کامل ہے۔ اس امر کا کہ چھوٹے بڑے دونوں طبقوں کے لوگوں کو اس شہادت کے یقین کرنے میں ذرا بھی شک نہیں ہوا اور وہ پورے اطمینان سے اس کو خواجہ صاحب کی شہادت سمجھ رہے ہیں۔

دوسری بات اس شہادت کے واقعی حضرت خواجہ صاحب کی ہی شہادت ہونے کے متعلق یہ ہے کہ کتاب اشارات فریدی، جس میں یہ شہادت درج ہے۔ آپ سے تعلق نارکھنے والے یا کسی بیرون انسان کی قلمبند کی ہوئی نہیں بلکہ آپ حضرت خواجہ صاحب کے ایک مرید بااختصاص نے نوبرس تک آپ کی خدمت میں حاضرہ کر آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ سنا ہے، وہ تحریر میں لاکر تیار کی ہے اور وہ تیار کرنے والے بھی کوئی معمولی انسان نہیں۔ وہ شخص ہیں جن کے حق میں حضرت خواجہ صاحب کے فرزند وجانشین خواجہ محمد بخش صاحب نے برادردینی، مولانا رکن الدین کے تعظیمی الفاظ لکھے ہیں۔

تیسری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ یہ کتاب بے تعلق یا غیرمعروف لوگوں میں کسی کے انتظام سے طبع نہیں ہوئی، بلکہ اس کو طبع اور شائع کرنے والے۔ خود خواجہ صاحب کے فرزند وجانشین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ہیں۔ چنانچہ وہ اس کتاب کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں:

فقیر محمد بخش امابعد میگوید...... طبع کتاب بندم فقیر محمد بخش۔

اس تقریظ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱...... یہ کہ مولانا رکن الدین صاحب نے متواتر ۹ سال تک حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی خدمت میں رہ کر آنجناب کے ملفوظات مرتب کئے تھے۔

۲...... یہ سب ملفوظات ایک کتاب اور ایک نسخہ کی صورت میں تھے۔

۳...... خواجہ محمد بخش صاحب جانشین حضرت خواجہ صاحب نے آنجناب کے مریدان باصفا کی خواہش واشتیاق کی بناء پر کتاب شائع کی۔

چھٹی دلیل: اس امر کی یہ شہادت خاص قابل توجہ یہ کہ خود حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بھی اپنی اس تحریر کردہ شہادت کی تصدیق فرمادی ہے۔ چنانچہ اس کتاب جلد ثالث کے اخیر کی اس عبارت سے ثابت ہے۔ وایں جلد سوم ازاوّل تاآخر...... تحقیق تمام نمودہ اند۔ (فقط ص۱۸۷) اس عبارت سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اوّل: یہ کہ یہ جلد سوم بھی حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی بابرکت زندگی میں لکھی گئی ہے۔ دوم: یہ کتاب جلد سوم ازاوّل تااخیر خواجہ صاحب مرحوم مغفور کی خدمت مبارک میں سبقاً سبقاً پڑھ کر سنائی گئی ہے۔ سوم: یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بکمال توجہ سے سنی ہے اور اس کی تصحیح واصلاح اور تحقیق تمام فرمائی ہے۔

ساتویں دلیل: اس امر کی کہ اشارات فریدی میں طبع شدہ شہادت واقعی حضرت خواجہ صاحب کی ہے۔ خارجی شہادات میں یعنی ان کے خطوط کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کا ان کے نہ صرف خط میں شائع کرنا۔ بلکہ ان کی عقیدت وارادت کو ان کی زندگی میں شائع کرلینا

اور ہزاروں کی تعداد میں حضرت مرزا صاحب کی ان کتابوں کا دنیا میں پھیل جانا۔ مگر اس کے خلاف نہ خواجہ صاحب کا خود انکار کرنا اور نہ ان کے جانشین خواجہ محمد بخش صاحب کا انکار ثابت ہونا۔ پھر حضرت خواجہ صاحب کی تصدیق وارادت کے بعد حضرت مرزا صاحب کا ایک نظم لکھنا وہ بھی خواجہ صاحب کی زندگی کا واقعہ ہے۔ وہ نظم اشارات میں بھی درج ہے اور حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں بھی۔

مثلاً (ضمیمہ سراج منیر ص د، خزائن ج۱۲ ص۹۰،۹۱، درثمین ص لا، مطبوعہ سال ۱۸۹۷ء، اشارات فریدی حصہ سوم ص۹۰، پھر حقیقت الوحی ص۲۰۷، خزائن ج۲۲ ص۲۱۵،۲۱۶) پر حضرت خواجہ صاحب کے متعلق مرزا صاحب نے پوری تفصیل سے ارقام فرمایا۔ مگر آج تک کسی شخص نے بھی ان سب امور کے بار بار شائع ہونے اور ہزارہا کی تعداد میں شائع ہوجانے کے باوجود ذرا بھر انکار نہیں کیا تو اب اتنے سالوں کے بعد اس شہادت میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے۔ میں ان عبارتوں میں سے چند فقرات پیش کرتا ہوں جو مرزا صاحب نے تحریر فرمائے ہیں۔

اوّل...... بالآخر ہم اس جگہ نقل خط میاں غلام فرید صاحب پیر نواب بہاول پور جو ایک صالح اور متقی مرد مشائخ پنجاب میں سے ہیں۔ اس غرض سے درج کرتے ہیں تاکہ دوسرے مشائخ مدعین بھی کم سے کم ان کے نمونہ پر چلیں۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۶، خزائن ج۱۱ ص۳۲۰، مؤرخہ ۲۲؍جنوری ۱۸۹۷ء)

دوسرا حوالہ یہ ہے۔ مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید صاحب چاچڑاں والوں نے پرہیزگاری کا نمونہ دکھلایا۔ ’’وذلک فضل اللہ یؤتیه من یشآء ‘‘ خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے۔ آمین! ’’اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی، میاں صاحب موصوف کا ذکر بالخیر بھی اس کے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۸، خزائن ج۱۱ ص۳۲۲)

تیسرا نظم کے چند اشعار ہیں:

اے فرید وقت در صدق و صفا ۔۔۔ باتو باد آں روکہ نام او خدا
برتو بارد رحمت یار ازل ۔۔۔ در تو تابد نور دل دار ازل
از تو جان من خوش است اے خوش خصال ۔۔۔ ویدمست مردے دریں قحط الرجال از کوے تو

(اشارات فریدی ج سوم ص۹۰، ضمیمہ رسالہ سراج منیر ص و، خزائن ج۱۲ ص۹۴)

یہ نظم خواجہ صاحب کے دوسرے خط کے جواب میں ہے جو ایک لمبے خط کے ساتھ منسلک کر کے حضرت مرزا صاحب نے بھیجی تھی اور خود بھی ہزاروں کی تعداد میں ۱۸۹۷ء میں شائع کردی۔ یعنی حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے تقریباً تین سال پہلے۔ (حقیقت الوحی ص۲۰۶، ۲۰۷، خزائن ج۲۲ ص۲۱۵،۲۱۶) پر ہے: انیسواں نشان یہ ہے...... ساقط ہوگئے ...... مصدق ہونے کی حالت میں ہوا...... معرفت بخش دی تھی۔

ان ملفوظات کے لکھنے والے مولانا رکن الدین ہیں، جن کو خواجہ محمد بخش صاحب برادر دینی کے خوش لقب سے یاد فرماتے ہیں اور (اشارات فریدی حصہ دوم ص۱۳۵،۱۳۶) پر حضرت خواجہ صاحب کے خلفاء کے ناموں میں ان کا نام بھی درج ہے۔ لیکن مولانا رکن الدین صاحب بھی حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ تھے۔ ایسی شخصیت پر لب کشائی کرنا درحقیقت حضرت خواجہ صاحب کی مقدس شخصیت پر اعتراض کرنے کے مترادف ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ علامہ وحید حضرت خواجہ غلام فرید کی یہ شہادت نہایت ہی تسلی بخش اور قوی شہادت ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ قرآن شریف اور احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ کی رو سے کسی کو مسلمان یا مؤمن کہنے کے لئے جن باتوں کے اقرار کی

ضرورت ہے، میں نے ان تمام باتوں کا اقرار حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی تحریرات سے ثابت کر دیا ہے۔ پھر ایک مقدس وجود کی شہادت سے بھی۔

اس کے بعد اب میں وجوہ تکفیر کو ایک ایک کر کے رد کرنا چاہتا ہوں، جو غلط طور پر مرزا صاحب کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

حضرت مرزا صاحب اوران کی جماعت کے متعلق جو وجوہ تکفیر بیان کی جاتی ہیں وہ سات ہیں:

۱...... انکار ختم نبوت۔ ۲...... دعویٰ نبوت تشریعہ۔ ۳...... دعویٰ نبوت مطلقہ۔

۴...... دعویٰ وحی۔ ۵...... انکار نفخ صور وحشر اجساد وقیامت۔ ۶...... توہین انبیاء علیہم السلام۔

۷...... توہین امت محمدیہ۔

پہلی وجہ تکفیر کی تردید: پہلی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مرزا صاحب اوران کے معتقدین ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں اور ختم نبوت چونکہ ضروریات دین میں سے ہے۔ ضروریات دین میں سے کسی ایک ضرورت کا انکار بھی کفر ہوتا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب اوران کے مرید ایک ضرورت دینی کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ اس وجہ تکفیر کے متعلق مجھے جو کچھ بیان کرنا ہے، وہ میں کئی عنوان کے تحت بیان کرتا ہوں:

کیا حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو سید الانبیاء حضرت نبی کریم ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے سے انکار ہے؟

ختم نبوت کے الفاظ کو مخالفین عام طور پر بولتے ہیں۔ اس سے وہ خاتم النّبیین کے الفاظ مراد لیتے ہیں اور ختم نبوت کے انکار سے آنخضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا انکار اور اس طرح وہ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کو حضور انور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا منکر قرار دیتے ہیں۔

حالانکہ یہ بالکل ہی لغو مغالطہ در مغالطہ ہے۔ کیونکہ نہ تو ختم النبوت اور خاتم النّبیین مترادف ہے کہ ختم النّبوت کے انکار سے خاتم النّبیین کا انکار لازم آئے اور نہ ان معنوں میں حضرت مرزا صاحب کو ختم النبوت کا انکار ہے جن معنوں میں کہ مخالفین آپ کی طرف انکار منسوب کرتے ہیں۔ آنخضرت ﷺ کی شان اعلیٰ میں خاتم النّبیین کے الفاظ کسی انسانی فکر کا نتیجہ نہیں ہیں۔ جن میں گنجائش کلام ہو بلکہ قرآن شریف میں وارد ہیں۔ جو لاریب خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس لئے اس سے کوئی معمولی انسان بھی انکار نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور مرزا صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے آنخضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے سے انکار کیا ہے۔ یہ ایک ایسا اتہام ہے کہ جس کی ذرہ بھی اصلیت نہیں۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کی کتب اس اقرار سے بھری پڑی ہیں۔ میں ان سے چند حوالہ جات لکھتا ہوں۔ (ازالہ اوہام مطبوعہ سال ۱۸۹۱ء ج اوّل ص ۱۳۷، خزائن ج ۳ ص ۱۶۹، ۱۷۰) پر ایک جلی قلم سے ہمارا مذہب کے عنوان میں فرماتے ہیں ؎

از عشاق فرمان پیغمبریم بدین آمدیم و بدین بگزریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے...... پہنچ سکتا ہے۔

دوسرا حوالہ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۸۷، خزائن ج ۵ ص ایضاً، مطبوعہ ۱۸۹۳ء) ’’**و نعتقد...... خلا**‘‘ یعنی ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل ہیں اور خاتم النّبیین ہیں اور افضل ہیں تمام انسانوں سے جو پہلے آئے یا آئندہ آئیں گے۔

تیسرا حوالہ (کرامات الصادقین ص۲۵، خزائن ج۷ ص۶۷، مطبوعہ سال ۱۸۹۳ء) ’’بالآخر...... برخلاف نہیں۔‘‘

چوتھا حوالہ (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷، خزائن ج۱۱ ص۲۷، مطبوعہ سال ۱۸۹۷ء) اور اصل حقیقت جس کی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں، یہی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔

پانچواں حوالہ (ایام الصلح ص۸۷، خزائن ج۱۴ ص۳۲۳ مطبوعہ سال ۱۸۹۹ء) ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں...... خاتم الانبیاء ہیں۔

چھٹا حوالہ (ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ سال ۱۹۰۱ء بحوالہ حقیقت النبوۃ ص۲۶۲، انوار العلوم ج۲ ص۵۷۳) اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل...... خاتم النّبیین۔

ساتواں حوالہ (مواہب الرحمٰن ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۳۸۵، مطبوعہ سال ۱۹۰۳ء) ’’**انا مسلمون ...... خاتم الانبیاء**‘‘ یعنی ہم مسلمان ہیں۔ ایمان رکھتے ہیں خداتعالیٰ کی کتاب فرقان حمید پر اور نیز ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ خدا کے نبی اور رسول ہیں اور کہ وہ بہتر دین لائے ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں۔

آٹھواں حوالہ (حقیقت الوحی ص۲۷، خزائن ج۲۲ ص۲۹، مطبوعہ سال ۱۹۰۷ء) مگر جس کامل انسان پر...... خاتم الانبیاء نے پھر اسی کتاب کے (ص۲۹، خزائن ج۲۲ ص۳۱) پر فرماتے ہیں کہ کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے...... کو...... چھین لے گا۔

نواں حوالہ (الاستفتاء عربی ص۲۲، مطبوعہ سال ۱۹۰۷ء) پر فرماتے ہیں: ’’**وان نبینا خاتم الانبیاء ...... ظهوره**‘‘ یعنی یقیناً ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر وہی جو آپ کے نور سے منور کیا جاوے اور جن کا ظہور آپ کے ظہور کا ظل ہو۔ پھر اس کتاب کے (ص۶۴) پر فرماتے ہیں: ’’**وانا رسولنا ...... مرسلين**‘‘ یعنی ہمارے رسول اللہ ﷺ خاتم النّبیین ہیں اور آپ پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ ان مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ عملی ثبوت میں بیعت فارم کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس میں وہ تمام باتیں من وعن لکھی ہوئی ہیں۔ جن کے اقرار کرنے سے کوئی شخص احمدی ہوتا ہے۔ خواہ وہ دستی بیعت کرے یا تحریری۔ اس بیعت فارم سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص احمدی نہیں ہوسکتا جب تک حضور ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا اقرار نہ کرے۔ ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ مرزاصاحب اور ان کی جماعت آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے سے انکاری ہے، یقیناً اتہام ہے۔ بعض لوگ ایک شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ مرزاصاحب نے اپنی ابتدائی زندگی میں تو آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین تسلیم کیا ہے اور اس وقت مرزاصاحب مسلمان تھے۔ مگر بعد میں مرزاصاحب نے آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اس شبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض ایسے حوالہ جات بھی پیش کر دیئے ہیں جو مرزاصاحب کی آخری زندگی کے ہیں۔ مثلاً حقیقت الوحی اور استفتاء جو آپ کی وفات سے ایک سال پہلے کی تصنیف ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرزاصاحب نے جب سے نبوۃ کا دعویٰ کیا ہے، اس وقت سے آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین ماننا ترک کر دیا ہے اور یہ کہ دعویٰ نبوت سال ۱۹۰۱ء میں کیا ہے۔ گویا یہ خیال اور وجوہ سے بھی غلط ہے۔ لیکن میں نے ایسی کتابوں کے حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں جو سال ۱۹۰۱ء کے بعد کی ہیں۔ مثلاً ایک غلطی کا ازالہ، مواہب الرحمٰن، حقیقت الوحی اور استفتاء جن میں صرف اقرار موجود ہے کہ حضرت مرزاصاحب آنحضرت سرورکائنات ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کرتے تھے۔ یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ اگر آپ نے رسول اللہ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے سے معاذ اللہ! انکار کر دیا تھا تو ہر احمدی سے بیعت کے وقت یہ اقرار کیوں لیا جاتا ہے کہ وہ رسول پاک ﷺ کو خاتم النّبیین یقین کریں۔

کیا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت ہی نہیں مل سکتی؟

اگر ہمارے مخالفین کے نزدیک لفظ ''خاتم النبوۃ'' سے ان کی یہ مراد ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ بایں معنی خاتم النّبیین ہیں کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا تو ان کی یہ مراد بالکل بے بنیاد اور محض غلط ہے۔ کیونکہ خود رسول کریم ﷺ نے یا بزرگان سلف نے جو اولیاء اللہ میں سے تھے یا مجدد اور محدث تھے، خاتم النّبیین کے جن معنوں کی تصریح کی ہے وہ معنی ہمارے مخالفین کے بیان کردہ معنی کو محض غلط قرار دیتے ہیں۔

اوّل: خاتم النّبیین والی آیت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت اتری یعنی ۵ھ میں۔ اس کے پانچ سال بعد ۱۰ھ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم نے وفات پائی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھانے کے بعد فرمایا: ''ان لہ...... لو عاش لکان صدیقا نبیا (ابن ماجہ جلد اوّل مصری ص ۲۳۷) ''یعنی اس بچہ کی ایک دائی ہے جنت میں اور اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے خاتم النّبیین ہونے کو حضرت ابراہیم کے نبی ہونے میں روک نہیں بتلایا بلکہ ان کی موت کو روک ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ اگر آپ کا خاتم النّبیین ہونا ان کے نبی ہونے میں روک کا موجب ہوتا تو آپ ﷺ یہ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ہرگز نبی نہ ہوسکتے تھے۔ کیونکہ میں خاتم النّبیین ہوں۔ نیز اگر خاتم النّبیین کا مطلب یہ ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہوسکتا تو آنحضرت ﷺ کس طرح فرماسکتے تھے کہ ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ یہ فرمانا تو ایسی حالت میں برمحل ہوسکتا ہے کہ خاتم النّبیین کے الفاظ ہر قسم کی نبوت کو روکنے والے نہ ہوں۔ بلکہ ان کے بعد بھی کسی نہ کسی قسم کے نبی ہونے کے لئے گنجائش باقی ہو۔ ایک قابل نوجوان طالب علم کی وفات پر تب ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور ایم۔اے ہو جاتا۔ لیکن ایم۔اے کا وجود دنیا میں باقی ہو اور اس کی ڈگری کا حاصل کرنا ممکن ہو۔ اگر ایم۔اے کا وجود سرے سے دنیا میں ہی نہیں ہے اور اس کا حصول ناممکن ہوگیا ہو تو پھر یہ الفاظ نہیں بولے جائیں گے بلکہ محض مہمل ہوں گے۔ پس نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوجاتا...... ثبوت ہے اس امر کا۔ آئندہ نبوت حاصل کرنے میں آیت خاتم النّبیین ہرگز ہرگز روک نہیں ہے۔

دوم: حضرت رسول مقبول ﷺ نے خاتم النّبیین کی اور بھی تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً: (کنزالعمال ج۶ ص ۱۷۸) پر ہے کہ ''اخوج...... خاتم الانبیاء فی النبوۃ ''یعنی مرفوع اور مرسل دونوں طریق سے حدیث مروی ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا اپنے چچا عباس کو کہ مطمئن رہئے اے چچا! پس تحقیق آپ خاتم مہاجرین ہیں ہجرت کے لحاظ سے۔ جیسا کہ میں خاتم النّبیین ہوں نبوت کے لحاظ سے۔ مطلب صاف اور واضح ہے کہ جیسا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بعد پھر یہی ہجرت مکہ کو یا مدینہ کو کرنی جائز یا موجب ثواب ہے اور ہجرت بکلی بند اور ممنوع نہیں ہے اور ویسی ہجرتیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خاتم المہاجرین ہونے میں کوئی خلل انداز نہیں، ویسے ہی حضرت نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد آپ کی اتباع اور توسط سے کسی کا نبی بن جانا ہی آپ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے میں خلل انداز نہیں ہے۔ اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خاتم المہاجرین ہونے میں مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی شرط ہے تو خاتم النّبیین ہونے میں ایسے ہی کمالات اور درجہ اور شریعت کی شرط ہے۔ یعنی نہ آئندہ مکہ سے مدینہ کو کوئی ہجرت ہو اور نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی مستقل اور شرعی نبوت ہو۔

سوم: خاتم النّبیین کی ایک اور تشریح حضرت رسول مقبول ﷺ سے ہی اس طرح پر مروی ہے۔’’انا خاتم الانبیاء وانت یاعلی خاتم الاولیاء (تفسیر صافی زیر آیت خاتم النبیین ص ۱۱۱) ‘‘یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علی! تم خاتم الاولیاء ہو۔ مطلب صاف ہے کہ اگر خاتم الانبیاء کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو خاتم الاولیاء کے بعد کسی قسم کا ولی بھی نہیں ہوسکتا اور اگر خاتم الاولیاء کے بعد ولایت کا دروازہ کھلا ہے اور اولیاء امت میں ہوچکے ہیں تو خاتم الانبیاء کے بعد آنحضور کی متابعت اور پیروی سے امت محمدیہ میں انبیاء بھی ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ جیسے آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ویسے حضرت علی ؓ خاتم الاولیاء ہیں۔

چہارم: حضور انور ﷺ کی فرمودہ تشریح اور بیان کردہ صفائی کے بعد اب میں بزرگان سلف کے بیان بطور صفائی پیش کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا ارشاد ہے:’’قولوا انہ خاتم الانبیاء. ولا تقولوا لا نبی بعدہ…… (تکملہ مجمع البحار ص ۸۵) ‘‘اب اگر خاتم النّبیین کے یہی معنی ہوتے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (نہیں) تو حضرت عائشہ صدیقہ ؓ جیسی ذی فراست اور ذی علم جس سے آدھا دین سیکھنے کا حکم ہے۔ وہ لوگوں کو یہ فرق کرنے کے لئے ارشاد نہ فرماتیں کہ خاتم الانبیاء تو کہا کرو۔ مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

پنجم: حضرت محی الدین ابن عربی جو صوفیاء کرام میں شیخ اکبر کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ’’ان محمد ﷺ…… بعدہ (فتوحات مکیہ ج ۲ ص ۵۵) ‘‘بھی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النّبوۃ ہیں کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی نبوۃ نہیں ہے۔ انہوں نے بھی تصریح کر دی ہے کہ خاتم النّبیین سے مراد تشریعی نبوۃ کا خاتم ہے نہ ہر ایک نبوت کا۔

ششم: خاتم النّبیین کے معنی میں عارف ربانی حضرت عبدالکریم جیلی کی تصریح ہے۔ کتاب انسان کامل میں فرماتے ہیں: ’’فانقطع حکم…… خاتم النبیین ‘‘(باب ۳۶) یعنی منقطع ہوگیا تشریعی نبوت کا حکم حضور ﷺ کے بعد اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النّبیین ہوئے۔ اگر خاتم النّبیین کے یہی معنی ہوتے کہ ہر قسم کی نبوت بند ہے تو امام جیلی صاحب ہرگز نہ فرماتے کہ تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہوا۔ پھر تشریعی، غیرتشریعی کی قید نہیں رہتی۔ صرف تشریعی نبوت کے انقطاع کی تصریح کرتے ثبوت ہے کہ دوسری نبوت ظلی اور غیرتشریعی منقطع نہیں ہے۔

ہفتم: مولانا جلال الدین رومی اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:

بازگشتہ ازدم اوہر دوباب در دو عالم دعوت او مستجاب
بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود مثل اونے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت برداستا دوست نے تو گوئی ختم صنعت براست

(دفتر ششم باب، دواختر)

ان اشعار کا مطلب بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا خاتم ہونا۔ ان معنی میں ہے کہ آنحضور ﷺ کی طرح نہ کوئی ہوا نہ کوئی ہوگا۔ جیسے کہ کاریگر کسی کاریگری میں اپنے افسران پر سبقت لے جاوے تو اسے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس صفت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ سن کر تسلیم کیا۔

محمد اکبر!

۱۴؍مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان مولوی غلام احمد گواہ فریق ثانی باقرار صالح

ہشتم: آٹھویں شہادت حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی کی ہے، جن کو اکثر لوگ مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:
حصول کمالات، نبوت مرتابعان رابطریق تبعیت ووراثت بعداز بعثت ختم الرسل علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والرسل ...... منافی خاتمیت اونیست۔
(مکتوبات امام ربانی ج اوّل، مکتوب ۳۰۱) یعنی کمالات نبوت کا بطریق وراثت اور متابعت آنحضرتﷺ کے بعد کسی کو حاصل ہو جانا حضورﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کے منافی ومخالف نہیں۔

نہم: نوویں شہادت اس امر کی کہ مخالفین جو معنی خاتم النّبیین کے مراد لیتے ہیں وہ غلط محض ہیں۔ یہ ہے علمائے دیوبند کے مسلمہ بزرگ بانی مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب (تحذیر الناس ص۳) پر فرمائی ہے کہ اوّل معنی خاتم النّبیین معلوم کرنے چاہئیں ...... ہوسکتا ہے۔ گویا حضرت مولانا بانی مدرسہ دیوبند نے تصریح کردی ہے کہ عوام کے نزدیک آپ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کا زمانہ سب سے آخر ہے۔ مگر خواص اور اہل فہم کا یہ خیال نہیں ہے۔ اگر خواص اور اہل فہم کا بھی یہی خیال ہوتا تو عوام کا لفظ کہہ کر وہ معنی علیحدہ ہرگز نہ کہے جاتے۔ خواص کے نزدیک کیا معنی ہیں۔ اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم وتاخر زمانی تو کچھ موجب فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ’’ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین‘‘ کیوں فرمایا۔ اس میں تصریح کردی ہے کہ آخری نبی ہونا زمانہ کے لحاظ سے عوام کا خیال ہے اور آخری ہونے میں کچھ فضیلت ظاہر نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ معنی خاتم النّبیین کے صحیح نہیں ہوسکتے۔

دسویں شہادت: انہی مولوی صاحب کی مزید تصریح کے ساتھ یہ ہے کہ آپ اس کتاب (تحذیر الناس ص۲۸) پر فرماتے ہیں: اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی محمدﷺ میں کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس سے زیادہ اردو زبان میں اور کیا تصریح ہوسکتی ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے سے خاتمیت محمدیہ میں فرق نہیں آتا۔

گیارہویں شہادت: مخالفین کے معنی کے غلط ہونے کی ہے جو حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے فرمائی ہے۔
’’وقسم بہ النبیون ...... بہ تشریعی علی الناس‘‘ (تفہیم ۵۳)

بارہویں شہادت: مولانا حکیم سید محمد حسن صاحب مؤلف غایت البرہان کی ہے۔ وہ اپنی مشہور کتاب (کواکب دریہ ص۱۴۶) پر لکھتے ہیں: اسلام سے نبوت تشریعی منقطع ہوگئی اور (ص۱۴۷) پر لکھتے ہیں کہ: نبوت بخصوصیت الانبیاء خبر دینے سے عبارت ہے۔ وہ دو قسم کی ہے۔ ایک نبوت تشریعی جو ختم ہوگئی۔ دوسری نبوۃ بمعنی خبردادن وہ غیر منقطع ہے۔ (ص۱۸۳) پر لکھتے ہیں کہ: محمدﷺ ختم المرسلین ہیں کہ بعد آپ کے وحی تشریعی منقطع ہوئی۔ ان تینوں حوالوں کا حاصل بھی یہی ہے کہ خاتم النّبیین کے یہ معنی نہیں ہیں کہ غیر تشریعی ظلی نبی نہیں آسکتا۔ بلکہ صرف یہ ہیں کہ صاحب شریعت نبی نہیں آسکتے۔

تیرھویں شہادت: نواب صدیق حسن خان صاحب کی ہے جو اپنی کتاب (اقتراب الساعۃ مطبوعہ آگرہ ص۱۲۶) پر لکھتے ہیں: حدیث ’’لا وحی بعد موتی‘‘ بے اصل ہے۔ ہاں! ’’لانبی بعدی‘‘ آیا ہے۔ مگر اس کے معنی بھی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی

نبی شرع ناسخ نہیں آئے گا۔ اسی حوالہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد شرع ناسخ لانے والا نبی نہیں آسکتا نہ کہ غیر شرعی، ظلی، امتی نبی بھی۔

چودھویں شہادت: اس بزرگ اور عالم کی پیش کرتا ہوں جو ہمارے مخالفین کا مسلمہ جید عالم اور محدث ہے اور جس کے حوالہ جات کسی اور رنگ میں کثرت سے وہ پیش کرتے رہتے ہیں۔ یعنی محدث ملاّ علی قاری۔ وہ اپنی کتاب موضوعات کبیر میں خاتم النّبیین کے معنی بیان کرتے ہیں۔ ’’اذالمعنی لا یأتی نبیّ ینسخ. ملتۂ ولم یکن فی امتہ ‘‘ یعنی کیونکہ خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ اب کوئی نہیں نبی آئے گا جو آپ ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے اور وہ بھی جو آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ محدث ملاّ علی قاری کے نزدیک بھی خاتم النّبیین کے معنی صرف یہی ہیں کہ صاحب شرع ناسخ یا کسی دوسری امت سے آنے والا نبی ممنوع ہے، نہ ہر ایک قسم کا نبی۔

پندرہویں شہادت: اس امر کی کہ ہمارے مخالفین خاتم النّبیین کے جو معنی بیان کرتے ہیں وہ غلط ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک، دو، پانچ، سات، دس، پندرہ نہیں، بلکہ بہت سی آیات کریم میں تصریح فرمائی ہے کہ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے بعد آپ کے امتیوں اور غلاموں میں سے آپ کے ہی وسیلہ اور واسطہ سے ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں گے، جنہیں نبوت عطاء ہوگی۔ میں ان آیات کو وجہ تکفیر۳ کے جواب میں مفصل بیان کروں گا۔ اب میں شہادتیں اپنے موجودہ مخالفین کی اپنی تائید میں پیش کرتا ہوں۔

سولہویں شہادت: معلوم معنی کے غلط ہونے کی۔ خود ہمارے مخالفین کا سکوت اقرار ہے۔ کیونکہ کسی مولوی صاحب سے پوچھا جاتا ہے کہ خاتم النّبیین کے ان معنی کی تصدیق میں لغت عربی سے کوئی ایسی دوسری مثال پیش کریں، جس سے یہ ثابت ہو کہ خاتم کا لفظ اپنے اندر یہ تأثر رکھتا ہے کہ جب کبھی کسی جمع مذکر سالم کے ساتھ مضاف ہوکر استعمال ہو تو اس جمع کے تمام افراد کی آئندہ کے لئے نفی کر دیتا ہے۔ بایں طور کہ اس جمع کے تمام افراد کی پوری پوری بندش اور روک ضرور ہو جاتی ہے۔ یعنی ان افراد میں سے کسی ایک فرد موجود کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ مطالبہ اس سے ہوتا کہ جب خاتم النّبیین عربی زبان کے الفاظ ہیں تو لازمی طور پر اس کے وہی معنی صحیح ہوں گے، جن کی تائید عربی زبان سے ہوتی ہو اور جن کی مثالیں عربی زبان میں پائی جاویں۔ برخلاف اس کے وہ معنی کسی طرح بھی صحیح نہیں ہوسکتے جن کی تائید زبان عربی سے نہ ہوتی ہو۔ چونکہ سالہا سال ہو چکے ہیں، کوئی ایک حوالہ بھی آج تک پیش نہیں ہوا۔ اس لئے جاننا پڑتا ہے کہ یہ معنی محض غلط ہیں۔ کیونکہ عربی زبان کی رو سے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جو مخالفین کے معنی کی تائید کرتی ہو۔

لہٰذا وہ معنی صحیح سمجھے جانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اگر یہ جائز رکھا جاوے کہ بغیر عربی زبان کی تائید کے عربی لفظ کے معنی صحیح سمجھے جاسکتے ہیں تو امان اٹھ جائے گا اور جو جس کا جی چاہے گا، وہ معنی کرلے گا اور تفسیر بالرائے جس کی بابت احادیث میں یہ وعید عبارت ہے کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا جہنمی ہے۔ کوئی چیز نہ رہے گی اور کوئی شخص خواہ کیسے ہی لغو اور باطل تفسیر کرنے والا قرار پائے گا۔

سترھویں شہادت: ان معنی کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ زبان عربی کی (عرف) عام میں اور بالخصوص ہمارے آج کل کے دیوبندی مخالف علماء کے مسلمہ بزرگوں، بلکہ خود انہی میں سے بعض نے خاتم کا لفظ بارہا استعمال کیا ہے اور ایک بار بھی وہ معنی مراد نہیں لئے ہیں جو خاتم النّبیین کے ہیں۔ خاتم کے استعمال سے ہمارے مقابل پر لیتے ہیں۔ مثلاً منہاج السنۃ کے شروع میں ٹائٹل پیج پر امام ابن تیمیہ کے لئے خاتمۃ المجتہدین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کے بعد کوئی مجتہد نہ ہوگا۔

دوسرا اعجالہ نافعہ کے دوسرے ٹائٹل پیج پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا ہوا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا۔

تیسرا مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے جو شیخ الہند کے لقب سے ملقب ہیں، اپنے استاد و مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا۔ اس کا ٹائٹل پیج پر ان کو خاتم الاولیاء والمحدثین لکھا ہے۔ کیا ان کا یہ مطلب ہے کہ ان کے بعد امت مرحومہ محمدیہ میں کوئی ولی اور کوئی محدث نہیں ہوگا۔ چوتھا پرلطف یہ ہے کہ ان مولوی محمود حسن صاحب کو صدر جمعیت علمائے ہند مولوی کفایت اللہ صاحب شاہ جہاں پوری نے (القاسم ۱۱ج ۲ ماہ جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ) میں ٹائٹل پیج کے اندرون آخری صفحہ پر خاتم المحدثین لکھا ہے: باوجود مولوی رشید احمد صاحب کے خاتم المحدثین ہونے کے مولوی محمود حسن صاحب محدث ہوئے۔ پھر خاتم المحدثین بھی۔

(۵) پھر مولوی بدر عالم صاحب میرٹھی دیوبندی نے اپنی کتاب (الجواب الفصیح ص۳) پر مولوی انور شاہ صاحب کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ کیا یہ لفظ خاتم المحدثین اس امر کے ظاہر کرنے کی غرض سے لکھا ہے کہ مولوی انور شاہ صاحب کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا۔

اب ان پانچوں حوالہ جات میں خاتم کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا، جن معنی میں خاتم النّبیین سمجھا جارہا ہے۔ اگر خاتم کا لفظ ''بذاتہ'' اس امر کا مقتضی ہے کہ جمع مذکر سالم کی طرف مضاف ہو۔ اس کے تمام افراد کو بالکل بند کر دے تو لازم آئے گا کہ امام ابن تیمیہ کے خاتمۃ المجتہدین ہونے کے بعد کوئی مجتہد نہیں کہلاسکتا۔ اس طرح پر دوسرے اصحاب موصوفین کے بعد جن کا ذکر اوپر کے فقرہ جات میں آچکا ہے۔ کوئی ولی یا محدث نہیں ہونا چاہئے۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اکفار الملحدین میں مولوی انور شاہ صاحب نے ص۹۳ سے لے کر ص۱۰۳ تک مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی کفایت اللہ صاحب شاہ جہان پوری، مولوی محمد صادق صاحب، مولوی عزیز الرحمٰن صاحب اور مولوی شبیر احمد صاحب کو محدث لکھا ہے اور وہ وہی مولوی انور شاہ صاحب ہیں جن کو مولوی بدر عالم صاحب خاتم المحدثین لکھ چکے تھے۔ اگر خاتم کا لفظ وہی معنی رکھتا ہے جو خاتم النّبیین میں لفظ خاتم کے لئے جاتے ہیں تو پھر یہ کیا ہے کہ ایک مولوی دیوبندی صاحب، دوسرے مولوی صاحب کے لئے خاتم المحدثین لکھتے ہیں۔ نہ شاگرد صاحب یہ خیال کرتے ہیں کہ میرے استاد تو ایک اور بزرگ کو خاتم المحدثین مانتے ہیں۔ پھر میرا اس کے بعد ان اپنے استاد کو محدث بلکہ خاتم المحدثین لکھنا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

میری اس شہادت کا خلاصہ اور اصل مطلب یہ ہے کہ صرف سلف صالحین ہی نے خاتم کے لفظ کو استعمال کر کے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ اس کے معنی تمام افراد کو فی کل الوجوہ بند اور ختم کر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ ہمارے مخالف مولوی بھی اپنے عمل سے یہی ثابت کر رہے ہیں کہ انہوں نے خاتم کا لفظ بار بار استعمال کر کے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے معنی کل افراد کو بند یا ختم کر دینے کے ہرگز نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض کو بند کرنے کے ہوتے ہیں۔ پس یہ عرف عام کا عربی زبان کے لحاظ سے استعمال بھی ایک زبردست ثبوت ہے کہ خاتم النّبیین میں خاتم کا لفظ نبیوں کی تمام اقسام اور تمام افراد کی نفی کے لئے نہیں آتا اور جو شخص ایسے معنی کرتا ہے، وہ عام شائع، متعارف معنوں کے خلاف کرتا ہے اور بالکل بے ثبوت، کیونکہ ان معنی کی عربی زبان میں ایک مثال بھی نہیں پائی جاتی۔ ان سترہ واضح دلائل سے جن میں سے تین خود حضرت نبی کریم ﷺ کی احادیث ہیں اور ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اور آٹھ تصریحات مختلف زمانے کے بزرگوں، صوفیائے کرام، اولیاء، محدثین، مجددین ائمہ کی ہیں۔ ایک ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے مسلمہ بزرگ۔ مدرسہ دیوبند کی شہادت ہے۔ وہ خود ہمارے مخالفین کے سکوتی اقرار اور ہردو کی ہیں۔ ان سب کی موجودگی میں کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے مخالفین جو معنی خاتم النّبیین کے کرتے ہیں، وہ صحیح ہیں اور ضروریات دین میں سے ہوسکتے ہیں۔ اگر ان علماء کے معنی صحیح تسلیم کئے جاویں اور ضروریات دین سے قرار دیئے جاویں تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ فتویٰ کہاں تک پہنچتا ہے۔

علماء، صلحا، صوفیائے کرام، محدثین وائمہ یہاں تک کہ حضرت ام المومنین اور بالآخر سید الاوّلین والآخرین حضرت محمد ﷺ تک۔ یہ تمام مذکورہ شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ ہمارے مخالف مولویوں کے معنی خاتم النّبیین ضروریات دین سے قطعاً نہیں ہیں۔ کیونکہ ضروریات دین تو وہ ہیں جو قرآن شریف نے متعدد آیت میں بیان کی ہوں یا پھر ضرورت دین وہ ہوگی جو رسول کریم ﷺ کی تصریح سے ہو۔ ایسا ہی پھر ضرورت دین وہ ہوگی جو امت محمدیہ کے بزرگ اور مقدس لوگ محدث، مجدد الیاء، صوفیاء کرام وغیرہ مختلف زمانوں میں ہونے کے باوجود پھر متحدہ طور پر بیان کریں۔ ایسا ہی ضرورت دین وہ ہوگی جس کو ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے مسلمہ بزرگ تصریح سے قرار دیں۔ ان کے نزدیک ایسے ہی ضرورت دین وہ کہلائے گی جو زبان عربی کے محاورات کی رو سے ثابت ہو کر کسی دینی تصریح کی تعیین کرتی ہو، نہ کہ بغیر کسی ثبوت زبان عربی کے۔ محض کسی ایک یا چند شخصوں کے مذعومہ معنی ہمارے مخالفین کو لازم ہے کہ وہ آیات قرآنیہ یا حدیث رسول ﷺ یا کسی مسلمہ بزرگ، نیک وپاک بزرگ کی تحریر سے ایک بھی حوالہ اس امر کا پیش کریں کہ خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا۔ نہ شرعی، نہ غیر شرعی، نہ امتی، نہ غیر امتی، نہ بلاواسطہ نہ بالواسطہ اور پھر یہ ثابت کریں کہ یہ معنی ضروریات دین سے ہیں۔

عنوان ۴ ہمارے مخالفین اپنے مذعومہ معنی کی تائید کے خیال سے جوابات پیش کرتے ہیں۔ ان کی حقیقت کیا ہے؟ ہمارے مخالفین اپنے مذعومہ معنی کی تائید کے خیال سے بعض دیگر آیات بھی پیش کرتے ہیں جن سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ ان آیات کو اس امر سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ پہلی آیت جو وہ پیش کرتے ہیں وہ ’’**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ...... الخ!** (مائدہ:۳)‘‘ اس آیت سے جو استدلال کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ دین کامل ہو چکا ہے اور نعمت پوری ہو چکی ہے اور سب سے بڑی نعمت نبوت اور دین ہے تو اب نہ کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی دین۔ کیونکہ کمال کے بعد کوئی دوسری چیز اندر داخل نہیں کی جاسکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو اس آیت میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ آئندہ نبوت بند ہوگی۔ کیونکہ آیت میں ایسے الفاظ ہرگز نہیں ہیں جن کا یہ ترجمہ ہو سکے۔ لیکن اگر استدلال کیا جائے کہ چونکہ دین کامل ہے، اس لئے کوئی نیا دین نہیں آئے گا اور چونکہ نعمت کامل ہے، اس لئے آئندہ نبوت نہ ہوگی تو پھر ان کے استدلال پر چند امور تنقیح طلب ہیں۔ ان کو مدنظر رکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ آیا ان کا استدلال صحیح ہے یا غلط اور آیا یہ آیت آئندہ نبوت کی نفی کرتی ہے یا اثبات۔

امر اول: کیا ہر نبی کے لئے نیا دین لانا ضروری ہے یا یہ ضروری ہے کہ دین میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کرے۔

امر دوم: کیا انبیاء بنی اسرائیل یکے بعد دیگرے ہمیشہ نیا دین بھی لاتے رہے یا دین سابق میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی کرتے رہے ہیں۔ ان دونوں امور کا جواب نفی میں ہے۔ مجھے حوالہ جات وغیرہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مشہور ومعروف بات ہے کہ ہر نبی کے لئے نیا دین لانا ضروری نہیں اور نہ پہلے دین میں کچھ تغیر وتبدل کرنا کچھ ضروری ہے۔ کیونکہ کئی نبی ایسے ہوئے ہیں جو پہلی کتاب اور پہلے دین کی متابعت اور اسی کی اشاعت اور خدمت کے لئے آتے رہے ہیں۔

جیسا کہ خداتعالیٰ فرماتا ہے: ’’**انا انزلنا التوراۃ ...... الخ!** (مائدہ:۴۴)‘‘ یعنی ہم نے تورات کو اتارا۔ اس میں ہدایت اور نور تھا۔ فیصلہ کیا کرتے تھے اس کے ساتھ کئی فرمانبردار نبی۔ ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے۔ یہ آیت واضح ثبوت ہے اس امر کا کہ بعض انبیاء بنی اسرائیل میں کوئی نیا دین یا کوئی نئی شریعت نہیں لاتے تھے بلکہ تورات پر عمل اور اس کی خدمت کے لئے آتے تھے۔ پس جب ثابت

ہوگیا کہ ہر نبی کے لئے نئی کتاب یا نیا دین لانا ضروری نہیں۔ بلکہ صرف اشاعت دین سابق کے لئے بھی نبی آتے رہے ہیں تو پھر یہ استدلال قطعاً باطل ہوگیا کہ چونکہ دین کامل ہوچکا ہے۔اس لئے آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔وہ استدلال اس لئے باطل ہوا کہ ثابت ہوگیا کہ کمال دین سے صرف تبدیلی دین سابق یا آمدن دین جدید کی نفی نکلنے سے غایت کار اس نبی کا آنا ممنوع ہوا۔ جو شریعت جدیدہ لائے یا دین اسلام میں کچھ تبدیلی کرنے والا ہو، نہ کہ ہر ایک قسم کے نبی کا آنا۔

امر سوم: کیا دین کے کامل ہونے کا یہی مطلب ہے یا یہی فائدہ ہے کہ آئندہ اس دین کی ماتحتی میں کوئی فرد بڑے درجہ کا پیدا نہ ہو یا کوئی فرد اس امت کا اس کامل دین پر چل کر کوئی کمال خداتعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ کر سکے۔

اس امر کا جواب بھی نفی میں ہے۔ کیونکہ اگر دین کے کمال کا یہی مطلب ہے کہ آئندہ کوئی شخص اس دین کے کمالات کی برکت سے اعلیٰ درجہ حاصل نہ کر سکے تو پھر وہ کمال کمال نہ رہا، بلکہ زوال ہوا۔ کیونکہ کسی کالج کی نسبت (تحت) اگر عام اعلان کر دیا جاوے کہ ہر رنگ میں دوسرے کالجوں سے ممتاز ہے اور بلحاظ عمارت، ساز وسامان، نصاب تعلیم وغیرہ ضروری اشیاء کے یہ کالج کامل ہوچکا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آئندہ اس کالج میں آخری ڈگری یافتہ ایم.اے کلاس کا کوئی قابل فرد نہ ہو۔ اگر یہی مطلب ہوگا تو اس مطلب کے لحاظ سے وہ کالج کامل کالج نہ ہوا، بلکہ ناقص ٹھہرا۔

امر چہارم: کیا جس طرح شریعت محمدیہ کے لئے فرمایا ہے کہ یہ تمام ضروری امور کے بیان ہوجانے کی وجہ سے کامل ہوچکی ہے۔ اس طرح تورات کے لئے ’’**تماما علی الذی احسن تفصیلاً لکل شئ** (انعام:۱۵۴)‘‘ میں فرمایا۔ یعنی یہ تورات پورا کرنے والی ہے ہر اس امر کو جو اچھا ہے اور تفصیل کرنے والی ہے ہر ضروری چیز کی۔ پھر کیا تورات کے بعد اور تورات کی موجودگی میں بنی اسرائیل کے اندر وہ نبی نہیں آئے جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے کہ تورات کی رو سے فیصلہ کرتے تھے۔ کیا نیا دین نہ لاتے تھے اور نہ اس دین میں کوئی تبدیلی کرتے تھے۔ کیا ان نبیوں کے آنے سے تورات کی شان میں کوئی فرق آیا تھا۔ اگر نہیں آیا تھا تو قرآن شریف کے بعد اس کی نشر واشاعت کوئی غیر تشارع (غیر شارع) امتی نبی آئے تو قرآن شریف کی شان میں کیوں فرق آئے گا۔

امر پنجم: کیا نبی کا کام بگڑی ہوئی امت کو سنوارنا اور باہمی اختلافات کا دور کرنا اور لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے یا کچھ اور؟

امر ششم: کیا امت محمدیہ گمراہی سے محفوظ قرار دی گئی ہے یا اس کے بگڑنے کا بھی خطرہ ظاہر کیا گیا تھا۔ ان دونوں امور کا جواب ایسا واضح ہے کہ اس سے کسی کو انکار نہیں۔ کیونکہ عام مشہور بات ہے کہ امت محمدیہ کے بگڑنے کا نہ صرف خدشہ ظاہر کیا گیا ہے۔ بلکہ پیش گوئی ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی طرح فرقہ فرقہ ہوجائے گی۔ باوجود دین کامل ہوجانے کے یہ سب کچھ ضروری قرار دیا گیا تو لازماً نبی کا آنا ضروری ہوا۔ کیونکہ ایک طرف یہ مانا گیا ہے کہ دین کا کام نئی شریعت لانا یا شریعت سابقہ میں کچھ تغیر وتبدل کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ بگڑی ہوئی امت کو سنوارنا اور ہدایت کا راستہ دکھلانا اور اختلافات کو مٹانا وحی سے ہوتا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی مانا گیا ہے کہ امت محمدیہ نے بگڑنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ دین کامل ہوگیا۔ لہٰذا اب نبی نہیں ہوگا۔

امر ہفتم: اگر دین کامل ہے اور اس کا کمال چاہتا ہے کہ اس دین میں سے کوئی شخص نبی نہ بنے یعنی اس دین کا کمال کسی دوسرے نبی کے وجود کا مانع ہے تو پھر بھی کامل دین ایک پہلے گزرے ہوئے نبی کا محتاج کیوں ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ امت محمدیہ میں سے تو اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ دین کامل ہوگیا اور تقاضا کمال یہ ہے کہ کوئی نبی نہ آوے۔ لیکن باوجود دین کامل ہوجانے کے آسمان کی طرف نظریں لگی ہوئی ہیں کہ گزشتہ نبیوں میں سے ایک نبی آکر بگڑی ہوئی امت محمدیہ کی اصلاح فرمادیں۔

امر ہشتم: کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام نعمت کے یہ معنی ہیں کہ آئندہ نبوت نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اتمام نعمت کے معنی یا مفہوم۔ ہمارے مخالف علماء جو بیان کرتے ہیں کہ آئندہ نبوت نہ ہو۔ اس کا وہ کوئی ثبوت نہیں دے سکتے ہیں اور ایسی ایک مثال بھی قرآن شریف سے یا احادیث صحیحہ، متصلہ، مرفوعہ سے پیش نہیں کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کے اس معنی ومفہوم کی تائید ہوئی ہو۔ اگر قرآنی اصطلاح یا لغت عربی سے کوئی ایسی مثال پائی جاوے کہ اتمام نعمت سے اس نعمت کا بند ہو جانا مراد ہوا کرتا ہے تو مخالفین کا استدلال صحیح مانا جاتا۔ لیکن چونکہ کوئی مثال پیش نہیں کی گئی اور نہ اتمام نعمت سے نبوت کے بند ہونے کا ماخذ بتلایا ہے۔ اس لئے یہ استدلال قطعاً باطل ہے۔ صرف یہی نہیں کہ چونکہ وہ اتمام نعمت کی مثال اس مفہوم کے لئے جو وہ لیتے ہیں۔ کوئی دوسری مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور قابل التفات نہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں نعمت تمام ہونے کا مفہوم۔ ان کے مذعومہ مفہوم کے بالکل خلاف موجود ہے۔ وہ تو اتمام نعمت کا مفہوم نبوت کا بند ہو جانا قرار دیتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف میں اتمام نعمت کا مفہوم نبوت کا جاری ہونا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''**وکذالک یجتبیک ربک**...... **الخ!** (یوسف:۶) ''یعنی اس طرح منتخب کرے گا تجھے تیرا رب اور سکھلائے گا تجھے خوابوں اور باتوں کے انجام اور اتمام نعمت کرے گا۔ تجھ پر اور دیگر آل یعقوب پر جیسی اتمام نعمت کی اس نے ابراہیم اور اسحاق پر یقیناً تیرا رب علیم وحکیم ہے۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان سے خدا تعالیٰ نے خود تشریح فرمادی ہے کہ اے یوسف جیسے تیرے دادا پردادا، اسحاق اور ابراہیم پر اتمام نعمت ہوا۔ ویسا ہی تجھ پر اور دیگر آل یعقوب پر ہوگا۔ اگر اتمام نعمت سے نبوت بند کر دینی مراد ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر آل یعقوب کو نبوت بند ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ لیکن کیا یہ صحیح ہے اور کیا اتمام نعمت کی اطلاع کے بعد حضرت یوسف اور دیگر آل یعقوب کو نبوت نہیں ملی۔ سب دنیا جانتی ہے اور قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور دوسرے بزرگ آل یعقوب میں سے نبی ہوئے ہیں۔ جب اتمام نعمت کی اطلاع کے بعد وہ نبی ہوئے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ اتمام نعمت نبوت کو بند کرنے کا مفہوم رکھتا ہے۔ قطعاً غلط ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر آل یعقوب کو اتمام نبوت کا وعدہ دینے کے بعد اپنی مفصل شہادت سے جو تفسیر ''**اتممت علیکم نعمتی**'' کی فرمادی ہے۔ وہی تفسیر اس آیت میں مراد ہے نہ کوئی اور۔ میرے ان آٹھ امور تنقیح طلب سے یہ ثابت ہوگیا۔

اوّل: دین کامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کوئی نیا دین نہیں ہوگا۔

دوم: دین کامل ہونے کا یہ بھی مطلب ہے کہ آئندہ کوئی تغیر وتبدل بھی نہیں ہوگا۔ یعنی شریعت کے لحاظ سے۔

تیسرا: دین کامل ہونے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آئندہ کوئی ماتحت یا خادم نبی بھی نہیں ہوگا۔

چوتھا: نبی کی آمد امت کے از حد بگڑنے پر ہوتی ہے۔

پانچواں: امت محمدیہ کو ضرور بگڑنا ہے۔ اس لئے ضروری نبی آئیں گے۔

چھٹا: اتمام نعمت سے نبوت کی بندش ہرگز مراد نہیں ہوتی بلکہ۔

ساتواں: اتمام نعمت میں نبوت کے جاری ہونے کی بشارت ہے۔ پس یہ آیت اپنی تصریح کے ساتھ ہرگز منافی نبوت غیر تشریعیہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت سے نہ صرف ہم احمدی ہی یہ معنی سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہم سے پہلے بزرگوں نے بھی یہی معنی کیا ہیں۔ میں ایک حوالہ پر اکتفاء کرتا ہوں۔

سید عبدالکریم جیلی اپنی کتاب (انسان کامل ج۱باب۳۶) پر لکھتے ہیں: ’’قال اللّٰہ تعالٰی الیوم اکملت لکم دینکم...... نعمتی...... لہ انہ جالو بالکمال...... بذالک‘‘ اس عبارت میں صاف تصریح موجود ہے۔ اوّل: دین کے کامل ہونے کی وجہ سے ہی رسول خدا ﷺ خاتم النّبیین ہوئے ہیں۔ کیونکہ شریعت کی کوئی بات بغیر تفصیل وتشریح کے نہیں چھوڑی گئی ہے۔

دوسرا: اگر یہ آیت کسی اور نبی پر نازل ہوتی تو وہ نبی خاتم النّبیین بنتے۔ معلوم ہوا کہ شریعت کے کامل ہونے کی وجہ سے ہی رسول خدا ﷺ خاتم النّبیین بنے اور اس آیت: ’’الیوم اکملت لکم‘‘ کا تعلق شرعی نبوت کے ساتھ ہے نہ علم نبوت سے۔

تیسرا: رسول مقبول ﷺ نے اس طرح نبوت ختم کی ہے کہ ’’ماترک شئ یحتاج الیہ الا وقت جاء بہ‘‘ یعنی کوئی بات بھی ایسی نہیں چھوڑی، جس کی ضرورت تو ہو مگر آنحضرت ﷺ نے بیان نہ فرمائی ہو۔ شریعت کے لحاظ سے آپ خاتم ہوئے اور تب ہی ’’الیوم اکملت لکم‘‘ فرمایا گیا۔

چوتھا: یہ آیت آئندہ کاملین امت کو آنے سے نہیں روکتی۔ صرف اتنا ظاہر کرتی ہے کہ جو کوئی کامل آئندہ آئے گا۔ وہ کوئی زائد بات پیش نہیں کرے گا۔ بلکہ حضور ﷺ کا تابع ہوگا۔ ملاحظہ ہو فقرہ ذیل: ’’فلایجد الذی یاتی بعدہ من الکمل شئ مما ینبغی انہ یتبع علیہ...... صلعم ذالک...... ویصیر تابعہ لہٗ‘‘

یعنی ان کاملوں میں سے جو حضور کے بعد آئیں گے کوئی کامل بھی کسی ایسی چیز کو نہیں پائے گا۔ جس کے متعلق آپ کی تنبیہ ضروری ہوگی۔ مگر ایسی حالت میں ہی کہ حضور ﷺ تنبیہ فرما چکے ہوں گے۔ پس آپ کا ہی اتباع کرے گا۔ وہ کامل جیسا کہ حضور نے تشریح فرمادی ہوگی اور وہ آنے والا کامل حضور ﷺ کا بھی تابع ہوگا۔

پانچواں: ان مذکورہ بالا باتوں کے بعد صاف الفاظ میں فرماتے ہیں: پس منقطع ہوگیا شرعی نبوت کا حکم حضور ﷺ کے بعد اور آنحضرت محمد مصطفی ﷺ خاتم النّبیین ٹھہرے۔ حاصل کلام یہ ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ سے آئندہ نبوت غیر تشریعیہ کی نفی نہیں ہوتی، بلکہ صرف تشریعی نبوت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ شریعت کامل ہوچکی ہے اور یہی معنی پہلے بزرگوں نے کئے ہیں۔ دوسری آیت جو ہمارے مخالفین اپنے زعم میں نبوت بالکل بند ہونے کی پیش کرتے ہیں، وہ یہ ہے۔

’’وما ارسلناک الا کافۃ...... یعلمون (سبا:۲۸)‘‘ اس کا ترجمہ لفظی تو یہی ہے کہ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آیت کے اس اردو ترجمہ سے ہر انسان آسانی سے مطلع ہوسکتا ہے کہ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے، جس سے آئندہ کے واسطے غیر تشریعی یعنی نبوت کی نفی نکلتی ہو۔ اس آیت سے صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت تمام لوگوں کے لئے ہے۔ اب اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ حضور ﷺ کی رسالت عام ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے متبعین میں سے آپ کے بعد کوئی نبی نہ آوے۔ اگر یہی مطلب ہے تو پھر ہمارے مخالفین کی نظریں بار بار آسمان کی طرف کیوں جاتی ہیں۔ اگر نبی کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا اس لئے ممنوع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت عامہ میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نبی کا بھی اس امت میں انتظار جائز نہیں، خواہ وہ دوسری امت کا ہی نبی ہو۔ کیونکہ اگر اس انسان کی نبوت سے جس نے آنحضور ﷺ کی وساطت اور قوت قدسیہ کے ماتحت نبوت حاصل کی ہے۔ آنحضور ﷺ کی نبوت میں خلل پڑتا ہے تو بدرجہ اولیٰ اس نبی کی نبوت سے زیادہ خلل پڑے گا۔ ایسی نبوت براہ راست اور حضور ﷺ کے افادہ روحانیہ کا اس کی نبوت کے حصول میں کوئی دخل نہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی

دیکھ لینا چاہئے کہ حضرت موسیٰ کی بعثت اور شریعت بھی تمام بنی اسرائیل کے لئے عام تھی۔ مگر باوجود اس کے حضرت موسیٰ کے بعد ہی اسرائیل میں بکثرت نبی آئے جو تورات کے احکام کی متابعت اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اور ان کے آنے سے حضرت موسیٰ کی بعثت اور رسالت عامہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ بھی مستقل نبی تھے اور نبوت ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طفیل سے نہیں بلکہ براہ راست ملی تھی تو مثل موسیٰ حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کی امت سے آپ کے واسطہ اور طفیل سے ایک ظلی اور امت نبی کے آنے پر آپ کی بعثت اور رسالت عامہ میں خلل بالکل نہیں پڑے گا۔

تیسری آیت جو ہمارے مخالفین نبوت کے بالکل بند ہونے کے متعلق بیان کیا کرتے ہیں۔ (سورہ اعراف:۱۵۸) کی ہے۔ یعنی ''قل یآیھا الناس …… جمیعاً …… الخ!'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کہہ دو اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ اس آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ چونکہ رسول مقبول ﷺ کو سب لوگوں کی طرف رسول ہونے کا ارشاد ہوا ہے۔ اس لئے آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔ اس استدلال کے متعلق میری طرف سے اتنا عرض ہے کہ یہ استدلال محض غلط ہے۔ کیونکہ رسول مقبول کی رسالت کے عام ہونے کا یہ مطلب کہ آئندہ کوئی نبی نہ ہوگا، قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میں اس سے پہلے کی آیت کے جواب میں بالتفصیل عرض کر چکا ہوں۔ یہاں پر صرف اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حضرت موسیٰ سے مشابہت دی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی تمام بنی اسرائیل کی طرف نبوت عام ہونے کے بعد بھی انبیاء آنے سے ان کی عام نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ویسے ہی نبی کریم ﷺ کی امت میں سے نبی آجانے پر آپ کی رسالت عام میں بھی کوئی خلل نہیں پڑے گا۔

دراں حالیکہ آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے نبی آپ کے ہی طفیل سے ماتحت نبوت کا درجہ حاصل کریں۔ اگر رسول مقبول ﷺ کی نبوت عام میں کسی نبی کے آنے سے خلل کا احتمال ہوسکتا ہے تو ایسے نبی کی آمد سے ہوگا۔ جو نہ آپ کی امت میں سے ہو، نہ اس کی نبوت آپ کی طفیل ہو، بلکہ براہ راست ہو۔ مخالف مولوی صاحبان کی پیش کردہ آیات کے متعلق مفصل عرض کر دینے کے بعد اب میں ان احادیث پر ایک ایک کر کے نظر کرتا ہوں جو نبوت کے بند ہونے کے متعلق پیش کی جاتی ہیں کہ ان کی اصل حقیقت کیا ہے۔

جو احادیث نبوت کے بالکل بند ہونے کے لئے پیش کی گئی ہیں ان کا جواب

حضرت نبی کریم ﷺ نے تبوک کو تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر و جانشین فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی جدائی اور آپ کے ہمرکاب نہ جاکر ثواب جہاد حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملنے سے تکلیف ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''الا ترضیٰ ان تکون لی …… لا نبی بعدی'' جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے کہ تو راضی نہیں ہے۔ اس بات پر کہ تو ہو میری نسبت سے اس مقام پر جس مقام اور منصب پر تھے ہارون موسیٰ کی نسبت سے۔ ہاں! مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس حدیث کے آخری جملہ ''الّا انہ لا نبی بعدی'' سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد قیامت تک نبوت کی نفی فرمادی ہے۔ میری طرف سے اس کا یہ جواب ہے کہ یہاں پر بعد قیامت تک ممتد نہیں ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ سے باہر مقام جنگ پر رہنے کے زمانہ تک ممتد ہے۔ میرے پاس ان معنی کی تصدیق میں مندرجہ ذیل شواہد ہیں۔

شاہد:۱…… خود واقعہ بھی ثبوت ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام چند دنوں کے لئے اپنی قوم سے علیحدہ ہوکر طور پر گئے تھے۔ اسی طرح حضرت رسول کریم ﷺ بھی مدینہ منورہ سے چند دنوں کو تبوک تشریف لے گئے۔

۲…… جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنے طور پر جانے کے وقت اپنی قوم کے لئے حضرت ہارون کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا۔ جس کا ذکر سورہ اعراف میں ہے کہ اے ہارون! تو میرا خلیفہ رہ میری قوم میں۔ اسی طرح حضرت نبی کریم ﷺ نے تبوک کو جانے کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا۔ اب جب کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! تم اس مقام ومنصب پر ہو، جس مقام اور منصب پر حضرت ہارون تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے۔ تو سننے والے کو معاً یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ حضرت ہارون کا درجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مل گیا۔ جیسا حضرت ہارون اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیرموجودگی میں ان کے خلیفہ بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ بالکل ویسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت ﷺ کے تبوک کو جانے کی حالت میں خلیفہ بھی ٹھہرے اور نبی بھی۔ نبی کریم ﷺ نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا اور فرمایا: ''الّا انہ لا نبی بعدی'' اب جو شخص بھی اس سارے واقعہ پر نظر ڈالے گا وہ یقیناً سمجھ جائے گا کہ اس موقعہ پر ''لا نبی بعدی'' کا فقرہ کہنا صرف یہی معنی رکھتا ہے کہ میری غیرموجودگی میں تو نبی نہیں ہوگا نہ یہ کہ میرے مرنے کے بعد قیامت تک نبی نہ ہوگا۔ یہاں پر سوال یہ ہوسکتا ہے کہ ''بعدی'' کا لفظ لغت عربی کی رو سے آیا غیرموجودگی کے معنوں میں آتا ہے یا نہیں تو میں اس کے جواب میں خود موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے واقعہ میں سے ''بعدی'' کے معنی غیرحاضری پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم اس واقعہ کے متعلق فرماتا ہے: ''قد فتنا قومک من بعدک (سورہ طٰہ)'' یعنی اے موسیٰ! تحقیق ہم نے فتنہ میں ڈالا ہے تیری قوم کو تیری غیرحاضری میں۔ اس آیت میں بعد کے معنی۔ غیرحاضری کے اور نہیں ہوسکتے۔

دوسرا پھر اس واقعہ کی دوسری آیت میں بھی ''بعدی'' کا لفظ غیرحاضری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ''فلما رجع موسیٰ علیہ السلام…… بعدی (اعراف:۱۵۰)'' یعنی جب لوٹے موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف ناراضگی سے افسوس کرتے ہوئے تو کہا کہ برا ہے کہ جو قائم مقام رہے۔ تم میرے، میری غیرحاضری میں۔ یہاں بھی ''بعدی'' کے معنی مرنے کے نہیں بلکہ غیرحاضری کے ہیں۔

تیسرا پھر اس واقعہ کی تیسری آیت میں بھی بعد لفظ کا غیرحاضری کے لئے آیا ہے۔ فرمایا: ''واذ وٰعدنا موسیٰ اربعین…… من بعدہ وانتم ظالمون (بقرہ:۵۱)'' یعنی جب ہم نے وعدہ لیا موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا تو پھر اے یہودیو! بنالیا تم نے بچھڑا معبود ان کی غیرحاضری میں۔ اس آیت میں بھی بعد کا لفظ غیرحاضری کے حق میں ہے نہ کہ مرنے کے بعد کے معنی میں۔

دوسری دلیل اس امر کی کہ: ''الا انہ لانبی بعدی'' سے قیامت تک کی نفی نبوۃ مراد نہیں۔ بلکہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نبوت کی نفی ہے۔ یہ ہے کہ اس واقعہ کی دوسری روایتیں اس امر کی تصریح فرماتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں یہی واقعہ بیان کر کے پھر ''الّا انہ لا نبی بعدی'' کی بجائے یہ الفاظ مروی ہیں۔ ''غیر انک لست نبیاً (طبقات کبیر ج۳ ص۱۵)'' مگر یہ کہ تو نبی نہیں ہے۔ یعنی نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام کا منصب دیتے وقت نبوت کی نفی کو ان معنوں میں ظاہر فرمایا کہ مگر اے علی تو نبی نہیں ہے۔ اس روایت کی موجودگی میں قطعاً کسی کا حق نہیں ہے کہ ''لا نبی بعدی'' کے یہ معنی کرے کہ آئندہ قیامت تک کی نفی مراد ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بھی ہمارے عقائد کے خلاف نہیں پڑتی۔

دوسری حدیث جو عام طور پر نبوت کے بالکل بند ہونے کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے، یہ ہے کہ: ''کانت بنو اسرائیل…… خلفا'' (بحوالہ بخاری جلد۲) یعنی بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی نبی وفات پاتا، دوسرا اس کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔ میرے بعد نبی نہیں۔ عنقریب خلفاء ہوں گے۔ اس حدیث کے الفاظ تو واضح ہیں۔ قطعاً کوئی لفظ اس میں ایسا نہیں کہ جس میں

قیامت تک کی نفی نبوت مراد ہو۔ ہاں! استدلال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ’’لانبی بعدی‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا۔ میں جواباً عرض کرتا ہوں کہ یہ استدلال محض غلط ہے اور خود حدیث کے الفاظ یہ اس استدلال کی نفی کر رہے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے پہلے بنی اسرائیل کا ذکر فرما کر (کہ ان کی سیاست انبیاء) کرتے تھے۔ جب ایک نبی فوت ہوگیا تو اس کی جگہ دوسرا نبی کھڑا ہو جاتا، اپنے فوت ہونے کے بعد نبوت کی نفی فرمائی ہے۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ بنی اسرائیل میں تو جب کوئی نبی فوت ہوتا اس کے معاً بعد اس کا قائم مقام بھی نبی ہی ہوتا تھا۔ لیکن میرے فوت ہونے کے بعد میرا قائم مقام نبی نہیں ہوگا۔ اس حدیث کے لفظ بعد سے ’’بعد‘‘ متصل مراد ہے نہ کہ ’’بعد‘‘ منفصل۔ یعنی اس حدیث میں اپنی وفات کے معاً بعد نبوت کی نفی کی ہے نہ کہ قیامت تک کے نبی نہ ہونے کی۔ کیونکہ اگر حضور ﷺ کو قیامت تک کی نفی نبوت مراد ہوتی تو اپنی وفات کے ساتھ بنی اسرائیل کا قصہ جوڑنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔

جواب دوم: میں ’’تسوسهم‘‘ کا لفظ خود دلیل ہے کہ یہاں پر کیسے انبیاء کی نفی مراد ہے۔ چونکہ انبیا بنی اسرائیل دو قسم کے ہوئے ہیں۔ جلالی اور جمالی۔ یعنی بعض سیاسی نبی نہیں تھے۔ مثلاً زکریا، یحیٰ، عیسیٰ اور بعض انبیاء سیاسی تھے۔ جیسے یوشع، داؤد، سلیمان علیہم السلام۔ پس نبی کریم ﷺ نے انبیاء بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بنی اسرائیل کو اپنی سیاست کے لئے انبیاء کی ضرورت تھی۔ مگر امت محمدیہ کو اپنی اس سیاست کے لئے انبیاء کی ضرورت نہ ہوگی۔ سب سے پہلے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو سیاست شروع کی تھی، اس سیاست کو بھی چلانے کے لئے ان کی وفات کے معاً بعد دوسرے سیاسی نبی کی ضرورت ہوئی۔ داؤد علیہ السلام کے بعد سلیمان علیہ السلام کی ضرورت ہوئی۔ مگر میرے بعد میری شروع کی ہوئی۔ سیاست کو چلانے کے لئے انبیاء کی ضرورت نہ ہوگی۔ میرے خلفاء ہی اس سیاست کو چلائیں گے۔ پس ’’تسوسهم‘‘ کا لفظ خود وضاحت کرتا ہے کہ یہاں سیاسی نبیوں کا ذکر ہے کہ میرے بعد امت محمدیہ کی سیاست کے لئے نبیوں کی ضرورت نہ ہوگی۔ جیسا کہ موسیٰ کے بعد معاً یوشع کی سیاست کے لئے ضرورت ہوئی۔

جواب سوم: اس امر کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ اسی ’’لانبی بعدی‘‘ کے معنی بزرگان سلف نے کیا کئے ہیں، وہ معنی ہمارے کسی تنازعہ میں فیصلہ کر دینے کے لئے پہلے بیان کردہ احادیث کے اور زیادہ مؤید ہو جائیں گے اور لازماً ماننا پڑے گا کہ ان مذکورہ بالا دلائل اور قرآن کے علاوہ ہمارے بزرگوں نے جو معنی بیان فرمائے ہیں، وہ زیادہ قابل قبول ہیں۔

چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۱…… حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں: ’’فاما نبوة التشریع والرسالة منقطع…… نبی‘‘ (فتوحات مکیہ ج۲ ص۵۴، مصری) یعنی کلی طور پر نبوت بند نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ صرف نبوت تشریعی منقطع ہوگئی ہے۔ پس یہی معنی ہیں: ’’لانبی بعدی‘‘ کے اور ہم نے جان لیا کہ آپ ﷺ کا ’’لانبی بعدی‘‘ فرمانا۔ اس لحاظ سے ہے کہ کوئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا۔ نہ یہ کہ آپ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہ ہو۔

۲…… عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۴۳) پر فرماتے ہیں: ’’فقوله…… خاصة‘‘ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو کہ خاص شریعت جاری کرے۔

۳…… علامہ محمد طاہر فرماتے ہیں اپنی کتاب (مجمع البحار تکملہ ص۸۵) پر: ’’وهذا…… شرعته‘‘ کہ مسیح موعود کا آنا ’’لانبی بعدی‘‘ کے مخالف نہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد ’’لانبی بعدی‘‘ میں یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں کہ جو شریعت کو منسوخ کرے۔

۴…… مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب فرماتے ہیں: ہاں! ’’لا نبی بعدی‘‘ آیا ہے جس کا معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں۔ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لائے گا۔ (اقتراب الساعۃ ص۱۶۲، مطبوعہ آگرہ)

تیسری حدیث نبوت بالکل بند ہونے کے اثبات میں استدلالاً یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا ہے: ’’مثلی ومثل الانبیاء…… خاتم النّبیین ﷺ‘‘ (بخاری ج۲، کتاب الفضائل) اس حدیث سے یہ استنباط اور استدلال کیا جاتا ہے کہ آنحضرتﷺ اور آپﷺ سے پہلے نبیوں کی مثال ایک محل کی ہے کہ آپﷺ نے قصر نبوت کی تعمیر خود تشریف لاکر بند کر دی۔ کیونکہ آپ آخری اینٹ تھے۔

جواب اوّل اس استدلال کا یہ ہے کہ اس حدیث میں صاف طور پر نبی کریمﷺ نے ’’من قبلی‘‘ کی شرط لگادی ہے کہ میری مثال اوران نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں، ایسی ہے جیسے محل کی اینٹیں۔ نبی آتے گئے اینٹیں لگتیں گئیں۔ آخر ان گزشتہ نبیوں کے بعد آنحضرتﷺ تشریف لائے اور آپ نے ان نبیوں کو جو آپ سے پہلے آئے تھے ختم کر دیا۔ چونکہ ان کی اینٹیں لگ چکی تھیں۔ پس اس مثال سے آنحضرتﷺ نے دو باتیں ظاہر فرمائی ہیں۔

اوّل جس قسم کے نبی پہلے آیا کرتے تھے اس قسم کے نبی اب ہرگز نہیں آئیں گے۔

دوسرا پہلے جو نبی آچکے ہیں ان نبیوں میں سے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ان دو مطالب کے علاوہ کوئی تیسرا مطلب ہو بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خود نبی کریمﷺ نے ’’من قبلی‘‘ یعنی مجھ سے پہلے کی شرط لگادی ہے۔ اگر یہ دونوں مطلب مراد نہ ہوتے تو ’’من قبلی‘‘ کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ پس یہ حدیث تو ہمارے مفید مطلب ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے بعد جس قسم کی نبوتیں شروع ہوئیں اور ہوتی رہیں ان سب نبیوں کو آنحضرتﷺ نے آکر بالکل ختم کر دیا ہے۔ کمالات کے لحاظ سے، شریعت کے لحاظ سے، استقلال کے لحاظ سے، زندگی کے لحاظ سے، اب ایسا نبی جو کوئی کمال لانے والا ہو یا نئی شریعت لانے والا ہو یا بغیر آپ کے افاضہ کے مستقل طور پر آنے والا ہو یا کوئی ایسا نبی جس کو زندہ تصور کیا جارہا ہو، کوئی بھی نہیں آئے گا۔ چونکہ نبوت بالاتباع کا وجود پہلے نہ تھا۔ یہ مرتبہ صرف آنحضرتﷺ کو ہی ملا ہے۔ اس لئے ایسی نبوت نہ پہلے تھی اور نہ اس کے بند ہونے کا کوئی ذکر تھا اور نہ بند ہوئی۔ کیونکہ یہ نبوت بالاستفادہ تو اس آخری اینٹ سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اگر ہمارا یہی اعتقاد ہوتا کہ پہلے انبیاء کی طرح شرعی نبی آسکتا ہے یا انبیاء غیر تشریعیہ کی طرح کوئی مستقل طور پر نبی بن سکتا ہے یا کمالات کے لحاظ سے کوئی کمال لاسکتا ہے یا پہلا کوئی نبی زندہ ہے اور وہ آسکتا ہے یا آئے گا تو ان سب صورتوں میں ہمارے خلاف یہ حدیث پیش کی جاسکتی تھی۔ مگر چونکہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہم اس قسم کی سب نبوتوں کو بند سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ حدیث ہمارے معتقدات کے قطعاً مخالف نہیں ہے۔ جو لوگ ہمارے خلاف یہ حدیث پیش کرتے ہیں، وہ یا تو ہمارے اعتقادات کو نہیں جانتے یا جانتے ہوئے عمداً ’’من قبلی‘‘ کی شرط کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

چوتھی حدیث: جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے وہ مسلم ج اوّل کی ہے۔ جس میں انبیاء پر فضیلتوں کا اظہار اپنی ذات کے لئے آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے۔ اس کے آخر میں ’’ختم بی النبیون‘‘ اس فقرہ کے یہ معنی کئے جاتے ہیں کہ میرے وجود کے ساتھ ہی انبیاء ختم کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ حضورﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جواب اوّل: یہ حدیث بھی ہمارے معتقدات کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی بھی دوسری روایتوں میں ’’من قبلی‘‘ کی شرط موجود ہے۔ یعنی حضور نے فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے جو انبیاء آئے ہیں۔ ان پر مجھے پانچ یا چھ باتوں میں فضیلت حاصل ہے اور وہی

میرے ذریعہ ختم ہوئے ہیں۔اس میں بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ حضور سے پہلے آنے والے انبیاء کا ذکر ہے۔ پہلے انبیاء جس قدر بھی تھے یا جس قسم کے تھے، وہ ہر رنگ میں ختم ہوگئے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلی حدیث کے جواب میں مفصل عرض کر آیا ہوں۔

چونکہ پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کو یہ شان حاصل نہ تھی کہ اس کی اتباع اور اس کی برکت روحانیہ سے کوئی دوسرا نبی بنے۔ یہ شان صرف آنحضرت ﷺ کو ہی حاصل ہوئی۔ اس لئے ایسے انبیاء کا یہاں پر کوئی ذکر نہیں ہے۔ چونکہ ایسے انبیاء پہلے نہ تھے۔ اس لئے ان کے بند ہونے کی بھی کوئی تصریح نہ آئی۔ جو لوگ کسی نبی کو ابھی تک زندہ مانتے ہیں اور ختم شدہ قرار نہیں دیتے، یہ حدیث تو ان کے خلاف ہے۔ ان کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ پہلے نبی جن پر نبی کریم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہیں وہی نبی پھر آکر حضور کی ان فضیلتوں میں شریک ہو جائے گا اور اس حدیث کو معاذ اللہ! غلط کریں گے۔ کیونکہ اس حدیث میں مفید باتیں بیان کی گئی ہیں۔ وہ سب ان کو حاصل ہو جائیں گی۔

جواب دوم: بزرگان سلف اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ۔ بلکہ حضرت نبی کریم ﷺ نے خاتم النّبیین کے جو معنی بیان فرمائے ہیں، جنہیں میں مفصل طور پر پہلے ذکر کر آیا ہوں وہ معنی مقدم ہوں گے نہ کوئی اور۔ ان تصریحات نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ خاتم النّبیین سے شرعی انبیاء کا ختم مراد ہے نہ سب کا۔ پس ان دونوں جوابوں کی رو سے یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔

پانچویں حدیث: جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے وہ: ’’ان آخر الانبیاء...... آخر الامم ‘‘ ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء سے آخری نبی ہوں اور تم تمام امتوں سے آخری امت ہو۔

جواب اوّل: میں اس کے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ ’’آخر الامم‘‘ کا فقرہ نبی کریم ﷺ نے آخر الانبیاء کی تشریح کے لئے بیان فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ میں ان انبیاء کا آخر ہوں جو مستقل امتیں بنایا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ تم آخری امت ہو۔ اب امت بنانے والا کوئی نبی نہیں آئے گا اور یہ واقعتاً بات ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو حضور ﷺ کی امت سے باہر کا کسی دوسری امت کا ہو یا آپ کی امت میں سے ہی ہو مگر علیحدہ امت بنائے۔ اب جو انبیاء آئیں گے وہ چونکہ نبی کریم ﷺ کے طفیل سے ہی نبی بن گئے، وہ خود ہی آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ہوں گے اور ان کے ماننے والے بھی آنحضرت ﷺ کی امت ہی ہوں گے۔

جواب دوم: حضرت نبی کریم ﷺ نے آخر الانبیاء کے الفاظ کی ایک اور تصریح بھی فرمائی ہے۔ یعنی مندرجہ بالا ’’آخر الامم‘‘ کے الفاظ سے جس قسم کے نبیوں کے آخر ہونے کا ذکر تھا، ویسا ہی آپ نے خاص قسم کے نبیوں کے آخر ہونے کے لحاظ سے یہ فرمایا: ’’انا آخر الانبیاء ومسجدی ھذا آخر المساجد ‘‘یعنی میں آخر الانبیاء ہوں اور میری یہ مسجد آخر المساجد ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آخر الانبیاء کے الفاظ کی نہایت واضح تفصیل فرمادی ہے کہ میں ایسا ہی آخر الانبیاء ہوں جیسی میری یہ مسجد آخر المساجد ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ اس مسجد کے بعد اور مسجدیں بھی بنی ہیں یا نہیں۔ اگر بنی ہیں تو کیا انہوں نے اس مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے میں کوئی خلل ڈالا ہے۔ یقیناً نہیں ڈالا۔ اس لئے کہ وہ بعد کی تمام مساجد اس قبلہ کی طرف ہیں جس قبلہ کی طرف مسجد نبوی کا رخ ہے اور اس طرز اور نمونہ پر ہیں جس طرح مسجد نبوی ہے۔ ایسا ہی کوئی نبی جو شریعت محمدیہ پر چلنے والا ہو اور اس نبی کریم ﷺ کے نمونہ پر ہو، ماتحتی کے لحاظ سے جیسا کہ عام مسجدیں، مسجد نبوی کے ماتحت اور نمونہ پر ہیں تو اس کے آنے میں نبی کریم ﷺ کے آخر الانبیاء ہونے میں کوئی خلل نہیں آتا۔ پس اس حدیث میں خود نبی کریم ﷺ نے ہی آخر المساجد کے الفاظ کہہ کر تشریح فرمادی ہے کہ جو معنی آخر المساجد کے ہوں، وہی آخر الانبیاء کے لینے چاہئیں۔ ورنہ آخر الانبیاء کے ساتھ آخر المساجد کے الفاظ لانا قطعاً بے سود اور بیکار رہے۔

جواب سوم: عربی زبان میں آخر کا لفظ فقید المثال کے لئے بھی آتا ہے۔ اس لحاظ سے آخر الانبیاء اور آخر الامم کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ میں انبیاء میں سے فقید المثال اور بے نظیر ہوں اور تم تمام امتوں میں سے بے نظیر اور بہتر امت ہو۔ ان معنی کی تائید میں ہمیں عربی زبان کے محاورات ملتے ہیں جن میں آخر کا لفظ بول کر موصوف کا فقید المثال ہونا مراد لیا گیا ہے۔ ’’شرادوی وشکری من لبدٍ لاضر غالبٍ آمد اگر بیع هماله ‘‘ (مترجم ہندی طبع ص۱۴۲) اس کے ترجمہ میں شارح یہ الفاظ لکھتا ہے کہ ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور پھر شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخر شخص ہے، یعنی ہمیشہ عدیم المثال ہے، خرید لیا اور مراد عدیم المثال سے ربیع ہے۔ یعنی اپنے لئے خرید لیا۔

دوسری (الاشباہ والنظائر ج۳ ص۱۳۱ مصری) میں علامہ جلال الدین سیوطی نے حضرت امام ابن تیمیہ کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں: ’’سیدنا...... آخر المجتهدین ‘‘ تیسرا ان میں بھی انہیں معنوں میں اقبال کا یہ مشہور شعر ہے ؎

چل بساداغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے   آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

(بانگ دراص۸۹) چونکہ ان معنوں کی تائید قرآن پاک سے اور احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ اس لئے بھی یہ معنی مقدم ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ بعداز بہتر ہے۔ اس وجہ سے حضرت مولانا روم نے فرمایا ہے ؎

بہر ایں خاتم شداست روکہ بجود   مثل اونے بود نے خواہند بود

حضرت مرزاصاحب فرماتے ہیں ؎

ندانم ہیچ نفسے دردوعالم   کہ داروشوکت وشان محمد

(ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام ص۱، خزائن ج۵ ص۶۴۹)

یا فرمایا ہے ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل   تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۲۶، خزائن ج۵ ص ایضاً)

غرض یہ حدیث بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ بشرطیکہ نبی کریم کا فرمودہ تشریعی سامنے ہو اور اس کا دل میں کچھ وقار ہو یا آخر کے محاورات مدنظر ہوں۔

چھٹی حدیث: جو ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہے۔ ’’وہ لو کان بعدی نبی لکان عمر ‘‘ ہے۔ جس میں بعدی سے مراد بعد موت لی جاتی ہے۔

جواب اوّل: اس کا یہ ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ کرتے وقت ہمارے مخالفین اس تشریح کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ خود رسول مقبول ﷺ سے مروی ہے۔ حضرت کریم ﷺ سے اس حدیث کی دیگر روایات نے ان الفاظ کی تشریح کردی ہے۔ ایک مؤمن کا یہی کام ہے کہ ایک روایت جس معنی کی تائید دوسری روایت سے ہوتی ہے ان کو مقدم کرے۔ محدث ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث: ’’لو کان بعدی نبی ‘‘ کی دیگر روایتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں: ’’لولم ابعث لبعثت عمر ‘‘ (شرح مشکوٰۃ مصری ج۵ ص۵۳۹) مجتبائی کے حاشیہ پر بھی یہی لکھا ہے: ’’وفی معنی طرق هذاالحدیث...... لولم ابعث لبعثت یاعمر ‘‘ یعنی میں اگر اس وقت مبعوث نہ

کیا جاتا تو اے عمر! تم مبعوث کئے جاتے۔ اس روایت نے بتلا دیا کہ: ’’لو کان بعدی نبی ‘‘ کا لفظ علاوہ اور سوا کے معنوں میں ہے نہ کہ بعد موتی کے معنی میں اب اس روایت کے ہوتے ہوئے کسی شخص کا وہ معنی کرنا جو اس حدیث کے صریح خلاف ہوں محض مغالطہ میں ہے۔ اس طرح اس حدیث کی روایت (کنوز الحقائق مصری ص۱۰۳) میں اس طرح آئی ہے: ’’لولم ابعث فیکم لبعثت عمر فیکم‘‘ ایسا ہی اس حدیث کی ایک اور روایت تاریخ الخلفاء میں حضرت ابوبکر صدیق کی سند سے اس طرح آئی ہے: ’’لوم لم ابعث فیکم لبعث عمر ‘‘ (تاریخ الخلفاء مصری ص۳۶) ایسا ہی یہ روایت (کنز العمال ج۶ ص۱۴۷) پر بھی آئی ہے۔ کس وضاحت تامہ سے بتلایا گیا ہے کہ ’’بعدی‘‘ کا معنی غیری کے ہیں۔

ان روایات کی موجودگی میں جن کے روای بھی علیحدہ اور سندیں علیحدہ اور ان کو درج کرنے والے بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ وہ معنی نہ کرنا جو رسول مقبول ﷺ کے فرمودہ ہیں اور ان کے خلاف کچھ اور معنی کرنا محض ضد پر محمول کیا جائے گا۔ اس مقام پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ آیا بعدی کے معنی علاوہ اور سوا یا غیر کے ہیں یا نہیں۔ سو میں اس کی چند مثالیں قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔

’’من ذالذی ینصرکم من بعدہٖ (آل عمران:۱۶۰)‘‘ کون ہستی ہے جو تمہاری مدد کرے اللہ تعالیٰ کے علاوہ یا اس کے سوا دوسرا۔ ’’مایفتح اللہ للناس ...... من بعدہ (فاطر:۲)‘‘ جو رحمت خدا تعالیٰ لوگوں کے لئے جاری کرے۔ کوئی نہیں اسے روکنے والا اس کے سوا اور جس رحمت کو وہ خود روک لے کوئی جاری نہیں کر سکتا اس رحمت کو۔

سوا اس کے ساتویں حدیث: جو ہمارے مقابلہ پر پیش کی گئی ہے، وہ یہ ہے: ’’ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ...... ولا نبی ‘‘ جواباً عرض ہے کہ یہ معنی صحیح نہیں ہیں۔ میں بجائے خود صحیح معنی پیش کرنے کے اپنے مخالفین کے مسلمہ بزرگ صوفی اور ولی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے معنی پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں: ’’ان النبوۃ ...... ولا نبی ‘‘ (فتوحات مکیہ ج۲ ص۳) یعنی وہ نبوت کہ جو رسول اللہ ﷺ کے وجود باجود کے ساتھ منقطع ہوئی ہے وہ صرف شرعی نبوت ہے نہ عام مقام نبوت۔ پس کوئی شرح نہ ہوگی جو اس شرع کے ناسخ ہو اور نہ کوئی حکم آپ کی شریعت میں زیادہ ہوگا۔

اور یہی معنی ہیں آنحضرت ﷺ کے ارشاد ان الرسالۃ والنبوت .... نبی بعدی کے۔

جواب دوم: اگر پیدا ہونے کی شرط لگائی جاوے کہ آئندہ کوئی رسول یا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا یا نیا ہونے کی شرط لگائی جاوے کہ آئندہ کوئی نیا رسول یا نیا نبی نہیں ہوگا تو یہ تاویل بھی محض غلط ہے۔ کیونکہ ’’لانبی بعدی ولارسول ‘‘ کے فقرہ میں پیدا ہونے یا نئے آنے کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ اگر مراد اور مطلب بیان کرتے وقت کسی خصوصیت کی قید لگائی جاسکتی ہے تو وہ قید مناسب سمجھی جاسکتی ہے۔ جس کی تائید قرآن کریم یا احادیث نبویہ یا اقوال بزرگان سلف سے ہوتی ہو، نہ اپنی کوئی ذاتی۔ سو میں احادیث اور اقوال بزرگان سلف سے ثابت کر چکا ہوں کہ صرف شرعی نبوت ختم ہوئی ہے نہ کوئی اور۔ پس یہ خصوصیت اور تقیید لگائی جاسکتی ہے کہ ’’فلا رسول بعدی ولا نبی ‘‘ سے مراد شرعی رسالت اور شرعی نبوت کی نفی ہے۔

جواب سوم: یہاں پر صرف لانفی جنس کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ نفی کمال کے لئے آیا ہے اور معنی یہ ہے کہ میرے جیسا کامل رسول آئندہ نہیں ہوگا اور یہ ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہے کہ ’’لانبی بعدی ولارسول ‘‘ کی طرح حضرت نبی کریم ﷺ کے دیگر اقوال مبارکہ بھی ہیں جن میں وہ معنی کمال مراد لیتے ہیں۔ مگر کسی خاص قسم کی کوئی نفی، کوئی مراد نہیں لیتا۔ مثلاً ’’لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب‘‘ اس کے

بھی یہی معنی لئے جاتے ہیں کہ کامل نماز نہ ہوگی نہ یہ کہ نماز ہی نہ ہوگی۔ ’’لا دین لمن لا عهدله‘‘ اس کا یہی معنی ہے کہ وہ کامل دیندار نہ ہوگا نہ یہ کہ بالکل بے دین ہوگا جو عہد پورا نہ کرے۔ تیسرا ’’لا ایمان لمن لا امانت له‘‘ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ کامل بے دین نہ ہوگا نہ یہ کے وہ بے ایمان ہوگا جو امانت میں خیانت کرے۔ چوتھا ’’اذا هلک قیصر فلا قیصر بعده‘‘ اس طرح ہے۔ ’’اذا هلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدی‘‘ ان تمام مذکورہ بالا مثالوں میں حرف ’’لا‘‘ کو کوئی بزرگ بھی نفی جنس کا قرار نہیں دیتا۔

محمد اکبر!

۱۵/مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان شہادت مولوی غلام احمد صاحب گواہ فریق ثانی ...... باقرار صالح

آٹھویں حدیث تیس دجالوں والی پیش کی جاتی ہے۔ جس کے متعلق پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ آئندہ کسی قسم کی کوئی نبوت نہیں ہوگی اور نہ ہی یہ الفاظ ہیں کہ جو ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ بلکہ صرف اتنا کہا ہے کہ قریباً تیس ایسے ہوں گے۔ جب تک ایسے الفاظ نہ ہوں کہ آئندہ مطلق نبوت نہ ہوگی یا جو دعویٰ نبوت کرے گا وہ دجال ہوگا۔ تب تک نبوت کی بالکل نفی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ فلاں شہر پر اس وقت مصیبت نہ آئے گی جب تک اس میں چالیس جھوٹے قاضی نہ بن لیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس شہر میں کوئی سچا قاضی بھی نہیں ہوگا اور جو ہوگا وہ جھوٹا ہوگا۔ اس کی حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ جب کہ امت محمدیہ کے مناقب اور اس کے فضائل پر نظر کی جاوے۔ قرآن اور حدیث دونوں سے اس کا خیرامت ہونا ثابت ہے۔ جب اس خیرامت میں بیماری اس قدر پھیلے تو کس طرح مانا جاسکتا ہے کہ طبیب اس میں پیدا نہ ہوں۔ ورنہ لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ یہودی اور عیسائی بننے اور دجال اور کاذب مدعیان نبوت کے آنے کے لئے تو یہ امت ہے۔ مگر سچے مدعیان نبوت کے لئے نہیں ہے۔ کیا اس طرح پر امت محمدیہ کا خیرالامت ہونا باقی رہتا ہے۔

جواب دوم: شارح صحیح مسلم امام ابوعبداللہ محمد ابن خلیفہ مالکی نے اس حدیث کے متعلق یہ شہادت دی ہے: ’’هذا الحدیث ظاهر اصدقه...... ذالک‘‘ (اکمال الاکمال ج۷ ص۲۵۸ مصری) یعنی اس حدیث کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے وقت سے آج تک جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا ہے، شمار کئے جاویں تو یہ تعداد پوری ہو جائے گی اور ہر وہ انسان جو تواریخ کا مطالعہ کرے گا، اس کو یہ تعداد پوری ہو جانے کا اقرار کرنا پڑے گا۔ پھر اس مسلم کی دوسری شرح اکمال الاکمال میں دوسرے امام ابوعبداللہ محمد بن علی المازری فرماتے ہیں: ’’هذا الحدیث ...... عداد‘‘ یعنی اس حدیث کی سچائی پوری ہو چکی ہے اور شمار کئے جاویں تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔ چونکہ یہ دونوں مصنف آج سے تقریباً پانچ سو برس قبل ہو چکے ہیں۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آج سے پانچ سو برس قبل یہ حدیث پوری ہو چکی ہے۔

جواب سوم: علاوہ ازیں زمانہ حال کے مشہور مصنف مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب (حج الکرامہ صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۹ و ۲۳۶) وغیرہ نام بنام ان مدعیان نبوۃ ومہدیت کا ذکر کر کے اس تعداد کو پورا کر دکھایا ہے۔

جواب چہارم: اس حدیث کی دیگر روایتوں میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ صحابہ کرام نے ایسے دجالوں کی علامات دریافت

کیں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس طریقہ پر تم ہو، اس طریقہ کے خلاف وہ طریقہ تمہارے لئے پیش کریں گے۔ یعنی خلاف اسلام وہ دوسری شریعت جاری کریں گے۔ ایسا ہی اس حدیث کی دوسری روایتوں میں دجالوں کا ذکر کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے مثلاً مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو بھی فرمایا ہے۔ جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ان دجالوں سے مراد وہی دجال مدعیان نبوت ہیں جو خلاف اسلام نئی کتاب یا کسی نئی شریعت کے دعویٰ دار ہوں۔ ان دونوں روایتوں کا ذکر (حجج الکرامہ ص۲۳۳) پر ہے جو بالفاظ ذیل ہے: ''ودر حدیث ایں خبر است...... ازانتہاء''

پس حاصل کلام یہ کہ اس حدیث میں تیس کے قریب مدعیان نبوت کاذبہ کے آنے کی خبر ہے۔ کسی سچے مدعی نبوت ظلیہ، غیر تشریعی کے آنے کی ممانعت نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ قوی شہادتوں سے ثابت ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کی یہ تعداد آج سے پانچ سو برس پہلے پوری ہوچکی ہے۔

تیسرے یہ کہ اس حدیث سے مراد خود نبی کریم ﷺ کے فرمودہ اور تشریح کے مطابق بھی ایسے مدعیان نبوت کاذبہ مراد ہیں جو خلاف اسلام نئی شریعت کو جاری کرنے والے ہوں۔ لہٰذا یہ حدیث ہمارے خلاف قطعاً پیش نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ہم بھی ایسے مدعیان نبوت کو کافر گردانتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ پایا وہ محمد مصطفی ﷺ کی اقتداء اور پیروی اور برکت سے پایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

یک قدمے دوری ازاں روشن کتاب　　نزد ما کفر است و خسران و تباب

(سراج منیر ص ط، خزائن ج۱۲ ص۹۶)

نویں حدیث: جس میں ''وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی'' کا جملہ ہے جو ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا آخری فقرہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ آئندہ کسی قسم کی نبوت نہیں ہوگی۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمودہ نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل یہ حدیث (بخاری ج۲، کتاب الفضائل ج۳، تفسیر سورہ صف) دوجگہ آئی ہے۔ مگر ''الذی لیس بعدہ نبی'' کا جملہ دونوں جگہ نہیں ہے۔ مگر یہ فقرہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہوتا تو بقیہ دو تفسیری جملوں کی طرح اس کی بھی روایت ہوتی اور حضرت امام بخاری اس جملہ کو بھی ضرور درج فرماتے۔ امام بخاری کا دو دفعہ اس حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنا، مگر آخری جملہ کو درج نہ کرنا اس امر کی زبردست دلیل ہے کہ وہ جملہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمودہ نہیں ہے۔

دوم (صحیح مسلم ج۲) میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ یہ تفسیری جملہ ابن شہاب امام زہری کا ہے جو اس حدیث کی ہر اسناد میں آتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ: فی حدیث ''عقیل قال قلت لزھری ما العاقب قال الذی لیس بعدہ نبی'' یعنی عقیل نے امام زہری سے پوچھا کہ عاقب کون ہوتا ہے۔ تو انہوں نے یہ فقرہ بولا۔

سوم: یہ بھی قرینہ خاص قابل غور ہے کہ اگر یہ جملہ حضرت نبی کریم ﷺ کا بھی فرمایا ہوا ہوتا تو ماحی اور حاشر کی تفسیر کی طرح عاقب کی تفسیر میں بھی الفاظ یہ ہوتے کہ: ''الذی لیس بعدی نبی'' اور ''الذی لیس بعدہ نبی'' کے الفاظ نہ ہوتے۔ یعنی دونوں تفسیری جملوں میں ''بعدی'' متکلم سے فرمانا دلیل ہے اس امر کی کہ اگر عاقب کا تفسیری جملہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہوتا تو وہ بھی بعدی ''ی'' متکلم سے ہوتا نہ کہ بعدہٗ ضمیر غائب سے، جو اپنے الفاظ سے بتا رہا ہے کہ اس جملہ کا کہنے والا آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور ہے۔

چہارم: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ محدث ملاّ علی قاری نے لکھا ہے: ''الظاھر ان ھذ التفسیر ...... من بعدہٗ '' زیر حدیث یعنی یہ ظاہر بات ہے کہ یہ تفسیری جملہ صحابی یا کسی تابعی یا تبع تابعین کا ہے نہ آنحضرت ﷺ کا۔ الغرض جب یہ تفسیری جملہ آنحضرت ﷺ کا فرمودہ نہ ہوتو لامحالہ ماننا پڑا کہ اس سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ از خود غلط ہے۔

دسویں حدیث: ''لایبقی بعدہٗ من نبوۃ الا مبشرات '' والی حدیث پیش کی جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان آیات سے قطع نظر بھی کی جاوے کہ جن سے قرآن کریم کے بعد غیر تشریعی ظلی نبوت کا وجود ہوتا ہے اور ان احادیث کو بھی نظر انداز کردیا جاوے۔ جن میں امت محمدیہ کو آئندہ ظلی نبوت کی بشارت دی گئی ہے اور ان بزرگان سلف کے اقوال کو بھی مدنظر نہ رکھا جاوے جو اس حدیث کی موجودگی میں وحی والہام وکشف کے مدعی تھے۔ جنہوں نے آئندہ نبوت ظلیہ کی بھی تصریح کی ہے جو سب اقوال تیسری اور چوتھی وجہ تکفیر میں ذکر ہوں گے تو یہ بھی حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی عمومیت کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر رؤیا صالحہ کے باقی تمام انعام اور برکات کی نفی ماننی پڑتی ہے۔ حالانکہ اس امت کے وحی والہام سے مشرف ہونے کی فضیلت سب مسلمانوں کو مسلم ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا باعتبار عام مسلمانوں کے ہے نہ کہ خواص اور کل افراد کے لئے۔ کیونکہ ان خواص اور کاملین کو رؤیا صالحہ سے بڑھ کر انعامات مل چکے ہیں اور واقعات زمانہ نے ثابت کردیا ہے کہ اس حدیث سے بجز رؤیا صالحہ کے اور سب قسم کی نعمت کے انقطاع کا استدلال خداوندتعالیٰ کی فعلی شہادت کی وجہ سے محض غلط ہے۔ چنانچہ علامہ سندھی تصریح کرتے ہیں کہ: ''المراد انھالم ...... موجودٌ'' (ابن ماجہ ج۲ص۳۳۲ مصری) یعنی اس سے یہ مراد ہے کہ عام مومنوں کے لئے نبوۃ میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ ورنہ الہام وکشوف اولیاء کے موجود ہیں۔ الغرض جتنی احادیث بھی فریق مخالف نے انقطاع نبوت کے استدلال میں پیش کی ہیں۔ وہ حسب حقیقت کے لحاظ سے نبوت غیر تشریعی یعنی ظلی نبوۃ کا بند ہونا ہرگز ثابت نہیں کرتیں اور جماعت احمدیہ کے معتقدات کے وہ خلاف نہیں ہیں۔

مفسرین اور بعض دیگر علماء کے ان اقوال کا جواب جو مخالف علماء اپنے غلط معنی کی تائید میں پیش کرتے ہیں

اس عنوان کے ضمن میں کئی شقیں قابل غور ہیں۔ ہر شق کے متعلق علیحدہ علیحدہ عرض کرتا ہوں۔

شق اوّل: کیا مفسرین یا دیگر علماء کے ذاتی خیال داخل شریعت ہیں کہ ان کا ماننا ضروری ہو اور نہ ماننے سے کفر لازم آئے۔ اس شق کے متعلق میرا یہ جواب ہے کہ مفسرین یا دیگر علماء کے ذاتی خیالات ہرگز داخل شریعت نہیں ہیں اور ان کا ماننا ہرگز ضروری نہیں ہے اور ان کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ اﷲتعالیٰ نے جن کا فیصلہ ہمارے لئے ناطق قرار دیا ہے، اس کا ذکر اس آیت شریفہ میں ہے: ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ...... الخ! (نساء:۵۹)'' یعنی اطاعت کرو اﷲتعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور امراء واحکام کی۔ لیکن اگر تم آپس میں اختلاف کرو اور تنازع ہو جائے تو اس کو خدا اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔ آنحضرت ﷺ نے ''علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین المھدیین '' میں ہم کو خلفاء راشدین کی سنت پر چلنے اور ان کے اتباع کا اگر حکم دیا ہے تو یہ حکم ان کی ذاتیات کے لحاظ سے ہرگز نہیں۔ بلکہ اس لئے ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنا متبع ہونے کی وجہ سے ان کے اتباع کا ہم کو حکم دیا ہے۔ اس لئے آپ نے راشد اور مہدی کے لفظ سے خلفاء کی تخصیص بھی فرمادی ہے کہ کیوں میں تم کو ان کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔

چنانچہ حضرت امام ابن حزم فرماتے ہیں: ''ولایحل ...... بلا برھان '' یعنی کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ کسی کے قول پر عمل کرے بغیر دلیل کے۔ سوائے رسول اﷲ ﷺ کے ارشاد کے۔ (حجۃ اﷲ البالغۃ ج۱ص۱۰۳، مصری)

دوسرا:’’وقد صح اجماع الصحابة…… کله ‘‘یعنی صحیح ہو چکا ہے اجماع تمام صحابہ کا اوّل سے لے کر اخیر تک اور ایسا ہی اجماع تابعین کا اوّل سے لے کر آخر تک اور اجماع تبع تابعین کا اوّل سے آخر تک کہ ممنوع ہے کسی شخص کا دوسرے کسی انسان کے قول کی طرف رجوع کرنا۔ اس لحاظ سے کہ اسے سب کا سب قبول کرے اور اس پر عمل کرے۔

تیسرا: حضرت امام مالک فرماتے ہیں:’’مامن احدٍ……‘‘ کہ ہر انسان اپنی کلام سے پکڑا جاتا ہے اور ایسا ہی ہر انسان کی بات رد کی جاسکتی ہے سوائے رسول خداﷺ کے۔

چوتھے: پھر امام شافعی فرماتے ہیں:’’لاحجت فی قول…… باتسلیم ‘‘یعنی پھر رسول خداﷺ کے سوا کسی شخص کا قول دوسروں پر حجت نہیں۔ خواہ وہ اشخاص کتنے ہی زیادہ ہوں نہ کسی کا قیاس ہی حجت ہے اور نہ کچھ اور۔ اطاعت اﷲ اور اطاعت رسول خدا کے جو پوری ہو۔ اس کے سوا اور کچھ بھی لائق توجہ نہیں۔

پانچویں: اس طرح پر حضرت امام شافعی فرماتے ہیں:’’یاابراھیم…… دین ‘‘اے ابراہیم! میری ہر بات میں تقلید نہ کر۔ بلکہ ہر معاملہ میں اپنے نفس کے لئے خود بھی غور کر کیونکہ یہ تو دین کا معاملہ ہے۔

چھٹا: ایسا ہی حضرت امام احمد فرماتے ہیں:’’لا تقلدنی…… بالسنة ‘‘یعنی نہ میری تقلید کر اور نہ مالک،’’اوزاعی ونخعی‘‘ کی اور نہ کسی اور کی۔ بلکہ احکام وہیں سے حاصل کر جہاں سے ان لوگوں نے حاصل کئے۔

ایسا ہی حضرت امام اعظم فتویٰ دیتے وقت ہمیشہ فرماتے تھے:’’ھذا رایے …… بالصواب ‘‘یہ سب اقوال (حجۃ البالغہ ج اوّل ص۱۵۳تا۱۵۷، مصری) میں ہیں۔ آخری قول کا ترجمہ یہ ہے۔ یعنی یہ نعمان ابن ثابت کی یعنی میری رائے ہے اور یہ سب سے بہتر بھی معلوم ہوئی ہے۔ لیکن جو شخص اس سے اچھی بات لے آئے وہ زیادہ بہتر ہے۔ جب وہ مشہور اور معروف ائمہ کرام، جن کے اقوال سے فقہی مسائل میں سند لی جاتی ہے، جن کا نام بنام اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ خود یہ فرماتے ہیں کہ کوئی قول محض اس وجہ سے کہ فلاں شخص کا قول ہے، قطعاً قابل قبول نہیں۔ پھر ظاہر ہے کہ مفسرین کے ذاتی خیالات کہاں تک قابل قبول ہیں۔ کیا مفسرین کی ہر بات صحیح اور قابل غور بھی ہے۔ اس شق میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مفسرین کے خیالات کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں اور کیا وہ تمام کے تمام اس قابل ہیں کہ قبول کر لئے جاویں۔ میں بلحاظ اختصار بطور نمونہ چند اقوال پیش کرتا ہوں۔

نوٹ: گواہ یہاں چند نمونے بیان کرنا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کا موضوع سے کوئی تعلق نہیں اس لئے بیان کرنے سے روک دیا گیا۔
(محمد اکبر)

عدالت مختاران مدعیہ اس مرحلہ پر کمرہ عدالت ترک کر کے چلے گئے ہیں۔ مولوی الٰہی بخش مختار مدعیہ بیان کرتا ہے کہ وہ خود مختاران مدعاعلیہ کے مقابلہ میں پوری پیروی نہیں کر سکتا۔ اسے جدید مختار مقرر کرنے کے لئے مہلت دی جاوے۔ اس کی یہ استدعا چونکہ واجبی ہے۔ لہٰذا سماعت مقدمہ کل تک ملتوی کی جاتی ہے۔ گواہ کو بقیہ شہادت کے قلم بند کرنے کے لئے پابند حاضری تاریخ مقررہ کیا جاوے۔ محمد اکبر!
(۱۵؍مارچ ۱۹۳۳ء)

۱۶/مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین میں سے منجاب مدعیہ الٰہی بخش حاضر ہے مدعاعلیہ اور اس کے مختاران حاضر ہیں۔کل فریقین کے درمیان کچھ معمولی آویزش ہوگئی تھی۔محمد مبارک مختار مدعاعلیہ نے مدعیہ کے ایک مختار مولوی عبدالکریم کو جیسے مختار کاری سے بحکم عدالت علیحدہ کیا جاچکا تھا، کچھ سخت سست الفاظ کہے۔جس پر مدعی کے دیگر مختاران کمرہ عدالت چھوڑ کر چلے گئے۔اس لئے الٰہی بخش کی اس استدعا پر کہ وہ کوئی دوسرا مختار مقرر کر کے پیروی مقدمہ کرے گا۔سماعت مقدمہ ملتوی کی گئی تھی۔لیکن آج پھر الٰہی بخش کے ساتھ اور کوئی مختار حاضر نہیں ہوا۔صرف الٰہی بخش حاضر ہے۔اسے مزید مہلت نہیں دی جاتی اور کارروائی مقدمہ اس کے مواجہ میں شروع کی جاتی ہے۔فریقین کو ہدایت کی گئی کہ وہ احکام ضابطہ اور احترام عدالت کو پوری طرح مدنظر رکھیں ورنہ سلوک قانونی ہوگا۔　محمد اکبر!

۱۶/مارچ ۱۹۳۳ء

۱۶/مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان شہادت مولوی غلام احمد مجاہد گواہ مدعاعلیہ باقرار صالح

شق ثانی: بھی جس کو عدالت نے غیر متعلق سمجھ کر مجھے بیان کرنے سے روک دیا ہے۔میں چند اقوال مفسرین کے ایسے پیش کرنا چاہتا تھا۔جن سے حضرت انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کے خلاف باتیں ثابت ہوتی تھیں۔جن سے میرا مدعا صرف اتنا تھا کہ مفسرین کے خیالات اس مقام تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ان کا کوئی قول اس لئے کہ ان کا قول ہے۔قطعاً کسی پر حجت نہیں ہوسکتا۔

شق ثالث: مخالف علمائے جو ہمارے سامنے مفسرین کے اقوال پیش کر کے چاہتے ہیں کہ ان اقوال کو بغیر چون وچرا مان لیا جاوے کہ جیسے خود وہ علماء بھی مفسرین کے تمام اقوال کو اس طرح مانتے ہیں، جس طرح یہ کہ ماننے کے ہم سے طالب ہیں۔اس شق میں مجھے اتنا ہی عرض کرنا ہے کہ مخالف علماء خود بھی مفسرین کے تمام اقوال کو ہرگز قبول نہیں کرتے۔صرف انہی اقوال کو مان لیتے ہیں جو ان کو پسند ہوتے ہیں۔

اگر یہ بات نہ ہوتی بلکہ ان کا مفسرین کے تمام اقوال کو ماننا اس لئے ہوتا کہ ان کے نزدیک مفسرین کے تمام اقوال کا ماننا ضروری ہے تو وہ خود بھی تمام اقوال کو مانتے، ایک کو رد نہ کرتے۔مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق جس قدر بھی اقوال تفاسیر میں آئے ہیں خواہ وہ اقوال مفسرین کے اپنے ہوں یا دوسرے ائمہ کرام کے ہوں، ان کو وہ نہیں تسلیم کرتے۔

ایسے امام جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کی تصریح فرمائی ہے۔امام مالک اور امام ابن حزم امام ابن قیم اور باقی ائمہ کرام، جنہوں نے سکوت سے تصدیق کردی ہے۔کیونکہ وہ ائمہ کرام معمولی معمولی شرعی مسائل پر اپنے اجتہادات کی بناء پر اختلاف رکھتے رہے ہیں اور جو رائے ان کی ہوتی رہی ہے، اس کو وہ ظاہر کردیا کرتے تھے۔لیکن اس مسئلہ میں جہاں دوسرے اماموں نے تصریح فرمائی، وہاں باقی ائمہ نے خاموشی اختیار کی ہے۔تفاسیر کے لحاظ سے یا احادیث کی کتب کے لحاظ سے مندرجہ ذیل تفسیریں ہیں، جن میں اقوال پائے جاتے ہیں۔مجمع البحار، اکمال شرح مسلم، جلالین، بین السور مجتبائی، تفسیر محمدی، ترجمان القرآن، فتح البیان۔شق رابع مفسرین کی بیان کی ہوئی حدیثیں۔آیا ہمارے مخالف علماء مانتے ہیں۔

شق ثالث: میں میں نے صرف اتنا بتلایا تھا کہ مفسرین اور ائمہ بعض اقوال کو بھی مخالف علماء مانتے ہیں جو انہیں پسند ہیں۔ اب میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ مفسرین نے اپنی تفسیروں میں جو حدیثیں بیان کی ہیں اور جن کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے بھی ہمارے مخالف علماء ان کئی حدیثوں کو نہیں مانتے جو ان کے مخترع عقیدہ کے خلاف ہیں۔ مثلاً: ''لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسع هما الا اتباعی ''یعنی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو میری پیروی کے بغیر ان کو چارہ نہ تھا۔ چونکہ یہ حدیث صریحاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتی ہے۔ اس لئے گو اس کو کئی لوگ امام اور مفسرین بیان کرتے ہیں۔ ہمارے مخالف علماء نہیں مانتے۔ اس حدیث کو ترجمان القرآن اور (الیواقیت والجواہر کتاب اوّل ج۲ ص۴۶۱، کتاب دوم ج۲ ص۲۴) ہے۔ (مدارج السالکین ج۲ ص۳۱۳) حافظ ابن کثیر نے اپنی (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۴۶) پر بیان کیا ہے۔ آخری حوالہ اس مفسر صاحب کا ہے۔ جس کے بعض اقوال ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں۔

اس طرح حدیث ''واخبرنی ان عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم عاش مائة وعشرین سنة ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ برس زندہ رہے تھے۔ یہ حدیث تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین مجتبائی ص۵۰، حجج الکرامہ ص۴۲۸ اور بحوالہ حجج الکرامہ طبرانی اور اصابہ نے بیان کی ہے۔ (کنز العمال ج۶ ص۱۲۰) پر بھی یہ حدیث درج ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۲۴۲) پر بھی یہ حدیث درج ہے۔ یہ آخری حوالہ اس تفسیر کا ہے جس کو ہمارے مقابل پر عموماً پیش کیا جاتا ہے۔ باوجود ان کئی مفسروں کے اس حدیث کو حدیث بیان کرنے کے پھر بھی مخالف علماء اس حدیث کو نہیں مانتے۔

ایسا ہی محدث ملّا علی قاری صاحب کا قول اکثر ہمارے سامنے پیش ہوتا رہتا ہے۔ مگر ان کی کتاب (شرح فقہ اکبر مصری ص۱۰۰) پر جو یہ حدیث لکھی ہے: ''لو کان عیسیٰ حیاً ماوحی هو الا اتباعی ''یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ اس کو بھی مخالف علماء نہیں مانتے۔ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ ہمارے مخالف علماء مفسرین کی بیان کی ہوئی حدیثوں کو تو مانتے نہیں مگر ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم وہ اقوال قبول کریں جو مفسرین کے ذاتی ہیں اور ہمارے مخالف علماء کو مسلم ہیں۔ خواہ ہمارے نزدیک وہ اصول صحت پر اچھے ظاہر ہوں یا نہ ہوں۔

شق خامس: تفسیروں کے متعلق علماء متقدمین ومتاخرین کی آراء کہ انہوں نے تفاسیر کو عقائد واحکام شرعیہ میں کہاں تک قابل اصل مانا ہے۔

اوّل: ''قال احمد ابن حنبل ثلاثه کتب لیس لها اصل ''(المغازی والملاحم والتفسیر فوائد مجموعہ فی بیان احادیث موضوعہ ص۱۱۱) یعنی امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ تین قسم کی کتابیں ایسی ہیں جن کو کوئی شرعی اصل حاصل نہیں ہے۔ وہ مغازی، ملاحم اور تفسیر کی کتابیں ہیں۔

دوسرا: ''هذا التفاسیر ...... مجاهیل ''(اتقان ج۲ ص۲۲۴، مصری) یعنی یہ طویل لمبی لمبی تفاسیر جن کو ابن عباس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، وہ سب ناپسندیدہ ہیں اور ان کے راوی مجہول الاسم والحال ہیں۔

تیسرا: ''ثم الف ...... بعده ''(اتقان ج۲ ص۲۲۶) یعنی تفسیر قرآن میں کثیر لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے اسنادوں کو ترک کر دیا ہے اور پے در پے دوسروں کے اقوال درج کر دیئے ہیں۔ پس اس وجہ سے نقائص داخل ہوگئے اور صحیح باتیں کمزور باتوں سے ملتبس ہوگئیں۔ پھر یہ عادت ہوگئی کہ ہر شخص جسے کوئی بات سوجھتی وہ درج کر دیتا ہے اور جو خیال جسے پیدا ہوتا، اس خیال پر اعتماد کر لیتا۔ پھر بعد میں آنے والوں نے ایسی باتوں کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ اس عبارت نے تصریح کر دی ہے کہ تفاسیر میں ہر قسم کا رطب ویابس۔ ہر قسم صحیح وسقیم خیال، ہر ناقص اور اچھی بات جمع ہوگئی ہے۔

چوتھا: ’’وقد جمع المتقدمون …… مردود‘‘ (مقدمہ ابن خلدون مصری ص۳۶) یعنی متقدمین نے تفسیری باتوں کو جمع کیا اور کثرت سے لکھا۔ مگر ان کی کتب میں اور ان کی جمع شدہ باتوں میں اعلیٰ اور ناقص، قبول ومردود سب ہی قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں۔

پانچویں: ’’ماقد ملئت …… ومثل ذالک‘‘ (مقدمہ ابن خلدون ص۲۶۱، مصری) یعنی متقدمین کی تفاسیر محض منقولی باتوں سے بھر گئیں جو ان تک یہودیوں اور عیسائیوں سے پہنچی تھیں اور وہ سب ایسی ہی خبریں ہیں جو یہود اور نصاریٰ کی روایتوں پر موقوف ہیں اور وہ تفاسیر ایسی نہیں کہ جن کی بناء پر احکام جاری کئے جاویں کہ پھر ان اقوال کی صحت تلاش کرنی ضروری ہو اور ان اقوال پر عمل بھی جاری ہو اور اس قسم کی صحت کے بارے میں مفسرین نے بہت تساہل کیا ہے۔

حیات جاوید مصنفہ مولانا الطاف حسین حالی نے بھی (ص۲۰۷ ج۲) پر یہ عبارت لکھی ہے۔ افسوس ہے کہ ’’قدماء‘‘ کی اس کوشش سے جو محض نیک نیتی سے کی گئی تھی۔ بے شمار روایتیں، تفاسیر قدیم میں ایسی درج ہوگئیں، جن کے لحاظ سے علماء محققین کو یہ کہنا پڑا۔ کتب تفسیر مشہودہ بالا حدیث: ’’الموضوعہ‘‘ اور اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ پچھلوں نے ’’قدماء‘‘ کی تفسیروں میں جو رطب ویابس روایتوں سے اپنی تفسیروں کو بھر دیا اور مخالفوں کے لئے اعتراض کا دروازہ کھول دیا۔ پھر اس کتاب کے (ص۲۳۷) پر کہا ہے۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہماری قدیم تفسیریں باتفاق تمام محققین اہل اسلام کے عموماً بے سند اور موضوع وضعیف حدیثوں اور یہودیوں کے قصوں سے بھری ہوئی ہیں اور اس کا ایک یہ بھی ثبوت ہے کہ جس قدر روایتیں تفسیر القرآن کے متعلق صحاح میں وارد ہوئی ہیں۔ اگر ان سب کو بعد حذف اسناد کے ایک جگہ جمع کیا جاوے تو تمام مجموعہ محدود صفحات سے زیادہ نہ ہوگا۔ حالانکہ کتب تفاسیر کی تمام روایتوں اور قصوں کو اگر جمع کیا جاوے تو کم سے کم ایک ضخیم جلد مرتب ہوسکتی ہے۔ حاصل کلام ایسی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے مفسرین کے اقوال پر کس طرح عقائد کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے اور کیسے ان اقوال کے انکار کی وجہ سے کس کو کافر کہا جاسکتا ہے۔

شق سادس: مفسرین کے وہ اقوال جو پیش کئے جاتے ہیں، ان کا کیا مطلب ہے۔ اب میں ان اقوال کو جو ہمارے خلاف ختم النبوت کے بارہ میں پیش کئے جاتے ہیں فرداً فرداً لیتا ہوں۔

پہلا حوالہ: ’’فمن رحمت اللہ …… افعالم‘‘ اس عبارت کے جواب میں میری طرف سے یہ عرض ہے۔ اس کے دو حصے بالخصوص قابل غور ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اوّل تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دے کر بتلا دیا کہ ایسے انبیاء ممنوع ہیں۔ یعنی جو شریعت اسلامیہ کے خلاف اور اس کے مقابل پر نئی شریعت کے دعویدار ہوں۔ دوم: اس نے یہ بھی بتلا دیا کہ ایسے لوگ نہ امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہ نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ بلکہ نہایت فاسقانہ اور فاجرانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور نہایت جھوٹے اور بہتان تراش ہوتے ہیں۔ اس حوالہ سے معلوم ہوگیا کہ جس مدعی نبوت کی زندگی ایسی نہ ہو اور جس نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی طرح دعویٰ نہ کیا ہو جو خود دیا۔ جس کی جماعت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی ہو۔ وہ مدعی نبوت ہرگز منع نہیں۔

میں اس جگہ صرف دو حوالے ایسے پیش کرتا ہوں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب پر یہ حوالہ چسپاں نہیں ہوتا۔

اوّل: مولوی محمد حسین بٹالوی جو سخت معاند تھے، وہ شہادت دیتے ہیں۔ براہین احمدیہ مصنفہ مرزا صاحب کے متعلق ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر میں ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ ’’لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا‘‘ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی اور جانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی

نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ (اشاعۃ السنہ ج۷ص۲۹) حضرت مرزاصاحب کا اپنا چیلنج اپنی زندگی کے متعلق یہ ہے۔ تم غور کرو...... دلیل ہے۔ (تذکرۃ الشہادتین ص۶۲، خزائن ج۲۰ص۶۴)

دوسرا حوالہ (روح المعانی ج۷ص۶۵) کا پیش کیا جاتا ہے۔ جو الفاظ ذیل ہے: ’’وکونہ...... اصرار ‘‘اس حوالہ میں بھی ’’مانحن فیہ ‘‘نبوت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ غایت کار اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ جو شخص ’’اس کے خلاف‘‘ دعویٰ کرلے گا وہ کافر ہوگا۔ اب اس کے خلاف الفاظ میں جو ضمیر ہے وہ یا تو خاتم النّبیین ہونے کی طرف جاتی ہے تو خاتم النّبیین ہونے کا خلاف خاتم النّبیین نہ ہونا ہوا۔ لہٰذا مصنف کے نزدیک یہ معنی ہوئے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین نہیں مانتا، وہ کافر ہوگا یا پھر اس کے خلاف کی ضمیر آنحضرت ﷺ کی طرف جاتی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کے خلاف دعویٰ نبوت کرے، وہ کافر ہوگا نہ یہ کہ جو شخص کسی قسم کا بھی دعویٰ نبوۃ کرے، خواہ آنحضرت ﷺ کے طفیل سے ظلی اور امتی نبی ہونے کا بھی دعویٰ کرے وہ بھی کافر ہوگا۔ کیونکہ یہاں ایسے امتی نبی کے نہ ہونے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ بفرض محال اگر مصنف مذکور تصریح بھی کردیتا کہ کسی قسم کی کوئی نبوت بھی ہرگز آپ ﷺ کے بعد نہ ہوگی تو بھی اس کا یہ کہنا فقط اس کی رائے تھی جو کسی صورت میں ضروری تسلیم نہیں۔ بالخصوص جب دیگر علماء اور مجددین ومحدثین اور اولیاء امت کی بکثرت رائیں اس کے خلاف موجود ہوں اور بالخصوص حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا ارشاد اور آنحضرت نبی کریم ﷺ کی فرمودہ تیس احادیث بھی ہوں جو شروع میں بیان ہوچکی ہوں۔

ان حوالہ جات سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ خود ان مفسرین نے ان حوالہ جات میں جس قسم کے نبیوں کو جھوٹا کہا یا ان کا آنا ممنوع قرار دیا اور خاتم النّبیین کے خلاف قرار دیا، وہ مسلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسے مدعیان نبوۃ ہیں، جنہوں نے مستقل شریعت کا دعویٰ اور شریعت محمدیہ کے برعکس تعلیم دی اور فسق اور فجور میں مبتلا رہے۔ پس ان حوالہ جات سے ایسے نبی جو امتی ہو اور اسی شریعت محمدیہ کا حامی اور ناصر ہو، کے نہ آنے کا کوئی حکم نہیں نکلتا۔ دیگر علماء سلف کے جو حوالہ جات ہمارے مقابل پر پیش کئے جاتے ہیں ان کی حقیقت۔

پہلا حوالہ: قاضی عیاض کی کتاب شفاء کی شرح مؤلفہ ملّا علی قاری ج۲ص۵۱۸، ۵۱۹ مصری کا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے: ’’وکذالک...... وبعدہ ‘‘اس سارے حوالہ میں سے صرف ایک فقرہ لے کر جماعت احمدیہ پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا ہے کہ: ’’القائلین بتواتر الرسل ‘‘یعنی جو قائل ہیں متواتر رسولوں کی آمد کے۔

جواب اوّل: اس حوالہ کا وہ فقرہ جو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی القائلین تواتر رسل۔ ہمارے قطعاً خلاف نہیں۔ کیونکہ جو تعریف رسول کی ان علماء سلف کے نزدیک مروج ہے۔ اس تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ہم ویسے رسولوں کی آئندہ آمد کے ہرگز قائل نہیں ہیں اور یہ ہم پر اتہام ہے ہم ویسے رسولوں کی آمد کے قائل ہیں۔ نبوت اور رسالت کے بارہ میں میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے افراد نبی کریم ﷺ کے بعد قیامت تک کسی شرعی نبی یا غیرشرعی مستقل نبی کی آمد کے ہرگز قائل نہیں۔ ہم صرف اس امر کے قائل ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی غلامی اور ماتحتی سے اور آپ کی برکت اور افادہ روحانیہ سے آپ کی شریعت کے خادم انبیاء قیامت تک آتے رہیں گے۔ پس وہ حوالہ ’’القائلین بتواتر رسل ‘‘ کا ہم پر چسپاں نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان علماء کے نزدیک رسول کا لفظ اس انسان پر بولا جاتا ہے جو شریعت لائے یا پہلی شریعت میں کچھ تبدیلی کرے۔

مثلاً اوّل۔ شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے: ’’الرسول انسانٌ بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق (لتبلیغ الاحکام الشریعہ) ‘‘یعنی

رسول وہ انسان ہے جس کو خدا تعالیٰ مخلوقات کے لئے مبعوث فرمائے۔ احکام شریعہ کی تبلیغ کے لئے۔ نبراس جو شرح عقائد نسفی کی بھی شرح ہے، اس میں تفصیل درج ہے کہ نبی اور رسول کے فرق کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور مسلمانوں کا یہی مذہب ہے کہ: ''ان النبی اعم'' کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔ (نبراس ص۷۰،۷۹) پھر رسول کے لئے بعض نے کتاب کی شرط کی ہے اور بعض نے شرح جدید کی شرط لگائی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ''یشترط فی رسول شرع جدید بخلاف النبی'' (نبراس ص۸۰) ایسا ہی اس (نبراس ص۴۲۴ حاشیہ) میں شرح مقاصد کا حوالہ دے کر لکھا ہے: ''وقد ینحصر رسول ینبغی له شریعت و کتاب'' کہ رسول کا لفظ خاص طور پر اس انسان پر بولا جاتا ہے کہ جس کی کوئی شریعت ہو یا کوئی کتاب جدید ہو۔ ان حوالوں سے واضح ہوگیا کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک رسول کا لفظ شرعی نبی پر بولا جاتا ہے۔ پس علماء متقدمین جہاں رسول کی نفی کریں گے، وہاں مراد شرعی نبی سے ہوگی۔ (یہ شرح عقائد نسفی اور نبراس اور مقاصد عقائد کی کتابیں ہیں) نہ کہ عام نبی سے۔ اس کے ضمن میں یہ بھی بتادینا چاہتا ہوں کہ فریق مخالف نے جو ابن کثیر کا حوالہ دیا تھا، اس میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ ''لان مقام الرسالت اخص من مقام النبوة'' جس سے ثابت ہوا کہ ابن کثیر کے نزدیک بھی رسول کا لفظ خاص ہے۔ یعنی شرع نبی کے لئے بولا جاتا ہے اور نبی کا لفظ عام ہے۔ ان تمام مذکورہ بالا اصطلاحوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ مرزاصاحب نے عام اعلان فرمایا ہے۔ چونکہ اسلام کی اصطلاح میں...... خاتم الکتب ہے۔ (الحکم ج۳ نمبر۲۹، مطبوعہ سال ۱۸۹۹ء، بحوالہ حقیقت النبوۃ صفحہ۱۲۵، انوار العلوم ج۲ ص۴۴۸) پس ''القائلین بتواتر الرسل'' کا حوالہ ہمارے خلاف نہیں پیش کیا جاسکتا۔ کیونکہ ہم اس معنی سے رسولوں کی آمد کے ہرگز قائل نہیں ہیں جو معنی اہل اسلام کی اصطلاح میں رسول یا نبی کے تھے یا اگر اب کوئی وہی معنی لے کر ہم سے پوچھے۔

جواب دوم: اس تصریح کے علاوہ کہ انہوں نے شرعی رسول کی نفی کی ہے یا ہر نبی کی۔ اس حوالہ میں ایک اور بھی قرینہ موجود ہے کہ ملا علی قاری کے نزدیک ظلی اور بالواسطہ نبوۃ ہوسکتی ہے۔ مستقل اور شرعی نبوۃ نہیں ہوسکتی اور وہ پیش کردہ حوالہ کا آخری فقرہ جو عمداً ہمارے مخالفین چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی ''ان اراد وابه الحقیقت والا فالمنزلة المجازیة لا توجب الکفر ولاالبدعة'' یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد حقیقی نبوت مراد لیں تو پھر کفر عائد ہوگا۔ ورنہ اگر مجازی مرتبہ مراد لیں تو پھر کفر عائد نہ ہوگا اور نہ ہی بدعت کو مستلزم ہوگا۔ پس واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ ان دونوں بزرگوں کے نزدیک کسی انسان پر اس صورت میں کفر عائد ہوگا۔ جب کہ وہ علیٰ وجہ الحقیقت کسی کا نبی ہونا تسلیم کرتا ہو۔ لیکن اگر علیٰ وجہ المجاز کسی کو نبی مانے تو اس سے کفر لازم نہیں آتا۔ بالکل انہی الفاظ میں مرزاصاحب نے فرمایا: ''اول سمیت نبی من الله تعالیٰ علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقت'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۵) یعنی مجھے خدا تعالیٰ نے علیٰ وجہ المجاز نبی قرار دیا ہے نہ کہ حقیقی رنگ میں۔ دوسرا ''ومن قال...... کذاب'' جس کی تشریح بالفاظ ذیل ہے۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے...... کچھ شک نہیں۔ (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷،۲۸، خزائن ج۱۱ ص۲۷،۲۸) تیسرا حوالہ: حاشا و کلا نبوۃ حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے۔

(اشتہار فروری ۱۸۹۲ء بحوالہ حقیقت النبوۃ ص۵۱، انوار العلوم ج۲ ص۳۹۳)

جواب سوم: شرح شفا کے حوالے کے دو جواب دینے کے بعد تیسرا جواب یہ عرض ہے کہ ہمارے مخالفین ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ اگر اس حوالہ کو اسی رنگ میں دیکھا جاوے جس رنگ اور جس معنی میں انہوں نے پیش کیا ہے تو یہ حوالہ خود انہی کے خلاف پڑتا ہے۔ کیونکہ اس حوالہ میں ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے: ''غلاة المتصفوة ای الجهلاء. واجهل منهم ابن عربی حیث جعل نفسه خاتم الاولیاء'' یعنی کافر ہیں غالی جھوٹے صوفی بھی یعنی جاہل صوفی اور ان صوفیوں میں سے زیادہ جاہل ابن عربی ہے جس نے

اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کہا ہے۔ گویا اس کتاب والے قاضی عیاض اور ملاّ علی قاری کے نزدیک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی شیخ اکبر وغیرہ بھی کافر بلکہ زیادہ کافر ہیں۔ حالانکہ ہمارے مخالفین انہی شیخ اکبر کو ولی، صوفی مان چکے ہیں، بلکہ مانتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر یہ فتویٰ ان اصل عبارت کے لحاظ سے یا ایسی تشریح کے لحاظ سے جو رسول اور نبی کو جو ان کے ہاں مروج ہے یا ان کی صاف تشریح کے لحاظ سے کہ مجازی نبوت وکفر واجب نہیں کرتا، ہم پر یہ فتویٰ عائد نہیں۔ لیکن بفرض محال اگر ہو بھی تو پھر یہی فتویٰ اس انسان پر تو علی الاعلان اور واضح طور پر نام لے کر لگایا گیا ہے جو ہمارے مخالفین کے نزدیک نہ صرف مسلمان بلکہ شیخ المسلمین بلکہ صوفی ولی بھی ہے اور ان ہمارے مخالفین کے نزدیک ہی نہیں۔ بلکہ اکثر بزرگان سلف کے نزدیک بھی۔

دوسرا حوالہ جو علاوہ مفسرین کے کسی اور بزرگ کا پیش کیا ہے، وہ بھی ملاّ علی قاری ہیں۔ جن کا قول اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مجازی نبوۃ کے دعویٰ سے کفر لازم نہیں آتا۔ انہیں بزرگ کا دوسرا حوالہ ان کی دوسری کتاب (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۵ ص۵۶۴، مصری) سے پیش کیا جاتا ہے۔ ’’**فالمعنی انه لایحدث نبی لانه خاتم النّبیین السابقین**‘‘

پہلا جواب: اس حوالہ کا میری طرف سے یہ ہے کہ انہوں نے اس عبارت میں سابقین کے لفظ سے تصریح کی ہے کہ پہلے نبی کے دوبارہ آنے کی نفی ہے۔ اگر بعد کے کسی نبی کے نہ آنے کا ذکر ہوتا تو سابقین کا لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔

جواب دوم: بفرض محال مان بھی لیا جاوے اور سابقین کے لفظ سے قطع نظر کی جاوے اور یہی مطلب نکالا جاوے کہ ملاّ علی قاری بھی آئندہ نبوت کی نفی کرتے ہیں تو آئندہ کی نبوت میں سے ہر قسم کی نبوت کی کسی طرح پر بھی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہی حضرت ملاّ علی قاری اپنی ایک اور کتاب میں فرماتے ہیں: ’’**والمعنی انه لایاتی نبیٌ ینسخ ملته ولم یکن فی امته**‘‘ (موضوعات کبیر ص۵۹) یعنی خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ آئندہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو حضور کی سنت اور شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ پس جب ان بزرگ نے آئندہ ایسے نبی کی نفی کی ہے جو شریعت لانے والا ہو یا شریعت میں تبدیلی کرنے والا ہو۔ یہ مرقاۃ کا حوالہ خود واضح ہوگیا کہ یہاں پر نبی سے مراد ان کے خیال میں شرعی نبی ہے نہ ہر قسم کا نبی۔

آٹھواں شق: فتاویٰ فقہاء کی حیثیت۔ اس شق میں چند فتاویٰ بیان کرتا ہوں جن سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوگا یہ علماء کے فتاویٰ کفر کی کیا حیثیت ہے اور ان کا کیا اثر ہے۔ ان فتوؤں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے امت محمدیہ کا کون سا حصہ مسلمان رہ جاتا ہے، جن علماء کے اقوال کے غلط معنی لے کر ہم پر فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ ان علماء کے فتوؤں کی نوعیت کیا ہے؟ انہی کتابوں میں جن کتابوں سے مخالف علماء نے ہم پر فتویٰ لگایا ہے، یہ لکھا ہے: اوّل جو شخص کہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا وہ کافر ہے۔ (البحرالرائق ج۵ ص۱۲۰) جو شخص کہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے وہ کافر ہے۔ (البحرالرائق ص۱۲۱) جو شخص کسی کو تعظیمی سلام کرے وہ کافر ہے۔ (الاشباہ والنظائر ما شرح حموی مصطفائی پریس ص۱۷۵) اگر کسی کافر نے اسلام قبول کرنا چاہا اور کسی مسلمان کو کہا کہ مجھے اسلام بتلاؤ۔ یعنی اسلام پیش کرو کہ میں کس طرح مسلمان ہوں تو اس مسلمان نے اگر کہا کہ فلاں مولوی صاحب کے پاس جاؤ تو وہ مسلمان بھی کافر ہو جائے گا۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص۱۶۰) جو شخص بطور ڈرامہ اپنے آپ کو معلم یا استاد بتائے اور ہاتھ میں بید لے کر بچوں کو مارے وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(البحرالرائق ج۵ ص۱۲۲)

چھٹا فتویٰ: جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ بھی کافر ہے۔ (البحرالرائق ج۵ ص۱۲۱) جس شخص

سے کوئی سوالی خدا کا واسطہ دے کر کچھ مانگے اور وہ نہ دے یا کچھ کام کرانا چاہئے اور وہ کام نہ کرے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص۱۴۷) جو شخص کسی ذمی کی ٹوپی سر پر رکھے اور اس کی غرض گرمی سردی دور کرنا نہ ہو تو وہ بھی کافر ہے۔ (البحرالرائق ص۱۳۵) ان فتوؤں پر اگر غور کیا جائے اور عمل کیا جائے تو لازماً ماننا پڑتا ہے کہ وہ تمام بزرگ ہستیاں اور سلف صالحین، جنہوں نے اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ ہم نے خدا تعالیٰ کو دیکھا، وہ بھی اور وہ محدثین جنہوں نے اپنی صحیح حدیث کی کتابوں میں اس بات کے متعلق باب باندھا اور حدیثیں بیان کیں کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے۔ عملوں کے لحاظ سے مثلاً امام بخاری ومسلم وہ مسلمان جو ملازم یا دکاندار ہیں اور ہندو افسران یا انگریز افسران کو تعظیمی سلام کرتے ہیں۔ وہ مسلمان جو خود کسی ہندو یا عیسائی یا کسی غیر مذہب کو اسلام نہ پیش کر سکیں اور اپنے مولوی کے پاس لے آویں۔ وہ مسلمان کالجیٹ طلباء جو ڈرامہ کرتے وقت استاد کا پارٹ ادا کریں۔ تمام شیعہ جو شیخین کی خلافت سے انکار کرتے ہیں تمام وہ مسلمان جن سے سائل وغیرہ خدا کا واسطہ دے کر روٹی، کپڑا یا روپیہ مانگتے ہیں اور وہ نہیں دیتے۔ وہ تمام مسلمان جو ہندوں، عیسائیوں یا دوسرے ذمی لوگوں کا لباس پہنتے ہیں جو سر کا لباس ہو یا دیگر بدن کا ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ان علماء کے فتویٰ سے کسی کو کافر بنایا جائے تو پھر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صرف مذکورہ بالا فتاویٰ سے ہی کتنا حصہ امت کا کافر بنتا ہے اور کتنے لوگوں کے نکاح ٹوٹتے ہیں اور ان کی اولادیں ناجائز بنتی ہیں۔

(عنوان ۷) آیت: ''خاتم النّبیین'' کے صحیح معنی اس قدر تفصیل کے ساتھ عرض کر دینے کے بعد کہ جو معنی ہمارے مخالفین لیتے ہیں، وہ غلط ہیں۔ ضروریات دین میں سے نہیں ہو سکتے اور ان معنی کی تائید میں جو حوالہ جات تفسیروں سے پیش کرتے ہیں۔ ان حوالہ جات سے بھی وہ حقیقت نہیں ہے جو وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ حقیقت متصور بھی ہو تو پھر وہ حوالہ جات بعض لوگوں کے انفرادی آراء ہونے کی وجہ سے ایسی وقعت نہیں رکھتے کہ ان کے انکار سے کسی کو کافر کہا جاوے۔ خاص کر ایسے وقت میں کہ ان مذمومہ معنی کا انکار کرنے والا اپنے پاس دیگر بزرگان، سلف وائمہ کرام، مجددین ومحدثین اور اولیاء پھر حضرت عائشہ صدیقہ ؓ۔ حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے فرمودہ معنی بھی اپنی تائید میں رکھتا ہوں۔ اب میں اس عنوان میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ آیت خاتم النّبیین کا صحیح مطلب کیا ہے؟ یہ آیت سورہ احزاب کے پانچویں رکوع کی ہے اور تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ۵ھ میں حضرت زینب ؓ کے نکاح پر مخالفوں کے اعتراضات کے جواب میں اتری تھی۔ (فتح البیان ج۷ ص۲۴۹) اس سورہ کے شروع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''النبی اولیٰ بالمومنین ...... امھاتکم'' یعنی نبی زیادہ شفیق ہے۔ مومنوں پر، خود مومنوں کے نفوس سے بھی اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو بوجہ نبی ہونے کے واضح طور پر مؤمنوں کا باپ قرار دیا گیا۔ چنانچہ اس وجہ سے بزرگن سلف نے کہا ہے کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔

اوّل: ''وقال مجاھد ...... اخوۃ'' (فتح البیان ج۷ ص۲۵۱) یعنی مجاہد تابعی کہتے ہیں کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اس وجہ سے سب مؤمن آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔

''قال نسفی ...... علیہ'' (فتح البیان ج۷ ص۲۸۶) یعنی نسفی نے کہا ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ بوجہ اس کے کہ واجب ہے ان پر توقیر وتعظیم کرنا اس نبی اور رسول کی اور اس نبی پر بھی واجب ہے کہ اپنی امت کی خیرخواہی اور شفقت کرے۔ چنانچہ بعض قرأتوں میں تو صاف طور پر ''وھو اب لھم'' کے الفاظ بھی لکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً (فتح البیان ج۷ ص۲۵۱) یعنی ابن مسعود کی قرأت ''النبی اولیٰ بالمومنین'' کے ساتھ۔ ''وھو اب لھم'' کے الفاظ بھی مروی ہیں۔

دوسرا: ’’عن بجالة...... ابن بهم ‘‘(فتح البیان ص۲۵۲) یعنی بجالہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ایک نوجوان کے پاس سے گزرے اور وہ نوجوان قرآن میں ’’ازواجه امهاتهم ‘‘ کے ساتھ ’’وهو اب لهم ‘‘ بھی پڑھ رہا تھا۔ حاصل کلام یہ کہ اس شروع کی آیت میں خداتعالیٰ نے بلحاظ نبی ہونے کے رسول اللہﷺ کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اور آنحضرتﷺ کو مومنوں کا باپ۔ لیکن حضرت زینبؓ کے نکاح پر مخالفوں کا اعتراض دور کرنے کے لئے اوّل تو یہ فرمایا کہ: ’’وماجعل ادعیاکم ابناء کم ‘‘ کہ خداتعالیٰ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ ’’ذالکم قولکم بافواهکم ‘‘ یہ صرف تمہارے منہ کی بات ہے اور پھر فرمایا: ’’ماکان محمد...... الخ!‘‘ یعنی محمد مصطفیٰﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ اس کلام سے دو شبہ اور اعتراض پیدا ہوتے تھے۔

اوّل کہ شروع سورہ میں بلحاظ نبی ہونے کے رسول پاکﷺ کو مومنوں کا باپ قرار دیا تھا اور اب اس آیت میں ان کے باپ ہونے کی نفی کر دی ہے تو کیا آنحضرتﷺ کے باپ ہونے کی نفی سے آپ کی نبوت کی بھی نفی ہوگئی۔ شہاب میں درج ہے کہ: ’’انه انما نفیت...... رسالته...... ذلک ‘‘(شہاب علی البیضاوی ج۷ ص۱۷۵) یعنی نفی ابوت سے نفی نبوت کا شک پڑتا تھا، اس لئے اس کو دور کر دیا۔ ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘ سے دوسرا اعتراض مکی سورۃ میں سورۃ کوثر کو نازل کر کے بتلایا تھا کہ: ’’ان شانئک هو الابتر ‘‘ کہ آپ کا دشمن قطوع النسل ہے۔ اب اس آیت سے آنحضرتﷺ کی اولاد نرینہ کی نفی کی، تو کیا خدانخواستہ آپ پر بھی اسی حالت کے چسپاں ہونے کا احتمال ہے۔ پس ان دونوں شبہوں اور اعتراضوں کو دور کرنے کے لئے فرمایا: ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘ لہٰذا ’’ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین ‘‘ کا جملہ مقام مدح میں ہے اور اسی شک کو دور کرنے کے لئے جو پہلے کلام ’’ماکان محمد...... من رجالکم ‘‘ سے پیدا ہوتا تھا۔ مجھے یہ ضرورت نہیں کہ: ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘ کے مقام مدح میں وارد ہونے کے حوالہ دوں۔ کیونکہ سب مسلمان اس کو توصیفی اور تعریفی جملہ ہی مانتے ہیں اور خود آنحضرتﷺ نے اس جملہ کو اپنی مدح میں فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں جو کچھ بھی آنحضرتﷺ کی شان اقدس میں فرمایا گیا ہے، وہ سب مقام مدح میں ہی ہے۔ تاہم میں دیوبندی علماء کے مسلمہ بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ایک حوالہ بتاتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں پھر مقام مدح میں: ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ غرض یہ کہ کسی کو انکار نہیں کہ: ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘ میں خاتم النّبیین کے الفاظ مقام مدح میں ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ پہلے کلام سے جو شبہ پڑتا تھا، اس کے ازالہ کے لئے بھی ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘ آیا ہے۔ اس کے لئے میں حوالے پیش کرتا ہوں۔

اوّل نحو کی مشہور کتاب شرح جامی سے ’’لاکن...... معنی ‘‘ یعنی ’’لاکن‘‘ کا حرف استدراک کے لئے ہوتا ہے اور استدراک کے معنی ہیں۔ اس وہم اور شک کو دور کرنا جو پہلے کلام سے پیدا ہوتا ہو۔ یہ صرف ’’لاکن‘‘ ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو نفی اور اثبات کے لحاظ سے آپس میں مختلف ہوں۔ ’’ولکن حقیقته...... ولو معنی ‘‘ یعنی ’’لاکن‘‘ مخففہ یا ثقیلہ دونوں استدراک کے لئے ہوتے ہیں اور استدراک کے معنی یہ ہیں کہ دور کر دینا اس وہم کو جو پیدا ہوتا ہے، پہلے کلام سے اور اس کی شرط یہ ہے کہ پہلے اور پچھلے کلام میں نفی اور اثبات کا اختلاف خواہ وہ معنوی طور پر ہی ہو۔ ان دونوں حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ خاتم النّبیین والی آیت: ’’ماکان محمد...... رجالکم ‘‘ سے واقعی کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے جس کے دور کرنے کے لئے صرف ’’لاکن‘‘ کو لاکر ’’ولکن رسول الله وخاتم النّبیین ‘‘

فرمایا گیا ہے۔سو دونوں شبہے میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ جن کو دور کرنے کے ’’لاکن‘‘ کا حرف لا کر اس آیت میں دو اضافی جملے زائد کر لئے گئے ہیں۔ایک رسول اللہ کا جملہ جس سے حضورﷺ کی نبوت یا رسالت کا اظہار کیا ہے جس سے بتادیا ہے کہ آنحضرتﷺ کی رسالت اور نبوت ویسی ہی قائم ہے۔کیونکہ ابوت روحانیہ آپ کو حاصل ہے۔

دوسرا جملہ خاتم النّبیین کا بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر کیا ہے کہ آپﷺ صرف رسول ہی نہیں بلکہ خاتم النّبیین بھی ہیں۔یعنی بلحاظ روحانی حالات اور کمالات قدسیہ کے آپ دوسرے انبیاء کے برابر نہیں بلکہ اب سب سے افضل و برتر اور بے نظیر ہیں۔اب جائے غور ہے کہ چونکہ خاتم النّبیین کے الفاظ یہاں مقام مدح میں واقع ہوئے ہیں۔اس لئے خاتم النّبیین کے وہی معنی صحیح اور ضروری ہوں گے جن سے آنحضرتﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہو۔سو اگر خاتم النّبیین کے یہ معنی قرار دیئے جاویں کہ آپ آخری نبی ہیں اور سب سے آخر میں آئے ہیں تو یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔چنانچہ فریق مخالف کے مسلم بزرگ یہی لکھتے ہیں۔

اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم وتاخر زمانی بالذات کوئی فضیلت نہیں ہے۔پھر مقام مدح میں ’’**ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین**‘‘ فرمایا کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے۔(تحذیر الناس ص۳) جب یہ ثابت ہوگیا کہ بلحاظ سیاق وسباق اس جگہ وہ معنی ہونے چاہئیں جو آنحضرت کی مدح کا موجب ہوں اور آخری ہونا مدح کا موجب نہیں ہے۔کیونکہ اہل فہم جانتے ہیں کہ آخری ہونا موجب فضیلت نہیں ہوتا تو اب یہ تحقیق لازم آئی کہ زبان عربی کی رو سے خاتم النّبیین کے کیا معنی ہیں۔اس تحقیق کی طرف توجہ کرنے پر آسانی سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ خاتم، تا کی زبر کی ساتھ جو قرآن پاک میں آیا ہے۔زبان عربی کے لحاظ سے اس کے دو معنی ہیں۔

اوّل انگوٹھی جو عام مشہور اور معروف معنی ہیں۔احادیث میں بھی کثرت سے یہ واقع ہوتا ہے کہ ایک صحابی نے جو ایک عورت سے نکاح کرنے کے خواہشمند تھے اور مہر دینے کے لئے ان کے پاس کچھ نہ تھا تو آنحضرتﷺ نے فرمایا کچھ تو تلاش کرو۔’’**ولو خاتم من حدید**‘‘ خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو۔مشکوٰۃ کتاب النکاح۔اس لحاظ سے گویا خاتم النّبیین کا معنی۔نبیوں کی انگوٹھی ہوئے۔اب ہم نے دیکھنا ہے کہ حضورﷺ کو نبیوں کی انگوٹھی کیوں فرمایا ہے۔وجہ شبہ کیا ہے۔سو عرض ہے کہ انگوٹھی سے دو فائدے ہوتے ہیں۔

اوّل کہ انگوٹھی ہاتھ کی زینت کا کام دیتی ہے۔اس فائدہ کے لحاظ سے خاتم النّبیین کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرتﷺ نبیوں کے لئے زینت کا باعث ہیں۔چنانچہ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیر فتح البیان میں یہ لکھا ہے:’’**انہ صار کالخاتم لھم الذی یختمون بہ ویتزینون بکونہ منھم**‘‘ یعنی آنحضرتﷺ ان انبیاء کے لئے انگوٹھی ہوگئے۔بایں طور کہ وہ انبیاء آپ کے ذریعہ سے خوبصورت ہوتے ہیں۔یعنی اس لحاظ سے کہ حضورﷺ بھی ان میں سے ہیں۔مجمع البحرین میں بھی لکھا ہے کہ:’’**خاتم بمعنی زینت ماخوذ...... لابیہ**‘‘ یعنی خاتم کا معنی زینت کے ہیں اور خاتم بمعنی انگوٹھی سے ماخوذ ہیں۔کیونکہ وہ بھی پہننے والے کے لئے موجب زینت ہوتی ہے۔

دوسرا کام انگوٹھی کا یہ ہوتا ہے کہ وہ انگلی کو گھیر لیتی ہے اور احاطہ کر لیتی ہے۔اس لحاظ سے حضورﷺ نبیوں کی انگوٹھی اس رنگ میں ہوئے کہ آنحضرتﷺ نے تمام انبیاء کے کمالات کا احاطہ کر لیا ہے۔اب کوئی کمال ایسا نہیں جو آپﷺ میں نہ ہو۔غرض خاتم کا معنی انگوٹھی ہیں جو لغوی معنی ہیں۔اس انگوٹھی کے دونوں کاموں زینت واحاطہ کی وجہ سے ثابت ہوئے، وہ دونوں معنی آنحضرتﷺ کی فضیلت اور مدح کا باعث ہیں اور تمام مسلمان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو آنحضرتﷺ کے میرمجلس ہونے کے لحاظ سے

زینت اور خوبصورتی حاصل ہوتی ہے اور نیز یہ بھی کہ آنحضرت ﷺ جامع جمیع کمالات انبیاء تھے۔ آپ ﷺ کمالات کے لحاظ سے اس مقام تک پہنچے۔ جہاں نہ کوئی پہلے پہنچ سکا اور نہ کوئی آئندہ پہنچ سکے گا۔

دوسرے معنی خاتم کے عربی زبان کی رو سے مہر کے ہیں۔ یعنی وہ آلہ جس کے ذریعہ سے کسی دوسری چیز پر نشان یا مہر ثبت کی جاتی ہے۔ جیسا (روح المعانی ج۷ ص۵۹) سے جہاں پر ہے۔''الخاتم ...... بہ''اس معنی کی رو سے خاتم النّبیین کے یہ معنی ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نبیوں کی مہر ہیں۔ اب ہم کو دیکھنا چاہئے کہ مہر کیا کام دیتی ہے اور مہر کے کس کام کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو نبیوں کی مہر فرمایا گیا۔ سو عرض ہے کہ مہر بھی اپنے اندر دو حقیقتیں رکھتی ہے اور مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔

چنانچہ حدیث میں آیا کہ:''عن انس بن مالک .... یدہ''(بخاری ج۱ ص۱۵) یعنی جب آنحضرت ﷺ نے بادشاہوں کی طرف تبلیغی خطوط لکھنے چاہے تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ کسی خط کو بغیر مہر کے قبول نہیں کرتے۔ سو آنحضرت سرور کائنات ﷺ نے مہر بنوائی اور اس پر یہ نقش کیا۔ محمد رسول اللہ اور وہ مہر لگا کر آپ نے خطوط مبارک بھیجے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ ابوعبداللہ اپنی کتاب (مجمع البحار الانوار) میں حضرت نبی کریم کے ارشاد مبارک:''اوتیت ...... خواتیمها''کے یہ معنی لکھے ہیں کہ:''ای القرآن ...... مصدق بها''(مجمع البحار ج۱ ص۳۴۹) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھے جامع کمالات اور ان کے خواتیم دیئے گئے ہیں۔ یعنی خواتیم سے مراد قرآن شریف ہے کہ جس کے ساتھ کتب سماویہ ختم کی گئیں۔ بایں طور کہ ان سب پر وہ حجت ہے اور ان کا مصدق ہے۔ اس حوالہ میں صاحب مجمع البحار نے ختم کی تصریح کردی ہے کہ تصدیق اور دلیل کے معنی میں ہوتا ہے۔

چنانچہ انہی معنوں سے قرآن پاک میں آنحضرت ﷺ کی شان مبارک میں''مصدق لما معکم''یا''مصدق لما بین یدیه''فرمایا گیا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہوگیا کہ مہر کا کام تصدیق ہے تو معلوم ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کا خاتم النّبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آنحضرت ﷺ نبیوں کے خاتم یعنی مصدق ہیں۔ اب یہ حقیقت ایسی ہے اور یہ لغوی معنی ایسے ہیں جس سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ نہ صرف ایمانی طور پر بلکہ واقعیت کے لحاظ سے بھی صرف آنحضرت کی ہی ایسی ذات مبارک ہے جو تمام نبیوں کی صداقت ظاہر کرتی ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب، دنیا کا کوئی انسان گزشتہ انبیاء کی نبوت اور رسالت اور صداقت کو ثابت نہیں کرسکتا۔ بجز رسول خدا ﷺ کے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات ہے کہ بغیر قرآنی تعلیم کے اور آنحضرت ﷺ کی تصریحات کے انجیلوں کی رو سے یا عیسائیوں کی بیان کردہ باتوں کے لحاظ سے وہ انسان بھی نہیں ثابت ہوتے۔ نبی تو کیا کیونکہ عیسائی ان کو خدا کا بیٹا اور عرش عظیم پر خدا کے دائیں ہاتھ پر بیٹھا ہوا بتاتے ہیں۔ پہلے انبیاء کی صداقت کو تو اس طرح پر ظاہر کیا کہ اے امت محمدیہ! ان انبیاء کے ماننے والے ان نبیوں کی شان میں خواہ افراط سے کام لیں خواہ تفریط سے کام لیں۔ تم نے ان سب نبیوں کو برحق ماننا ہوگا۔ کیونکہ وہ سب سچے تھے اور آئندہ انبیاء کی صداقت کو بایں طور ظاہر کیا کہ آئندہ وہی سچا نبی سمجھا جائے گا جو آنحضرت ﷺ کی غلامی اور ماتحتی سے آوے اور آنحضرت ﷺ کی شریعت پر عملدرآمد از خود کرے۔ دوسروں سے کروائے اور جو کمال بھی حاصل کرے وہ آپ کی ہی قوت قدسیہ کی برکت سے حاصل کرے۔ انہی معنی کی رو سے حضرت ملّا علی قاری فرماتے ہیں۔ (موضوعات کبیر ص۵۹)''والمعنی انه لا یاتی نبی ینسخ ملته ولم یکن من امته''یعنی خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی نبی اب ایسا نہیں آئے گا جو آنحضرت کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ حاصل کلام

نبی کریم ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ خاتم بمعنی مہر جو تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ یعنی آپ نبیوں کے مصدق ہیں۔ خواہ پہلے ہوں۔ خواہ آئندہ آنے والے۔ یہ معنی ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہیں۔ کیونکہ وہ بھی باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننے کے جب کبھی بھی اپنے خیال سے ان کو آسمان سے اتارتے ہیں کہ جب بھی وہ آئے گا تو اسی شریعت محمدیہ پر خود چلیں گے اور دوسروں کو بھی چلائیں گے۔ گویا ان کی صداقت تب ہی ثابت ہوگی۔ جب کہ وہ مذہب اسلام کے پابند ہوں۔ ہمارے نزدیک وہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ اب جو بھی آئے گا۔ وہ عیسوی صفت کے ساتھ اس امت محمدیہ میں ہی سے پیدا ہوگا۔

دوسرا کام مہر کا یہ بھی ہوتا ہے۔ یعنی بعض مہریں ایسی ہوتی ہیں کہ جیسے وہ ہوتی ہیں۔ ویسی دوسری چیز کو بنا دیتی ہے۔ مثلاً ٹکٹوں کی مہر سے ٹکٹ بنتے ہیں یا روپیوں کی مہر سے روپے بنتے ہیں یا پاؤنڈ کی مہر سے پاؤنڈ بنتے ہیں۔ اس وجہ شبہ کے لحاظ سے خاتم النّبیین کے معنی یہ ہوئے کہ حضور ﷺ نبیوں کی مہر ہیں۔ یعنی حضور کا افادہ روحانی اور آپ کی قوت قدسیہ روحانی طور پر نبی تراش ہے کہ آپ کے وجود باجود سے آئندہ نبی بنا کریں گے اور یہ وجہ اور کسی نبی کو عطاء نہیں ہوا کہ محض ان کی غلامی سے۔ مثالی رسول ہو کر کوئی شخص نبی بن گیا ہو۔ حاصل کلام یہ کہ خاتم کے معنی اگر مہر کے لئے جاویں تو یہی وجہ شبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی وہ ایسے معنی ہو سکتے ہیں جو حضور ﷺ کی فضیلت ثابت کرتے ہیں۔

تیسرے معنی ان دونوں عام اور کثیر استعمال معنوں کے سوا محاورہ کے لحاظ سے ایک اور معنی بھی ہیں کہ کمالات کے لحاظ سے ایسا ہونا کہ دوسرا اس قسم کا نہ ہو۔ یہ معنی عموماً محاورہ پر استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے ایک شاعر اپنے استاد کی وفات پر مرثیہ کہتا ہوا یہ شعر کہتا ہے ۔

فجع القریض بخاتم الشعرائی وغدیر روضة هاحبیب طائی

(وفیات الاعیان ج۱ ص۱۲۳)

یعنی اشعار کو صدمہ پہنچا خاتم الشعرائے کی وفات سے، جو شعرا اور اشعار کے باغ کا ایک تالاب تھا کہ ان شعرائے اور اشعار کو اس تالاب سے مدد ملتی تھی۔ یعنی ابوتمام حبیب طائی اس شعر میں خاتم الشعراء سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا گیا کہ آئندہ کوئی شاعر ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ یہی مراد ہے کہ اس جیسا شاعر نہیں ہوگا۔ انہی معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا روم فرماتے ہیں ۔

ختمہائے کا انبیاء بگزاشتند نے تو گوئی ختم صنعت حقیقت برتو ہست

(مثنوی دفتر ششم باب دوم آخر)

مطلب صاف ہے کہ رسول مقبول ﷺ خاتم الانبیاء ان معنوں میں ہیں کہ آپ جیسا نہ کوئی پہلے ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ (مثل اونے بود نے خواہند بود) اور جو خامیاں اور نقائص پہلے سے چلے آتے تھے وہ آپ نے دور فرما دیئے اور تمام راز ہائے سربستہ آپ نے بے نقاب کر دیئے۔ اس لئے آپ بلحاظ کمالات کے خاتم ہوئے۔ انہی معنی میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

’’بک تختم الولایة‘‘ (مکالہ۴، فتوح الغیب ص۳۰، نولکشور مطبع) یعنی راہ سلوک میں فانی الارادہ ہونے کے بعد اے مرید تو ایسا ہو جائے گا کہ تجھ پر ولایت ختم کی جائے گی۔ یعنی تو اپنے ہمصروں میں بے نظیر اور اعلیٰ مقام پر ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ تیرے بعد آئندہ ولایت ہی ختم ہو جائے گی۔ انہی معنی میں ختم اور خاتم کا لفظ فارسی زبان کا بھی محاورہ بن گیا ہے۔ مشہور انوری شاعر نے اپنے قطعہ میں کہا ہے:

’’مادر گیتی نزاده...... بر مصطفی پیغمبری‘‘ اس طرح ہر ختم کا لفظ ان دو میں بھی بے نظیر کے معنوں میں محاورۃً استعمال ہوتا ہے۔ مولانا حسرت موہانی کے دو شعر عام طور پر مشہور ہیں۔

اس ناز نیں پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز جس کو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

پھر کہتے ہیں:

ختم تھا جس پر کبھی انداز حسن ودلبری آہ اب لاؤں کہاں سے وہ نگاہ التفات

نہ صرف اس پر بس ہے بلکہ عام اردو بول چال میں کسی ایسے گفتار انسان کو کہتے ہیں کہ اس پر تقریر کرنا ختم ہوگیا یا سخاوت پر کہتے ہیں کہ سخاوت حاتم پر ختم ہوگئی۔ الغرض خاتم یا ختم ہونے کا محاورہ صرف عربی زبان میں تو نہیں ہے۔ اس معنی میں کہ ویسا نہیں ہوگا۔ مگر یہ محاورہ ترقی کرتے کرتے لفظ خاتم اور ختم کے ساتھ فارسی اردو اور عام بول چال میں بھی رواج پا گیا۔

چوتھے معنی کو خاتم کے کئے جاتے ہیں، وہ آخر کے ہیں۔ یہ معنی نہ لغت کے ہیں نہ محاورہ عرب کے۔ بلکہ محض خیالی اور تاویلی ہیں۔ ان کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ تو اوّل تو یہ اصلی معنی نہیں ہیں بلکہ لازمی معنی ہیں جو خود قرار دیئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی لغت والا خاتم کے معنی ہرگز آخر نہیں لکھتا اور نہ کوئی محاروہ ہی ایسا پایا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے ان کو آخر کے معنی میں لیا ہے انہوں نے یہ بھی تصریح کردی ہے کہ یہ لازمی معنی ہیں یا تاویل کے لحاظ سے ہیں نہ کہ اصل معنی۔

مثلاً (تفسیر فتح البیان ج۷ص۲۹۶) میں لکھا ہے: ’’**قال ابوعبیدہ...... خاتمھم** ‘‘یعنی ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ یہاں اصل وجہ زیر ہے۔ کیونکہ تاویل یہ ہے کہ آپ نے انبیاء کو ختم کیا اور آپ ان کے خاتم ٹھہرے۔ پھر (شہاب ج۷ص۱۷۵) پر لکھا ہے: ’’**وقولہ...... ایضاً** ‘‘کہ فتح کی قرأت کی وجہ سے جو قرآن میں آئی ہے، خاتم کا لفظ اسم آلہ ہے، جس کے معنی مہر لگانے والی چیز کے ہیں۔ اگرچہ انجام کار تاویل کے لحاظ سے اس کے معنی آخر کے بھی ہوسکتے ہیں۔ پھر روح المعانی میں لکھا ہے: ’’**والخاتم...... آخر النبیین** ‘‘(روح المعانی ج۷ص۵۹) میں خاتم اسم آلہ ہے اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مہر لگائی جاوے۔ جیسے طابع اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ طبع کیا جاوے۔ پس خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص جس کے ذریعہ نبیوں کو مہر لگائی گئی اور انجام کار تاویل اس کی یہ ہے کہ ’’آخرالنبی‘‘ الغرض جو شخص بھی خاتم النّبیین کے معنی آخرالنّبیین کرتا ہے وہ تاویل کے لحاظ سے کرتا ہے نہ کہ اصل کے لحاظ سے اور یہ تاویل بھی ان لوگوں کی محض بے ثبوت ہے۔ کیونکہ انہوں نے قطعاً کوئی مثال یا نظیر یا وجہ پیش نہیں کی کہ وہ کیونکر یہ تاویل کرتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ جب یہی لوگ خاتم کو ’’ت‘‘ زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور پھر اس کو اسم آلہ بھی قرار دیتے ہیں اور اسم آلہ کے لحاظ سے اصل معنی بھی کرتے ہیں اور اسم آلہ کی مثالیں یہی دیتے ہیں کبھی قالب کی اور کبھی طابع کی۔ مگر خاتم کے تاویل کے ساتھ آخر کے معنی کرتے ہوئے کوئی مثال نہیں دیتے۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ تاویل ایک غلط عقیدہ کی وجہ سے ہے، نہ کسی قرینہ مثال کی وجہ سے۔

دوئم: بفرض محال اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہاں خاتم النّبیین کے اصلی اور حقیقی معنی کی بجائے تاویلی اور لازمی معنی ہیں تو یہی تاویل کرتے وقت آخری کے معنی۔ اس رنگ میں مقدم ہوں گے جو حضرت سرور کائنات ﷺ نے ظاہر فرمائے ہوں۔ یعنی شرعی آخری نبی جن کی تفصیل میں نے آخرالانبیاء والی حدیث کا جواب دیتے وقت مدلل اور باحوالہ بیان کی ہے۔

خلاصہ جواب: وجہ تکفیر اوّل یہ ہے کہ اوّل تو احمدی جماعت رسول اللہ ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کی منکر نہیں ہے۔

دوم: مخالف مولوی صاحبان خاتم النّبیین کے جو معنی مراد لیتے ہیں۔ ان کی زبان عربی اور کتب لغت سے کوئی تائید نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ علماء، ائمہ، محدثین کی تصریحات کے خلاف ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے مخالفین کے مسلمہ بزرگوں کی تصریح اور خود ان کی عملی استعمال

کے بھی خلاف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ اور سید الاوّلین والآخرین خاتم النّبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں۔ اس لئے وہ معنی ہرگز درست نہیں اور نہ ہی ضروریات دین میں سے ہیں۔

سوم: اس وجہ سے بھی وہ معنی ضروریات دین میں سے نہیں ہیں کہ مولوی صاحبان کی مخالفت کرنے کے باوجود خواجہ غلام فرید صاحب جیسے باخبر بزرگ نے مرزا صاحب کے متعلق یہی لکھا ہے کہ وہ عقائد سنت وجماعت وضروریات دین کے منکر نہیں ہیں۔ ان آیات کا وہ مطلب نہیں ہے اور نہ ان سے وہ استدلال ہوسکتا ہے۔

چہارم: ہمارے مخالف مولوی صاحبان اپنے ان غلط معنی کی تائید میں جو بعض آیتوں سے استدلال کرتے ہیں، وہ استدلال محض غلط ہے۔ ان آیات کا وہ مطلب نہیں ہے اور نہ ان سے وہ استدلال ہوسکتا ہے جو مخالفین کرتے ہیں۔

پنجم: ان غلط معنی کی تائید میں بعض احادیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے، وہ قطعاً باطل ہے اور نہ صرف سلف صالحین کی تصریحات کے صریح معنی کے خلاف ہے۔ بلکہ حضرت نبی کریم ﷺ کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔

ششم: مفسروں کے اقوال جو ہمارے مخالفین نے اپنی تائید میں پیش کئے ہیں ان سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اس لئے کہ (۱) مفسرین کا قول حجت شرعی نہیں، دوسرے ان کے اقوال کا وہ مطلب بھی نہیں۔ اگر ہو بھی تو ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوجاتا۔ چوتھا خود ہمارے مخالف مولوی صاحبان بھی مفسرین کے تمام اقوال کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ درج کی ہوئی حدیثیں بھی نہیں مانتے۔ صرف انہی اقوال کو مانتے ہیں جو ان کو پسند نہیں۔ اگر مفسرین کے معنی بالکل صحیح مان لئے جاویں تو ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ شرعی رسول نہیں آسکتے۔ نہ کہ ہر قسم کے نبی۔

ہفتم: میں نے یہ عنوان قرار دیا ہے کہ خاتم النّبیین کا صحیح مفہوم سیاق وسباق، لغت، احادیث کی رو سے کہا ہے۔ ان سات عنوانوں سے میں نے واضح کردیا ہے کہ مخالفین کی بیان کردہ وجہ تکفیر کسی صورت میں بھی ہم پر عائد نہیں ہوتی۔ سن کر تسلیم کیا۔

محمد اکبر!

جرح بر مولوی غلام احمد گواہ فریق ثانی باقرار صالح

۲۰؍مارچ ۱۹۳۳ء

میں احمدی ہوں، میں مرزا غلام احمد صاحب کو ماننے والوں میں سے ہوں۔ ہماری جماعت جماعت احمدیہ کہلاتی ہے۔ میرے خیال میں جب کوئی شخص احمدی کا لفظ اپنے نام کے ساتھ کہتا ہے یا بولتا ہے یا اپنے آپ کو کہتا ہے کہ میں احمدی ہوں تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کا فرد ہے اور جماعت احمدیہ مرزا صاحب کے ماننے والی جماعت ہے۔ جہاں جہاں ہمارے مبلغین گئے ہوئے ہیں، مثلاً لندن، افریقہ، جاوا، سماٹرا وغیرہ ممالک ہیں۔

چونکہ وہ اپنے ساتھ جماعت احمدیہ کے الفاظ وغیرہ استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے متعلق احمدیہ کا لفظ کوئی دوسرا بولے گا تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی لوگ مراد ہوں گے جو حضرت مرزا صاحب کے پیرو ہیں۔ ہندوستان میں ہماری اصطلاح یہی ہے کہ جماعت احمدیہ سے مراد وہی لوگ ہیں جو مرزا صاحب کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ کسی دوسرے شخص کی اصطلاح کا مجھے علم نہیں۔ یعنی مجھے اس وقت مستحضر نہیں۔

کتاب تریاق القلوب مرزا صاحب کی تصنیف شدہ ہے۔ اس کے (ضمیمہ ص۴، خزائن ج۱۵ ص۵۲۶) پر مسلمان فرقہ احمدی درج ہے اور وہ نام فرقہ...... مسلمان فرقہ احمدیہ کی عبارت یہی ہے۔ احمدی حضرت مرزا صاحب کو ماننے والے ہیں اور غیر احمدی مرزا صاحب کو نہیں مانتے۔ یعنی احمدیہ جماعت کے میں نے جو عقائد بیان کئے ہیں۔ وہ جماعت احمدیہ کے ہیں۔ مجھے اپنی جماعت کے سوا دیگر فرقوں کے اعتقادات سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے مدعیہ کے عقائد کا کوئی علم نہیں اور نہ گواہان نے اپنے اعتقادات مجھے بتلائے ہیں۔ میں ان کو دیوبندی خیالات کا سمجھتا ہوں۔ جب میں مدعا علیہ کی طرف سے بطور مختار پیش ہوا تھا تو گواہ نمبر ا فریق اوّل نے اپنی سکونت اور اپنی ملازمت دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کے ساتھ وابستہ تھی اور ان کے مختار کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ یہ مفتی دیوبند ہیں۔ چونکہ ان کے مختار نے ان کو مفتی دارالعلوم دیوبند کہا تھا۔ اس سے میں یہی سمجھا کہ وہ دیوبندی خیالات کے ہیں۔ میرے سامنے انہوں نے اس وقت اپنے عقائد کی کوئی تفصیل بیان نہ کی تھی۔ چونکہ ایک گواہ نے تصریح کر دی ہے کہ گواہ دیوبندی خیالات کا ہے۔ میں اس سے یہ سمجھا کہ اس کے ساتھ جو باقی گواہ ہیں، وہ بھی دیوبندی خیالات کے ہیں۔ تصریح میں اس سے سمجھتا ہوں جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ اس گواہ نے خود یہ کہا کہ وہ مدرس دارالعلوم ہے اور اس کے مختار نے اسے مفتی دیوبند قرار دیا۔

مولوی نجم الدین صاحب بھی اس فریق کی طرف سے پیش ہوئے۔ اس لئے میں سمجھا کہ وہ دیوبندی ہیں۔ فریق سے مراد میری فریق گواہان سے ہے۔ چونکہ مولوی نجم الدین صاحب اس فریق کے ساتھ مل کر پیش ہوئے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ وہ دیوبندی خیالات کے ہیں۔

احمدی اور غیر احمدی میں اصولی فرق بھی ہے اور فروعی بھی۔ جو کتاب اب میرے سامنے پیش کی گئی ہے اس کے ٹائٹل پیج پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ (نہج المصلی مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ج اوّل، اسرار شریعت عربی ج اوّل) یہ کتاب مؤلف فضل احمد کی ہے۔ اس میں جو کلام مرزا صاحب کا یا خلیفۃ المسیح اوّل کا یا خلیفۃ المسیح ثانی کا نقل ہے۔ بشرطیکہ وہ الفاظ ان تینوں بزرگوں کی اپنی کتابوں میں پائے جاویں، وہ مجھ پر حجت ہیں۔ ویسے یہ ایک احمدی کی مؤلفہ کتاب ہے۔ میرے نزدیک حضرت مرزا صاحب اور ان کے دونوں خلفاء کی تحریرات ان کی اپنی کتابوں سے مستند ہیں اور حجت ہیں۔ ہماری جماعت میں یہ صرف ایک احمدی کا درجہ رکھتا ہے اور سوائے مذکورہ بالا حضرات کے اور کسی

احمدی کا قول مجھ پر حجت نہیں۔ کوئی احمدی شخص اگر مرزا صاحب یا خلیفہ اوّل یا خلیفہ ثانی سے کوئی بات نقل کرے تو تاوقتیکہ وہ ان حضرات کی اپنی کتابوں میں نہ پایا جاوے، وہ نقل میرے لئے حجت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا قول ان حضرات کا بیان کیا جاوے جس کی کوئی اصلی ان کی کتابوں میں نہ ہو تو وہ قول حجت نہیں ہوگا۔ اس کتاب کے (ص۲۷۴،۲۷۵) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا............اصولی فرق سمجھتا ہوں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تعلیم کو مدار نجات قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کی تصدیق قرآن اور حدیث سے ہوتی ہے اور جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرے اور قرآن اور حدیث اس کے مصدق ہوں۔ اس کا ماننا اور اس کی تعلیم پر چلنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں وہی تعلیم مدار نجات ٹھہرتی ہے۔ اس لئے مرزا صاحب کا ماننا ضروری ہے۔

نوٹ: جارح یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ آیا کسی مسلمان کے بلا احمدی ہونے کے نجات ناممکن ہے۔ گواہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس کے متعلق مرزا صاحب کے جو اپنے الفاظ تھے، اوپر بیان کر دیئے ہیں۔ اس سے نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایک شخص احمدیت سے بیزاری اور ارتداد اختیار کرتا ہے تو وہ ویسا مرتد نہیں ہے جو اسلام سے مرتد ہوتا ہے۔ مرتد کے لغوی معنی ہیں کہ کوئی شخص کسی بات کو مان کر اس سے انکار کر دے اور اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ باتوں کے اقرار اور عقیدہ رکھنے سے اسے مسلمان کہا جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو یا سب کو نہ مانے اور انکار کر دے۔ میرے نزدیک ارتداد کے جب یہ معنی ہیں۔ یہ کہ وہ باتیں کہ جن کے ماننے سے ایک شخص مسلمان ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک کا یا سب کا انکار کرنے پر مرتد کا لفظ بولا جاتا ہے۔ پس وہی ارتداد کے ارکان ہوئے جو کتاب پیش کی گئی ہے۔ اس کے ٹائٹل پیج پر جز ثالث ہر......اظہار کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے (ص۲۸۳) پر یہ الفاظ ہیں: ’’واکن ھا...... **بعد الایمان**‘‘

سن کر درست تسلیم کیا۔

فریقین اوران کے مختاران حاضر ہیں ...... ۲۱؍مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد گواہ فریق ثانی

مرتد کی جو تعریف میں نے لکھا دی ہے یہی ایمان لے آنے کے بعد انکار کر دینا۔ ایسے شخص کے نکاح کے متعلق تو قرآن اور حدیث میں کوئی تصریح مجھے معلوم نہیں۔ تعامل یہ ہے کہ نکاح فسخ سمجھا جاتا ہے۔ جماعت احمدیہ نے احمدیہ سے مرتد ہونے والے شخص کے نکاح کو فسخ قرار نہیں دیا۔ احمدیت سے قبل کے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔ احمدی جماعت کی طرف سے کسی ایسے فتویٰ کا دیا جانا، اس وقت مجھے یاد نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن وحدیث سے نہ مل سکے تو ایسے مسئلوں میں فقہ حنفیہ کو دیکھا جاوے۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں کے لئے قرآن شریف کی تصریح کے مطابق جائز ہے۔ قرآن شریف سے پہلے جن قوموں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے شرعی ہدایتیں دی گئی ہے۔ کتاب کی صورت میں اور وہ کسی کتاب کو مانتی ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اتری تھیں۔ وہ اہل کتاب سمجھے جائیں گے۔ کوئی اہل کتاب عورت جو نبی کریم ﷺ کو گالیاں دیتی ہو۔ یہ امر کہ اس سے نکاح جائز نہیں، اس کے متعلق قرآن شریف میں کوئی استثناء نہیں۔

مجھے مرزا صاحب یا ان کے خلفاء کی تحریرات میں اس قسم کا کوئی ذکر اس وقت مستحضر نہیں ہے۔ احمدی جماعت سے مرتد ہونے والے شخص کے نکاح کے فسخ ہونے کے متعلق ہماری جماعت کی طرف سے کوئی فتویٰ شائع نہیں ہوا۔ ہمارے نزدیک ارتداد کی کوئی قسمیں

نہیں ہیں اور اگر کوئی اپنے بزرگ کو پڑھ کر گالیاں دے تو وہ اس صورت میں دیتا ہے کہ اس سے اس کے اندر اس کا انکار پیدا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں بھی وہ مرتد ہی کہا جائے گا۔ اس کے لئے کوئی نیا حکم نہیں۔ وہ عورت جس کا خاوند احمدیت سے مرتد ہو کر غیر احمدی ہو گیا ہے، وہ عورت اس خاوند کی طرف اگر جانا چاہتی ہے تو اس کے روکنے کے بارہ میں ہماری جماعت کا کوئی فتویٰ مجھے معلوم نہیں۔ غیر احمدی کے گھر میں جو اولاد ہو وہ احمدی کی سمجھی جاتی ہے، جب تک وہ بالغ ہو کر خصوصیت کے ساتھ کچھ اظہار نہ کرے۔ ایک بالغ مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر پھر کسی سچے مسلمان کی تکفیر کرتا ہے۔ یعنی اس کو کافر کہتا ہے تو حدیث میں حکم ہے کہ وہ کفر اس پر لوٹ آئے گا، یہ کافر ہوگا۔ یہ شخص اصطلاحاً مرتد نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اس نے ان باتوں میں سے کسی ایک بات کا بھی تصریح سے انکار نہیں کیا، جن کے ماننے سے ایک غیر مذہب کا انسان مسلمان کہلاتا ہے اور کسی مسلمان کو مسلمان کہہ دینے سے کہہ دینے والا مسلمان نہیں بنتا۔ ہر وہ انسان جو مرزا کو کافر کہتا ہے۔ اس لئے کہ مرزا صاحب سچے مسلم ہیں۔ ان کو کافر کے لئے کہنے والا شخص اس حدیث کی بناء پر ایسا ہوگا کہ وہ کفر اس پر خود لوٹ پڑے گا۔ نہ ماننے والے کو انکار کرنے والے کو عربی زبان میں لغت کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ مرزا صاحب کا انکار کرنے والا اور مرزا صاحب کو مسلمان سمجھ کر پھر ان کو کافر کہنے والا مرتد نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مرتد کے معنی ہیں۔ مان لینے کے بعد انکار کرنا۔ مسیح موعود کو ماننے کا حکم خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہے۔

پس مسیح موعود کا نہ ماننا اس لحاظ سے کفر ہے کہ وہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے حکم کا انکار کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کو بھی مرتد اس لئے نہیں کہا جائے گا کہ اس نے مسیح موعود کو مان کر انکار نہیں کیا۔ اگر کوئی شخص ''امنت باللہ وملئکتہٖ وکتبہ'' کہنے کے بعد جس کے مان لینے سے اس کو مسلمان اور مؤمن کہا جاتا ہے، اگر وہ اقرار کرنے کے بعد انکار کرتا ہے کسی ایک شق کا یا سب کا تو وہ مرتد کہلائے گا۔ اگر کوئی شخص کسی خاص نبی کے ماننے کا اقرار کرتا ہے اس کا نام لے کر اور پھر اس نبی کے ماننے سے انکار کرتا ہے تو وہ مرتد کہلائے گا۔ کیونکہ اس نے مان کر انکار کیا۔ اگر کوئی اجمالاً مانتا ہے تو اجمالاً انکار کرنا ارتداد کہلائے گا۔ اگر کوئی شخص تفصیلاً مانتا ہے تو تفصیلاً انکار کرنے پر ارتداد کہلائے گا اور اگر وہ اجمالاً مانتا ہے اور تفصیلاً انکار کرتا ہے تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ اس اجمالاً مانتے وقت کیا مدنظر رکھا تھا۔ آیا اجمالاً اس کے اقرار کرتے وقت اس خاص نبی کا اقرار مدنظر رکھا تھا یا نہیں۔ اگر وہ کہے کہ میں نے اقرار کرتے وقت اسے مدنظر نہیں رکھا تو پھر جب اس نے اس کا اقرار نہیں کیا تو اس پر ارتداد کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ اجمالاً اقرار کرتے وقت اس نے خدا کے سب سچے رسولوں کا اقرار کیا تھا اور پھر ایک رسول کے متعلق اس کو سچا ماننے کے بعد انکار کرتا ہے تو ارتداد کہلائے گا۔

مرزا صاحب ہمارے نزدیک مسیح موعود اور سچے نبی ظلی ہیں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ اور افادہ روحانیہ سے آپ کو نبوت عطاء ہوئی ہے اور آپ کی نبوت نبی کریم ﷺ کی نبوت کے خلاف نہیں ہے بلکہ ماتحت ہے۔ آپ کی نبوت تشریعی نبوت نہیں ہے اور آپ کی سچائی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبوت کے لغوی معنی ہیں خبر دینا۔ یعنی خداتعالیٰ کی طرف غیب کی اطلاع پا کر خبر دینا۔ نبوت کی اصطلاح اور مفصل کے طور پر قرآن شریف میں کوئی تعریف نہیں آئی۔ اس لحاظ سے کہ نبی رسول ہوتا ہے۔ رسول کی یہ تعریف آئی ہے کہ اس پر خداتعالیٰ کی طرف سے اظہار غیب ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں درج شدہ انبیاء کے واقعات سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ جس کو نبوت کے لئے مامور فرماتا ہے وہ اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں۔

مرزا صاحب لغوی معنی کے اعتبار سے بھی اور اصطلاحی معنی کے اعتبار سے بھی نبی ہیں۔ مگر وہ اصطلاح جو لوگوں میں مروج ہے کہ نبی مستقل طور پر براہ راست خداتعالیٰ کی طرف سے نبی ہوتا ہے اور شریعت شدہ ہے۔ مرزا صاحب کی نبوت اس اصطلاح کی رو سے

نبوت نہیں ہوگی۔ بلکہ اس اصطلاح کی رو سے جو نبی کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کی حیثیت سے اظہار غیب ہونے پر دعوے کی صورت میں پیش ہو کہ خدا تعالیٰ نے مجھے دنیا کی اصلاح کے لئے مامور فرمایا ہے اور مجھے اپنے غیب سے اطلاع دی ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ اظہار غیب کی اصطلاح کے لحاظ سے مرزاصاحب نبی ہیں۔

چنانچہ مرزاصاحب فرماتے ہیں: ''وتاتی اللہ من نبوۃ الاکثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ'' یعنی میری نبوت سے خدا تعالیٰ نے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ الانبیاء مراد لی ہے جو آنحضرت ﷺ کے توسط سے ہے اور جو اصطلاح میں نے اوپر بیان کی ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ اگر اصطلاحی سے عام مسلمانوں کی مروجہ اصطلاح مراد ہے اور اس کے مقابل پر کوئی مدعی نبوت اس اصطلاح کو جو میں نے بیان کی ہے، لغوی قرار دے کر (سمجھانے کے لئے) اپنے آپ کو نبی کہتا ہے تو اس کا انکار اس لحاظ سے کفر ہے کہ اس کی تصدیق قرآن شریف اور حدیث سے ہوتی ہے۔

لغوی سے میری مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اظہار علی الغیب ہونے کے بعد اس کا دعویٰ نبوت کرنا۔ یہ اس اصطلاح کے مقابل پر ہے جو مسلمانوں میں مروج ہے۔ اس لحاظ سے نبی کا نہ ماننے والا منکر ہے اور منکر یعنی کہ نہ ماننے والے کو عربی زبان میں لغت کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں تو اس طرح آیا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جائے گی اور ان میں سے سب ناری ہوں گے اور ایک ناجی ہوگا اور پوچھا گیا کہ وہ کون سا فرقہ ہے تو اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کی ایک تو یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنتی فرقہ وہ ہوگا کہ جن کا عمل درآمد اور عقائد اور اعمال وغیرہ دینی ہوں گے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے تھے اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ وہ ایک جماعت ہوگی اور جماعت وہ ہے جس کا کوئی واجب الاطاعت امام ہو۔ گورنمنٹ میں مرزاصاحب نے احمدیہ کو مسلمان فرقہ احمدیہ درج کرنے کی درخواست دینے کی رو سے فرقہ احمدیہ کے الفاظ کا ہم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔

خواجہ حسن نظامی اور ان کے ماننے والوں نے اسی فرقہ احمدیہ کو جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، یعنی جماعت احمدیہ کو (مسلمان) بتلایا ہے۔ ایسا ہی مولوی ثناء اللہ جو اہل حدیث ہیں جو پچھلے دنوں اہل حدیث لوگوں کی کسی انجمن کے امیر بھی رہے ہیں اور ایک ایسے مشہور انسان ہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کو مسلمانوں کے فرقوں میں سے ایک فرقہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جو فرقوں کی تعداد بیان فرمائی ہے اس سے جو کثرت مراد ہے، میں خواجہ حسن نظامی صاحب کے ماننے والوں اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے ماننے والوں کو بھی فرقہ قرار دیتا ہوں۔ غیر احمدیوں میں کثرت سے فرقے ہیں۔ وہ سب فرقے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اس میں وہ ایک دوسرے کو کافر بھی کہتے ہیں۔ آیا حسن نظامی اور ان کا فرقہ مسلمان ہیں یا نہ، اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ کسی غیر کے اسلام اور کفر کی بحث کرنے کے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میں اپنا مسلمان ہونا ثابت کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ حسن نظامی اور ان کا فرقہ مرزاصاحب کو نہیں مانتے۔ ہم اپنے واسطے لفظ احمدی ہی پسند کرتے ہیں۔ جو شخص کوئی کلام کرتا ہے اس کلام کے معنی بہتر سمجھتا ہے اور اس کلام کے جو معنی وہ بیان کرے گا یا مطلب نکالے گا یا تاویل کرے گا وہی مقدم ہوگا۔

میں بچپن سے احمدی ہوں۔ تبلیغ اسلام میرا پیشہ ہے۔ میں سلسلہ احمدیہ کی طرف سے مبلغ ہوں۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کی طرف سے صحابہ کو ملتا تھا، اس طرح ہم کو بھی سلسلہ کی طرف سے ملتا ہے۔ فطرۃ اللہ سے مراد خدا کی فطرت ہے اور نیک فطرت یہی ہے اسلامی فطرت بھی بمعنی نیک فطرت مراد لی جاسکتی ہے۔ احمدیت نیک فطرت ہے۔

قرآن شریف کی تفسیر کرنے کے لئے قرآن شریف کے فرمودات احادیث کی واقفیت، زبان عربی کی واقفیت اور جو علوم ممدود ہو سکتے ہیں، ان کی واقفیت کی ضرورت ہے۔ حدیث کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ روایت کی بھی اور درایت کی بھی۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن شریف قطعی ہے اور مروجہ بیان کردہ حدیثیں جو قرآن شریف کے مطابق ہوں گی وہ بھی قطعی ہیں۔ روایت سے مراد ایک کا دوسرے کے پاس بیان کرنا، قرآن شریف کے مطابق ہے۔ مرزاصاحب کی وحی اسی واسطے مرزاصاحب کی وحی قطعی ہے۔ چونکہ مرزاصاحب کی وحی قرآن کی رو سے قطعی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے خلاف کوئی عربی عبارت اگر حدیث قرار دے کر پیش کی جائے گی تو وہ مستند نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ قرآن شریف جو قطعی چیز ہے، اس کے وہ خلاف پڑتی ہے۔ دو حدیثیں اگر آپس میں مخالف ہیں تو جو حدیث قرآن شریف کے مطابق ہوگی وہ مقدم ہوگی اور اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فرمودہ ہے اور بعض اماموں نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے اور مجھے یاد نہیں کہ باقی ائمہ نے بھی اس کے خلاف کچھ بیان کیا ہو۔

جو کتاب اب پیش کی جارہی ہے، یہ مرزاصاحب کی کتاب اعجاز احمدی ہے۔ اس کے (ص۳۰،۳۱، خزائن ج۱۹ص۱۴۰) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''ہاں! تائیدی سے...... پھینک دیتے ہیں۔'' اس کے آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہو، جس میں کہ قرآن کو معیار قرار دیا گیا ہے۔

مرزاصاحب کے ماننے والوں کے سوا باقی سب نہ ماننے والوں میں شامل ہیں۔ کیونکہ شریعت ظاہر پر حکم کرگئی ہے اور ماننے والے کے بالمقابل نہ ماننے کا بھی درجہ ہے۔ کوئی تیسرا درجہ نہیں۔ اگر نہ ماننے والوں کو اطلاع نہیں ہوئی تو ان کو ماننے والا نہیں کہا جاسکتا۔ یہی ہم کہیں گے کہ وہ نہ ماننے والے ہیں۔ کیونکہ درجے دو ہی ہیں۔ ماننے والا اور نہ ماننے والا۔ قرآن مجید میں جس طرح دوسرے نبیوں کے ماننے کا حکم ہے، اسی طرح مرزاصاحب کے ماننے کا بھی حکم ہے۔ صریح آیات بھی ہیں جو میں اپنے بیان میں بیان کر چکا ہوں اور وہ تمام قرآنی آیات جو مدعی صادق کی سچائی کا معیار بیان کی گئی ہیں، وہ مجبور کرتی ہیں کہ ہم مرزاصاحب کو ضرور مانیں۔

مرزاغلام احمد قادیانی کے الفاظ کے ساتھ حدیث میں آنے والے کی پیش گوئی موجود نہیں۔ البتہ مسیح موعود اور مہدی موعود کے الفاظ سے پیش گوئیاں ہیں اور ساتھ میں علامتیں بھی موجود ہیں جو آفاقی بھی ہیں۔ ارضی اور سمائی بھی ہیں اور ساتھ ہی معیاری بھی ہیں۔ مجبور کرتے ہیں کہ مرزاصاحب کو مانا جائے۔

غیراحمدی کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ چھوٹے بچے چونکہ اپنے ماں باپ کے حکم پر ہوتے ہیں، اس لئے ان کی نماز جنازہ بھی احمدی نہیں پڑھتے۔ غیراحمدی کے پیچھے نماز اس لئے نہیں پڑھی جاتی کہ وہ مرزاصاحب کا مکفر اور مکذب ہے۔ اس لئے وہ ہمارا نمائندہ نہیں ہوسکتا اور شریعت بھی یہی کہتی ہے کہ افضل انسان امام ہونا چاہئے جو مرزاصاحب کو نہیں مانتا۔ وہ اس لئے نہیں مانتا کہ وہ مرزاصاحب کو مفتری سمجھتا ہے یعنی کافر سمجھتا ہے۔ کیونکہ مفتری کے متعلق خداتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس لئے ایسے شخص کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھ سکتے اور احمدی اور غیراحمدی کا فرق مرزاصاحب کے ماننے اور نہ ماننے میں ہے۔ ہم غیراحمدی اسے کہتے ہیں کہ جو مرزاصاحب کو نہیں مانتا۔

مختار مدعاعلیہ کے اس سوال پر کہ کیا ہر غیراحمدی مرزاصاحب کے نہ ماننے والا مکفر اور مکذب ہے۔ گواہ نے یہ بیان کیا کہ میرا اس کے متعلق مرزاصاحب کے الفاظ میں یہ ''عقیدہ'' ہے: ''جو مجھے نہیں مانتا اور اس لئے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے اور مفتری ظالم ہوتا ہے۔ گویا میں اس کے نزدیک اکفر ہوا۔'' یعنی نہ ماننے والا مرزاصاحب کو مفتری کہنے کی وجہ سے مرزاصاحب کا مکفر بنتا ہے۔ جو کتاب اب پیش کی گئی ہے اس کا نام ''انوار خلافت'' ہے جو مرزابشیرالدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی تقریروں کا مجموعہ ہے۔ اس کے

(ص ۹۰، انوار العلوم ج۳ ص ۱۴۸) پر یہ عبارت ہے کہ ہمارا...... کچھ کر سکے۔ مگر اس کے آگے کا فقرہ کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ غیر احمدیوں سے ہم دیگر دنیاوی یا تمدنی تعلقات کو منقطع کر دیں۔ یہی قابل ملاحظہ ہے۔ اس کتاب کے (ص ۸۹، انوار العلوم ج۳ ص ۱۴۷) پر ہے۔ پھر ایک اور مسئلہ ہے...... تم سے مقتداء اس کتاب کے (ص ۹۲، انوار العلوم ج۳ ص ۱۴۹، ۱۵۰) پر حسب ذیل عبارت ہے: لکھنو میں...... کافر سمجھیں۔ اسی کتاب کے (ص ۹۳، انوار العلوم ج۳ ص ۱۵۰) پر ہے کہ پس غیر احمدی...... چاہئے۔ مگر اس پہلی کی عبارت۔ اب ایک اور سوال رہ جاتا ہے، کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ غیر احمدی کو لڑکی دینے کے متعلق جو کچھ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے حکم دیا ہے اس پر میرا ایمان ہے۔ (انوار خلافت ص ۹۳، ۹۴، انوار العلوم ج۳ ص ۱۵۰، ۱۵۱) پر یہ عبارت ہے۔ ایک اور بھی سوال ہے...... قبول کر لیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے جو کچھ بھی فرمایا ہے۔ میں اسے مانتا ہوں اور یہ عبارت کہ ہر وہ مسلمان جو مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہ ہوا، خواہ اس نے مسیح موعود کا نام تک نہ سنا ہو، وہ کافر، خارج از اسلام ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں۔'' اگر خلیفۃ المسیح ثانی کے الفاظ ہیں تو میں اس کو مانتا ہوں۔ ماقبل، مابعد کی شرط اور توضیح کے ساتھ برکات خلافت میں بھی مرزا بشیر الدین صاحب کی تقریریں ہیں۔ اس کے (ص ۷۵، انوار العلوم ج۲ ص ۲۱۱) پر یہ عبارت ہے۔ پھر...... نہ دے۔ لیکن اس سے پہلے کے دو صفحات بھی مدنظر رکھ لئے جاویں۔ اس کتاب کے (ص ۷۳، انوار العلوم ج۲ ص ۲۱۰) پر حسب ذیل عبارت ہے: کیونکہ غیر...... جائز بھی نہیں۔ مرزا صاحب کے ماننے والوں میں بلحاظ بعض نظام کے میں دو فرقوں کو جانتا ہوں۔ ایک وہ جن کا مرکز قادیان ہے جو ایک امام کے تحت ہیں۔ یعنی خلیفۃ المسیح ثانی خلیفہ بشیر الدین محمود احمد صاحب اور یہ قریباً ۹۹ فیصدی ہیں اور دوسرے جو لاہور میں ایک اشاعت اسلام کی انجمن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، جن کے پریذیڈنٹ مولوی محمد علی صاحب ایم.اے ہیں۔ لاہوری پارٹی نے امام جماعت احمدیہ کی بیعت نہیں کی ہوئی اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت کو محدثیت کے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض اپنی غلطی کی وجہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ان دونوں میں اصولی اختلاف ہے۔ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو نبی بمعنی محدث قرار دیتا ہے اور آپ کے سب اصولوں کو مانتا ہے وہ احمدی ہے۔

مرزا صاحب کو مرزا صاحب کے بیان کردہ معنی کے لحاظ سے بھی خواہ محدث کے رنگ میں ہو، خواہ ظلی نبی کے رنگ میں، نبی نہیں مانتا تو وہ مرزا صاحب کو نہیں ماننے والا۔ اگر ایک شخص مرزا صاحب کی نبوت کو بحیثیت محدثیت بھی نہیں مانتا اور مرزا صاحب کے ایسے دعویٰ کو بھی وہ کفر سے تعبیر کرتا ہے تو وہ بھی مرزا صاحب کا منکر ہے۔ لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو نبی بمعنی محدث مانتے ہیں۔ میری معلومات ان کے متعلق یہی ہیں۔ میں نے مولانا محمد علی کی کتاب ''النبوۃ فی الاسلام'' کو پڑھا ہے۔ احمدی نبی کے نام سے ایک ٹریکٹ مولوی محمد علی صاحب کا ہے اور جو کتاب اب پیش کی گئی ہے۔ اس کے ٹائٹل پیج پر مولوی محمد علی صاحب کا نام لکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کی لکھی ہوئی ہے۔

جو شخص مرزا صاحب کو مستقل شرعی نبی قرار دے۔ چونکہ مرزا صاحب نے مستقل شریعت کے مدعی کو کافر اور ملحد، بے دین قرار دیا ہے۔ اس لئے گواہان کی طرف سے مستقل شریعت والی نبوت کے منسوب کرنے سے اس انسان نے گویا کفر کی نسبت کی۔ لہٰذا وہ مرزا صاحب کے صحیح دعویٰ کا منکر ہوا اور اگر کوئی شخص عمومیت کے لحاظ سے قرآن شریف کے بعد کسی شرعی نبوت کا جواز مانتا ہے تو وہ کافر ہے۔ یہاں بھی کافر سے مراد یہی ہوگا کہ وہ شریعت اسلام کا منکر ہو رہا ہے اور نبی کریم ﷺ کی تصریحات سے انکار کر رہا ہے۔ اگر وہ شخص اپنے آپ کو مسلمان کے لفظ سے دنیا میں مشہور کرتا ہے تو اس کو مخاطب کرتے وقت بہر حال انہی الفاظ سے یاد کیا جائے گا۔ لیکن حقیقت کے لحاظ

سے یہ ہے کہ وہ شریعت اسلامی کا کفر ہے۔ میرے نزدیک شریعت اسلامیہ میں کفر کا معنی انکار ہے اور جس چیز کی طرف وہ نسبت کیا جائے گا، اس کا وہ انکار سمجھا جائے گا۔

جو شخص مرزا صاحب کے نام کا بھی کلمہ پڑھے اور قادیان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ بجائے مکہ والے کعبۃ اللہ کے تو وہ لامحالہ کافر ہے۔ کیونکہ شریعت اسلام کے خلاف چل رہا ہے۔ ظہیرالدین اروپی، جماعت احمدیہ قادیان میں سے نہیں ہے۔ مجھے کوئی علم نہیں کہ وہ لاہوری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے یا کس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے اس نے ملاقات کے وقت نہیں بتلایا کہ وہ مرزا صاحب کے ماننے والا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ ملاقات کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ جو ٹریکٹ حق المبین چار ورق کا میرے سامنے پیش کیا گیا ہے اس کے شائع کرنے والے ڈاکٹر نور محمد، منشی عالم اینڈ سنز ہیں اور مشتہران سے پہلے یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں: ''فان اللہ ھومولٰہ............ظہیر (تحریم:۱۹)'' میں ظہیرالدین کو احمدی نہیں سمجھتا۔　　سن کر درست تسلیم کیا۔

تتمہ بیان جرح غلام احمد ۲۳/مارچ ۱۹۳۳ء

ہر وہ احمدی شخص جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہو مگر حضرت مسیح موعود کے اس حکم کے خلاف ورزی کرے اور حضرت مسیح موعود کے نہ ماننے والوں کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کے پیچھے بھی ہم نماز پڑھنی پسند نہیں کرتے۔ میں نے حضرت مسیح موعود اور ان کے دونوں خلفاء کی کل کتابیں بھی کچھ درساً اور کچھ مطالعۃً پڑھی ہیں۔ میں سلسلہ احمدیہ کی طرف سے خدمات اسلام کے لئے مقرر ہوں۔

ضرورت دین وہ چیز ہے جس کا ماننا اس دین کے اندر داخل ہونے کے لئے نہایت ضروری ہو۔ یہ قرآن شریف کی رو سے، ان احادیث کی رو سے، جن کو قرآن کریم یا تصدیق کی بناء پر قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔ میں ضرورت دین کا مطلب یہی سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک قرآن کے سوا اور کوئی چیز مسلّم نہیں۔ سوائے اس کے جو قرآن شریف کے ساتھ مطابقت رکھتی ہو۔ جو قرآن شریف کو پڑھتا ہے وہ خود مطابق کر سکتا ہے۔

اور میرے لئے قرآن شریف کی مطابقت دیکھنے کے لئے کہ کونسی چیز قرآن شریف کے مطابق ہے؟ میرے واجب الاطاعت اماموں کی بیان فرمودہ مطابقت یا میری اپنی مطابقت مسلّم ہے۔ میں مبایعین ہوں۔ میں مرزا بشیرالدین احمد صاحب کی بیعت ہوں۔ واجب الاطاعت اماموں سے میری مراد حضرت مسیح موعود اور ان کے خلفاء سے ہے۔ ہمارے ہاں ماہواری چندہ کا مصرف وہی ہے جو قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے۔ وہ سب کے سب مصارف اہم ہی ہیں۔ ان مصارف کا ذکر سورۂ بقرہ، سورۂ توبہ میں ہے۔ یہی آیت: ''لیس البر ...... الخ! (بقرہ:۱۷۷)'' آیت: ''انما الصدقات ...... قلوبھم ...... الخ! (توبہ:۶۰)'' اور تمام وہ آیتیں جن میں مومنوں کے متعلق جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کی تاکید آئی ہے یا وہ تمام آیتیں جن میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کا مال خرید لیا ہے۔

چونکہ مذہب کے معنی طریقہ اور روش کے ہیں جس پر ایک انسان چلتا ہے اور اس لئے غیر احمدی سے احمدی ہو جانے یا احمدی سے غیر احمدی ہو جانے کو مذہب اختیار نہ کرنا کہا جا سکتا ہے اور مذہب بدلنا اور مذہب اختیار کرنا میرے نزدیک ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

چشمہ معرفت مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ اس کے (ص۲۷۵،۲۷۶، خزائن ج۲۳ ص۲۸۸،۲۸۹) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ علاوہ اس کے شریعت اسلام...... اس سے علیحدہ کیا جائے۔ اس میں حاکم وقت سے مراد اسلامی شریعت ہے۔ یعنی ایسے حکام جو اسلامی سلطنت

سے اسلامی شریعت کو چلانے کے لئے مقرر کئے گئے ہوں، اگر جہاں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں اس وقت کا سول لا نافذ ہوگا۔

مذکورہ بالا عبارت میں ایسی عورت کا ذکر ہے جو خاوند کے گھر میں ہو۔ یعنی تعلقات زن وشوئی ہوں اور اس کے بعد وہ درخواست علیحدگی کرے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے خیالات مبارکہ میں جس طرح خدا تعالیٰ کی وحی کی بناء پر تبدیلی فرمائی ہے۔ اس طرح حضرت مسیح موعود نے بھی خدا تعالیٰ کی وحی پر اپنے خیالات میں تبدیلی فرمائی ہے اور ایسی تبدیلی کسی نبی کے لئے موجب ضرر نہیں۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے احکام پہنچانے کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ اس کا اپنا اختیار کچھ نہیں ہوتا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے آہستہ آہستہ مختلف وقتوں میں مختلف خیالات میں تبدیلی فرمائی اور بالکل ویسے ہی ایک خادم اور عاشق صادق مسیح موعود نے بھی اپنے دعویٰ کو مبلغ، مصلح، مامور، مجدد، امام زمان، مصلح وقت، مسیح موعود، مہدی موعود، محدث، ظلی نبی، مجازی نبی، غیر تشریعی نبی، غیر مستقل نبی، بالافادہ نبی، بالطبع نبی، امتی نبی۔ وغیرہ وغیرہ! الفاظ سے کتابوں میں یاد فرمایا ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا حضرت نبی کریم ﷺ نے رسول، نبی، خاتم النّبیین، احمد اپنی صفات مبارکہ بیان فرمائی ہیں جس طرح خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں مومنوں کی مثال حضرت مریم علیہا السلام سے بیان فرمائی ہے یا فرعون کی بیوی حضرت آسیہ سے تمثیل فرمائی ہے یا جس طرح پر صوفیائے کرام نے اپنے آپ کو استعارۃ تمثیلاً مریم صفت میں ہونا یا عام عورت کی صفت میں ہونا بیان کیا ہے۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود نے ان سب تصریحات بالخصوص قرآنی بشارت اور قرآنی پیش گوئی کی بناء پر اپنے آپ کو مریم صفت ہونا ظاہر فرمایا ہے۔

(کشتی نوح ص۴۶،۴۷، خزائن ج۱۹ ص۵۰) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ گو اس نے...... باقی نہ رہا۔ مگر اس سے قبل و مابعد کی عبارت بالفاظ ذیل جو (ص۴۴، خزائن ج۱۹ ص۴۸ تا ۵۲) پر ہے...... بھی قابل ملاحظہ ہے۔ سورۂ تحریم میں اشارہ ہے...... اور عیسیٰ علیہ السلام سے میں ہی مراد ہوں۔ اخیر (ص۴۸، خزائن ج۱۹ ص۴۸ تا ۵۲) اس میں بارہا آپ نے صفات کو استعارۃ تمثیلیہ مراد لیا ہے اور صفات کا رنگ دیا ہے۔ یعنی صفاتی طور پر میں مریم رہا اور قرآن کی ایک آیت سے استدلال کیا ہے۔

(اربعین نمبر۴ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۴۴،۴۴۵ حاشیہ) پر کہ خدا نے اپنے الہامات میں...... حجر اسود منم۔ جس حاشیہ میں یہ حوالہ دیا گیا ہے وہ حاشیہ اس سے پہلے صفحہ کا حصہ ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ کی حدیث بیت اللہ کے نیچے سے ایک بڑا خزانہ نکلے گا اور قرآن کی آیت: ''لیظھرہ علی الدین کلہ'' کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے جو بالفاظ ذیل علوم اور معارف بھی اجمالی طرز میں داخل ہیں...... اور خدا نے میرا نام۔ یہ تصریح آئی ہے کہ انبیاء کی جو رویاء ہوئی ہے وہ وحی ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود کا دعویٰ امتی نبی ہونے کا تھا۔ اس لئے آپ کی تمام تر کشوف اور رویاء وحی ہیں۔ اسی طرح پر ان کے معنی اور مطالب مراد لئے جائیں گے جو قرآن شریف کی تصریحات کے خلاف نہ ہوں اور عالم کشف کی جس طرح تعبیریں کی جاتی ہیں۔ مرزا صاحب نے اس امر کی تصریح فرمادی ہے جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ حضرت مسیح موعود کا یہ الہام (اربعین نمبر۳ ص۳۶، خزائن ج۱۷ ص۴۲۶) پر ہے کہ: ''وما ینطق عن الھوی...... الخ!'' اس کی تشریح وہی ہوگی جو آپ نے فرمائی ہوگی۔ اس اربعین کے من جملہ دیگر الہامات کی تشریح میں دوسری کتب ہیں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود نے ایسے تمام الہامات جو حضرت نبی کریم ﷺ کے لئے خصوصی طور پر قرآن شریف میں وارد ہیں، تصریح فرمادی ہے کہ اولاً و بالذات ان تمام الہاموں کے مصداق آنحضور ﷺ کی ہی ذات مبارک ہے اور باقی جس قدر بھی اولیاء یا کاملین امت محمدیہ کو اس قسم کے الہامات ہوتے ہیں تو ان سے بھی نبی کریم ﷺ کی ہی قوت قدسیہ مراد ہوتی ہے۔ یہ ہرگز مراد نہیں ہوتا کہ ان آیات کا مصداق ویسا ہی وہ شخص بن گیا جس پر بعد میں وہ آیتیں نازل ہوں۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱) پر ہے: ’’اور اسی طرح میری کتاب ...... تیار ہوتا ہے۔ مگر اس کے آگے یہ عبارت بھی ہے۔ یہی مکمل انسانی شرفیات کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اس قسم کے کثرت سے دعویٰ صوفیائے کرام کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے حضرت بایزید بسطامی نے (تذکرہ اولیاء طبع بار دوم ص۱۶۵، ۴۵۱) میں فرمایا ہے کہ میں سولہ سال تک طائفہ عورت کی طرح رہا یا بعض لوگوں نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ اولیاء کی جو کرامتیں ہوتی ہیں وہ ان کے فیض کا مرتبہ رکھتی ہیں یا بعض بزرگوں نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح عورتوں کو حیض آتا ہے جوان کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ ایسا ہی خداتعالیٰ کی راہ میں ترقی کرنے والوں کو بھی حیض آتا ہے یا جن بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مریدوں کو ارادت میں حیض آتا ہے۔ بعض اس حیض میں مر جاتے ہیں اور پاک نہیں ہوتے اور بعض اس سے پاک ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح پر اور الٰہی صفات میں اس الہام میں بیان کیا گیا ہے کہ مخالفین مسیح موعود آپ کے اندر بھی کسی قسم کی کوئی کمزوری یا گندگی دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر اس الہام میں اس صفحہ پر یہ الفاظ موجود ہیں کہ خداتعالیٰ چاہتا ہے کہ مخالف ہائے ناکام رہیں اور تجھ پر متواتر انعامات کرے۔ جن بزرگان کے اقوال کا میں نے اوپر حوالہ دیا ہے میں ان کے حوالے پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت میرے پاس کتابیں موجود نہیں ہیں۔ میرے مکان پر کتابیں موجود ہیں۔

(لکچر اسلام سیالکوٹ ص۳۴، خزائن ج۲۰ ص۲۲۹) پر مجھے من جملہ ...... لکھی گئی جس کی عبارت ہے اور یہ کتاب مسیح موعود کی ہے۔ مگر اس سے پہلے یہ عبارت بھی اب واضح ہو ...... منجملہ تک کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے اور اس کے مابعد کی عبارت بھی ’’ایک ہی میں‘‘ تک بھی قابل ملاحظہ ہے۔ بلکہ (ص۳۳، ۳۴، خزائن ج۲۰ ص۲۲۸، ۲۲۹) تک تمام عبارت قابل ملاحظہ ہے۔ اس کے متعلق میں اتنی عرض اور کرتا ہوں کہ خداوندتعالیٰ نے قرآن شریف میں تصریح فرمائی ہے کہ ہر امت میں اور ہر قوم میں کوئی نہ کوئی رسول، نبی یا بالفاظ دیگر بشیر ونذیر گزر چکے ہیں اور یہ بھی قرآن میں بیان فرمایا گیا ہے کہ صرف نبی اور رسول کی یہ شان ہے کہ آئندہ زمانوں میں ان کی تعظیم وتوقیر اور ان کا تقدس قوم میں باقی رہتا ہے۔ گو قوم اس کو اس کے اپنے اصل درجہ سے کتنا بڑھا کر پیش کرے۔ جیسا مثلاً عیسیٰ کہ وہ نبی ہیں۔ مگر ان کی قوم ان کو خدا بنا رہی ہے۔ اس طرح کرشن، قرآن شریف اور بزرگان سلف کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ ہندوستان میں جو نبی ہوئے ہیں، کرشن ان میں سے تھے۔ چنانچہ حسن نظامی نے بھی کرشن ہستی کتاب میں اس کی تصریح کی ہے اور کرشن نے اپنی کتاب میں یہ وعدہ کیا ہے کہ جب کبھی دنیا میں بے دینی پیدا ہوگی اور خداتعالیٰ سے دنیا دور جا پڑے گی۔ میرا مظہر آتا رہے گا (یا گی)۔ چنانچہ ہندوؤں میں کھگی اوتار کی مشہور پیش گوئی ہے اور اس کا انتظار ہے۔ (براہین احمدیہ ص۴۸۰، ۴۸۱ حاشیہ در حاشیہ۳، خزائن ج۱ ص۵۷۱، ۵۷۲) پہلے انگریزی میں الہام ہوا ...... سر پر کھڑا بول رہا ہے ...... کی عبارت ہے جس میں بعض انگریزی الہامات کا ذکر ہے اور یہ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ جو نبی جس قوم کی طرف مبعوث ہوتا ہے اس کے اوّل المخاطبین لوگوں کی زبان میں اس کو الہام ہوتا ہے۔

چنانچہ بعض کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے فارسی الہامات درج ہیں۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب کی بعثت کی غرض دین عیسوی کا ابطال اور دین محمدی کا اظہار کرنے کے لئے تھا اور دین عیسوی کے بہت سے ایسے ممالک ہیں، جہاں انگریزی بولی جاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے اور یہ بتلانے کے لئے کہ خداتعالیٰ تمہاری زبان میں بھی الہام کرے۔ تمہارے ساتھ مکالمات اور مخاطبات کر سکتا ہے۔ اس لئے بتلایا گیا ہے کہ مامور پر بھی جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے انگریزی الہام نازل کرتے ہیں۔ حضرت مسیح نے کہا کہ وہ انگریزی نہیں جانتا اور ان انگریزی الہام میں اب تک یہ بھی پیش گوئیاں ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہو کر ان کی صداقت کو ثابت کر رہی ہیں۔

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶،۴۰۷) پر یہ عبارت ہے۔ غرض اس حصہ کثیر...... پائی نہیں جاتی۔ اس سے پہلے صفحہ پر یہ الفاظ بھی قابل ملاحظہ ہیں اور پھر ایک اللہ...... (ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶،۴۰۷) کے اخیر تک الحمدللہ رب العالمین اور اس عبارت کے مابعد کی عبارت تحت قابل ملاحظہ ہے۔

کتاب (چشمہ معرفت حصہ دوم ص۲۰۹، خزائن ج۲۳ ص۲۱۸) پر ہے اور یہ بالکل...... بالاتر ہے۔ لیکن اس کے آگے کی عبارت (ص۲۱۰، خزائن ج۲۳ ص۲۱۸،۲۱۹) سے ویدک سنسکرت لازمی امر ہے...... تک کی بھی قابل ملاحظہ ہے۔ البشریٰ کی جو کتاب پیش کی جاتی ہے وہ میرے نزدیک مستند نہیں ہے اور اس کا لکھنے والا بھی ہم میں نہیں ہے۔ کسی احمدی کی کوئی درج شدہ بات میرے لئے مستند نہیں۔ جب تک کہ مرزاصاحب کی اصل کتاب سے حوالہ نہ دکھلایا جاوے۔ ہر وہ بات جس کی تائید قرآن شریف سے نہیں ہوتی اور قرآن شریف کی تصدیق یافتہ احادیث نبویہ سے بھی جس کلام کی تصدیق نہیں ہوتی یا اماموں کے لئے ایسے اقوال کہ جن اقوال شریف کی تصدیق یافتہ احادیث نبویہ سے بھی جس کلام کی تصدیق نہیں ہوتی یا اماموں کے ایسے اقوال کہ جن اقوال کی تصدیق قرآن اور مندرجہ بالا احادیث سے ہو چکی ہو۔ ان اماموں کے اور اقوال جن کی تصدیق قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی اس کے علاوہ اور مصنّفین کی کتابیں جن کی تصدیق وتائید قرآن وحدیث سے نہیں ہوتی، وہ مجھ پر حجت نہیں ہیں۔

طبع ثانی (تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴) پر حسب ذیل شعر ہے۔ منم مسیح زمان...... کہ مجتبےٰ باشد۔ اس کی تشریح یہی ہے جو حضرت مسیح موعود نے اپنی مختلف کتابوں میں بیان فرمائی ہے جس کی تفصیل باحوالہ ذکر میں اپنے بیان میں کر چکا ہوں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں صفاتی طور پر ہر نبی کا ظل ہوں کہ اس کی کوئی نہ کوئی صفت میرے ذریعہ ظاہر ہو رہی ہے۔

(نزول المسیح ص۹۹،۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷،۴۷۸) ''کربلائے است سیرہم آنم...... در برجامہ ہمہ ابرار...... آنچہ من بشنوم زوحی...... خدا بخدا پاک دانمش زخطاء...... ہمچو قرآن منزہ اش دانم...... از خطاہا ہمیں است ایمانم...... انبیاء گرچہ بودہ اند بسے...... من بعرفان نہ کمترام زکسے...... کم نیم ہست یعنی زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم...... ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم'' یہ اشعار ہیں جو قطع برید کر کے پیش کئے گئے ہیں۔ یہ اس نظم کے چند اشعار ہیں جو ۱۳۴ر اشعار کی ص۹۷ سے لے کر ص۱۰۷ تک جاتی ہے۔ جن اشعار کو پیش کیا گیا ہے ان کا نہایت مفصل جواب وجہ تکفیر۶ کے جواب میں عرض کر چکا ہوں۔ یہاں صرف یہ بیان کرتا ہوں کہ اس نظم سے پہلے اس امر پر بحث ہے کہ نجات کے لئے یقین ہونا ضروری ہے اور یقین نہیں ہوسکتا جب تک خداتعالیٰ سے مکالمہ اور مخاطبہ نہ ہو اور اس نظم کے معاً بعد یہ الفاظ ہیں۔ حاصل...... محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہوا۔ ایک شعر اس میں سے حسب ذیل۔ لیکن آئینہ ام از رب غنی...... از پے صورت مہ مدنی...... بھی قابل ملاحظہ ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ خداتعالیٰ کی کلام وہی سچی کلام ہوتی ہے جس کے ساتھ نشانات ہوں۔ محمد ﷺ کی ماتحتی میں ہو اور اس کلام پر اس ملہم کو ویسا ہی ایمان ہو، جیسا باقی انبیاء کو اپنی وحیوں پر ایمان ہے۔ درجہ کا ایمان کوئی ذکر نہیں ہے۔

(طبع ثانی براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۳، خزائن ج۲۱ ص۱۳۳) پر یہ شعر ہے: ''میں کبھی آدم...... میری بے شمار'' اس نظم کا ہے جو اس کتاب کے ص۹۹ سے شروع ہوکر ص۱۲۰ تک جاتی ہے اور جس میں انعامات الٰہی کا ذکر ہے۔ اس شعر کے ساتھ بالخصوص ''ماقبل'' اور ''مابعد'' کے چند اشعار بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ اس نظم کے ص۱۲۴ پر ایک شعر: ''پر مجھے تو نے...... برگ وبار'' بھی اس نظم کا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور یہ ساری نظم پڑھنے کے قابل ہے۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی وہ کتاب جو اشارات فریدی کے نام سے موسوم ہے، جس میں سے جلد ثالث اور جلد دوم کے حوالہ جات میں نے اپنے بیان میں دیئے ہیں۔ اس میں سے تمام وہ عبارتیں جس کی تصدیق حضرت مسیح موعود کی طرف سے بھی ہوچکی ہے، وہ مجھے بکمال وتمام مسلّم ہیں۔ ان کتابوں میں سے جو حوالہ جات میں نے پیش کئے ہیں وہ اس رنگ میں پیش کئے ہیں کہ وہ ایک عارف ربانی کے ملفوظات ہیں۔ جن کا احترام ریاست بہاول پور کے داعی اور رعایا کے دلوں میں ہے۔ باقی تمام ملفوظات ان جلدوں کے اس شرط سے مجھے مسلم ہیں، جس شرط کے ساتھ باقی دنیا کی تصانیف جن کا ذکر میں پہلے کرچکا ہوں باقی اور تصانیف حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی بشرطیکہ ان کی قلم سے لکھی گئی ہوں، اشارات فریدی کی طرح ہے۔ ان کی تصدیق کی بھی وضاحت ہو اور ان کے شائع کرنے والوں میں آپ کے صاجبزادہ خواجہ محمد بخش صاحب ہوں اور ان میں بھی ایسی عبارتیں اگر پائی جاویں، جن کا تائید وتصدیق حضرت مسیح موعود کے کتب سے ہوتی ہو یا قرآن شریف سے تصدیق وتائید کرتا ہے وہ بھی میرے لئے مسلّم ہیں۔ خواجہ غلام فرید صاحب واجب الاطاعت ہونے کے لحاظ سے میرے مسلّم بزرگ نہیں ہیں۔ ویسے مسلّم بزرگ ہیں، جیسے سلسلہ احمدیہ کے پہلے سابقین احمدی حضرات میرے بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کی خود تحریر موجود ہے کہ ان کے پاس حضرت مسیح موعود کی کتابیں جن میں الہامات بھی تھے، جن میں مباہلہ کا چیلنج بھی ہوا کرتا تھا، جن میں دعویٰ بھی ہوتے تھے، جن میں معارف کے کلام بھی ہوتے تھے، پہنچتی رہی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے ان کو پڑھا ہے اور پھر حضرت مسیح موعود کے ساتھ خط وکتابت فرمائی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے پہلے حضرت مسیح موعود کی کتاب ''تریاق القلوب'' جس میں گورنمنٹ کو مسلمان فرقہ احمدیہ لکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی، لکھی جاچکی تھی اور چھاپ دی گئی تھی۔ بیسوں کتابیں اس سے پہلے بھی شائع ہوچکی تھیں، جن میں جماعت کا نام احمدیہ وغیرہ تھے۔ جماعت احمدیہ یا مسلمان فرقہ احمدیہ کوئی اور ایسا اس زمانہ میں ہونا مجھے معلوم نہیں ہے جو مرزا غلام احمد قادیان کی طرف منسوب ہوتا ہو، سوائے اسی جماعت کے جس کا میں فرد ہوں۔ کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کی ان کتب میں جن کا میں نے حوالہ اپنے بیان میں دیا ہے، حضرت مسیح موعود کے نام نامی کا خاص تذکرہ موجود ہے۔

کتاب ''فوائد فریدیہ'' کے ٹائٹل پیج پر یہ نہیں لکھا ہوا کہ خواجہ صاحب نے یہ فرمایا ہو کہ میں نے اسے لکھا ہے۔ اس کے چھاپنے والے میاں خدا بخش اور میاں غوث بخش ہیں۔ یہ سال ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئی ہے اور اس کے اوپر یہ لکھا ہوا ہے: ''از تصنیف لطیف حضرت خواجہ غریب نواز...... حاجی غلام فرید صاحب'' اس کتاب کے (ص۴) پر حسب ذیل عبارت ہے کہ: ''مے گوید احقر عباد اللہ تعالیٰ...... فقیر غلام فرید...... این رسالہ است مسمّی بفوائد فریدیہ...... واجبہ ہمیں را۔'' اسی کتاب کے (ص۲۹،۳۰) پر یہ عبارت ہے: ''در بیان فرقہ ہائے...... خازنیہ۔'' مجھے ذاتی طور پر خواجہ صاحب کی مرزا صاحب کے ساتھ بیعت کا علم نہیں ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے انہیں اپنا مصدق قرار دیا ہے اور ان کے لئے دعا فرمائی ہے اور یہ تحریر کہ خواجہ صاحب کو اپنا مصدق لکھنا یا ان کے لئے دعا کرنا اور ایسے معتبر الفاظ لکھنا جو صرف ایک احمدی کے لئے لکھے جاتے ہیں، علاوہ اور کتب کے ایک سال ۱۹۰۸ء والی کتاب ''حقیقت الوحی'' میں بھی درج کیا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب سال ۱۹۰۱ء سے پہلے وفات پاگئے تھے اور جس قدر بھی دعاوی حضرت مسیح موعود کے ان کے پاس پہنچے، ان سب کی انہوں نے تصدیق فرمائی اور ان کی آخری زندگی تک ان کی خط وکتابت رہی اور کتابوں میں چھپتی رہی۔ میں خواجہ صاحب کی وفات میں پیدا ہوا یا ان دنوں میں۔ اس لئے مجھے معلوم نہیں کہ خواجہ صاحب نے کوئی خاص اعلان حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے بارہ میں تحریر کر کے اپنے متبعین کے نام بھیجا ہو، مان لینے کے لئے یا نہ مان لینے کے لئے۔ البتہ ان کی مجالس میں اس وقت کے بعد جب کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ان کو مباہلہ کے لئے چیلنج دیا۔ بمعنی مرزا صاحب کی تعریف وتوصیف کا ہی ذکر ہوتا رہا ہے اور سال ۱۸۹۶ء کے بعد سے انہوں

نے آپ کی تعظیم وتوقیر بھی کی اور آپ سے خط وکتابت بھی کی۔

مجھے یاد نہیں کہ خواجہ غلام فرید صاحب کی وفات کے بعد ان کے خلفاء میں سے کون داخل سلسلہ ہوا اور کون نہ ہوا اور یہ کوئی ضروری بھی نہ تھا۔ حضرت خواجہ صاحب کی تحقیقات کے بارے میں، میں نے جو اپنے بیان میں عرض کیا ہے، اس کی بناوہ خط ہے جو (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۹، خزائن ج۱۱ ص۳۲۳ مطبوعہ جنوری ۱۸۹۷ء) میں ہے۔ جس میں وہ تفصیل کے ساتھ اپنے معلومات اور اپنی قلبی کیفیت کا ذکر فرماتے ہیں اور یہ کہ اس خط میں حضرت خواجہ صاحب حضرت مسیح موعود سے اپنی عاقبت بالخیر ہونے کی دعا کی درخواست کرتے ہیں اور مباہلہ کے جواب میں اپنی تصدیقی کیفیت کو ظاہر فرما کر کے بتاتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی ہر ایک قسم کی کوشش میں خداتعالیٰ کی طرف سے ثواب دیئے گئے ہیں اور آپ خداتعالیٰ کی طرف سے صاحب فضیلت ہیں اور اس خط میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میری زبان پر کوئی کلمہ آپ کے خلاف شان جس میں آپ کی تعریف وتوصیف نہ ہو، نہیں آیا۔

حضرت مسیح موعود نے ''آئینہ کمالات اسلام'' یا ''انجام آتھم'' میں مباہلہ کا جو چیلنج دیا ہے وہ خداتعالیٰ کی طرف سے مباہلہ کے لئے مامور ہونے پر ہی دیا ہے۔ اس مباہلہ میں اس امر کو مدنظر رکھا گیا ہے کہ جن کو مقابل پر بلایا جارہا ہے وہ یا مباہلہ کریں یا پھر تصدیق کریں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب وہی لوگ ہوں جنہوں نے پہلے فتویٰ تکفیر ہی دیا ہو۔ بلکہ عمومیت کے ساتھ سب کو مخاطب کیا گیا ہے۔

کتاب (آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۹، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''امابعد...... نہیں کرسکا۔'' یہ عبارت ایک خط وکتابت کی جزو ہے جو آئینہ کمالات کی تصنیف سے پہلے کی ہے۔ مگر ضمناً اس کو یہاں درج کر دیا گیا ہے۔ یہ خط وکتابت بھی مرزاصاحب کی ہے جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ہوئی۔

(انجام آتھم ص۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، خزائن ج۱۱ ص۶۹ تا ۷۲) پر یہ عبارت ہے: ''اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام...... الخ!'' جس کے نیچے مرزاصاحب کے دستخط ہیں۔ اس عبارت میں صاف باطنی فقراء کا لفظ خصوصیت سے قابل ملاحظہ اور قابل غور ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ خواجہ غلام فرید صاحب نے کبھی حضرت مسیح موعود کی تکفیر کی ہو۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ میں شروع ہی سے آپ کے حال کا واقف ہوں اور مقام تعظیم پر کھڑا ہوں۔ جس خط کا بھی حوالہ دیا ہے، وہ انجام آتھم میں درج ہے۔ اس کی تاریخ تحریر غالباً وہاں درج ہے۔ یہ تاریخ ۲۷؍رجب ۱۳۱۴ھ ہے۔ مرزاصاحب سال ۱۹۰۱ء سے قبل ہر قسم کی نبوت کے دعویدار کو جس میں ظلی اور بروزی، محدثیت والی شان بھی ہو، کافر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ نے جہاں جہاں نبوت کی نفی کی ہے، وہ اسی رنگ میں کی ہے کہ کوئی مستقل طور پر بغیر افادہ آنحضرت ﷺ کا کوئی شخص شرعی نبی ہوکر آئے۔ نبی کریم ﷺ کے طفیل سے جو نبوت بمعنی کثرت مکالمہ ومخاطبہ مل سکتی ہے۔ جس کو آپ نے محدثیت کے نام سے بھی انہی کتابوں میں تعبیر فرمایا ہے۔ اس کو ممنوع یا اس کے دعویدار کو کافر نہیں فرمایا۔

کتاب ''حقیقت النبوۃ'' مرزابشیر الدین احمد صاحب کی ہے۔ اس کے (ص۸۹، انوار العلوم ج۲ ص۴۲۳، ۴۲۴) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''اس عاجز نے سنا ہے...... پر ختم ہوگئی۔'' حضرت مرزاصاحب نے خواجہ صاحب کے ساتھ خط وکتابت کی اثناء میں ایک خط کے ساتھ ایک فارسی نظم منسلک کر کے بھیجی تھی۔ اس میں یہ مصرعہ ہے: ''ہست اوخیر الرسل خیر الانام...... ہر نبوت رابرا وشداختتام'' مگر اس کے پہلے اور پچھلے شعر بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ یعنی ساری نظم قابل ملاحظہ ہے۔ مجھے گمان پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب نے بہاول پور میں بھی حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اوّل سے ملاقات کی تھی۔ میرے خیال میں خلیفہ اوّل سے خواجہ صاحب کی جو گفتگو ہوئی، اس میں خلیفہ صاحب نے مرزا صاحب کا دعویٰ مہدویت تو ضرور بیان کیا تھا اور پیش گوئیوں کا بھی ذکر ہوا تھا۔ اس وقت مرزاصاحب کے دعویٰ نبوت کا تذکرہ ہونے......

غالباً اشارات فریدی میں ذکر نہیں ہے۔

(اشارات فریدی ص۴۲،۴۳) کو میں نے دیکھ لیا ہے۔ اس کے ساتھ کا (ص۴۴) بھی قابل ملاحظہ ہے۔ اس کتاب (اشارات فریدی ص۶۹،۷۰) کی عبارت ''بعدازاں فرمودند...... منکر نیست'' کو بھی میں نے دیکھ لیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ جو خط وکتابت ہوتی رہی، اس کے ایک دو خطوط کے بعد کی یہ عبارت معلوم ہوتی ہے۔ ''اشارات فریدی'' سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک ایک دو خطوط آچکے تھے اور دعوت مباہلہ کی کتابیں بھی آچکی تھیں۔ یہ تحریر بلحاظ صفحات ''اشارات فریدی'' خلیفہ اوّل کی ملاقات اور خط وکتابت اور کتابیں پہنچ جانے اور کتابیں پڑھ لینے کے بعد کی ہے۔ اس کے ساتھ آگے کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے جو بعدازاں فرمودند...... (ص۷۲) کی دوسری سطر تک واقع گشتہ است۔ جس خط عربی کا حوالہ دیا گیا ہے وہ خط حضرت خواجہ صاحب کے حکم پر لکھا گیا اور مولوی غلام احمد صاحب اختر نے لکھا جو اس وقت احمدی نہ تھے اور حضرت خواجہ صاحب نے اس خط کو سن کر یہ فرمایا کہ اس پر میری مہر لگا کر اس کو ارسال کرو۔ خادم مہر لایا اور اس پر خواجہ صاحب کے سامنے وہ مہر لگائی گئی۔ چنانچہ ''انجام آتھم'' میں جہاں یہ خط درج کیا گیا، اس پر مہر کا عکس بھی موجود ہے۔ ''اشارات فریدی'' میں اس مقبوس کے شروع میں ۲۸؍ماہ رجب ۱۳۱۴ھ تاریخ درج ہے اور (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۹، خزائن ج۱۱ ص۳۲۳) میں ۲۷؍ماہ رجب درج ہے۔ مگر مقبوس میں تصریح ہے کہ حکم پہلے کا دیا گیا تھا۔ اس دن وہ حاضر کیا گیا ہے۔ یعنی خط وکتابت درحقیقت ۲۷؍رجب کو لکھا گیا اور خواجہ صاحب کی خدمت میں ۲۸؍رجب ۱۳۴۱ھ کو پیش کیا گیا۔ خواجہ صاحب نے بعض لوگوں کو ''من عباداللہ الصالحین'' لکھا ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ خواجہ صاحب کو یہ علم تھا کہ ان لوگوں نے بھی مرزا صاحب کو کافر کہا ہے۔ (اشارات فریدی ص۱۷۹) پر حسب ذیل عبارت: ''فرمودند...... مے سازند...... کے اختتام'' مقبوس ہے۔ (اشارات حصہ سوم ص۴۲) پر یہ عبارت ہے: ''واں جواب نامے...... کشف است'' اور اس سے پہلے کی عبارت بھی خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے جو بالفاظ ذیل ہے۔ مرزا صاحب مرد نیک وصالح است ونیز وحی کتابے از ملہمات خود فرستادہ است۔ کمال اواز اں کتاب ظاہر است۔'' اسی کتاب کے (ص۱۷۹) پر عبارت محولہ بالا کے ساتھ یہ الفاظ ہیں: ''نیز برحق ہستند'' اور اس کے ساتھ یہ الفاظ مرزا غلام احمد قادیانی...... مہدویت وعیسویت کردہ است اور اس سے پہلے کی یہ عبارت ہمیں علماء بودند...... کشیدند بھی قابل ملاحظہ ہے۔

خواجہ صاحب کا وصال سال ۱۳۱۶ھ میں بیان کیا جاتا ہے۔ اشارات فریدی حصہ اوّل کے آخری صفحہ ٹائٹل پیج پر جو پہلی مرتبہ سال ۱۳۲۱ھ میں شائع ہوئی، اس پر خواجہ غلام فرید صاحب کی وفات کی تاریخ درج نہیں۔ دوسرا ایڈیشن جو پیش کیا گیا ہے اس کے ٹائٹل پیج کے آخری صفحہ سنہ وفات خواجہ غلام فرید صاحب سال ۱۳۱۶ھ درج ہے۔ خواجہ صاحب نے حضرت مرزا صاحب کو مدعی مہدویت اور عیسویت قرار دیا ہے۔

چنانچہ الفاظ حسب ذیل ہیں: ''فرمودند کی کسی مرزا غلام احمد قادیانی ہم برحق است...... دعویٰ مہدویت وعیسویت کردہ است۔'' میں خواجہ صاحب کی کسی خاص شائع شدہ لائف سے واقف نہیں ہوں۔ اس اشارات فریدی سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب علوم ظاہری اور باطنی کے واقف تھے اور علماء کے ساتھ ان کے تعلقات تھے اور آپ نے علم کی خاطر سفر بھی کئے تھے۔ محض عرفاً گوشہ نشین نہ تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ ان کو کسی شخص نے مباہلہ کی دعوت دی ہو۔

سن کر درست تسلیم کیا۔

بقیہ کارروائی کے لئے مسل پرسوں پیش ہو...... ۲۵؍مارچ ۱۹۳۳ء پیش ہوا۔

۲۳؍مارچ ۱۹۳۳ء

فریقین اوران کے مختار حاضر ہیں …… ۲۶/مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان جرح مولوی غلام احمد مجاہد گواہ فریق باقرار صالح

نبی کریم ﷺ خداوند تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے کہ قرآن شریف کے تمام الفاظ لوگوں تک پہنچادیں اوراپنے عمل سے قرآنی احکام اوراوامرونواہی کوظاہر کردیں۔جن باتوں کاحکم نبی کریم ﷺ کوپہنچانے کا ہوا، وہ سب آپ نے پہنچادی ہیں۔کوئی بات نہیں چھوڑی۔ سورہ’’وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیهم ولعلهم یتفکرون (نحل:۴۴)‘‘میں’’ما نزل الیهم‘‘جوآیا ہے جو کچھ بھی انسانوں کی خاطرنبی کریم ﷺ کودیا گیاوہ سب آپ نے بیان کردیا ہے۔’’ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (جمعه:۲)‘‘میں شریعت اسلامیہ اوراپناپاک نمونہ سکھانے کاذکر ہے۔کتاب سے یہاں مرادشریعت اسلامیہ ہے۔

’’قدجاء کم من الله…… صراط مستقیم…… الخ! (المائدة:۱۵،۱۶)‘‘میں یہ تصریح ہے کہ جوانسان خداتعالیٰ کی رضامندی چاہے، ایسے انسان کوشکوک وشبہات سے نکال کرصحیح راستہ قرآن شریف دکھلاتا ہے اور خداتعالیٰ اس کی ہدایت کرتا ہے۔مرزا صاحب کی کتاب (برکات الدعاص۱۵،۱۶، خزائن ج۶ص۱۷،۱۸) پر جو کچھ درج ہے وہ میرا مسلم ہے۔ان صفحات پر دوسرے اورتیسرے معیار کے الفاظ کوبھی میں نے دیکھے ہیں اورمیں انہیں صحیح مانتا ہوں۔صحابہ کرام کی بیان کی ہوئی تفسیر اگر ثابت ہوجائے کہ وہ ان کی تفسیر ہے وہ تسلیم کے قابل ہوگی۔اس طرح تابعین کی تفسیر کوبھی مدنظر رکھا جائے گا۔بشرطیکہ ثابت ہوجائے کہ وہ ان کی تفسیر ہے۔باقی قرآن شریف میں یانبی کریم ﷺ نے یاکسی اورامام نے تصریح نہیں فرمائی کہ ضرورفلاں شخص کاقول مان لو۔قرآن شریف کے معارف کااحاطہ کسی شخص نے نہیں کیا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ ہرآیت کا ظاہربھی ہے اور باطن بھی اورکہ قرآن شریف کے معارف کبھی ختم نہیں ہوں گے۔اس لئے کوئی ایسی تفسیر جوقرآنی تصریحات کے خلاف ہوکوئی وقعت نہیں رکھتی۔خواہ کسی کانام لے کر بیان کی جاوے۔اگرکوئی ایسے معنی بیان کئے جاویں، کسی صحابی کانام لے کریاتابعی یاتبع تابعی یاکسی امام کانام لے کر۔مگرقرآن شریف کی دوسری آیت اس مضمون کی تصدیق نہیں کرتیں۔

صحیح،موضوع،متصل حدیثیں جن کی تائیدقرآن کریم سے ہوتی ہے وہ بھی ان معنوں کی تائیدنہیں کرتیں۔زبان عربی میں بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔مستندڈکشنری بھی اس کاساتھ نہیں دیتی تووہ معنی کچھ وقعت نہیں رکھتے اورنہ ان کے خلاف دوسرے معنی کرنے والے کوخاطی کہاجاتا ہے اورقرآن کی تفسیر کے لئے کسی خاص شخص کاتعین نہیں ہے کہ وہی جومسئلے بیان کرے گا،اس کی طرف جومعنی منسوب کئے جائیں گے خواہ وہ کیسے ہی ہوں،اس کوماناجائے اوراس کے خلاف معنی ردکیاجاوے۔اگرکوئی صحابہ سے صحیح تفسیر ثابت ہوجائے جس کے خلاف قرآن کی کوئی تصریح نہ ہواورصحیح،موضوع،متصل حدیثوں کی بھی تصریح نہ ہو۔زبان عربی کی بھی کوئی تصریح ان معنی کے خلاف نہ ہو۔وہ بہرحال مقدم ہوگی اوراس کے خلاف معنی کرنے والے کومحض اس لئے کہ وہ ان معنوں کے خلاف کررہا ہے، خاطی نہیں کہا جاسکتا۔جب تک کہ قرآن کی تصریح کے خلاف نہ معنی کئے جاویں۔(تفسیر اتقان ج۲ص۱۷۸) پر’’وان الصحابه…… رسوله‘‘کی عبارت ہے جوایک مفسر کاقول ہے۔

کتاب (ایام الصلح ص۱۶۳، خزائن ج۱۴ص۴۱۱) پر ہے اوراللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:’’اهدنا الصراط المستقیم‘‘مردصالح ہوسکتا ہے۔مگراس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہو۔(شہادت القرآن ص۲۸، خزائن ج۶ ص۳۲۳،۳۲۴) پر ہے: چونکہ ہمارے سیدورسول…… من الآخرین کی عبارت ہے اوریہاں نبی سے مرادشرعی نبی ہے کہ آئندہ شرعی نبی نہیں ہوگا اورمحدث سے مرادظلی نبی ہے جورسول اللہ ﷺ کے طفیل اورآپ کے اتباع کی برکت سے حاصل ہوا اوراس سے ماقبل کی عبارت بھی

قابل ملاحظہ ہے۔اس کے مابعد کی چند سطور بھی دیکھنے والی ہیں۔

(شہادت القرآن ص۵۶، خزائن ج۶ ص۳۵۲) پر ہے اور اس ظلی وجود کے قائم رکھنے کے لئے ...... جس پر تیرا انعام اور اس کے معاً ملحق بعد کے فقرے بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ صراط مستقیم کے الفاظ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ آئے ہیں۔آیت:''وانک لتھدی الی صراط مستقیم...... الخ! (شوریٰ:۵۲)''میں بھی صراط مستقیم کا ذکر اپنے الفاظ اور اپنی تشریح کے ساتھ قرآن شریف میں کئی جگہ آیا ہے اور مراد اس سے وہ راستہ ہے جو خداتعالیٰ کے قریب تک پہنچاتا ہے اور انسان کو خداتعالیٰ کی طرف سے انعامات اور برکات کا وارث کردیتا ہے۔نبوت ایک قومی انعام ہے۔جس قوم کے متعلق یہ قیاس کیا جاوے کہ یہ انعام اس سے بند کردیا گیا ہے کہ اس قوم میں سے کسی زمانہ میں بھی کوئی فرد نبی نہیں ہوسکتا۔چونکہ انعام کا چھن جانا خداتعالیٰ کی ناراضگی کا مستلزم ہے اور اس سے ناراضگی ثابت ہوتی ہے۔اس لئے لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ اس قوم کے اندر ایسے نقائص ضرور پیدا ہوگئے ہیں جن کی بناء پر خداتعالیٰ نے ان پر سے انعام ہٹا لیا ہے۔قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ عہد نبوت ظالموں کو نہیں ملتا اور کہ خداتعالیٰ کا غضب اس قوم پر ہوتا ہے جو نبیوں کا انکار کردیتی ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد سے حضرت مسیح موعود کے دعویٰ تک درمیانی زمانہ میں نبی کریم ﷺ کی ماتحتی سے اور آپ کے فیضان سے دعویٰ نبوت کرنے والا نبی کوئی نہیں ہوا، اور نہ ہونے سے کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔کیونکہ نبی بنانا یعنی نبوت پر مامور کرنا یہ خداتعالیٰ کا اختیار ہے اور اس نے فرمادیا ہے۔''اللہ اعلم حیث یجعل رسالته'' کہ خداتعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کہاں اور کس زمانہ میں اور کس کو وہ نبی اور رسول بنائے گا۔نبی کریم ﷺ کی نبوت تشریعہ پہلے بھی کافی تھی، اب بھی کافی ہے اور آئندہ بھی قیامت تک کافی ہوگی۔یہی شریعت جو انسان کو ہر قسم کے برکات دیتی ہے اور کسی ماتحت نبی کے آجانے سے پہلی نبوت کا ناکافی ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اس کی شان کا بلند اور بالا ہونا ثابت ہوتا ہے۔مرزاصاحب ابراہیم کی نسل میں سے ہیں۔نبی کریم ﷺ کے سمجھنے، ماننے والے ہیں۔وہ روحانی طور پر حضرت ابراہیم کی نسل ہیں اور اس لحاظ سے مرزاصاحب ابراہیم نسل سے ہوئے۔جسمانی طور پر ویسے ابنائے فارس میں سے ہیں۔

مرزاصاحب نے اپنے آپ کے متعلق فرمایا ہے کہ میں انبیائے فارس میں سے ہوں...... (کتاب البریہ حاشیہ ص۱۳۴، خزائن ج۱۳ ص۱۶۳) پر حسب ذیل عبارت ہے: اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں...... ہماری قوم مغل برلاس ہے۔اس کے حاشیہ پر ہے کہ: میں انبیائے فارس سے ہوں اور مرزاصاحب اپنے آپ کو مرزا کہتے تھے جو شاہزادگان فارس کا لقب ہے۔

(استفتاء عربی خاتمہ ص۷۷، خزائن ج۲۲ ص۷۰۳) پر''فانی قرابة فی کتب...... لامن الاقوام ترکیه'' کی عبارت ہے۔ لیکن ساتھ ہی کی سطر میں یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ خداتعالیٰ نے میرے آباؤاجداد میں نسل اسحاق اور نسل اسماعیل دونوں کو جمع کرلیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر رسول کریم ﷺ تک قرآن مجید میں جن انبیاء کا ذکر ہے، ان میں سے بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے ہیں اور ذریۃ کا لفظ محاورہ، قرآن کی رو سے صلبی نسل پر ہی صرف نہیں بولا جاتا بلکہ متبعین کو بھی ذریۃ کہتے ہیں۔ابراہیم علیہ السلام کے بعد انبیاء کا آنا آپ کی ذریۃ میں ثابت ہے۔خداوندتعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ابراہیمی نسل کے ماسوا بھی نوح علیہ السلام کی نسل میں سے نبی آتے رہیں گے۔سب انبیاء کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے۔قرآن میں صرف اتنا ہی ہے کہ:''وجعلنا فی ذریتهم النبوت'' کہ ہم نے مقرر کردیا نوح اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریۃ میں نبوت کو اور آبائی نسل کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابراہیمی نسل سے نہیں تھے۔کیونکہ ان کا کوئی باپ نہیں تھا۔اگر ماں کے لحاظ سے نسل مانی جاتی ہے تو مرزاصاحب مسیح موعود بھی نبی کریم ﷺ کی نسل سے ہیں اور ابراہیمی نسل سے ہیں۔ماں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابراہیمی نسل سے تھے۔سادات کے خاندان

سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ باوجود یہ کہ حضرت علیؓ موجود تھے۔ پھر بھی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ سادات اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کی نسل کہہ کر سید کہتے ہیں۔

آیت: ''واذ اخذ اللّٰہ...... الخ! (آل عمران: ۸۱) ''میں ''نبیین'' کا لفظ جو آیا ہے وہ رسول مقبول ﷺ سے پہلے انبیاء کو شامل ہے اور خود ایک اور آیت نے اس کی تفسیر کر دی ہے جس میں عام نبیوں کا ذکر کرنے کے بعد خاص نبیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور پھر شک کا لفظ علیحدہ بیان کر کے رسول مقبول ﷺ سے باقی نبیوں کا خاص ذکر الگ فرمایا ہے۔ اس آیت میں جو اوپر بیان کی گئی ہے اور جس میں شک کا لفظ ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ سورہ آل عمران میں میثاق النّبیین والی آیت سے پہلے نبی مراد ہیں۔ یہی رسول کریم ﷺ سے پہلے کے جس قدر نبی ہوئے ہیں وہ سب شامل ہیں جن سے عہد لیا گیا۔ سورۂ احزاب والی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں نبی کریم ﷺ کی ذات اور آپ سے پہلے نبی ہیں، آئندہ کے نبی نہیں۔ یہ تصریح کہ جس طرح پر نبی کریم ﷺ سے پہلے نبیوں سے عہد لیا جاتا رہا ہے کہ ہر نبی آئندہ نبی کی پیش گوئی کر جائے اور اپنی قوم کو آئندہ نبی کے ماننے کی تاکید کر جائے اور یہ عہد قرآن شریف کے اترتے وقت نبی کریم ﷺ سے بھی لیا گیا ہے۔ آئندہ آنے والے نبیوں سے بھی اس قسم کے عہد لئے جانے کی تصریح قرآن شریف کی کسی آیت سے مجھے اس وقت مستحضر نہیں۔ مرزاصاحب نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ آئندہ بھی نبی کریم ﷺ کی ماتحتی میں اور ان کی قوت قدسیہ سے میرے جیسے بیٹے قیامت تک ہو سکتے ہیں۔ ہر نبی سے عہد لینے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی امت کو پیش گوئی کر لے کہ آئندہ ایسا نبی آئے گا۔

مرزاصاحب نے اپنے جیسے نبیوں کے آنے کے متعلق قسم کھا کر بیان کیا ہے کہ قیامت تک ہو سکتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے بعد کسی شخص کا ذاتی نام لے کر پیش گوئی نہیں فرمائی۔ البتہ القاب، صفات، حالات، زمانہ علامات وغیرہ کے لحاظ سے پیش گوئیاں فرمائی ہیں۔ اس طرح حضرت مسیح موعود نے بھی قیامت تک آنحضرت ﷺ کے اپنے جیسے بیٹے ہونے کی پیش گوئی فرمائی ہے۔ ذاتی طور پر کسی کا نام لے کر آپ نے پیش گوئی نہیں فرمائی۔

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶،۴۰۷) پر غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی...... ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیش گوئی پوری ہو جائے...... کی عبارت ہے۔ اس عبارت کے بالکل ساتھ یہ الفاظ ہیں: ''۱۳سو برس ہجری میں...... گردن پر ہے۔'' اور اس سے پہلے (ص۳۹۰، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶) کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے اور (اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳) کتاب کا وہ شعر جو میں اپنے بیان میں درج کر چکا ہوں: ''فلا ولذی...... الی یوم بحشر'' بھی مدنظر رکھا جاوے۔ آیت: ''واذ اخذ میثاق...... الخ! (آل عمران: ۸۱) ''میں رسول کا لفظ نکرہ ہے۔ عام رسول بھی مراد ہیں۔ بلحاظ اس کے کہ نکرہ عمومیت کو چاہتا ہے اور کبھی تنوین، تنکیر تعظیم کے لئے آتا ہے۔ اس لئے ایک رسول بھی یعنی حضور مقبول ﷺ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

(حقیقت الوحی ص۱۳۰،۱۳۱، خزائن ج۲۲ ص۱۳۳،۱۳۴) پر قولہ تعالیٰ...... میں اس سے مطالبہ کروں گا...... کی عبارت ہے۔ اس کا ''ماقبل'' اور ''مابعد'' اس امر کی بحث ہے کہ آیا رسول مقبول ﷺ کا ماننا ضروری ہے یا نہیں۔ ایک شخص کا خیال تھا کہ ضروری نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود من جملہ اور آیات کے اس آیت سے یہی استدلال فرماتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ کا ماننا نہایت ضروری ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد ''اھدنا الصراط المستقیم'' کی آیت سے آئندہ کے لئے یہی استدلال فرماتے ہیں۔ (سورہ احزاب:۷) جس میں نبیوں سے میثاق لینے کا ذکر ہے، اس میثاق سے وہی میثاق مراد ہے جو سورہ آل عمران والی آیت میں ہے۔ کیونکہ سارے قرآن شریف میں نبیوں کے میثاق کی کوئی اور آیت نہیں ملی جو تفصیل اور تشریح کرے۔

تفسیر مدارک (ص۲۰۳) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’واخذنا میثاق ...... الخ!‘‘ کی تفسیر میں یہ الفاظ ہیں کہ نبیوں سے ہم نے عہد لیا۔ تبلیغ رسالت ’’والدعا الی الدین القیم ‘‘ مگر اس مفسر کا یہ خیال ہے۔ قرآن شریف میں ایسی قطعاً کوئی آیت نہیں ہے کہ ہم نے نبیوں سے اس بات کا عہد لیا تھا بلکہ قرآن میں اس عہد کا خود ذکر موجود ہے کہ بعد کے نبی کی تصدیق اور پیش گوئی کرنا میثاق تھا۔

(کشاف ج۲ ص۴۲۵) پر بھی اس آیت کی تفسیر میں بعینہٖ وہی الفاظ ہیں جو مدارک میں تھے۔ الفاظ حسب ذیل: ’’واذکر‘‘ میں ’’اخذنا من النّبیین جمیعاً میثاقھم ...... الی الدین القیم ‘‘ اوران سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مفسرین ایک دوسرے سے نقل کرتے ہیں۔ یہ بیان نہیں کرتے کہ آیا قرآن میں بھی اس قسم کا کوئی ذکر موجود ہے۔

(بیضاوی ج۴ ص۱۵۹) پر بھی اس آیت کی تفسیر میں وہی الفاظ ہیں جو کشاف اور مدارک میں ہیں۔ مگر یہ اس آیت کی تشریح نہیں جس سے میں نے استدلال کیا ہے کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا اور جس آیت میں خود خدا نے اپنے عہد کی تشریح اور تفسیر فرمادی ہے۔ یعنی آیت سورہ آل عمران (تفسیر الکبیر ج۶ ص۵۷۲) ’’ائمۃ الاولیٰ ‘‘ سے لے کر ’’وامرھم بالتبلیغ ‘‘ تک کے الفاظ ہیں۔ یعنی خدا نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ پہنچادیں۔ اس میں قطعاً اس امر کی تشریح نہیں ہے کہ کیا چیز پہنچائی جاوے۔ بلکہ پہلے لفظ سے خود میثاق کا اشارہ نکلتا ہے کہ میثاق پہنچادیں۔ بعض مفسرین نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ سورہ آل عمران کی میثاق النّبیین والی آیت مطلب ہے کہ ہر نبی سے یہ عہد لیا گیا کہ اپنے بعد میں آنے والے نبی کے متعلق پیش گوئی کردے اور اس قوم کو بتادے کہ تم نے اس کو ماننا ہوگا۔ یعنی مفسرین نے اس آیت میں رسول کے لفظ سے رسول مقبول ﷺ کی ذات ہی مراد لی ہے اور ہر رسول کی ذات بھی مراد لی ہے۔ مگر میثاق وہی ہے کہ آنے والے رسول کی تصدیق اور اس کی پیش گوئی کرے۔ (بخاری ج۲ ص۲۰۸) پر ’’ما من ...... خیرہ‘‘ کی عبارت ہے۔ (برکات الدعا ص۱۶، خزائن ج۶ ص۱۸) پر اس میں کچھ شک نہیں ...... تھا کہ الفاظ ہیں۔

(ازالہ اوہام ص۱۳۸، خزائن ج۳ ص۱۷۰) پر اور ہم پہلے اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں ...... حاصل نہیں ہوسکتے ...... کی عبارت ہے۔ اس کے ’’ماقبل‘‘ اور ’’مابعد‘‘ کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ (ایام الصلح ص۳۵، خزائن ج۱۴ ص۲۶۵) پر مگر چونکہ مقصد تھا ...... وجود ہی تھا ...... کی عبارت ہے۔ اس کا بھی ’’ماقبل‘‘ اور ’’مابعد‘‘ قابل ملاحظہ ہے۔

(حمامۃ البشریٰ ص۷۷، ۷۸، خزائن ج۷ ص۲۹۴، ۲۹۵، طبع اوّل) بغیر ترجمہ پر ’’الا ترالیٰ قول رسول ﷺ ...... فکانہ ‘‘ تک کی عبارت ہے۔ لیکن اس کے بعد کی سطریں بھی قابل غور ہیں۔ عربی زبان کی مشہور ڈکشنریاں بمثل لسان العرب، تاج العروس معتبر ہیں۔ بشرطیکہ وہ کسی لفظ کا ترجمہ کرتے وقت دلیل کے طور پر کسی عرب کی کلام سے یا محاورہ سے وہ سند پیش کریں۔ ان دونوں کتابوں کا ہر مطلب بیان کیا ہوا میرے لئے اس صورت میں معتبرہ ہے کہ وہ سند کے طور پر کوئی استشہاد پیش کریں اور یہ شرط قرآن شریف کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے صحیح اور غلط معنی کو مدنظر رکھنے کے لحاظ سے ہے۔ یہ دونوں کتابیں عام طور پر معتبر بھی ہیں۔ کیونکہ یہ ضخیم ہیں اور بڑی بھی ہیں۔ ’’منن الرحمٰن‘‘ مرزاصاحب کی کتاب ہے۔ اس کے حاشیہ متعلقہ (ص۸، خزائن ج۹ ص۱۵۲) پر حسب ذیل عبارت ہے: ’’لسان العرب تاج العروس میں جولغت کی نہایت معتبر کتابیں ہیں۔‘‘ تفسیر صافی شیعوں کی تصنیف ہے اور یہ حوالہ دیا ہے وہ مفسر کا اپنا قول نہیں بلکہ اس نے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی ہے۔

تفسیر صافی میرے نزدیک اس رنگ میں مستند نہیں ہے کہ اس مفسر کا قول ہے بلکہ اس میں جو باتیں قرآن کے مطابق ہوں گی اور قرآن شریف کی تائید وتصدیق میں جن احادیث کے وہ مطابق ہوں گی اس لئے کہ ہماری کتابوں میں ان کی تائیدیں پائی جاتی ہیں۔ ان سے کسی حوالہ کا دیکھنا برا نہیں ہے۔ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ تفسیر صافی کا قائل یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جو قرآن شریف موجودہ قرآن شریف ہے جس کی

وہ خود تفسیر لکھ رہا ہے کہ وہ قرآن نہیں ہے۔ میں نے تفسیر صافی کو بعض جگہوں سے دیکھا ہے۔ جو کتاب اب مجھے دکھلائی گئی ہے میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا ہے کہ وہ وہی کتاب ہے۔ من وعن اپنے تمام الفاظ کے ساتھ جو کہ میں نے پیش کی تھی جو اس کتاب کے شروع میں یہ الفاظ لکھے ہوئے موجود ہیں: ’’هذالكتاب المسمى بالصافى فى تفسير كلام الله الوافى الكافى الشافى ‘‘جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام وافی، کافی، شافی کی یہ تفسیر ہے۔ اس کے (ص۱۳) پر یہ الفاظ ہیں کہ: ’’اقوال المصطفیٰ...... عنه رسول ‘‘اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں کہتا ہوں۔ حاصل شدہ امران تمام خبروں سے اور دیگر روایتوں سے جو اہل بیت کے طریق سے ہیں کہ وہ قرآن جو ہمارے اندر ہے۔ وہ پورا کا پورا ویسا نہیں جو محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتارا گیا۔ بلکہ اس میں بعض وہ بھی ہے جو خلاف ہے۔ اس کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور بعض وہ بھی ہے جو بولا گیا ہے اور تحریف کیا گیا اور تحقیق اس سے حذف کی گئی ہے۔ اکثر چیزیں مثلاً حضرت علیؓ کا نام بہت سی جگہوں میں یا آل محمد کا نام بعض جگہوں میں یا منافقوں کا نام بعض جگہوں میں یا ایسا ہی یا کچھ اور کہ وہ قرآن جو ہمارے اندر ہے، وہ نہیں ہے۔ اس ترتیب پر جو خدا کے رسول کو پسندیدہ تھی۔ آگے چند سطروں کے بعد لکھا ہے۔ انتہی کلامہ کہ اس کی کلام ختم ہوگئی اور لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں: ’’ويرد علىٰ هذاكله اشكال ‘‘کہ ان تمام باتوں پر بہت سے اشکال اور اعتراضات وارد ہوئے ہیں۔ اس کے متعلق تقریباً سارا صفحہ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صحیح مذہب اس عبارت کے خلاف ہے جس کا اوپر ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن محرف اور مبدل نہیں ہے، قابل ملاحظہ ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ جو کتاب میں نے پیش کی تھی جس کے شروع پر کیا الفاظ ہیں۔ تمام وہ کتابیں کہ جس کے مصنّفین کا حال ہمیں معلوم ہو یا معلوم نہ ہو۔ اس صورت میں معتبر ہوں گی۔ جب قرآن شریف کی تصدیق یافتہ ہوگی۔ کوئی دستاویز اشتہار یا پمفلٹ یا رسالہ یا کتاب اپنے مضامین کے لحاظ سے بھی معتبر ہوگی۔ جب کہ قرآن شریف کی تصدیق یافتہ ہو اور اگر وہ واقعہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو وہ اس واقع کے متعلق بھی معتبر ہوسکتی ہے۔ جب کہ اسی انسان کی تحریرات کے خلاف نہ ہو جس کی طرف دستاویز منسوب ہے۔ اگر کسی انسان کی دستاویز ہمارے سامنے پیش کی جاوے، اس رنگ میں کہ اس کے دستخط تو اس پر اس کے نیچے نہیں ہیں۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ یا اس کے اخیر میں اس کا نام لکھا ہوا موجود ہے کہ یہ اس کا مضمون ہے اور اس کی زندگی میں وہ دستاویز شائع ہوجاتی ہے۔ اس کو مخالفین بھی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں کہ لوگ ان کو مخالف سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ خود اس میں مخالف ہوں یا نہ ہوں اور اس دستاویز کا منسوب شدہ شخص اس کا انکار نہیں کرتا یا وہ شخص جس کی دستاویز پیش کی جارہی ہے۔ بقید حیات ہو کہ اس سے پوچھا جاسکے۔ لیکن جس امر کی وہ دستاویز ہے۔ اس امر کے متعلق تنازعہ ہوچکا ہے اور اثنائے تنازعہ میں وہ دستاویز حاصل کی گئی ہے یا ایسی ہی اور شقیں جو’’سول لاء‘‘ میں کسی دستاویز کے معتبر ہونے کے متعلق مروج ہیں تو ان کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ جو دستاویز اب مجھے دکھلائی گئی ہے وہی اشتہار ہے جو میں نے پیش کیا ہے۔ اس اشتہار میں کوئی تاریخ اشاعت درج نہیں اور نہ ہی اس کے لکھنے کی تاریخ اس میں درج ہے۔ کسی دستخط کے نیچے بھی کوئی تاریخ درج نہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ اشتہار کب کا شائع شدہ ہے۔ البتہ جن عبارتوں پر یہ فتویٰ لگایا گیا ہے ان میں سے بعض عبارتوں کو میں نے یہ کئی رسالوں سے دیکھا ہوا ہے۔

کتاب’’تقویۃ الایمان‘‘ جو اب میرے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں یہ یقینی نہیں کہہ سکتا کہ وہ مولوی اسماعیل صاحب کی ہے اور کہ (تقویت الایمان ص۳۱) کا حوالہ اس مشتہر نے کس عبارت کے تعلق سے دیا ہے۔ مجھے اس وقت متحضر نہیں ہے کہ کتاب ’’تقویت الایمان‘‘ میں سے ان عبارتوں میں سے کوئی عبارت ہے جو اس اشتہار میں درج ہے۔ میں نے تحقیقات نہیں کی کہ بہاول پور میں کوئی شخص عبدالنبی کے نام کا بھی ہے یا نہیں۔ جس کا اس اشتہار پر نام ہے اور نہ مجھے اس کے دریافت کرنے کی ضرورت تھی۔ اس اشتہار میں جن لوگوں کے نام درج ہیں، فتویٰ لگانے کے لحاظ سے میں نے ضرورت نہیں سمجھی کہ ان سے جاکر دریافت کروں اور نہ ان لوگوں سے ملاقی

ہوا ہوں۔ یہ فتویٰ میں نے ایسے رنگ میں پیش کیا تھا جس طرح ہر فریق مخالف کی طرف سے بغیر جاننے کے لوگوں کے فتوے ہمارے خلاف پیش کئے گئے تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ محمد ابراہیم بھا گلپوری مشتہر کون ہے۔کوئی مشہور آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے سوا سو روپیہ انعام دینے کا بھی اشتہار میں ذکر کیا ہے۔ اس فتویٰ کی صحت اور سقم کے متعلق مشتہر جانتا ہے۔ البتہ میں یہ جانتا ہوں کہ اس میں جو بعض عبارتیں درج ہیں وہ صحیح ہیں اور میں نے بھی ان کو اصل کتابوں سے پیش کیا ہے۔

حافظ روشن علی صاحب احمدی میرے استاد ہیں۔ حضرت مسیح موعود خلیفہ اوّل اور خلیفہ ثانی کی کتابوں کے سوا کوئی کتاب مجھ پر حجت نہیں۔ حافظ روشن علی صاحب کی کسی کتاب سے وہی بات میرے لئے مستند اور حجت ہوگی جس کی تائید حضرت مسیح موعود یا آپ کے خلفاء کی اپنی تحریروں سے ہوتی ہو، خواہ اعتقادیات کی ہو، خواہ عملیات کی۔ جو کتاب فقہ احمدی حصہ اوّل میں پیش کی گئی ہے یہ حافظ روشن علی کی ہے۔ اس کے صفحہ پر یہ عبارت ہے۔ آنحضرت ﷺ اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا اور حضرت مسیح موعود کے بعد ایسے نبیوں کا آنا ممکن ہے جو تابع شریعت محمدیہ ہوں۔ جہاں تک اس عبارت کی مسیح موعود کی کلام سے تائید ہوتی ہے اور اگلا فقرہ کہ مسیح موعود کی غلامی کے حلقہ بگوش۔ اس سے صرف شرط مراد ہو، تائید ہوتی ہے۔ ایک انسان اگر کلمہ ’’لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ پڑھتا ہے اور ان چیزوں کا بھی اقرار کرتا ہے جن کے ماننے سے ایک انسان مسلمان کہلاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ان صفات کا انکار کرتا ہے جو قرآن وحدیث میں صریح طور پر بیان ہیں۔ کبھی صاف طور پر وہ یہ کہتا ہے کہ میں ان کو نہیں مانتا تو وہ منکر صفات ہے اور مدعی اسلام سمجھا جائے گا۔ وہ کافر صفات الٰہیہ کہا جائے گا۔ کسی مدعی اسلام سے بائیکاٹ کرنا پس دین وغیرہ کے بارہ میں جن میں شریعت نے اپنی مرضی کو دخل نہیں دیا اور مجبور کیا ہے۔ ان معاملات میں ایسے انسان کو عام دوسرے مدعیان اسلام کی طرح سمجھا جائے گا۔ اگر وہ باتیں جو آیت: ’’اولٰئک ھم المؤمنون حقا (انفال:۴)‘‘ سے پہلے مذکور ہیں۔ اپنے تمام مشروط اور تفاصیل کے ساتھ بکمال تمام کسی شخص کے اندر پائی جاتی ہیں۔ وہ اس آیت کا مصداق ہوگا۔ یہ ایک مروج فقرہ ہے کہ ہر ایک شخص کی اپنی اصطلاح ہوتی ہے اور اس اصطلاح کو مدنظر رکھ کر ہی اس شخص کی کلام کا مطلب سمجھا جاتا ہے۔ ہر فن میں بھی اصطلاحات ہوسکتی ہیں۔ کسی شخص کے بیان کردہ مصطلحات کا علم ہوئے بغیر اس کی کلام کو اپنے خیال کے مطابق ڈھال لینا، ایسے رنگ میں کہ اس شخص کی تصریحات کے خلاف ہو، نہایت نامناسب بات ہے۔

صوفیائے کرام جن اصطلاحوں کے متعلق یہ کہہ دیں کہ ہماری یہ خاص اصطلاحیں ہیں اور ویسی اصطلاحیں اس شخص کی نہ ہوں جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے یا صوفیائے کرام کی وہ اصطلاحیں واقعی طور پر مروج بھی نہ ہوں تو پھر انہیں رنگ میں ان اصطلاحوں کو لیا جائے گا جن میں انہوں نے بیان کیا۔ بشرطیکہ وہ تصریح کر دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صوفیائے کرام نے جو بھی اسلام اور کفر کے معنی لئے ہیں یا موت وحیات کے معنی لئے ہیں وہ صحیح لئے ہیں اور قرآن وحدیث اور زبان عربی کے ماتحت لئے ہیں۔ کسی خاص شخص کے اصطلاحی معنی جو قرآن، حدیث اور عربی کے خلاف ہوں، ان سے میں واقف نہیں ہوں اور میرے خیال میں ایسی کوئی اصطلاح ہے ہی نہیں۔ مجھے کفر اور اسلام کے معنی قرآن اور حدیث کی رو سے نہ ماننے اور ماننے اور انکار کرنے اور تسلیم کرنے یا ناقدری کرنے اور کامل فرمانبرداری کرنے کے سوا اور معنی ثابت ہونے معلوم نہیں ہیں۔ مسیح موعود کو ماننا قرآن شریف اور حدیث کا مسئلہ ہے اور قرآن اور حدیث پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اجماع اس مسئلہ میں ہوا کرتا ہے جس کا قرآن اور حدیث میں صریحاً ذکر نہ ہوا اور اجتہاد کے متعلق وہ مسئلہ ہو۔ چونکہ مسیح موعود کی پیش گوئی احادیث میں موجود ہے۔ مختلف علامات کے لحاظ سے بھی قرآن کریم میں بھی آئندہ امت محمدیہ میں خلفاء محدثین وغیرہ آنے کی پیش گوئی موجود ہے۔ اس لئے اس کا ماننا نہایت ضروری ہوگیا۔ اجتہاد کا مسئلہ بھی نہ رہا۔ اس لئے اجماع کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

فریقین اوراس کے مختار حاضر ...... ۲۷؍مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان مولوی غلام احمد مجاہد گواہ باقرار صالح ......فریق ثانی

میں نے خاتم کے جو معنی کل بیان کئے ہیں وہ عربی زبان کے لحاظ سے ہیں۔ لغت کی جن کتابوں کا میں نے کل ذکر کیا تھا، ان میں خاتم النّبیین کا مرکب لفظ لکھ کر عربی زبان کی استشہاد سے کوئی ایسی ہی مثال پیش کرنے کے بعد کوئی خاص طور پر معنی زبان عربی کی رو سے نہیں کئے گئے۔ کوئی اپنے خیال سے بیان کرے تو یہ اور بات ہے۔ ہاں! علیحدہ علیحدہ الفاظ کو مدنظر رکھتے ہوئے، انہوں نے خاتم کے معنی زبان عربی کی رو سے کئے ہیں جو میں نے بیان کردیئے ہیں اور میں نے استشہاداً عرب لوگوں کے بیان کردہ محاورہ اور الفاظ بھی بیان کردیئے ہیں۔ ’’منتہی الارب‘‘ میرے نزدیک مسلم کتاب نہیں ہے۔

(قاموس ج۴ ص۱۰۳،۱۰۴) پر یہ الفاظ ہیں: ’’والخاتم مایوضع ...... ‘‘ (مجمع البحار ج۱ ص۳۲۹،۳۳۰) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’استودع اللہ امانتک وخواتیم عملک الی اواخرہ ‘‘ مراد اس سے اعلیٰ درجہ کے اعمال میں دوسری جگہ یہ عبارت ہے: ’’اوتیت جوامع الکلم وخواتیم ...... معدن لھا ...... لانبی بعدہ: والقرایت ...... بقعر: والخاتم ...... صلعم: بالفتح اسم ای اخرہ وبالکسر اسم فاعل ‘‘ ان عبارتوں کے ساتھ اس کتاب کا تکملہ (ص۸۵) بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ (مفردات راغب ص۱۴۲) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’وخاتم النبی ...... منقطع ‘‘ اس میں ’’النبوت‘‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو خاص معنی رکھتا ہے۔ یعنی شرعی نبوت اس کتاب میں قرآن شریف کے الفاظ کی تشریح ہے۔

(بحرالمحیط ص۵۰۰) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’الخاتم، الخاتم، الختام وآخر القوم جمع خواتم ‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۱۴، خزائن ج۳ ص۴۳۱) پر ہے۔ اکیسویں آیت یہ ہے: ’’خاتم النّبیین‘‘ اور اس کے نیچے اس کا ترجمہ بھی ہے۔ اس کے ساتھ سارا صفحہ قابل ملاحظہ ہے۔ ’’خاتم المہاجرین‘‘ کا جو لفظ میں نے اپنے بیان میں استعمال کیا ہے اور جو حضرت عباسؓ کے متعلق ہے۔ اس کے معنی بلحاظ درجہ اور شان اور مکہ سے ہجرت کرنے کے آخر کے ہیں۔ یعنی مکہ سے ان کے بعد ہجرت جائز نہیں۔ ویسے ہی حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد شرعی ہجرت جائز نہیں اور جیسے حضرت عباسؓ کا درجہ ہجرت میں ہے ویسا درجہ بعد کے ہجرت کرنے والوں کا نہیں ہوگا۔ اس سے ’’المہاجرین‘‘ میں پہلے مہاجر بھی مراد ہیں اور پچھلے بھی دونوں ہوسکتے ہیں۔ اگر یہاں خاتم کے معنی آخر کے لئے جائیں گے تو آخر سے مراد آخری ہوگا۔ فقید المثال نہیں تو پھر آخری ہونا ان کا مکہ سے ہجرت کرنے کے لحاظ سے ہے اور اگر آخر سے مراد فقید المثال یا بڑا درجہ ہے تو آئندہ آنے والے مہاجرین کے لحاظ سے مرتبہ کے لحاظ سے پہلے مہاجرین شامل نہیں ہوں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد جس قسم کے نبی آئے ان کو مدنظر رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ان نبیوں کے آخری نبی تھے۔ سلسلہ موسویہ کے نبیوں کے لحاظ سے ان انبیاء کا خاتم بھی عیسیٰ علیہ السلام کو کہا جاسکتا ہے۔

(تحفہ گولڑویہ ص۲۳ تا ۲۵، خزائن ج۱۷ ص۱۲۳ تا ۱۲۸ طبع دوم) پر یہ عبارتیں ہیں اور اس مماثلت کے لحاظ سے ...... خاتم الانبیاء تھا۔ حدیث متفق علیہ ثابت ہے۔ اکمل اور اتم طور پر ہوجاتا۔ پس اگر فرض کریں ...... خاتم الانبیاء سے پہلے حوالہ میں موسوی خلیفوں کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں اور دوسرے حوالہ میں سلسلہ اور تیسرے میں سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں خاص طور پر مدنظر رکھنے کے قابل ہیں۔ خطبہ الہامیہ کے اخیر میں (ص الف اور ب، خزائن ج۱۶ ص۳۰۹) پرحسب ذیل عبارتیں ہیں: ’’ثم اعلم ...... خاتم المرسلین ‘‘ مگر اس میں سلسلہ کلیمیہ کے الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں اور خاتم کے بارہ میں مرزاصاحب کی جس قدر عبارتیں پیش کی جارہی ہیں، ان میں یہ تصریح

نہیں ہے کہ آیا خاتم ''ت'' کی زیر کے ساتھ ہے یا خاتم ''ت'' کی زبر کے ساتھ ہے۔

(تریاق القلوب ص۱۵۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۹) پر حسب ذیل عبارت ہے۔ منجملہ ان کے یہ ہے...... میں ان کے لئے خاتم الاولاد اس کی تشریح اس مضمون میں (ص۱۵۷، خزائن ج۱۵ ص۴۷۹) تک طبع ثانی میں مدنظر رہے۔ اس کتاب کے (ص۱۵۸، خزائن ج۱۵ ص۴۸۲) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''وعلیٰ قدم شیث...... فھو خاتم الاولاد'' اس کے نیچے اس کا ترجمہ ہر دو میں بھی دیا ہوا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہ ہوگا اور وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا۔ اس سے پہلے کا فقرہ بھی قابل ملاحظہ ہے جو یہ ہے: یعنی کامل انسانوں میں سے...... ہوگا۔ خبیث اور طیب کی امتیاز اس آیت میں جو میں نے پیش کی ہے بذریعہ غیب الٰہی کے ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مجتبیٰ رسولوں پر ظاہر ہوا کرے گا اور یہی اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ایمان کے لحاظ سے جو طیب اور خبیث ہوتا ہے ان کا پتہ ان مجتبیٰ رسولوں کی آمد سے ہی ہوتا ہے۔ بوجہ ان کے مان جانے یا نہ ماننے کے خبیث اور طیب کا امتیاز اس آیت میں جس کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے، رسولوں کی آمد اور ان کی آمد کے بعد ان پر ایمان لانے سے ہوتا ہے اور ان رسولوں کا آنا شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے۔ اس آیت میں: ''وان تومنوا وتتقوا (محمد:۳۶)'' میں جس ایمان اور تقویٰ کا ذکر ہے اس ایمان کو خود خدا تعالیٰ نے بھی اس جملہ سے پہلے اس آیت میں ''فآمنوا باللّٰہ ورسلہ (التغابن:۸)'' فرما کر ظاہر کر دیا ہے کہ وہ ایمان مراد ہے جو ہمارے اس حکم کے مطابق ان مجتبیٰ رسولوں پر لانے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ اس آیت میں ''من رسلہ'' سے مراد وہ رسول ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اظہار علی الغیب کرے گا۔

ہمارے اعتقاد میں بھی قرآن شریف کے بعد قیامت تک کوئی شرعی کتاب نہیں آئے گی۔ یہی کامل شریعت ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی۔ البتہ اس شریعت کے متبع غیر شرعی بالافادہ انبیاء قیامت تک آسکتے ہیں۔ یہ شریعت محمدیہ بلحاظ اشیاء خوردنی و پوشیدنی کے حالت اور وقت کا حکم بتاتی ہے اور یہی حلال و حرام، خبیث اور طیب اشیاء کی وضاحت کے لئے قیامت تک کافی ہے۔ مگر وہ ایمان جو اس شریعت پر ایک انسان لانے کا اظہار کرے گا اس ایمان کے اندر معلوم کرنے کے لئے کہ واقعی یہ خالص ایمان ہے یا ناقص۔ ان کا امتیاز کرنے کے لئے اس شریعت محمدیہ کے ماتحت انبیاء اور رسل آئیں گے۔ پھر ماننے والا افضل ہو جائے گا اور طیب کہلائے گا اور نہ ماننے والا خبیث کہلائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ''اکل وشرب'' کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ایمان کے مدعیوں اور دعویداروں کا ذکر کر کے بتلایا ہے کہ ان کے خبیث اور طیب کا فرق بذریعہ اظہار علی الغیب کے ہوگا جو رسولوں پر کیا جائے گا۔

چنانچہ فرمایا: ''فآمنوا باللّٰہ ورسولہ'' کہ جب کبھی ایسے رسول آئیں تو ان کو مان لیا کرنا۔ آیت مذکورہ بالا میں رسل کا لفظ سے غیر شرعی رسول مراد ہیں۔ ہر ایک آیت میں رسول اور نبی کا لفظ جو استعمال ہوگا وہ قرآن شریف کے یہاں فرمودہ فرائض کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس آیت میں بیان ہوں گی یا دوسری آیتوں میں تصریحات ہوں گی، ان کی بناء پر ہر جگہ علیحدہ علیحدہ مراد ہوگا۔ کسی جگہ شرعی اور غیر شرعی دونوں کسی جگہ صرف شرعی، کسی جگہ غیر شرعی اس کے معنی محدث بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی ایک لحاظ سے نبی ہوتا ہے اور محدث کے معنی ہیں کہ جسے مکالمہ ومخاطبہ اللہ کا حاصل ہو۔ حضرت عمرؓ کے بارہ میں جو محدث لفظ استعمال کر کے نبی کریم ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی ہے جس کو میں اپنے بیان میں ذکر کر چکا ہوں۔ تاریخ الخلفاء کے حوالہ سے ان معنوں میں حضرت عمرؓ بھی محدث تھے۔

رسولوں کا بھیجنا یا نبیوں کا بھیجنا خدا تعالیٰ کا کام ہے اور اس نے فرمادیا ہے۔ ''اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ'' کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ کہاں اور کس جگہ اور کس کو نبی اور رسول مقرر کرے۔ کسی نبی کے آنے کی خاص طور پر زمانہ کے لحاظ سے کسی خاص زمانہ یا صدی کا نام لے کر تخصیص نہیں کی گئی۔ ہاں! استدلال سے معلوم ہوسکتا ہے۔ آیات ذیل: ''ولقد اوحی...... عملک الہ کذالک

یوحی...... حکیم ''جو سورہ زمر:۶۵ اور شوریٰ:۳ سے بیان کی گئی ہیں۔ ان میں حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ سے پہلے کی وحی کا ذکر ہے۔ چونکہ آپ پر شرعی وحی ہوئی ہے اور آپ سے پہلے بھی شرعی وحی ہوتی رہی ہیں۔ اس لئے ان دو آیات میں آئندہ وحی کا ذکر کرنا اس امر کا وہم ڈالتا تھا کہ شاید ویسی شرعی وحی آئندہ بھی ہوگی، ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد شرعی وحی منقطع اور بالکل بند ہے۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے شرعی وحی بھی ہوتی تھی اور غیر شرعی بالاستقلال وحی بھی ہوتی تھی۔ قرآن شریف کی آیات میں بعد کے لفظ کی تخصیص کے ساتھ مطلق وحی کا اس رنگ میں تو ذکر نہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد یا یہ کہ محمد ﷺ کے بعد وحی ہوگی۔ ہاں! اس رنگ میں کہ آپ کی امت کو خیر امت قرار دے کر اور آپ کے تمام انبیاء سے افضل اور اعلیٰ قرار دے کر اور بہترین انعام کلام الٰہی و بشارات خداوندی قرار دے کر کئی آیتوں میں تصریح فرمادی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے طفیل اور اتباع کی برکت سے اس امت محمدیہ میں غیر شرعی وحی کا دروازہ کھلا ہے۔

چنانچہ کچھ آیتیں میں نے بیان میں مفصل بیان کردی ہیں۔ خداوند تعالیٰ کا زمین میں کسی کو خلیفہ بنانے سے یہ مراد ہے کہ اس کو لوگوں کے لئے نبی بنایا جاوے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ''انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ (البقرۃ:۳۰)'' یا داؤد علیہ السلام کے لئے فرمایا: ''یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض (ص:۲۶)'' اور یہ دونوں نبی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ کا خلیفہ بنانے سے یہی مراد ہے کہ ان کو نبی بنا کر مبعوث کیا جاوے مخلوقات کی ہدایت کے لئے۔ داؤد علیہ السلام نبی بھی تھے اور اپنی بعد کی عمر میں باشاہ بھی ہوگئے تھے۔ جیسے کہ آنحضرت ﷺ۔

حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے۔ ان کی بادشاہت کرنے کے متعلق کوئی تصریح قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ خلیفہ کا لفظ قرآن شریف میں خاص شخص کے لئے جو استعمال ہوا ہے وہ داؤد اور آدم کی ذوات بابرکات ہیں۔ چونکہ خدا نے ان کو خلیفہ بنایا ہے اور ان کے لئے لفظ خلیفہ استعمال فرمایا ہے۔ یہ دونوں نبی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ خداتعالیٰ کا مطلب خلیفہ سے نبی ہوتا ہے اور خلیفہ بنانے سے نبی مبعوث کرنا مراد ہوتا ہے۔ حاکم ہونا اس کے واسطے ضروری نہیں۔ ہو یا نہ ہو یعنی اس کا بادشاہ وقت ہونا یا بادشاہ وقت نہ ہونا۔ اس امر کی کوئی قید نہیں ہے۔ کیونکہ بعض انبیاء محکوم بھی ہوئے ہیں اور بعض انبیاء حاکم بھی ہوئے ہیں۔ لہٰذا دونوں مفہوم اس کے اندر مراد ہوں گے۔ یعنی خلیفہ بمعنی نبی جو حاکم ہو اور خلیفہ بمعنی نبی جو محکوم ہو۔

''وعد اللہ الذین آمنوا'' والی آیت میں پہلی امتوں کے خلفاء کی مثال دے کر آئندہ خلفاء کا وعدہ دیا گیا ہے۔ پہلی امتوں میں دونوں قسم کے خلفاء تھے۔ یعنی نبی اور نبیوں کے جانشین۔ لہٰذا اس امت محمدیہ میں بھی جن خلفاء کا وعدہ ہے ان سے نبی بھی ہیں اور نبیوں کے جانشین بھی دونوں واضح طور پر مراد ہیں۔ لہٰذا خلفاء راشدین مہدیین یہی مراد ہوسکتے ہیں اور ایسے انبیاء جو رسول مقبول کے طفیل سے نبی نہیں بنے وہ بھی اور نبیوں کے خلفاء بھی۔ خلفاء کا لفظ لغت کے لحاظ سے قرآن کریم ﷺ میں بوجہ ایک قوم کے پیچھے دوسری آباد ہونے والی قوم کو جانشین قرار دینے کے بھی استعمال ہوا ہے۔ اس میں کفار اور مؤمن دونوں ہوسکتے ہیں۔ مگر امت محمدیہ کو جن خلفاء کا وعدہ ہے وہ کافر خلفاء مراد نہیں۔ اس آیت میں جو یہ الفاظ: ''ولیمکنن طمعہ...... لنا'' ان سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ وہ آنے والے خلفاء اپنے دین کو دنیا میں خود اجراء کرنے کی طاقت رکھتے ہوں گے بلکہ اس میں یہ تصریح ہے کہ خداتعالیٰ ان کے دین کو مضبوط کردے گا اور دنیا ہزار کوشش کرے کہ ان کا دین ان کی تعلیم نہ پھیلے۔ لیکن وہ ناکام رہے گی اور خداتعالیٰ ان کی تعلیم اور ان کی باتوں کو دنیا میں ترقی پذیر کرے گا۔ کیونکہ جن خلفاء کی مثال دی گئی ہے کہ ویسے خلفاء اس امت میں ہوں گے۔ ان سب پہلی امتوں کے خلفاء کو اپنے اپنے دین جاری کرنے کی قدرت سیاسی طور پر نہیں ملی اور نہ یہ ضروری ہے۔

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے، ویسے ہی آنحضرت ﷺ بھی تمام انسانوں کی طرف قیامت تک رسول ہیں۔ اس لئے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام نبی اسرائیل کی طرف نبی ہونے کے باوجود بہت سارے بعد میں نبی آ جانے سے موسیٰ علیہ السلام کی بعثت عامہ میں کوئی خلل اور رخنہ نہیں پڑتا۔ حالانکہ وہ بعد کے آنے والے نبی موسیٰ کی اتباع کی برکت سے نبی نہ کہلاتے تھے بلکہ بالاستقلال تھے۔ ویسے ہی آنحضرت ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی اتباع اور برکت سے کسی نبی کے آ جانے پر آنحضرت ﷺ کی رسالت عام میں کوئی خلل یا رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ حضرت عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے جو یہ فقرہ فرمایا: ''فیکم النبوۃ والملکت'' اس فقرہ میں جو کم کا لفظ ہے۔ اس سے مراد امت محمدیہ ﷺ ہے۔ اس میں مخاطب کرنے سے مراد حضرت عباسؓ کی ذات مراد نہیں بلکہ امت محمدیہ مراد ہے۔ خلفاء راشدین کی خلافت منہاج نبوت پر تھی۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے اشاعت کے لئے آپ کی نیابت میں تھی۔ ''انا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولافخر'' والی حدیث میں تمام اوّلین وآخرین مراد ہیں۔ یعنی ''انبیاء اوّلین وآخرین'' اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں تمام انبیاء مراد ہیں۔ کیونکہ نبی اپنی امت سے بہرحال افضل ہوتا ہے۔ وہ فخر کی جگہ نہیں کہ جس کو خاص طور پر فخر کے طور پر بیان کیا جاوے اور اس لئے بھی کہ اگر ''آخرین'' سے نبی مراد نہ لئے جاویں بلکہ عام مؤمن مراد لئے جاویں تو ''اوّلین'' سے بھی پھر عام مؤمن مراد لینے پڑیں گے اور رسول مقبول ﷺ کی فضیلت پہلی امتوں کے عام مؤمنوں سے ہوگی نہ کہ انبیاء سے۔ حالانکہ یہ معنی رسول مقبول ﷺ کی دوسری تصریحات کے اور احادیث کے خلاف ہے۔ اس لئے بھی کہ اگر ''آخرین'' سے مراد بعد کے صرف مؤمن ہیں تو ان سے افضل ابوبکرؓ بھی ہیں۔ پھر حضور ﷺ کا حقیقت اظہار فرما کر ''ولافخر'' کہنا کوئی خاص رنگ نہیں رکھتا۔ کیونکہ دوسرے بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۵)

(باب فضائل سید المرسلین) پر یہ حدیث ہے: ''اناسید ولدآدم یوم القیامۃ ولافخر'' یعنی آنحضرت ﷺ تمام نبیوں سے جو پہلے ہو چکے یا بعد میں آئیں گے، افضل ہیں۔

(الیواقیت والجواہر ج۲ ص۷۳) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''وعبارت الشیخ...... بالولائت'' حضرت مسیح موعود نے یہ تصریح فرمائی۔ صحابہ سے ملا، جب مجھ کو پایا اور یہ قرآنی آیات کا اور احادیث کا مطلب ہے جو آپ نے اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے مجھ کو مان لیا وہ درجہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے صحابہ سے مل گیا۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ ص۲۵۸،۲۵۹) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''فمن دخل...... المتدبرین'' اور اس میں آخرین قسم والی آیت سے استدلال کیا ہے اور اس کے نیچے ہر دو ترجمہ۔ پس وہ...... پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کتاب میں یہ ترجمہ حضرت مسیح موعود ہی کا ہو۔ مگر یہ ترجمہ تحت اللفظ ہے اور صحیح ہے۔ مگر عبارت کا مفہوم وہی ہوگا جو حضرت مسیح موعود کی دیگر تصریحات کے مطابق ہو۔ صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب شدہ بات کہ انہوں نے کہ ہے یا کہی ہے یا تحقیق کی ہے۔ اگر قرآن شریف کے مطابق ہے تو قابل قبول ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب شدہ بات کو ثابت شدہ اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ ان تک روایت پہنچی ہے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ سب روایتیں اپنے اسناد کے لحاظ سے صحیح ہو سکتی ہیں۔ لیکن قرآن شریف کے قطعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ محض غلط ہیں اور اگر ثابت شدہ کا لفظ کسی اور معنی میں استعمال ہوتا ہو تو بیان کیا جاوے۔ میں اس کے مطابق اپنا جواب لکھا دوں گا۔

میرے بیان کردہ معیار کے مطابق میں قرآنی قطعیت کے معیار کی رو سے اگر کوئی دینی مسئلہ صحابہ کا بیان کردہ ہو تو وہ بہرحال راجح ہوگا۔ کسی ایک صحابی کا بیان کردہ تطابق اگر قرآن کے مطابق ہے، ہو کر بیان کیا گیا ہے اور واقعی مطابق ہے۔ زبان عربی سے بھی اس

کی تائید ہوتی ہے، دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہوگئی ہے اور دیگر صحابہ کے اجماع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے تو وہ راجح ہوگا۔ لیکن کسی صحابی کا ذاتی خیال راجح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس نے بھی اس امر کی تصریح کی ہے کہ بعض صحابہ اپنے فتویٰ اور اجتہاد میں ویسے نہیں جیسے دوسرے اور احادیث سے بھی صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بعض صحابہ نے آنحضرت ﷺ کے ایک ارشاد کی کچھ مراد لی۔ مگر وہ محض غلط ثابت ہوئی۔ اگر کسی غیر صحابی کی تحقیق بشرطیکہ قرآن شریف کے صریح مضمون ومفہوم کے مطابق ہو، عربی زبان کی سندات ساتھ رکھتی ہو۔ دیگر احادیث کی تائید بھی رکھتی ہو تو صحابی کی تحقیق سے مقدم ہے نہ اس لئے کہ وہ اس کی ذاتی تحقیق ہے۔ بلکہ اس لئے کہ قرآن کریم اور عربی زبان کی سندات اور ان احادیث کی سندات جو صحابہ کی موجودگی میں سب کی سب صحابہ کو معلوم نہ تھیں اور نہ مدون ومرتب ہوئی تھیں۔ اس کی تائید میں ہیں جو میں نے شرطیں اوپر بیان کی ہیں۔ ان کے بیان کرنے کے بغیر کوئی غیر صحابی کوئی تحقیق پیش کرتا ہے۔ اگر وہ پیش کرنے والا خداتعالیٰ کی طرف سے ملہم ومامور نہیں ہے کہ جس کی وحی والہام کی تصدیق وتائید قرآن پاک کی تصریحات سے ہوچکی ہو۔ بلکہ عام شخص ہے تو اس کی ذاتی رائے اوپر کی شرائط سے علیحدہ کر کے صحابی کی بیان کردہ شدہ تصریح سے سننے والے اور ماننے والے کے اختیار پر ہوگی کہ اسے راجح سمجھے یا نہ سمجھے۔ کسی حدیث کو قرآن کی مطابقت میں صحیح قرار دینے والا خود مختار ہے کہ وہ اپنے استدلال کی رو سے اسے مطابق قرار دے یا تصریح کے لحاظ سے مطابق قرار دے۔

کتاب (شہادت القرآن ص۴،۵، خزائن ج۶ ص۳۰۰) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''یہ تمام امور...... لازم ہے۔'' اس کے آگے کی عبارت بھی خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے اور وہ دیگر تصریحات جو حضرت مسیح موعود نے احادیث کے متعلق یا اقوال صحابہ کے متعلق اپنی دیگر کتابوں میں بیان فرمائی ہیں، عدد رکعت تعامل کے طور پر نبی کریم ﷺ سے آج تک چلا آرہا ہے۔ گو مختلف اوقات میں لوگوں نے اختلاف بھی کیا ہے۔ قرآن شریف کے صریح حکم کی موجودگی میں مخالف اجتہاد ٹھیک نہیں۔ کوئی حدیث قرآن شریف کی صریح نص سے تائید یافتہ ہے۔ بلحاظ اپنے حق اور مطالب کے تو ایسی حدیث کے خلاف بھی کوئی اجتہاد مناسب نہیں۔

(حقیقت النبوۃ حصہ اوّل ص۱۴۴،۱۴۵، انوار العلوم ج۲ ص۴۶۵،۴۶۶) پر حسب ذیل عبارت ہے اور یہ اﷲتعالیٰ کی عظیم الشان ...... کل نبیوں پر پڑے گا۔ اس کتاب کے (ص۹۳، انوار العلوم ج۲ ص۴۲۵) پر: ''اور نہ مجھے دعویٰ نبوت ...... ان میں سے ایک میں ہوں۔'' کی عبارت ہے۔ مگر اس تشریح کے ساتھ جو حضرت مسیح موعود نے اس کی خود فرمائی ہو۔ (ص۸۹، انوار العلوم ج۲ ص۴۲۳،۴۲۴) پر الفاظ ذیل: ''۱۹۰۱ء سے پہلے ...... پر ختم ہوگئی ہیں۔'' اس کا مطلب بھی اس تشریح کے ذیل سمجھا جائے گا جو میں نے اوپر بیان کی ہے۔

ہدیہ مجددیہ کس کی تصنیف ہے؟ مجھے اس وقت مستحضر نہیں۔ اس کا مصنف جماعت احمدیہ خیال کے نہیں ہیں، نہ مجھے اس کا مذہب معلوم ہے۔ حضرت مسیح موعود نے مکفر کی جو تشریح کی ہے اور جو ابھی میں اپنے بیان میں بیان کر چکا ہوں، اس کی رو سے مولوی ثناء اﷲ کو انہوں نے اپنا مکفر سمجھا ہے۔

وحی کے لغوی معنی اشارہ کرنا، سرعت سے کلام کرنا، لکھنا، الہام کرنا ہیں۔ خداتعالیٰ کا اپنے کسی مقرب بندہ سے کلام کرنا خواہ بواسطہ فرشتہ ہو یا بغیر فرشتہ ہو، محض آواز ہو، لکھی ہوئی تحریر ہو۔ وحی کے اصطلاحی معنی سمجھے جائیں گے۔ لغت یعنی زبان عربی قرآن شریف اور احادیث سے میں وحی کے یہی معنی سمجھتا ہوں۔ اگر اصطلاحی ہو بلکہ شرعی وحی مراد ہو تو حضرت مسیح موعود تشریعی وحی کے دعویدار نہیں تھے اور نہ ہم ان کو مانتے ہیں۔ اگر وحی سے یہ مراد ہو کہ رسول کریم ﷺ کے توسل سے وحی ہوگا۔ اس کی تائید اور تصدیق میں وحی ہوتا تو اس کے آپ مدعی ہیں اور ہم ان کو مانتے ہیں۔ شرعی اور غیر تشریعی کی شرط کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ حضرت مسیح موعود کو غیر تشریعی وحی ہوئی ہے۔ حضرت

مسیح موعود کو اصطلاحی وحی ہوئی ہے اور لغوی اور اصطلاحی میں کچھ چنداں فرق بھی نہیں۔

کتاب (فوائد فریدی ص۱۳) پر یہ عبارت ہے: ’’افضل از تمام...... وحکم ولایت صادر۔‘‘ یہ کتاب سال ۱۸۹۵ء کی شائع شدہ ہے۔ اس کتاب کے (ص۱۴) پر حسب ذیل عبارت ہے: ’’بہ آں ہمہ پیغمبراں...... محو شدہ است‘‘ اس کے (ص۱۵) پر ’’بہ آن ارکان دین محمدی...... مشہور چہار امام۔‘‘ اس کے (ص۳۳ تا ۳۶) پر ہے: ’’بہ آن کہ علامات قیامت...... مالانہایت ہو۔‘‘ کسی کی توہین اور ہتک کا حکم اصطلاح متکلم کے تحت ہوگا۔

کتاب (تفسیر بیضاوی ص۱۸) حسب ذیل عبارت ہے: ’’**والایمان فی الصفت...... لعدم الاقرار**‘‘ اسی کتاب کے (ص۲۳۰) پر: ’’**ولکفر تعیت...... فی الفیھا**‘‘ کی عبارت ہے۔ یہ مفسر قرآن شریف کی تفسیر بلحاظ لغت اور ادب کے کرتا ہے اور یہ اس کا اپنا خیال ہے۔

کتاب (نورالانوار ص۲۲۲) پر: ’’**واذا نتقل...... وغیرھا**‘‘ کی عبارت ہے۔ اہل سنت والجماعت کے امام جیسے ابومنصور ماتریدی اور ابوالحسن اشعری یا اس کے پائے کے جو دیگر امام ہیں۔ ان لوگوں نے جو اصول کسی دوسرے شخص کو کافر قرار دینے کے لئے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں یا ان کی طرف منسوب ہوکر کتابوں میں بیان کئے جاتے ہیں وہ سب کے سب مجھے متحضر نہیں کہ میں یہ بتاؤں کہ ہمارے اصول تکفیر کے وہ مطابق ہیں یا نہیں۔ ہم کسی شخص کو کافر نہیں کہتے۔ جب تک اس کے اندر کفر بمعنی انکار کی کوئی وجہ خود اس کے قول یا اس کی مستند تحریر سے ہمیں معلوم نہ ہو۔

(مشکوٰۃ شریف باب مناقب صحابہ ص۵۴۵) پر یہ الفاظ ہیں: ’’**خیر امتی قرنی...... متفق علیه**‘‘ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ساری امت اس فتویٰ کے تحت آ جائے گی جو اس حدیث کے بعض الفاظ میں ہے۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب وہی ہے جو قرآن شریف کی تصریحات اور خود رسول مقبول ﷺ کے فرمائے ہوئے فضائل امت محمدیہ کو مدنظر رکھنے سے متفق علیہ کر سکے لیا جائے گا۔ اس حدیث کے آگے متفق علیہ کے الفاظ ہیں اور ان الفاظ سے عام طور پر یہ مراد ہوتا ہے کہ بخاری اور مسلمنے اس کو بیان کیا ہے۔ بعض دفعہ الفاظ بدل بھی جاتے ہیں اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو حدیث بخاری اور مسلم میں آئے وہ اپنے معنی اور مطلب کے لحاظ سے بالکل صحیح ہو۔

چنانچہ اماموں نے تنقید کرتے وقت روایت کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں کئی بہت ضعیف حدیثیں قراردی ہیں۔ روایت کا مطلب وہی سمجھا جائے گا جو ان اماموں کے ہاں معروف ہے۔ اہل سنت والجماعت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کے پابند اور ایک جماعت کہلانے کے مستحق اور عقائد کے لحاظ سے وہی قرآن اور حدیث میں ایک مسلمان کے بیان کئے گئے ہیں۔

کتاب (غنیۃ الطالبین ص۱۹۶) ’’**فاعلی المومن...... اجمعین**‘‘ کی عبارت ہے۔ یہ کتاب اس شرط کے ساتھ مسلمہ ہے جو میں نے بیان کردی ہے اور اس میں جماعت کا لفظ حضرت نبی کریم ﷺ کی تصریح کہ جماعت وہ ہے کہ جس کا امام بھی ہو۔ مسلم اور واجب الاطاعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس عبارت کو دیکھا جاوے۔ صلوٰۃ، زکوٰۃ اور نبوت کے جو معنی صحابہ کرام کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، اگر قرآن شریف ان منسوب شدہ معنی کی تصدیق اور تائید کرتا ہے اور لغت عرب میں وہ معنی پائے جاتے ہیں۔ لغت سے مراد میری زبان عربی ہے تو ایسے معنی کے خلاف کوئی شخص تاویل کرے اور تاویل بھی ایسی ہو کہ قرآنی تصریحات کے خلاف ہو تو ایسے معنی سے قطع نظر کی جائے گی۔

کتاب تاویل الحکم شرح فصوص الحکم، شرح مولوی محمد حسن امروہی کے (ص۴۲۸) پر: ’’**واعلم ان الولایت......**‘‘ دانستہ کی عبارت ہے۔ جس کتاب کا میں یہ حوالہ پیش کیا ہے یعنی کوا کب دریہ وہ حکیم سید محمد حسن صاحب مؤلف غایت البرہان کی کتاب ہے۔ اس کتاب پیش شدہ کے متعلق نہیں کہہ سکتا کہ یہ انہیں محمد حسن کی ہے۔ یہ سال ۱۸۹۳ء کی مطبوعہ ہے۔ سن کر تسلیم کیا۔ محمد اکبر!

(تفسیر سراج منیر ص۲۵۲،۲۵۳) پر عبارت ذیل:’’وخاتم النّبیین …… موسیٰ علیہ السلام ‘‘ ہے۔(کشاف ج۲ ص۴۳۳) پرحسب ذیل عبارت:’’وخاتم النبیین …… ماکان نبی اللہ فان قلت بعد الجمھور ‘‘ہی ہیں۔مگران تینوں عبارتوں کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ شرعی نبوت آئندہ نہ ہوگی۔(تفسیر فتح البیان ج۷ ص۲۸۶) پرحسب ذیل عبارت:’’وقرء الجمھور …… بعض امته ‘‘اس میں جو معنی خاتم کے کئے گئے ہیں وہ تاویل کر کے کئے گئے ہیں اور تاویل کا لفظ اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔(میزان الاعتدال ج۱ ص۲۱) پرحسب ذیل عبارت:’’ابراھیم بن عثمان …… متروک الحدیث ‘‘ ہے۔لیکن کسی ایک شخص کے کہہ دینے سے کہ فلاں آدمی ضعیف ہے یا روایت کے لحاظ سے کمزور ہے۔کسی حدیث کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔ممکن ہے کہ اس کی تائیداور روایتوں سے ہوتی ہو۔جیسے اس حدیث کی ہے یا دوسرے امام اس حدیث کو یا اس راوی کو ثقہ قرار دیں۔

(تقریب التہذیب ج۱ ص۱۴) پرحسب ذیل عبارت ہے:’’ابراھیم بن عثمان …… متروک الحدیث ‘‘لیکن اس کے بالمقابل ایک دوسرا امام یہ کہتا ہے:’’اما صحت الحدیث فلاشبه لھا ‘‘کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں قطعاً شبہ کی گنجائش نہیں۔شہاب علی البیضاوی (مدارج النبوت ج۲ ص۲۶۷) پر’’برآں کہ روایت کردہ شد…… آخر الانبیاء‘‘ کے الفاظ ہیں۔مگر رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے کسی کا قول ہے۔(موضوعات کبیر ملّا علی قاری ص۶۸،۶۹) پرحسب ذیل عبارت ہے:’’قال النبی …… خاتم النّبیین ‘‘اس عبارت کے ساتھ آگے’’خاتم النبی ‘‘کے معنی لئے ہوئے ہیں جو بالفاظ ذیل ہے:’’اذا لمعنی انه لایاتی نبیّ بعدہ ینسخ ملته ھولم یکن من امته ‘‘جو تصریح ہے اس امر کی کہ آئندہ تشریعی نبوت اور مستقل نبوۃ کا انقطاع خاتم النّبیین سے معلوم ہوتا ہے۔یہی مراد ہے نہ کہ ہر نبوت اور اس حوالہ کے اندر جو پہلے لکھوایا جاچکا ہے اس عبارت کے اندر اس کتاب والے محدث ملّا علی قاری ان لوگوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہیں جو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور اپنی طرف سے اتنا فقرہ کہتے ہیں:’’لکن لهٗ طرق ثلاثة یقویٰ بعضھا ببعض ‘‘کہ اس حدیث کے تین مختلف اسناد ہیں جو اس میں ایک دوسے کو مضبوط کرتے ہیں۔اس کتاب کے (ص۶۹) پرحسب ذیل عبارت ہے:’’ویقویٰ حدیث لوکان موسیٰ حیّ بما وسعه الا اتباعی ‘‘(انسان کامل ص۲۸،۲۹) پر:’’قال اللہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم …… یاتی به موسیٰ ‘‘ کی عبارت ہے اور میں اس ساری عبارت کے متعلق مفصل طور پر اپنے بیان میں ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘والی آیت کی تشریح میں بیان کر چکا ہوں۔

(فتح الباری ج۶ ص۳۶۰) پرعبارت ہے:’’قوله تسوسھم الانبیاء …… فی الظالم ‘‘اس کتاب کے (ص۴۵۵) پرحسب ذیل عبارت ہے:’’واقع الحدیث الکذاب …… وآخرھم الدجال الاکبر ‘‘(الازالہ اوہام ص۱۹۹، خزائن ج۳ ص۱۹۷) پر یہ عبارت ہے۔کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ:’’دنیا کے اخیر تک قریب تیس کے دجال پیدا ہوں گے۔‘‘ یہ عبارت اس تشریح کے تحت سمجھی جاسکے گی جو حضرت مسیح موعود نے اپنی اس کتاب میں یا دیگر کتب میں فرمائی ہے۔یعنی آنحضرت ﷺ کے خلاف دعویٰ نبوۃ کرنے والا اور شریعت سے باہر نکلنے والے۔

(کنز العمال ج۷ ص۲۵۰،۲۵۱) پرحسب ذیل عبارت ہے:’’ان عبد اللہ ابن عبد اللہ…… فاقتلوا ان جابر عن قیس…… تکتنو …… ‘‘میں ہیں۔اس کتاب کے (ص۱۷۰،۱۷۱) پرحسب ذیل عبارات:’’من امتی کذابون …… لانبی بعدی. ولا تقوموا الساعة کذاب به تقوم الساعة…… فله الجنت. ان بین یدی…… دعاددھم ‘‘ہیں۔ان میں سے بعض کے متعلق تو میں وجہ تکفیر:۱ کے جواب میں حدیثوں کے ضمن میں بیان عرض کر چکا ہوں اور بقیہ کے متعلق صرف اس قدر عرض کرتا ہوں کہ تمام حدیثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے

اورامت محمدیہ کے مناقب اورقرآن شریف کی تصریحات اوردیگر تصریحات کے ساتھ مطابقت کرتے ہوئے ان حدیثوں کو دیکھا جاوے۔

(کنزالعمال ج۶ص۲۵۶) پر یہ حدیث: ’’انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد ‘‘ ہے۔مگراس کے لئے میں اپنے بیان کے اس حصہ کو پیش کرتا ہوں جواس قسم کی حدیثوں کے جواب میں عرض کیا ہے اور بالخصوص پانچویں حدیث کہ یہاں صرف شرعی نبیوں کے قسم ہونے کا ذکر ہے۔تبھی انہیں مسجد کا ذکر فرمایا ہے کہ اب نئے قبلہ کو منہ کرکے کوئی مسجد نہیں بنائی جائے گی اور نہ کوئی نئے قبلہ والا نبی آئے گا۔اس کتاب کے (ص۱۲۰) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’اوّل الرسل آدم وآخرھم محمد. اوّل انبیاء بنی اسرائیل موسٰی وآخرھم عیسٰی ‘‘ مگراس میں بھی رسل کے لفظ سے وہی اصطلاح مراد ہے یعنی شرعی اور مستقل رسول۔اس کتاب کے (ص۱۱۳) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’کنت اوّل الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث ‘‘ مگر یہ پہلے انبیاء کے لحاظ سے ہے اوران کو مدنظر رکھتے ہوئے ہے۔

(نوٹ: بخاری ج۱ص۵۰۱ حاشیہ۴) اس حوالہ پر فریق ثانی کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جس حاشیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ اصل کتاب میں دکھلایا جاوے۔مختار فریق اوّل بیان کرتا ہے کہ اس حاشیہ کے متعلق اصل کتاب علیحدہ طبع نہیں ہوئی، بلکہ بخاری کے حاشیہ پر یہی تحریر کو جاکر طبع کرائی گئی۔اگر یہ صحیح ہے کہ اصل کتاب علیحدہ نہیں تو پھراس کا حوالہ پیش کئے جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔اگر یہ ثابت کیا گیا کہ اصل کتاب موجود ہے تو اسے مسترد کیا جائے گا۔حوالہ یہ ہے: ’’قولہ اناالعاقب ...... لیس بعدی نبی ‘‘ (فتح الباری ج۶ ص۴۰۷) پر ہے: ’’قولہ وانا العاقب ...... لیس بعدی نبی ‘‘ لیکن اس عبارت میں ’’فابی الارواح ‘‘ یعنی یہ لفظ بعد کے داخل شدہ ہیں۔خاص طور پر قابل لحاظ ہیں کہ مصنف ’’لیس بعدہ نبی ‘‘ کے الفاظ کو دیگر بزرگوں کی طرح کس کا داخل شدہ قرار دیتا ہے۔

(طبری ج۳ مصری ص۱۶۶،۱۶۷) پر یہ عبارت ہے: ’’کان مسیلمہ ...... الخ! ‘‘ (بخاری ج۱ص۳۹۰) ’’قال رسول ﷺ لا ھجرت بعد الفتح ...... میت ...... فانفروا ‘‘ پر یہ حدیث ہے۔مگر مقید ہے کہ مکہ سے آئندہ ہجرت نہ کرو۔جیسا کہ دوسری آیتوں میں اس کی تصریح آئی ہے نہ کہ مطلق۔یہ کہ آئندہ ہجرت ہی نہ ہوگی۔(ترمذی ج۲ص۵۶) پر ہے: ’’ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت ...... من اجزأ النبوۃ ‘‘ اس کے ساتھ ہی وہ تشریح جو بزرگان سلف نے فرمائی ہے جیسے میں بحوالہ حدیثوں کے ضمن میں بیان کر چکا ہوں، اس کو مدنظر رکھا جاوے۔(ترمذی ج۲ص۱۲۰) پر: ’’وانا العاقب الذی لیس بعدہٗ نبی ‘‘ کی حدیث ہے۔(تاریخ الخلفاء ص۱۰۷) پر یہ عبارت ہے: ’’عن عمرو بن مھاجر ...... ‘‘ یہ حضرت عمرو کا خطبہ ہے۔چونکہ اس میں ساتھ ہی قرآن شریف کا ذکر موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی سے شرعی نبی مراد ہے۔

(حقیقت النبوۃ ص۱۲۳،۱۲۴، انوارالعلوم ج۲ص۴۴۷،۴۴۸) پر ہے۔کیونکہ اس میں آپ لکھتے ہیں: کیوں ہماری نبوۃ کا اظہار کیا۔یہ عبارت خلیفۃ المسیح ثانی کی ہے۔حضرت مسیح موعود کے متعلق اس لئے اس کو ایک غلطی کا ازالہ جو اس کتاب کے اندر ہے یعنی اس کتاب کے (ص۲۶۴، انوارالعلوم ج۲ص۵۷۵) پر ہے: ’’اور جس جس جگہ ...... نہیں کیا‘‘ کی روش میں سمجھا جائے۔اسی کتاب کے (ص۱۲۵، انوارالعلوم ج۲ ص۴۴۹) پر ہے: ’’لیکن اسلامی اصطلاح ...... پہلے عقیدہ کو ترک کردیا۔‘‘ لیکن اس عبارت سے پہلے اسلامی اصطلاح کی تشریح اور توضیح موجود ہے جس کی روشنی میں یہ عبارت دیکھی جائے اور عقیدہ سے مراد یہاں کوئی ماننے والا عقیدہ نہیں بلکہ ایک سوال بھی کیا جاتا ہے...... کسی اورامتی نبی کے وجود سے انکار کردیں۔اسی کتاب کے (ص۲۳۳) پرحسب ذیل عبارت سے ظاہر ہے: ’’...... اب منسوخ ہیں اوران سے حجت پکڑنی غلط ہے۔‘‘ اس کتاب کے (ص۱۴۰،۱۴۱، انوارالعلوم ج۲ص۴۶۲،۴۶۳) پرحسب ذیل عبارت ہے: ’’جب ایک بات ایک خاص وقت ...... کسی کے پاس نہیں ہے۔‘‘ اس کتاب کے (ص۸۹،۹۰، انوارالعلوم ج۲ص۴۲۳،۴۲۴) پر یہ عبارت ہے: ’’کل انسانوں کے

کمالات ...... کامل انسان پر اگر اس کا خاتمہ ہوگیا۔'' یہ حضرت مسیح موعود کی عبارت ہے اور اسے اس تشریح کی روشنی میں دیکھنا چاہئے جو حضرت مسیح موعود نے بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر شرعی نبوۃ اور کمالات کا خاتمہ ہوا۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد اب نئے کمال کا لانے والا یا شریعت کا لانے والا نہیں آسکتا۔ جو آئے گا وہ آنحضرت ﷺ کے کمال پیروی سے آپ کے کمالات لے کر آئے گا۔ اس کتاب کے (ص۹۱ تا ۹۴ لغایت ۹۶، انوار العلوم ج۲ ص۴۲۴ تا ۴۲۸) حضرت مسیح موعود کی تحریرات بھی ہیں اور بعض بعض جگہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی تشریحیں بھی ہیں۔

(حمامۃ البشریٰ ص۴۹، خزائن ج۷ ص۲۴۳، ۲۴۴) پر ہے: ''وان الانبیاء ...... عشیرتک الاقربین'' یہ کتاب باردوم احمدی انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع شدہ ہے۔ اسی کتاب کے (ص۲۰، خزائن ج۷ ص۲۰۰) پر ہے: ''الا تعلم ان الرب رحیم ...... وختم الله به النبیین'' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی نبوۃ کا خاتمہ آنحضرت ﷺ پر ہوگیا۔ اس کتاب کے (ص۵۳، ۵۴، خزائن ج۷ ص۲۵۰، ۲۵۱) پر ہے: ''وان قلت ان کتاب الله ...... یوم الفزع الاکبر'' اس عربی عبارت کو (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۴۸ تا ۱۵۱) کی روشنی میں دیکھا جائے۔ یعنی وہ عبارتیں جو وجہ تکفیر نمبر۵ کے ضمن جواب میں، میں نے بیان کی ہیں۔ اسی کتاب کے (ص۵۵، ۵۶، خزائن ج۷ ص۲۵۳، ۲۵۴) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''وقد علمت ...... وماھذا الا لجنۃ والنار'' (حمامۃ البشریٰ ص۸۳، خزائن ج۷ ص۳۰۲) پر یہ عبارت ہے: ''وقد نعتقد ...... انھم کی الرجالین'' اسی کتاب کے (ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۶، ۲۹۷) پر ہے: ''ومن اعتراضات المکفرین دجالین'' اور اس کے آگے: ''وما قلت للناس ...... ونا فی المسلمین'' مگر اس کے ساتھ کی عبارت بھی سارے صفحہ کی قابل ملاحظہ ہے۔ اسی کتاب (حمامۃ البشریٰ ص۸۱، ۸۲، خزائن ج۷ ص۳۰۰، ۳۰۱) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''وانی کتبت فی بعض الکتبی ...... لا اصل له اصلاً'' اس صفحہ پر دوسری جگہ ہے: ''وانی والله ...... انما بلا ورسله ...... علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' اور (ص۸۳، خزائن ج۷ ص۳۰۲) پر ہے: ''وقد بینت ...... کلمۃ الکفر ...... خاتم النّبیین''

حقیقت النبوۃ ضمیمہ: العنوان (ایک غلطی کا ازالہ ص۲۶۶ حاشیہ، انوار العلوم ج۲ ص۶۱۳) پر یہ عبارت ہے: اور حضرت فاطمہ ...... موجود ہے۔ کشفی حالت میں آپ نے یہ واقعہ دیکھا ہے اور اس قسم کے واقعات صوفیائے کرام کے ساتھ ہوئے۔ مثلاً جب عبدالقادر جیلانی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چھاتیوں سے منہ ملایا۔ حضرت مسیح موعود کی زوجہ مطہرہ ہو، ہم حضرت ام المومنین کہتے ہیں۔ سب نبیوں کی بیویوں کو ام المومنین کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں نبی کو بمنزلہ باپ بوجہ اس کی شفقت اور مہربانی کے فرمایا گیا ہے۔ پہلے بزرگوں نے بھی اس امر کی تشریح کی ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہے۔ جب رسول باپ ہوتا ہے تو لامحالہ رسول کی وہ بیویاں جو روحانی طور پر بھی ان کے ساتھ ہیں، ایمان میں وہ مومنوں کی مائیں ہوئیں۔ چنانچہ یہاں تک بھی لکھا ہے کہ اس بناء پر مومن آپس میں بھائی ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ اور والدہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے ہیں: ''تلک امکم یابنی ماسماء'' کہ وہ تمہاری ماں ہے اے صحابہ کرام اور صحابہ کرام مومن ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں اور یہ تصریح اس امر میں کہ حضرت ابراہیم کی اہلیہ والدہ اسماعیل علیہ السلام مومنوں کی ماں ہیں۔ بلکہ حکم یہ نکلا کہ تم نبیوں کی بیویوں کو ام المومنین کہا کرو۔ (سوال یہ تھا کہ لفظ ام المومنین کا استعمال سوائے ازواج مطہرات حضور ﷺ کے کسی اور نبی کی زوجہ مطہرہ کے لئے ہوا۔ جس کا جواب گواہ نے وہی دیا ہے جو اوپر درج کیا جاچکا ہے)

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۵۷، خزائن ج۳ ص۴۰۰) پر یہ عبارت ہے: ''لیکن جو حدیث ...... قبول کرنے کے لائق ہے۔'' اس عبارت

میں جرح کا لفظ آیا ہے کہ جرح سے خالی ہو۔ اس جرح سے وہی جرح مراد ہو سکتی ہے جس کی حضرت مسیح موعود خود تصریح فرمائیں۔ یعنی تمام محدثین کی بالاتفاق جرح سے میں سے جو کچھ حضرت صاحب کی کلام سے سمجھا ہے۔ اس کے مطابق میں نے عرض کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب میں احادیث کے صحیح اور مجروح ہونے کے بارے میں متعدد دفعہ بحث فرمائی ہے۔ سب سے بڑا اصول آپ نے بھی فرمایا ہے کہ قرآن شریف کے معارض اور مقابل نہ ہو۔ پھر یہ اصول بھی آپ نے بیان فرمایا ہے کہ صحیح حدیثوں کے وہ خلاف نہ ہو اور اس کتاب میں یہ اصول بھی ہے کہ بعض حدیثیں جن کو بعض امام ضعیف قرار دیتے ہیں۔ وہ دوسرے بزرگوں کے نزدیک قوی ہوتی ہیں۔

(ایام الصلح دوم ص۴۷، خزائن ج۱۴ ص۳۰۸،۳۰۹) پر یہ عبارت ہے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...... دروازہ بند نہیں ہے۔'' یہ عبارت (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقت النبوۃ ص۲۶۴، انوار العلوم ج۲ ص۵۷۵) ابتداء ہے: ''جس جس جگہ...... اور انکار نہیں کیا۔'' کی روشنی میں قابل ملاحظہ ہے۔ اس کتاب کے (ص۴۶) پر ہے: ''پھر میں اصل کلام...... نبوت کی وحی ہوگی۔'' یہ بھی مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں دیکھا جاوے۔

(حقیقت الوحی ص۱۰۹) پر یہ عبارت ہے: ''ہاں! جو شخص...... مرتد ہوئے۔'' (شفا قاضی عیاض ص۲۴۶،۲۴۷) پر یہ عبارت ہے: ''**کذالک فی الادعا...... اجماعاً وسمعاً**'' اور (ص۲۴۸) ''**وکذالک نکفر......**'' خبر واحد پر بھی یہ عبارت ہے۔ پہلی عبارت پہلے شرح شفاء کے حوالہ سے پیش کی جاچکی ہے اور جس کا میں مفصل جواب اپنے بیان میں وجہ تکفیر: ا شق ساتویں شق سابع میں لکھوا چکا ہوں۔ اسی کتاب کے (ص۲۶۶) پر ہے: ''**وسب اھل بیتہ...... ماذاھا**'' اس کے ساتھ میں یہ الفاظ ہیں: ''**وقد اختلف العلماء فی ھذا**'' (شرح شفا ملا علی قاری ص۵۰۷ تا ۵۰۹) ''**ومن الادعا نبوۃ...... کفریم**'' بلا مرتبہ میں اس عبارت کے ماقبل اور مابعد کو لے کر اس کا مفصل جواب وجہ تکفیر: ا میں شق سابع کے عنوان سے دو تین جوابوں میں بیان کر چکا ہوں۔

(ترمذی شریف ص۱۳۳) ''**من قال فی القرآن...... حسن صحیح**'' اور ''**اتقو الاحدیث...... حدیث حسن**'' پر یہ دونوں حدیثیں ہیں جن میں سے ایک میں بغیر علم کا لفظ ہے اور دوسری میں رائے کا لفظ ہے۔ یعنی بغیر کسی سند کے جو اسے عربی زبان سے حاصل ہو یا حدیث شریف سے حاصل ہو۔ جو قرآن کے مطابق ہو۔ جو از خود تفسیر کرے وہ مراد ہے۔ اس کتاب (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۴۶۶،۴۶۷، خزائن ج۳ ص۳۵۰) پر ہے: ''اور سچ تو یہ ہے...... تفسیر بالرائے ہوگی۔'' اس کے اندر مروجہ اور مصطلحہ الفاظ بھی ہیں جو خاص طور پر قابل لحاظ ہیں۔ کیونکہ عربی زبان کے لحاظ سے مروجہ اور مصطلحہ ہیں۔ نہ کسی کے انسان کے خود ساختہ ہیں۔ اسی کتاب (ازالہ اوہام ص۵۴۰،۵۴۱، خزائن ج۳ ص۳۹۰) پر یہ الفاظ ہیں: ''کیونکہ یہ مسلمہ ہے کہ **ان لنصوص یحمل عن ظواھر**'' اور ماقبل اور مابعد بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۱۶۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر یہ الفاظ ہیں: ''اور ابن جریر بھی جو رئیس المفسرین ہے...... مراد یہ کہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ اس کی ہر تفسیر معصم اور قول مسلمہ ہونے کے لحاظ سے کیونکہ اماموں میں سے بعض نے ایسا لکھا ہے۔'' اسی کتاب کے (ص۱۰۶، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر یہ الفاظ ہیں: ''اور اس کی تائید میں ابن جریر اور ابن کثیر نے یہ حدیث بھی لکھی ہے۔ حضرت شیخ اکبر کی اپنی کتب میں سے مجھے ان الفاظ کا اس وقت استحضار نہیں ہے کہ: ''**نحن قوم یحرم النظر فی کتبنا**'' فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم لفظ بلفظ اوّل سے آخر تک مجھے پڑھنے کا موقعہ نہیں ہوا۔ جو صوفی اپنی خاص تحریر میں اس امر کی تصریح کر دے کہ اس پر جذب کی حالت طاری ہوتی ہے اور جذب کی حالت کے نکلے ہوئے الفاظ کی وہ خود تشریح کر دے تو تسلیم کیا جائے گا کہ ان پر جذب کی حالت ہوئی اور ان کے منہ سے بعض الفاظ بھی نکلے۔ لیکن اگر وہ تصریح نہ کرے تو بعض صوفیاء کے جذب کی حالت سے کل پر نہیں حکم لگایا جاسکتا۔ اگر حضرت منصور نے انا الحق

کہا ہے اور ان کی اپنی کسی کتاب میں یہ موجود ہے کہ میں انا الحق کہتا ہوں تو پھران کی کتاب دیکھی جائے کہ انہوں نے کیا تصریح فرمائی ہے۔ میں صوفیائے کرام کی بیان کردہ باتوں کو شریعت کے مطابق سمجھتا ہوں۔ میری نظر سے کسی صوفی کی کوئی ایسی تحریر نہیں گزری اور جس کو میں صوفی مانتا ہوں کہ جو میرے نزدیک خلاف شرع ہو۔ خواجہ غلام فرید صاحب کی زندگی کے حالات اوّل سے لے کر آخر تک مجھے مطالعہ کرنے کا موقعہ نہیں ہوا۔ مجھے حضرت خواجہ صاحب کے ''اشارات فریدی'' حصہ اول دوم، حصہ سوم کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ میں حضرت خواجہ صاحب کو ''خدیاد'' خدا کا عاشق سمجھتا ہوں اور صوفیائے کرام کے متعلق میں یہی سمجھتا ہوں کہ وہ خداتعالیٰ کے قرب میں پہنچے ہوئے ہیں۔ سچے عاشق ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو کسی حد تک غیب سے بھی اطلاع الہام سے بھی مشرف فرمائے اور ان کو لوگوں کے لئے ان کی زندگی کے لحاظ سے ایسا بنائے کہ وہ لوگ ان سے نیک باتیں سیکھ سکیں اور خداتعالیٰ کی طرف توجہ کر سکیں۔ انہی میں مختلف درجے ہوتے ہیں۔ میں خواجہ صاحب کو ان میں سے سمجھتا ہوں۔ ان کی پہلی زندگی کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ اس وقت کے بعد ہے جب سے ان کا تعلق حضرت مسیح موعود سے ہوا۔ اگر کوئی خداتعالیٰ کا سچا نبی تصریح کر دے کہ مجھ پر بھی جذب کی حالت طاری ہوئی ہے۔ خواہ وہ جذب کا لفظ بولے یا نہ بولے۔ اپنے کسی کشف کو ایسی طرز پر بیان کرے کہ اس کی صداقت میں کسی قسم کا اعتراض نہ ہو تو اس نبی کے متعلق یہی مان لیا جائے گا کہ اسے ایسی حالت طاری ہوئی۔ یہ لازمی بات ہے کہ انبیاء کے حالات اعلیٰ درجہ کے صوفیوں کے حالات سے بھی برتر اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ہاں! کسی حد تک انبیاء کی باتوں یا ان کے رؤیا اور کشوف کو سمجھنے میں صوفیائے کرام کی تصریحات اور ان کے حالات مد ہوتے ہیں۔ عقائد میں قطعیات کا اظہار ہے ظنیات کا نہیں۔ قطعی چیز میرے نزدیک قرآن شریف ہے اور ہر وہ حدیث جو قرآن شریف کی تائید وتصدیق کی رو سے قطعیت کا مرتبہ حاصل ہو یا مسیح موعود کی وحی کہ وہ قرآن شریف کی تائید اور تصدیق کی رو سے قطعیت کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ ان کے سواء اعتقادات کے بارہ میں وہی قطعی ہے جسے ان کی تائید حاصل ہو۔ ورنہ اور کوئی نہیں۔ میرا ایمان ہے کہ انبیاء کرام کو علوم دین جوان کو خداتعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں، ذات کے متعلق ہیں اور وہ امور جو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ بلحاظ عملیات کے تعلق رکھتے ہیں جو خداتعالیٰ کے حکم سے وہ بجالاتے ہیں، ان میں دوسرے لوگوں سے وہ برتر اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ انبیاء کے جو اخلاق ہوتے ہیں وہی اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں اور دوسروں لوگوں سے افضل ہوتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو کوئی بات کہے، خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے متعلق ہو، خواہ کسی اور نبی کی شریعت کے متعلق ہو، خواہ کسی اور شخص کے متعلق ہو یا اپنی ذات کے متعلق ہو۔ اس بات کا مطلب وہ خود ہی اچھی طرح پر بیان کر سکتا ہے اور اس کے اپنے بیان کردہ مطلب کی روشنی میں ہی اس کلام کو دیکھا جائے گا اور اس کی تاویل اور تشریح مان لی جائے گی جو تاویل اس قائل نے اپنی کلام کی خود کی۔ اس قائل کے پیرو تو بہرحال اس کو مانیں گے۔ اس کے مخالف کو بھی اعتراض کرتے وقت اس تاویل کو مدنظر رکھ کر اس کلام کے معنی کرنے پڑیں گے۔ کسی شخص کی کلام کی کوئی تاویل اگر اس کا کوئی نہایت ہی سچا، مخلص، معتقد بہ دلائل طور پر بیان کرتا ہے تو بشرطیکہ اس متکلم کی دیگر تصریحات کے خلاف نہ ہو۔ اس سچے معتقد کی تعظیم کرنے والے بہرحال اس کی تاویل کو سرآنکھوں پر رکھیں گے۔

اہل سنت والجماعت کی عقائد کی کتاب میرے خیال میں قرآن شریف ہے جو خداتعالیٰ کی قطعی اور پاک کتاب ہے۔ چونکہ عقائد میں قطعیت کا اعتبار ہے اور ''من کل الوجوہ'' قطعی چیز صرف قرآن شریف ہی ہے۔ اس لئے قرآن شریف اعتقادات کے لحاظ سے مسلمہ کتاب ہے۔ اس کے علاوہ میرے نزدیک اور کوئی کتاب ساری کی ساری قطعی نہیں ہے۔

(حقیقت النبوۃ ص۹۲، انوار العلوم ج۲ ص۴۲۵) پر حسب ذیل عبارت ہے: ''اور خداتعالیٰ جانتا ہے...... خارج سمجھتا ہوں۔'' وہ شخص

جو اقرار کرتا ہے کہ میں قرآن شریف کی بیان کردہ یا رسول مقبول ﷺ کی صحیح، مرفوع، متصل حدیثوں کی بیان کردہ کوائف حشر اجساد وقیامت کو مانتا ہوں، اس رنگ میں جو خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات کے تقدس کے خلاف نہیں ہیں بلکہ مطابق ہیں۔ ہاں! لوگوں کے خیالات کو نہیں مانتا یا یہ کہ میں ایسی باتوں کو نہیں مانتا جن کے ماننے سے خدا تعالیٰ کے تقدس یا تنزہ پر اعتراض پڑتا ہے اور وہ یہ تصریح کر دیتا ہے کہ جو کچھ خدا نے قرآن میں بیان فرمایا اور رسول مقبول ﷺ نے بیان فرمایا تو وہ شخص سچا مسلمان ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی تمام کتابوں میں ہمیشہ یہی تصریح فرمائی ہے اوّل سے اخیر تک کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو حضرت نبی کریم ﷺ کی اتباع اور ماتحتی میں مکالمہ ومخاطبہ اور کثرت اظہار غیب سے مشرف فرمایا ہے اور دنیا کی اصلاح کے لئے ماموروم بعوث فرمایا ہے۔ حقیقت کے لحاظ سے شروع سے لے کر اخیر تک یہی رہا ہے۔ یعنی اظہار علی الغیب سے مشرف ہونا۔ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لحاظ سے الفاظ جو آپ نے اپنی ذات کے لئے استعمال فرمائے ہیں وہ متعدد ہیں۔ آپ نے اپنے آپ کو مجدد بھی فرمایا ہے۔ یعنی آپ دین اسلام کی تجدید فرمانے والے ہیں۔ جیسا حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے، آپ نے اپنے آپ کو محدث بھی فرمایا ہے۔ یعنی مکالمہ، مخاطبہ الٰہیہ۔ آپ نے اپنے آپ کو امام زمان بھی فرمایا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے موجودہ زمانہ کا امام۔ آپ نے حدیث کی پیش گوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے آپ کو مہدی یا حدیث کے الفاظ کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے تمثیلاً مسیح موعود یا حدیث کی تصریح کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ مسیح موعود نبی ہوگا۔ نبی بھی اپنے آپ کو فرمایا ہے اور حقیقت ماموریت اوّل سے لے کر اخیر تک ایک ہی رہی ہے۔

کتاب (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۹۰، خزائن ج۳ ص۱۹۲) پر حسب ذیل عبارت ہے: اس عاجز نے جو مثل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر لے جاتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ یہ الفاظ ہیں: یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا۔ بلکہ یہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بالتصریح درج کر دیا تھا۔ جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص...... اشد مشابہت ہے۔ اس کتاب کے (ص۱۹۹ تا ۲۰۱، خزائن ج۳ ص۱۹۷، ۱۹۸) پر حسب ذیل عبارت میں نے صرف مثل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے بعد کی عبارت اگلے صفحہ تک خاص طور پر قابل غور ہے اور اسی بحث میں دیگر عبارتیں ازالہ اوہام کے اندر جو اخیر تک آ چکی ہیں جن کی سرخی یہ ہے کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت (ص۶۶۵، خزائن ج۳ ص۴۵۹) وہ بھی قابل لحاظ ہیں۔　سن کر تسلیم کیا۔ محمد اکبر!

فریقین اور ان کے مختاران حاضر ہیں ...... ۲۹؍ مارچ ۱۹۳۳ء

تتمہ بیان غلام احمد مجاہد باقرار صالح

(مشکوٰۃ ص۲۲) ’’اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذشرفی النار ‘‘ کی حدیث ہے اور ’’ان بنی اسرائیل ...... الا دخلہ ‘‘ کی حدیث یہی ہے۔ ہر یہ دونوں حدیثیں ایک ہی جگہ ہیں۔ ان دونوں کو مطابق کر کے معنی لئے جائیں گے۔ دوسری حدیث میں الجماعت کا تلفظ جس کی تشریح خود نبی کریم ﷺ نے بخاری میں فرمادی کہ جماعت وہ ہے جس کا واجب الاطاعت امام ہو۔ اسے بھی مدنظر رکھا جاوے۔ (مشکوٰۃ ص۲۳) پر احادیث ذیل: ’’ان الشیطان ذئب الانسان ...... باوالجماعۃ ...... (۲) من فارق الجماعت ...... عنقہ ...... (۳) ترکت فیکم ...... سنۃ رسولہ ‘‘ ہیں۔ تیسری حدیث ہی پیش کی گئی ہے وہ تصریح کرتی ہے کہ قرآن شریف کو مقدم کرنے اور معیار صحت قرار دینا ضروری ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۱، ۲۲) پر حسب ذیل احادیث ہیں: ’’صلی بنا رسول

اللہ ﷺ ذات یوم...... کل بدعت ضلالة کی حدیث ہے اوراس میں بدعت کا لفظ ہے جواس امر پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن شریف سے اورقرآن شریف کی تصدیق یافتہ احادیث کے خلاف کوئی معنی یا اجتہاد کیا جائے۔(مشکوٰۃ ص۲۰)''یکون فی آخر الزمان...... لایفتنونکم''حدیث ہے۔(ص۲۴)''رضینا باللہ ربا...... لاتبعتی '' کی حدیث ہے۔(ص۲۴)''من کذب علی معتمداً فلیتبوا مقعدہ من النار...... '' کی حدیث ہے۔(ص۵۷۶)''ولا یزال...... حتی تقوموا الساعة'' کی حدیث ہے۔اس حدیث کا شروع''اذا اقسه اهل الشام ''(ص۵۷۵)''لایزال من امتی امة...... حتی یأتی امر اللہ وهم علیٰ ذلک ''کے الفاظ ہیں۔کسی عربی عبارت کے متعلق یہ کہنا کہ یہ حدیث ہے، وہ اس صورت میں عمومیت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ پہلے لوگوں نے اس عربی فقرہ کو نبی کریم ﷺ کا فرمودہ قرار دیا ہے۔ رہا یہ امر کہ وہ حقیقتاً یہی آپ ﷺ کا فرمودہ ہے، اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ متعدد فقرات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ مگر انہیں نقادین حدیث نے یا صوفیائے کرام نے یا اورلوگوں نے حدیث قرار نہیں دیا، بلکہ ان کو وضعی قرار دیا ہے اوروضعی قرار دینے میں مختلف اصول ہیں جن کی بناپر کہا جاتا ہے کہ یہ حقیقتاً حدیث رسول ﷺ ہے یا نہیں، میرے نزدیک ہر وہ عربی فقرہ جسے کہا جائے گا کہ یہ حدیث رسول ہے۔ اگر وہ اپنے معانی کے لحاظ سے قرآن شریف کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اورمخالف نہیں ہے، اسے لوگ ضعیف ہی قرار دیں۔ میرے نزدیک وہ حدیث کہلائے گا اوراس پر عمل کرنا ضروری ہوگا اور ہر وہ فارسی اوراردو فقرہ بھی یا کسی اورزبان کا فقرہ جس کے متعلق کہا جائے کہ یہ حضور کا فرمایا ہوا ہے اورمراد کہنے والے کی خواہ وہ اصل الفاظ ہوں یا ان کے معنی میں مراد عربی الفاظ ہوں تو وہ بھی اس صورت میں حدیث کہلائے گا۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو فارسی میں بھی الہام ہوئے۔ اس وقت مجھے ان کا نام مستحضرہ نہیں۔ یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس عبارت کو بیان کرنے والا کس کے نزدیک بزرگ ہے اورکس کے نزدیک بزرگ نہیں۔ اگر وہ بزرگ ہوگا تو سونے پر سہاگہ سمجھا جائے گا۔

(ضمیمہ چشمہ معرفت ص۱۱، خزائن ج۲۳ ص۳۸۲) پرحسب ذیل الفاظ ہیں:''اورآپ سے پوچھا گیا...... چہ کنم''اور(ص۱۰، خزائن ج۲۳ ص۳۸۲) پرحسب ذیل عبارت ہے:''ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے...... کنیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔''لیکن اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔

(تحفہ گولڑویہ ص۴۲، خزائن ج۱۷ ص۱۵۷،۱۵۸) پر یہ الفاظ ہیں:''یادرہے کہ یہ شبہات کہ کیوں صحاح ستہ کی...... ناپنا چاہئے تھا۔''اس کا ماقبل اور مابعد بھی دیکھنے کے قابل ہے۔(ص۴۴، خزائن ج۱۷ ص۱۶۰)''سچے مسیح اورمہدی...... فتویٰ دیں گے۔''اس کے ساتھ بھی ماقبل اورمابعد کی عبارت دیکھی جاوے۔(براہین احمدیہ حصہ اوّل ص۱۰، خزائن ج۱ ص۱۹) دیباچہ پر یہ اشعار ہیں ؎

ختم شد برنفس پاکش ہرکمال لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے آفتاب ہرزمین وہرزمان راہبرے ہراسود وہراحمرے

اس کے ساتھ ساری نظم دیکھنے کے قابل ہے۔(ص۱۲، خزائن ج۱ ص۲۰)

آں ہمہ ازیک صدف صدگوہراند ...... اوّل آدم آخرشاں احمداست ...... اے خنک آنکس کہ بیند آخرے

کے اشعار ہیں۔ اس ایک نظم کا سلسلہ ہیں اورساری نظم قابل ملاحظہ ہے۔(ص۱۶، ۱۷، خزائن ج۱ ص۲۳،۲۴) دیباچہ پر:''امابعد!...... سچے دین کی ہدایت دے کر۔''عبارت ہے۔ براہین احمدیہ حصہ دوم اشتہار ثانی کا (ص ب، خزائن ج۱ ص۶۲) پرحسب ذیل عبارت ہے:''ہم نے صدہا طرح کا فتور اورفساد دیکھ کر...... واللہ خیر و ابقی''اس طرح (براہین احمدیہ حصہ سوم، خزائن ج۱ ص۱۳۴،۱۳۵) اشتہار مسلمانوں کی حالت اوراسلام کی غربت میں حسب ذیل عبارت ہے: اوراس جگہ یہ امر بھی واجب الاطلاع ہے...... تین سوجزوں تک

پہنچ گئی ہے۔ (ازالہ اوہام ص۵۳۴، خزائن ج۳ ص۳۸۷) پرحسب ذیل عبارت ہے: کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم...... کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔ (ازالہ اوہام ص۵۴۴، خزائن ج۳ ص۳۹۳) پر یہ عبارت ہے: اور یہ بات ہم تین مرتبہ لکھ چکے ہیں...... دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۰، خزائن ج۱۷ ص۱۸۱ طبع دوم) پرحسب ذیل عبارت ہے: عربی زبان میں ایک خط...... ’’فی ھذا الایام‘‘ لیکن اس کے متعلق تشریح وہی مدنظر رکھی جائے گی جو اس عبارت کے ماقبل اور مابعد میں اور دیگر کتابوں میں مرزاصاحب نے بیان کی ہے۔ (بخاری ج۲ ص۶۶ طبع ہند) پر جو یہ عبارت ہے: ’’ان عائشہ...... خیر‘‘ کی حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: میں نے سنا رسول مقبول ﷺ سے آپ فرماتے تھے۔ نہیں کوئی نبی بیمار ہوتا۔ مگر اسے اختیار دیا جاتا ہے دنیا اور آخرت میں اور آپ اپنی اس بیماری میں جس میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کو کھانسی ہوئی تو میں نے سنا کہ آپ نے یہ فرمایا ان لوگوں سے جن پر انعام کیا اللہ تعالیٰ نے یعنی نبیوں میں سے اور صدیقوں میں سے اور شہداء میں سے اور صالحین میں سے۔ پس میں نے جان لیا کہ آپ ﷺ کو یہی اختیار دیا گیا ہے۔

(مشکوٰۃ ص۲۳۵) پر یہ حدیث: ’’التاجر الصدوق الامین...... الشھداء‘‘ ہے۔ اس کے ساتھ غریب کا لفظ بھی لکھا ہوا ہے۔ (تفسیر ابن جریر ج۲۲ ص۱۲) پر یہ عبارت ہے: ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین...... اخرۃ منک‘‘ اس میں النبوۃ کا آل خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ یعنی شرعی نبوت۔ (بخاری ج۱ ص۳۶۰) ’’سمعت عمر ابن الخطاب...... من اعمالکم‘‘ کی عبارت ہے۔ اس میں الوحی کا لفظ خصوصیت سے قابل لحاظ ہے جو شرعی وحی کو مختص ہے۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۶) پر ہے: ’’فقلت یاخلیفۃ...... اناحی‘‘ اس میں تم الدین کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں جو شرعی وحی کے انقطع کو چاہتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۴۲۰، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر یہ عبارت ہے: ’’ان اللہ...... وامام الوریٰ‘‘ مرزاصاحب نے اس میں تصریح کی ہے کہ وحی وحی رسالت شرعیہ ہے۔ (فتوحات مکیہ ج۲ ص۴۹) پر یہ عبارت ہے: ’’فان قلتہ وفی من الدھا...... حشر مع الانبیاء‘‘ (فتوحات مکیہ ج۲ ص۵۸) پر یہ عبارت ہے: ’’وفی حضرت الخیال...... نبوۃ بلاشق‘‘ اور اس کے ساتھ یہ عبارت بھی ہے: ’’کذالک اسم نبی...... من السماء‘‘ اور آگے یہ عبارت بھی ہے: ’’وھذا کلمۃ اذاکان...... ھوالوحی‘‘ اس جلد کے (ص۲۵۳) پر ہے: ’’فی النبوۃ والرسالت...... ولاولیاء اللہ لیلۃ وردت اقید ھذا لباب...... فالقی الیمنٰی‘‘ اس کتاب کے (ص۲۵۲) پر ہے: ’’ان الرسالت والنبوۃ...... وازالا علیھم‘‘ اسی کتاب کے (ص۲۵۴) پر ہے: ’’وھذہ النبوۃ...... اھل‘‘ کی عبارت بھی ہے۔ مگر اس کے ساتھ کا اگلا باب خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ (فتوحات مکیہ ج۳ ص۲۳۸) ’’واعلم...... لاالوحی ھذہ الامت‘‘ کی عبارت ہے۔ (فتوحات مکیہ ج۱ ص۱۵۷) ’’لان الشیطان ممن عالم سفلی...... وان جأنا من...... مالا تعلم...... والرسالت...... قد اوحی الیک‘‘ کی عبارات ہیں۔ ’’خلفتہ......‘‘ (یواقیت ج۲ ص۳۷) ’’المحبت خاص والا الشا لاشمون...... کما انہ خاتم النّبیین‘‘ کی عبارات ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی حصہ سوم دفتر اوّل مکتوب ۲۰۷ ص۹۹،۱۰۰) پر ’’کاردین است وغیراین ہماں ہیچ...... نہ امردیگر ورائے آں کی عبارت ہے۔ (حصہ دوم دفتر اوّل ص۴) ’’وفرق دیگر درمیان ایں علوم آنست...... پس خطارا دراں موطن مجالی پیدا شد‘‘ کی عبارت ہے۔

(حقیقت النبوۃ ٹائٹل ص ب، د، ج) پر یہ الفاظ: ’’حضرت مولانا...... پکڑ واوہ گمراہی نکل آئی‘‘ کی عبارت ہے۔ اس کے ساتھ اس کے ماقبل اور مابعد کی عبارت دیکھی جاوے۔ حضرت مسیح موعود نے مہدی کی پیش گوئی والی حدیثوں کے متعلق کہ جن کو دنیا حدیث کہہ کر بیان کرتی

ہے۔ مفصل بحث اپنی کتابوں میں تحریر فرمائی ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود نے اپنی کسی کتاب میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کی بیان کردہ کوئی ایسی عربی عبارت جس کو وہ حدیث قرار دیتے ہوں ...... سے یہ نکلتا ہے۔ مفسرین کے خیال میں کہ کوئی ایسا مہدی آئے گا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عترت سے ہوگا اور اس بیان کردہ حدیث کے متعلق اگر حضرت مسیح موعود نے یہ فرمایا ہے کہ لوگوں کے بیان کردہ معنی مجھ پر صادر نہیں آتے تو ان کی ہی بیان کردہ تشریح دیگر تشریحات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجھے اس قسم کا مفہوم مسلم ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۵، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۶ طبع دوم ۱۹۲۴ء) پر یہ الفاظ ہیں: ''میرا یہ دعویٰ نہیں ...... ایسا افتراء نہیں ہوا۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص ۴۲۲، خزائن ج ۳ ص ۳۲۰) پر ہے: ''بلکہ نبوت کا دعویٰ نہیں محدثیت کا دعویٰ ہے۔'' مگر اس کے مابعد کی تشریح اور وہ تشریح جو اپنی نبوت کے بارہ میں حضرت مسیح موعود نے بیان فرمائی ہے کہ جس میں جگہ ...... انکار میں کیا قابل ملاحظہ ہے۔ (مرقات ج ۱۰ ص ۱۹۰) پر: ''**یاتونا لکم من الاحادیث ...... ولا اباؤکم ...... والاعتقادات فاسدہ ......**'' (ص ۲۰۵) پر: ''**الردوما علیہ اکثر المسلمین**'' کی عبارات ہیں۔ (شامی ج ۳ ص ۲۹۴) ''**والتحریم المنظر من الکتب**'' کی عبارت ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۱۹۴) پر: ''**لاتسبوا اصحابی ...... فلاحلہ**'' کی عبارت ہے۔ میں نے کتابوں کے مسلمہ ہونے کے متعلق اپنا اصول پہلے بیان کردیا ہے۔ کتاب تذکرۃ الاولیاء اس اصول کے تحت ہے۔ نواب صدیق حسن خان ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے اور ہماری جماعت بننے سے پہلے وہ فوت ہوچکے ہیں۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۴) مگر ہم اس جگہ ...... صحیح ہے کی عبارت ہے۔ (تحفہ کبریہ ص ۱) پر: ''یہ عریضہ مبارک بادی اس شخص کی طرف سے ...... سچائی قائم کرے ......'' کی عبارت ہے۔ مگر ان دونوں عبارتوں میں اصل یسوع مراد ہے نہ کہ فرضی۔ (راز حقیقت ۱۵ حاشیہ، خزائن ج ۱۴ ص ۱۶۷) ''وہ نبی ...... تغیر نہیں ہے'' کے الفاظ ہیں۔ اس کتاب کے (ص ۱۹، خزائن ج ۱۴ ص ۱۷۱) پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ...... محلہ خانیار میں ہے'' کی عبارت ہے۔ (تبلیغ الحق مندرجہ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۴۴) پر ''واضح ہو ...... الفاظ کہہ دے ہیں'' کی عبارت ہے۔ یہ مرزا صاحب کی کتاب ہے۔ (ضمیمہ تریاق القلوب ص ب، ج، خزائن ج ۱۵ ص ۴۹۰، ۴۹۱) پر ''اور میں اس بات کا بھی اقراری ہوں ...... خداتعالیٰ کے الہام نے'' کی عبارت ہے۔ یہ ایک اشتہار ہے جو تریاق القلوب کے ساتھ منسلک ہے اور یہ بھی مرزاصاحب کا ہے۔ یہ کتاب طبع دوم کی ہے اور عبارت پیش کردہ کے ساتھ اس کتاب کے (ص ۱۸۱ حاشیہ) کی عبارت خاص طور پر قابل ملاحظہ ہے۔ آیت: ''**ذالک جزاء هم ...... الخ!** (کهف:۱۰۶)'' یہ آیت سورہ کہف کے آخری رکوع میں سے درمیانی ہے۔ اس رکوع کے شروع میں بھی ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے خداتعالیٰ کا بیٹا بنایا۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: ''یہ بدلہ ہے ان کا جہنم بسبب اس کے کہ انہوں نے انکار کیا اور ہنسی کا ذریعہ بنالیا میری آیتوں کو اور میرے رسولوں کو۔'' سورہ توبہ کی آیت ذیل: ''**قل اباللّٰہ وآیاتہ ...... الخ!** (توبہ:۶۵)'' ہدایت الفاظ ذیل سے شروع ہوتی ہے: ''**ولئن سالتهم**'' جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہہ دیں گے کہ وہ ہم تو صرف تمہیں مخول کی باتیں کرتے تھے اور کھیل کرتے تھے۔ یعنی خدا کی آیتوں کے ساتھ کہہ دو کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول عربی ﷺ کے ساتھ تم ہنسی، مخول کرتے ہو۔ نہیں معذرت کرتے۔ تحقیق تم منکر ہوگئے۔ اپنے ایمان کا اظہار کرنے کے بعد اگر ہم معاف کر دیں تم میں سے کسی گروہ کو تو سزا دیں گے۔ ہم کسی دوسرے گروہ کو اس لئے کہ انہوں نے ہم سے قطع تعلق کرلیا۔ (الصارم المسلول ص ۱۹۵، ۱۹۶) پر: ''**دروا صرب ...... والاقتل**'' کی عبارت ہے اور یہ صحیح حدیث نہیں ہے بلکہ صحیح حدیثوں اور قرآن شریف کی تصریح کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بڑے بڑے گناہ کی بھی توبہ کی جاسکتی ہے اور خداتعالیٰ تواب ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ انبیاء کی توہین

کرنے والا بہرحال نہ ماننے والا ہوگا اور نبیوں کے نہ ماننے والے شخص اگر بعد میں توبہ کریں تو ان کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ چنانچہ نبیوں کے سردار حضرت نبی کریم ﷺ کے نہ ماننے والے سخت مقابلہ کرنے والے ہر طرح کا دکھ دینے والے بعد میں تائب ہوکر صحابہ بن گئے۔ مخلص موتی بن گئے۔ میں نے اپنے بیان میں جو یہ الفاظ کہے ہیں۔ لیکن دیوبندی مولویوں نے...... الزام لگا دیا۔ یہ میرے اپنے ہیں۔ اس میں جو قبول کا لفظ ہے اس سے وہ تشریح مراد ہے جو مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی نے اپنے ایک رسالہ میں ان اعتراضات کے جواب میں کی ہے جو دیوبندیوں پر کئے جاتے ہیں۔ مولوی منظور صاحب نے دیوبندیوں کی طرف سے مدافعت کر دی ہے اور ان عقائد کی یا ان فقرات کی جو دیوبندیوں کے بزرگوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، دیوبندیوں پر اعتراض کرنے والے شخص کے جواب میں کہتے ہیں۔ اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ دیوبندی ہیں۔ میں نے ''سیف یمانی'' کو اوّل سے آخر تک دیکھا ہے۔ جو کتاب مجھے اب دکھلائی گئی ہے وہ وہی سیف یمانی معلوم ہوتی ہے۔ جو کتاب میرے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس کے لئے ٹائٹل پیج پر شروع میں ''ان اللّٰہ'' کا لفظ ہے اور آخر پر ''شائع کی'' کا لفظ ہے۔ اس کے درمیان دو موٹی سطریں ہیں جن کا شروع قطع الوتین سے اور خوان تک اختتام ہے۔ یہ کتاب میری نظر سے نہیں گزری۔ میں نے حفظ الایمان، بسط البنان، تفسیر العنوان کے عنوان کے تین پراسپیکٹ کو دیکھا ہے۔ ان کے آخر کے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولوی اشرف علی صاحب کی کتابیں ہیں۔ میں نے انہیں نہیں پڑھا ہوا۔

کتاب ''التصدیقات المھند'' کو میں نے دیکھا ہے۔ اس کے (ص۲۴) پر خلیل احمد صاحب کا نام موجود ہے کہ انہوں نے لکھا: میں نے کتاب ''غائت المامول'' کو نہیں دیکھا۔ میں نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کی طرف منسوب شدہ جو کتاب ''تحذیر الناس'' ہے، اسے پڑھا ہے۔ اس کے (ص۳) پر حسب ذیل: ''بلکہ میں نے خاتمیت ...... ہو جاتی ہے۔'' کی عبارت ہے۔ اسی کتاب کی اس سے پہلی عبارت جس کا شروع یہ ہے: ''اوّل معنی خاتم النّبیین ...... صحیح ہوسکتا ہے۔'' اور اسی کتاب کی (ص۲۸) کی عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے۔ اسی کتاب کے (ص۱۰) پر: ''سوا گر اطلاق ...... ہاتھ سے نہیں جاتی'' کی عبارت ہے۔ مگر ساتھ ہی (ص۲۸) کی عبارت: ''بلکہ اگر بالفرض ...... کچھ فرق نہ آئے گا'' کی تصریح بھی قابل ملاحظہ ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ اسی کتاب کی مولانا محمد قاسم صاحب نے خود کوئی شرح کی ہو۔ کتاب ''آخری نبیؐ'' مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی طرف منسوب ہے اور وہ ہمارے نظام میں نہیں ہے۔ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں۔ ہم میں اور ان میں اصولی اختلاف ہے۔ میں نے اپنے بیان میں مرزا صاحب کو جو یہ شعر بیان کیا ہے۔ ''در مشائخ ...... خنزیر'' اس سے وہی لوگ مراد ہیں۔ میرے خیال میں جو نبی کریم ﷺ کی بیان فرمودہ تصریحات کے مصداق ہوچکے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امت محمدیہ بگڑتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ مختلف (علاقوں) علامتوں کے بعد فرمایا: ''علماء شر ...... السماء'' کہ اس وقت مسلمانوں کے علماء آسمان کے نیچے ہر ایک چیز سے بدترین ہوں گے جس طرح پر میں نے ایمان اور اسلام کی باتوں کی تشریح کر دی ہے اور جن رنگ میں میں نے ان باتوں کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے کہ وہ باتیں ہم میں پائی جاتی ہیں۔ اگر ہماری طرح کوئی اور شخص بھی ان باتوں کو مانتا ہے تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اگر ایک انسان میری بیان کردہ علامات ایمان اور اسلام صحیح اس رنگ میں اقرار کرتا ہے جن رنگ میں میں نے اقرار کیا ہے اور اس کے بعد اس کے اندر کوئی کفر کی وجہ پیدا نہیں ہوتی۔ یعنی ان باتوں میں سے کسی کا وہ انکار نہیں کرتا تو وہ میرے ساتھ شامل ہے اور میں اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہوں اور وہ سب باتیں ان رنگ میں چسپاں سمجھتا ہوں۔ ایک مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے اور کافی بھی ہیں۔ بشرطیکہ کسی شق کا وہ انکار نہ

کرے۔ عملاً یا قولاً ’’اشارات فریدی‘‘ سے یہ صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کے پاس حضرت مسیح موعود کی ایسی کتابیں بھی پہنچی ہیں، جس میں آپ کے الہامات بھی درج تھے۔ ویسی کتابیں بھی پہنچیں جن میں مرزا صاحب کے مختلف الفاظ کے ساتھ دعویٰ میں تھے۔ (ورنہ حقیقت ایک ہی ہے) اور حضرت خواجہ صاحب نے خط لکھا بعض کتابیں منگوائی بھی ہیں۔ ناموں کی تفصیل کے ساتھ تو یہ تصریح معلوم نہیں ہوتی کہ آیا اس وقت کی سب کتابیں انہوں نے منگوائی تھیں۔ البتہ میرے اندازہ میں براہین احمدیہ، ازالہ اوہام، آئینہ کمالات اسلام، انجام آتھم، اسلامی اصول کی فلاسفی اور وہ کتاب جو عربی زبان کی ہو۔ خواجہ صاحب کے ملاحظہ میں آچکی تھی۔

سوال مکرر: مسلمان اہل کتاب ہیں۔ فوائد فریدیہ جو جرح میں میرے پیش کی گئی ہے اس کے آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال ۱۲۸۴ھ میں لکھی گئی اور اس کے شروع میں جو تقریظ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب لکھی ہوئی کتاب خانہ میں موجود تھی۔ سال ۱۳۱۱ھ میں غالباً اس کو شائع کیا گیا۔ ٹائٹل پیج پر سال ۱۸۹۵ء سن طبع ہے۔ انگریزی سن کے لحاظ سے خواجہ صاحب کی خط وکتابت حضرت مسیح موعود کے ساتھ سال ۱۸۹۶ء کے آخر میں شروع ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کو اپنے خطوں میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور اپنی مجالس میں بھی آپ نے خود اور آپ کے خدام خاص نے مرزا صاحب یا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ سے آپ کو یاد کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے ماننے والوں کے نام مسلمان فرقہ احمدیہ یا احمدی مسلمان یا فرقہ احمدیہ جماعت کا لفظ لکھنے کے بعد سب سے پہلے جس اشتہار میں اعلان کیا ہے یا گورنمنٹ کے پاس درخواست دی ہے وہ اشتہار ۴؍نومبر ۱۹۰۰ء کا ہے جو تریاق القلوب کتاب کے ساتھ ملا کر شائع کیا گیا اور علیحدہ بھی شائع کیا گیا تھا۔ اس اشتہار کو علیحدہ شائع کرنے کے علاوہ تریاق القلوب کتاب کے ساتھ مزید تاکیدی طور پر تاکہ کتاب کے ساتھ وہ بھی شامل ہو جائے لگایا گیا ہے۔

کتاب تریاق القلوب سال ۱۸۹۹ء میں تصنیف ہو کر چھپ چکی تھی۔ لیکن شائع نہیں کی گئی تھی۔ شائع سال ۱۹۰۲ء میں کی گئی ہے۔ صرف ایک دو صفحے اس وقت لکھے گئے اور ایک دو اشتہارات جو پہلے شائع ہو چکے تھے وہ اس کے ساتھ شامل کر دیئے گئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے مولوی عبدالجبار یا مولوی عبدالحق کو وہابی کہا ہے اور آپ نے اس کتاب ’’اشارات فریدی‘‘ میں وہابیوں کو خارجی قرار دے کر ان سے نفرت کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ اس کتاب کے اس صفحہ پر جہاں اوپر کا حوالہ ہے، یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں مولوی غلام دستگیر قصوری آئے اور منجملہ دیگر اغراض کے ایک غرض ان کی یہ بھی تھی کہ وہ حضرت خواجہ صاحب سے حضرت مسیح موعود کے حق میں فتویٰ کفر پر جو انہوں نے تیار کیا تھا دستخط کرائیں۔ مگر حضرت خواجہ صاحب نے صاف طور پر انکار کر دیا اور یہ فرمایا کہ یہ ایسے ہی مولوی ہیں جنہوں نے شیخ منصور کو سولی پر چڑھایا تھا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی نبی کا بیٹا یا اس کا کوئی تعلق دار ضرور اس نبی کو مانے۔ قرآن شریف میں کافر کا لفظ خداتعالیٰ کے دین کا انکار کرنے والے یا خداتعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنے والے پر بولا گیا ہے۔ انکار کرنے کے معنوں میں ’’کافر‘‘ کا لفظ اس قدر اصطلاح رکھتا ہے کہ خدا کے احکام یا خداتعالیٰ کے رسولوں کا یا خداتعالیٰ کی ذات کا یا خداتعالیٰ کے دین کا انکار کرنے والا۔ بعض لوگوں نے مرتد کے نکاح فسخ ہونے کے لئے اس مرتد کا دارالحرب میں چلے جانا مسلمانوں کے برخلاف برسرپیکار ہونے کی بھی شرطیں لگائیں ہیں۔ وہ نظم جو حضرت مسیح موعود نے اپنے ایک خط کے ساتھ منسلک کر کے حضرت خواجہ صاحب کے پاس بھیجی تھی، جس کا شروع ہے۔ ’’اے فرید! وقت درصدق وصفا‘‘ جس کے اندر ’’ہر نبوت را بروشد اختتام‘‘ کا مصرع بھی ہے۔ اس میں حضرت مسیح موعود نے صفاتی طور پر اپنے لئے عین ہی محمد ہونے کا بھی اظہار فرمایا۔ چنانچہ من ہمانم، من ہمانم، من ہماں وغیرہ کے الفاظ خاص طور پر ہیں۔

حضرت مسیح موعود نے کلیہ قاعدہ کے طور پر تمام ایسے حوالہ جات کی خود ہی تصریح فرمادی ہے جن سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید حضرت مسیح موعود نے اپنی تحریروں میں ہر ایک قسم کی نبوت کے ختم ہونے کا اس رنگ میں اظہار کیا ہے جس کے گویا آپ کے رنگ میں بھی نہ ظلی، نہ بروزی، نہ بالاتباع کو جاری نہیں مانتے۔ بلکہ تصریح فرمادی ہے کہ ایسی نبوۃ سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ انبیاء کرام کو اپنے کشوف اور رؤیا الہامات کے سمجھنے میں اجتہادی غلطی ہونی ممکن ہے اور ہوتی رہی ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ہدیہ مجددیہ کے مصنف کا مذہب مجھے اس لحاظ سے معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اپنے آپ کو کسی فرقہ کی طرف منسوب نہیں کیا اور مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ایسا کہا ہو۔ ہدیہ مجددیہ کی غرض تصنیف مصنف نے خود بیان کردی ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت مجدد الف ثانی کے کلام پر اعتراض کئے جن کے لئے میں یہ کتاب لکھتا ہوں کہ وہ اعتراضات نہیں پڑتے۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب میرے ویسے ہی بزرگ ہیں اپنی احمدیت کے بعد جیسے کہ دیگر احمدی سلسلہ جو پہلے ہو چکے ہیں۔ میں نے جو نبی کریم ﷺ کے پیش گوئی کردہ ۷۳فرقہ کے ہوجانے کے بعد ایک فرقہ کے مختص اور ممتاز طور پر جنتی ہوجانے کی تشریح میں نبی کریم ﷺ کا تصریح کہ حضور ﷺ نے اسی فرقہ کو جماعت کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اور بخاری میں اس کی خود ہی یہ تعریف فرمائی ہے کہ: ''وامامھم'' کی جماعت وہ ہے جس کا کوئی امام ہو۔ اس سے یہ استنباط ہے کہ وہ امام واجب الاطاعت ہوگا جس کے ہونے کے متعلق خود نبی کریم کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔ یہاں تک بھی تاکید ہے کہ ایسے امام کو نہ ماننے پر جہالت کی موت میں جانا لازمی ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اس وقت ایک جماعت ایسی ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ واجب الاطاعت امام کو مانتی ہے وہ ہماری جماعت ہے، جن کا مرکز قادیان ہے۔ یہ حدیث آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر نوزائیدہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر بعد میں جو ماں باپ یہودی ہوتے ہیں وہ اس کو یہودی بنالیتے ہیں اور جس کے ماں باپ عیسائی ہوتے ہیں وہ اس کو عیسائی بنالیتے ہیں اور جن کے ماں باپ مجوسی ہوتے ہیں وہ ان کو مجوسی بنالیتے ہیں۔ خواجہ غلام فرید صاحب نے اپنی کتاب ''فوائد فریدیہ'' میں جو حضرت مسیح موعود کے ساتھ خط وکتابت اور واقفیت ہونے سے کئی سال پہلے کی تصنیف تھی۔ بلکہ مسیح موعود کے دعویٰ ماموریت سے بھی پہلے کی تھی۔ اس میں ۷۲فرقوں کی تعداد لکھی ہے جن کو گمراہ قرار دیا ہے۔ ان فرقوں میں ایک فرقہ احمدیہ بھی آپ نے لکھا ہے۔ لیکن اس سے ہماری اس وقت کی مشہور جماعت احمدیہ ہرگز مراد نہیں۔ کیونکہ اس کتاب کے لکھے جانے کے وقت تو حضرت مسیح موعود کا مطلق دعویٰ نہ تھا اور اس کتاب کے چھپنے کے وقت ہماری جماعت کا نام جماعت احمدیہ یا فرقہ احمدیہ نہ تھا۔ نہ ایسا نام رکھے جانے کا حضرت مسیح موعود کی طرف سے کوئی اعلان ہی ہوا تھا۔ نہ حضرت خواجہ صاحب کی اس وقت حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی خط وکتابت ثابت ہے۔ بلکہ اس کتاب کے شائع ہونے کے پانچ سال بعد ہماری جماعت کا نام جماعت احمدیہ یا فرقہ احمدیہ رکھا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس احمدیہ فرقہ سے مراد رشید احمد گنگوہی کے ماننے والے ہوں گے۔ کیونکہ ان کو دنیا وہابی کہتی ہے اور اس کتاب میں جہاں پر ۷۲فرقوں کا ذکر کر کے احمدیہ کا لفظ رکھا گیا ہے، اس کے مابعد کی عبارت میں وہابیہ فرقہ کو زیادہ برا بنا کر اپنی نفرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اسلام سے ارتداد اور احمدیت بلحاظ ارتداد کے ایک ہی ہے۔ قطعاً کوئی فرقہ نہیں۔ کیونکہ احمدیت صحیح اسلام ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ مسلمان کہلانے والا شخص مرتد ہوکر کسی غیر از اسلام مذہب یعنی ہندو مذہب یا عیسائی مذہب وغیرہ میں شامل ہوتا ہے لیکن احمدیت سے مرتد ہونے والا اسلام کے مخالف مذہبوں میں شامل ہونا اپنے لئے ضروری نہیں سمجھتا، بلکہ عام مسلمانوں میں شامل ہوجاتا ہے۔

۲۹؍مارچ ۱۹۳۳ء، مطابق ۲؍ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ، محمد اکبر!

سن کر درست تسلیم کیا۔ محمد اکبر!